السیرۃ النبویہ

جلد اوّل

مصنّف

علّامہ سیّد احمد بن زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علّامہ ذوالفقار علی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور، کراچی — پاکستان

نام کتاب	السیرۃ النبویہ (جلد اول)
مصنف	علامہ سید احمد بن زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	علامہ ذوالفقار علی، فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ
زیر نگرانی	ادارہ ضیاء المصنفین، بھیرہ شریف
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
سال اشاعت	فروری 2014ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	ST61

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔37221953 فیکس:۔042-37238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔37247350 فیکس 042-37225085

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔021-32212011-32630411 فیکس:۔021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Website:- www.ziaulquran.com

فہرست مضامین

عرض ناشر

کسی عارف نے کہا ہے: جو شخص اپنے دل میں عشق مصطفی ﷺ کی شمع جلانے کا متمنی ہو، آفتاب نبوت کے فیضان سے اپنے دل کی دنیا روشن کرنے کا خواہاں ہو، اگر وہ دو باتوں پر عمل پیرا ہو جائے تو رب تعالیٰ اسے یہ گوہر ضرور عطا فرما دیتا ہے۔
سیرت نبویہ کا مطالعہ کرے۔
کثرت درود شریف کا ورد کرے۔

ادارہ ضیاء القرآن کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ وہ سیرت رسول پر نئے سے نیا کام آپ کی خدمت میں فراہم کرے تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں عشق رسول ﷺ کی دولت عطا فرمائے۔ اسی حسین سلسلے کی ایک کڑی "السیرۃ النبویہ" ہے جو احمد بن زینی دحلان کی لاجواب اور ایمان افروز کاوش ہے۔ یہ تصنیف لطیف تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ اسے اردو قالب میں ڈھالنے کی سعادت علامہ ذوالفقار علی ساقی صاحب کے حصے میں آئی۔ انہوں نے کتاب کے ترجمہ میں بھرپور کوشش کی ہے کہ عشق و محبت میں ڈوبی اس تحریر کی وہ چاشنی برقرار رہے جو اس تصنیف کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ترجمہ انتہائی آسان، سہل اور رواں ہے۔ ہم اسے قارئین کی سہولت کے پیش نظر دو جلدوں میں پیش کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ علامہ ساقی صاحب کی یہ کاوش اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ ادارہ ضیاء القرآن اور اس کے مخلص کارکنان کی جدوجہد بھی اپنی بارگاہ میں قبول کرے۔ آئندہ بھی اپنی ملت کی خدمت میں محبت و عشق کے ایسے ارمغان پیش کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین

طالب دعا
محمد حفیظ البرکات شاہ
ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

ایک تعارف

سیرت کا مادہ اشتقاق س، ی، ر ہے۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کا معنی ہے: طریقہ، ہیئت، راستہ۔ چنانچہ عربی زبان کی مشہور لغت ''المنجد'' میں اس کا معنی ''السيرة: الهيئة، الطريقة المذهب'' ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا اطلاق آدمی کے کردار پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ ''المنجد'' میں ہے ''سيرة الرجل صحيفة أعماله كيفية أسلوبه بين الناس'' کسی انسان کے قصے کو بھی سیرت کہا جاتا ہے۔ اہل عرب اس طرح کہتے ہیں: ''القصة فيقولون سيرة أى قصته (المنجد)

اردو زبان کی لغت فیروز اللغات میں سیرت کے یہ معانی ہیں: عادت، طریقہ، ہیئت اخلاق۔

اس لغوی وضاحت سے معلوم ہوا کہ سیرت سے مراد کسی انسان کا کردار اور اس کا زندگی گزارنے کا طریقہ ہے۔ سیرت النبی سے مراد نبی کریم ﷺ کا اخلاق، کردار اور آپ کی حیات طیبہ کا مطالعہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی کے چیدہ چیدہ احوال خود قرآن کریم نے بیان فرمائے۔ اور لقد كان لكم فى رسول الله أسوة حسنه (تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے) فرما کر حضور ﷺ کی پوری سیرت طیبہ کو بیان فرما دیا۔

یوں سیرت نگاری کا آغاز خود قرآن سے ہوتا ہے۔ بہت سی آیات بینات میں نبی کریم ﷺ کی پیاری اداؤں کا بیان ہے۔ فرمایا: وما رميت إذ رميت ولكن الله رمى۔ اسی طرح بہت سی آیات کریمہ میں نبی کریم ﷺ کے اوصاف بیان کر کے آپ کے لیے مختلف القابات ذکر کئے گئے ہیں جو آپ کی سیرت طیبہ کے کسی نہ کسی پہلو کی عکاسی کرتے ہیں۔

قرآن پاک کی طرح صحابہ کرام سے بھی نبی کریم ﷺ کی زندگی کے بے شمار واقعات، آپ کا اخلاق، کردار اور زندگی گزارنے کا طریقہ مروی ہے جو حقیقت میں سیرت نبوی کا ماخذ بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے انسان کامل بنایا اس لیے آپ ہی کی تقلید میں انسانیت کی بھلائی ہے۔ اس لیے علمائے اسلام نے اس موضوع پر خصوصی توجہ دی اور ''سیرت النبی'' ایک عنوان نہ رہا بلکہ ایک فن کی حیثیت اختیار کر گیا۔ ہر دور میں علمائے کرام نے اس موضوع پر مستند کتب تصنیف فرمائی ہیں۔

تیرہویں صدی ہجری میں حضرت علامہ احمد بن زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ''السيرة النبويه'' کے نام سے ایک جامع کتاب تحریر فرمائی جسے اسلوب، اختصار اور جامعیت کی بنا پر بہت بلند مقام حاصل ہوا۔ علامہ مذکور نے اس وقت تک لکھی جانے والی سیرت النبی کی مختلف کتب کا مطالعہ کیا اور ایک ایسی کتاب تصنیف فرمائی جس میں سیرت طیبہ کے متعلق اہم ترین مواد جمع فرمایا گویا اپنے مطالعہ کا خلاصہ انہوں نے اس کتاب میں تحریر فرما دیا۔

اس کتاب کی بہت سی خصوصیات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں کتب احادیث سے استفادہ کیا گیا اور مستند

احادیث کی روشنی میں سیرت طیبہ لکھی ہے۔ یہ تین جلدوں پر مشتمل ہے۔

پہلی جلد کا آغاز ان فضائل سے ہوتا ہے جو نبی کریم ﷺ کی ولادت سے قبل مختلف انبیائے کرام علیہم السلام نے بیان فرمائے اور غزوۂ بدر کے حالات تک ہے۔ دوسری جلد غزوۂ بنی سلیم سے لے کر غزوۂ تبوک کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجے جانے تک ہے اور تیسری جلد حجۃ الوداع سے لے کر وصال نبی کریم (ﷺ) تک ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے عشق رسالت مآب ﷺ میں ڈوب کر اسے تحریر کیا ہے۔ ایک طرف محبت بھرا انداز ہے تو دوسری طرف تحقیق کا دامن بھی ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا۔ یہ کتاب چونکہ عربی میں تھی اس لیے اردو کتب کا مطالعہ کرنے والے اس کی افادیت سے محروم تھے۔ ہمارے نہایت ہی قابل قدر اور مخلص دوست حضرت علامہ مولانا ذوالفقار علی ساقی صاحب نے اس کتاب کو اردو کا جامہ پہنا کر اردو دان حضرات کے لیے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا۔ برادر محترم ذوالفقار علی ساقی صاحب دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف سے فارغ التحصیل ہیں اور تقریباً پندرہ سال سے یہیں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں، محنت سنجیدگی اور دیانت داری کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو نبھانا ان کی خصوصیت ہے۔ تدریس کے ساتھ ساتھ ہاسٹل کے انچارج ہونے کی حیثیت سے انہوں نے اپنی اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کا ثبوت دیا ہے۔ بنیادی طور پر ان کا مضمون انگلش ہے۔ لیکن عربی کتب کے مطالعہ کے ساتھ خاص شغف رکھتے ہیں اور ایک درجن سے زائد عربی اور فارسی کتب کا اردو ترجمہ کر چکے ہیں۔ جن میں مؤطا امام مالک، کیمیائے سعادت، کتاب الاذکار، حکایات صوفیا نہایت اہم ہیں۔ علامہ احمد بن زینی دحلان کی کتاب ''السیرۃ النبویہ'' کا ترجمہ کر کے انہوں نے سیرت النبی کے مطالعہ کے ساتھ دلچسپی رکھنے والوں کے لیے سیرت کے ایک نہایت عمدہ اور سہل ماخذ تک رسائی کو ممکن بنا دیا ہے۔

اپنے قارئین کی سہولت اور آسانی کے لیے ادارہ ضیاء القرآن اس ترجمہ کو دو جلدوں میں پیش کر رہا ہے۔ پہلی جلد حالات قبل نبوت سے لے کر صلح حدیبیہ تک ہے اور دوسری جلد صلح حدیبیہ سے لے کر وصال نبوی تک ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس عمل صالح پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ نیز دین متین کی بیش از بیش خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بابر حسین بابر
دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف

کچھ مصنف کے بارے میں

''السیرۃ النبویہ'' کے مصنف حضرت سید احمد بن زینی دحلان ہیں۔ جو انیسویں صدی کے شروع میں مکہ معظمہ کے قریب پیدا ہوئے۔ 1288ھ/1871ء سے اپنے آبائی شہر میں مذہب شافعی کے مفتی اور شیخ العلماء کے منصب پر فائز رہے۔ جب شریف اعظم عون الرفیق ترکی کے نائب عثمان پاشا سے کسی مخالفت کی بنا پر مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ چلے گئے تو حضرت احمد بن زینی دحلان نے بھی ان کی تقلید کی۔ لیکن اس کے بعد جلد ہی سفر کی تھکن سے 1304ھ/1886-1887ء میں انتقال کر گئے۔ اپنی زندگی کے آخری برسوں میں حضرت زینی دحلان نے ایک مصنف کے اعتبار سے بہت سرگرمی دکھائی۔ انہوں نے نہ صرف ان روایتی اسلامی علوم کو اپنی تحریر کا موضوع بنایا جن کا مطالعہ ان کے زمانہ میں مکہ معظمہ میں کیا جاتا تھا۔ بلکہ بعض وقتی طور پر زیر بحث مسائل پر بھی متعدد رسائل لکھے اور مکہ معظمہ میں انیسویں صدی میں تاریخ نویسی کے واحد نمائندہ بن گئے۔ روایتی موضوعات پر ان کی تصانیف ''شرح الاجرمیہ''، ''السیرۃ الدحلانیہ'' یا ''السیرۃ الزینیہ'' اور ''الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ'' بہت مقبول اور مشہور ہیں۔

عشق و محبت سے معمور تصنیف ''السیرۃ الدحلانیہ'' کا ترجمہ کرنے کی سعادت راقم الحروف کو میسر آئی۔

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف میں صرف سیرت رقم کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص اور معجزات کے لیے علیحدہ علیحدہ باب باندھے ہیں تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان والا دوبالا ہو۔

جہاں بھی دو یا دو سے زیادہ روایات کا تضاد نظر آیا حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی انتہائی خوبصورت تطبیق بھی کی ہے۔

انہوں نے سیرت ابن ہشام، المواہب اللدنیہ، الروض الانف اور شرح زرقانی جیسی مستند کتب سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت کے طفیل مجھے یہ سعادت میسر آئی کہ میں نے اسے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ یہ ترجمہ انتہائی آسان ہو تاکہ عام قاری بھی اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ اس کے ساتھ عشق و محبت کی وہ چاشنی بھی برقرار رہے جو اس عظیم تصنیف کا خاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول کرے اور اسے میرے لیے توشۂ آخرت بنائے۔

میں صاحبزادہ والا تبار الحاج محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب کا انتہائی ممنونِ احسان ہوں جنہوں نے اس کتاب کی نہایت احسن انداز میں طباعت فرمائی اور ملت اسلامیہ کی خدمت بطور ارمغانِ محبت پیش فرمایا۔

انتہائی ناشکری ہوگی اگر میں علم و عمل کے پیکر اور خلوص و وفا کے مجسمہ حضرت مولانا الاستاذ ملک محمد بوستان صاحب کا شکریہ ادا نہ کروں جن کی مشفقانہ سرپرستی میں مجھے اس عظیم تصنیف کا ترجمہ کرنے کی سعادت میسر آئی۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء

ذوالفقار علی ساقی

مدرس دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف

شانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء بزبان انبیاء علیہم السلام

حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت کی وجہ

کئی اسناد سے روایت ہے۔ جب اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دست اقدس سے تخلیق فرمایا تو انہیں الہام فرمایا۔ انہوں نے عرض کی "مولا! تو نے میری کنیت ابو محمد کیوں رکھی ہے؟" اللہ رب العزت نے فرمایا: "آدم! اپنا سر بلند کرو" انہوں نے سر اقدس بلند کیا تو عرش کے پایوں پر حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک دیکھا۔ عرض کی "مولا! یہ کیسا نور ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یہ تمہاری اولاد میں سے ایک محترم و مکرم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نور ہے۔ جن کا نام نامی آسمان پر احمد اور زمین میں محمد ہوگا۔ اگر یہ نہ ہوتے تو نہ تمہیں پیدا کرتا نہ ہی آسمان و زمین کی تخلیق کرتا"۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام نے عرش پر اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم مرقوم دیکھا۔ اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا "اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تمہیں تخلیق نہ کرتا"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کی برکت

حضرت آدم علیہ السلام نے عرش کے پائے، جنت کے محلات، کمروں، حور عین کے سینوں پر، شجرہ طوبیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر، حجابات کے اطراف پر اور ملائکہ کی آنکھوں کے مابین حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کے ساتھ لکھا ہوا دیکھا یعنی ہر جگہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی "خالق کائنات! یہ محمد کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا "یہ تمہارے وہ فرزند ارجمند ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو میں تمہیں تخلیق نہ کرتا"۔ انہوں نے عرض کی "مولا! اس مبارک فرزند کے طفیل اس باپ پر رحم فرما" صدائے ربانی آئی "اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی لے کر سارے اہل آسمان اور اہل زمین کی سفارش کرتے تو ہم تمہاری سفارش قبول کر لیتے"۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوگئی تو انہوں نے عرض کی "مولا! میں تجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "آدم! تم نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچان لیا۔ حالانکہ میں نے ابھی تک انہیں تخلیق نہیں کیا"۔ انہوں نے عرض کی "پروردگار! جب تو نے مجھے اپنے دست اقدس سے تخلیق کیا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی۔ میں نے سر اٹھایا۔ میں نے عرش معلیٰ کے پایوں پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا دیکھا۔ میں جان گیا کہ تو نے اپنے نام نامی کے ساتھ اسی ذات والا کے اسم گرامی کو ملایا ہے جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "آدم! تم نے سچ کہا ہے۔ وہ ذات مجھے ساری مخلوق سے زیادہ

پیاری ہے۔ تم نے مجھ سے اس کے طفیل سوال کیا ہے۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ اگر محمد مصطفیٰ ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا"۔

شیخ اور امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی "خود بھی محمد عربی ﷺ پر ایمان لاؤ۔ اپنی امت کو بھی حکم دو کہ وہ بھی ان پر ایمان لے آئیں۔ اگر محمد عربی نہ ہوتے تو میں نہ حضرت آدم کو پیدا فرماتا نہ جنت اور آگ کو وجود عطا کرتا۔ میں نے پانی پر اپنا عرش تخلیق کیا وہ لرزنے لگا۔ میں نے اس پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا تو وہ پرسکون ہو گیا"۔

دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "میرے پاس حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آئے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت پیدا نہ کرتا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں آگ پیدا نہ کرتا"۔

ابن سبع نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے فرمایا "آپ کے لئے میں نے "بطحاء کو پھیلایا ہے، موج کو حرکت دی ہے، آسمان کو رفعت بخشی ہے، ثواب اور عذاب بنایا ہے"۔ علامہ زرقانی نے لکھا ہے "یہ سعادت آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی یا فرشتے کو حاصل نہیں"۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

وَ مَا عَجَبٌ اِکْرَامِ اَلْفِ لِوَاحِدٍ لِعَیْنٍ تَفَدّٰی اَلْفَ عَیْنٍ وَ تَکْرَمَ

کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایک ذات والا کے لئے ایک ہزار کا احترام کیا جائے۔ وہ چشم مازاغ جس پر ہزار آنکھیں فدا ہوں اور جسے عزت واحترام نصیب ہو۔

دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

وَ کَانَ لَدَی الْفِرْدَوْسِ فِیْ زَمَنِ الصَّبَا وَ اَثْوَابُ شَمْلَ الْاُنْسِ مُحْکَمَۃُ السدی

یُشَاھِدُ فِیْ عَدْنٍ ضِیَاءً مُشَعْشَعًا

حضرت آدم علیہ السلام روح وجسم کے ارتباط کے بعد ابتداء میں فردوس اعلیٰ میں تھے۔ آپ کو رب تعالیٰ کا بہت زیادہ قرب حاصل تھا۔ انہوں نے جنت عدن میں منتشر نور دیکھا۔

یَزِیْدُ عَلَی الْاَنْوَارِ فِی الضَّوْءِ مِنَ الْھُدٰی فَقَالَ اِلٰھِیْ مَا الضِّیَاءُ الَّذِیْ اَرٰی

جُنُوْدُ السَّمَاءِ تَعْشُوا اِلَیْہِ تَرَدُّدًا

یہ مبارک نور اپنی نورانیت اور ہدایت میں سب سے بڑھ کر تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی "مولا! یہ کیسی ضیاء ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ آسمان کے جنود نور کے حصول کے لئے بار بار اس کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں"۔

فَقَالَ نَبِیٌّ خَیْرُ مَنْ وَطِیَ الثَّرٰی وَ اَفْضَلُ مَنْ فِی الْخَیْرِ رَامَ اَوِ اغْتَدٰی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وہ ایسے نبی کریم ﷺ ہیں۔ جو بے مثل و بے نظیر ہیں۔ اور ان سے افضل ہیں جو صبح وشام بھلائی

میں آتے جاتے ہیں"۔

تَخَيَّرْتُهٗ مِنْ قَبْلِ خَلْقِكَ سَيِّدًا وَ اَنْبَتُّهٗ قَبْلَ النَّبِيِّيْنَ سُؤْدَدًا

آدم! میں نے تمہاری تخلیق سے قبل انہیں سردار بنایا اور سارے انبیاء سے قبل سیادت کا تاج ان کے سر پر سجایا۔

وَ اَعْدَدْتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَافِعًا مُطَاعًا اِذَا مَا الْغَيْرُ حَادَ وَ حِيْدًا

میں نے انہیں روز حشر کے لیے شافع اور مطاع بنایا ہے جبکہ اغیار جدا اور الگ ہو جائیں گے۔

فَيَشْفَعُ فِي اِنْقَاذِ كُلِّ مُوَحِّدٍ وَ يُدْخِلُهٗ جَنَّاتِ عَدْنٍ مُخَلَّدًا

آپ ہر موحد کی نجات کے لئے شفاعت فرمائیں گے اور اسے ہمیشہ ہمیشہ جنات عدن میں داخل کریں گے۔

وَ اِنَّ لَهٗ اَسْمَاءً سَمَّيْتُهٗ بِهَا وَلٰكِنَّنِيْ اَحْبَبْتُ مِنْهَا مُحَمَّدًا

اور ان کے لئے ایسے عالی شان اسماء ہیں جو میں نے ہی رکھے ہیں۔ لیکن میں نے ان اسماء میں سے "محمد" نام پسند کر لیا۔

فَقَالَ اِلٰهِيْ امْنُنْ عَلَيَّ بِتَوْبَةٍ تَكُوْنُ عَلٰى غُسْلِ الْخَطِيْئَةِ مُسْعِدًا

حضرت آدم نے عرض کی "مولا! مجھ پر ایسی توبہ کے ساتھ احسان فرما جو لغزش کے ختم ہو جانے پر مددگار ہو۔

بِحُرْمَةِ هٰذَا الْاِسْمِ وَالزُّلْفَةِ الَّتِيْ خَصَصْتَ بِهَا دُوْنَ الْخَلِيْقَةِ اَحْمَدَا

اس اسم اور اس قرب کے طفیل جس سے تو نے ساری مخلوق کو چھوڑ کر احمد مجتبیٰ ﷺ کو مختص کیا ہے۔

اَقِلْنِيْ عِثَارِيْ يَا اِلٰهِيْ فَاِنَّ لِيْ عَدُوًّا لَعِيْنًا جَارَ فِي الْقَصْدِ وَاعْتَدٰى

مولا! میری لغزش معاف فرما۔ میرا ایک لعین دشمن ہے اس نے قصد میں ظلم و تعدی سے کام لیا۔

فَتَابَ عَلَيْهِ رَبُّهٗ وَ حَمَاهُ مِنْ جِنَايَةِ مَا اَخْطَاهُ لَا مُتَعَمِّدًا

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نظر کرم فرمائی اور وہ لغزش معاف کر دی جو جان بوجھ کر نہ کی تھی۔

حضرت حواء علیہا السلام کا حق مہر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سوئے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بائیں پسلی سے حضرت حواء علیہا السلام کو پیدا کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام بیدار ہوئے تو انہیں دیکھ کر سکون حاصل کیا۔ ان کی طرف میلان ہوا۔ ان کی طرف دست محبت بڑھایا تو ملائکہ نے کہا "آدم! رک جائیں" حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا "کیا رب تعالیٰ نے اسے میرے لئے پیدا نہیں کیا؟ ملائکہ نے عرض کی "حتیٰ کہ آپ ان کا حق مہر ادا کر لیں" حضرت آدم علیہ السلام نے استفسار فرمایا "ان کا حق مہر کیا ہے؟" فرشتوں نے کہا "محمد عربی ﷺ پر تین بار درود شریف پڑھو" دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے حق مہر ادا کرنے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے بارگاہ ربوبیت میں عرض کی "مولا! ان کا حق مہر کیا ہے" رب تعالیٰ نے فرمایا "میرے محبوب محمد بن عبداللہ ﷺ پر بیس بار درود شریف پڑھو"۔

عزت وکرامت

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کرنے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ عرض کی "آپ کا رب تعالیٰ آپ سے فرماتا ہے۔ اگر میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے تو میں نے آپ کو اپنا حبیب بنایا ہے۔ میں نے کوئی ایسی مخلوق تخلیق نہیں کی جو مجھے آپ سے زیادہ معزز ہو۔ میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لئے بنایا ہے تاکہ انہیں بتاؤں کہ میرے حضور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وکرامت اور مقام ومنصب کیا ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا تخلیق نہ کرتا"۔

عارف باللہ سیدی علی وفی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنا احسن قول کہا ہے۔

سَكَنَ الفُؤَادُ فَعِشْ هَنِيْئًا يَا جَسَدُ　　ذَاكَ النَّعِيْمُ هُوَ الْمُقِيْمُ اِلَى الْاَبَدِ

دل پرسکون ہوگیا اے جسم! تو عمدہ طریقہ سے زندگی بسر کر۔ یہ نعمت کبریٰ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

اَصْبَحْتَ فِي كَنَفِ الْحَبِيْبِ وَ مَنْ يَكُنْ　　جَارَ الْكَرِيْمِ فَعَيْشُهُ عَيْشُ الرَّغَدِ

تو محبوب کے پہلو میں سکونت پذیر ہوگیا۔ جس کا ہمسایہ کریم ہو تو اسے طویل زندگی نصیب ہوتی ہے۔

عِشْ فِي اَمَانِ اللهِ تَحْتَ لِوَائِهِ　　لَا خَوْفَ فِي هٰذَا الْجَنَابِ وَلَا نَكِدِ

اللہ تعالیٰ کی امان میں آپ کے جھنڈے کے نیچے زندگی بسر کر۔ اس بارگاہ والا میں نہ تو خوف ہے اور نہ ہی زندگی کی سختیوں کا ڈر ہے۔

لَا تَخْتَشِيْ فَقْرًا وَ عِنْدَكَ بَيْتُ مِنْ　　كُلِّ الْمُنٰى لِكُلِّ مَنْ اَيَادِيْهِ مَدَدَ

تجھے مفقود ہونے کا کوئی خوف نہیں تمہارے پاس اس ذات کا گھر ہے جس کی نعمتوں کی وجہ سے تمہاری ساری آرزوئیں پوری ہوجائیں گی۔

رَبُّ الْجَمَالِ وَ مُرْسِلُ الْجَدْوٰى وَ مَنْ　　هُوَ فِي الْمَحَاسِنِ كُلِّهَا فَرْدُ اَحَدِ

وہ بہت زیادہ خوبصورت، عطیات عطا کرنے والے ہیں۔ وہ سارے محاسن میں یکتائے روزگار ہیں۔

قُطْبُ النُّهٰى غَوْثُ الْعَوَالِمِ كُلِّهَا　　اَعْلٰى عَلٰى صَارَ اَحْمَدَ مِنْ حَمِدِ

وہ عقول کے قطب ہیں سارے عالموں کے غوث ہیں۔ وہ بلند مرتبت ہیں اور تعریف کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ تعریف کرنے والے ہیں۔

رُوْحُ الْوُجُوْدِ حَيَاةُ مَنْ هُوَ وَاجِدٌ　　لَوْلَاهُ مَا تَمَّ الْوُجُوْدُ لِمَنْ وُجِدِ

وہ وجود کی روح ہیں۔ سارے موجودات کی زندگی ہیں۔ اگر آپ نہ ہوتے تو وجود والوں کا وجود مکمل نہ ہوسکتا۔

عِیْسٰی وَ اٰدَمُ وَالصُّدُوْرُ جَمِیْعُهُمْ هُمْ اَعْیُنٌ هُوَ نُوْرُهَا لَمَّا وَرَدْ

حضرت عیسیٰ، حضرت آدم اور دیگر سارے انبیاء علیہم السلام وہ آنکھیں ہیں اور آپ ان کی آنکھوں کا نور بن کر آئے۔

لَوْ اَبْصَرَ الشَّیْطَانُ طَلْعَةَ نُوْرِهٖ فِیْ وَجْهِ اٰدَمَ كَانَ اَوَّلُ مَنْ سَجَدْ

اگر ابلیس آپ کے نور کی چمک چہرۂ آدم میں دیکھ لیتا تو وہ سب سے پہلے سجدہ ریز ہو جاتا۔

اَوْلَوْ اَرٰی النُّمْرُوْدُ نُوْرَ جَمَالِهٖ عَبَدَ الْجَلِیْلَ مَعَ الْخَلِیْلِ وَلَا عَنَدْ

یا نمرود آپ کے جمال کا نور دیکھ لیتا تو وہ حضرت خلیل کے ساتھ رب جلیل کی عبادت کرتا اور دشمنی نہ کرتا۔

لٰكِنَّ جَمَالَ اللّٰهِ جَلَّ فَلَا یُرٰی اِلَّا بِتَخْصِیْصٍ مِنَ اللّٰهِ الصَّمَدِ

لیکن اللہ تعالیٰ کا جمال بہت عظیم ہے جس کا دیدار رب تعالیٰ کی طرف سے توفیق سے ہی ہو سکتا ہے۔

فَاَبْشِرْ بِمَنْ سَكَنَ الْجَوَانِحَ مِنْكَ یَا اَنَا قَدْ مَلَاَتْ مِنَ الْمُنٰی عَیْنًا وَ یَدًا

تجھے اس ذات کی وجہ سے بشارت ہو جس سے تمہارے سینے میں راحت نصیب ہوئی۔ تمہارے ہاتھ اور آنکھیں انعامات سے بھر گئے۔

عَیْنُ الْوَفَا مَعْنَی الصَّفَا سِرُّ النَّدٰی نُوْرُ الْهُدٰی رُوْحُ النُّهٰی وَجَسَدُ الرُّشْدِ

آپ وفاء کی آنکھ، صفا کا معنی، سخاوت کا راز، ہدایت کا نور، عقل کی روح اور ہدایت کا جسم ہیں۔

هُوَ الصَّلٰوةُ مِنَ السَّلَامِ الْمُرْتَضٰی الْجَامِعُ الْمَخْصُوْصَ مَا دَامَ الْاَبَدْ

آپ کی ذات والا پر درود وسلام ہو۔ آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مخصوص اوصاف کے جامع ہیں۔

ملائکہ کا سجدہ درحقیقت نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام میں روح پھونکی تو حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ان کی طلعت زیبا میں سورج کی طرح چمکتا تھا۔ بعض عارفین نے کہا ہے کہ ابلیس اپنی تیرہ بختی کی وجہ سے اس مبارک نور کو نہ دیکھ سکا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں تو ان کا قبلہ اس نور مبارک کی طرف تھا۔ حقیقت میں مسجود لہ ذات رب تعالیٰ کی تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام قبلہ کی طرح تھے مقصد اعظم وہ نور تھا جو حضرت آدم علیہ السلام کی مبارک جبین میں ضوفشاں تھا۔

سید لولاک کا نسب پاک

جب حضرت حواء علیہا السلام کے صدف بطن میں حضرت شیث علیہ السلام قرار پذیر ہوئے تو وہ نور مبارک بھی ان کی طرف منتقل ہو گیا۔ جب حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے تو یہ نور مقدس ان کی طلعت مبارکہ میں جگمگانے لگا۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کے وصی تھے۔ انہوں نے انہیں وصیت کی تھی کہ وہ اس نور کا امین پاکیزہ خواتین کو ہی بنائیں۔ پھر یہ وصیت نسل در نسل منتقل ہوتی

رہی حتیٰ کہ یہ مبارک نور آپ کے جدامجد حضرت عبدالمطلب کے پاس پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا۔ پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اس کی امین بنیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نسب پاک کو بدکاری سے محفوظ رکھا۔ امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جاہلیت کی کسی قذارت کی وجہ سے میں پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ میں نکاح اسلام یعنی صحیح عقد نکاح کے ذریعہ ہی عالم رنگ و بو میں آیا ہوں"۔

ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے فرمایا "میں نے زمین کے مشارق اور مغارب کو چھان مارا۔ میں نے کوئی شخص محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل نہیں دیکھا اور کوئی قبیلہ بنو ہاشم سے افضل نہیں دیکھا"۔

الشفاء الشریف میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے اس درخت میں سے کھا لیا تو انہوں نے رب تعالیٰ سے التجاء کی "مولا! محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے طفیل مجھے معاف فرما۔ میری توبہ قبول فرما" رب تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی اور ان کی لغزش معاف کر دی۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی یہی تاویل ہے۔

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ (البقرۃ:37)

"پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے چند کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی"۔

دوسری روایت کے مطابق وہ پاکیزہ کلمات یہ تھے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۲۳﴾ (الاعراف)

"اے ہمارے پروردگار ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر نہ بخشش فرمائے تو ہمارے لئے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں سے ہو جائیں گے"۔ (جمال القرآن)۔

ایک اور روایت کے مطابق وہ کلمات مقدسہ یہ تھے "اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ بِحَمْدِكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّكَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ" (مولا! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے۔ تیری ہی تعریف ہے۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔ مجھے معاف کر دے۔ تو معاف کرنے والوں میں سے بہترین ہے)۔ ایک اور روایت کے مطابق وہ کلمات یہ تھے "اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ" بعض علماء کرام نے فرمایا ہے "ممکن ہے حضرت آدم علیہ السلام نے یہ ساری التجائیں کی ہوں"۔

کثیر صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت نوح علیہ السلام کی پشت مبارک میں اس وقت موجود تھے جب وہ کشتی پر سوار ہوئے تھے آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت انور میں بھی تھے انہوں نے ہی آپ کے لئے یہ دعا مانگی تھی۔

رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُزَكِّیْهِمْ

"اے ہمارے رب بھیج ان میں ایک برگزیدہ رسول انہیں میں سے۔ تاکہ پڑھ کر سنائے انہیں تیری آیتیں اور سکھائے انہیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک صاف کر دے انہیں بے شک تو ہی زبردست (اور) حکمت والا ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں اپنے محترم باپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی بشارت ہوں"۔(البقرہ:129)

آباؤ اجداد

کعب

یہ عروبہ کے روز قبیلہ قریش کو جمع کرتے تھے۔ انہوں نے اسے یوم الجمعہ کا نام دیا تھا۔ وہ اس دن کی تعظیم بجالاتے۔ قریش کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے بارے بتاتے۔ وہ بتاتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ وہ قریش کو آپ کی اتباع کرنے کا حکم دیتے وہ قریش مکہ کو بتاتے "تمہارے حرم پاک کے لئے ایک عظیم خبر ظاہر ہوگی۔ عنقریب اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظہور ہوگا"۔ وہ انہیں اشعار سناتے۔ جن کا آخری شعر یہ ہے۔

عَلٰی غَفْلَةٍ یَاْتِی النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ　　فَیُخْبِرُ اَخْبَارًا صَدُوْقٌ خَبِیْرُهَا

محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس وقت جلوہ افروز ہوں گے جب لوگ غافل ہوں گے۔ وہ ایسی خبریں بتائیں گے جن سے آگاہ کرنے والا سچا ہوگا۔

وہ یہ شعر بھی پڑھتے تھے۔

یَالَیْتَنِی شَاهِدٌ فَحْوَاءُ دَعْوَتَهٗ　　حِیْنَ الْعَشِیْرَةُ تَبْغِی الْحَقَّ خُذْلَانَا

اے کاش! میں اس وقت موجود ہوتا جبکہ قبیلہ حق کو نامراد کرنے کے لئے مصروف عمل ہوگا۔

وہ اس روز جو خطبہ ارشاد فرماتے اس میں کہتے "امابعد! غور سے سنو اور خوب سمجھو اور جان لو کہ رات کی تاریکی چھا جاتی ہے اور دن کی روشنی پھیل جاتی ہے۔ زمین پنگھوڑا ہے۔ آسمان عمارت ہے۔ پہاڑ میخیں ہیں۔ ستارے علامات ہیں۔ بعد میں آنے والے پہلے آنے والوں کی طرح ہیں۔ صلہ رحمی کیا کرو۔ اپنے سسرال کی حفاظت کیا کرو۔ اپنے اموال میں اضافہ کرتے رہو۔ دار آخرت تمہارے سامنے ہے اور گمان اس کے علاوہ ہے جو کچھ تم کہتے ہو"۔

ان کے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مابین 560 یا 520 سال کا فرق ہے۔ اہل عرب نے اپنی تاریخ کا آغاز اس کے وصال کے دن سے کیا حتیٰ کہ عام الفیل کے بعد وہ اس سے تاریخ کا آغاز کرنے لگے۔ پھر حضرت عبدالمطلب کے وصال سے تاریخ کا آغاز کیا۔ پھر اسلام میں تاریخ کا آغاز ہجرت سے ہوا۔

کنانہ بن خزیمہ

یہ بہت بڑے شیخ تھے۔ ان کے علم و فضل کی وجہ سے اہل عرب ان کے پاس آتے تھے۔ یہ لوگوں سے کہتے تھے "مکہ مکرمہ سے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظہور کا وقت قریب آگیا ہے۔ ان کا نام نامی احمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہوگا۔ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ،

نیکی، احسان اور مکارم اخلاق کی طرف دعوت دیں گے، تم ان کی اتباع کرنا۔ تمہارے شرف اور عزت میں اضافہ ہوگا۔ جو حیات آفریں پیغام لے کر وہ آئیں گے اسے ہرگز نہ جھٹلانا، کیونکہ وہ سراپا حق ہوگا"۔

الیاس

یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد الیاس حج کے ایام میں اپنی صلب میں سے تلبیہ سنتے تھے۔ اہل عرب کے ہاں ان کا بڑا مقام تھا۔ لوگ انہیں سید العشیرہ کہتے تھے۔ ان کے بغیر کسی امر کا فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ یہ سب سے پہلے قربانی کے جانور لے کر بیت اللہ کی طرف گئے۔ حدیث میں ہے "الیاس کو برے نام سے یاد نہ کیا کرو۔ وہ مومن تھے" یہ اپنی قوم میں لقمان حکیم کی مانند تھے۔ روایت ہے "ربیعہ اور مضر کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو یہ دونوں مومن تھے" ایک اور روایت میں ہے "مضر کو برے الفاظ کے ساتھ یاد نہ کیا کرو۔ یہ دین اسماعیل علیہ السلام پر تھے"۔ ان کی حکمت آموز باتوں میں ہے "جو خیر بوتا ہے وہ خوشی کی فصل کاٹتا ہے۔ جو برائی کو بوتا ہے وہ ندامت کی فصل کاٹتا ہے" روایت ہے کہ خزیمہ، مدرکہ اور نزار میں سے ہر ایک کی آنکھوں کے مابین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک چمکتا تھا۔

نزار

جب نزار کی ولادت ہوئی تو ان کے والد نے ان کی آنکھوں کے مابین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک تاباں دیکھا تو بہت زیادہ خوش ہوئے۔ بہت سے اونٹ ذبح کئے اور لوگوں کو کھلائے۔ پھر کہا "یہ ساری سخاوت وفیاضی اس مبارک نومولود کے مقابلہ میں کم ہے" اسی لئے ان کا نام نزار پڑ گیا۔ یہ حسن و جمال اور عقل ودانائی میں اپنے زمانہ کے سب لوگوں سے فائق تھے۔

معد بن عدنان

روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو عرب پر مسلط فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے ساتھ معد بن عدنان کو سوار کر لیں تا کہ انہیں کوئی گزند نہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "میں ان کی صلب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور کروں گا۔ ان پر سلسلۂ رسالت و نبوت ختم کروں گا" حضرت ارمیاء علیہ السلام نے اسی طرح کیا۔ انہیں اپنے ہمراہ سرزمین شام کی طرف لے گئے۔ یہ بنو اسرائیل کے ساتھ ہی پروان چڑھے۔ بخت نصر مرا اور یہ فتنہ ختم ہوا تو وہ واپس آ گئے۔

سب سے پہلے عدنان نے بیت اللہ پر غلاف چڑھایا۔ عدنان "العدن" سے مشتق ہے۔ جس کا معنی "اقامۃ" ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لئے ملائکہ مقرر کر رکھے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں اور جنات کی نظریں ان پر تھیں۔ وہ انہیں قتل کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا "اگر ہم نے اس بچے کو چھوڑ دیا اور یہ بڑا ہو گیا تو اس کی صلب سے ایسے شخص کا ظہور ہوگا جو لوگوں کا سردار بنے گا" رب تعالیٰ نے ملائکہ کو ان کی حفاظت پر مامور کر دیا۔

ابو جعفر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت لکھی ہے "عدنان، معد، ربیعہ، خزیمہ اور اسد ملت ابراہیمی پر تھے۔ ان کا تذکرہ صرف بھلائی کے ساتھ کرو"۔

مضر

انہیں مضر اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ ان کے حسن وجمال کی وجہ سے دل ان کے شیدائی بن جاتے تھے۔ جو بھی انہیں دیکھتا وہ ان کا گرویدہ ہو جاتا۔ کیونکہ ان کے چہرے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک درخشاں رہتا تھا۔ ان کی عقل و دانش سے بھرپور باتوں میں سے چند یہ ہیں۔ (1) بہترین بھلائی وہ ہے جسے جلدی کیا جائے۔ (2) اپنے نفوس کو ناپسندیدہ امور کا عادی بناؤ، انہیں ان کی خواہشات سے پھیر دو۔ (3) صلاح اور فساد کے مابین اتنا ہی فاصلہ ہوتا ہے جتنا دودھ دینے والے جانور کو دوبارہ دوہنے میں ہوتا ہے۔

حدی خوانی کا آغاز سب سے پہلے انہوں نے ہی کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے اونٹ سے گر پڑے۔ وہ عنفوان شباب پر تھے۔ ان کا ہاتھ ٹوٹ گیا وہ کہنے لگے "یا یداہ! یا یداہ! ہائے میرا ہاتھ، ہائے میرا ہاتھ! اونٹ چراگاہ سے آ کر ان کے پاس جمع ہونے لگے۔ جب صحتمند ہو گئے تو حدی خوانی کا آغاز کیا۔ ان کی آواز بہت دلکش تھی۔ دوسرے قول کے مطابق ان کے غلام کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ درد کی وجہ سے وہ چیخ اٹھا۔ اونٹ اس کے پاس جمع ہونے لگے۔ اس سے حدی خوانی کا آغاز ہو گیا۔ اس مضر کو مضر الحمراء کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اور اس کے بھائی ربیعہ نے اپنے والد نزار کا مال تقسیم کیا تو مضر نے سونا لے لیا۔ اس لئے اسے مضر الحمراء کہا جانے لگا۔ ربیعہ نے گھوڑا لے لیا تو اسے ربیعہ الخیل کہا جانے لگا۔ مضر کی قبر روحاء میں ہے۔

معد کو اس لئے معد کہا جاتا تھا کیونکہ وہ جنگ کے دھنی تھے۔ اکثر بنی اسرائیل پر غارت گری کرتے رہتے تھے۔ وہ جس کے ساتھ بھی نبرد آزما ہوتے فتح اور کامرانی ان کے قدم چومتی۔ اس کی وجہ وہ نور مبارک تھا جو ان کی پیشانی پر چمکتا رہتا تھا۔

خزیمہ "خزمہ" کی تصغیر ہے۔ انہیں اس نام سے اس لئے موسوم کیا جاتا ہے کیونکہ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جمع تھا۔

مدرکہ کو اس لئے اس نام سے یاد کیا جاتا تھا کیونکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک کی وجہ سے ساری عزت و فخر کو حاصل کر لیا تھا۔ ان میں یہ نور مبارک عیاں اور ظاہر تھا۔

نضر

ان کے چہرے کی شادابی، جمال و زیبائی اور حسن کی وجہ سے نضر کہا جاتا تھا۔ ان کے بارے ایک فحش روایت بیان کی جاتی ہے کہ ان کی والدہ برہ بنت اد بن طابخہ سے ان کے باپ کنانہ نے اپنے والد خزیمہ کی وفات کے بعد اس سے شادی کر لی تھی جس سے نضر پیدا ہوئے تھے۔ جیسا کہ جاہلیت میں اہل عرب کا رواج تھا کہ جب کوئی شخص مر جاتا تو اس کا بڑا بیٹا اس کی زوجہ کا مالک بن جاتا۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (النساء:22)

"اور نہ نکاح کرو جن سے نکاح کر چکے تمہارے باپ دادا مگر جو ہو چکا (اس سے پہلے سو وہ معاف ہے)"۔

(جمال القرآن)

مگر یہ فحش خطاء ہے۔ ابو عثمان الجاحظ لکھتے ہیں "خزیمہ کے انتقال کے بعد کنانہ نے اپنے باپ کی بیوہ کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ مگر وہ جلد ہی مرگئی اس سے نہ بیٹا پیدا ہوا نہ ہی بیٹی۔ پھر انہوں نے اس کے بھائی کی بیٹی سے نکاح کر لیا۔ اس کا نام برہ بنت مر بن اد بن طابخہ تھا۔ اس سے نضر پیدا ہوئے۔ جب لوگوں نے سنا کہ کنانہ نے اپنے باپ کی بیوہ کو زوجیت میں لے لیا ہے تو بہت سے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوگئی کیونکہ دونوں بیویوں کے نام ایک جیسے تھے اور نسب بھی قریب تھا۔ اہل علم ونسب میں سے ہمارے مشائخ کا یہی موقف ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اس سے پناہ مانگتے ہیں کہ آپ کے نسب پاک میں ناپسندیدہ نکاح کا داغ لگائیں۔ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابتداء سے لے کر انتہاء تک میں اسلامی نکاح کے مطابق ایک پشت سے دوسری پشت میں منتقل ہوتا رہا"۔ جس شخص نے اس موقف کے علاوہ اور نقطہ نظر اپنایا ہے اس نے غلطی کی ہے۔ اس حدیث پاک میں شک کیا۔ ساری تعریفیں رب تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب پاک کو ہر قسم کے عیوب سے پاک رکھا"۔

علامہ دمیری نے جاحظ کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے "اس کے اس بیان سے مجھے جاحظ کی کامیابی کی امید نظر آتی ہے کہ اس کی خطاؤں سے پردہ پوشی کی جائے"۔ حافظ شامی لکھتے ہیں "یہ حق بیانی ان نفائس میں سے ہے جن کی طرف قصد کیا جاتا ہے۔ اس سے سینوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ ان کا غیض وغضب ختم ہوتا ہے۔ شک ختم ہو جاتا ہے اور اس کا شر بجھ جاتا ہے"۔

عدنان تک نسب پاک

علماء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم عدنان تک ہی نسب پاک بیان فرماتے تھے۔ اس سے آگے بیان نہیں فرماتے تھے۔ آپ فرماتے "اس سے آگے نسب بیان کرنے والے جھوٹے ہیں۔ عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام تک کتنے آباء ہیں ان کے ناموں میں بھی اختلاف ہے اور ان کے تلفظ میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مابین تیس آباء ہیں جن سے کوئی آگاہ نہیں"۔ بعض نے اس سے کم اور بعض نے زیادہ تعداد بتائی ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں کسی کو نہیں جانتا جو معد بن عدنان کے بعد نسب پاک کو جانتا ہو"۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان سے پوچھا جاتا کہ اس شخص کے متعلق آپ کیا گمان کرتے ہیں جو نسب پاک کو حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کرتا ہے تو وہ اسے ناپسند فرماتے۔ وہ انکار کرتے ہوئے فرماتے "اسے اس امر کی کس نے خبر دی ہے؟ جو نسب پاک بیان کرنا چاہے اسے عدنان بن اد تک ہی بیان کرنا چاہئے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنا چاہئے"۔ علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عدنان کا نسب حضرت اسماعیل علیہ السلام تک جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب پاک یہ ہے۔

(جان عالم فداہ روحی) محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن نضر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ کسی شاعر نے

کیا خوب کہا ہے۔

وَ نَسْبَةُ عِزٍّ هَاشِمٍ مِنْ أُصُوْلِهَا وَ مَحْتِدُهَا الْمَرْضِيُّ أَكْرَمُ مُحْتَدٍ

سَمَتْ رُتْبَةً عَلْيَاً أَعْظَمَ بِقَدْرِهَا وَ لَمْ تَسْمُ إِلَّا بِالنَّبِيِّ مُحَمَّدٍ

حضرت ہاشم کا سارا نسب عزت و تکریم کا نسب ہے جس کی اصل پسندیدہ اور معزز ہے۔ یہ نسب پاک اپنی قدر و مکان میں بلند مرتبہ ہو گیا اور یہ رفعت انہیں محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے نصیب ہوئی۔

ایک اور شاعر نے کتنی حسین بات عمدہ پیرایہ میں کی ہے۔

قَالُوْا أَبُو الصَّقْرِ مِنْ شَيْبَانَ قُلْتُ لَهُمْ كَلَّا لَعَمْرِي وَلٰكِنْ مِنْهُ شَيْبَانُ

وَ كَمْ أَبٍ قَدْ عَلَا بِابْنٍ ذُرَى شَرَفٍ كَمَا عَلَا بِرَسُوْلِ اللهِ عَدْنَانُ

لوگوں نے کہا "ابو صقر بنو شیبان سے ہے" میں نے انہیں کہا "ہرگز نہیں! مجھے اپنی زندگانی کی قسم! بلکہ بنو شیبان اس سے ہیں"۔ کتنے ہی باپ اپنے بیٹے کی وجہ سے شرف کی رفعتوں تک پہنچے جس طرح حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے عدنان کو رفعت و بلندی نصیب ہوئی۔

علامہ ماوردی نے اپنی تصنیف لطیف اعلام النبوۃ میں لکھا ہے "جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب پاک میں غور و فکر کیا تو مجھے اس نسب پاک کی طہارت کا یقین ہو گیا۔ مجھے یقین کامل ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب پاک میں ایک شخص بھی ردی نہیں۔ بلکہ سارے قائد اور سردار تھے۔ نسب پاک کی طہارت اور پاکیزگی نبوت کی شروط میں سے ہے"۔

فہر

ان کا نام قریش تھا۔ قریش کے سارے قبائل انہی پر جمع ہوتے تھے۔ ان کے اوپر کے قبائل کو کنانی کہا جاتا تھا۔ انہیں قریش اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ یہ ضرورتمندوں کی حاجتوں کی جستجو میں لگے رہتے تھے۔ پھر ان کی مدد اپنے مال سے کرتے تھے۔ دوسری روایت کے مطابق ان کے فرزند حج کے ایام میں حاجیوں کی ضروریات تلاش کرتے پھر انہیں پورا کرتے تھے۔

کلاب

ان کا نام حکیم تھا۔ انہیں کلاب اس لئے کہتے تھے کیونکہ یہ کتوں سے شکار کرنے کے دلدادہ تھے۔ دوسری روایت کے مطابق یہ "المکالبۃ" سے مشتق ہے یعنی وہ دشمن کے لئے تنگی پیدا کر دیتے تھے۔ ایک اعرابی سے پوچھا گیا "تم اپنے بیٹوں کے برے نام مثلاً کلب، ذئب وغیرہ کیوں رکھتے ہو؟ اپنے غلاموں کے نام عمدہ مثلاً رزق، مرزوق اور رباح کیوں رکھتے ہو؟ اس اعرابی نے کہا "ہم اپنے بیٹوں کے نام اپنے دشمنوں کے لئے رکھتے ہیں اور اپنے غلاموں کے نام اپنے لئے رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے فرزند ہمارے دشمنوں کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اور ان کے سینوں پر تیر مارتے ہیں"۔

قصی

ان کا نام زید یا یزید تھا انہیں ''مُجَمِّع'' بھی کہا جاتا تھا۔ ان کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے قریش کے متفرق قبائل کو یکجا کر دیا تھا۔ شاعر نے کہا

اَبُوْكُمْ قُصَيٌّ كَانَ يُدْعٰى مُجَمِّعًا   بِهٖ جَمَّعَ اللهُ الْقَبَائِلَ مِنْ فِهْرٖ

تمہارے باپ قصی ہیں جنہیں مجمع کہا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے فہر کے متفرق قبائل کو جمع کر دیا۔

یہ شعر اس قصیدے کا ہے جس میں حذافہ بن غانم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت عبد المطلب کی تعریف کی ہے۔ حضرت عبد المطلب نے اسے ایک مصیبت سے نجات دی تھی۔ جذام کے ایک کارواں نے حذافہ کو باندھ رکھا تھا ان کا دعویٰ تھا کہ اس نے ان کے ایک شخص کو مکہ مکرمہ میں قتل کر دیا تھا۔ حضرت عبد المطلب نے مال بطور فدیہ دیا اور اسے آزاد کرا لیا۔ اس وقت ابولہب بھی حضرت عبد المطلب کے ساتھ تھا۔ اس نے ان کی تعریف کرتے ہوئے کہا

بَنُوْ شَيْبَةَ الْحَمْدِ الَّذِيْ كَانَ وَجْهُهٗ   يُضِيْئُ ظَلَامَ اللَّيْلِ كَالْقَمَرِ الْبَدْرِ

یہ شیبۃ الحمد کے فرزند ہیں جن کا چہرہ ماہ تمام کی طرح تاریک رات کو روشن کر دیتا ہے۔

قصی کی حکمت آموز باتوں میں سے کچھ باتیں درج ذیل ہیں۔

1۔ جس نے کسی کمینہ خصلت انسان کا احترام کیا وہ اس کی کمینگی میں شریک ہو گیا۔

2۔ جو کسی بری چیز کو عمدہ سمجھتا ہے اسے اس بری چیز کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

3۔ عزت و احترام سے جس کی اصلاح نہیں ہوتی۔ ذلت و رسوائی اس کی اصلاح کر دیتی ہے۔

4۔ جس نے اپنے حق سے زائد طلب کیا وہ محرومی کا مستحق ہو گیا۔

5۔ حسد کرنے والا پوشیدہ دشمن ہے۔

جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے فرزندوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا ''شراب سے بچو، یہ جسموں کو تو درست کرتی ہے لیکن ذہنوں کو خراب کر دیتی ہے''۔

قصی نے بنو خزاعہ کی ایک خاتون حبی بنت خلیل الخزاعی سے شادی کر لی۔ ان کے ہاں عبد مناف پیدا ہوئے۔ خانہ کعبہ کی تولیت بنو خزاعہ کے سپرد تھی۔ یہ تولیت خلیل خزاعی تک پہنچی۔ اس نے اپنی بیٹی قصی کی زوجہ کو وصیت کی۔ اس نے کہا ''میں نہ تو بیت اللہ کا دروازہ کھول سکتی ہوں۔ نہ ہی اسے بند کر سکتی ہوں''۔ اس نے یہ چابی ابو غبسان الخزاعی کے سپرد کی۔ قصی نے ابو غبسان سے بیت اللہ اور مکہ مکرمہ کے معاملات ایک مشکیزۂ شراب کے عوض خرید لئے۔ پھر اسے کچھ اونٹ اور کپڑے بھی دے دیئے۔ بنو خزاعہ نے قصی کے ساتھ جھگڑا شروع کر دیا۔ قصی نے قریش اور بنو کنانہ کو مدد کے لئے پکارا۔ انہوں نے اس کی صدا پر لبیک کہا۔ منیٰ کے ایام میں بہت زیادہ قتل عام ہوا۔ فریقین کے بہت سے لوگ زخمی اور قتل ہوئے۔ البتہ بنو خزاعہ کے مقتولین کی تعداد زیادہ تھی۔ پھر فریقین نے صلح کی طرف دعوت دی۔ انہوں نے اتفاق کیا کہ ان کے مابین اہل عرب میں سے ایک

شخص فیصلہ کرے گا۔ انہوں نے یعمر بن عوف کو اپنا ثالث تسلیم کرلیا۔ یہ ایک دانا شخص تھا اس نے فریقین سے کہا ''کل مجھے بیت اللہ کے صحن میں ملو''۔ جب فریقین اس مقدس گھر کے سامنے جمع ہو گئے۔ یعمر نے کہا ''فریقین کے مابین ہونے والی خونریزی کو میں قدموں کے نیچے روندھتا ہوں۔ کسی فریق کا دوسرے فریق پر کوئی خون بہا نہیں''۔ اس نے قصی کے لئے کعبہ مقدسہ کی تولیت کا فیصلہ کیا۔

بنوخزاعہ نے بنوجرہم سے بیت اللہ کی تولیت چھین لی تھی۔ نابت بن اسماعیل علیہ السلام کے بعد مضاض بن عمرو بیت اللہ کا والی بنا کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی بنوجرہم میں ہوئی تھی۔ اس طرح ان کی اولاد میں سے مضاض بن عمرو جرہمی نے نابت کے بعد خانہ کعبہ کی تولیت حاصل کرلی۔ بنوجرہم طویل مدت اس منصب پر فائز رہے۔ بنواسماعیل نے ان سے رشتہ داری اور تعظیم کی وجہ سے کسی قسم کا جھگڑا نہیں کیا تھا۔ پھر بنوجرہم نے مکہ مکرمہ میں سرکشی شروع کردی۔ وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے والے اجنبی شخص پر ظلم کرتے۔ کعبہ مقدسہ کے اموال ہڑپ کرنے لگے۔ بنوخزاعہ نے ان کے ساتھ جنگ کرنے اور انہیں مکہ مکرمہ سے باہر نکالنے کا فیصلہ کرلیا۔ اللہ تعالیٰ نے بنوجرہم پر ایک لغف کے مشابہ کیڑا مسلط کردیا ایک ہی رات میں ان کے اسی بوڑھے چل بسے۔ دوسری روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان پر نکسیر مسلط فرمادی۔ ان کی اکثریت فنا کے گھاٹ اتر گئی۔ بقیہ بنوجرہم عمرو بن حارث جرہمی کے ہمراہ یمن کی طرف چلے گئے۔ یہ ان کا آخری شخص تھا جو مکہ مکرمہ کے معاملات کا والی بنا۔ مکہ مکرمہ سے جدائی اور فراق بنوجرہم پر بڑا گراں گزرا۔ عمرو بن حارث نے روانگی کے وقت کچھ اشعار کہے جن میں سے بعض یہ ہیں۔

كَاَنْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْحَجُوْنِ اِلَى الصَّفَا اَنِيْسٌ وَلَمْ يَسْمُرْ بِمَكَّةَ سَامِرٌ

گویا کہ اس روز وادی حجون سے لے کر کوہ صفا تک ہمارا کوئی انیس نہیں تھا۔ اور مکہ مکرمہ میں داستان سرائی کرنے والے نے کبھی قصہ گوئی نہیں کی تھی۔

وَ كُنَّا وَلَاةَ الْبَيْتِ بَعْدَ نَابِتٍ نَطُوْفُ بِذَاكَ الْبَيْتِ وَالْخَبْرُ ظَاهِرٌ

نابت کے بعد بیت اللہ کے متولی ہم ہی بنے ہم اس بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ یہ خبر عام ہے۔

بَلٰى نَحْنُ كُنَّا اَهْلَهٗ فَاَبَادَنَا صُرُوْفُ اللَّيَالِىْ وَ الدُّهُوْرُ الْبَوَاتِرُ

بلاشبہ ہم ہی مکہ مکرمہ کے باسی تھے۔ ہمیں گردش شب وروز اور زمانے کی شمشیر براں نے کاٹ کر رکھ دیا۔

پھر یہ امر بنوخزاعہ میں ہی رہا حتیٰ کہ قصی نے ان کی ایک خاتون سے شادی کرلی۔ بنوخزاعہ سے کعبہ مقدسہ اور مکہ مکرمہ کی تولیت چھین لی۔ اور کعبہ مقدسہ کی تولیت قصی کے ہاتھ آگئی۔ سقایہ، رفادہ، حجابہ، ندوہ، لواء اور قیادت انہی کے پاس تھی۔ قصی کی اولاد میں سے عبدالدار سب سے بڑا تھا۔ قصی اس سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ لیکن عبد مناف ان سب سے ذوشرف تھا۔ کیونکہ اس نے اپنے باپ کی موجودگی میں ہی سارے شرف حاصل کرلئے تھے۔ اس کی سخاوت کی وجہ سے لوگ اسے فیاض کہتے تھے۔ لیکن قصی نے یہ سارے مناصب اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کو دے دیئے۔ اپنے بیٹے سے کہا ''میرے نور نظر میں تمہیں تمہارے بھائیوں سے پیچھے نہیں رہنے دوں گا۔ اگر انہوں نے تجھ سے شرف پالیا ہے تو ان میں سے ایک شخص

بھی کعبہ مکرمہ میں داخل نہیں ہو سکے گا حتیٰ کہ تو ان کے لئے دروازہ کھول دے۔ قریش کے لئے کوئی جھنڈا نہیں باندھا جائیگا حتیٰ کہ تو ان کے لئے جھنڈا باندھ دے۔ مکہ مکرمہ کا کوئی شخص تیرے برتن کے بغیر پانی نہیں پی سکے گا۔ ایام حج میں کوئی حاجی تیرے کھانے کے علاوہ کھانا نہیں کھا سکے گا۔ قریش کے سارے امور تیرے گھر میں ہی طے ہوں گے۔ جنگ میں تیرے علاوہ اور کوئی قائد نہ بنے گا''۔

جب عبدالدار اور عبد مناف مر گئے تو ان کے بیٹوں میں اختلاف رونما ہو گئے۔ بنو عبد مناف (ہاشم، مطلب، عبد شمس اور نوفل) نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے چچازادوں میں سے یہ مناصب چھین لیں۔ انہوں نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ بنو عبد مناف نے خوشبو سے لبریز پیالہ نکالا خانہ کعبہ کے پاس مسجد حرام میں انہوں نے اپنے حلیفوں کے ساتھ اس میں ہاتھ ڈالے۔ اس میں یہ اشارہ تھا کہ سارے لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے قسمیں بھی اٹھائیں اسی لئے انہیں ''مطیبین'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ بنو عبد مناف، بنو زہرہ، بنو اسد بن عبدالعزی، بنو تیم، بنو حارث تھے۔ مطیبون پانچ قبائل تھے۔ بنو عبدالدار نے بھی اپنے حلیفوں کے ساتھ عہد کر لیا۔ ان سے مراد بنو مخزوم، بنو سہم، بنو جمح اور بنو عدی بن کعب ہیں۔ انہوں نے عہد کیا کہ وہ ایک دوسرے کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ وہ ایک دوسرے کو کسی کے سپرد نہیں کریں گے۔ انہوں نے خون سے بھرا ہوا پیالہ باہر نکالا۔ انہوں نے کہا ''جس نے اس خون سے لبریز پیالہ میں ہاتھ ڈال لیا اس کا خون ان کے ہاتھ سے لگ گیا تو وہ ہم میں سے ہے''۔ اسی لئے انہیں 'لعقۃ الدم'' کہا جانے لگا۔ پھر فریقین میں باہم اس شرط پر صلح ہو گئی کہ رفادہ، قیادہ اور سقایہ کے مناصب بنو عبد مناف کے لئے ہوں گے جبکہ حجابہ اور لواء بنو عبدالدار کے لئے ہوں گے۔ دارالندوہ اس کے مابین مشترک ہو گا۔ دوسری روایت کے مطابق دارالندوہ بنو عبدالدار کے پاس ہی رہا۔ حتیٰ کہ ان میں سے کسی نے حکیم بن حزام کے ہاتھوں ایک مشکیزہ شراب کے عوض فروخت کر دیا۔ پھر انہوں نے اسلام کے عہد زریں میں اسے ایک لاکھ دراہم میں فروخت کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا ''کیا تم اپنے آباء کی عزت و کرامت فروخت کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ''بخدا! اب تقویٰ کے علاوہ ساری عزتیں ختم ہو گئیں ہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے اسے زمانہ جاہلیت میں ایک مشکیزہ شراب کے عوض لیا تھا۔ اب میں نے اسے ایک لاکھ دراہم میں فروخت کیا ہے۔ اب میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے یہ ساری رقم راہ خدا میں دے دی ہے۔ اب بتائیں خسارے کا سودا کس کا تھا''۔

دارالندوہ قریش کے لئے تھا۔ وہ اس میں مشاورت کے لئے جمع ہوتے تھے۔ اس میں صرف وہی داخل ہو سکتے تھا جس کی عمر چالیس سال سے متجاوز ہوتی تھی۔ جب کوئی بچی بالغ ہو جاتی تو اسے دارالندوہ میں داخل کیا جاتا۔ بنو عبدالدار میں سے کوئی ایک اس کی اوڑھنی پھاڑ دیتا۔ اسے نئی اوڑھنی دیتا جس سے وہ پردہ کرتی۔ نکاح کی ہر تقریب دارالندوہ میں ہوتی۔ جنگ کا جھنڈا دارالندوہ میں ہی باندھا جاتا تھا۔

قیادہ

یہ تجارتی کارواں کی قیادت کرتا تھا۔ یہ زمام قیادت عبد مناف پھر عبد شمس پھر اس کے بیٹے امیہ پھر اس کے بیٹے حرب پھر

ابوسفیان کے پاس آئی۔غزوات میں لوگوں کی قیادت بھی ابوسفیان کے سپرد ہی تھی۔غزوۂ احد اور غزوۂ احزاب میں مشرکین کی زمام قیادت ابوسفیان کے ہاتھ میں ہی تھی۔غزوۂ بدر کے روز مشرکین کی قیادت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس کر رہا تھا۔یہ ابوسفیان کا چچازاد تھا۔اور ابوسفیان سے بڑا تھا۔ابوسفیان تجارتی کارواں کے ساتھ تھا اور اس وقت مکہ مکرمہ میں موجود ہی نہیں تھا۔

افادہ

اس سے مراد ایام حج میں حاجیوں کو کھلانا تھا۔حتیٰ کہ وہ چلے جاتے قریش قصی کے زمانہ سے ہی اپنے اپنے اموال سے خراج نکال کر قصی کو دیتے۔وہ اس سے کھانا خریدتے اور اس سے ان حاجیوں کو کھلاتے جن کے پاس زادراہ یا گنجائش نہ ہوتی قصی کے بعد عبدمناف پھر ہاشم پھر عبدالمطلب پھر ابوطالب پھر ان کے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس منصب پر فائز رہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں، پھر خلفاء راشدین کے عہد زریں میں بھی اسی طرح ہوتا رہا۔حتیٰ کہ مصر اور بغداد سے خلافت ختم ہوگئی۔

سقایہ

یہ منصب عبدمناف پھر ہاشم پھر مطلب کے سپرد ہوا۔جب حضرت عبدالمطلب جوان ہوئے تو ان کے چچا مطلب نے سقایہ کا منصب انہیں سونپ دیا۔مطلب کے مرنے کے بعد ان کے بھائی نوفل نے ان پر حملہ کیا اور ان سے برتن وغیرہ چھیننے کی کوشش کی۔حضرت عبدالمطلب نے اپنی قوم سے مدد طلب کی لیکن انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا ''ہم تمہارے اور تمہارے چچا کے مابین دخل اندازی نہیں کر سکتے''۔حضرت عبدالمطلب نے مدینہ طیبہ میں اپنے ننھال کو خط لکھا۔اس میں اس ظلم کا تذکرہ کیا جو ان کے چچا نوفل نے ان پر کیا تھا۔جب ان کے ماموں ابوسعد بن عدی النجار نے وہ خط پڑھا تو زار زار رونے لگے۔وہ اسی سوار لے کر مدینہ طیبہ سے عازم سفر ہوئے۔مکہ معظمہ پہنچے۔یہ ابطح کے مقام پر خیمہ زن ہوئے۔عبدالمطلب نے ان سے وہیں ملاقات کی۔انہوں نے ابوسعد سے کہا ''ماموں! نیچے اتریں'' ابوسعد نے کہا ''نہیں بخدا! حتیٰ کہ میں نوفل سے ملاقات کرلوں''۔حضرت عبدالمطلب نے کہا ''میں نے اسے حجر میں دیکھا ہے وہ قریش کے بزرگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے''۔ابوسعد بیت اللہ کے پاس آئے۔سرداران قریش کے پاس کھڑے ہوگئے۔نوفل کھڑا ہوگیا اس نے کہا ''ابوسعد! صبح بخیر! ابوسعد نے کہا ''تیرے لئے صبح بخیر کوئی نہیں''۔اس نے اپنی تلوار سونت لی۔اور کہا ''مجھے اس پاکیزہ عمارت کی قسم! اگر تو نے میرے بھانجے کا سامان واپس نہ کیا تو میں یہ تلوار تیرے پیٹ میں اتار دوں گا''۔نوفل نے کہا ''میں ابھی انہیں یہ اشیاء لوٹا دیتا ہوں''۔اس نے اسی محفل میں سرداران قریش کو گواہ بنا کر وہ چیزیں واپس کر دیں۔پھر ابوسعد حضرت عبدالمطلب کے ہاں تین روز تک ٹھہرے رہے۔پھر عمرہ کیا اور مدینہ طیبہ واپس آگئے۔پھر بنونوفل اور بنوعبد شمس بنوہاشم کے خلاف حلیف بن گئے جبکہ بنوہاشم اور بنوخزاعہ بنونوفل کے خلاف ایک دوسرے کے حلیف بن گئے۔بنوخزاعہ نے کہا ''ہم حضرت عبدالمطلب کی مدد کرنے کے زیادہ مستحق ہیں''۔انہوں نے کہا ''عبدمناف کی ماں حبی بنت خلیل کا تعلق بنوخزاعہ کے ساتھ ہی تھا۔آؤ ہم تمہارے حلیف بنتے ہیں''۔وہ دارالندوہ میں داخل ہوئے۔اور باہم معاہدہ کرلیا۔انہوں نے یہ معاہدہ

کچھ یوں لکھا۔

بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ!

یہ وہ شرائط ہیں جن پر بنو ہاشم اور بنو خزاعہ نے آپس میں معاہدہ کیا ہے۔ وہ ایک دوسرے کی نصرت اور ہمدردی کریں گے۔ جب تک سمندر صوف کو تر کرتا رہے گا، جب تک سورج کوہ ثبیر پر چمکتا رہے گا، جب تک جنگل میں اونٹ چرتے رہیں گے، جب تک کوہ اخشبان قائم ہے اور جب تک لوگ بیت اللہ کا عمرہ کرتے رہیں گے"۔

ابو طالب نے اپنی زندگی میں ہی یہ منصب (سقایہ) اپنے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ابو طالب پانی میں کھجوریں اور کشمش ملاتے تھے۔ جس طرح ان کے والد گرامی کرتے تھے۔ اتفاق سے انہیں کئی سال تک قحط سالی نے آلیا۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دس ہزار دراہم آئندہ سال تک کے لئے ادھار لئے۔ جناب ابو طالب نے انہیں حاجیوں پر خرچ کر دیا۔ آئندہ سال خواجہ ابو طالب کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا "مجھے آئندہ سال تک کے لئے چودہ ہزار دراہم دو۔ آئندہ سال میں تمہیں تمہاری ساری رقم واپس کر دوں گا"۔ حضرت عباس نے کہا "میں یہ رقم اس شرط پر دوں گا کہ اگر تم مجھے یہ رقم ادا نہ کر سکے تو پھر یہ منصب سقایہ میرے حوالے کر دو گے"۔ خواجہ ابو طالب نے یہ شرط قبول کر لی۔ دوسرا سال آیا تو خواجہ ابو طالب کے پاس کچھ بھی نہ تھا جس سے وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قرض ادا کر سکیں۔ انہوں نے سقایہ کا منصب ان کے سپرد کر دیا۔ پہلے یہ منصب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ پھر ان کے فرزند دلبند حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔

حجابہ کا منصب بنو عبد الدار کے پاس تھا۔ حتیٰ کہ اسلام کا آفتاب جہانتاب طلوع ہو گیا مکہ معظمہ جس روز فتح ہوا اس روز حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ منصب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مانگا۔ آپ نے کلید کعبہ انہیں دینے کا ارادہ کیا۔ تاکہ سقایہ کے ساتھ ساتھ انہیں حجابہ بھی مل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل فرمائی۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (النساء:58)

"بے شک اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے تمہیں کہ (ان کے) سپرد کرو امانتوں کو جو ان کے اہل ہیں"۔ (جمال القرآن)

آپ نے کلید کعبہ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی۔ ان کے بعد یہ منصب ان کے بھائی شیبہ کے پاس چلا گیا پھر یہ بنو شیبہ کے پاس ہی رہا۔ یہ قریش کے علمبردار بھی تھے۔ قریش کی جنگوں میں علم یہی اٹھاتے تھے۔ اسی لئے غزوہ احد میں یکے بعد دیگرے ان کے کئی افراد تہ تیغ ہو گئے۔

عبد مناف بن قصی

ان کا نام مغیرہ تھا۔ ان کے حسن و جمال کی وجہ سے لوگ انہیں قمر البطحاء کہتے تھے۔ قدیم زمانہ میں ایک پتھر ملا جس پر یہ عبارت کندہ تھی "میں مغیرہ بن قصی ہوں۔ میں قریش کو رب تعالیٰ سے ڈرنے اور صلہ رحمی کرنے کی وصیت کرتا ہوں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پاک ان کے چہرے پر تاباں ہوتا تھا۔ ان کے پاس نزار کا جھنڈا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قوس ہوتی تھی ان

کے بارے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

کَانَتْ قُرَیْشٌ بَیْضَةً فَتَفَلَّقَتْ فَالْمُحُّ خَالِصُهُ لِعَبْدِ مُنَافٍ

قریش ایک انڈہ (کی مانند) تھے۔ جو پھٹ گیا۔ اس کی خالص زردی عبد مناف کے حصہ میں آئی۔

ہاشم

ان کا نام نامی "عمرو" تھا۔ انہیں عمرو العلا ان کے بلند منصب کی وجہ سے کہا جاتا تھا۔ یہ اور ان کا بھائی عبد شمس جڑواں تھے۔ ہاشم کے پاؤں کی انگلی عبد الشمس کے چہرے کے ساتھ جڑی ہوئی تھی۔ جسے علیحدہ کیا گیا تو خون کے چند قطرے ٹپکے۔ لوگوں نے کہا "عنقریب ان کے مابین خونریزی ہوگی"۔ ان کی اولاد کے مابین خون ریزی ہوتی رہی حتیٰ کہ 133ھ میں بنو عباس اور بنوامیہ کے مابین یہ خونریزی انتہائی شدت اختیار کر گئی۔ پہلی عداوت ہاشم اور ان کے بھتیجے امیہ بن عبد شمس کے مابین رونما ہوئی۔ حضرت ہاشم اپنے والد گرامی کی وفات کے بعد اپنی قوم کے سردار بنے تو امیہ کو ان کی سیادت ایک آنکھ نہ بھائی۔ اس کے اندر حسد کے آلاؤ روشن ہو گئے۔ اس نے بتکلف ہاشم کی طرح بننے کی کوشش کی مگر سخت ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ قریش نے اسے عار دلائی۔ انہوں نے کہا "کیا تو ہاشم کی مشابہت اختیار کرتا تھا"۔ پھر امیہ نے حضرت ہاشم کو منافرت (حسب ونسب میں مقابلہ) کے لئے چیلنج کیا۔ ہاشم نے اپنی عمر اور قدر ومنزلت کی وجہ سے انکار کر دیا۔ مگر قریش نے انہیں مجبور کیا۔ ہاشم نے بنوامیہ سے کہا "میں تیرے ساتھ اس شرط پر منافرت کرتا ہوں کو جو بازی ہار گیا وہ مکہ مکرمہ میں سیاہ آنکھوں والی پچاس اونٹنیاں ذبح کرے گا۔ اور مکہ معظمہ سے دس سال تک جلاوطن رہے گا"۔ امیہ نے یہ بات قبول کر لی۔ انہوں نے اپنے مابین خزاعہ کے کاہن کو ثالث مقرر کیا۔ وہ عسفان کے مقام پر تھا۔ یہ دونوں اپنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ کاہن کے پاس گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنا مسئلہ بیان کرتے اس کاہن نے کہا "مجھے تاباں چاند کی قسم! درخشاں تارے کی قسم! برسنے والے بادل کی قسم اور فضا میں پرفشاں ہونے والے پرندوں کی قسم! نشیب وفراز کی قسم! ہاشم مفاخر میں آگے نکل گیا ہے"۔

حضرت ہاشم جیت گئے۔ وہ مکہ مکرمہ لوٹ آئے۔ اونٹ ذبح کئے۔ لوگوں کو کھانا کھلایا۔ امیہ شام کی طرف چلا گیا۔ دس سال تک وہیں رہا۔ یہ پہلی عداوت کی آگ تھی جو ہاشم اور امیہ کے مابین بھڑکی پھر نسل در نسل ان کی اولاد میں بھڑکتی ہی گئی۔ حضرت ہاشم اور ان کے بھائی شمس، مطلب اور نوفل کو سونے کے پیالے کہا جاتا تھا۔ انہیں ان کے کرم، فخر اور اہل عرب پر سیادت کی وجہ سے "مجیرون" بھی کہا جاتا تھا۔ ایک دفعہ شدید قحط سالی کی وجہ سے قریش کو سخت تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت ہاشم شام کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں سے آٹا اور کیک خریدے۔ ایام حج میں مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔ انہوں نے روٹی اور کیک کے ٹکڑے کئے اور اونٹ ذبح کئے۔ ان ٹکڑوں کو گوشت میں ملا کر اس سے ثرید تیار کی۔ لوگوں کو کھلایا حتیٰ کہ وہ سیر شکم ہو گئے۔ اسی لئے انہیں ہاشم کہا جانے لگا۔ انہیں ابو البطحاء اور سید البطحاء جیسے دلنواز القابات سے پکارا جاتا تھا۔ تنگ دستی اور خوشحالی کے ایام میں ان کا دستر خوان بچھا ہی رہتا تھا۔

حضرت امام سہل "الصعلوکی" نے کہا ہے حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان عالی شان "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیگر خواتین پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید کو سارے کھانوں پر فضیلت ہے"۔ میں ثرید سے مراد وہ ثرید ہے جو حضرت ہاشم تیار کرتے تھے۔ جس کا فائدہ ہر خرد وکلاں کو ہوتا تھا۔ اس کی بھلائی ہر چھوٹے بڑے کو نصیب ہوتی تھی۔ اور اس کا تذکرہ ابھی تک باقی ہے۔ لیکن ابن صلاح نے کہا ہے "بہتر ہے کہ اس حدیث طیبہ کو اپنے عموم پر برقرار رکھا جائے۔ اس میں ثرید کی دیگر کھانوں پر فضیلت آشکارا کرنا مقصود ہے۔ کسی شاعر نے کیا عمدہ کہا ہے

عَمْرُو الْعَلَا هَشَمَ الثَّرِيْدَ لِقَوْمِهِ وَرِجَالُ مَكَّةَ مُرْمَلُوْنَ عِجَافِ

بلند مرتبت عمرو نے اپنی قوم کے لئے ثرید تیار کی۔ وہ قوم جس کا مسکن مکہ مکرمہ تھا۔ جسے فاقہ کشی نے آلیا تھا۔

ایک اور شاعر نے کہا ہے

عَمْرُو الْعَلَا ذُوالنَّدٰى مَنْ لَا يُسَابِقُهُ مَرُّالسَّحَابِ وَلَا رِيْحٌ تُجَارِيْهِ

عمرہ العلاء (ہاشم) ایسے فیاض ہیں کہ گزرتا ہوا بادل اور چلتی ہوئی ہوا ان کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے۔

اَجْفَانُهُ كَالْجَوَابِي لِلْوُفُوْدِ اِذَا لَبُّوْا بِمَكَّةَ نَادَاهُمْ مُنَادِيْهِ

ان کے پیالے ڈولوں کی طرح ہوتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں جب لوگ لبیک کی صدائیں لگاتے تو ان کے سامنے یہ رکھ دیئے جاتے تھے ایک منادی انہیں کہتا

اَمْحَلُوْا اخْصَبُوْا مِنْهَا وَ قَدْ مُلِئَتْ قُوْتًا لِحَاضِرِهِ مِنْهُمْ وَ بَادِيْهِ

قحط زدہ لوگو! یہ کھانا کھا کر شاداب ہو جاؤ۔ وہ پیالے شہری اور دیہاتی کے لئے کھانے سے لبریز ہوتے تھے۔

ایک اور شاعر نے کہا ہے

قُلْ لِلَّذِيْ طَلَبَ السَّمَاحَةَ وَالنَّدٰى هَلَّا مَرَرْتَ بِآلِ عَبْدِ مُنَافِ

اس شخص سے کہو جو فیاضی اور سخاوت کا طلب گار ہے کہ کیا تو آل عبد مناف کے پاس سے نہیں گزرا۔

الرَّائِشُوْنَ وَلَيْسَ يُوْجَدُ رَائِشٌ وَالْقَائِلُوْنَ هَلُمَّ لِلْاَضْيَافِ

وہ اس وقت کھلاتے ہیں جب اور کھلانے والا نہیں ہوتا۔ جو مہمانوں کو کہتے ہیں "ادھر آؤ"

ایک صحابی رسول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے باب بنی شیبہ کے پاس حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔ ایک شخص یہ اشعار پڑھتا ہوا وہاں سے گزرا۔

يَا اَيُّهَا الرَّجُلُ الْمُحَوِّلُ رَحْلَهُ اَلَّا نَزَلْتَ بِآلِ عَبْدِ الدَّارِ

ارے وہ شخص جس نے اپنا کجاوہ الٹا کیا ہوا ہے کیا تو عبد الدار کی اولاد کے ہاں فروکش نہیں ہوا۔

هَبَلَتْكَ اُمُّكَ لَوْ نَزَلْتَ بِرَحْلِهِمْ مَنَعُوْكَ مِنْ عَدَمٍ وَ مِنْ اَقْتَارِ

تیری ماں تجھے روئے اگر تو ان کے پاس فروکش ہوتا تو وہ تجھے افلاس اور تنگدستی سے بچا لیتے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی اور فرمایا "کیا شاعر نے اسی طرح کہا ہے؟" انہوں نے عرض کی "نہیں! مجھے اس ذات والا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے"۔ شاعر نے تو اس طرح کہا ہے۔

یَا اَیُّھَا الرَّجُلُ الْمُحَوِّلُ رِحْلَهُ　اَلَا نَزَلْتَ بِاٰلِ عَبْدِ مُنَافِ

اے وہ شخص جو اپنے کجاوے کو الٹا کئے ہے کیا تو آل عبد مناف کے صحن میں نہیں اترا۔

هَبَلَتْكَ اُمُّكَ لَوْنَزَلْتَ بِرِحْلِهِمْ　مَنَعُوْكَ مِنْ عَدَمٍ وَ مِنْ اِقْرَافِ

تیری ماں تجھ پر روئے اگر تو ان کے پاس فروکش ہوتا تو تجھے غربت وافلاس سے بچا لیتے۔

اَلْخَالِطِيْنَ غَنِيَّهُمْ بِفَقِيْرِهِمْ　حَتّٰى يَعُوْدَ فَقِيْرُهُمْ كَالْكَافِي

وہ اپنے غنی کو اپنے فقیر کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب ان کا فقیر لوٹتا ہے تو وہ بھی کفایت کرنے والا بن جاتا ہے۔

یہ اشعار سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے تبسم فرمایا۔ پھر فرمایا "میں نے راویوں کو یہ اشعار اسی طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے"۔

"المواہب" اور اس کی شروح میں ہے "حضرت ہاشم کے چہرہ پر حضور ﷺ کا نور مبارک چمکتا رہتا تھا۔ اس کی نورانیت ہمہ وقت پھیلتی رہتی تھی۔ جو یہودی عالم بھی انہیں دیکھتا وہ فوراً ان کے ہاتھ چوم لیتا، وہ جس چیز کے پاس سے گزرتے وہ چیز جھک جاتی۔ قبائل عرب اور علمائے یہود اپنی لڑکیاں لے کر ان کے پاس آتے تا کہ وہ ان سے شادی کر لیں۔ حتیٰ کہ ہرقل ملک الروم نے ان کی طرف یہ پیغام بھیجا "میری ایک ایسی نور نظر ہے کہ آج تک عورتوں نے اتنی حسین بچی جنم نہیں دی۔ اس کا چہرہ بہت دلکش ہے۔ تم میرے پاس آؤ تا کہ میں اس کی تم سے شادی کر دوں۔ مجھے تمہاری جود و کرم کی داستانیں پہنچی ہیں"۔ درحقیقت ہرقل وہ نور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء حاصل کرنا چاہتا تھا جس کا ذکر خیر انجیل میں موجود تھا۔ مگر ہاشم نے انکار کر دیا۔

ہاشم مسافروں کی مدد کرتے۔ حقدار کا حق ادا کر کے خائف کو پناہ دیتے۔ جب ذوالحجہ کا چاند نظر آتا تو ہاشم صبح سویرے اٹھتے۔ کعبہ کے ساتھ ٹیک لگا کر قریش سے یوں گویا ہوتے "اے گروہ قریش! تم عرب کے سردار ہو۔ تمہارے چہرے بہت حسین ہیں تم عقل و دانائی کے مالک ہو۔ نسب میں سب سے زیادہ بلند ہو۔ عرب کے سب سے زیادہ قریبی ہو۔ اے معشر قریش! تم اللہ تعالیٰ کے گھر کے پڑوسی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے گھر کا نگران بنایا ہے۔ دیگر اولاد اسماعیل (علیہ السلام) کو چھوڑ کر تمہیں اس کے پڑوس کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کرنے والے آرہے ہیں۔ وہ اس گھر کی تعظیم بجالانے کے لئے آرہے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ وہ سارے مہمانوں سے معزز ہیں۔ تم اس کے گھر کے زائرین اور اس کے مہمانوں کی تعظیم بجالاؤ۔ مجھے اس پاکیزہ عمارت کے رب کی قسم! اگر میرے پاس اتنا مال ہوتا کہ میں یہ سارے اخراجات برداشت کر سکتا تو میں تمہاری طرف سے بھی کافی ہو جاتا۔ میں اپنے مال میں سے طیب اور حلال مال نکالنے لگا ہوں۔ جس سے نہ قطع رحمی کی گئی ہے۔ جسے نہ ظلم سے لیا گیا ہے۔ جس میں نہ حرام کا عمل دخل ہے۔ جو تم میں سے اس طرح کرنا چاہے وہ ضرور اس طرح کرے۔ میں تمہیں اس پاکیزہ گھر کی حرمت کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک زائرین بیت اللہ کے لئے اور اس کے مہمانوں کے لیے پاکیزہ مال ہی نکالے جسے نہ ظلم کرتے ہوئے لیا گیا ہو جس میں نہ قطع رحمی کی گئی

ہو۔ جسے نہ غصب کیا گیا ہو"۔

قریش مکہ انتہائی کوشش کرتے وہ اپنے پاکیزہ اموال نکالتے وہ انہیں دار الندوہ میں رکھ دیتے۔

خواجہ ابو طالب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے یہ اشعار بھی کہے تھے۔

إِذَا اجْتَمَعَتْ يَوْمًا قُرَيْشٌ لِمَفْخَرٍ ۔ فَعَبْدُ مُنَافٍ سِرُّهَا وَصَمِيْمُهَا

اگر کسی روز قریش فخر کے لئے جمع ہوں تو عبد مناف ان کے عمدہ اور خالص شخص ہوں گے۔

وَإِنْ حُصِّلَتْ أَنْسَابُ عَبْدِ مُنَافِهَا فَفِي هَاشِمٍ أَشْرَافُهَا وَ قَدِيْمُهَا

اگر عبد مناف کا نسب جمع ہو جائے تو ہاشم میں بھی اس کے اشراف اور سردار ہوں گے۔

وَإِنْ فَخَرَتْ يَوْمًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا هُوَ الْمُصْطَفٰى مِنْ سِرِّهَا وَ كَرِيْمِهَا

اگر قریش کسی روز فخر کریں تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کے عمدہ اور خالص افراد میں سے چیدہ ہوں گے۔

عبد المطلب

یہ قریش کے حلیم اور حکیم شخص تھے۔ ان کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔ انہوں نے خود پر شراب حرام کر رکھی تھی۔ یہ سب سے پہلے غار حراء میں خلوت گزیں ہوئے۔ ماہ رمضان آتا تو یہ کوہ حراء پر چڑھ جاتے۔ مساکین کو کھانا کھلاتے۔ خلوت گزینی کا مقصد لوگوں سے تخلیہ تھا تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کی عظمت میں غور و فکر کر سکیں۔ ان کا دستر خوان پہاڑوں کی چوٹیوں پر پرندوں اور وحشی جانوروں کے لئے بچھا رہتا تھا۔ اسی لئے انہیں "مطعم الطیر" کہا جاتا تھا۔ انہیں "الفیاض" بھی کہا جاتا تھا۔ ان کے سر میں چند سفید بال تھے۔ اسی لئے ان کا نام شیبۃ الحمد رکھا گیا۔ شاید انہیں "الحمد" کی طرف اس لئے مضاف کیا گیا کہ لوگ ان کی عظمت، بڑائی اور تعریف کریں گے۔ رب تعالیٰ نے یہ بات سچ کر دکھائی لوگوں نے ان کی بہت زیادہ تعریف کی۔ قریش مصائب کے وقت ان کے ہاں ہی پناہ گزیں ہوتے تھے۔ سارے امور میں ان کے ملجا و ماوی یہی تھے۔ کمالات سنیہ اور خصائل حمیدہ کے اعتبار سے ان کے سردار ہی تھے۔ انہوں نے ایک سو چالیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ انہیں عبد المطلب کیوں کہا جاتا تھا؟ ایک قول یہ ہے کہ جب ان کے والد ہاشم کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بھائی مطلب سے کہا "یثرب سے اپنے غلام (شیبہ) کو لے آنا" دوسرے قول کے مطابق ہاشم نے مدینہ طیبہ میں بنو عدی بن نجار کے ہاں شادی کی تھی۔ وہیں شیبۃ الحمد کی ولادت ہوئی ہاشم کا انتقال ہو چکا تھا۔ یہ اپنی والدہ کے پاس تھے۔ ایک شخص بچوں کے پاس سے گزرا جو تیر اندازی کر رہے تھے۔ ان میں ایک ایسا من موہنا بچہ بھی تھا کہ اس کا تیر جب بھی نشانے پر لگتا تو وہ کہتا "میں بطحاء کے سردار کا فرزند ہوں"۔ اس شخص نے اس بچے سے پوچھا "تمہارا تعلق کس کے ساتھ ہے؟" اس نے کہا "میں شیبۃ الحمد بن ہاشم بن عبد مناف ہوں" وہ شخص مکہ مکرمہ پہنچا۔ اس نے مطلب کو حجر میں بیٹھے ہوئے پایا۔ اس نے یہ سارا واقعہ اسے سنایا۔ مطلب مدینہ طیبہ گئے شیبہ کو ان کی شکل و صورت سے پہچان لیا جو ہاشم سے بہت ملتی تھی۔ انہیں دیکھ کر مطلب کی آنکھوں سے چھم چھم موتی گرنے لگے۔ انہیں اپنے سینے سے لگایا اور کہا "بھتیجے! میں تمہارا چچا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنی

قوم کے پاس لے جاؤں"۔ مطلب نے اپنی اونٹنی بٹھائی۔ شیبہ کو اوپر بٹھایا اور مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہو گئے۔ رات تک ان کی والدہ کو اس واقعہ کی خبر نہ ہو سکی۔ رات کے وقت وہ انہیں بلانے گئی تو انہیں بتایا گیا کہ ان کا چچا انہیں لے کر چلا گیا ہے۔

دوسرے قول کے مطابق مطلب نے شیبہ کی امی سے اجازت لی۔ انہوں نے کہا "شیبہ دوسری قوم میں اجنبی ہے۔ ہم اہل بیت ہیں۔" "ہم اپنی قوم میں معزز ہیں۔ اس کی قوم، قبیلہ اور شہر دوسری جگہ قیام کرنے سے بہتر ہے"۔ ان کی والدہ نے اجازت دے دی۔ مطلب نے شیبہ کو اپنے پیچھے بٹھایا۔ یمانی حلہ زیب بدن کرایا۔ جب انہیں لے کر مکہ مکرمہ پہنچے تو قریش نے کہا "یہ مطلب کا غلام ہے" ایک اور قول کے مطابق شیبہ کے بالوں میں دھوپ اثر کر گئی تھی۔ قریش نے کہا "یہ مطلب کا غلام ہے" مطلب نے انہیں کہا "تمہارے لئے ہلاکت! یہ میرا بھتیجا ہے جو ہاشم کا فرزند ہے"۔

تیسرے قول کے مطابق انہیں عبدالمطلب اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ یہ یتیم تھے اور انہوں نے مطلب کی کفالت میں پرورش پائی تھی وہ یتیم کو اس شخص کا عبد کہتے تھے جس کی وہ زیر کفالت ہوتا تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے اعلیٰ صفات پر نشوونما پائی۔ مطلب کی وفات کے بعد یہ اپنی قوم کے سردار بن گئے۔ یہ اپنی اولاد کو ظلم و بغاوت ترک کرنے کا حکم دیتے تھے۔ انہیں مکارم اخلاق پر ابھارتے تھے۔ انہیں گھٹیا امور سے روکتے تھے۔ یہ فرماتے تھے "ظالم اس دنیا سے نہیں جاتا حتیٰ کہ رب تعالیٰ اس سے انتقام لے لیتا ہے۔ اسے سزا مل جاتی ہے حتیٰ کہ سرزمین شام میں ایک ظالم شخص مر گیا جسے ظلم کی سزا نہیں ملی تھی۔ اس شخص کے بارے میں حضرت عبدالمطلب کو بتایا گیا انہوں نے غور و فکر کر کے کہا "دار دنیا کے علاوہ بھی ایک دار ہے۔ جہاں محسن کو اس کے احسان کی جزاء دی جائے گی۔ برے کو اس کی برائی کا بدلہ دیا جائے گا۔ ظالم کو لازماً اس کے ظلم کی سزا ملتی ہے اگر اسے دنیا میں سزا نہیں ملتی تو یہی سزا اس کے لئے آخرت میں مل کر رہتی ہے"۔

حضرت عبدالمطلب سے بہت سی ایسی باتیں روایت ہیں جو بعد میں قرآن پاک اور احادیث مطہرہ میں بیان ہوئیں۔ مثلاً نذر کو پورا کرنا، محارم سے نکاح کرنے کی ممانعت، چور کا ہاتھ کاٹنا، بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی ممانعت۔ شراب اور بدکاری کی حرمت، بیت اللہ کا عریاں طواف کرنے کی ممانعت"۔ اس روایت کو امام حلبی نے اپنی سیرت میں ابن جوزی سے روایت کیا ہے جبکہ "المواہب" اور اس کی شروح میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عبدالمطلب سے مشک اذفر کی خوشبو آتی تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ان کے چہرہ پر دمکتا رہتا تھا۔ انہی کے متعلق شاعر نے کہا ہے۔

عَلَا شَيْبَةُ الْحَمْدِ الَّذِي كَانَ وَجْهُهُ   يُضِيئُ ظَلَامَ اللَّيْلِ كَالْقَمَرِ الْبَدْرِ

وہ شیبۃ الحمد رفعتوں پر فائز ہو گئے جن کا چہرہ ماہ تمام کی طرح رات کی تاریکی کو روشن کر دیتا تھا۔

- جب قریش کو قحط سالی آلیتی تو وہ حضرت عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ لیتے۔ انہیں لے کر کوہ ثبیر کی طرف جاتے اللہ تعالیٰ ان پر ابر کرم نازل فرما دیتا۔ جب قریش مکہ نے یہ خوب تجربہ کر لیا کہ رب تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک کی برکت سے حضرت عبدالمطلب کے ہاتھوں ان کی ضروریات کو پورا کرتا ہے اور وہ جاہلیت کی ساری بری رسوم اور رواج سے دور ہیں تو حضرت عبدالمطلب ان کے لئے رب تعالیٰ کے حضور رحمت کی بارش کی دعا مانگتے۔ رب تعالیٰ ان پر سحاب کرم برسا دیتا۔ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے معصوم بچپن میں حضرت عبدالمطلب کے ہمراہ باران رحمت کی التجاء کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ان پر بارش ہوتی تھی۔ انہوں نے ابوطالب کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی ابر کرم کے لئے دعا کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے جایا کریں۔

جب ہاتھی والے (ابرہہ اور اس کا لشکر) مکہ مکرمہ آئے تو وہ حضرت عبدالمطلب کی دعا سے ہلاکت کے گڑھے میں گرے۔ اس روز انہوں نے یہ دعا مانگی تھی۔

لَاهُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ يَمْنَعُ رِحْلَهٗ فَامْنَعْ رِحَالَكَ

وَانْصُرْ عَلٰى آلِ الصَّلِيْبِ وَ عَابِدِيْهِ الْيَوْمَ آلَكَ

مولا! بندہ بھی اپنے کجاوے کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔ صلیب کے پجاریوں اور اس کے ماننے والوں کے خلاف آج اپنے عبادت گزاروں کی مدد فرما۔

انہوں نے کہا "اے معشر قریش! ابرہہ اس مقدس گھر کو نہیں گرا سکتا۔ کیونکہ اس پاکیزہ گھر کا ایک رب ہے جو اس کی حفاظت اور نگرانی کرتا ہے"۔

جب حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا اور انہیں بچانے کے لئے قرعہ اندازی کی گئی تو حضرت عبدالمطلب نے عرض کی "مولا! تو مالک ہے۔ محمود ہے۔ تو میرا رب مالک اور معبود ہے۔ نیا اور پرانا مال تیری بارگاہ سے ہی ملتا ہے"۔

زمانۂ جاہلیت میں حرب بن امیہ ان کا دوست تھا۔ حضرت عبدالمطلب کے جوار میں ایک یہودی رہتا تھا۔ تھامہ کے بازار میں اس یہودی اور حرب کے مابین کسی سودا پر جھگڑا ہو گیا۔ حرب نے اس پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جب حضرت عبدالمطلب کو اس ستم کا علم ہوا تو انہوں نے حرب کی سنگت ختم کر دی حتیٰ کہ اس سے ایک سو اونٹ بطور دیت لئے اور اس یہودی کے چچازاد کو دیئے۔ پھر حرب کو اپنا رفیق بنا لیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حرب جب بھی کسی گھاٹی یا تنگ وادی میں چلتا تو قریش کے سارے رؤساء اس کے پیچھے ہوتے تھے۔ کوئی اس سے آگے نکلنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ حرب نے کسی گھاٹی میں ایک تمیمی کے ساتھ سفر کیا۔ تمیمی اس سے آگے نکل گیا۔ حرب نے کہا "میں حرب بن امیہ ہوں"۔ مگر اس تمیمی نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ وہ اس کے آگے نکل گیا۔ حرب نے کہا "میری اور تیری ملاقات مکہ مکرمہ میں ہوگی"۔ وہ تمیمی مدت دراز تک رکا رہا۔ پھر اس نے مکہ مکرمہ میں جانے کا ارادہ کیا اس نے کہا "مجھے حرب بن امیہ کے خلاف کون پناہ دے گا؟ اسے کہا گیا "عبدالمطلب بن ہاشم" تمیمی رات کے وقت زبیر بن عبدالمطلب کے دروازے پر آیا۔ دستک دی۔ زبیر نے اپنے بھائی غیداق سے کہا "اس وقت ہمارے پاس یا تو کوئی پناہ لینے آیا ہے یا کسی ضرورت کے لئے یا کچھ کھانے پینے آیا ہے وہ جو بھی ارادہ لے کر آیا ہے۔ ہم نے اسے پورا کر دیا ہے"۔ زبیر باہر نکلے تو وہ شخص یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

لَاقَيْتُ حَرْبًا فِي الثَّنِيَّةِ مُقْبِلًا وَالصُّبْحُ اَبْلَجُ ضَوْءُهٗ لِلسَّارِي

میں نے آتے وقت ثنیہ میں حرب سے ملاقات کی۔ صبح خوب روشن تھی اس کی روشنی خالق کے لئے تھی۔

فَدَعَا بِصَوتٍ واکْتَنٰی لِیَرُوْعَنِی　وَدَعَا بِدَعْوَتِهٖ یُرِیْدُ فَخَارِی

اس شخص نے مجھے آواز دی۔ وہ مجھے مرعوب کرنے کے لئے چھپ گیا اور اس نے میرے فخر کا ارادہ کرتے ہوئے مجھے پکارا۔

فَتَرَکْتُهٗ کَالْکَلْبِ یَنْبَحُ وَحْدَهٗ　وَاَتَیْتُ اَهْلَ مَعَالِمٍ وَ فَخَارِ

میں نے اسے اس کتے کی مانند چھوڑ دیا جو تنہا بھونکتا ہے۔ میں فخر والوں اور خوبیوں والے لوگوں کے پاس آیا۔

لَیْثًا هِزَبْرًا یُسْتَجَارُ بِقُرْبِهٖ　رَحْبَ الْمَنَازِلِ مُکْرِمًا لِلْجَارِ

وہ قوی شیر ہے جس کے قرب میں پناہ طلب کی جاتی ہے۔ وہ اپنے پڑوس کی عزت کی خاطر اپنے گھر کو وسیع رکھتا ہے۔

وَلَقَدْ حَلَفْتُ بِمَکَّةَ وَبِزَمْزَمَ　وَالْبَیْتِ ذِی الْاَحْجَارِ وَالْاَسْتَارِ

میں نے مکہ مکرمہ، زمزم اور پتھروں اور پردوں والے گھر کے پاس قسم اٹھائی کہ

اِنَّ الزُّبَیْرَ لَمَانِعِی مِنْ خَوْفِهٖ　مَا کَبَّرَ الْحُجَّاجُ فِی الْاَمْصَارِ

حضرت زبیر مجھے اس کے خوف سے روک دیں گے جب تک حجاج شہروں میں تکبیر کہتے رہیں گے۔

زبیر نے تمیمی سے کہا "آگے بڑھو۔ ہم جسے پناہ دے دیں اس سے آگے نہیں بڑھتے" وہ تمیمی آگے بڑھا۔ مسجد حرام میں داخل ہو گیا۔ حرب نے اسے دیکھا تو اسے طمانچہ دے مارا۔ زبیر تلوار لے کر اس پر حملہ آور ہو گئے۔ حرب بھاگ نکلا حتیٰ کہ وہ حضرت عبدالمطلب کے گھر داخل ہو گیا۔ اس نے کہا "مجھے زبیر سے پناہ دو"۔ حضرت عبدالمطلب نے اس پر وہ پیالہ اوندھا کر دیا جس میں ہاشم لوگوں کو کھلاتے تھے۔ حرب کچھ دیر اس پیالے کے نیچے ہی رہا۔ پھر اس سے حضرت عبدالمطلب نے کہا "باہر نکل آ" اس نے کہا "میں کیسے باہر نکلوں۔ جبکہ تمہارے سات بیٹے اپنی تلواریں لے کر دروازہ پر جمع ہیں"۔ حضرت عبدالمطلب نے اس پر اپنی چادر ڈال دی۔ حرب باہر نکلا۔ فرزندان ارجمند کو علم ہو گیا کہ عبدالمطلب نے حرب کو پناہ دی ہے۔ وہ چلے گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ حضرت امیر معاویہ کے پاس عرب کے وفود بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایسی باتیں کر رہے تھے جن میں فخر تھا۔ انہوں نے حرب بن امیہ کا تذکرہ بھی کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اس پر کس نے اپنا پیالہ اوندھا کیا تھا اور اپنی چادر ڈال کر کس نے اسے اپنی پناہ میں لیا تھا"۔ یہ سن کر حضرت امیر معاویہ خاموش ہو گئے۔

- حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اپنے معصوم بچپن میں ہی تھے کہ حضرت عبدالمطلب آپ کی بہت زیادہ تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ فرماتے "میرے اس نور نظر کی شان بہت عظیم ہوگی" اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آپ کی ولادت باسعادت سے قبل کاہنوں اور راہبوں سے آپ کے بارے بہت سی باتیں سنتے تھے آپ کی ولادت مبارکہ کے بعد بھی ان سے بہت سی باتیں سنتے تھے۔

حضرت عبدالمطلب کا قریش میں بہت بڑا مقام تھا۔ قریش ان کے لئے خانہ کعبہ کے ساتھ قالین بچھا دیتے تھے۔ ان کے اردگرد قریش کے رؤساء جمع ہوتے اور بیٹھا کرتے تھے۔ اس قالین پر بیٹھنے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ اس پر قدم رکھنے کی جسارت بھی کوئی نہ کرسکتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معصوم بچپن تھا۔ آپ لوگوں میں سے گزرتے۔ آگے تشریف لے آتے اور اپنے دادا جان کے پہلو میں بیٹھ جاتے۔ کبھی کبھی دادا جان سے پہلے بھی تشریف لے آتے اور اس قالین پر بیٹھ جاتے جب کوئی چچا وہاں سے اٹھانے کی کوشش کرتا تو حضرت عبدالمطلب فرماتے ''انہیں چھوڑ دو۔ ان کی شان بڑی رفیع ہے''۔ پھر آپ کو اپنے ساتھ بٹھا لیتے اور آپ کی کمر مبارک پر ہاتھ پھیرتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹوں سے کہتے ''میرے اس نور نظر کو بیٹھنے دو مجھے امید ہے کہ یہ شرف وقدر کے اس بلند مقام پر فائز ہوگا جس پر نہ ان سے قبل اور نہ ان کے بعد کوئی عربی فائز ہوا ہوگا''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے اپنے والد گرامی کو فرماتے سنا کہ حجر میں حضرت عبدالمطلب کے لئے ایک قالین بچھایا جاتا ہے جس پر صرف حضرت عبدالمطلب ہی بیٹھتے تھے کسی اور کو اس پر بیٹھنے کی اجازت نہیں تھی۔ حرب بن امیہ اور دیگر عظماء قریش اس قالین کے اردگرد بیٹھتے تھے۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ کا معصوم بچپن تھا۔ آپ اس قالین پر تشریف فرما ہو گئے۔ ایک شخص نے آپ کو کھینچ کر نیچے اتارنے کی کوشش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گریہ بار ہو گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے پوچھا ''میرا بیٹا کیوں رو رہا ہے؟'' لوگوں نے کہا ''یہ قالین پر بیٹھنا چاہتے ہیں۔ مگر لوگ انہیں روکتے ہیں''۔ عبدالمطلب نے کہا ''میرے نور نظر کو اس پر بیٹھنے دو۔ مجھے امید ہے کہ یہ شرف کے اس منصب رفیع پر فائز ہوگا جس پر اس سے قبل اور نہ ہی اس کے بعد کوئی عربی فائز ہوا ہوگا''۔ اس کے بعد کسی نے آپ کو قالین پر بیٹھنے سے نہیں روکا خواہ عبدالمطلب وہاں ہوتے یا موجود نہ ہوتے۔ ''السیرۃ الحلبیہ'' میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میرے جد امجد کو بادشاہوں کے لباس اور اشراف کی بزرگی کے ساتھ اٹھایا جائے گا''۔

چشمۂ زمزم کی کھدائی

حضرت عبدالمطلب کو رب تعالیٰ نے جن سرفرازیوں سے نوازا ان میں سے ایک چشمۂ زمزم کی کھدائی ہے۔ یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے ارہاصات میں بھی شمار کیا جاتا ہے۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے ''عمرو بن حرث الجرہمی کی قوم جرہم نے جب حرم پاک میں نئے نئے واقعات رونما کرنا شروع کئے تو اسے ان پر عذاب کے نازل ہونے کا خدشہ لاحق ہوا۔ اس نے اپنا نفیس مال لیا۔ یہ سونے کے دو ہرنوں، تلواروں، زرہوں اور حجر رکن پر مشتمل تھا۔ دوسری روایت کے مطابق حجر مقام بھی اس میں شامل تھا۔ اس نے یہ سارا سامان زمزم کے کنوئیں میں پھینکا۔ پھر کنوئیں کو اچھی طرح بھر دیا۔ اپنی قوم سمیت یمن کی طرف بھاگ گیا۔ مدت مدید تک زمزم کا چشمہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہا۔ حتیٰ کہ حضرت عبدالمطلب کو ایک خواب دکھا کر اس حقیقت سے پردے اٹھا دیئے گئے۔ انہوں نے خواب میں ایسی نشانیاں دیکھیں جو چشمۂ زمزم پر واضح دلالت کر رہی تھیں۔

ابن اسحاق نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا ''میں حجر میں سویا ہوا تھا کہ

ایک آنے والا خواب میں آیا۔ اس نے کہا ''طیبہ کو کھودو'' میں نے پوچھا ''طیبہ کیا ہے؟'' اس نے کچھ نہ بتایا وہ چلا گیا۔ دوسرے روز میں اسی جگہ سو گیا۔ آنے والا میرے خواب میں آیا۔ اس نے کہا ''برہ کو کھودو'' میں نے پوچھا ''برہ کیا ہے؟'' وہ کچھ بتائے بغیر پھر چلا گیا۔ تیسرے روز میں اسی جگہ پھر سو گیا۔ وہ سہ بار میرے خواب میں آیا۔ اس نے کہا ''مضنونہ کو کھودو؟'' میں نے کہا ''مضنونہ کیا ہے؟'' وہ چلا گیا۔ میں چوتھے روز بھی اسی جگہ سو گیا۔ وہ ہی خواب میں آیا۔ اس نے کہا ''زمزم کو کھودو'' میں نے پوچھا ''زمزم کیا ہے؟'' اس نے کہا ''وہ مبارک چشمہ ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ کبھی اس کی مذمت نہیں کی جائیگی۔ حاجیوں کے بڑے بڑے گروہ اس سے سیراب ہوں گے۔ وہ لید اور خون کے مابین اس جگہ ہے جہاں سیاہ کوا اپنی چونچ سے کرید رہا ہے۔ اس کے قریب ہی چیونٹیوں کا بل بھی ہے۔ یہ مقام اساف اور نائلہ (دو بتوں) کے مابین ہے''۔ انہوں نے گوبر اور خون کے مابین ایک کوے کو کریدتے ہوئے دیکھا۔ حضرت عبدالمطلب سے کہا گیا کہ ''بَرّة'' کو کھودو۔ اس کے کثیر منافع اور مبارک پانی کی وسعت کی وجہ سے اسے یہ نام دیا گیا ہے۔ یہ اسم اس پر صحیح طور پر صادق آتا ہے کیونکہ یہ پاکباز افراد کے لئے رواں ہوا تھا۔ اور عصیاں شعار اس سے دور رہے۔ اس کو ''مضنونہ'' بھی کہا گیا کیونکہ اسے غیر مسلم کو دینے میں بخل سے کام لیا گیا ہے اور منافق اس سے سیر نہیں ہوسکتا۔ مرفوع حدیث مبارک ہے ''جو آب زمزم پیئے اسے چاہئے کہ وہ خوب سیر ہو کر پیئے۔ یہ ہمارے اور منافقین کے مابین فرق کرتا ہے کیونکہ منافقین اسے سیر شکم ہو کر نہیں پی سکتے''۔ (دارقطنی)

زبیر بن بکار نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب سے کہا گیا ''مضنونہ کو کھودو'' یعنی سارے جہان کو چھوڑ کر یہ سعادت صرف تمہیں عنایت کی گئی ہے جب حضرت عبدالمطلب کے لئے آب زمزم کی شان بیان کردی گئی۔ اس کی جگہ تک ان کی راہ نمائی کردی گئی تو انہوں نے جان لیا کہ یہ خواب سچا ہے۔ وہ اپنے کدال لے کر آ گئے۔ ان کے ساتھ ان کا بیٹا حارث بھی تھا۔ اس وقت ان کا صرف ایک ہی بیٹا تھا۔ وہ لگاتار تین ایام تک وہ جگہ کھودتے رہے۔ جب انہیں کنوئیں کی منڈیر نظر آئی تو انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ انہوں نے فرمایا ''یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دست اقدس سے بنایا گیا کنواں ہے'' اب قریش بھی اٹھ کر ان کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا ''یہ ہمارے باپ اسماعیل علیہ السلام کا کنواں ہے۔ اس میں ہمارا بھی حق ہے۔ اس میں ہمیں بھی شامل کرلو''۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا ''میں اس طرح نہیں کروں گا۔ اس سعادت کے ساتھ تمہیں چھوڑ کر صرف مجھے سرفراز کیا گیا ہے یہ سعادت عظمیٰ صرف مجھے عنایت کی گئی ہے'' قریش نے کہا ''ہمارے ساتھ انصاف کرو ہم آپ کو نہیں چھوڑیں گے۔ ہم اس کے متعلق آپ سے جھگڑا کریں گے''۔ حضرت عبدالمطلب نے پوچھا ''میرے اور اپنے مابین جسے چاہو حاکم مقرر کرلو۔ ہم اس سے فیصلہ کرا لیتے ہیں''۔ قریش نے کہا ''سعد بن ہذیم کی کاہنہ ہمارے مابین فیصلہ کرے گی''۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا ''ٹھیک ہے'' یہ کاہنہ شام کے اشراف میں سے تھی۔

حضرت عبدالمطلب اور بنو عبد مناف کے کچھ افراد اس مقصد کے لئے عازم سفر ہوئے۔ ہر ہر قبیلہ کے کچھ افراد عازم سفر ہوئے۔ جب وہ حجاز اور شام کے مابین بے آب و گیاہ میدان میں پہنچے تو حضرت عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کو پیاس نے

آلیا انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ انہوں نے اپنے ہمراہ دیگر قبائل قریش سے پانی مانگا۔ مگر انہوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا ''ہم اس چٹیل میدان میں ہیں۔ ہمیں بھی خدشہ ہے کہ تمہاری طرح ہمیں بھی سخت پیاس آلے گی''۔ جب حضرت عبدالمطلب نے اپنی قوم کا رویہ دیکھا اور اپنے اور اپنے ساتھیوں کے متعلق خطرہ محسوس کیا تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے رائے لی۔ ان کے رفیقان راہ نے عرض کی ''ہم تو آپ کی رائے کے تابع ہیں۔ ہمیں جو چاہیں حکم دیں۔ ہم عمل پیرا ہوں گے''۔ انہوں نے انہیں حکم دیا۔ انہوں نے اپنی اپنی قبریں کھود لیں۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا ''جو مر جائے اس کے ساتھی اسے اس کی قبر میں دفن کر دیں حتیٰ کہ آخری شخص رہ جائے۔ اس ایک شخص کا ضائع ہونا پورے کارواں کے ضائع ہونے سے آسان ہے''۔ پھر وہ بیٹھ کر پیاسے مرجانے کا انتظار کرنے لگے۔ پھر حضرت عبدالمطلب نے کہا ''بخدا! خود کو موت کے سامنے اس طرح پھینک دینا کمزوری ہے۔ ہم زمین میں عازم سفر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی جگہ سے ہمیں پانی عطا فرما دے گا'' وہ اپنے کجاوے پر سوار ہو گئے۔ جب انہوں نے اپنی اونٹنی کو اٹھایا تو اس کے نیچے سے شیریں پانی کا چشمہ رواں ہو گیا۔ حضرت عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں نے تکبیر کہی۔ نیچے اترے۔ پانی پیا۔ اپنے برتن بھی پانی سے بھر لئے۔ پھر قبائل قریش کو بلایا اور فرمایا ''پانی کی طرف آؤ۔ رب تعالیٰ نے ہمیں سیراب کیا ہے''۔ انہوں نے بھی جی بھر کر پانی پیا۔ انہوں نے کہا ''عبدالمطلب! اللہ کی قسم! رب تعالیٰ نے تمہارے حق میں فیصلہ کر دیا ہے۔ اب ہم آپ سے زمزم کے متعلق کبھی بھی جھگڑا نہیں کریں گے۔ جس ذات والا نے تمہیں اس بے آب و گیاہ میدان میں یہ شیریں پانی پلایا ہے۔ اسی نے تمہیں آب زمزم سے سیراب کیا ہے۔ آپ اپنے چشمہ کی طرف لوٹ چلیں'' حضرت عبدالمطلب واپس لوٹ آئے۔ دیگر قبائل قریش بھی واپس آ گئے۔ وہ کاہنہ کے پاس نہ گئے۔ وہ حضرت عبدالمطلب اور آب زمزم کے درمیان سے ہٹ گئے۔ پھر عدی بن نوفل بن عبد مناف نے یہ کہہ کر حضرت عبدالمطلب کو اذیت دی۔ ''اے عبدالمطلب! تم ہم میں سے بلند مرتبت بننا چاہتے ہو۔ حالانکہ تم اکیلے ہو۔ تمہارا کوئی بچہ نہیں'' حضرت عبدالمطلب نے اسے فرمایا ''ابو القلۃ! تو مجھے عار دلاتا ہے۔ بخدا! اگر رب تعالیٰ نے مجھے دس بچے عطا کئے تو میں ان میں سے ایک کو کعبہ معظمہ کے پاس ذبح کروں گا''۔ دوسری روایت کے مطابق انہیں اور ان کے فرزند کو قریش نے طیش دلائی ان کے ساتھ جھگڑا اور قتال کیا۔ اس وقت حضرت عبدالمطلب کے ہمراہ صرف ایک فرزند حارث تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی بیٹا نہ تھا۔ انہوں نے نذر مانی ''اگر ان کے ہاں دس بیٹے پیدا ہوئے اور ان کے دست و بازو بنے تو وہ ان میں سے ایک کو کعبہ مقدسہ کے پاس ذبح کریں گے'' اسی سال حضرت عبدالمطلب اور ان کے نور نظر نے چشمہ زمزم کی کھدائی کی۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں ''انہوں نے چیونٹیوں کا بل بھی پالیا۔ اسی جگہ اساف اور نائلہ کے مابین کوئے کو بھی زمین کریدتے دیکھ لیا۔ ان دونوں بتوں کے پاس ہی قریش اپنے جانور ذبح کرتے تھے۔ وہ کدال لے آئے۔ اس جگہ کھدائی شروع کر دی۔ قریش نے کہا ''ہم تمہیں اس جگہ سے نہیں کھودنے دیں گے۔ جہاں ہمارے بت ہیں جن کے پاس ہم اپنے جانور ذبح کرتے ہیں''۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے سے فرمایا ''مجھے کدال پکڑاؤ تاکہ میں یہ جگہ کھود ڈالوں۔ بخدا! میں وہ کام ضرور

کروں گا جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے" جب قریش نے دیکھا کہ عبدالمطلب اس کام سے پیچھے ہٹنے والے نہیں تو وہ اپنی ضد سے باز آ گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے تھوڑا سا ہی کھودا تھا کہ کنوئیں کی دیواریں نظر آ گئیں۔ انہوں نے بلند آواز سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ مزید کھدائی کی تو انہیں سونے کے دو ہرن۔ تلواریں، اور وہ زرہیں بھی مل گئیں جنہیں جرہم دفن کر کے چلے گئے تھے۔ قریش نے کہا "اس سامان میں ہمارا بھی حصہ ہے" حضرت عبدالمطلب نے فرمایا "نہیں! لیکن ہم ایسے امر کی طرف جاتے ہیں جو ہمارے اور تمہارے مابین انصاف کر دے گا۔ ہم اس سامان پر قرعہ اندازی کر لیتے ہیں" قریش نے پوچھا "وہ کیسے؟" حضرت عبدالمطلب نے فرمایا "میں دو تیر کعبہ معظمہ کے لئے، دو تیر اپنے لئے اور دو تیر تمہارے لئے مقرر کرتا ہوں جس کے دو تیر جس چیز پر نکل آئے وہ اس کی ہو گی۔ جس کے تیر نہ نکلے اس کے لئے کچھ بھی نہ ہو گا" قریش نے کہا "تم نے انصاف کیا ہے" انہوں نے دو زرد تیر خانہ کعبہ کے لئے، دو سیاہ تیر اپنے لئے اور دو سرخ تیر قریش کے لئے مختص کئے۔ دو زرد تیر دو ہرنوں پر خانہ کعبہ کے لئے نکلے دو سیاہ تیر تلواروں اور زرہوں پر حضرت عبدالمطلب کے لئے۔ قریش کے دو تیر کے لئے کچھ بھی نہ نکلا۔ حضرت عبدالمطلب نے تلواروں سے خانہ کعبہ کا دروازہ بنایا۔ خانہ کعبہ کا دوسرا دروازہ سونے کا بنایا۔ یہ سب سے پہلا سونا تھا جو خانہ کعبہ پر چڑھایا گیا۔ زمزم کی کھدائی مکمل ہو گئی۔ حضرت عبدالمطلب نے منصب سقایہ سنبھال لیا۔ یہ منصب آپ کے لئے باعث فخر و عزت تھا۔ سارے قریش اور عرب کو چھوڑ کر آپ کو اس سے سرفراز کیا گیا تھا۔ امام زہری نے فرمایا "انہوں نے چشمہ زمزم پر ایک حوض بنا لیا۔ اسی سے لوگوں کو پلاتے تھے۔ رات کے وقت از روئے حسد وہ حوض خراب کر دیا جاتا۔ جب ان پر یہ بات گراں گزری تو انہیں خواب میں کہا گیا "یوں کہو" میں اسے غسل کرنے کے لئے حلال نہیں کرتا۔ یہ پینے کے لئے حلال اور شفاء ہے"۔ وقت صبح انہوں نے اسی طرح کہا۔ حاسد اپنی مرض میں ہی مر گیا۔ زمزم اہل عرب کے سارے کنوئیں سے سبقت لے گیا۔ لوگ اس کی طرف اُمڈ کر آنے لگے کیونکہ یہ مسجد حرام میں تھا۔ دیگر پانیوں پر اسے کئی گوناں گوں فضیلت حاصل تھی۔ حاجی بھی اس پانی کو نوش کرتے تھے۔ حضرت عبدالمطلب کے بہت سے اونٹ تھے وہ انہیں ایام حج میں جمع کرتے ان کا دودھ آب زمزم میں ملاتے۔ کشمش خرید کر اسے زمزم میں ملاتے اور اسے حاجیوں کو پلاتے۔ تاکہ کشمش کی سختی دور ہو جائے کیونکہ اس وقت کشمش بہت سخت ہوتی تھی۔

حضرت عبدالمطلب کے وصال کے بعد سقایہ کا منصب ابو طالب کو ملا۔ پھر یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا۔ ان کا طائف میں انگوروں کا باغ تھا۔ وہ اس کی کشمش لے آتے۔ ایام حج میں حاجیوں کو کشمش آب زمزم میں ملا کر پلاتے۔ جب حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے روز مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو پہلے سقایہ کا منصب حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے واپس لے لیا پھر انہیں واپس کر دیا۔

حضرت عبدالمطلب کی نذر

چشمۂ زمزم کی کھدائی کو تیس برس گزر چکے تھے۔ اب حضرت عبدالمطلب کے دس فرزند تھے۔ سارے کے سارے تنومند اور جوان تھے ان کے نام یہ ہیں۔ (۱) حارث (۲) زبیر (۳) حجل (۴) ضرار (۵) مقوم (۶) ابولہب (۷) حضرت عباس رضی اللہ عنہ (۸)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ⑨ ابو طالب ⑩ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ ان جواں سال فرزندوں کو دیکھ کر حضرت عبدالمطلب کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی۔ ایک رات حضرت عبدالمطلب کعبہ معظمہ کے پاس سوئے تھے۔ انہوں نے خواب میں کسی کو یوں کہتے ہوئے سنا ''عبدالمطلب! اس گھر کے مالک کے لئے اپنی نذر پوری کرو'' عبدالمطلب گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے ایک مینڈھے کو ذبح کرنے اور فقراء کو کھلانے کا حکم دیا۔ پھر سوئے تو خواب میں کہا گیا ''اس سے بڑی قربانی پیش کرو'' وہ بیدار ہوئے تو بیل کو راہ خدا میں ذبح کر دیا۔ پھر سوئے تو خواب میں کہا گیا ''اس سے بھی بڑی قربانی پیش کرو'' وہ بیدار ہوئے اونٹ ذبح کیا اور مساکین کو کھلا دیا۔ پھر سوئے تو کہا گیا ''اس سے بھی بڑی قربانی پیش کرو'' انہوں نے پوچھا ''اس سے بڑی قربانی کیا ہو سکتی ہے؟'' انہیں کہا گیا ''اپنے بیٹوں میں سے ایک کو ذبح کرو جو تم نے نذر مانی تھی'' یہ سن کر بہت زیادہ رنجیدہ خاطر ہوئے۔ اپنی اولاد جمع کی اور انہیں اپنی نذر کے متعلق بتایا۔ اور انہیں یہ نذر پوری کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے کہا ''ہم آپ کے اطاعت شعار ہیں۔ ہم میں سے جسے چاہو ذبح کر دو'' انہوں نے فرمایا ''تم میں سے ہر ایک ایک تیر لے لے۔ اس پر اپنا نام لکھ لے۔ پھر اسے میرے پاس لے آئے'' فرزندان نے اسی طرح کیا حضرت عبدالمطلب نے ان سے تیر لئے اور ہبل کے پاس لے گئے۔ ہبل کعبہ کے مرکز میں ایک بہت بڑا بت تھا۔ اہل عرب اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس کے پاس قرعہ اندازی کرتے تھے۔ اس کا ایک نگران تھا جو قرعہ اندازی کرتا تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے وہ تیر اس نگران کو دیئے اور خود یہ دعا مانگنے لگے ''مولا! میں نے نذر مانی تھی کہ میں اپنی اولاد میں سے ایک بچہ ذبح کروں گا۔ اب میں ان کے مابین قرعہ اندازی کر رہا ہوں۔ جس کے نام چاہے قرعہ نکال دے''۔ نگران ہبل نے قرعہ ڈالا۔ قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت عبدالمطلب کو ساری اولاد سے زیادہ پیارے تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے فرزند دلبند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما۔ چھری لی اور اساف اور نائلہ کے پاس آ گئے (اساف اور نائلہ کعبہ معظمہ کے پاس دو بت تھے۔ ان کے پاس اہل عرب اپنی قربانیاں ذبح کرتے تھے۔ دراصل یہ ایک مرد اور ایک عورت تھی۔ مرد اساف بن یعلی اور عورت کا نام نائلہ بنت زید تھا۔ اساف سرزمین یمن میں نائلہ سے عشق کرتا تھا۔ یہ دونوں حج کرنے آئے۔ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ لوگوں کی غفلت اور خلوت سے فائدہ اٹھا کر اس جگہ بدکاری کی۔ ان دونوں کو مسخ کر دیا گیا۔ ان کے جسم پتھر ہو گئے۔ پھر انہیں چشمہ زمزم کے پاس رکھ دیا گیا تاکہ لوگ ان سے عبرت پکڑیں۔ جب کافی مدت گزر گئی تو دیگر بتوں کے ساتھ ان کی بھی پوجا ہونے لگی۔) جب حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے اس جگہ آئے۔ تو سرداران قریش اٹھ کر ان کی طرف گئے۔ ان سے کہا ''عبدالمطلب! کیا کرنے لگے ہو۔ بخدا! ہم تمہیں فرزند ذبح نہیں کرنے دیں گے۔ حتیٰ کہ ہم اس امر میں معذور ہو جائیں۔ اگر تم نے یوں کر دیا تو ہر شخص اپنا فرزند لاتا رہے گا۔ اور اسے ذبح کرتا رہے گا۔ لوگوں کی بقاء کو خطرہ لگ جائے گا۔ مغیرہ بن عبداللہ نے کہا ''بخدا! ہم اسے ہرگز ذبح نہیں کریں گے۔ حتیٰ کہ ہم معذور ہو جائیں (کوئی چارۂ کار نہ رہے) اگر ہمیں اپنے اموال بھی ان پر نثار کرنے پڑے تو ضرور کر دیں گے'' سرداران مکہ نے حضرت عبدالمطلب سے کہا ''انہیں فلانہ کاہنہ کے پاس لے جاؤ۔ شاید وہ کسی ایسے کام کا تمہیں حکم دے جس میں کچھ آسائش ہو''۔ حضرت عبدالمطلب خیبر میں اس

کاہنہ سے ملے۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنی داستان اسے سنائی۔ اس نے کہا ''اب چلے جاؤ حتیٰ کہ میرا تابع جن آجائے اور اس سے اس کے متعلق پوچھ لوں''۔ حضرت عبدالمطلب باہر نکل آئے۔ رب تعالیٰ سے دعا مانگی۔ بوقت صبح دوبارہ اس کے پاس گئے۔ کاہنہ نے کہا ''تمہارے بارے میرے پاس خبر آچکی ہے۔ تمہارے ہاں ایک شخص کی دیت کیا ہے؟ سرداران قریش نے کہا ''دس اونٹ'' کاہنہ نے کہا ''اپنے شہر لوٹ جاؤ''۔ اپنے فرزند دلبند اور دس اونٹوں کے مابین قرعہ اندازی کر لینا۔ اگر قرعہ تمہارے نور نظر کے نام کا نکلے تو دس اونٹ زیادہ کر لینا حتیٰ کہ تمہارا رب تم سے راضی ہو جائے۔ سرداران قریش واپس آ گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور دس اونٹوں کو قرعہ اندازی کے لئے قریب کیا گیا۔ حضرت عبدالمطلب دعا میں مصروف ہو گئے۔ قرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام پر نکلا۔ دس اونٹوں کا اضافہ کرتے گئے ہر بار قرعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام کا ہی نکلا حتیٰ کہ اونٹوں کی تعداد ایک سو ہو گئی۔ اب قرعہ اونٹوں کے نام پر نکلا۔ قریش مکہ اور حاضرین نے کہا ''عبدالمطلب! تمہارا رب تعالیٰ راضی ہو گیا ہے'' انہوں نے کہا ''ابھی نہیں! حتیٰ کہ میں تین بار قرعہ اندازی کر لوں''۔ دوبارہ قرعہ اندازی ہوئی حضرت عبدالمطلب دعا کرنے لگے۔ قرعہ اونٹوں کے نام پر نکلا اسی طرح تیسری بار قرعہ اندازی کی گئی حضرت عبدالمطلب دعا میں مصروف ہو گئے۔ قرعہ اب بھی اونٹوں کے نام کا نکلا۔ ایک سو اونٹ ذبح کر دیئے گئے۔ ان کا گوشت چھوڑ دیا گیا۔ کسی انسان پرندے اور درندے کو نہ روکا گیا۔ اسی لئے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''میں ذوذبیحوں کا فرزند دلبند ہوں'' حاکم نے مستدرک میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''ہم بارگاہ رسالت مآب میں تھے۔ ایک اعرابی حاضر خدمت ہوا۔ اس نے عرض کی ''اے ابن الذبیحین! شہر خشک ہو گئے۔ پانی ختم ہو گئے۔ مال برباد ہو گیا۔ عیال ضائع ہو گئے۔ ہمیں اپنی بارگاہ سے کچھ عطا فرمائیں'' یہ سن کر حضور تبسم کناں ہوئے۔ اور اعرابی کا انکار نہ فرمایا۔ ''ذبیحین'' سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ہستیاں ہیں۔

یہ حدیث پاک اس امر پر بھی دلالت کر رہی ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام اور یہ قربانی مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی نہ کہ شام میں۔ انہی کی شان والا کو عیاں کرنے کے لئے یوم عیدالاضحیٰ کو قربانی واجب کی گئی۔ جس طرح کہ صفا اور مروہ کے مابین سعی اور رمی جمار کو حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے برقرار رکھا گیا یہ بھی دونوں مکہ مکرمہ میں تھے۔ جبکہ حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ شام میں تھیں۔ اگر یہ قربانی شام میں ہوتی جس طرح اہل کتاب گمان کرتے ہیں تو قربانیاں شام میں ہوتیں نہ کہ مکہ مکرمہ میں۔ قرآن پاک کا ظاہر بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ذبیح کو حلیم فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ (الصافات)

''پس ہم نے مژدہ سنایا انہیں ایک حلیم فرزند کا''۔ (جمال القرآن)

اس سے بڑھ کر کون حلیم ہو سکتا ہے جو اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت میں سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنا آپ بھی قربانی کے لئے پیش کر دے۔ جبکہ اس کی عمر اس وقت صرف آٹھ سال یا تیرہ سال ہو۔ جبکہ رب تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو علیم کی صفت

سے متصف فرمایا ہے۔

اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾ (الحجر)

''ہم آپ کو مژدہ سنانے آئے ہیں ایک صاحب علم بچے کی پیدائش کا''۔ (جمال القرآن)

وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ (الذاریات)

''اور انہوں نے بشارت دی آپ کو ایک صاحب علم بیٹے کی''۔ (جمال القرآن)

قرآن پاک میں ذبح کا واقعہ ذکر کرنے کے بعد رب تعالیٰ نے فرمایا۔

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ (الصافات)

اس سے بھی یہی عیاں ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ یہ ایک بشری عادت ہے کہ والدین کو بڑی اولاد سب سے پیاری ہوتی ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے فرزند دلبند کی التجاء کی۔ رب تعالیٰ نے انہیں من موہنا فرزند عطا فرما دیا۔ تو حضرت خلیل علیہ السلام اپنے اس فرزند دلبند سے محبت کرنے لگے۔ رب تعالیٰ نے انہیں اپنا محبوب ذبح کرنے کا حکم دیا جب وہ ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی محبت فرزند کی محبت سے زیادہ مقام رکھتی تھی۔ اس وقت ان کی خلت مشارکت کے سارے شوائب سے خالص ہو گئی۔ ذبح میں کوئی مصلحت باقی نہ رہی کیونکہ مصلحت تو صرف عزم اور نفس کو آمادہ کرنے کا نام ہے۔ مقصود حاصل ہو گیا۔ امر منسوخ ہو گیا۔ ذبح فدا ہو گیا۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اِنَّ الذَّبِيْحَ فُدِيَتْ اِسْمَاعِيْلُ نَطَقَ الْكِتَابُ بِذَاكَ وَالتَّنْزِيْلُ

شَرَفٌ بِهٖ خَصَّ الْاِلٰهُ نَبِيَّنَا وَ اَبَانَهُ التَّفْسِيْرُ وَالتَّاْوِيْلُ

حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح تھے۔ مینڈھا انہی پر ہی فدا کیا گیا تھا۔ کتاب اور تنزیل اسی کے متعلق ہی بتاتے ہیں۔ یہ وہ شرف ہے جس کے ساتھ رب تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختص فرمایا ہے۔ تفسیر اور تاویل اسی امر کو عیاں کرتے ہیں۔

معافی ابن زکریا نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی عالم سے پوچھا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا ''حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو کس فرزند دلبند کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا'' اس عالم نے کہا ''امیر المومنین! یہودی جانتے ہیں کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں۔ لیکن وہ تم سے حسد کرتے ہیں کہ ذبیح تمہارا باپ ہو۔ اسی لئے وہ انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچاؤں کی تعداد

بعض علماء کرام نے ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچاؤں کی تعداد بارہ تھی۔ انہوں نے دس سے زائد الغیداق، قثم اور عبد الکعبہ کا اضافہ کیا ہے۔ اسی طرح چچاؤں کی تعداد تیرہ بن گئی۔ ان کا قول ہے کہ حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما ذبح کے

واقعہ کے بعد پیدا ہوئے۔ اس واقعہ کے وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عبدالمطلب کے دس فرزند تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ غیداق، حجل ہی تھا۔ مقوم کا نام ہی عبدالکعبہ تھا۔ اور قثم نامی فرزند کوئی نہ تھا تو پھر اور دسویں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے۔

ایک خاتون کی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو پیش کش

جب اونٹوں کو ذبح کر کے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے ساتھ واپس تشریف لائے تو بنو اسد بن عبدالعزی کی ایک خاتون کے پاس سے گزرے۔ جب اس خاتون نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا وہاں نور مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء کی تابانیاں نظر آئیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ قریش کے سارے جوانوں سے زیادہ باجمال اور خوبرو تھے۔ اس عورت نے کہا "عبداللہ رضی اللہ عنہ میں تمہیں یہ ایک سو اونٹ دے دیتی ہوں اسی وقت میرے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کرو" حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کو یہ جواب دیا۔

أَمَّا الْحَرَامُ فَالْحِمَامُ دُوْنَهُ وَ الْحِلُّ لَا حِلَّ فَأَسْتَبِيْنَهُ

يَحْمِي الْكَرِيْمُ عِرْضَهُ وَ دِيْنَهُ فَكَيْفَ بِالْأَمْرِ الَّذِي تَبْغِيْنَه

رہا حرام تو اس سے تو موت بہتر ہے اور حلال تو میں اس میں حلال واضح طور پر نہیں دیکھ رہا۔ کریم ہمیشہ اپنی عزت اور اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے۔ میں ایسی بات کو کیسے قبول کر سکتا ہوں جو تم چاہتی ہو۔

"السیرۃ الحلبیہ" میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت یہ اشعار پڑھے۔

لَقَدْ حَكَمَ الْبَدَا دُوْنَ فِي كُلِّ بَلْدَةٍ بِأَنَّ لَنَا فَضْلاً عَلَى سَادَةِ الْأَرْضِ

وَأَنَّ أَبِي ذُو الْمَجْدِ السُّوْدَدِ الَّذِي نَشَأَ بِهِمَا مَا بَيْنَ نَشْزٍ إِلَى خَفْضٍ

ہر شہر کے قبائل نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ زمین کے سرداروں پر ہمیں فضیلت حاصل ہے۔ میرے والد محترم ایسی بزرگی اور سیادت والے ہیں کہ وہ اس نشیب و فراز میں عظمت اور فضیلت کے ساتھ ہی جوان ہوئے ہیں۔

ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "جب حضرت عبدالمطلب اونٹوں کو ذبح کر کے اپنے والد گرامی کے ہمراہ واپس آئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک کاہنہ کے پاس سے گزرے۔ اس کا نام فاطمہ بنت مر خثعمیہ تھا۔ اس نے سابقہ کتب پڑھ رکھی تھی۔ یہ ساری خواتین سے زیادہ حسین اور پاکباز تھی۔ اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چہرۂ مبارک پر نور نبوت دیکھا تو اپنا آپ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو پیش کیا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس عورت نے یہ اشعار پڑھے۔

إِنِّي رَأَيْتُ مُخِيْلَةً نَشَأَتْ فَتَلَأْلَأَتْ بِحَنَاتِمِ الْقَطْرِ

فَلَمَأْتُهَا نُوْرًا يُضِيءُ بِهِ مَا حَوْلَهُ كَإِضَاءَةِ الْفَجْرِ

وَ رَأَيْتُ سُقْيَاهَا حَيَا بَلَدٍ وَقَعَتْ بِهِ وَ عِمَارَةَ الْقَفْرِ

وَ رَأَيْتُهُ شَرَفًا أَبُوْءُ بِهِ مَا كُلُّ قَادِحٍ زَنْدِهِ يُوْرِي

لِلّٰهِ مَا زُهْرِيَّةٌ سَلَبَتْ مِنْكَ الَّذِي اسْتَلَبَتْ وَ مَا تَدْرِي

میں نے برسنے والا بادل دیکھا۔ وہ بڑھا اور بارش سے بھرپور ہونے کی وجہ سے چمکنے لگا۔ میں نے ایک ایسا نور دیکھا جس نے اپنے اردگرد کو صبح کی مانند ضوفشاں کر دیا تھا۔ میں نے اس کی سیرابی کو دیکھا۔ اس نے شہروں اور چٹیل میدانوں کو حیات نو عطا کر دی۔ اس سے بے آب و گیاہ میدان آباد ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ اس کی قدر و قیمت کو لوٹا دیا گیا ہے۔ ہر چقماق مارنے والے کی آگ روشن نہیں ہوتی۔ اللہ کی قسم! جو تیرے پاس امانت تھی وہ زہریہ نے لے لی ہے اور تجھے علم بھی نہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا اس وقت بنو مخزوم اور بنو عبد مناف کی دو سو عورتوں نے شادی نہ کرنے کی قسم اٹھائی۔ اس غم و اندوہ میں انہوں نے شادی نہ کی۔ اس رات قریش کی ہر عورت مریضہ بن گئی۔

اصحاب فیل کا قصہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے قبل ارہاصات میں سے اصحاب فیصل کا قصۂ عبرت ناک بھی ہے۔ حضرت عبدالمطلب کی دعا کے طفیل ان پر عذاب الیم نازل ہوا۔ اس داستان عبرت ناک میں قریش کے لئے تالیف قلبی بھی تھی۔ یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باعث ہزار سعادت اور بعثت مبارکہ کے لئے تمہید بھی تھا۔ ابرہہ نے ہاتھی کے سائس کو حکم دیا کہ وہ اپنے سب سے بڑے ہاتھی کو اس کے سامنے لے آئے تاکہ وہ حضرت عبدالمطلب کو مرعوب کر سکے۔ اس وقت حضرت عبدالمطلب وہ اونٹ لینے گئے تھے جنہیں ابرہہ کے سپاہی پکڑ کر لے گئے تھے۔ جب ہاتھی نے حضرت عبدالمطلب کو دیکھا تو وہ اس طرح بیٹھ گیا جس طرح ہاتھی بیٹھتا ہے۔ سجدہ ریز ہو کر نیچے گر پڑا۔ اس سے قبل ابرہہ نے اپنی قوم کا ایک شخص اہل مکہ کی طرف بھیجا تھا تاکہ ان کے دل مرعوب ہو جائیں۔ جب وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو اس نے حضرت عبدالمطلب کو دیکھا تو وہ نیچے جھک گیا۔ اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔ بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑا۔ وہ اس طرح آواز نکالتا تھا جس طرح بیل ذبح ہوتے وقت آواز نکالتا ہے اسے افاقہ ہوا تو اس نے حضرت عبدالمطلب کو سجدہ کیا اس نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ قریش کے سچے سردار ہیں"۔ اس قاصد سے ابرہہ نے کہا تھا "اس شہر کے سردار کی جستجو کرو۔ پھر اسے کہو 'بادشاہ کہتا ہے میں تم سے جنگ کی غرض سے نہیں آیا میں تو اس گھر کو گرانے آیا ہوں۔ اگر تم مجھ سے تعرض نہ کرو تو مجھے تمہارے خون بہانے کی بالکل غرض نہیں ہے۔ اگر اس کا ارادہ جنگ نہ کرنے کا ہو تو اسے میرے پاس لے آؤ"۔ قاصد مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ اس مقدس شہر کے سردار کے متعلق پوچھا۔ لوگوں نے اسے حضرت عبدالمطلب کے متعلق بتایا۔ جب اس نے حضرت عبدالمطلب سے ملاقات کی تو اس پر غشی طاری ہو گئی۔ ہوش آنے کے بعد ابرہہ کا پیغام دیا۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا "بخدا! ہم ابرہہ سے جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے۔ نہ ہی ہم میں یہ طاقت ہے۔ یہ بیت اللہ الحرام ہے۔ یہ اس کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا گھر ہے۔ اگر وہ اسے روک دے تو یہ اس کا گھر اور حرم ہے۔ اگر اس کے راستے سے ہٹ جائے تو پھر ہم اسے دور نہیں ہٹا سکتے"۔ پھر اس کے ساتھ ابرہہ کے پاس تشریف لے گئے۔ ابرہہ کے قاصد نے اس سے اجازت طلب کی۔ اور کہا "شاہ والا! یہ قریش کے سردار ہیں۔ آپ سے اجازت طلب کر رہے ہیں، یہ مکہ مکرمہ کے معزز سردار ہیں۔ یہ میدانوں اور پہاڑوں میں لوگوں کو کھلاتے ہیں"۔ ابرہہ نے

انہیں اجازت دی۔ حضرت عبدالمطلب انتہائی زیبا، باجمال، حسین اور عظیم شخص تھے۔ ابرہہ بھی آپ کی عزت و تکریم کا قائل ہوگیا۔ اس نے آپ کی تعظیم کی۔ اس نے انہیں اپنے تخت پر بٹھانا پسند نہ کیا تا کہ اہل حبشہ یہ نہ دیکھ لیں کہ مکہ مکرمہ کا سردار اس کے ساتھ اس کے تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ وہ اپنے تخت سے نیچے اترا۔ اپنی قالین پر بیٹھ گیا اور حضرت عبدالمطلب کو بھی اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ پھر اپنے ترجمان سے کہا "ان سے پوچھو کہ ان کی ضرورت کیا ہے؟" حضرت عبدالمطلب نے اسے فرمایا "میری ضرورت یہ ہے کہ بادشاہ میرے دوسو اونٹ واپس کر دے"۔ ابرہہ نے اپنے ترجمان سے کہا "اسے کہو کہ جب میں نے انہیں دیکھا تو میں بہت متعجب ہوا۔ اب میری دلچسپی کم ہونے لگی ہے۔ تم مجھ سے دوسو اونٹوں کے بارے تو بات چیت کرنے آئے ہو۔ لیکن اس کو چھوڑ رہے ہو جو تمہارے آباء کا اور تمہارا دین ہے۔ میں اسے گرانے آیا ہوں۔ کیا تم اس کے متعلق مجھ سے گفتگو نہیں کرو گے؟ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا "میں ان اونٹوں کا مالک ہوں۔ اس گھر کا بھی ایک مالک ہے۔ وہ عنقریب اسے روک دے گا"۔ ابرہہ نے کہا "وہ مجھے نہیں روک سکتا" حضرت عبدالمطلب نے کہا "تو جانے یا وہ جانے" ابرہہ نے ان کے اونٹ واپس کر دیئے۔ حضرت عبدالمطلب نے ان کے قلادے پہنائے۔ ان کا اشعار کیا اور بیت اللہ میں قربان کرنے کے لئے وقف کر دیا انہیں حرم پاک میں پھیلا دیا۔ قریش کے پاس گئے اور انہیں ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔ پھر ان سب کو بیت اللہ میں لاکر دعا مانگی۔ پھر انہیں مکہ مکرمہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں اور گھاٹیوں میں چلے جانے کا حکم دیا۔ تا کہ حبشہ کی فوج کے ساتھ معرکہ آزمائی کی نوبت نہ آئے۔ پھر اہل حبشہ آئے۔ وہ حرم پاک میں داخل ہونا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ابابیل بھیجے۔ انہوں نے ان کو نیست و نابود کر دیا۔ جیسا کہ رب تعالیٰ نے یہ واقعہ اپنی کتاب حکیم میں بیان کیا ہے۔ یہ داستان عبرت انگیز کا شمار بھی آپ کے ارہاصات میں ہوتا ہے۔ صحیح روایت کے مطابق اصحاب فیل کا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے رونما ہوا۔ اسی سال آپ جہان رنگ و بو میں رونق افروز ہوئے۔

بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب ابرہہ کے پاس تشریف لے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ان کے چہرہ پر محو گردش تھا۔ حالانکہ وہ نور مبارک حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پشت مبارک بلکہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے صدف بطن میں جلوہ فرما ہو چکا تھا۔ محققین اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اگرچہ اس وقت وہ نور مبارک حضرت عبدالمطلب سے منتقل ہو چکا تھا۔ مگر ان کے چہرہ پر محو گردش تھا۔ وہ ضرورت کے وقت ان کے پاس آجاتا تھا جیسا کہ اس واقعہ سے عیاں ہے۔

حضرت عبدالمطلب کے خواب

ابونعیم نے حضرت ابوبکر بن عبداللہ بن ابی خیثم سے وہ اپنے والد اور ان کے جد امجد سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا "میں نے خواجہ ابوطالب کو عبدالمطلب سے روایت کرتے سنا۔ انہوں نے کہا "اسی اثناء میں کہ میں حجر میں سویا ہوا تھا۔ میں نے ایک خواب دیکھا جس نے مجھے پریشان کر دیا۔ میں بہت افسردہ تھا۔ میں قریش کی کاہنہ کے پاس گیا۔ میں نے اسے کہا "میں نے آج رات خواب میں دیکھا ہے کہ گویا کہ میری پشت سے ایک درخت نکلا ہے۔ جس کی شاخیں آسمان تک پہنچ گئیں ہیں۔ اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئی ہیں۔ میں نے اس نور سے بڑھ کر درخشاں اور تاباں نور کہیں نہیں

دیکھا۔ اس کا نور سورج کی روشنی سے ستر گنا زیادہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ عرب و عجم اس درخت کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ ہر لمحہ اس کی عظمت، بلندی اور نورانیت میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ ایک ساعت کے لئے یہ چھپ جاتا۔ ایک ساعت کے لئے ظاہر ہو جاتا۔ میں نے بعض قریش کو دیکھا وہ اس کی شاخوں کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے۔ بعض قریش اسے کاٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جب وہ اس درخت کے قریب گئے تو میں نے ایک جوان دیکھا آج تک میں نے اتنا حسین جوان نہیں دیکھا اس سے خوشبو آرہی تھی۔ اتنی عمدہ خوشبو آج تک میں نے نہیں سونگھی۔ اس جوان نے ان کی پشتیں توڑ دیں ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ میں نے اپنا ہاتھ بلند کیا تاکہ اس درخت کو پکڑ لوں۔ مگر میں اسے نہیں پکڑ سکا۔ میں نے کہا ''یہ کس کے نصیب میں ہے؟'' انہوں نے کہا ''یہ ان فرخندہ فال لوگوں کی قسمت میں ہے جو اس کی شاخوں کے ساتھ معلق ہیں۔ وہ آپ سے سبقت لے گئے ہیں''۔ میں گھبرا کر بیدار ہو گیا۔ میں نے دیکھا کاہنہ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا تھا۔ پھر اس نے کہا ''اگر تمہارا خواب سچا ہے تو پھر تمہاری صلب مبارک سے ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جو مشرق و مغرب کا مالک بنے گا۔ لوگ اس کا دین اختیار کریں گے'' عبدالمطلب ابو طالب سے یہ خواب بیان کرتے اور فرماتے ''شاید وہ مبارک مولود تم ہی ہو''۔ خواجہ ابو طالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بعد بھی یہ خواب بیان کرتے تھے۔ وہ فرماتے ''اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ درخت ابو القاسم امین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان سے پوچھا جاتا ''آپ پر ایمان کیوں نہیں لاتے'' وہ کہتے ''مجھے گالی اور عار کا اندیشہ ہے''۔

حضرت ابو علی قیروانی نے ''کتاب البستان'' میں لکھا ہے ''حضرت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا کہ چاندی کی زنجیر ان کی پشت سے نکلی ہے۔ اس کا ایک کنارہ آسمان پر دوسرا زمین پر تیسرا مشرق کی طرف اور چوتھا مغرب کی طرف ہے، پھر وہ زنجیر ایک درخت میں بدل گئی۔ جس کے ہر ہر پتہ پر نور تھا۔ اہل مشرق و مغرب اس کے ساتھ معلق تھے۔ انہوں نے یہ خواب کاہنہ سے بیان کیا۔ کاہنہ نے کہا ''آپ کی پشت سے ایک ایسا مبارک بچہ پیدا ہوگا۔ مشرق و مغرب والے جس کی اتباع کریں گے۔ اہل آسمان اور اہل زمین جس کی تعریف کریں گے''۔

نسب پاک کی طہارت

صحیح احادیث میں ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل ہوتا رہا''۔ دوسری روایت کے مطابق آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''رب تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل کرتا رہا''۔ بعض مفسرین نے رب تعالیٰ کے اس فرمان کو اسی روایت پر محمول کیا ہے۔

الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ﴿۲۱۹﴾ (الشعراء)

''جو آپ کو دیکھتا رہتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور (دیکھتا رہتا ہے جب) آپ چکر لگاتے ہیں سجدہ کرنے والوں (کے گھروں) کا''۔ (جمال القرآن)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ حضور سید الانبیاء حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں بنو آدم کے بہترین زمانہ میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ قرن بہ قرن زمانہ تبدیل ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ میں اس زمانہ میں آیا جس میں آیا''۔

السیرۃ الحلبیہ میں ہے "خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے اجداد عظام میں سے حضرت آدم سے لے کر مرہ بن کعب تک کے ایمان کی تو احادیث اور اسلاف کے اقوال میں وضاحت موجود ہے۔ مرہ اور عبدالمطلب کے مابین صرف چار اجداد باقی رہ جاتے ہیں جن کے متعلق مجھے کوئی روایت نہیں ملی۔ حضرت عبدالمطلب کے بارے تین اقوال ہیں۔ ❶ ان تک دعوت نہیں پہنچی کیونکہ ان کے وصال کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر آٹھ سال تھی۔ ❷ وہ ملت ابراہیمی پر تھے۔ انہوں نے کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی تھی۔ ❸ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد رب تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئے پھر ان کا انتقال ہو گیا۔

بعض علمائے کرام نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان "میں پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل ہوتا رہا" میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام سے لے کر آپ کے سارے آباء واجداد میں سے کوئی بھی کافر نہ تھا۔ کیونکہ کافر کو پاکیزہ نہیں کہا جا سکتا"۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

لَمْ تَزَلْ فِي ضَمَائِرِ الْكَوْنِ تُخْتَارُ لَكَ الْأُمَّهَاتُ وَالْآبَاءُ

کائنات کے رازوں میں آپ کے لئے امہات اور آباء کا انتخاب ہوتا رہا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جب سے میں صلب آدم سے نکلا ہوں مجھے کسی باغی عورت نے جنم نہیں دیا۔ میں نسل در نسل امم میں منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ میرا ظہور رب کے دو افضل قبائل بنو ہاشم اور بنو زہرہ میں سے ہوا"۔ ایک اور روایت میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرا ظہور ہمیشہ نکاح سے ہی ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین کریمین تک کسی وقت بھی بدکاری سے میرا ظہور نہیں ہوا۔ زمانہ جاہلیت کی بدکاری میں سے مجھے کوئی شے نہیں پہنچی۔ مجھے ہمیشہ نکاح اسلام نے ہی جنم دیا"۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا حسن و جمال

جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک کو آپ کے جد امجد سے منتقل کرنا چاہا تو انہوں نے فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمرو بن مخزوم سے شادی کر لی۔ ان سے جناب ابو طالب اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ نور مبارک حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طرف منتقل ہو گیا۔ حضرت عبدالمطلب نے اس سے قبل بھی کئی شادیاں کیں تھیں۔ سب سے پہلے انہوں نے قیلۃ بنت جندب سے شادی کی۔ ان کا نام صفیہ بنت جندب بھی بتایا جاتا ہے۔ یہ حارث کی والدہ تھیں۔ ان کے ساتھ شادی کرنے کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عبدالمطلب بلوغت کے بعد ایک روز حجر میں سوئے ہوئے تھے۔ جب بیدار ہوئے تو انہیں سرمہ اور تیل لگا ہوا تھا۔ دلربا اور دلکش حلہ زیب تن کر رکھا تھا۔ وہ ششدر رہ گئے۔ انہیں علم نہ تھا کہ یہ آرائشگی کس نے کی ہے۔ انہوں نے اپنے چچا مطلب کا ہاتھ پکڑا۔ قریش کی کاہنہ کے پاس گئے۔ سارا واقعہ اسے سنایا۔ اس نے کہا "آسمان کے رب نے اذن دے دیا ہے کہ یہ لڑکا اب شادی کر لے"۔ انہوں نے قیلۃ بنت جندب سے شادی کر لی۔ ان کے ہاں حارث پیدا ہوئے۔ جب فاطمہ بنت عمرو المخزومیہ سے شادی کی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ نور مبارک ان کی طرف منتقل ہو

گیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خلق اور خُلق کے اعتبار سے سارے قریش سے زیادہ خوبصورت تھے۔ حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک جبین اطہر سے عیاں تھا۔ دوسری روایت کے مطابق یہ نور مبارک طلعت زیبا میں تاباں ستارے کی طرح نظر آتا تھا۔ المواہب کی شرح میں ہے "قریش میں آپ کا نور مبارک جگمگاتا تھا۔ آپ سارے قریش سے حسین تھے۔ قریش کی خواتین ان کے دام محبت میں اسیر تھیں قریب تھا کہ ان کا طائر عقل پرواز کر جاتا"۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کی خواتین سے اسی آزمائش میں پڑے تھے جس آزمائش میں حضرت یوسف صدیق علیہ السلام عزیز مصر کی بیوی کی وجہ سے مبتلاء ہوئے تھے۔ رب تعالیٰ نے سید العرب والعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کو راہ راست پر ہی رکھا۔ سب سے پہلے اپنے سب سے زیادہ پسندیدہ نام سے موسوم فرمایا۔ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارے نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ذبیح بھی تھے۔ عفت و پاکیزگی، فیاضی وسخاوت اور فضل وکرم فطرت ثانیہ تھا۔ عمر مبارک اٹھارہ سال ہوئی تو اپنے والد گرامی کے ساتھ گئے تا کہ حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح فرمائیں۔ بہت سی خواتین کے پاس سے گزرے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنا آپ انہیں پیش کیا مگر وہ اپنی عفت و دیانت کی وجہ سے انکار کرتے رہے۔ حضرت عبدالمطلب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے چچا وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن قصی کے پاس گئے۔ دوسری روایت کے مطابق یہ وہب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے والد تھے چچا نہ تھے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے عقد زوجیت میں آ گئیں۔ وہ حسب ونسب کے اعتبار سے سارے قریش سے افضل تھیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ان کے صدف بطن میں چلا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدات مطہرات

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکا گھوڑا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے ساتھ دوڑایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھوڑا آگے نکل گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں عواتک کا نور نظر ہوں۔ یہ گھوڑا سمندر ہے"۔ ایک غزوہ میں حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں نبی برحق ہوں اس میں ذرہ بھر جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا فرزند دلبند ہوں" ایک اور روایت میں ہے "میں بنو سلیم میں سے عواتک کا نور چشم ہوں"۔

دراصل خوشبودار یا پاکیزہ کو عاتکہ کہا جاتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ احد کے روز فرمایا "میں "الفواطم" کا نور چشم ہوں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عواتک جدات کتنی تھیں اس میں سیرت نگاروں کا اختلاف ہے۔ بعض نے یہ تعداد کم اور بعض نے زیادہ بیان کی ہے۔

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ آپ کی جدات میں سے چودہ عواتک ہیں۔ بعض نے یہ تعداد گیارہ بتائی ہے۔ ان میں سے سب سے پہلی لوی بن غالب کی والدہ تھیں۔ بنو سلیم میں سے عواتک میں سے عاتکہ بنت ہلال عبد مناف کی والدہ، عاتکہ بن الاوقص ہاشم کی والدہ اور عاتکہ بنت مرہ بن ہلال وہب کی والدہ تھیں۔ ایک اور قول کے مطابق بنو سلیم کی عواتک سے مراد وہ تین خواتین ہیں جن میں سے ہر ایک نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا شیر پلانے کی سعادت حاصل کی۔

آپ کی جدات مطہرات میں سے "الفواطم" کی تعداد دس یا پانچ یا چھ یا آٹھ بتائی جاتی۔ ان میں فاطمہ ام عبداللہ اور فاطمہ ام قصی بھی شامل ہیں۔ دوسرے قول کے مطابق آپ نے اپنے نسب پاک میں موجود فواطم کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ عمومیت کا تذکرہ کیا جن میں فاطمہ ام اسد بن ہاشم، فاطمہ بنت اسد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ اور ان کی والدہ فاطمہ، یہ ان فواطم کے علاوہ ہیں جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ریشم کا ٹکڑا عطا فرمایا اور فرمایا "یہ ان تینوں فواطم میں تقسیم کر دو"۔ وہ جگر گوشۂ رسول فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، فاطمہ بنت حمزہ اور فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہن تھیں۔ آپ کی فواطم جدات میں سے ام عمرو بن عائذ، فاطمہ بنت عبداللہ بن رزام، فاطمہ بنت حارث اور فاطمہ بنت نصر بن عوف، عبد مناف کی نانی بھی شامل ہیں۔

بنو زہرہ میں شادی کرنے کا سبب

حضرت عبدالمطلب نے بنو زہرہ کو اس مقصد کے لئے اس لئے منتخب فرمایا کیونکہ ایک دفعہ وہ یمن تشریف لے گئے ایک یہودی عالم کے ہاں ٹھہرے۔ اس نے پوچھا "کس قبیلہ سے تعلق ہے؟" حضرت عبدالمطلب نے کہا "بنو ہاشم سے" یہودی عالم نے کہا "پھر مجھے کچھ اعضاء دیکھنے کی اجازت دو"۔ انہوں نے فرمایا "ضرور! شرم گاہ کے علاوہ"۔ اس یہودی عالم نے ان کی ناک میں ایک طرف پھر دوسری طرف دیکھا۔ پھر فرمایا "میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارے ایک ہاتھ میں سلطنت اور دوسرے میں نبوت ہے۔ یہ دونوں چیزیں تمہیں بنو زہرہ سے ملیں گی۔ پتہ ہے کیسے؟ میں نے کہا "میں نہیں جانتا" اس عالم نے کہا "کیا بنو زہرہ میں سے تمہاری کوئی بیوی ہے؟" میں نے کہا "آج تک تو نہیں" اس عالم نے کہا "اگر ان میں شادی کر سکتے ہو تو ضرور کرو"۔ حضرت عبدالمطلب نے ہالہ بنت ذہیب بن عبد مناف سے خود شادی کر لی۔ ان سے حضرت حمزہ، حضرت صفیہ اور (ایک قول کے مطابق) حضرت عباس رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے کر دی۔

اس کا ایک اور سبب بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہب کی چچی سودہ بنت زہرہ کاہنہ تھی۔ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی تو ان کے والد نے ان کے جسم اطہر پر سیاہ نشان دیکھا۔ اہل عرب ایسی بچیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے۔ ان کے والد نے انہیں دفن کرنے کا حکم دیا۔ انہیں دفن کرنے کے لئے حجون کی طرف بھیجا۔ جب ان کے لئے گڑھا کھودا گیا اور انہیں دفن کرنے کا ارادہ کیا گیا تو اس شخص نے غیبی آواز سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا "اس بچی کو زندہ در گور نہ کرو۔ اسے جنگل کی طرف چھوڑ دو"۔ اس شخص نے توجہ کی لیکن اسے کوئی شخص نظر نہ آیا۔ اس نے دوبارہ ہاتف غیبی کو یہی کہتے ہوئے سنا۔ وہ اس فرخندہ فال بچی کو اس کے والد کے پاس واپس لے گیا۔ جو کچھ سنا تھا اس نے والد کو بتایا۔ اس نے کہا "اس نور نظر کی بڑی شان ہوگی" اس نے انہیں چھوڑ دیا۔ قریش کی کاہنہ نے ایک دن بنو زہرہ سے کہا "یا تو تم میں کوئی "نذیرہ" (ڈرانے والی) ہوگی یا نذیر (ڈرانے والے) کو جنم دینے والی ہوگی۔ وہ نذیر بڑی عظمت و شان والا ہوگا"۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جو کاہن حضرت عبدالمطلب سے یمن میں ملا تھا۔ اس نے کہا تھا "میں آپ کی ناک میں نبوت و سلطنت دیکھتا ہوں۔ میں انہیں دو منافوں عبد مناف بن قصی اور

عبد مناف بن زہرہ میں دیکھتا ہوں''۔

حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا وصال پر ملال

جب حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے صدف شکم میں جلوہ افروز ہو گئے تو بہت سے خوارق العادات امور رونما ہوئے۔ یہ واقعات حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارہاص تھے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو حمل مبارک کی گرانی محسوس نہ ہوئی۔ ان کے خواب میں ایک آنے والا آیا۔ ان سے کہا ''اس امت کے سردار اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے صدف بطن میں رونق افروز ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک والدہ ماجدہ کے صدف بطن میں تھے کہ والد ماجد کا وصال ہو گیا۔ ان کا انتقال مدینہ طیبہ میں ہوا۔ وہ قریش کے تجارتی کارواں کے ساتھ واپس آرہے تھے۔ جب مدینہ طیبہ سے گزرے تو حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ بنو عدی بن نجار کے ہاں ٹھہر گئے۔ وہ حضرت عبد المطلب کے ماموں تھے وہ ان کے پاس ایک ماہ تک علیل رہے۔ حضرت عبد المطلب نے ان کے بھائی حارث یا زبیر کو بھیجا لیکن ان کے پہنچنے سے قبل ہی ان کا مدینہ طیبہ میں وصال ہو گیا تھا۔ اسی جگہ مدفون ہوئے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر نامدار کا مرثیہ اس طرح کہا

عَفَا جَانِبَ الْبَطْحَاءِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ　　وَ جَاوَرَ لَحْدًا خَارِجًا فِي الْغَمَاغِمِ

دَعَتْهُ الْمَنَايَا دَعْوَةً فَأَجَابَهَا　　وَمَا تَرَكَتْ فِي النَّاسِ مِثْلَ ابْنِ هَاشِمِ

عَشِيَّةَ رَاحُوْا يَحْمِلُوْنَ سَرِيْرَهُ　　تَعَاوَرَهُ أَصْحَابُهُ فِي التَّزَاحُمِ

فَإِنْ تَكُ غَالَتْهُ الْمَنُوْنُ وَ رَيْبُهَا　　فَقَدْ كَانَ مِعْطَاءً كَثِيْرَ التَّرَاحُمِ

بطحاء کی سمت آل ہاشم میں سے وہ شخص ایک سمت فروکش ہو گیا۔ اس نے اپنی قبر اس جگہ بنائی جو اسی کے اہل خانہ کے مساکن سے دور ہے۔ اموات نے اسے بلایا تو اس نے انہیں لبیک کہا۔ اموات نے لوگوں میں ابن ہاشم جیسا فرزند بھی نہ چھوڑا۔ دن کے آخری وقت میں لوگ ان کا جنازہ لے کر نکلے۔ اس کے ساتھی بھیڑ بنا کر باری باری اس کا جنازہ اٹھاتے رہے۔ اگرچہ حوادثات زمانہ نے انہیں اچانک آلیا ہے لیکن وہ بہت زیادہ عطا کرنے والا اور بہت زیادہ رحم کرنے والا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا تو ملائکہ عرض گزار ہوئے ''ہمارے معبود برحق! ہمارے آقا! تیرا نبی دو جہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) یتیم ہو گیا ہے۔ ان کے سر سے سایہ پدری اٹھ گیا ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا ''میں اس کی حفاظت کرنے والا اور اس کی نصرت کرنے والا ہوں'' دوسری روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''میں اس کا مددگار، محافظ، نگہبان، پروردگار، معاون، رازق اور کفایت کرنے والا ہوں۔ تم سب اس کی ذات والا پر درود پاک پڑھو اور اس کے نام نامی سے برکت حاصل کرو''۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا ''حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیم پیدا کرنے میں کیا حکمت کارفرما ہے؟ انہوں نے فرمایا ''تا کہ ان پر مخلوق کا حق نہ رہے'' یعنی ایسا حق جو بلوغت کے بعد ثابت ہو۔ کیونکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا وصال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چھ سال تھی۔ تا کہ علم ہو سکے کہ معزز وہ ہوتا ہے جسے رب تعالیٰ عزت دے نیز یہ کہ آپ

ﷺ کی قوت آباء واجداد، جدات مطہرات اور مال کی وجہ سے نہ تھی۔ بلکہ رب تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ ایک حکمت یہ بھی کارفرما تھی تا کہ آپ فقراء اور یتامی پر رحم کریں۔

مبارک حمل کی برکت

جب حضور سید مرسلاں ﷺ کی ولادت باسعادت کا وقت قریب آیا تو ایک آنے والا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے خواب میں آیا۔ انہیں کہا "جب ان کی ولادت مبارکہ ہو تو انہیں ہر حاسد کے شر سے خدائے یکتا کی پناہ میں دے دینا اور ان کا اسم گرامی محمد ﷺ (فداہ روحی وابی وامی) رکھنا۔

"السیرۃ الحلبیہ" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب حضور ﷺ کا مبارک حمل صدف شکم حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا میں جلوہ افروز ہوا تو اس رات قریش کے ہر جانور نے گفتگو کی"۔ ہر جانور نے کہا "رب کعبہ کی قسم! حضور ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے صدف بطن میں قرار پذیر ہو گئے ہیں۔ شاہان عالم میں سے ہر ہر بادشاہ کا تخت صبح کے وقت اوندھا پڑا تھا"۔ اس طرح کی روایت اپنی رائے سے بیان نہیں ہو سکتی۔ حمل مبارک کی ایک علامت وہ بھی ہے کہ وہ نور تاباں جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طلعت زیبا پر نظر آتا تھا وہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی طرف منتقل ہو گیا۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس رات کی صبح کو ساری دنیا کے بت اوندھے گر پڑے۔ آپ ﷺ کی ولادت کے وقت بھی اسی طرح ہوا۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہمیں اپنے بارے بتائیں"۔ حضور ﷺ نے فرمایا "میں اپنے باپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا، اپنے محترم بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور جب میں اپنی والدہ ماجدہ کے شکم مطہر میں رونق افروز ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ گویا کہ ان سے ایک نور نکلا ہے جس سے سرزمین شام میں بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے ہیں"۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ولادت مبارکہ کے وقت بھی ایسا ہی نور دیکھا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ جو نور حمل مبارک کے وقت دیکھا تھا وہ خواب میں تھا اور جو ولادت باعث ہزار سعادت کے وقت دیکھا تھا وہ عالم بیداری میں تھا۔ جس سال حضور فخر موجودات ﷺ کا حمل مبارک قرار پذیر ہوا اسے سنۃ الفتح والابتہاج کہا جاتا ہے۔ اس سے قبل قریش کو سخت قحط سالی اور تنگدستی کا سامنا تھا۔ اس حمل مبارک کے طفیل زمین سرسبز شاداب ہو گئی۔ درخت ثمرآور ہو گئے اور ابر کرم برسا۔ حضور ﷺ کی عزت وتکریم کرتے ہوئے رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس سال ساری خواتین کو فرزند عطا کیے جائیں۔

ولادت مبارکہ

حضور ﷺ مختون پیدا ہوئے۔ چشم مازاغ میں سرمہ لگا ہوا تھا۔ پاک صاف! جسم اقدس پر کوئی گندگی نہ تھی۔ ایک شاعر نے کیا عمدہ کہا ہے۔

وَ فِي الرَّسُوْلِ مَخْتُوْنٌ لَعَمْرُكَ خِلْقَةً　ثَمَانٌ　وَ　تِسْعٌ　طَيِّبُوْنَ　اَكَارِمُ

وَ هُمْ زَكَرِيَّا شِيْثُ اِدْرِيْسُ يُوْسُفُ وَ حِنْظِلَةُ عِيْسٰى وَ مُوْسٰى وَ آدَمُ

وَ نُوْحٌ شُعَيْبٌ سَامٌ لُوْطٌ وَ صَالِحٌ سُلَيْمَانُ يَحْيٰى هُوْد يٰسِيْن خَاتِمٌ

رسل عظام میں سے بہت سے انبیاء مختون پیدا ہوئے۔ وہ پاکیزہ فطرت اور کریم طبع پیدا ہی مختون ہوئے تھے وہ حضرات زکریا، شیث، ادریس، یوسف، حنظلہ، عیسیٰ، موسیٰ، آدم، نوح، شعیب، سام، لوط، صالح، سلیمان، یحییٰ، ہود، یاسین اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

دوسری روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد نے آپ کا ختنہ کرایا۔ ان دونوں روایات کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے۔ اہل عرب کی عادت کے مطابق حضرت عبدالمطلب نے آپ کے ختنے کی تکمیل کی۔ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ اپنی سبابہ انگلی مبارک سے اشارہ فرما رہے تھے۔ گویا کہ آپ اس کے ساتھ تسبیح خوانی کر رہے تھے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بطن اقدس سے باہر تشریف لائے میں نے آپ کی زیارت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ ریز تھے۔ دو مبارک انگلیاں اوپر اٹھا رکھی تھیں۔ گویا کہ آپ آہ و فغاں اور گریہ وزاری فرما رہے تھے"۔ دوسری روایت میں ہے "نگاہ مبارک آسمان کی طرف اٹھائی ہوئی تھی"۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے اپنی مٹھی کو مٹی سے بھر لیا۔ جب یہ بات بنو لہب کے ایک شخص کو معلوم ہوئی تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا "اگر یہ بات سچ ہے تو یہ مولود مبارک ساری زمین پر غالب آجائے گا"۔

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب میری والدہ ماجدہ نے مجھے جنم دیا تو انہوں نے ایک نور دیکھا جس سے ان کے لئے بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے۔ دوسری روایت میں ہے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی تو ان کے ساتھ ایک نور نکلا جس سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے۔ ان کے لئے شام کے محلات اور بازار روشن ہو گئے حتیٰ کہ انہوں نے بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں دیکھیں۔ جب سپہ سالار اعظم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت اقدس میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے عرض کی۔

اَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ وَ ضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو ساری زمین جگمگا اٹھی اور آپ کے نور مبارک سے آفاق روشن ہو گئے۔

فَنَحْنُ فِيْ ذَالِكَ الضِّيَاءِ وَ فِي النُّوْرِ سُبُلَ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

ہم اس روشن اجالے اور تاباں نور کی نورانیت میں ہدایت کی راہیں طے کر رہے ہیں۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدۂ ہمزیہ میں لکھا ہے۔

وَ تَرَاءَتْ قُصُوْرُ قَيْصَرَ بِالرُّوْمِ يَرَاهَا مَنْ دَارُهُ الْبَطْحَاءُ

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے روم میں قیصر کے محلات دیکھ لئے۔ انہوں نے یہ محلات بطحاء میں موجود گھر سے دیکھے تھے۔

"المواہب" میں ہے "وقت ولادت اس نور مبارک کے ظہور سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور لے کر آئیں

گے جس سے ساری زمین کے لوگوں کو دولت ہدایت نصیب ہوگی۔ اور شرک کی تاریکی کافور ہو جائے گی جیسے کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾ (المائدہ)

"بے شک لایا ہے تشریف تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک کتاب ظاہر کرنے والی۔ دکھاتا ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ انہیں جو پیروی کرتے ہیں ان کی خوشنودی کی سلامتی کی راہیں اور نکالتا ہے انہیں تاریکیوں سے اجالے کی طرف اپنی توفیق سے اور دکھاتا ہے انہیں راہ راست"۔ (جمال القرآن)

امام سہیلی نے روایت کیا ہے کہ جب صاحب جوامع الکلم نے گفتگو فرمائی تو یوں فرمایا "جَلَالُ رَبِّي الرَّفِيْعُ"۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے یوں تسبیح خوانی کی "اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا" حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں اس رات (فجر کے قریب) حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے کمرہ میں حاضر تھی۔ مجھے سارے کمرہ میں نور ہی نور نظر آیا۔ میں ستاروں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ مجھے قریب ہوتے ہوئے دکھائی دیے حتیٰ کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ ابھی مجھ پر گر پڑیں گے"۔

بعض مفسرین کرام نے کہا ہے کہ اس آیت طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے اس رات کی قسم اٹھائی جس میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

وَالضُّحٰى ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ﴿۲﴾ (الضحیٰ)

"قسم ہے روز روشن کی اور رات کی جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے"۔ (جمال القرآن)

بعض مفسرین نے کہا ہے اس سے مراد شب معراج کی قسم ہے۔

حضرت شفاء، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی امی جان نے فرمایا "جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بابرکت ہوئی تو آپ میرے ہاتھوں پر جلوہ افروز ہوئے"۔ میں نے آپ کو سنا۔ آپ یوں فرما رہے تھے "اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے" امام بوصیری نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

شَمَّتَتْهُ الْاَمْلَاكُ اِذْ وَضَعَتْهُ وَ شَفَتْنَا بِقَوْلِهَا الشِّفَاءُ

جب آپ کی ولادت مبارکہ ہوئی تو فرشتوں نے آپ کو چھینک کا جواب دیا اور حضرت شفاء نے اپنی بات سے ہمیں شفا دی۔

بعض علماء کرام نے لکھا ہے "شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھینک آئی آپ نے رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور ملائکہ نے آپ کو جواب دیا" اس روایت سے معلوم ہوتا ہے آپ نے ولادت کے وقت یوں فرمایا تھا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا" حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا وقت قریب آیا تو میں نے کچھ خواتین دیکھیں جو کھجور کی طرح لمبی لمبی تھیں۔ گویا کہ عبد مناف کی خواتین ہوں۔ میں نے آج تک اتنے تابندہ چہرے نہیں دیکھے تھے جتنے

روشن ان کے چہرے تھے۔ وہ مجھے دیکھ رہی تھیں۔ ان میں سے ایک خاتون آگے بڑھی۔ میں نے اس کے ساتھ ٹیک لگائی۔ مجھے درد نے آلیا۔ ان میں سے ایک خاتون آگے بڑھی۔ مجھے شربت پیش کیا جو دودھ سے زیادہ سفید اور برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا۔ وہ شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ اس نے کہا ''یہ نوش جان کر لو'' میں نے وہ شربت پی لیا۔ پھر اس نے میرے صدف شکم پر اپنا ہاتھ پھیرا اور کہا ''بسم اللہ! اللہ تعالیٰ کے حکم سے باہر رونق افروز ہوں''۔ ان بلند اقبال خواتین نے مجھے کہا ''ہم آسیہ زوجۂ فرعون، مریم بنت عمران ہیں اور یہ حور عین ہیں''۔

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے ''شاید یہ خواتین حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کی موجودگی سے پہلے تھیں'' شائد حضرت مریم اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی اس لئے تھی کیونکہ انہیں جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں آنے کا شرف نصیب ہوتا ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی ہمشیرہ حضرت کلثوم رضی اللہ عنہا کو بھی یہ شرف سرمدی نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان خواتین کو بچالیا تھا کہ کوئی ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا نہ کرسکا۔

روایت ہے کہ جب حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو فرعون کے پاس بھیجا گیا تو رب تعالیٰ نے فرعون کو اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ روک دیا۔ پھر وہ کبھی بھی ان سے حق زوجیت ادا نہ کرسکا وہ صرف ان کی زیارت کرتا تھا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''میں نے تین جھنڈے دیکھے۔ ایک جھنڈا مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا خانہ کعبہ کی چھت پر لگایا گیا تھا''۔ ولادت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیالہ رکھا گیا مگر وہ پیالہ خود بخود دو حصوں میں منقسم ہوگیا۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ جب ان کے ہاں رات کے وقت بچہ پیدا ہوتا تو وہ صبح تک اسے برتن کے نیچے رکھتے۔ وہ اسے نہ دیکھتے تھے حتیٰ کہ صبح ہوجاتی۔ جب آپ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کو پتھر کی ہنڈیوں کے نیچے رکھا گیا۔ وقت صبح انہوں نے دیکھا کہ وہ ہنڈیاں دو حصوں میں منقسم ہو چکی تھی۔ چشمان مقدس آسمان کی طرف تھیں۔ مبارک انگوٹھا چوس رہے تھے اس سے دودھ نکل رہا تھا۔

ولادت مبارکہ کے بعد آپ کے جدامجد حضرت عبدالمطلب کی طرف پیغام بھیجا گیا۔ وہ اس رات بیت اللہ الحرام کے طواف میں مصروف تھے۔ پیغام لانے والی نے کہا ''ابوالحارث! آپ کے ہاں ایک مولود پیدا ہوا ہے جن کے متعلق عجیب و غریب امور رونما ہوئے ہیں''۔ یہ سن کر حضرت عبدالمطلب گھبرا گئے۔ فرمایا ''کیا بچہ تندرست نہیں ہے؟ لونڈی نے کہا ''بچہ تندرست ہے لیکن وہ فوراً سجدہ ریز ہوگیا۔ پھر اس نے اپنا سر اور انگلی آسمان کی طرف اٹھائی'' حضرت عبدالمطلب نے اپنے من موہنے پوتے کی زیارت کی۔ انہیں لے کر آئے اور خانہ کعبہ کے اندر چلے گئے۔ رب تعالیٰ سے دعا کی پھر باہر نکل آئے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا ''جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اور ابلیس نے ستاروں کو گرتے ہوئے دیکھا تو اپنے لشکر سے کہا ''آج رات وہ ہستی پیدا ہوگئی ہے جو ہمارے امر کو فاسد کردے گا''۔ اس کے لشکر نے اسے کہا ''کاش! تو جائے اور اسے چھو کر بگاڑ دے''۔ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے ابلیس لعین کو ٹانگ مار کر عدن میں پھینک دیا''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شیاطین کو آسمانوں پر جانے کی اجازت تھی۔ انہیں روکا نہیں جاتا تھا وہ ان میں داخل ہو کر خبریں لے آتے تھے کہ عنقریب زمین پر یہ امور ظاہر ہوں گے پھر وہ کاہنوں کو بتا دیتے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تو انہیں تین آسمانوں سے روک دیا گیا۔ حضرت وہب کی روایت کے مطابق انہیں چار آسمانوں سے روک دیا گیا۔ جب آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو انہیں سارے آسمانوں سے روک دیا گیا۔ آسمانوں کو شہاب ثاقب سے محفوظ کر دیا گیا جو بھی اب چوری چھپکے سننے کی کوشش کرتا ہے اسے شہاب ثاقب مارا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے وقت اس شہاب باری میں تیزی آگئی۔

طلوع نجم احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علمائے یہود اور راہبوں نے اس رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خبر دے دی تھی۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میری عمر سات یا آٹھ سال تھی۔ جو دیکھتا یا سنتا تھا خوب ذہن نشین رہتا تھا۔ ایک صبح ایک یہودی بلند جگہ پر کھڑا ہو کر چلایا ''اے گروہ یہود! یہودی اس کے پاس جمع ہو گئے۔ میں سن رہا تھا''۔ یہودیوں نے اس سے پوچھا ''تمہیں کیا ہو گیا ہے؟'' اس نے کہا ''احمد مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ اسی کے ساتھ ان کی ولادت باسعادت ہو گئی ہے''۔ اس کی بعض قدیمی کتب میں اس ستارے کا طلوع ہونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی نشانی تھی۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے تورات میں پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت کے بارے بتا دیا تھا۔ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بتا دیا تھا کہ فلاں ستارہ جو تمہارے ہاں معروف ہے جس کا یہ نام ہے۔ جب وہ حرکت کرے اور اپنی جگہ سے چلنے لگے وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا وقت ہو گا۔ علمائے بنی اسرائیل نسل در نسل اس بات سے آگاہ تھے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ آپ اس شخص سے روایت کرتی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت وہاں موجود تھا۔ انہوں نے فرمایا ''ایک یہودی مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر تھا۔ جس رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم رنگ و بو میں جلوہ افروز ہوئے تو اس نے قریش کی محفل میں پوچھا ''کیا آج تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے''۔ قریش نے کہا ''بخدا! ہم نہیں جانتے''۔ یہودی نے کہا ''جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ اسے خوب ذہن نشین کر لو۔ آج رات اس آخری امت کے نبی پیدا ہو گئے ہیں۔ گروہ قریش! ان کا تعلق تم سے ہو گا ان کے کندھے پر نشان ہو گا جس میں لگاتار بال اگے ہوں گے یعنی خاتم النبوۃ''۔

یہودی کی یہ بات سن کر سارے اہل محفل تعجب کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اپنے اپنے گھر پہنچے ہر شخص نے اپنے اہل خانہ کو یہ بات بتائی۔ انہوں نے بتایا اس رات حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک فرزند تولد ہوا ہے جس کا نام نامی ''محمد'' (فداہ روحی وابی وامی) رکھا گیا ہے۔ وہ لوگ پھر اس یہودی کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا ''آج رات جو بچہ پیدا ہوا ہے، ہم اسے جان گئے ہیں''۔ یہودی نے کہا ''مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ تا کہ اس کی زیارت کر سکوں''۔ لوگ اسے حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے پاس لے گئے۔ انہوں نے ان سے کہا ''ہمیں ذرا اپنا نور نظر تو دکھانا'' انہوں نے آپ

علیہ الصلوۃ والسلام کی کمر مبارک سے کپڑا ہٹایا اس نے مہر نبوت دیکھی تو وہ بے ہوش کر گر پڑا۔ جب افاقہ ہوا تو اسے قریش نے پوچھا ''تجھے کیا ہوا تھا'' اس نے کہا ''بخدا! آج بنی اسرائیل سے نبوت ختم ہو گئی۔ اے معشر قریش خوش ہو جاؤ۔ اس مولود مبارک کی وجہ سے مشرق و مغرب میں تمہاری سلطنت کا ڈنکا بجے گا''۔

امام واقدی سے روایت ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک یہودی رہتا تھا جس کا نام یوسف تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ابھی قریش میں سے کسی کو بھی اس واقعہ کا علم نہ تھا اس یہودی نے کہا ''اے گروہ قریش! تمہاری طرف آج رات اس امت کا نبی پیدا ہو گیا ہے'' وہ قریش کی محافل میں گھومنے لگا۔ اسے کچھ علم نہیں ہو رہا تھا حتیٰ کہ وہ حضرت عبدالمطلب کی مجلس میں آیا۔ یہی سوال کیا۔ اسے بتایا گیا ''حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے'' اس نے کہا ''مجھے تورات کی قسم! وہ نبی ہے''۔

مرالظہر ان کے مقام پر اہل شام میں سے ایک راہب رہتا تھا۔ جس کا نام عیص تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے کثیر علم سے نوازا تھا۔ وہ اپنے گرجا میں ہی رہتا تھا۔ وہ مکہ مکرمہ جاتا۔ لوگوں سے ملاقات کرتا۔ انہیں بتاتا ''اہل مکہ! وقت آ گیا ہے کہ اب تم میں وہ مبارک بچہ پیدا ہو جس کے لئے سارے اہل عرب جھک جائیں گے۔ جو عجم کا مالک بن جائے گا جس نے ان کا زمانہ پا لیا اور ان کی اتباع کر لی تو اس نے بھلائی پا لی جس نے انہیں پا لیا مگر ان کی مخالفت کی تو وہ بھلائی نہ پا سکا''۔ مکہ مکرمہ میں جو بچہ بھی پیدا ہوتا وہ راہب اس کے متعلق پوچھتا۔ وہ کہتا ''ابھی تک وہ مبارک بچہ پیدا نہیں ہوا''۔ جس صبح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم شش جہات میں جلوہ گر ہوئے تو حضرت عبدالمطلب عیص کے پاس آئے۔ اس کے گرجا کے نیچے کھڑے ہو کر اسے آواز دی۔ اس نے پوچھا ''کون ہو؟'' انہوں نے فرمایا ''میں عبدالمطلب ہوں'' عیص نے کہا ''تم ہی اس مبارک بچے کے دادا ہو۔ آج وہ مبارک بچہ پیدا ہو گیا ہے جس کے بارے میں گفتگو کرتا تھا۔ آج رات ان کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ انہیں درد ہو گا۔ وہ تین روز تک دودھ نہیں نوش کر سکیں گے۔ پھر انہیں صحت نصیب ہو گی۔ اپنی زبان کی حفاظت کرو۔ میں نے جو کچھ بتایا ہے وہ کسی کو نہیں بتانا۔ اتنا حسد کسی اور سے نہیں کیا جائے گا جتنا ان پر کیا جائے گا۔ اتنی بغاوت کسی اور سے نہیں کی جائے گی جتنی ان سے کی جائے گی۔ حضرت عبدالمطلب نے پوچھا ''ان کی عمر کتنی ہو گی؟'' اس راہب نے کہا ''اگر ان کی عمر زیادہ طویل بھی ہوئی تو ستر سال سے زائد اس جہان فانی میں نہیں رہیں گے۔ وہ اس عشرہ کے کسی طاق سال میں وصال کر جائیں گے۔ ان کی امت کے اکثر لوگوں کی عمریں اتنی ہی ہوں گی''۔

بت اوندھے گر پڑے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت بت اوندھے گر پڑے تھے۔ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ حمل مبارک کے وقت بھی بت اوندھے گر پڑے تھے۔ حضرت عبدالمطلب سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں خانہ کعبہ میں تھا۔ میں نے بتوں کو دیکھا وہ اپنی اپنی جگہوں سے نیچے گر پڑے تھے۔ وہ سجدہ ریز ہو گئے تھے۔ میں نے کعبہ معظمہ کی دیوار سے کسی کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا ''وہ مصطفیٰ اور مختار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پیدا ہو گئے ہیں جن کے دست اقدس سے کفار ہلاک ہوں گے۔ وہ خانہ

کعبہ کو بتوں کی پوجا سے پاک کردیں گے۔ وہ ملک اور علام کی عبادت کا حکم دیں گے۔

"السیرۃ النبویہ" میں ہے کہ قریش کے بعض افراد جن میں ورقہ بن نوفل، زید بن عمرو اور عبید اللہ بن جحش بھی تھے۔ وہ ایک بت کے پاس جمع ہوتے تھے۔ جس رات حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی وہ اس شب اس کے پاس جمع تھے۔ انہوں نے اسے چہرے کے بل گرے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے اسے عجیب سمجھا۔ انہوں نے اسے پکڑا اور سیدھا کر دیا۔ وہ پھر اسی طرح گر پڑا۔ انہوں نے اسے سیدھا کیا تو وہ تیسری بار اسی طرح گر پڑا۔ انہوں نے کہا "یہ کسی عجیب امر کی وجہ سے گرا ہے" ان میں سے کسی نے ایسے اشعار کہے جن میں بت کی اس حرکت پر تعجب کیا گیا تھا اور اس سے اس کے متعلق پوچھا گیا تھا۔ انہوں نے بت کے پیٹ سے کسی کو بآواز بلند یوں کہتے ہوئے سنا۔

تُرِدِّیْ لِمَوْلُوْدٍ اَنَارَتْ بِنُوْرِہٖ جَمِیْعُ فِجَاجِ الْاَرْضِ بِالشَّرْقِ وَالْغَرْبِ

ہم اس بچے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے ہیں۔ جس کے نور مبارک سے زمین کے شرق و غرب کے سارے کنارے روشن ہوگئے۔

کعبہ معظمہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں جھومنے لگا۔ وہ لگا تار تین شب و روز تک پرسکون نہ ہوا۔ یہ پہلی علامت تھی جسے قریش نے حضور اکرم ﷺ کی ولادت کے وقت دیکھا تھا۔ ایوان کسریٰ میں اضطراب پیدا ہوا۔ اس میں دراڑیں پڑ گئیں حالانکہ یہ عمارت انتہائی مستحکم بنیادوں پر تعمیر کی گئی تھی۔ اس میں ہتھوڑوں سے بھی کوئی کام نہیں لیا گیا تھا۔ اس میں ایک آواز بلند ہوئی اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ یہ واقعہ اس وجہ سے رونما نہیں ہوا تھا کہ اس عمارت میں کوئی خلل تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ یہ میرے نبی مکرم ﷺ کی نبوت کی نشانی بن جائے جو سطح زمین پر برقرار رہے۔ روایت ہے جب ہارون الرشید نے ایوان کسریٰ کو گرانے کا ارادہ کیا تو اسے یحییٰ بن خالد برمکی نے کہا "امیر المؤمنین! اس عمارت کو نہ گرائیں یہ اسلام کی نشانی ہے" اس رات فارس کے آتش کدہ کی آگ بجھ گئی۔ حالانکہ اس کو جلانے والے خدام ہمہ وقت وہاں موجود رہتے تھے۔ فارس سے ایک شخص نے کسریٰ کو لکھا "اس رات آتش کدے بجھ گئے تھے حالانکہ اس سے پہلے ایک ہزار سال سے یہ آتش کدے مسلسل شعلہ زن تھے"۔ اس رات جب سید الانبیاء ﷺ اس کائنات میں جلوہ افروز ہوئے۔ بحیرہ ساوہ خشک ہوگیا اس کی وسعتوں کے باوجود اس کی کیفیت یہ تھی کہ اس میں پانی کا نشان تک نہ تھا۔ اس کے عامل نے کسریٰ کی طرف یہ بات بھی لکھی۔ امام بوصیری نے قصیدہ ہمزیہ میں اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وَ تَدَاعٰی اِیْوَانُ کِسْرٰی وَ لَوْلَا اٰیَۃٌ مِنْکَ مَا تَدَاعٰی الْبِنَاءُ

ایوان کسریٰ پھٹ گیا اگر آپ کا یہ معجزہ نہ ہوتا تو اس عمارت میں کبھی بھی شگاف پیدا نہ ہوتا۔

وَ غَدَا کُلُّ بَیْتِ نَارٍ وَ فِیْہِ کُرْبَۃٌ مِنْ خُمُوْدِھَا وَ بَلَاءٌ

مجوسیوں کے سارے گھروں میں آگ بجھ گئی اور آگ کا بجھنا ان کے لئے مصیبت اور تکلیف بن گیا۔

وَ عُیُوْنٌ لِلْفُرْسِ غَارَتْ فَھَلْ کَانَ لِنِیْرَانِھِمْ بِھَا اطْفَاءُ

اہل فارس کی آنکھیں پھٹ گئیں کہ کیا اس کی وجہ سے ان کی آگ بجھ سکتی ہے۔

کسریٰ کا خواب

قاضیٔ کبیر یا آگ کے خدام کے نگران اور رئیس الاحکام مؤبذان نے اپنے خواب میں دیکھا کہ سرکش اونٹ عربی گھوڑوں کو ہانکے جا رہے ہیں۔ انہوں نے دجلہ عبور کر لیا ہے اور شہروں میں بکھر گئے ہیں۔ ایوان کسریٰ کے لرزنے اور اس کے کنگرے گرنے سے کسریٰ بذات خود بڑا پریشان تھا۔ صبح کے وقت اس نے صبر کیا اور اس امر کی وجہ سے کسی بے قراری کا اظہار نہ کیا۔ پھر اس نے سوچا کہ وہ اپنے جری اور بہادر لوگوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں رکھ سکتا۔ اس نے سارے شجاع اور بہادر جمع کئے۔ اپنا تاج پہنا۔ اپنے تخت پر بیٹھا۔ پھر ان کی طرف پیغام بھیجا۔ جب وہ سارے اکٹھے ہو گئے تو ان سے پوچھا ''کیا تمہیں کچھ علم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے؟'' انہوں نے کہا ''نہیں! جب تک شاہ وقت خود نہ بتا دیں'' بادشاہ اسی حالت پر تھا کہ اسے ایک خط ملا۔ جس میں آتش کدہ کی آگ کے بجھ جانے کا علم تھا۔ اسے ایلیا کے بادشاہ کا بھی خط ملا۔ جس نے اس رات بحیرہ ساوہ کے خشک ہو جانے کے متعلق لکھا تھا۔ اسے شام کے بادشاہ کا بھی خط ملا۔ اس نے لکھا تھا کہ اس رات وادی ساوہ منقطع ہو گئی تھی۔ طبریہ کے بادشاہ کے خط نے تو اس پر غم کا پہاڑ گرا دیا۔ پھر بادشاہ نے ان بہادروں کو بتایا کہ اس نے کیا دیکھا تھا۔ ایوان کسریٰ کس طرح لرز اٹھا تھا۔ کس طرح اس کے کنگرے گرے تھے۔ مؤبذان نے کہا ''میں نے بھی اس رات یہ خواب دیکھا تھا'' پھر اس نے بھی وہ خواب بتا دیا۔ کسریٰ نے پوچھا ''مؤبذان! یہ سب کچھ کس لئے ہے؟'' اس نے کہا ''عرب میں کوئی واقعہ رونما ہوا ہے۔ آپ حیرہ کے عامل کی طرف پیغام بھیجیں۔ وہ اپنے علماء میں سے کسی شخص کو تمہارے پاس بھیج دے۔ انہیں ایسے واقعات کا علم ہوتا ہے''۔ اس وقت کسریٰ نے یہ خط لکھا۔

ملک الملوک کسریٰ سے نعمان بن منذر کی طرف!

امابعد! ''میری طرف کوئی عالم آدمی بھیجو۔ میں اس سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں''۔

اس نے کسریٰ کی طرف عبدالمسیح کو بھیجا۔ یہ عمر رسیدہ شخص تھا۔ اس کی عمر 150 سال تھی۔ جب یہ کسریٰ کے پاس پہنچا تو کسریٰ نے پوچھا ''کیا تجھے علم ہے کہ میں تم سے کیا پوچھنا چاہتا ہوں''۔ اس نے کہا ''بادشاہ جو چاہے پوچھ لے۔ اگر میں جانتا ہوا تو بادشاہ کو بتا دوں گا۔ ورنہ اس شخص کے متعلق بتاؤں گا جو اسے جانتا ہوگا''۔ کسریٰ نے اسے سارے واقعات بتائے۔ عبدالمسیح نے کہا ''ان کا علم میرے ماموں کے پاس ہے۔ جو شام کے بلند مقامات پر بسیرا رکھتا ہے۔ اس کا نام سطیح ہے''۔ سطیح اس وقت موت کے قریب تھا۔ اس وقت اس کی عمر تین سو سال کے لگ بھگ تھی۔ دوسرے قول کے مطابق سات سو سال تھی۔ وہ ایک پھینکا گیا جسم تھا اس کے اعضاء نہ تھے۔ وہ بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔ جب وہ ناراض ہوتا تھا تو پھونکیں مارتا تھا اور بیٹھ جاتا تھا۔ اس کا چہرہ اس کی گردن میں تھا۔ اس کا نہ سر تھا نہ گردن تھی۔ بعض نے لکھا ہے کہ اس کے سر کے علاوہ اور کوئی ہڈی نہ تھی۔ دوسری روایت کے مطابق اس کی نہ ہڈی تھی نہ پٹھے۔ سوائے کھوپڑی اور ہتھیلیوں کے۔ اس کی صرف زبان حرکت کرتی تھی۔ سطیح کی ایک چارپائی تھی۔ جب اسے کسی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا تو یوں ٹانگیں لپیٹ لیتا جس طرح کپڑا لپیٹا

جاتا ہے۔ اسے اس کی چارپائی پر رکھا جاتا اور جس جگہ لے جانا ہوتا اسے لے جایا جاتا۔ جب وہ کسی مخفی بات کے بارے گفتگو کرنے لگتا تو وہ اس طرح حرکت کرتا جس طرح دودھ سے بھرا ہوا مشکیزہ ہلایا جاتا ہے تاکہ اس کا مکھن نکل آئے وہ پھونکیں مارتا۔ اور جس چیز کے متعلق پوچھا جاتا اس کے متعلق بتانے لگتا۔ اس کا سر اتنا نرم تھا کہ جب اسے چھوا جاتا تو اس پر چھونے کے اثرات باقی رہتے۔

عبدالمسیح نے سطیح کو سلام کیا۔ اس سے گفتگو کی۔ سطیح نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ عبدالمسیح نے وہ مشہور اشعار پڑھے جن کی ابتداء اس مصرعہ سے ہوتی ہے۔

اَصَمُّ اَمْ یَسْمَعُ غِطْرِیْفُ الْیَمَنِ "کیا وہ بہرہ ہو گیا ہے یا صرف رئیس یمن کی بات سنتا ہے" جب سطیح نے عبدالمسیح کے یہ اشعار سنے تو اس نے سر اٹھایا اور کہا "عبدالمسیح تیز رفتار اونٹنی پر سطیح کے پاس آیا ہے۔ وہ اس وقت قریب الموت ہے۔ تمہیں شاہ ساسان نے بھیجا ہے کیونکہ ایوان کسریٰ لرز اٹھا ہے۔ آتش کدۂ فارس بجھ گیا ہے اور مؤبذان نے اسے بتایا ہے کہ تو ی اونٹ خالص عربی گھوڑوں کو دھکیل رہے ہیں۔ وہ دریائے دجلہ عبور کر چکے ہیں اور ملک فارس میں پھیل چکے ہیں۔ سطیح نے کہا: "اے عبدالمسیح! جب تلاوت عام اور ظاہر ہو گی۔ بحیرہ ساوہ خشک ہو جائے گا۔ صاحب عصا ظاہر ہو گا تو سمجھ لیجئے شام سطیح کا نہ ہو گا، ان گرنے والے کنگروں کی تعداد کے برابر ان کے بادشاہ ہوں گے"۔ جو واقعہ رونما ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا" پھر سطیح اسی لمحے مر گیا۔

امام طبری نے روایت کیا ہے کہ پرویز بن ہرمز کو خواب آیا۔ اسے کہا گیا "جو کچھ تمہارے پاس ہے اس صاحب عصا (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دے دو" وہ اس خواب کے بعد گھبرایا ہوا ہی رہا۔ حتیٰ کہ نعمان نے اسے لکھا کہ تہامہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ظہور ہو چکا ہے۔

سطیح مر گیا تو عبدالمسیح اس کے پاس سے اٹھا وہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

شَمِّرْ فَاِنَّكَ مَا حَيِيتَ الْعَزْمِ شِمِّيْرٌ ۔ وَ لَا يُفْزِعَنَّكَ تَفْرِيْقٌ وَ تَغْيِيْرٌ

وَالْخَيْرُ وَالشَّرُّ مَقْرُوْنَانِ فِي قَرَنٍ ۔ وَالْخَيْرُ مُتَّبَعٌ وَالشَّرُّ مَحْذُوْرٌ

عازم سفر ہو جا۔ بلاشبہ تو اپنے عزم کو کر گزرنے والا چست انسان ہے۔ یہ تفریق و تغییر تجھے روک نہ دے۔ خیر و شر ایک زمانہ میں باندھے گئے ہیں خیر کی اتباع کی جائے گی جبکہ شر کو رد کر دیا جائے گا۔

جب عبدالمسیح کسریٰ کے پاس آیا اور اسے بتایا کہ سطیح نے کیا کہا تھا۔ کسریٰ نے کہا "ابھی ہم میں چودہ بادشاہ ہوں گے" ان میں سے بعض حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور بعض حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بادشاہ بنے۔ ان کی بادشاہت کی مدت 3146 سال ہے۔

سابور ذوالاکتاف

بنو ساسان کے بادشاہوں میں ایک سابور ذوالاکتاف بھی تھا۔ یہ سرزمین عرب پر حملہ آور ہوتا۔ اور اہل عرب کے کندھے

اکھیڑ کر رکھ دیتا۔ جب یہ ظالم بادشاہ بنو تمیم کی زمین سے گزرا تو وہ اس کے خوف سے بھاگ گئے۔ وہ عمرو بن تمیم کو وہیں چھوڑ گئے۔ اس وقت اس کی عمر تین سو سال تھی۔ کبرسنی کی وجہ سے وہ چلنے پر قادر نہ تھا۔ اس کو ایک ٹوکری میں رکھ کر خیمہ کے اندر لٹکا دیا جاتا تھا۔ اس کو گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جب سابور نے اس کے ساتھ گفتگو کی تو اسے معلوم ہوا کہ وہ بوڑھا عمدہ رائے والا اور صاحب عقل و دانش تھا۔ اس نے کہا "اے شاہ ذیشان! تو عربوں کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہا ہے؟" سابور نے کہا "اس ظلم و ستم کی وجہ یہ ہے کہ یہ اہل عرب یہ گمان کرتے ہیں کہ آخری زمانہ میں ان میں سے ایک نبی مبعوث ہوں گے۔ پھر یہ ملک اہل عرب کے قبضہ میں چلا جائے گا" یہ سن کر اس بوڑھے تمیمی نے کہا "بادشاہوں کی بردباری اور عقل سلیم کہاں چلی گئی۔ اگر اہل عرب کا یہ قول جھوٹا ہے تو پھر تجھے کوئی اندیشہ نہیں۔ اگر ان کی یہ بات سچ ثابت ہوئی اگر اس وقت انہوں نے تجھے پابند سلاسل کر لیا اور تیرا ان پر کوئی احسان ہوا تو وہ تجھے ضرور اس کا بدلہ دیں گے۔ بلکہ اس اولاد کی وجہ سے وہ تیری اولاد کی بھی حفاظت کریں گے" سابور واپس چلا گیا اور اہل عرب سے تعرض نہ کیا۔

کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میرے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی علامت یہ تھی کہ میں نے آپ کو پنگھوڑے میں دیکھا آپ چاند کے ساتھ محو گفتگو تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مبارک انگلی سے اس کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ آپ جس طرف اشارہ فرماتے چاند ادھر ہی جھک جاتا تھا"۔ حضور سید العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اس سے مصروف گفتگو ہوتا وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا۔ وہ مجھے رونے سے روکتا تھا میں اس کی آواز اس وقت بھی سنتا تھا جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تھا"۔ فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھولا جھولاتے تھے۔

نام گرامی

یہ روایت پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا۔ کسی کہنے والی نے کہا "جب یہ عالم شش جہات میں آ جائیں تو ان کا نام نامی "محمد" (فداہ روحی وابی وامی) رکھنا" حضرت امام ابو جعفر محمد الباقر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی صدف شکم میں تھے تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو خواب میں کہا گیا "اس مبارک مولود کا نام "احمد" رکھیں"۔ ان دونوں خوابوں میں کوئی تضاد نہیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد کو یہ خواب بتایا۔ دوسرے قول کے مطابق ان پر یہ اسم گرامی الہام کیا گیا۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی مانع نہیں۔ جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی "محمد" علیہ الصلوٰۃ والسلام رکھا تو ان سے عرض کی گئی "اس مبارک بچے کا نام آپ نے "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کیوں رکھا۔ حالانکہ یہ نہ تو آپ کے آباء میں سے کسی کا نام ہے نہ ہی آپ کی قوم میں سے کسی کا نام ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں امید کرتا ہوں کہ آسمانوں اور زمین میں ان کی تعریف کی جائے گی"۔ رب تعالیٰ نے ان کی یہ بات سچ کر دکھائی۔

محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لوگوں میں یہ عمدہ عادت بن گئی ہے کہ جب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر خیر سنتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے لئے اٹھ جاتے ہیں۔ یہ قیام مستحسن ہے۔ کیونکہ اس میں حضور شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ہے اس امت مرحومہ کے بہت سے جید علماء کرام یہ عمل کرتے ہیں۔ امام حلبی نے "السیرۃ الحلبیہ" میں لکھا ہے "بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ان کے زمانہ کے بہت سے علماء کرام جمع ہوجاتے۔ وہ امام صرصری کی یہ نعت مبارکہ پڑھتے۔

قَلِیْلٌ لِمَدْحِ الْمُصْطَفٰی الْخَطُّ بِالذَّهَبِ عَلٰی وَرَقٍ مَنْ خَطَّ اَحْسَنَ مِنْ کُتُبِ

اس شخص کے کاغذ پر جو عمدہ کتابت کرتا ہے سونے کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف لکھنا بھی کم ہے۔

وَاَنْ تَنْهَضَ الْاَشْرَافُ عِنْدَ سِمَاعِهٖ قِیَامًا صُفُوْفًا اَوْ جِثِیًّا عَلَی الرُّكَبِ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف سن کر سرداروں کو صفوں میں کھڑا ہوجانا چاہئے یا گھٹنوں کے بل جھک جانا چاہئے۔

اس نعت پاک کے وقت امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ خود بھی قیام کرتے۔ حاضرین محفل بھی کھڑے ہوجاتے۔ اس محفل سے بہت زیادہ محبت حاصل ہوتی۔ یہ ایک مستحسن فعل ہے۔

حضرت علامہ امام ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ جو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں "ہمارے زمانے کی اچھی ایجادوں میں وہ افعال ہیں جو ہر سال میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر کئے جاتے ہیں۔ یعنی صدقات بھلائی کے کام خوشی اور زینت کا اظہار! اس میں فقراء پر احسان کرنے کے علاوہ اس بات کا شعور بھی ملتا ہے کہ میلاد منانے والے کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور تعظیم موجود ہے۔ وہ رب تعالیٰ کے اس احسان کا شکر یہ ادا کر رہا ہے جو اس نے رحمۃ للعالمین کو پیدا فرما کر ہم پر کیا ہے"۔

حضرت علامہ سخاوی فرماتے ہیں "قرون ثلاثہ کے بعد دنیا کے کونے کونے اور مختلف ممالک میں بسنے والے تمام اہل اسلام ہمیشہ سے ربیع الاول کے مہینہ میں میلاد کی یاد مناتے ہیں۔ اس موقعہ پر وہ سارے نیک کام کرتے ہیں جو نیکی، خوشی اور محبت کا مظہر ہوتے ہیں۔ وہ صدقات وخیرات کی تمام ممکنہ صورتیں بروئے کار لاتے ہیں، میلاد کے چرچے کرتے ہیں، جن کی برکات بہر حال ان پر ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاصیت یہ ہے یہ منانے والا پورا سال امان میں رہتا ہے۔ اس میں اسے جلد مقصد و مدعا حاصل ہونے کی بشارت حاصل ہوتی ہے۔ سب سے پہلے اسے شہنشاہ المظفر ابوسعید صاحب اربل نے منایا۔ حافظ ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کے لئے ایک تصنیف لطیف لکھی جس کا نام التنویر فی مولد البشیر النذیر رکھا۔ بادشاہ نے انہیں ایک ہزار دینار انعام دیا۔ یہ بادشاہ ربیع الاول میں محفل میلاد کراتا تھا۔ یہ بہت بڑی محفل ہوتی تھی جس میں لوگوں کا بہت اژدھام ہوتا تھا۔ یہ بادشاہ دانا، زیرک، عادل، مرد میدان اور جری تھا۔ اس نے 630ھ میں وفات پائی جبکہ اس نے شہر "عکہ" کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اس کا ظاہر اور باطن بہت پسندیدہ تھا۔

سبط ابن جوزی نے "مرآۃ الزمان" میں لکھا ہے "مجھے اس شخص نے بتایا جو اس بادشاہ کی ایک محفل میلاد میں حاضر ہوا تھا

کہ اس نے بھونی ہوئی بکریوں کے پانچ ہزار سر دس ہزار مرغیوں کے سر فیرنی کے ایک لاکھ سکورے اور حلوے کے تیس ہزار طشت دیکھے۔ محفل میلاد میں علماء اور صوفیاء بھی شرکت کرتے تھے۔ بادشاہ انہیں خلعتیں عطا کرتا تھا وہ محفل میلاد میں تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے میلاد النبی کو سنت مطہرہ سے ثابت کیا ہے۔ صحیحین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو یہودیوں کو پایا کہ وہ یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے عرض کی "اس روز فرعون غرق ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اس سے نجات پائی تھی۔ ہم شکر ادا کرنے کے لئے روزہ رکھتے ہیں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہم تم سے زیادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قریبی ہیں"۔

حضرت حافظ شمس الدین بن ناصر دمشقی نے لکھا ہے "یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا تھا تو سوموار کے روز اب بھی اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے" پھر انہوں نے یہ اشعار پڑھے

اِذَا كَانَ هٰذَا كَافِرًا جَاءَ ذَمُّهٗ وَ تَبَّتْ يَدَاهُ فِي الْجَحِيْمِ مُخَلَّدًا

جب ابولہب جیسا کافر جس کا دائمی ٹھکانہ جہنم ہے اور جس کی مذمت میں قرآن مجید کی سورۃ تَبَّتْ یَدَا نازل ہوئی۔

اَتٰى اَنَّهٗ فِي يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ دَائِمًا يُخَفَّفُ عَنْهُ بِالسُّرُوْرِ بِاَحْمَدَ

باوجود اس کے جب سوموار کا دن آتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ہمیشہ اس کے عذاب میں تخفیف کردی جاتی ہے۔

فَمَا الظَّنُّ بِالْعَبْدِ الَّذِيْ طُوْلُ عُمْرِهٖ بِاَحْمَدَ مَسْرُوْرًا وَ مَاتَ مُوَحِّدًا

کیا خیال ہے اس بندے کے بارے جس نے تمام عمر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں جشن منانے میں گزاری اور توحید کی حالت میں اسے موت آئی۔

رضاعت

حضرت حلیمہ سعدیہ مکہ مکرمہ میں

حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے قبل آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنا شیر مبارک پلایا۔ پھر ابولہب کی لونڈی ثویبہ اسلمیہ نے یہ سعادت سرمدی حاصل کی۔ اسی لونڈی کو ابولہب نے اس وقت آزاد کر دیا تھا جب اس نے اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خبر دی تھی۔ اس میں اختلاف ہے کہ کیا اس ثویبہ نے بعثت کو پایا اسلام قبول کیا یا نہیں۔

یہ اہل عرب کی عادت تھی کہ جب ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ اس کے لئے اپنے قبیلہ کے علاوہ دوسرے قبیلہ میں اسے دودھ پلانے والی عورت تلاش کرتے۔ تاکہ ایک تو ان کے بچے کی بہترین پرورش ہو سکے اور دوسرا وہ فصیح و بلیغ بن سکے۔

قبیلہ بنوسعد کی خواتین مکہ مکرمہ میں آئیں۔ ان میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ ساری خواتین نے بچے حاصل کر لئے تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا خود بیان فرماتی ہیں۔

''ہم میں سے ہر عورت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کیے گئے مگر جب اسے معلوم ہوتا کہ آپ یتیم ہیں تو وہ انکار کر دیتی''۔ جب ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لینے کا عزم کر لیا تو میں نے اپنے خاوند سے کہا ''بخدا! مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے کہ میں اپنی ساتھیوں میں شیر خوار بچہ لئے بغیر جاؤں۔ بخدا! میں اس بچے کے پاس جاتی ہوں اور اسے حاصل کر لیتی ہوں''۔ خاوند نے کہا ''کوئی حرج نہیں۔ وہی بچہ لے آؤ ممکن ہے رب تعالیٰ اسے ہمارے لئے بابرکت بنا دے'' میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل کر لیا''۔

دوسری روایت کے مطابق حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''حضرت عبدالمطلب نے میرا استقبال کیا۔ انہوں نے پوچھا ''تم کون ہو'' میں نے کہا ''بنوسعد میں سے ایک عورت'' انہوں نے پوچھا ''تمہارا نام کیا ہے؟'' میں نے کہا ''حلیمہ'' انہوں نے فرمایا ''واہ! واہ! سعد اور حلم! یہ دو ایسی خصلتیں ہیں جن میں زمانے بھر کی بھلائی اور ابدی عزت ہے''۔ حلیمہ! میرے پاس ایک یتیم بچہ ہے۔ میں نے اسے بنوسعد کی خواتین کو پیش کیا۔ انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا ''یتیم کے پاس کیا بھلائی ہو سکتی ہے ہم تو بچوں کے باپوں سے عزت و کرامت کی خواہاں ہوتی ہیں۔ کیا تم اس یتیم کو دودھ پلاؤ گی شاید کہ تمہیں اس کے ذریعے ابدی سعادت نصیب ہو جائے'' میں نے عرض کی ''کیا آپ مجھے اتنی اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنے شوہر سے مشاورت کر لوں'' انہوں نے فرمایا ''ضرور!'' میں اپنے خاوند کے پاس گئی۔ ساری بات بیان کی۔ رب تعالیٰ نے اس کے دل کو فرحت و انبساط کے ساتھ بھر دیا۔ اس نے کہا ''حلیمہ! وہ بچہ ضرور حاصل کرو'' میں حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہو گئی میں نے انہیں اپنا منتظر پایا۔ میں نے کہا ''وہ مبارک بچہ میرے پاس لے آئیں'' ان کا چہرہ مسرت و شادمانی سے کھل اٹھا۔ انہوں نے مجھے حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے کمرہ میں داخل کر دیا۔ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے مجھے خوش آمدید مرحبا کہا۔ مجھے اس کمرہ میں داخل کر دیا جس میں جان عالم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افروز تھے۔ وہ صوف کے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے جو دودھ سے زیادہ سفید تھا ان کے نیچے سبز ریشم تھا۔ آپ گدی کے بل اس پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشک اذفر کی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ حسن و جمال کی تجلیات اس قدر فزوں تھیں کہ میں نے جگانا مناسب نہ سمجھا۔ اپنا ہاتھ آپ کے سینہ پاک پر رکھ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبسم ریز ہوئے۔ چشمان مقدس کو کھولا۔ ان سے نور نکل کر آسمان کی رفعتوں میں داخل ہو گیا۔ میں یہ دلکش و دلربا منظر دیکھ رہی تھی۔ میں نے چشمان مقدس کے مابین بوسہ دیا۔ اور آپ کو اٹھا لیا۔ ابتداء میں آپ کو صرف اس لئے حاصل کیا کیونکہ مجھے اور کوئی بچہ ملا نہ تھا''۔ شرح زرقانی میں ہے کہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ کے حجرہ مقدسہ میں گئیں انہوں نے ہاتف غیبی کو یوں کہتے ہوئے سنا

اِنَّ ابْنَ آمِنَةَ الْاَمِيْنَ مُحَمَّدًا　خَيْرُ الْاَنَامِ وَ خِيْرَةُ الْاَخْيَارِ

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو امین ہیں سارے انسانوں سے بہترین اور سارے

پاکبازوں سے عمدہ ہیں۔

مَا اِنَّ لَهٗ غَيْرُ الحَلِيْمَةِ مُرْضِعٌ　نِعْمَ الاَمِيْنَةُ هِيَ عَلَى الاَبْرَارِ

ان کے لئے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور کوئی دایہ نہیں ہے وہ پاکباز پر بہترین امینہ ہیں۔

مَامُوْنَةٌ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ فَاحِشٍ　وَ نَقِيَّةُ الاَثْوَابِ وَالاَوْزَارِ

وہ ہر فحش عیب سے محفوظ ہیں۔ ان کے کپڑے اور ازار (تہہ بند) پاک ہیں۔

لَا تَسْلِمَنَّهٗ اِلٰى سِوَاهَا اَنَّهٗ　اَمْرٌ وَّ حُكْمٌ جَاءَ مِنْ جَبَّارٖ

آپ اسے حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور کے سپرد نہ کرو یہ وہ حکم اور امر ہے جو جبار کی طرف سے ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا دایاں پستان پیش کیا۔ آپ نے اس میں سے جی بھر کر دودھ نوش کیا۔ پھر میں نے بایاں پستان پیش کیا تو آپ نے انکار فرما دیا۔ بعد میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی کیفیت رہی"۔ علماء کرام نے فرمایا ہے "اللہ رب العزت نے آپ پر الہام فرمایا تھا کہ رضاعت میں آپ کا ایک اور شریک بھی ہے آپ نے عدل فرمایا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ایک پستان سے دودھ نہیں آتا تھا۔ انہوں نے اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہن مبارک میں رکھا تو وہ دودھ سے لبریز ہو گیا"۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "آپ کے رضاعی بھائی نے بھی آپ کے ہمراہ شیر نوش کیا۔ حتیٰ کہ وہ سیر ہو گیا۔ وہ سو گیا۔ ہم اس سے قبل اس کی بھوک کی وجہ سے رات بھر سو نہیں سکتے تھے۔ میرا خاوند اٹھ کر اپنی اونٹنی کی طرف گیا۔ تو اس کی کھیری دودھ سے بھری ہوئی تھی۔ اس نے اس کا دودھ نکالا۔ میں نے اور اس نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ وہ رات ہم نے بہترین انداز میں گزاری۔ وقت صبح میرے خاوند نے مجھے کہا "اللہ کی قسم! حلیمہ! ہمیں ایک مبارک بچہ ملا ہے" میں نے کہا "بخدا! مجھے بھی یہی امید ہے"۔ پھر ہم عازم سفر ہو گئے"۔

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "میں اپنی گدھی پر سوار ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اپنے ہمراہ سوار کر لیا۔ بخدا! وہ گدھی سارے کارواں سے آگے نکل گئی۔ ان کی سواریاں اس کا مقابلہ بھلا کب کر سکتیں تھیں۔ حتیٰ کہ میری ساتھی خواتین نے مجھے کہا "بنت ابی ذؤیب! ہم پر ذرا نرمی کرو۔ کیا یہ وہی گدھی نہیں جس پر تم آتی دفعہ سوار تھی۔ جو کسی لمحہ تمہیں بلند اور کسی لمحہ پست کر دیتی تھی"۔ میں نے انہیں کہا "ہاں! یہ وہی گدھی ہے" انہوں نے کہا "بخدا! اب تو اس کی شان نرالی ہے"۔ میں نے اپنی گدھی کو ہی بولتے سنا وہ کہہ رہی تھی "بخدا! میری شان بڑی نرالی ہے۔ میری شان کو رفعت وعظمت نصیب ہوئی ہے۔ مجھے رب تعالیٰ نے حیات نو عطا کی ہے۔ کمزوری کے بعد مجھے قوت عطا کی ہے۔ اے بنو سعد کی خواتین! تم پر افسوس! تم پر غفلت کے پردے پڑے رہے۔ تمہیں کچھ علم ہے کہ آج میری پشت پر کون سوار ہے؟ آج میری پشت پر خیر النبیین وسید المرسلین سوار ہیں۔ وہ اولین وآخرین سے بہترین ہیں وہ رب العالمین کے حبیب ہیں"۔

''السیرۃ الحلبیہ'' میں ہے کہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ سے جانے لگیں تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی اس گدھی نے کعبہ مقدسہ کی طرف منہ کر کے تین بار سجدہ کیا۔ آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا پھر آگے بڑھ گئی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''ہم بنو سعد کے گھروں تک پہنچے۔ بخدا! میں کسی زمین کو نہیں جانتی جو اس سے زیادہ قحط زدہ ہو۔ جب شام کو ہماری بکریاں گھر واپس آتیں تو ان کی کھیریاں دودھ سے لبریز ہوتی تھیں۔ ہم دودھ نکالتے اور سیر ہو کر پیتے''۔ دوسری روایت میں ہے ''دوسرے لوگوں کو اپنے جانوروں کی کھیریوں میں دودھ کا قطرہ بھی نصیب نہیں ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ وہاں کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہنے لگے ''اس جگہ بکریاں چرایا کرو۔ جہاں حلیمہ سعدیہ کی بکریاں چرتی ہیں''۔ ان لوگوں کی بکریاں بھوکی ہوتیں تھیں ان کی کھیریوں میں دودھ کا قطرہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ جبکہ ہماری بکریاں جب شام کو واپس آتیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوتے تھے۔ ان کی کھیریاں بھی دودھ سے لبریز ہوتی تھیں۔ ان خیر و برکات میں اضافہ ہوتا رہا حتیٰ کہ دو سال گزر گئے۔ میں نے دودھ چھڑایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح نشو و نما پا رہے تھے کہ کوئی اور بچہ اس طرح نشو و نما نہیں پا رہا تھا۔ دو سال میں ہی آپ قوی اور توانا بچوں کی طرح ہو گئے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک عمر دو ماہ ہوئی تو آپ ہر سمت لڑھک سکتے تھے۔ تین ماہ کی عمر مبارک میں اپنے قدموں پر کھڑا ہو سکتے تھے۔ چار ماہ کی عمر مبارک میں دیوار کو پکڑ کر چل سکتے تھے۔ پانچ ماہ کی عمر مبارک میں پوری طرح چل سکتے تھے۔ آٹھ ماہ کی عمر مبارک میں اس طرح گفتگو فرما سکتے تھے کہ سننے والا سمجھ جاتا تھا۔ نو ماہ کی عمر مبارک میں فصیح گفتگو فرما سکتے تھے۔ دس ماہ کی عمر مبارک میں بچوں کے ساتھ تیر اندازی کرتے تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری گود میں تھے۔ بکریاں ہمارے پاس سے گزریں۔ ان میں سے ایک بکری ہماری طرف آئی۔ اس نے آپ کو سجدہ کیا اور سر اقدس کا بوسہ لیا۔ پھر وہ دیگر بکریوں کے ساتھ جا کر مل گئی''۔ انہوں نے فرمایا ''ہر روز آفتاب کے نور کی طرح کا نور آپ پر اترتا تھا پھر وہ ختم ہو جاتا تھا''۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے رضاعت کے واقعات کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے۔

وَ بَدَتْ فِي رِضَاعِهِ مُعْجِزَاتٌ　لَيْسَ فِيهَا عَنِ الْعُيُونِ خَفَاءُ

آپ کی رضاعت مبارکہ میں بہت سے معجزات رونما ہوئے جن سے آنکھوں میں کوئی خفا نہیں ہے۔

إِذْ أَبَتْهُ لِيُتْمِهِ مُرْضِعَاتٌ　قُلْنَ مَا فِي الْيَتِيمِ عَنَّا غِنَاءُ

آپ کی یتیمی کی وجہ سے دایوں نے آپ کو لینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا ہمیں یتیم سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔

فَأَتَتْهُ مِنْ آلِ سَعْدٍ فَتَاةٌ　قَدْ أَبَتْهَا لِفَقْرِهَا الرُّضَعَاءُ

آل سعد میں سے ایک خاتون آئی اس کے فقر کی وجہ سے شیر خوار بچوں نے بھی اس کا انکار کر دیا تھا۔

أَرْضَعَتْهُ لِبَانَهَا فَسَقَتْهَا　وَ بَنِيهَا أَلْبَانَهُنَّ الشَّاءُ

بکریاں اسے اور اس کی اولاد کو اپنا دودھ پلاتی تھیں انہیں سیراب کرتی تھیں۔

اَصْبَحَتْ شُوَّلًا عِجَافًا وَ اَمْسَتْ مَا بِهَا شَائِلٌ وَلَا عَجْفَاءُ

وہ بکریاں بھی دودھ کے بغیر اور کمزور ہو گئیں۔ پھر ان کے پاس نہ تو دودھ کے بغیر اور نہ ہی کمزور بکری رہی۔

اَخْصَبَ الْعَيْشُ عِنْدَهَا بَعْدَ مَحْلٍ اِذَا غَدَا لِلنَّبِيِّ مِنْهَا غِذَاءُ

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا شیر مبارک نوش فرمایا تو ان کی زندگی میں شادابی لوٹ آئی۔

يَا لَهَا مِنَّةٌ لَقَدْ ضُوعِفَ الْاَجْرُ عَلَيْهَا مِنْ جِنْسِهَا وَالْجَزَاءُ

اے وہ عظیم خاتون جس کا احسان ہے۔ اس پر اجر واحسان کئی گناہ کر دیا گیا۔

وَاِذَا سَخَّرَ الْاِلٰهُ اُنَاسًا لِسَعِيْدٍ فَاِنَّهُمْ سُعَدَاءُ

جب اس سعادت مند ذات کے لئے رب تعالیٰ نے لوگوں کو مسخر فرمایا وہ سب سے زیادہ سعادت مند تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شیر مبارک چھڑایا گیا تو سب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلام فرمائی ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا'' جب اپنی والدہ ماجدہ کے صدف شکم سے باہر تشریف لائے اس وقت بھی اسی طرح تسبیح خوانی کی تھی۔ دوسری روایت کے مطابق آپ نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک رات یوں حمد سرائی کی ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قُدُّوْسًا قُدُّوْسًا نَامَتِ الْعُيُوْنُ وَالرَّحْمٰنُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی چیز کو بِسْمِ اللّٰهِ پڑھے بغیر مس نہ فرماتے تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ''جب آپ ہمارے گھر جلوہ افروز ہوئے تو بنو سعد کے ہر گھر سے مشک اذفر کی خوشبو آتی تھی۔ آپ کی محبت اور عقیدت لوگوں کے دلوں میں گھر کر گئی۔ اگر کسی کے جسم میں کوئی مرض لگ جاتا تو وہ آپ کا دست اقدس پکڑ کر اس جگہ لگا تا تو وہ فوراً رب تعالیٰ کے حکم سے شفاء یاب ہو جاتا۔ اگر کسی کی بکری یا اونٹ بیمار ہو جاتا اسے بھی آپ کے دست اقدس لگانے سے صحت نصیب ہو جاتی''۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ''دو سال بہت جلد گزر گئے۔ ہم آپ کو لے کر آپ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ہماری حد درجہ خواہش تھی کہ آپ ہمارے پاس ہی قیام فرما رہیں۔ ہم کو آپ سے بہت سی برکات حاصل ہو رہی تھیں۔ ہم نے اس خواہش کے متعلق آپ کی والدہ ماجدہ سے گفتگو کی۔ میں نے ان سے عرض کی ''کاش! آپ اس نور نظر کو ابھی میرے پاس ہی رہنے دیں تا کہ یہ زیادہ تنومند اور تندرست ہو جائیں''۔ ایک اور روایت میں ہے۔ ہم نے عرض کی ''ہم مزید ایک سال کے لئے انہیں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ کیونکہ مکہ مکرمہ میں وباء پھیلی ہوئی ہے''۔ ہم آپ رضی اللہ عنہا سے اصرار کرتے رہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنے لخت جگر کو کچھ عرصہ کے لئے دوبارہ ہمارے حوالے کر دیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ''میرے نور نظر کو لے کر فوراً واپس چلی جاؤ۔ مجھے مکہ کی وباء سے خوف آ رہا ہے''۔ ہم آپ کو واپس لے آئے۔

شق صدر

جب ہم آپ کو دوبارہ اپنے گھر لے آئے۔ ابھی دو یا تین ماہ ہی گزرے تھے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رضاعی بھائی

دوڑتا ہوا آیا۔ وہ مجھے اور میرے خاوند کو کہنے لگا "میرے اس قریشی بھائی کو دو آدمیوں نے پکڑ لیا ہے۔ انہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے ہیں۔ انہوں نے میرے کریم بھائی کو لٹایا ان کے پیٹ کو چاک کیا اور شکم مبارک میں اپنے ہاتھ داخل کر دیئے"۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "میں اور اس کا باپ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ کھڑے تھے۔ آپ کا رنگ متغیر تھا۔ یہ رنگ کا متغیر ہونا پیٹ مبارک کے چاک ہونے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ ملائکہ کو دیکھنے کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ آپ کا شکم مبارک درد کے بغیر چاک کیا گیا تھا۔ میں نے اور میرے خاوند نے آپ کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ ہم نے پوچھا "نور نظر! آپ کو کیا ہوا ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دو ایسے آدمی آئے جنہوں نے سفید لباس پہن رکھے تھے۔ "ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا" کیا یہ وہی ہیں؟" دوسرے نے کہا "ہاں" وہ دونوں جلدی جلدی میری طرف آئے۔ انہوں نے مجھے پکڑا۔ زمین پر لٹایا۔ میرے شکم کو چاک کیا اس میں انہوں نے کوئی چیز تلاش کی۔ پھر اس مطلوبہ چیز کو انہوں نے ڈھونڈ لیا۔ انہوں نے وہ چیز پکڑی اور اسے نکال کر باہر پھینک دیا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز تھی"۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "ہم آپ کو لے کر اپنے گھر آ گئے۔ میرے خاوند نے مجھے کہا "مجھے خوف ہے کہ اس بچے کو کوئی تکلیف ہوئی ہے۔ اس سے قبل کہ وہ تکلیف ظاہر ہو۔ اسے اس کی والدہ کے پاس واپس لوٹا آؤ۔ اور اس امانت سے سبکدوش ہو جاؤ"۔ دوسری روایت میں ہے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ میرے خاوند نے مجھے کہا "میں یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ تم انہیں ان کی والدہ ماجدہ کے پاس لے جاؤ۔ تاکہ وہ ان کا علاج وغیرہ کرائیں۔ اللہ کی قسم! انہیں جو تکلیف پہنچی ہے وہ فلاں کی اولاد کی طرف سے پہنچی ہے۔ کیونکہ اس یمن طالع کو دیکھ کر وہ حسد کرتے ہیں"۔ ہم آپ کو حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک چار سال یا پانچ سال یا دو سال اور کچھ ماہ تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بڑے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے آتے بچوں کو کھیل وکود میں مصروف دیکھتے۔ مگر آپ ہمیشہ کھیل اور کود سے کنارہ کش رہتے۔ ایک دن آپ نے مجھے فرمایا "امی جان! میں اپنے بہن بھائیوں کو دن کے وقت نہیں دیکھتا۔ آپ کے ایک رضاعی بھائی اور دو رضاعی بہنیں تھیں۔ (ان کے نام عبداللہ، انیسہ اور شیماء تھے) حضرت حلیمہ سعدیہ نے کہا "میری جان آپ پر نثار! وہ سارا دن ہماری بھیڑیں چراتے ہیں۔ شام کو گھر واپس آ جاتے ہیں"۔ آپ نے فرمایا "مجھے بھی ان کے ساتھ بھیجا کریں" حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم صبح خوشی کے ساتھ ان کے ساتھ جاتے۔ شام شاداں اور فرحاں واپس آ جاتے۔ ایک دن آپ اپنی بہنوں اور بھائی کے ساتھ بھیڑیں چروانے گئے۔ دوپہر کے وقت آپ کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا آیا۔ اس کے چہرے سے پسینے کے قطرات بہہ رہے تھے۔ اس نے کہا "امی جان! ابو جان! میرے بھائی محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ڈھونڈو۔ جب تم انہیں تلاش کر لو گے تو وہ یقیناً عالم بالا کو کوچ کر چکے ہوں گے"۔ میں نے پوچھا "کیا معاملہ ہے؟" اس نے کہا "ہم وہاں کھڑے تھے اچانک ایک شخص آیا۔ اس نے ہمارے وسط سے ہمارے بھائی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اٹھایا اور پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ ہم آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک کو ناف تک شق کیا۔ اس کے بعد

مجھے معلوم نہیں کہ ان کے ساتھ کیا کیا گیا"۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا "پھر میں اور میرا خاوند دوڑتے دوڑتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ پہاڑ کی چوٹی پر تشریف فرما ہیں۔ آپ آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ آپ مسکرا رہے ہیں۔ میں آپ پر جھکی۔ چشمان اقدس کے مابین بوسہ دیا۔ میں نے عرض کی "میری جان آپ پر نثار! کس چیز نے آپ کو خوفزدہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "امی جان! میں بالکل خیریت سے ہوں۔ میں کھڑا تھا میرے پاس تین آدمی آئے۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت تھا۔ انہوں نے مجھے پکڑا اور پہاڑ کی چوٹی پر لے آئے۔ ان کی کوشش بڑی تعجب خیز تھی۔ انہوں نے مجھے زمین پر لٹایا میرے پیٹ کو ناف تک شق کیا میں ان کی طرف دیکھتا رہا مجھے نہ تکلیف محسوس ہوئی نہ درد......"

ایک اور روایت میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس لائیں تو آپ مکہ مکرمہ کی وادیوں میں گم ہو گئے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "میں اس رات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آئی۔ لیکن جب میں وادی مکہ میں آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گم ہو گئے۔ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتی تھی کہ آپ کہاں ہیں؟ حضرت عبدالمطلب کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ ان کا بیٹا انہیں لوٹا دے۔ اس وقت انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

يَا رَبِّ رُدَّ وَلَدِي مُحَمَّدًا اُرْدُدْهُ رَبِّي وَاصْطَنِعْ عِنْدِي يَدًا

اے میرے مولا! میرے نور نظر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس کر دے۔ پروردگار! انہیں واپس لوٹا کر مجھ پر احسان کر"۔

آسمان سے صدائے غیبی آئی "اے لوگو! نہ چلاؤ۔ بلاشبہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بھی ایک پروردگار ہے۔ وہ انہیں نہ رسوا کرے گا نہ ضائع"۔ حضرت عبدالمطلب نے پوچھا "وہ کہاں ہوں گے؟ صدا آئی "وہ وادی تہامہ میں دائیں طرف درخت کے پاس ہیں"۔ حضرت عبدالمطلب اس جانب تشریف لے گئے۔ ان کے پیچھے پیچھے ورقہ بن نوفل بھی تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک درخت کے نیچے دیکھا۔ آپ درخت کی شاخ کو کھینچ رہے تھے۔ آپ کے جدامجد نے پوچھا "آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا "میں (جان عالم) محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں"۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا "میں آپ کا دادا ہوں۔ میری جان آپ پر فدا! انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آغوش میں لے لیا اور زار زار رونے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھوڑے کے آگے سوار کیا اور مکہ لے آئے۔ حضرت عبدالمطلب نے اس خوشی میں بکریوں اور بھیڑوں کو ذبح کیا۔ بعض مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پاک

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ (الضحیٰ)

"اور آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزل مقصود تک پہنچا دیا"۔ (جمال القرآن)

کو اسی واقعہ پر محمول کیا ہے۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح کا واقعہ دو دفعہ پیش آیا۔ آپ دوسری بار بھی گم ہو گئے ایک آدمی (ابوجہل) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا۔ اس نے آپ کو اونٹ پر اپنے آگے سوار کیا اور آپ کے جدامجد کے پاس لے آیا۔ اس شخص نے حضرت عبدالمطلب سے کہا "کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے بیٹے کے ساتھ

کیا واقعہ پیش آیا؟'' حضرت عبدالمطلب کے استفسار پر اس شخص نے کہا ''جب میں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پیچھے سوار کیا تو اونٹنی نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ جب میں نے آپ کو اپنے آگے سوار کیا تو وہ اونٹنی فوراً اٹھ کھڑی ہوئی''۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''جب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر مکہ مکرمہ میں ان کی امی جان کے پاس آئی تو حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے مجھے پوچھا ''حلیمہ! تو میرے لخت جگر کو اتنی جلدی کیوں واپس لے آئی ہے۔ جبکہ تو انہیں اپنے ساتھ لے جانے پر بڑی حریص تھی۔ تو تو انہیں اپنے پاس زیادہ سے زیادہ مدت رکھنا چاہتی تھی''۔ حضرت حلیمہ سعدیہ نے عرض کی ''اللہ تعالیٰ نے مدت مقررہ کو پورا کر دیا۔ میرے ذمہ جو حق تھا میں نے اسے ادا کر دیا ہے۔ اب مجھے مختلف خدشات کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اب میں اس امانت کو واپس کرنے آئی ہوں۔ آپ بھی حقیقت میں یہی پسند کرتی ہیں''۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''سچ سچ بتاؤ تمہارے ساتھ کیا مسئلہ پیش آیا ہے'' وہ مجھ سے برابر اصرار کرتی رہیں حتیٰ کہ میں نے انہیں ساری صورتحال بتا دی۔ انہوں نے فرمایا ''کیا تمہیں میرے نور نظر کے بارے شیطان کا خوف ہے؟ میں نے کہا ''ہاں!'' انہوں نے فرمایا ''ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم! شیطان ان کے قریب بھی نہیں بھٹک سکتا''۔ میرے اس بچے کی شان نرالی ہے، حلیمہ! کیا میں اپنے بچے کے بارے کچھ بتاؤں؟ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی ''ضرور بتائیں'' حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے صدف بطن میں جلوہ افروز ہوئے تو میرے اندر سے ایک نور خارج ہوا۔ جس کے اجالے میں مجھے شام کے محلات نظر آئے۔ جب مجھے حمل قرار پایا تو عام عورتوں کی طرح مجھے اس کا کچھ بوجھ محسوس نہ ہوا۔ نہ ہی کسی اور تکلیف کا احساس ہوا۔ وقت ولادت انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے ہوئے تھے۔ سر اقدس آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا۔ اب انہیں میرے پاس ہی رہنے دو۔ میں خود ان کی خبر گیری کروں گی''۔

علامات نبوت

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''میرے پاس سے یہودیوں کی ایک جماعت کا گزر ہوا۔ میں نے ان سے کہا ''کیا میں تمہیں اس بیٹے کی نرالی شان کے بارے نہ بتاؤں''۔ اس کی والدہ ماجدہ کو حمل مبارک کیسے قرار پایا۔ ان کی ولادت مبارکہ کس شان سے ہوئی؟ ان کی والدہ ماجدہ نے ان کی ولادت باسعادت کے وقت کس طرح کے عجیب مناظر دیکھے۔ میں نے وہ تمام باتیں ان یہودیوں کو سنا دیں جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ سے سنی تھیں اور جنہیں میں نے خود اپنی نگاہ سے دیکھا تھا۔ وہ یہودی ایک دوسرے سے کہنے لگے ''اس بچے کو قتل کر دو'' پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا ''کیا یہ یتیم ہے؟ میں نے کہا ''نہیں! میں اس کی ماں اور یہ اس کے باپ ہیں''۔ انہوں نے کہا ''اگر یہ یتیم ہوتا تو اسے ضرور قتل کر دیتے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک مذکورہ بالا ساری علامات نبوت کی نشانیاں ہیں''۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بازار عکاظ لے گئی۔ ایک کاہن نے وہاں آپ کی زیارت کی۔ اس نے باآواز بلند صدا لگائی ''اے اہل عکاظ! اس بچے کو قتل کر دو۔ اس کے لئے ایک عظیم الشان مملکت ہوگی''۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی وقت لے آئی تو رب تعالیٰ نے آپ کو نجات عطا کی''۔

"الوفا" میں سید سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "جب عکاظ کا میلہ لگا تو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عراف (قیافہ شناس) کے پاس لے گئیں اس کا تعلق بنو ہذیل کے ساتھ تھا۔ لوگ اسے اپنے بچے دکھا رہے تھے۔ جب اس نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس کی طرف دیکھا تو وہ چیخ کر کہنے لگا "اے قبیلۂ ہذیل! اے قوم قریش! اس کی یہ چیخ و پکار سن کر لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اس تیرہ بخت عراف نے کہا "اس بچے کو قتل کر دو" حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا وہاں سے خاموشی کے ساتھ آپ کو لے کر نکل آئیں۔ لوگوں نے پوچھا "وہ کون سا بچہ ہے جسے تہ تیغ کرنا ہے؟" عراف نے کہا "یہ بچہ ہے" لیکن انہوں نے وہاں کسی بچے کو نہ دیکھا۔ لوگوں نے پوچھا "وہ بچہ کہاں ہے؟" اس نے کہا "میں نے ابھی جو بچہ دیکھا ہے"۔ میں نے اس میں ایسی علامات کو دیکھا ہے جن کی وجہ سے وہ تمہارے دین کے لوگوں کو ضرور قتل کرے گا وہ تمہارے معبودان باطلہ کو ضرور لخت لخت کرے گا۔ اس کا تم پر ضرور غلبہ ہوگا"۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت تلاش کیا مگر وہ آپ کو ڈھونڈ نہ سکے"۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "اس کے بعد میں آپ کو ذوالمجاز (یہ دور جاہلیت کا ایک بازار تھا۔ اور عرفات سے ایک فرسخ دور تھا) کے میلہ میں لے آئی۔ اس میلہ میں ایک نجومی تھا۔ لوگ اسے اپنے بچے دکھاتے تھے۔ جب اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ مہر نبوت کو دیکھا۔ چشمان مقدس کی سرخی دیکھی تو وہ چیخ اٹھا "اے اہل عرب! اس بچے کو قتل کر دو۔ یہ تمہارے ہم مذہبوں کو قتل کر دے گا۔ یہ تمہارے بتوں کو پاش پاش کر دے گا۔ اس کا معاملہ تم پر غالب ہو کر رہے گا۔ یہ صرف آسمان سے ایک حکم کا منتظر ہے" اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غصے کا اظہار کیا تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اس کی عقل زائل ہو گئی اور وہ مر گیا۔

سیرت شامیہ میں ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس آ رہی تھیں اس وقت حبشہ کے کچھ عیسائیوں نے آپ کو دیکھا انہوں نے آپ کو چومنا شروع کر دیا۔ جب انہوں نے آپ کے کندھوں کے مابین مہر نبوت دیکھی اور آپ کی چشمان مقدس میں سرخی دیکھی تو انہوں نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا "کیا اس بچے کی آنکھوں میں کچھ تکلیف ہے؟ انہوں نے فرمایا "ان کی چشمان مقدس میں کوئی تکلیف نہیں۔ یہ سرخی ہمیشہ ان کی آنکھوں میں رہتی ہے"۔ انہوں نے کہا "ہم اس کے معاملہ سے آشنا ہیں" لیکن حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا۔ وہ آپ کو لے کر حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس مکہ مکرمہ میں آ گئیں۔

شق صدر کی ایک اور روایت

شق صدر کے متعلق بہت سی روایات منقول ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہم اسی حالت پر تھے کہ سارا قبیلہ وہیں آ گیا۔ میری رضاعی امی سارے قبیلے کے آگے آگے تھیں۔ وہ باآواز بلند پکار رہی تھیں۔ ہائے کمزور! وہ ملائکہ مجھ پر جھکے انہوں نے مجھے اپنے سینوں کے ساتھ لگایا۔ انہوں نے میرے سر کو اور میری آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا "تم کتنے عمدہ ہو" پھر میری رضاعی امی جان نے کہا "ہائے اکلوتے! وہ ملائکہ پھر مجھ پر جھکے۔ مجھے اپنے سینوں کے ساتھ لگایا۔ میرے سر اور آنکھوں کے مابین بوسہ دیا اور کہا "تم کتنے اچھے اکلوتے ہو! آپ تنہا نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور اہل زمین میں سے مومنین آپ کے ساتھ ہیں"۔ پھر میری رضاعی امی جان نے کہا "ہائے یتیم! تم اپنے ساتھیوں میں کمزور تھے۔

اسی لئے تمہیں قتل کر دیا گیا" وہ ملائکہ مجھ پر جھکے۔ انہوں نے مجھے اپنے سینوں کے ساتھ ملایا میرے سر اور آنکھوں کے مابین بوسہ دیا اور کہا "آپ کتنے اچھے یتیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں آپ کی کتنی عزت و توقیر ہے۔ اگر آپ کو علم ہوتا کہ رب تعالیٰ کس بھلائی کا آپ کے ساتھ ارادہ کئے ہوئے ہے تو آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں"۔ قبیلہ کے لوگ وادی کے کنارے تک پہنچ چکے تھے۔ جب میری رضاعی امی جان نے مجھے دیکھا تو کہا "اس کے بعد میں آپ کو زندہ ہی دیکھوں گی"۔ وہ آئیں مجھ پر جھک گئیں۔ مجھے اپنے سینہ سے لگا لیا۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ میں رضاعی امی جان کی گود میں تھا انہوں نے مجھے اپنے ساتھ لگا رکھا تھا۔ جبکہ میرا ہاتھ ملائکہ کے ہاتھوں میں تھا۔ مگر لوگ انہیں نہیں دیکھ رہے تھے۔ بعض لوگ کہنے لگے "اس بچے کو جنون لاحق ہو گیا ہے۔ اسے کاہن کے پاس لے جاؤ تا کہ وہ اسے دیکھے اور اس کا علاج کرے"۔ میں نے کہا "مجھے کوئی جنون لاحق نہیں ہے میرے اعضاء سلامت ہیں۔ میرا دل صحیح ہے۔ مجھے کوئی بیماری نہیں ہے" میرے رضاعی باپ نے کہا "کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ اس کی گفتگو صحیح ہے۔ مجھے امید ہے کہ میرے بچے کو کوئی تکلیف نہیں ہے"۔ انہوں نے اتفاق کر لیا کہ وہ مجھے کاہن کے پاس ضرور لے کر جائیں گے۔ جب وہ کاہن کے پاس گئے اور ساری داستان بیان کی تو اس نے کہا "تم خاموش ہو جاؤ۔ میں اس بچے سے یہ واقعہ سنوں گا۔ وہ اپنے معاملہ کو تم سے زیادہ جانتا ہے" اس نے مجھ سے پوچھا۔ میں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ سننے کے بعد وہ مجھ پر جھپٹا۔ مجھے اپنے سینے سے لگا لیا۔ پھر بلند آواز سے بولا "اے اہل عرب! اے اہل عرب! اس شر کی وجہ سے جو قریب آ گیا ہے اس بچے کو قتل کر دو۔ لات و عزی کی قسم! اگر تم نے اسے چھوڑ دیا اور یہ جوان ہو گیا تو یہ تمہارا دین بدل ڈالے گا۔ تمہیں اور تمہارے آباء کو احمق کہے گا۔ یہ تمہارے امر کی مخالفت کرے گا۔ یہ ایسا دین لے کر آئے گا جس کے بارے تم نے سن بھی نہیں رکھا ہو گا"۔ میری رضاعی امی جان نے مجھے تیزی سے اس کی گود سے نکال لیا۔ انہوں نے کہا "میرے اس بچے کو کوئی جنون نہیں۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ کاہن اس طرح کرے گا تو میں آپ کو اس کے پاس نہ لے کر آتی۔ میں انہیں بخیر و عافیت ان کے اہل خانہ کے سپرد کروں گی"۔ پھر میں ملائکہ کی وجہ سے گھبرا گیا۔ میرے سینے سے لے کر ناف تک اس شق کا اثر باقی رہا"۔ شائد یہ اثرات اس لئے باقی رہے تا کہ وجود شق پر دلالت ہوتی رہے۔ امام بوصیری نے کیا خوب فرمایا ہے۔

وَاَتَتْ جَدَّهٗ وَ قَدْ فَصَلَتْهُ وَ بِهَا مِنْ فِصَالِهِ الْبُرَحَاءُ

انہوں نے آپ کا دودھ چھڑایا اور آپ کو جد امجد کے پاس لے آئیں انہیں دودھ چھڑانے سے شدید اذیت برداشت کرنا پڑی۔

اِذَا اَحَاطَتْ بِهٖ مَلَآئِكَةُ اللّٰهِ فَظَنَّتْ بِاَنَّهُمْ قُرَنَاءُ

جب فرشتوں نے آپ کا گھیراؤ کر لیا اور حضرت حلیمہ نے سمجھا کہ وہ شیاطین تھے۔

وَرَاٰى وَجْدَهَا بِهٖ وَ مِنَ الْوَجْدِ لَهِيْبٌ تُصْلٰى بِهِ الْاَحْشَاءُ

انہوں نے ان کی آپ کے ساتھ محبت ملاحظہ کر لی اور محبت کی وجہ سے ایک شعلہ تھا جس سے سینہ جل رہا تھا۔

فَارَقَتْهُ كُرْهًا وَكَانَ لَدَيْهَا ثَاوِيًا لَا يُمَلُّ مِنْهُ الثَّوَاءُ

انہوں نے مجبوراً آپ کو جدا کر دیا حالانکہ آپ ان کے پاس ہی تشریف فرما تھے۔ آپ کی تشریف فرما ہونے سے انہیں کوئی ملال نہ تھا۔

شُقَّ عَنْ قَلْبِهِ وَأُخْرِجَ مِنْهُ مُضْغَةٌ عِنْدَ غَسْلِهِ سَوْدَاءُ

آپ کا قلب انور شق کیا گیا اور اسے دھوتے وقت گوشت کا سیاہ ٹکڑا باہر نکال دیا گیا۔

خَتَمَتْهُ يُمْنَى الْأَمِيْنِ وَقَدْ أُودِعَ مَا لَمْ يُذَعْ لَهُ أَنْبَاءُ

حضرت جبرائیل امین کے دائیں دست اقدس نے مہر لگا دی اور انہیں وہ کچھ عطا کیا گیا جس کی کسی کو خبر نہ ہو سکی۔

صَانَ أَسْرَارَهُ الْخِتَامُ فَلَا الْفَضُّ مُسِلِمٌ بِهِ وَلَا الْإِفْضَاءُ

اس مہر نے آپ کے رازوں کو محفوظ کر دیا نہ ہی وہ مہر ٹوٹ سکتی تھی اور نہ ہی یہ خبر پھیل سکتی تھی۔

شق صدر کتنی بار ہوا؟

حضور امام الانبیاء ﷺ کا شق صدر کئی بار ہوا۔ پہلی بار حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ہوا۔ تاکہ آپ اکمل حالات اور اتم صفات پر پروان چڑھ سکیں۔ دوسری بار شق صدر ہوا تو اس وقت عمر مبارک دس یا بارہ سال تھی۔ مسند امام احمد میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ آپ نے نبوت کے امر میں سے سب سے پہلے کس چیز کا مشاہدہ کیا؟ حضور سید کائنات ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا "تم نے یہ سوال کیا ہے۔ میں صحراء میں تھا۔ میری عمر بیس سال اور کچھ ماہ تھی۔ اچانک میں نے اپنے اوپر آواز سنی ایک شخص کہہ رہا تھا" کیا یہ وہی ہیں؟" میں نے ایسے خوبصورت چہرے دیکھے کہ اس سے پہلے اتنے حسین چہرے نہیں دیکھے تھے۔ اتنے سفید کپڑے دیکھے کہ ان سے قبل اتنے سفید کپڑے نہیں دیکھے تھے۔ وہ چلتے ہوئے میرے پاس آئے۔ ان میں سے ہر ایک نے میرا ایک ایک بازو پکڑ لیا لیکن مجھے لمس محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا "انہیں لٹا دو" انہوں نے مجھے مشقت کے بغیر نیچے لٹا دیا ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا" ان کا سینہ اقدس شق کرو" انہوں نے میرا سینہ چاک کیا۔ مجھے نہ خون نظر آیا نہ درد محسوس ہوا۔ اس نے اسے کہا "اس میں سے کینہ اور حسد نکال دو" اس نے لوتھڑے کی مانند کوئی چیز باہر نکال دی۔ اسے پھینک دیا۔ پھر اس نے کہا" اس میں رأفت و رحمت بھر دو"۔ اس نے چاندی نما کوئی چیز داخل کر دی۔ پھر میری دائیں پاؤں کی انگلی پر مارا اور کہا "انھیں اپنے رب کے حضور سر تسلیم خم کریں"۔ میں واپس آ گیا۔ میں چھوٹے پر شفقت اور بڑے پر رحم کرتا تھا"۔

صحیح یہ ہے کہ اس وقت آپ کی عمر مبارک دس سال تھی۔ بیس سال کی عمر کا قول راویوں کی لغزش ہے۔ تیسری بار ابتدائے وحی میں سینہ اقدس شق ہوا۔ جبکہ چوتھی بار معراج کے وقت سینہ اقدس چاک کیا گیا۔ جب دوسری بار سینہ اقدس چاک کیا گیا اس وقت عمر مبارک دس سال تھی۔

"السیرۃ الشامیۃ" میں ہے "یہ مکلف بنانے کی عمر کے قریب تر عمر ہوتی ہے۔ آپ کا سینۂ اقدس شق کیا گیا اور اسے پاک کیا گیا تاکہ آپ ان اشیاء میں سے کسی چیز میں مشغول نہ ہوں جس کی وجہ سے عیب لگایا جاتا ہے"۔ تیسری بار شق صدر کے متعلق امام ابن حجر لکھتے ہیں "اس میں زیادہ کرامت کی حکمت ہے۔ تاکہ آپ قوی قلب کے ساتھ وہ حاصل کرلیں جو کچھ وحی کیا جائے۔ چوتھی بار شق صدر میں حکمت بھی عزت و اکرام میں زیادتی مقصود تھا۔ تاکہ آپ حریم قدس میں اچھی طرح مناجات کرسکیں۔

بادل سایہ فگن

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے واپس لے کر آئیں تو وہ آپ کو کسی ایسی جگہ نہ جانے دیتیں جو دور ہوتی۔ ایک دن وقت دوپہر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلیں۔ آپ کو آپ کی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ پایا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوری دیتی ہوئی کہتی تھیں۔

هٰذَا اَخٌ لِّیْ لَمْ تَلِدْهُ اُمِّیْ　وَ لَیْسَ مِنْ نَسْلِ اَبِیْ وَ عَمِّیْ
فَاَنْمِهِ اللّٰهُمَّ فِیْمَنْ تُنْمِیْ

یہ میرے کریم بھائی ہیں جن کو نہ تو میری امی نے جنم دیا ہے نہ ہی یہ میرے باپ اور چچا کی نسل سے ہیں۔ مولا! ان بچوں کے مابین انہیں بھی پروان چڑھا جنہیں تو پروان چڑھائے۔

حضرت شیماء رضی اللہ عنہا یہ اشعار گنگا کر بھی آپ کو لوریاں دیتی تھیں۔

یَا رَبَّنَا اَبْقِ لَنَا مُحَمَّدًا　حَتّٰی اَرَاهُ یَافِعًا وَ اَمْرَدًا
ثُمَّ اَرَاهُ سَیِّدًا مُسَوَّدًا　وَاكْبِتْ اَعَادِیْهِ مَعًا وَالْحُسَّدَا
وَ اَعْطِهِ عِزًّا یَدُوْمُ اَبَدًا

اے میرے رب! میرے بھائی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے سلامت رکھ حتیٰ کہ ہم آپ کو جوان اور گھبرو دیکھیں۔ حتیٰ کہ ہم آپ کو اپنی قوم کا ایسا سردار دیکھیں سب جن کی اطاعت کر رہے ہوں۔ اے میرے مولا! ان کے دشمنوں اور حاسدوں کو ذلیل و رسوا فرما اور انہیں وہ عزت عطا فرما جو تا ابد باقی رہے۔

علامہ ازدی نے فرمایا ہے "اس معصوم بچی کی التجائیں رب تعالیٰ نے کس احسن انداز سے قبول فرمائیں"۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے کہا "اس شدید گرمی میں انہیں لے کر باہر آگئی ہو" آپ کی رضاعی بہن نے کہا "میرے کریم بھائی کو گرمی نہیں لگتی۔ ایک بادل کا ٹکڑا ان پر سایہ فگن رہتا ہے۔ جب یہ ٹھہرتے ہیں تو وہ بھی ٹھہر جاتا ہے جب یہ چلتے ہیں تو وہ بھی چلنے لگتا ہے" حضرت حلیمہ سعدیہ نے فرمایا "میری لخت جگر! سچ کہہ رہی ہو"۔ اس نے کہا "ہاں" حضرت حلیمہ سعدیہ نے کہا "میں اس شر سے رب تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں جس کے بارے ہمیں اپنے نور نظر پر اندیشہ ہے"۔ ایک اور روایت میں ہے کہ بعض اوقات حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بادل کا ایک ٹکڑا دیکھتیں جو آپ پر سایہ کناں ہوتا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرتے تو وہ بھی ٹھہر جاتا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو وہ بھی چلنے لگتا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ، بارگاہ رسالت مآب میں

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح فرمالیا تو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور تنگدستی کے بارے بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے بات کی تو انہوں نے کچھ بکریاں اور کچھ اونٹ عطا کئے۔ دوسری روایت کے مطابق انہوں نے چالیس بکریاں اور اونٹ عطا فرمائے۔ جب غزوۂ حنین کے روز حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے ان کے لئے اپنی چادر مبارک پھیلادی وہ اس پر بیٹھیں" ایک اور روایت کے مطابق ان کا شوہر اور بیٹا بھی ان کے ہمراہ تھے۔ آپ نے ان سب کے لئے اپنی ردائے پاک بچھائی انہیں اس پر بٹھایا۔ حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "پھر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی عنہ کے پاس آئیں تو انہوں نے بھی ان کے لئے اپنی چادر بچھادی۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں تو انہوں نے بھی ان کے لئے اپنی چادر بچھادی"۔

"السیرۃ الحلبیہ" میں ہے "انہیں طویل عمر نصیب ہوئی" حضرت ابوالطفیل سے روایت ہے انہوں نے فرمایا "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ جعرانہ کے مقام پر جلوہ افروز تھے۔ حنین سے واپس تشریف لا چکے تھے۔ میں نوجوان تھا۔ ایک خاتون آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو اپنی چادر بچھادی"۔ پوچھا گیا "یہ خاتون کون ہے؟" لوگوں نے بتایا "یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی امی جان ہیں" دوسری روایت میں ہے "ایک خاتون نے بارگاہ رسالت مآب میں حاضری کا اذن طلب کیا جب حاضر خدمت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "امی، امی" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ردائے پاک بچھادی۔ وہ اس پر بیٹھ گئیں۔

حضرت ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الہمزیہ میں لکھا ہے "حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی سعادت مندی یہ ہے کہ انہیں، ان کے خاوند اور اولاد کو دولت اسلام نصیب ہوئی۔ جس نے ان کے اسلام کا انکار کیا ہے اس کا موقف درست نہیں بلکہ انہوں نے دولت اسلام سمیٹی، ہجرت کی، مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ بقیع میں دفن ہوئیں ان کی قبر انور معروف ہے لوگ اس کی زیارت کے لئے آتے ہیں"۔

"السیرۃ الحلبیہ" میں ہے کہ ان کی لخت جگر اور حضور سیاح لامکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن حضرت شیماء رضی اللہ عنہا غزوہ حنین کے قیدیوں میں تھیں، جب مسلمانوں نے انہیں گرفتار کیا تو انہوں نے کہا "میں تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن ہوں۔ جب وہ بارگاہ رسالت مآب میں آئیں تو انہوں نے عرض کی "میں آپ کی رضاعی بہن ہوں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اس کی کیا علامت ہے؟" انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ایک دفعہ میں آپ کو اٹھائے ہوئے تھی کہ آپ نے اپنے دندان مبارک سے میری کمر پر کاٹ لیا" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس علامت سے پہچان لیا۔ کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اپنی ردائے پاک ان کے لئے بچھادی۔ اس پر انہیں بٹھایا۔ چشمان مقدس سے آنسوؤں کے موتی گرنے لگے"۔

المواہب کے مصنف کے موقف کے مطابق یہ دو متفرق واقعات ہیں۔ ہر دو واقعات میں آپ کھڑے ہوئے اور اپنی

چادر مبارک بچھادی۔ ایک دفعہ آپ کی رضاعی امی جان اور ایک دفعہ رضاعی بہن حاضر خدمت ہوئی تھیں۔ بعض علماء کو وہم ہوا ہے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی امی کا خدمت عالیہ میں حاضر ہونے کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ آپ کی رضاعی بہن تھیں۔ مگر پہلا نقطہ نظر درست ہے۔

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے "الاستیعاب" میں لکھا ہے "غزوۂ حنین کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی امی جان حاضر خدمت ہوئی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ اپنی چادر مبارک ان کے لئے بچھادی جس پر وہ بیٹھ گئیں۔ انہوں نے آپ سے روایت بھی کی۔ پھر ان سے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے روایت کی۔ پھر حضرت شیماء غزوۂ حنین میں قیدیوں کے ساتھ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں"۔

حافظ مغلطائی نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے اسلام کے متعلق ایک تالیف بھی رقم کی ہے جس میں انہوں نے انکار کرنے والے کا رد کیا ہے۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال پر ملال

جب حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چار سال یا پانچ سال یا چھ سال یا اس سے زائد ہوئی (متفرق اقوال ہیں) تو والدہ ماجدہ کی آغوش محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو گئی۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضور سراپا رأفت و رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چھ سال ہوئی تو حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آپ کے جد امجد کے ننھیال بنو عدی بن نجار کے ہاں مدینہ طیبہ گئیں تا کہ ان سے ملاقات کریں۔ حضرت ام ایمن برکۃ الحبشہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ تھیں۔ انہوں نے وہاں ایک ماہ قیام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما ہونے کے بعد بھی ان واقعات کی یادیں تازہ فرماتے تھے جو اس وقت رونما ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس جگہ میری والدہ ماجدہ مجھے لے کر قیام فرما ہوئیں میں نے بنو عدی بن نجار کے تالاب میں تیراکی سیکھی۔ یہودی قوم مختلف اوقات میں میرے پاس آتی اور میری زیارت کرتی" حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے فرمایا "میں نے ان میں سے ایک یہودی کو اس طرح کہتے سنا "یہ اس امت کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ ان کا دار ہجرت ہے"۔ پھر حضرت سیدہ طاہرہ آمنہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہوئیں۔

ابونعیم کی روایت میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایک یہودی شخص نے مجھے دیکھا۔ وہ مجھے مختلف انداز سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا "بچے! تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے کہا "احمد (مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)" اس نے میری کمر کو دیکھا۔ پھر اس نے کہا "یہ اس امت کے نبی ہوں گے" پھر وہ اپنے بھائیوں کے پاس چلا گیا"۔ انہیں بتایا۔ انہوں نے میری والدہ ماجدہ کو بتایا۔ انہیں میرے بارے خدشہ دامن گیر ہوا وہ مدینہ طیبہ سے عازم سفر ہوئیں"۔ جب "الابواء" کے مقام پر پہنچیں وہیں ان کا وصال ہو گیا اور وہیں وہ مدفون ہوئیں۔ دوسرے قول کے مطابق وہ "الحجون" میں دفن ہوئیں ان دونوں اقوال کو اس طرح

جمع کرنا ممکن ہے کہ پہلے انہیں "الابواء" کے مقام پر دفن کیا گیا پھر انہیں "الحجون" کے مقام پر دفن کر دیا گیا۔ ابواء مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے مابین ایک جگہ کا نام ہے۔ اس وقت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک بیس سال کے لگ بھگ تھی۔

حضرت ابو نعیم نے "دلائل النبوۃ" میں حضرت اسماء بنت رہم سے اور وہ اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں۔ انہوں نے کہا "میں حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے وصال پر ملال کے وقت ان کے پاس موجود تھی۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پانچ سال تھی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امی جان کے سر کی طرف کھڑے تھے۔ والدہ ماجدہ نے اپنی آخری نظر اپنے لخت جگر کے حسین چہرے پر ڈالی اور کہا

بَارَكَ فِيْكَ اللّٰهُ مِنْ غُلَامٍ　　يَا ابْنَ الَّذِىْ مِنْ حَوْمَةِ الْحِمَامِ

میرے فرزند دلبند اللہ تعالیٰ آپ کو بابرکت کرے۔ اے اس ذات والا کے نور نظر!

نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْعَلَّامِ　　فُوْدِىَ غَدَاةَ الضَّرْبِ بِالسِّهَامِ

جسے ملک علام کی مدد سے موت کے ہجوم سے نجات ملی۔ کل تیروں سے قرعہ کر کے انہیں بچالیا گیا۔

بِمِائَةٍ مِنْ اِبِلٍ سَوَامِ　　اِنْ صَحَّ مَا اَبْصَرْتُ فِى الْمَنَامِ

جنہیں ایک سو مضبوط اونٹ ذبح کر کے بچالیا گیا۔ اگر وہ صحیح ہے جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔

فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَى الْاَنَامِ　　تُبْعَثُ فِى الْحِلِّ وَالْحَرَامِ

آپ کو سارے نوع انسانی کی طرف مبعوث کیا جائے گا۔ اور حل اور حرم میں آپ کی بعثت ہوگی۔

تُبْعَثُ فِى التَّحْقِيْقِ وَالْاِسْلَامِ　　دِيْنُ اَبِيْكَ الْبَرِّ اِبْرَاهَامِ

آپ کو حق اور اسلام یعنی آپ کے باپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ والسلام کے دین کے ساتھ مبعوث کیا جائے گا۔

فَاللّٰهُ اَنْهَاكَ عَنِ الْاَصْنَامِ　　اَنْ لَا تُوَالِيْهَا مَعَ الْاَقْوَامِ

میں رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر آپ کو بتوں سے روکتی ہوں کہ آپ دیگر اقوام کے ساتھ مل کر ان سے دوستی نہ کریں۔

پھر حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "ہر زندہ نے موت کو چکھنا ہے ہر نئی چیز نے پرانا ہونا ہے ہر بڑی چیز فنا کے گھاٹ اترے گی۔ میں تو وصال کر رہی ہوں لیکن میرا ذکر تا ابد باقی رہے گا کیونکہ میں نے ایک پاکباز فرزند جنم دیا ہے"۔

جنات کی نوحہ گری

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ نے فرمایا "ہم جنات کو حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا پر نوحہ گری کرتے سنتے تھے"۔ ان کے اشعار میں سے ہمیں یہ اشعار یاد رہ گئے۔

نَبْكِى الْفَتَاةَ الْبَرَّةَ الْاَمِيْنَةَ　　ذَاتَ الْجَمَالِ الْعَفَّةِ الرَّزِيْنَه

ہم اس محترم خاتون پر گریہ بار ہیں جو محسنہ، مطیعہ اور امینہ تھیں۔ جو باجمال، پاکباز اور وقار والی تھیں۔

زَوْجَةُ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْقَرِيْنَةَ　　اُمُّ نَبِىِّ اللّٰهِ ذِى السَّكِيْنَه

وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اور ساتھی تھیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مطمئن اور پرسکون والدہ ماجدہ ہیں۔

وَ صَاحِبُ الْمِنْبَرِ بِالْمَدِیْنَة صَارَتْ لَدٰی حُفْرَتِهَا رَهِیْنَه

وہ مدینہ طیبہ میں منبر پر جلوہ افروز ہوں گے۔ حضرت آمنہ اپنی قبر انور میں مدفون ہیں۔

لَوْ فُوْدِیَتْ لَفُوْدِیَتْ ثَمِیْنَه وَلِلْمَنَایَا شَفْرَةٌ سَنِیْنَه

اگر ان کا فدیہ ادا کیا جائے تو ان کا فدیہ بڑا گراں ہوگا۔ اموات کے پاس تیز چھری ہے۔

لَا تُبْقِ ظَعَّانًا وَلَا ظَعِیْنَه اِلَّا اَتَتْ وَقَطَّعَتْ وَتِیْنَه

یہ اموات ہر مرد و عورت کے پاس آتی ہیں اور اس کی شہ رگ کاٹ کر رکھ دیتی ہیں۔

اَمَا حَلَلْتِ اَیُّهَا الْحَزِیْنَه عَنِ الَّذِیْ ذُوالْعَرْشِ یُعْلِیْ دِیْنَه

اے غمزدہ! یہ موت آپ کو اس ذات کی طرف سے آئی جو عرش کی مالک ہے اور جو حضور کے دین کو غالب کرے گی۔

فَکُلُّنَا وَالِهَةٌ حَزِیْنَه نَبْکِیْكَ لِلْمُعْطِلَةِ اَوْ لِزِیْنَةِ

اَوْ لِلضَّعِیْفَاتِ وَ لِلْمِسْکِیْنَةِ

ہم سب غمزدہ اور افسردہ ہیں۔ ہم آپ کی اس جدائی اور فراق پر گریہ بار ہیں۔ ہم کمزور اور مسکین عورتوں پر آہ و فغاں کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا ایمان

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح المواہب میں یہ اشعار لکھنے کے بعد علامہ جلال الدین سیوطی کا یہ قول ذکر کیا ہے "ان اشعار سے یہ بات اظہر من الشمس ہو رہی ہے کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا موحدہ تھیں۔ انہوں نے دین ابراہیمی کا ذکر کیا ہے۔ یہ بھی تذکرہ کیا ہے کہ ان کے فرزند دلبند کو رب تعالیٰ دین اسلام کے ساتھ مبعوث فرمائیں گے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوں کی پرستش اور ان کی دوستی سے منع کیا ہے"۔ کیا توحید اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے۔ توحید اللہ تعالیٰ کی الٰہیت اور اس بات کا اعتراف ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بتوں اور دیگر معبودان باطلہ سے برأت اور اظہار بیزاری کا نام ہے۔ کفر سے برأت کے لئے اس قدر توحید کافی ہے۔ بعثت سے قبل زمانہ جاہلیت میں اس قدر توحید کافی ہے۔ یہ گمان بھی غلط ہے کہ زمانہ جاہلیت میں سارے لوگ کافر تھے۔ بلکہ بعض افراد نے ان بتوں سے بیزاری کا اظہار کر کے توحید الٰہی کا دم بھرا تھا۔ یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ ایسے بلند اقبال لوگوں میں سے تھیں جن لوگوں نے بتوں سے بیزاری ظاہر کر کے توحید الٰہی کا دم بھرا تھا ان کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اہل کتاب اور کاہنوں سے سنا تھا "ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا وقت قریب آ گیا ہے جو حرم پاک سے مبعوث ہوں گے۔ ان کی صفات یہ یہ ہوں گی"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات کے متعلق دیگر افراد سے زیادہ سنا ہوگا۔ انہوں نے تو اس نور مبارک کا بھی مشاہدہ کر لیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت نکلا تھا۔ جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے حتیٰ کہ انہوں نے وہ محلات دیکھ لئے۔ جب حضرت حلیمہ سعدیہ

رضی اللہ عنہا شق صدر کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے کر آئیں۔ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے کہا "کیا تمہیں ان کے متعلق شیطان کا خدشہ ہے؟ قسم بخدا! ہر گز نہیں۔ شیطان ان کے قریب بھی نہیں آ سکتا۔ میرے اس لخت جگر کی شان بہت بلند ہوگی"۔ جس سال حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا اس سال وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ لے کر گئیں۔ انہوں نے یہودیوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گفتگو سنی۔ انہوں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی شہادت دی۔ پھر وہ آپ کو مدینہ طیبہ سے لے کر عازم سفر ہو گئیں۔

جہاں تک حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ایمان کا تعلق ہے تو ہم پہلے ان کے ایسے کلمات اور اشعار نقل کر چکے ہیں جو ان کی توحید اور رب تعالیٰ کو معبود برحق ماننے پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسا کہ وہ اشعار گزر چکے تھے جو انہوں نے اس وقت کہے تھے جب ایک خاتون نے انہیں اپنا آپ پیش کیا تھا۔

اَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُوْنَهٗ ....

حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ عفت و پاکدامنی کا پیکر تھے۔ خواتین ان کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہوئیں لیکن وہ ان سے کچھ بھی حاصل نہ کر سکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ان کے چہرہ پر ستارے کی طرح جگمگاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا "میں پاکیزہ افراد کی پشتوں سے پاکیزہ خواتین کی رحموں میں منتقل ہوتا رہا"۔ کافر کو پاکیزہ نہیں کہا جا سکتا اس حدیث پاک میں بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء اور امہات کفر سے پاک تھیں۔ "المواہب" میں ہے "یہ بھی روایت ہے کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے وصال کے بعد ایمان لائیں۔ طبرانی اور ابن شاہین نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے افسردہ اور غمزدہ حالت میں الحجون میں نزول اجلال فرمایا۔ دوسری روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم گریہ کناں تھے۔ پھر آپ وہیں اتنی دیر قیام پذیر رہے۔ جتنا رب تعالیٰ نے چاہا پھر مسرور و شاداں واپس تشریف لائے۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے فرمایا "میں نے اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کی۔ اس نے میری والدہ ماجدہ کو زندہ کیا۔ وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ پھر انہیں قبر انور میں لوٹا دیا گیا"۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عروہ سے اور انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کے والدین کو زندہ فرمایا۔ وہ آپ پر ایمان لائے۔ پھر رب تعالیٰ نے ان پر موت طاری فرما دی۔ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں "اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اس کی رحمت اور قدرت سے کوئی چیز ناممکن نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عزت و کرامت کے اس مقام رفیع پر فائز ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو فضل و کرم چاہے آپ کے ساتھ مختص کر دے اور اپنی مرضی کے مطابق آپ پر انعام و اکرام کا ابر کرم برسا دے"۔

بعض علماء کرام نے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین نجات یافتہ ہیں۔ وہ اہل نار میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ جنت کی ابدی بہاروں میں آرام فرما ہیں۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "میرا رجحان اس طرف ہے کہ اللہ رب

العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا۔ حتیٰ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے''۔ آئمہ کرام اور حفاظ الحدیث نے اسی روایت سے استدلال کیا ہے جس کا تذکرہ ابھی اوپر ہوا ہے۔ بعض علماء نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ لیکن یہ مؤقف درست نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے مردود نہیں ہے اور فضائل میں ضعیف روایت سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدمشقی نے کیا خوب کہا ہے۔

حَبَّ اللهُ النبیَّ مَزِیْدَ فَضلٍ عَلٰی فَضلٍ وَ کَانَ بِهٖ رَؤُوْفًا

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ وہ آپ پر فضل پر فضل کرتا ہے۔ وہ آپ کے ساتھ رؤف ہے۔

فَاَحْیَا اُمَّهٗ وَ کَذَا اَبَاهُ لِاِیْمَانٍ بِهٖ فَضْلاً مُنِیْفًا

اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ ماجدہ کو اسی طرح والد گرامی کو زندہ فرمایا تا کہ وہ آپ پر ایمان لے آئیں۔ یہ آپ پر رب تعالیٰ کا فضل و کرم بہت زیادہ ہے۔

فَسَلِّمْ فَالْقَدِیْمُ بِهٖ قَدِیْرٌ وَاِنْ کَانَ الْحَدِیْثُ بِهٖ ضَعِیْفًا

اس کو تسلیم کرلے وہ قدیم ذات اس پر قادر ہے۔ اگرچہ اس کے متعلق حدیث کمزور ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور فخر آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب سے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے میرا ظہور ہوا ہے تو نسل در نسل میں منتقل ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ میرا ظہور عرب کے دو افضل قبیلوں بنو ہاشم اور بنو زہرۃ میں سے ہوا''۔

علامہ زرقانی نے شرح المواہب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ کرنے والی روایت کو لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے ''آئمہ کرام نے اس روایت کو ان روایات کا ناسخ بنایا ہے جو اس کی مخالف ہیں۔ انہوں نے بیان کیا ہے یہ روایت ان روایات سے متاخر ہے۔ لہٰذا ان کے مابین کوئی تعارض نہیں ہے''۔

علامہ ابن حجر نے شرح الہمزیہ میں تحریر کیا ہے ''وہ روایت ضعیف نہیں بلکہ کئی حفاظ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ انہوں نے اس میں طعن کے بارے التفات نہیں کیا ہے''۔ بعض آئمہ نے یہ اشعار بھی کہے ہیں۔

اَیْقَنْتُ اَنَّ اَبَا النَّبِیِّ وَ اُمَّهٗ اَحْیَاهُمَا الرَّبُّ الْکَرِیْمُ الْبَارِیْ

مجھے یقین ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو رب کریم باری تعالیٰ نے زندہ فرمایا۔

حَتّٰی لَهٗ شَهِدَا لِصِدْقِ رِسَالَةٖ سَلِّمْ فَتِلْکَ کَرَامَةُ الْمُخْتَارِ

حتیٰ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صداقت کی گواہی دی۔ یہ بات مان لے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور کرامت کی وجہ سے ہے۔

هٰذَا الْحَدِیْثُ وَ مَنْ یَقُوْلُ بِضُعْفِهٖ فَهُوَ الضَّعِیْفُ عَنِ الْحَقِیْقَةِ عَارٍ

یہ روایت ہے جو اس روایت کے ضعف کا انکار کرے در اصل وہ خود کمزور ہے اور حقیقت سے آشنا نہیں۔

علامہ زرقانی نے لکھا ہے "جو بات میرے لئے عیاں ہے۔ وہ یہ ہے کہ آئمہ نے اس روایت پر اعتقاد میں عمل کرنے کو صحیح قرار دیا ہے۔ اگرچہ یہ روایت مرتبہ میں کمزور ہے"۔

علامہ تلمسانی نے لکھا ہے "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا اسلام لانا صحیح سند سے مروی ہے۔ اس طرح آپ کے والد ماجد کا اسلام لانا بھی صحیح روایت سے ثابت ہے۔ یہ دونوں اپنے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔ یہ صرف اور صرف آپ کی عزت و کرامت کی وجہ سے تھا"۔

عنقریب اس بات کا بھی تذکرہ ہو گا کہ رب تعالیٰ نے آپ کے دست اقدس پر پانچ افراد کو زندہ کیا۔ ان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین بھی شامل ہیں۔ امام قرطبی نے "التذکرہ" میں لکھا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل اور خصائص میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہو رہا ہے۔ آپ کے والدین کریمین کا زندہ کرنا بھی آپ کی فضیلت اور کرامت کی وجہ سے ہے۔ نہ تو اجماع امت اس بات کو رد کرتا ہے نہ ہی قرآن مجید۔ نہ ہی ان کا زندہ کیا جانا اور ایمان لانا عقلاً اور شرعاً ممتنع ہے۔ قرآن پاک میں بنو اسرائیل کے قتیل کا زندہ ہو جانے کا تذکرہ ہے۔ پھر اس نے اپنے قاتل کے بارے خبر دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مردے زندہ کرتے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس سے بھی کئی مردوں کو زندہ کیا۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "حضور امام انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کی بیٹی کو زندہ کیا جس نے کہا تھا "میں آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا حتیٰ کہ آپ میری بیٹی کو زندہ کر دیں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی قبر کی طرف تشریف لے گئے۔ اسے آواز دی تو اس نے کہا "لبیک وسعدیک" ایک اور روایت ہے کہ ایک انصاری جوان کا انتقال ہو گیا۔ اس کی نابینا اور بوڑھی ماں نے اپنی ہجرت کا واسطہ دیا تو رب تعالیٰ نے اس کے نور نظر کو زندہ فرما دیا جب حضرت زید بن حارثہ انصاری رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو ان کے چہرے سے کپڑا ہٹایا گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں یوں کہتے سنا "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" اس روایت کو ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب "مَنْ عَاشَ بَعْدَ الْمَوْتِ" میں لکھا ہے۔ ابن الضحاک نے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری کا وصال ہو گیا جب انہیں غسل دے کر ان کی چارپائی اٹھائی گئی تو انہوں نے کہا "محمد رسول اللہ"۔

ان روایات کا تذکرہ کر کے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "جب یہ امر ثابت ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے زندہ ہو جانے اور ایمان لانے میں کون سی بات ممتنع ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و فضیلت میں اضافہ ہے۔ وہ علماء کرام جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے مومن ہونے کا موقف رکھتے ہیں۔ ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے۔ "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کا وصال بعثت سے قبل زمانہ فترت میں ہوا۔ جس میں جہالت عام تھی۔ اس زمانہ میں کوئی شخص بھی نہ تھا جو صحیح طرح دین متین کی تبلیغ کرتا۔ ان دونوں کا وصال بھی نوعمری میں ہو گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کی وصال کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ اور والدہ ماجدہ کی وصال کے وقت ان کی عمر تقریباً بیس سال کے لگ بھگ تھی۔ اس عمر میں مطلوب کی جستجو ممکن نہیں ہوتی۔ جسے دین متین کی دعوت نہ پہنچی ہو اور وہ مر گیا ہو اس کے متعلق علماء کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ نجات یافتہ ہے اسے عذاب نہیں دیا جائیگا۔ وہ جنت کی ابدی بہاروں میں لطف اندوز ہو گا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ (بنی اسرائیل)

"اور ہم عذاب نازل نہیں کرتے جب تک ہم نہ بھیجیں کسی رسول کو"۔ (جمال القرآن)

آئمہ اشاعرہ اور شافعیہ فقہاء کا یہ موقف ہے "جس شخص کا انتقال ہو گیا لیکن اسے دین متین کی دعوت نہ پہنچی وہ نجات یافتہ ہے وہ جنت میں جائے گا" امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں "یہ وہ نقطۂ نظر ہے جس فقہ میں شوافع اور اصول میں اشاعرہ کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے"۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "الام اور المختصر" میں ان کی وضاحت کی ہے۔ اس کے سارے پیروکاروں نے انہی کی اتباع کی ہے۔ کسی سے اختلاف منقول نہیں ہے۔ انہوں نے کئی آیات طیبہ سے استدلال کیا ہے۔ مثلاً

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ (بنی اسرائیل)

"اور ہم عذاب نازل نہیں کرتے جب تک ہم نہ بھیجیں کسی رسول کو"۔ (جمال القرآن)

یہ ایک فقہی مسئلہ ہے جو فقہ کی کتب میں مرقوم ہے۔ یہ ان اصولی قواعد کی فروع میں سے ایک فرع ہے اشاعرہ کے نزدیک جن پر اتفاق ہے۔ وہ قاعدہ یہ ہے "منعم کا شکر ادا کرنا سننے سے واجب ہوتا ہے نہ کہ عقل کے ساتھ" ان کا مرجع ایک کلامیہ قاعدہ ہے یہ کہ تحسین و تقبیح عقلی ہیں اور ان کا انکار بھی۔ اشاعرہ میں یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اب اس مسئلہ کو کہ جسے دعوت نہ پہنچی ہو اسے دوسرے اصولی قاعدہ کی طرف لے کر جاتے ہیں وہ یہ ہے کہ غافل مکلف نہیں ہوتا۔ یہ بات اصول میں درست ہے۔ کیونکہ ارشاد ربانی ہے۔

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ (الانعام)

"یہ اس لئے کہ نہیں آپ کا رب ہلاک کرنے والا بستیوں کو ظلم سے اس حال میں کہ ان کے باشندے بے خبر ہوں"۔ (جمال القرآن)

جس کو دین متین کی دعوت نہ پہنچی ہو اس کے متعلق علماء کی عبارات مختلف ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ نجات یافتہ ہیں۔ امام سبکی نے اس موقف کو اختیار کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ اہل فترت کی طرح ہیں۔ بعض نے انہیں مسلمان کہا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "تحقیق یہ ہے کہ انہیں معنی مسلم میں کیا جائے گا"۔ بعض علماء کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے یہی موقف اختیار کیا ہے۔ انہوں نے وضاحت کی ہے کہ انہیں دین پہنچا ہی نہیں"۔ امام سیوطی نے لکھا ہے "ہمارے شیخ، شیخ الاسلام شرف الدین المناوی کا موقف یہی تھا۔ جب ان سے یہ مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ اسی طرح جواب دیتے تھے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اہل فترت کے متعلق احادیث وارد ہیں کہ انہیں روک کر آزمایا جائے گا ان میں سے جو اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا جو نافرمانی کرے گا وہ آگ میں جائے گا"۔ ایسی روایات بہت سی ہیں۔ ان کے معانی بھی قریب قریب ہیں۔ ان میں صحیح صرف تین ہیں۔

1۔ حضرت اسود بن سریع اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ چار افراد روز حشر دلیل پکڑیں گے۔ ① وہ بہرہ جو سن نہ سکتا ہو۔ ② احمق شخص۔ ③ بوڑھا عمر رسیدہ۔ ④ وہ شخص جو زمانہ فترت میں مرا۔

اس روایت کو امام احمد، ابن راہویہ اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔ جو شخص فترہ میں مرا ہو گا وہ کہے گا ''مولا! میرے پاس تیری طرف سے رسول آیا ہی نہیں'' اللہ تعالیٰ ان سے عہد لے گا کہ کیا وہ اس کی اطاعت کریں گے؟ وہ ان کی طرف پیغام بھیجے گا کہ آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جو آگ میں داخل ہو جائے گا۔ آگ اس کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی جو آگ میں داخل نہیں ہو گا۔ اسے گھسیٹ کر آگ کی طرف لے جایا جائے گا''۔

2۔ دوسری روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے مگر وہ مرفوع روایت کے حکم میں ہے۔ کیونکہ اس طرح کی بات اپنی طرف سے نہیں کہی جا سکتی۔ اس روایت کو امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے نقل کیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے اور شیخین کی شرط پر ہے۔

3۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے اس روایت کو امام بزار اور امام حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے۔ امام حاکم نے اسے صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کے متعلق گمان یہی ہے کہ ان سب کا وصال زمانہ فترت میں ہوا کہ وہ اس امتحان کے وقت اطاعت کریں گے۔ تا کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان مقدس کو ٹھنڈک نصیب ہو''۔ علامہ قاضی عیاض نے ان روایات کے متعلق فرمایا ہے جن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور کے پاس آئے اور زار و زار گریہ فرمایا کہ چشمان مقدس سے آنسو کے موتی گرے یہ اس لئے نہ تھا کہ آپ کی والدہ ماجدہ عذاب میں مبتلاء تھیں بلکہ اس افسوس پر تھا کہ وہ آپ کے عہد ہمایوں کو نہ پا سکیں اور آپ پر ایمان نہ لا سکیں۔

علامہ زرقانی نے لکھا ہے ''اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس رونے پر رحم فرمایا اور آپ کی والدہ ماجدہ کو زندہ فرمایا حتیٰ کہ وہ آپ پر ایمان لے آئیں''۔ علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت کس قدر لطیف ہے۔ اس میں یہ صراحت موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک گریہ صرف اس لئے تھا کہ آپ کی والدہ ماجدہ کو اس امت مرحومہ میں داخل ہونے کا شرف نصیب نہ ہو سکا۔ یہ رونا اس لئے نہ تھا کہ ان کا انتقال دین حنیف پر نہیں ہوا۔

امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔ جیسا کہ زید بن عمرو اس جیسے دوسرے لوگ۔ بلکہ سارے انبیاء علیہم السلام کے آباء کافر نہ تھے۔ اس کی وجہ مقام نبوت کی شرافت و عزت ہے۔ اسی طرح ان کی مائیں بھی کافر نہ تھیں۔ آزر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا باپ نہ تھا۔ بلکہ ان کا چچا تھا۔ جیسا کہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ۝ (الشعراء)

''(اور دیکھتا رہتا ہے جب) آپ چکر لگاتے ہیں سجدہ کرنے والوں کے گھروں کا''۔ (جمال القرآن)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (التوبہ:28)

"مشرکین تو نیرے ناپاک ہیں"۔ (جمال القرآن)

"اس سے یہی لازم آتا ہے کہ آپ کے آباء میں سے کوئی بھی مشرک نہ تھا"۔

بہت سے آئمہ محققین نے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کو پسند فرمایا ہے۔ ان میں علامہ محقق السنوسی اور تلمسانی کا شمار بھی ہوتا ہے۔ ان دونوں نے فرمایا ہے "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین مشرک نہ تھے بلکہ مسلمان تھے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ یہ پاکیزگی رب تعالیٰ پر ایمان لانے سے ہی ہو سکتی ہے۔ جو باتیں مؤرخین نے نقل کی ہیں وہ ان کے حیاء اور ادب کی قلت کی وجہ سے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے آباء کے بارے یہی مؤقف لازم ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کی تائید میں کئی دلائل دیئے ہیں۔ انہوں نے اس کے متعلق کئی رسائل رقم کئے ہیں۔ "فَجَزَاهُ اللهُ خَيْرًا وَّ شَكَرَ سَعْيَهٗ"

ان دلائل میں سے ایک روایت وہ ہے جسے امام بخاری نے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں بنو آدم کے بہترین زمانہ میں مبعوث ہوا ہوں۔ زمانہ بہ زمانہ عہد تبدیل ہوتا رہا حتیٰ کہ مجھے اس زمانہ میں مبعوث کیا گیا جس میں (میں نے آنا) تھا"۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ یہ زمین سات یا اس سے زائد مسلمانوں سے خالی نہیں رہی جن کے طفیل اللہ تعالیٰ اہل زمین سے مصائب دور کرتا رہا۔ امام عبد الرزاق اور ابن منذر نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "روئے زمین پر سات یا اس سے زائد مسلمان رہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اہل زمین ساری وادیٔ ہلاکت میں گر پڑتے"۔

امام احمد نے "الزہد" میں صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "یہ زمین حضرت نوح علیہ السلام کے بعد سات مسلمانوں سے خالی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ ان کے طفیل اہل زمین کے مصائب دور کرتا رہا"۔ اگر ان دونوں روایات کو ملایا جائے تو وہ درست معلوم ہوتا ہے جو امام رازی نے فرمایا ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد کرام میں سے ہر ایک کو ان کے زمانہ میں مذکورہ سات افراد میں شامل کیا جائے تو ہمارا مدعیٰ یہی ہے۔ اگر وہ ان کے علاوہ ہوں تو پھر یا تو وہ دین ابراہیمی پر ہوں گے۔ یہ ہمارا مدعیٰ ہے یا شرک پر ہوں گے۔ اس طرح دو امور میں سے ایک امر لازم آئے گا۔ یا تو کوئی اور ان سے بہتر ہوگا یہ باطل ہے۔ کیونکہ یہ صحیح حدیث کے مخالف ہے یا وہ اپنے شرک پر ہوتے ہوئے بہترین ہوں گے یہ اجماع سے باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ (البقرہ:221)

"اور بے شک مومن غلام بہتر ہیں، آزاد مشرک سے"۔ (جمال القرآن)

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے آباء توحید پر تھے۔ تاکہ وہ اپنے زمانہ کے بہترین لوگوں میں شامل ہو سکیں۔ پھر انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک آپ کے آباء کے ایمان کے بارے بہت سے

دلائل دیئے ہیں۔ پھر فرمایا ''بخاری وغیرہ میں احادیث اور علماء کرام کے فرامین سے یہ بات ثابت ہے کہ اہل عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے لے کر دین ابراہیم پر تھے۔ کسی نے کفر نہیں کیا حتیٰ کہ عمرو بن عامر الخزاعی آ گیا۔ اسے عمرو بن لحی بھی کہا جاتا ہے۔ سب سے پہلے اس نے بتوں کی پوجا کی۔ دین ابراہیمی کو تبدیل کیا۔ اس کا عہد کنانہ کے عہد کے قریب تھا۔ پھر انہوں نے وہ دلائل ذکر کئے ہیں کہ عدنان، معد، ربیعہ، مضر، خزیمہ، اسد، الیاس اور کعب ملت ابراہیمی پر تھے۔ پھر کہا ''جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد کرام حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کعب اور مرہ تک کے ایمان کی صراحت موجود ہے البتہ آزر اس سے مستثنیٰ ہے۔ آزر کے بارے اختلاف ہے۔ اگر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہو تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ اگر چچا ہو تو وہ آپ کے اجداد سے خارج ہے۔ اس طرح ثابت ہو گیا کہ آپ کا سلسلۂ نسب ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک اور صاف ہے۔

حافظ ابن ناصر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

تَنَقَّلَ اَحۡمَدُ نُوۡرًا عَظِيۡمًا تَلَاْلَاْ فِيۡ جِبَاهِ - السَّاجِدِيۡنَا

تَنَقَّلَ فِيۡهِمۡ قَرۡنًا فَقَرۡنًا اِلٰى اَنۡ جَاءَ خَيۡرُ الۡمُرۡسَلِيۡنَا

حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم نور کی شکل میں منتقل ہوتے رہے۔ وہ ساجدین کی پیشانیوں میں چمکتے رہے۔ وہ نسل در نسل منتقل ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ خیر المرسلین بن کر اس عالم گیتی میں رونق افروز ہو گئے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ''حضرت عبد المطلب تک دعوت حق پہنچی نہیں۔ بہت سے دلائل موجود ہیں کہ حضرت عبد المطلب دین حنیف اور توحید پر تھے۔ حضرت ابن سید الناس نے ذکر کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا حتیٰ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ لیکن یہ بات نہ کسی صحیح نہ ہی ضعیف حدیث میں مذکور ہے۔ اکثر علماء کا موقف ہے کہ انہیں دعوت نہیں پہنچی تھی۔ یا وہ دین حنیف پر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالی شان بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میرے جد امجد کو بادشاہوں اور اشراف کے لباس میں اٹھایا جائے گا''۔ ان کے لئے ان بشارتوں کی وجہ سے جو انہوں نے علمائے یہود اور کاہنوں سے سنی تھیں۔ اسی طرح خوابوں اور اشارات سے یہ امر واضح ہو چکا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آخری زمانہ میں جن کے ظہور کا وعدہ کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض علماء کرام نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے۔ جیسا کہ ابن حجر نے ''اصابۃ'' میں اور ابن سکن نے لکھا ہے کیونکہ ان سے روایت ہے کہ انہوں نے ذکر کیا کہ عنقریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں گے۔ اسی طرح ان علماء نے بحیرا راہب کو بھی صحابہ میں شمار کیا ہے۔ اگرچہ محققین علماء کے نزدیک صحبت ثابت نہیں کیونکہ بعثت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت شرط ہے۔ حضرت عبد المطلب سے بہت سی ایسی روایات منقول ہیں جو اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو پہچان لیا تھا۔ ان روایات میں سے بعض یہ ہیں۔

بنو مدلج قیافہ شناسی میں معروف تھے۔ وہ علامات اور نشانیوں سے اندازہ لگا لیتے تھے۔ انہوں نے حضرت عبد المطلب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا ''ان کی خوب حفاظت کرو۔ ان کے قدم مبارک سے بڑھ کر ہم کسی اور شخص کا قدم نہیں پاتے جو

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قدم مبارک کے مشابہ ہو جو مقام ابراہیمی پر ہے"۔

حضرت عبدالمطلب حجر میں سوئے ہوئے تھے۔ ان کے پاس عیسائیوں کا بڑا پادری بیٹھا ہوا تھا۔ اس پادری نے بتایا "ہم ایک نبی تقی کے اوصاف اپنی کتب میں پاتے ہیں۔ اس شہر مکہ کو ان کی جائے ولادت بننے کا شرف ملے گا۔ ان کے اوصاف یہ یہ ہیں۔ اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ اس نے آپ کو دیکھا۔ آپ کی آنکھوں میں دیکھا۔ کمر انور اور قدم مبارک کو دیکھا تو وہ پکار اٹھا "یہ وہی ہیں"۔ یہ تمہارے کیا لگتے ہیں؟ حضرت عبدالمطلب نے کہا "یہ میرے بیٹے ہیں" اس پادری نے کہا "ہمارے علم کے مطابق ان کے والد گرامی کو بحیات نہیں ہونا چاہئے"۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا "یہ میرے پوتے ہیں۔ ابھی یہ اپنی والدہ کے صدف بطن میں ہی تھے کہ ان کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا تھا"۔ اس پادری نے کہا "تم نے سچ بولا ہے" حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں سے کہا "اپنے اس بھتیجے کی خوب حفاظت کرنا۔ کیا تم سن نہیں رہے کہ ان کے متعلق کیا کہا جا رہا ہے؟"

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیکھ بھال اور نگرانی میرے ذمہ تھی۔ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غافل ہو گئی۔ مجھے اس وقت معلوم ہوا جب حضرت عبدالمطلب میرے سر پر کھڑے یوں کہہ رہے تھے "برکۃ!" میں نے عرض کی "لبیک!" انہوں نے فرمایا "جانتی ہو مجھے یہ نور نظر کہاں سے ملا ہے؟" میں نے عرض کی "نہیں" انہوں نے فرمایا "یہ مجھے بیری کے درخت کے پاس بچوں کے ساتھ نظر آئے ہیں۔ میرے اس لخت جگر سے غافل نہ ہوا کرو۔ اہل کتاب کا گمان ہے کہ یہ اس امت مرحومہ کے نبی ہیں۔ میں ان سے اس کے متعلق امن میں نہیں ہوں"۔

جب بھی حضرت عبدالمطلب کھانا کھانے لگتے تو فرماتے "میرے نور نظر کو میرے پاس لے کر آؤ" آپ کو اپنے پہلو میں بیٹھا لیتے۔ بعض اوقات اپنی ران پر بٹھا لیتے۔ عمدہ ترین کھانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کرتے"۔ حضرت رقیقہ بنت ابی صیفی بن ہاشم بن عبد مناف سے روایت ہے۔ ایک قول کے مطابق انہوں نے اسلام کا زمانہ پایا اور مرتبہ صحابیت پر فائز ہوئیں۔ انہوں نے کہا "قریش کو کئی سال قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے اموال ختم ہو گئے۔ وہ ہلاکت کے گڑھے میں گرنے ہی والے تھے"۔ میں نے خواب میں کسی کو کہتے ہوئے سنا "اے گروہ قریش! یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں مبعوث ہونے ہی والے ہیں۔ ان کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ تم پر شادابی اور ابر رحمت کا دور آنے والا ہے۔ تم اپنے میں سے ایک ایسا شخص تلاش کرو جو نسب میں سب سے بلند ہو۔ طویل اور بڑے جسم والا ہو۔ اس کی رنگت سفید ہو۔ اس کی آبروئیں ملی ہوئی ہوں۔ اس کی پلکوں کے بال لمبے ہوں۔ اس کے رخساروں پر بال نہ ہوں۔ اس کی ناک نرم و نازک ہو۔ وہ شخص بھی باہر نکلے۔ اس کی ساری اولاد باہر نکلے۔ ہر ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص باہر نکلے۔ وہ صاف ستھرے ہوں۔ خوشبو لگائیں۔ پھر حجر اسود کو بوسہ دیں۔ پھر کوہ ابی قبیس پر چڑھیں یہ شخص ان سے آگے بڑھے۔ یہ ابر رحمت کی التجا کرے۔ دوسرے لوگ اس کی دعا پر آمین کہیں۔ پھر تم پر باران رحمت نازل کی جائے گی"۔ حضرت رقیقہ نے صبح کے وقت یہ خواب قریش مکہ کو سنایا۔ انہوں نے غور و فکر کیا۔ انہوں نے یہ سارے اوصاف حضرت عبدالمطلب میں پائے۔ سارے قریش ان کے پاس جمع ہو گئے۔ ہر ہر قبیلہ

سے ایک ایک شخص نکلا۔ انہوں نے اسی طرح کیا جس طرح حضرت رقیقہ سے کہا گیا تھا۔ پھر وہ کوہ ابی قبیس پر چڑھ گئے۔ ان کے ہمراہ حضور ﷺ کی ذات والا بھی تھی۔ آپ ابھی معصوم بچپن میں تھے۔ حضرت عبدالمطلب آگے بڑھے۔ انہوں نے عرض کی "مولا! یہ سارے تیرے بندے اور بندیاں ہیں۔ تیری بندیوں کے بیٹے ہیں۔ تو دیکھ رہا ہے کہ ہمیں کیسے زہرہ گداز حالات کا سامنا ہے۔ مسلسل کئی سالوں سے قحط سالی کا سامنا ہے۔ گائے، اونٹ، گھوڑے، خچر اور گدھے ناپید ہو گئے اب جانوں کے لالے پڑ گئے ہیں۔ ہم سے یہ قحط سالی ختم فرما۔ ہم پر ابر رحمت اور شادابی نازل فرما"۔ اس پرسوز دعا کے بعد فوراً وادیاں پانی سے بہنے لگیں۔ قریش کے سرداروں نے کہا "ابوالبطحاء! آپ کو مبارک ہو۔ آپ کی وجہ سے اہل بطحاء کو حیات نو نصیب ہوئی"۔ حضرت رقیقہ رضی اللہ عنہا نے اس واقعہ کے متعلق یہ اشعار کہے۔

بِشَيْبَةِ الْحَمْدِ اَسْقَى اللهُ بَلْدَتَنَا وَقَدْ عَدِمْنَا الْحَيَا وَ اجْلَوَّذَ الْمَطَرُ

حضرت عبدالمطلب کے طفیل رب تعالیٰ نے ہم پر ابر کرم نازل کیا۔ حالانکہ ہم بارش سے محروم تھے اور سحاب رحمت منقطع تھا۔

فَجَاءَ بِالْمَاءِ جَوْنِيٌّ لَهٗ سُبُلٌ وَانَ فَعَاشَتْ بِهِ الْاَنْعَامُ وَالشَّجَرُ

جونی جگہ کی ساری راہیں پانی سے بہہ پڑیں۔ اس کی وجہ سے جانوروں اور درختوں کو حیات نو نصیب ہوئی۔

سَيْلٌ مِنَ اللهِ الميونِ طَائِرَةً وَ خَيْرُ مَنْ بَشَّرَتْ حَقَّابَةً مُضَرُ

یہ سیل رواں اس ذات کے صدقے رب تعالیٰ کی طرف سے تھا جس کی فال بہت نیک تھی اور مضر کو جن کی بشارت دی گئی یہ ان میں سے بہترین تھا۔

مُبَارَكُ الْاِسْمِ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِهِ مَا فِى الْاَنَامِ لَهٗ عَدْلٌ وَلَا خَطَرُ

ان کا اسم گرامی مبارک ہے۔ ان کے طفیل بارش طلب کی جاتی ہے لوگوں میں ان کی شبیہ اور مثیل نہیں۔

جب مکہ مکرمہ میں ابر رحمت ہو گیا تو قیس اور مضر کے علاقوں میں باران رحمت نہ ہوئی۔ ان کے سردار جمع ہوئے۔ انہوں نے کہا "ہمیں سخت قحط سالی اور خشک سالی کا سامنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کے لوگوں پر حضرت عبدالمطلب کے طفیل بارش نازل کی ہے۔ تم بھی انہی کے پاس چلو شاید تمہارے بارے ان کی التجاء رب تعالیٰ سن لے"۔ وہ مکہ مکرمہ آئے۔ حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام عرض کیا۔ انہوں نے انہیں کہا "یہ چہرے سرخ رو ہوں" ان کا خطیب اٹھا۔ اس نے کہا "ہمیں کئی سالوں سے لگاتار قحط سالی کا سامنا ہے۔ ہمیں آپ کے اثر و رسوخ کا علم ہوا ہے۔ آپ کے اس واقعہ کی خبر ملی ہے۔ جس ذات کے پاس پہلے سفارش کی تھی۔ اسی کے ہاں اب بھی سفارش کرو۔ کہ وہ تمہارے طفیل ہمارے ہاں ابر رحمت بھیجے۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا "ضرور! کیوں نہیں۔ کل صبح مجھے میدان عرفات میں ملنا"۔ وقت صبح حضرت عبدالمطلب میدان عرفات کی طرف گئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کی اولاد اور دیگر لوگ بھی تھے۔ حضور ﷺ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ آپ ابھی اپنے معصوم بچپن میں تھے۔ حضرت عبدالمطلب کے لئے کرسی لگا دی گئی۔ وہ اس پر جلوہ نما ہوئے۔ حضور ﷺ کو اپنی آغوش میں بٹھا لیا۔ حضرت عبدالمطلب اٹھے اور یہ دعا کی "اے چمکتی بجلی کے رب! کڑکتے بادل کے پروردگار! اے سارے

لوگوں کے رب! اے مشکل آسان کرنے والے! یہ قیس اور مضر کے قبائل کے لوگ ہیں۔ جو لوگوں میں سے بہترین ہیں ان کے سر گرد آلود ہیں۔ ان کی پشتیں ٹیڑھی ہو چکی ہیں۔ یہ تیری بارگاہ میں اپنی کمزوری اور نفوس اور اموال کے چلے جانے کا شکوہ کرتے ہیں۔ مولا! ان کے لئے موسلا دھار اور لگاتار بارش بھیج۔ تا کہ ان کی زمین سرسبز و شاداب ہو جائے۔ ان کے نقصان کا ازالہ ہو جائے"۔

ابھی حضرت عبدالمطلب کی دعا پوری نہیں ہوئی تھی کہ بادل اٹھا اور گرج چمک کے ساتھ آگے بڑھا۔ وہ قیس اور مضر کی زمینوں کی طرف بڑھا۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا "اے قیس اور مضر کے قبائل! واپس لوٹ چلو تمہیں سیراب کیا جا چکا ہے"۔ جب وہ واپس پہنچے تو ان کے علاقہ میں باران رحمت نازل ہو چکی تھی۔ علامہ ابن جوزی نے ذکر کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک سات سال ہوئی تو آپ کو آشوب چشم ہو گیا۔ مکہ مکرمہ میں سارے علاج کرائے گئے لیکن افاقہ نہ ہوا۔ حضرت عبدالمطلب سے عرض کی گئی "عکاظ کے گرد و نواح میں ایک راہب ہے جو آنکھوں کا علاج کرتا ہے" حضرت عبدالمطلب سوار ہو کر اس تک پہنچے اس کا گرجا بند تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے اسے آواز دی۔ مگر اس نے جواب نہ دیا۔ اسی اثناء میں اس کا گرجا لرزنے لگا۔ اسے خطرہ لاحق ہوا کہ یہ ابھی اس پر گر جائے گا۔ راہب جلدی جلدی باہر نکلا۔ اس نے کہا "عبدالمطلب! یہ مبارک بچہ اس امت مرحومہ کا نبی ہے۔ اگر میں تمہاری طرف نہ نکلتا تو یہ گرجا مجھ پر گر پڑتا۔ اسے واپس لے جاؤ۔ اس کی خوب حفاظت کرو۔ اہل کتاب اسے شہید نہ کر دیں"۔ پھر اس نے آپ کا علاج کیا۔

دوسری روایت میں ہے "اس راہب نے ایک صحیفہ نکالا۔ وہ کبھی حضور اکرم ﷺ کی طرف اور کبھی اس صحیفہ کی طرف دیکھتا۔ پھر اس نے کہا "اللہ کی قسم! یہ خاتم النبیین ہیں" پھر اس نے کہا "عبدالمطلب کیا انہیں آشوب چشم ہے؟ انہوں نے فرمایا "ہاں!" اس راہب نے کہا "ان کی دواء ان کے پاس ہی ہے ان کا لعاب دہن لے کر انہی کی چشمان مقدس پر لگاؤ"۔ حضرت عبدالمطلب نے اس طرح کیا تو حضور ﷺ اسی وقت صحت یاب ہو گئے۔ پھر راہب نے کہا "اے عبدالمطلب! قسم بخدا! میں اس ذات والا کی رب تعالیٰ کو قسم دیتا ہوں۔ وہ مریضوں کو شفاء یاب کرتا ہے اور لوگوں کی آشوب چشم کو ختم کر دیتا ہے" حضرت عبدالمطلب کے مناقب پہلے گزر چکے ہیں۔ جن سے عیاں ہوتا ہے کہ وہ موحد تھے مثلاً انہوں نے اپنے بیٹوں کو اخلاق عالیہ کا حکم دے رکھا تھا۔ وہ غار حرا میں خلوت گزیں ہوتے تھے۔ وہ مساکین کو کھلاتے تھے۔ حتیٰ کہ پرندے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر وحشی جانور بھی ان کے دسترخوان سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ انہوں نے چور کا ہاتھ کاٹنے اور نذر پوری کرنے کا حکم دے رکھا تھا۔ خود پر شراب حرام کر رکھی تھی۔ انہوں نے بدکاری اور محارم سے نکاح کرنے سے منع کر رکھا تھا۔ انہوں نے بچیوں کو زندہ درگور کرنے اور عریاں طواف کرنے سے منع کر رکھا تھا۔ ان کا یہ فرمان کتنا عالی شان ہے "بخدا! اس دار کے علاوہ ایک اور دار (آخرت) بھی ہے جس میں احسان کرنے والے کو اس کے احسان کا اور برائی کرنے والے کو اس کی برائی کا بدلہ دیا جائے گا"۔ جب اصحاب فیل خانہ کعبہ پر حملہ آور ہونے لگے تھے تو انہوں نے ہی یہ دعا مانگی تھی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ يَمْنَعُ رَحْلَهٗ فَامْنَعْ رِحَالَكَ

وَ انْصُرْ عَلٰى آلِ الصَّلِيْبِ وَ عَابِدِيْهِ الْيَوْمَ آلَكَ

مولا ہر شخص اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔ صلیب کے پوجاریوں اور پرستاروں کے خلاف بیت اللہ کے مجاوروں کی نصرت فرما۔

جب انہوں نے حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا اور قرعہ اندازی کی گئی تو انہوں نے یہ دعا مانگی تھی "تو بادشاہ اور قابل ستائش ہے۔ نیا مال اور پرانا مال تیری بارگاہ سے ہی ملتا ہے"۔ کیا اس کے علاوہ اور بھی کوئی توحید ہے۔ قسم بخدا! ہرگز نہیں۔ جہاں تک شریعت مطہرۃ کی فروع کا تعلق ہے تو بالاجماع ان کا انحصار بعثت پر ہے۔ اس سے قبل کسی کو اس کا مکلف نہیں بنایا جاسکتا۔ یہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ حضرت عبد المطلب کے لئے ظل کعبہ میں ایک قالین بچھائی جاتی تھی۔ اس پر ان کے علاوہ کسی اور کو بیٹھنے کی اجازت نہیں تھی۔ قریش کے سردار اس کے اردگرد بیٹھتے تھے۔ حضرت عبد المطلب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لاتے اور اپنے ساتھ بٹھا لیتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض چچاؤں نے آپ کو روکا تو حضرت عبد المطلب نے کہا "میرے فرزند دلبند کو اس جگہ بٹھا دو۔ یہ بڑی سلطنت کا مالک بنے گا۔ اس کی شان بڑی رفیع ہوگی۔ مجھے امید ہے کہ یہ شرف وعظمت کی ان رفعتوں پر آشیاں بند ہوگا جن پر اس سے قبل کوئی عربی نہ پہنچا ہوگا۔ نہ بعد میں پہنچے گا"۔ جب حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چارپائی کے پیچھے پیچھے جارہے تھے۔ چشمان مقدس سے آنسوؤں کے گوہر ہائے تابدار گر رہے تھے۔

علامہ ابو نعیم نے "الحلیۃ" میں اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ جب سیف بن ذی یزن الحمیری کو اللہ تعالیٰ نے یمن پر غلبہ عطا فرمایا۔ اور اس نے اہل حبشہ پر فتح حاصل کر لی تو اس نے اہل حبشہ کو یمن سے جلاوطن کر دیا۔ یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، ولادت باسعادت کے دو سال بعد رونما ہوا۔ عرب قبائل کے شعراء اور سرداروں کے کئی وفد سیف کو اس کامیابی پر مبارک باد پیش کرنے کے لئے یمن حاضر ہوئے۔ ان میں قریش مکہ کا بھی ایک وفد تھا جن میں عبد المطلب بن ہاشم، امیہ بن عبد شمس، عبد اللہ بن جدعان، خویلد بن عبد العزی اور وہب بن مناف بن زہرہ وغیرھم اکابر قریش شامل تھے۔ یہ وفد صنعاء پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ سیف غمدان نامی محل میں سکونت پذیر ہے۔ انہوں نے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ انہیں اذن باریابی مل گیا۔ جب یہ سیف کے دربار میں پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ وہاں ایک جشن کا سماں تھا۔ عنبر و مشک کی خوشبو فضا کو معطر کر رہی تھی۔ صفائی کا خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ بادشاہ کے دائیں بائیں مختلف ممالک کے بادشاہ، شہزادے اور رؤساء کا ایک جمگھٹا تھا۔ عبد المطلب اس کے قریب پہنچے اور گفتگو کی اجازت طلب کی۔ سیف نے کہا "اگر تمہیں بادشاہوں کے دربار میں لب کشائی کا سلیقہ آتا ہے تو ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں"۔ حضرت عبد المطلب نے کہا "اے بادشاہ والا! اللہ تعالیٰ نے تمہیں عمدہ منصب پر فائز کیا ہے۔ تم حسب ونسب کے اعتبار سے قابل رشک ہو۔ تم سارے عرب کے سردار ہو۔ اس کی وہ بہار ہو۔ جس سے سارا عرب سرسبز وشاداب ہوتا ہے۔ تمہارے بزرگ ہمارے لئے بہترین سلف تھے اور تم ان کے بہترین خلف ہو۔ جس کا جانشین تمہارے جیسا ہو وہ فنا نہیں ہوتا۔ جس کے آباء واجداد تمہارے آباؤ اجداد کی طرح ہوں وہ گمنام نہیں ہوتے۔ اے شاہ والا! ہم اللہ تعالیٰ کے حرم کے رہنے والے ہیں۔ اس کے گھر کے خادم ہیں۔ ہم تمہاری خدمت میں ہدیہ تہنیت پیش کرنے

کے لئے آئے ہیں''۔ سیف نے کہا ''اے گفتگو کرنے والے! ذرا اپنا تعارف تو کراؤ'' حضرت عبدالمطلب نے کہا ''میں عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہوں''۔ بادشاہ نے کہا ''پھر تو تم ہمارے بھانجے ہو''۔ انہوں نے فرمایا ''بلاشبہ'' بادشاہ نے انہیں اپنے قریب بٹھایا۔ پھر ان کی طرف اور قوم قریش کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا ''مرحبا! خوش آمدید! تمہارے لئے یہاں اونٹنی بھی ہے اور کجاوہ بھی۔ خیمہ زن ہونے کے لئے کشادہ میدان بھی ہے اور ایسا بادشاہ بھی ہے جو عظیم شان رکھتا ہے۔ اس کی سخاوت کی کوئی حد نہیں۔ میں نے تمہاری گفتگو سنی ہے اور تمہاری قریبی رشتہ داری کو پہچان لیا ہے۔ جب تک تم یہاں اقامت گزیں رہو گے ہر طرح سے تمہاری عزت و تکریم کی جائے گی۔ جب تم سفر کرو گے تو تمہیں انعامات سے نوازا جائے گا۔ اب تم مہمان خانے میں تشریف لے چلو۔ وہاں تمہاری ہر طرح کی مہمان نوازی کی جائے گی''۔

وہ ایک مہینہ تک وہیں ٹھہرے رہے۔ وہ نہ انہیں واپس جانے کی اجازت دیتا اور نہ ہی ملاقات کا موقع دیتا۔ پھر اچانک ایک روز اس نے حضرت عبدالمطلب کو علیحدگی میں بلایا۔ جب آپ اس کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے آپ کو ایک خاص مقام عطا کیا اور خلوت میں کچھ باتیں کیں۔ اس نے کہا ''میں اپنا ایک راز تمہارے سامنے بیان کرنے لگا ہوں۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم اسے پوشیدہ رکھو گے۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ اسے ظاہر کرنے کی اجازت دے دے۔ ہمارے پاس ایک کتاب ہے۔ جس کو ہم سب لوگوں سے چھپاتے ہیں۔ اس کو ہم نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔ کسی غیر کو اس پر آگاہ نہیں ہونے دیتے۔ اس میں تمہارے لئے ایک خاص فضیلت لکھی ہوئی ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا ''خدا تمہیں خوش رکھے اور نیکی کی توفیق دے۔ وہ کیا بات ہے؟ بادشاہ نے کہا ''تہامہ میں ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جس کے کندھوں کے مابین ایک نشان ہوگا۔ وہ سارے عرب کا سردار ہوگا۔ اس کے ذریعے تمہیں بھی روز قیامت تک سارے عرب کی قیادت نصیب ہوگی''۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا ''اگر بادشاہ سلامت اجازت دیں تو میں درخواست کروں گا کہ اب بشارت کو تفصیل سے بیان کریں تاکہ میری خوشی میں اضافہ ہو جائے'' بادشاہ نے کہا ''اس بچے کی پیدائش کا زمانہ آ گیا ہے یا وہ پیدا ہو چکا ہے۔ اس کا نام نامی احمد ہے۔ اس کے دونوں کندھوں کے مابین ایک نشان ہے۔ اس کے والد ماجد اور والدہ مطہرہ کا انتقال ہو چکا ہو گا۔ اس کا دادا اور چچا اس کی کفالت کریں گے۔ وہ خداوند رحمٰن کی عبادت کرے گا۔ وہ شیطان کو ٹھکرا دے گا۔ آگ کو بجھا دے گا۔ وہ بتوں کو توڑ دے گا۔ اس کی بات فیصلہ کن ہوگی۔ اس کا حکم سراپا انصاف ہوگا وہ نیکی کا حکم دے گا۔ برے کاموں سے روکے گا''۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا ''اے بادشاہ! تمہارا ہمسایہ ہمیشہ باعزت رہے تم ہمیشہ سعادت مند رہو۔ تمہاری عمر دراز ہو۔ اور تمہاری حکومت ہمیشہ رہے۔ کیا تم اس کی مزید وضاحت کرو گے؟'' سیف نے کہا ''اس غلاف والے گھر کی قسم! عبدالمطلب! تم ہی اس مبارک بچے کے دادا ہو۔ اس میں ذرا جھوٹ نہیں''۔ حضرت عبدالمطلب سجدہ میں گر پڑے۔ بادشاہ نے کہا ''سر اٹھایئے۔ تمہارا سینہ ٹھنڈا ہو گیا۔ تم نے اس چیز کو محسوس کر لیا۔ جس کا ذکر میں نے تمہارے سامنے کیا''۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا ''اے شاہ والا! بے شک میرا ایک بیٹا تھا۔ جس پر میں فریفتہ تھا۔ میں نے اس کی شادی ایک عفت مآب

خاتون سے کی۔ جس کا نام حضرت آمنہ بنت وہب تھا۔ اس کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا ہے۔ جس کا نام میں نے ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھا ہے۔ اس کا والد اور والدہ انتقال کر چکے ہیں۔ میں اور اس کا چچا اس کی کفالت کرتے ہیں۔ اس کے کندھوں کے مابین ایک نشان ہے۔ اس میں وہ تمام علامتیں موجود ہیں۔ جن کا تم نے ذکر کیا ہے''۔ سیف نے کہا ''اپنے اس مبارک بچے کی حفاظت کرو۔ یہود سے محتاط رہا کرو۔ کیونکہ وہ اس کے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہود کو ان پر کبھی بھی غالب نہیں ہونے دے گا۔ جو باتیں میں نے تمہارے ساتھ کیں ہیں۔ ان کے بارے اپنے ساتھیوں کو آگاہ نہ کرنا۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ حسد نہ کرنا شروع کر دیں۔ اگر مجھے یہ علم نہ ہوتا کہ عنقریب میں اس کی بعثت سے قبل اس دار فانی سے رخصت ہو جاؤں گا تو میں اپنے گھڑسوار دستوں اور پیدل سپاہیوں کے ساتھ یہاں سے ترک سکونت کر کے یثرب کو اپنا دار السلطنت بناتا۔ کیونکہ میری کتاب میں لکھا ہے۔ ''یثرب میں ان کے دین متین کو استحکام نصیب ہوگا۔ وہاں کے لوگ ان کے انصار ہوں گے''۔

اس کے بعد سیف بن ذی یزن نے قریش کے وفد کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ ہر ایک کو سو سو اونٹ، دس دس غلام، دس کنیزیں، دس رطل چاندی، دس رطل سونا اور عنبر کا بھرا ہوا ایک برتن دیا۔ حضرت عبدالمطلب کو ہر چیز دس دس گنا زیادہ دی۔ اس نے رخصت کرتے وقت کہا ''آئندہ سال آنا اور مجھے اس سعید بچے کے حالات سے آگاہ کرنا'' مگر سال ختم ہونے سے پہلے ہی سیف بن ذی یزن وفات پا گیا۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ جب روانہ ہوئے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا ''اے گروہ قریش! بادشاہ نے تم سے دس گنا زیادہ جو انعامات مجھے دیئے ہیں۔ تم اس پر رشک نہ کرنا۔ کیوں کہ بہر حال یہ ساری چیزیں ختم ہونے والی ہیں۔ لیکن اگر رشک کرنا ہے تو اس چیز پر کرو جو ہمیشہ رہنے والی ہے'' انہوں نے پوچھا ''وہ کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا ''کچھ عرصہ بعد اس کا اعلان کیا جائے گا''۔

امام زرقانی نے ''شرح المواہب'' میں لکھا ہے ''امام فخر الدین رازی نے اس آیت طیبہ کی تفسیر میں لکھا ہے وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ (الشعراء) اور (دیکھتا رہتا ہے جب) چکر لگاتے ہیں سجدہ کرنے والوں (کے گھروں) کا (جمال القرآن) اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام میں منتقل ہونا ہے۔ یہ آیت طیبہ کی وجوہ میں سے ایک وجہ ہے صرف اس ایک وجہ میں حصر مراد نہیں۔ مگر یہ وجہ قبولیت کے اعتبار سے الاولی ہے۔

ابن سعد، امام بزار، امام طبرانی اور امام ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کا فرمان روایت کیا ہے وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ (الشعراء) اور (دیکھتا رہتا ہے جب) چکر لگاتے ہیں سجدہ کرنے والوں (کے گھروں) کا (جمال القرآن) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف منتقل ہوتے رہے حتیٰ کہ میں نے آپ کا ظہور نبی (کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صورت میں کر دیا۔ اس آیت طیبہ کی تفسیر تَقَلُّبَكَ سے مراد آپ کا اصلاب انبیاء میں منتقل ہونا ہے۔ اگرچہ ذرائع کے ساتھ ہی ہو۔ اس آیت طیبہ کو اعم پر بھی محمول کیا گیا ہے۔ یعنی اس سے مراد نمازی ہیں جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ذریت میں رہے۔ ابن منذر نے حضرت ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان عالی شان سے مراد یہ ہے۔

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي (ابراہیم:40)

''میرے رب! بنادے مجھے نماز کو قائم کرنے والا اور میری اولاد کو بھی''۔ (جمال القرآن)

کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اولاد میں کچھ لوگ فطرت سلیمہ پر رہے۔ وہ رب تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رب تعالیٰ کے اس فرمان عالی شان

وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ (الزخرف:28)

''اور آپ نے بنادیا کلمہ توحید کو باقی رہنے والی بات اپنی اولاد میں''۔ (جمال القرآن)

اس سے مراد کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں باقی رہا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت اور توحید وہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں باقی رہی۔

علامہ شہاب ابن حجر الہیتمی نے لکھا ہے ''اہل کتاب اور اہل تاریخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حقیقی باپ نہ تھا۔ یہ ان کا چچا تھا''۔ اہل عرب چچا کو بھی ''ابا'' کہتے تھے۔ جیسا کہ امام فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے۔ بلکہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ (البقرۃ:133)

''اور خدا آپ کے آباء (بزرگوں) ابراہیم و اسماعیل کا''۔

حالانکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے۔

کئی اسناد سے حضرت ابن عباس، حضرت مجاہد، حضرت ابن جریج اور حضرت سدی سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا باپ نہ تھا۔ ان کے والد کا نام تارخ تھا۔ ابن منذر کی تاریخ میں بھی یہ صراحت موجود ہے کہ آزر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا چچا تھا۔

امام زرقانی لکھتے ہیں ''اس وضاحت سے عیاں ہوتا ہے کہ بعض مؤرخین نے تارخ کو دادا بتایا ہے وہ غلط ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اس سے اس شخص نے خطاء کی ہے جس نے آزر کو حضرت خلیل اللہ کا چچا کہا ہے۔ ان کا گمان ہے کہ یوں کہنے والا اہل تشیع کا نقطۂ نظر کا تابع ہے۔ یہ مؤقف کتاب اور سنت کے مخالف ہے۔ نیز انہوں نے یہ گمان بھی کیا ہے کہ مفسرین کا اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد کافر تھا۔ اس کے نام میں اختلاف ہے''۔ اس پوری تفصیل کا تذکرہ یہاں کرنا مناسب نہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے۔ ایسے شخص کا نقطۂ نظر درست نہیں ہے۔ بلکہ خطاء پر مبنی ہے اور اس قول کو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ آزر نہ تھا بلکہ تارخ تھا اہل تشیع کا مؤقف کہنا درست نہیں۔ کیونکہ اسلاف عظام سے یہی روایت منقول ہے کہ آزر آپ کا چچا تھا۔ امام رازی نے بھی یہی لکھا ہے۔ حافظ السنۃ نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ اس میں اہل بصیرت کے لئے عبرت ہے۔ امام رازی نے اس آیت طیبہ سے یہی استدلال کیا ہے۔

وہ روایات جو بعض اہل فترت کے عذاب کے بارے ہیں اور ان کی نجات کے معارض ہیں۔ ان کے علمائے کرام نے

کئی جوابات ارشاد فرمائے ہیں مثلاً یہ کہ یہ اخبار احاد ہیں۔ یہ نص قطعی کے مقابلہ میں نہیں آسکتیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ (بنی اسرائیل)

''اور ہم عذاب نازل نہیں کرتے جب تک ہم نہ بھیجیں کسی رسول کو''۔

ان میں اکثر روایات ضعیف ہیں۔ اگر انہیں صحیح مانا جائے پھر بھی ان کی تاویل کرنا پڑے گی یا انہیں منسوخ ماننا پڑے گا۔ وہ روایات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے منافی ہیں انہیں احتمالات پر محمول کیا جائے گا۔

معارض روایات میں سے ایک وہ روایت بھی ہے جسے ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ''ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا ''میرا باپ صلہ رحمی کرتا تھا۔ اب وہ کہاں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''آگ میں'' اس نے کہا ''آپ کے والد گرامی کہاں ہیں'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب بھی کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرو اسے آگ کی بشارت دو'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کو کتنا حسین جواب دیا۔ آپ نے اپنے جواب کو سائل کی عادت پر محمول کیا۔ آپ نے خدشہ محسوس فرمایا کہ اگر اعرابی کو وضاحت سے جواب دیا تو کہیں وہ فتنہ میں مبتلاء نہ ہو جائے۔ اور اس کا دل مضطرب نہ ہو جائے۔ آپ نے اسے ایسا جواب مرحمت فرمایا جس میں توریہ اور ابہام تھا۔ اس اعرابی کے لئے حقیقت حال کی وضاحت نہ کی۔ نہ ہی مقام میں اپنے والد گرامی اور اس کے باپ کا فرق بیان کیا کیونکہ اس اعرابی کے مرتد ہو جانے کا خطرہ تھا۔ کیونکہ یہ بات نفوس کی فطرت میں شامل ہے کہ یہ کسی اور کو بلند مقام دینا پسند نہیں کرتے۔ اہل عرب تو بڑے سخت اور سنگدل تھے، آپ نے اسے مبہم جواب دیا تاکہ اس کا دل خوش ہو جائے۔

روایت کے انہی الفاظ پر اعتماد کا تعین ہو گیا۔ دیگر روایات کے الفاظ پر انہیں مقدم کیا جائے گا۔ جو مورخین نے بالمعنی روایات کیں ہیں۔ جیسا کہ امام مسلم کی روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ کہاں ہے؟'' آپ نے فرمایا ''آگ میں'' جب کچھ آگے چلا گیا تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا ''میرا باپ اور تیرا باپ آگ میں ہیں'' یہ روایت منکر ہے اس کے بارے علماء کرام نے بہت سی گفتگو کی ہے۔ امام زرقانی نے شرح المواہب میں ان کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ سب سے احسن بات یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ راویوں نے اس میں تصرف کیا ہے۔ اس لئے ان کی روایات میں اختلاف ہو گیا۔ البتہ صحیح روایت پہلی ہی ہے یہ انتہائی محکم ہے۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے عام لفظ فرمایا تھا۔ اعرابی نے اسلام قبول کرنے کے بعد اسے ایک ایسا امر دیکھا جس کی تعمیل لازمی تھی۔ اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ اگر امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول روایت پر سارے راویوں کا اتفاق فرض بھی کر لیا جائے تو پھر بھی وہ قرآنی دلائل اور ان دلائل کے منافی ہے جو اہل فترت کے بارے وارد ہیں۔ اصول یہ ہے کہ جب صحیح حدیث دیگر دلائل کے معارض آجائے تو پھر اس کی تاویل واجب ہو جاتی ہے اور ان دلائل کو ان سے مقدم کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ امر عیاں ہے کہ اہل فترت کو آزما لینے سے قبل ان کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے باپ کے بارے کیسے فرما دیا کہ وہ اہل نار میں سے ہے؟ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا

ہے کہ یہ روا ہے کہ آزمائش کے وقت اس سے نافرمانی ہو جائے۔ حضور ﷺ پر یہ بات وحی کر دی گئی ہو اور آپ نے یہ فیصلہ کر دیا ہو کہ وہ جہنمی ہے۔ یا یہ حدیث اہل فترت کے متعلق احادیث سے متقدم ہو اور ان سے منسوخ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس شخص نے زمانہ بعثت پایا ہو۔ اسے بعثت کے متعلق علم ہو گیا ہو۔ مگر وہ کفر پر ہی ڈٹا رہا ہو اور اس پر مرا ہو۔ ایسے کافر کے لئے تو کوئی عذر نہیں ہے۔ امام زرقانی نے لکھا ہے ''اس تیرے جواب میں اعتراض کی گنجائش موجود ہے۔ کیونکہ اگر صورت حال اس طرح ہوتی تو پھر سائل کو اپنے باپ کے متعلق اس طرح سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ دونوں میں فرق عیاں ہے کیونکہ اگر سائل کے باپ کو بعثت کا زمانہ نصیب ہوا ہو تو حضور ﷺ کے والد گرامی کو تو یہ مبارک عہد نصیب نہیں ہوا تھا''۔ مگر اس اعتراض کا بھی جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ اعرابی نے یہ وہم کیا ہو کہ آپ کی بعثت کی خبر پہنچنا کافی نہ ہو بلکہ حضور ﷺ کی زیارت کا اعتبار ہو۔ اس لحاظ سے سائل کا یوں سوال کرنا اجنبی نہیں۔ کیونکہ اس وقت اسے دین کی سوجھ بوجھ نہ تھی۔ دین پوری طرح اس کے اندر داخل نہ ہوا تھا۔ بعض راویوں سے منقول ہے کہ یہ سوال اس اعرابی نے اپنی ماں کے متعلق کیا تھا۔ اس طرح ان دونوں کو یوں جمع کرنا ممکن ہے کہ ایک اس نے اپنی ماں کے متعلق اور دوسری بار اپنے باپ کے متعلق سوال کیا تھا۔

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''میں نے اپنے رب تعالیٰ سے اجازت طلب کی کہ میں اپنی امی جان کے لئے مغفرت طلب کروں۔ مگر اس نے مجھے اجازت نہ دی۔ پھر میں نے یہ اجازت مانگی کہ ان کی قبر کی زیارت کروں۔ اس نے مجھے اجازت دے دی۔ تم بھی قبور کی زیارت کیا کرو۔ یہ آخرت کی یاد دلاتیں ہیں''۔

اس حدیث پاک کا جواب اس طرح دیا گیا ہے (جیسا کہ امام زرقانی نے لکھا ہے) کہ حضور ﷺ کو والدہ مطہرہ کے لئے مغفرت طلب کرنے کی اجازت نہ ملنے سے ان کا کفر لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں حضور ﷺ کو اس شخص کی نماز جنازہ پڑھنے سے روک دیا گیا جس پر قرض ہوتا۔ حالانکہ وہ شخص مسلمانوں سے ہوتا اس کی توجیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کی دعائے مغفرت در اجابت پر فوراً قبول ہو جاتی۔ آپ جس بلند اقبال کے لئے مغفرت طلب فرماتے اسے آپ کی اس دعا کے طفیل جنت میں مقام مل جاتا۔ مقروض کو اس مقام سے روک دیا جاتا۔ حتیٰ کہ اس کا قرض ادا ہو جاتا۔ ممکن ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ دین حنیف پر ہونے کے باوجود برزخ میں ہوں۔ کفر کے علاوہ کسی اور امر کی وجہ سے انہیں جنت سے روک دیا گیا ہو۔ وہ امر اس بات کا متقاضی ہو کہ آپ کو یہ اذن نہ ملا ہو۔ بعد میں آپ کو یہ اذن عطا کر دیا گیا ہو۔

البتہ یہ روایت ''میری والدہ ماجدہ تم دونوں کی ماں کے ساتھ ہے'' سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ اس سے آپ کی والدہ مکرمہ کا اہل نار سے ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ معیت سے مراد ان کا دار برزخ ہونا مراد ہو۔ یا اس سے کچھ اور مراد ہو۔ جسے آپ نے ان کی تسکین خاطر کے لئے ابہام اور توریہ کے طور پر فرمایا ہو۔ سب سے عمدہ جواب یہ ہے کہ یہ فرمان عالی شان آپ نے اس وقت فرمایا جب تک آپ ﷺ پر وحی نہیں آئی تھی کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ جس طرح کہ آپ ﷺ نے تبع کے بارے فرمایا تھا ''میں نہیں جانتا کہ تبع لعین ہے یا کہ نہیں''۔ اس روایت کو امام حاکم اور امام ابن شاہین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ جب تبع کے متعلق آپ پر وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''تبع کو

برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو اس نے اسلام قبول کر لیا تھا"۔ اسے ابن شاہین نے ناسخ و منسوخ میں حضرت سہل اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ گویا کہ پہلے آپ پر اپنی والدہ ماجدہ کے متعلق کوئی وحی نازل نہ ہوئی تھی۔ آپ کو ان کے ان اشعار کے بارے خبر نہ تھی جو انہوں نے اپنے وصال پر ملال کے وقت کہے تھے۔ اس وقت آپ نے اہل جاہلیت کے قاعدہ کے مطابق فرمایا کہ وہ بھی ان دونوں کی ماں کے ہمراہ ہیں۔ پھر آپ پر یہ وحی نازل کر دی کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا موحدہ ہوں۔ مگر ان تک بعثت اور مرکزی اٹھنے کی کیفیت نہ پہنچی ہو۔ یہ ایک بہت بڑی اصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زندہ فرمایا ہو حتیٰ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری شریعت مطہرہ پر ایمان لے آئیں۔ اسی لئے ان کا زندہ کرنا حجۃ الوداع تک مؤخر کیا گیا۔ حتیٰ کہ شریعت بیضاء مکمل ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کر دی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (المائدہ:3)۔

"آج میں نے مکمل کر دیا ہے تمہارے لئے تمہارا دین"۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو زندہ کیا گیا حتیٰ کہ وہ ان سارے امور پر ایمان لے آئیں جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول ہوا۔ یہ ایک نفیس اور بلیغ جواب ہے۔ حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان پہلے گزر چکا ہے کہ وہ روایات جن میں یہ ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور کے پاس گریہ بار ہوئے۔ ان روایات کو اس معنی پر محمول کیا جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ گریہ اس لئے نہیں تھا کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو عذاب ہو رہا تھا بلکہ اس افسوس پر تھا جو وہ آپ کی بعثت کا عہد ہمایوں نہ پا سکیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لا سکیں۔ اللہ تعالیٰ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے پر رحم آیا۔ اس نے آپ کی والدہ مکرمہ کو زندہ فرمایا حتیٰ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔

وہ احادیث جو نجات کے معارض ہیں ان میں سے ایک روایت وہ بھی ہے جسے امام حاکم نے روایت کیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی طرف اشارہ فرمایا۔ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان قبروں کے پاس تشریف لے گئے۔ ان میں سے ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے کافی دیر مناجات کیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے۔ ہم بھی آپ کے رونے کی وجہ سے رونے لگے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں بلایا پھر ہمیں بلا لیا۔ پھر فرمایا "تم کیوں رو رہے تھے؟" ہم نے عرض کی "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی وجہ سے ہم بھی رونے لگے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس قبر کے پاس میں بیٹھا ہوا تھا وہ حضرت سیدہ آمنہ کی قبر تھی۔ میں نے رب تعالیٰ سے ان کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت مانگی۔ اس نے مجھے یہ اجازت دے دی۔ میں نے ان کے لئے دعائے مغفرت کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ اجازت نہ دی۔ اس نے مجھ پر یہ آیت طیبہ نازل کی۔

مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْٓا اُولِیْ قُرْبٰی (التوبہ:113)

"درست نہیں ہے نبی کے لئے اور نہ ایمان والوں کے لئے کہ مغفرت طلب کریں مشرکوں کے واسطے اگرچہ وہ

مشرک ان کے قریبی رشتہ دار ہی ہوں"۔

مجھے اسی رقت وشفقت نے آلیا جو ایک بچے کو اپنی ماں کے لئے ہوتی ہے۔

اس روایت کا جواب یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ اسے ابن معین وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام ذہبی نے لکھا ہے کہ اس میں ابوایوب بن ہانی ہے جو ضعیف ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "اسی علت کی وجہ سے اس کی صحت میں جرح وقدح کی گئی ہے"۔ امام حاکم نے اگرچہ اسے صحیح قرار دیا ہے مگر اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ ان احادیث کے معارض ہے جن میں یہ تذکرہ ہے کہ یہ آیت طیبہ جناب ابوطالب کے بارے نازل ہوئی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ۙ وَّ لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ ﴿۱۱۹﴾ (البقرہ)

"بے شک ہم نے بھیجا ہے آپ کو (اے حبیب) حق کے ساتھ (رحمت کی) خوشخبری دینے والا (عذاب سے) ڈرانے والا اور آپ سے باز پرس نہیں ہوگی ان دوزخیوں کے متعلق"۔

یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے متعلق نازل ہوئی۔ "مگر یہ قول باطل ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ یہ آیت طیبہ یہود ونصاریٰ کے بارے نازل ہوئی تھی۔ ابوحیان نے "بحر" میں لکھا ہے ان آیات کا سیاق وسباق اور لواحق اسی بات پر دلالت کرتے ہیں۔" دوسرا قول یہ ہے کہ یہ خواجہ ابوطالب کے بارے نازل ہوئی۔ اس آیت طیبہ پر عنقریب مزید گفتگو ہوگی۔

اگر تم یہ کہو کہ بعض اہل فترۃ کے عذاب کے بارے صحیح احادیث مروی ہیں۔ جیسا کہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا۔ وہ اپنی آنتیں آگ میں گھسیٹ رہا تھا"۔ اسی طرح امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں نے ڈنڈے والے کو آگ میں دیکھا۔ یہ وہ بدنصیب شخص تھا جو اپنے ٹیڑھے سرے والے ڈنڈے کے ساتھ حاجیوں کی چوریاں کرتا تھا"۔ اگر کوئی اسے دیکھ لیتا تو وہ کہتا "یہ چیز میرے ڈنڈے کے ساتھ اٹک گئی تھی"۔ اگر وہ شخص غافل ہوتا تو وہ یہ چیزیں لے اڑتا۔ اس اعتراض کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں۔

ان میں سے ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ اخبار احاد ہیں جو ظن کا فائدہ دیتی ہیں۔ یہ دلائل قطعیہ کے مقابل میں نہیں آسکتیں کہ انہیں عذاب نہ دیا جارہا ہو۔ یہ مؤقف آیات قرآنیہ سے ماخوذ ہے۔

آیات قرآنیہ کو ان روایات سے مقدم کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ صحیح بھی ہوں۔

(2) ان روایات میں صرف ان افراد کا تذکرہ ہے جن کے عذاب کا ذکر ان روایات میں ہے۔ دوسرے افراد کو ان پر قیاس نہیں کیا جائیگا۔ اس لئے یہ دلیل قطعی کے منافی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس سبب سے آگاہ ہے جس کی وجہ سے وہ اس عذاب میں مبتلا ہوئے۔ اگرچہ ہم اس سبب سے آگاہ نہیں ہیں۔

(3) مذکورہ احادیث میں ان افراد کے عذاب کا تذکرہ ہے جنہوں نے اہل فترہ میں سے تغیر وتبدل کیا جیسے کہ عمرو بن لحی۔ وہ

خود بھی گمراہ ہوئے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ جس کی وجہ سے انہیں معذور نہیں سمجھا جائے گا۔ جس طرح کہ بتوں کی پوجا اور شریعتوں کو تبدیل کرنا۔

اہل فترت کی اقسام

علماء کرام نے اہل فترت کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

پہلی قسم

اس قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جنہوں نے اپنی بصیرت سے توحید کو پالیا اور اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا۔ اسی بصیرت نے انہیں غیر اللہ کی عبادت سے روک دیا۔ پھر ان میں سے بعض وہ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ میں داخل نہیں ہوئے تھے جیسے قس بن ساعدہ ایادی۔ یہ زمانہ جاہلیت میں بعثت پر ایمان لے آیا تھا۔ اس نے عقل کے ذریعے رب تعالیٰ کو جان لیا تھا۔ یہ کہا کرتا تھا ''عنقریب اس طرف سے حق ظاہر ہو جائے گا''۔ یہ مکہ مکرمہ کی طرف اشارہ کرتا۔ لوگ اس سے پوچھتے ''اس حق سے کیا مراد ہے؟'' وہ کہتا ''اس سے مراد وہ عظیم ہستی ہے جو لوی بن غالب کی اولاد میں سے ہوگی۔ وہ ذات پاک تمہیں کلمۂ اخلاص ابدی زندگی اور غیر زوال پذیر نعمتوں کی طرف بلائے گی۔ اگر وہ تمہیں دعوت حق دیں تو ضرور قبول کر لینا اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں ان کی بعثت تک زندہ رہوں گا تو ان کی طرف سب سے پہلے دوڑ کر جانے والا میں ہوتا''۔

السیمری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ قس پہ رحم فرمائے۔ مجھے امید ہے کہ رب تعالیٰ اسے تنہا ایک امت بنا کر مبعوث کرے گا''۔ عنقریب اس کے متعلق مزید تفصیلات بیان ہوں گی۔

اسی طرح زید بن عمرو بن نفیل بھی ہے۔ یہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ کا باپ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا چچا تھا یہ بھی ان افراد میں سے تھا جنہوں نے توحید کی جستجو کی۔ بتوں کو چھوڑ دیا شرک سے اجتناب کیا۔ یہ بعثت سے پہلے مر گیا یہ کہا کرتا تھا ''میں نے اپنی قوم کی مخالفت کی ہے۔ میں نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی ملت کی پیروی کی ہے۔ یہ دونوں بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے۔ یہ دونوں قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ میں بنو اسماعیل میں سے ایک نبی کا منتظر ہوں۔ جنہیں مبعوث کیا جائے گا۔ میرا گمان نہیں کہ میں اس کا عہد ہمایوں پاسکوں۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں۔ ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی برحق ہیں''۔ اس نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے کہا ''اگر تمہیں طویل زندگی نصیب ہو تو اس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام پہنچانا''۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے متعلق بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''علیہ السلام۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے''۔ پھر فرمایا ''میں نے اسے جنت میں دیکھا وہ دامن گھسیٹ رہا تھا''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اسی قسم میں سے ہیں۔ جو افعال قبیحہ زمانہ جاہلیت میں کئے جاتے تھے وہ ان میں سے ایک کام بھی نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا۔ اسی لئے بعض محققین نے کہا ہے ''حضرت ابوبکر اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما دونوں کو صدیق کے لقب سے ملقب کیا جائیگا۔ ان دونوں کے متعلق ''کرم اللہ وجہہ الکریم'' کہا

جائیگا"۔ لیکن صدیق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے اور "کرم اللہ وجہہ الکریم" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہو گیا۔ ان دونوں پاکیزہ فطرت ہستیوں نے کبھی بھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا۔

اس قسم میں بعض افراد وہ بھی ہیں۔ جو آپ کی شریعت مطہرہ میں داخل ہو گئے تھے جیسا کہ تبع اور اس کی قوم اہل نجران اور ورقہ بن نوفل۔ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں نصرانیت اختیار کر لی تھی۔ ابھی دین نصرانیہ منسوخ نہیں ہوا تھا۔ علامہ زرقانی نے لکھا ہے "اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین پہلی قسم میں سے ہوں۔ یعنی زید بن عمرو بن نفیل اور قس بن ساعدہ کے ہمراہ ہوں۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین اس مقام کے زیادہ مستحق ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

دوسری قسم

دوسری قسم ان اہل فترت کی ہے جنہوں نے دین میں تغیر و تبدل کیا۔ شرک کیا توحید کو ترک کر دیا۔ اپنے لئے شریعت بنا لی۔ اپنی طرف سے حلال اور حرام قائم کیا۔ اکثر اہل عرب اس قسم میں شمار ہوتے ہیں جیسا کہ عمرو بن لحی۔ سب سے پہلے اس نے اہل عرب کے لئے بتوں کی پوجا کا طریقہ رائج کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کو تبدیل کیا۔ ابن اسحاق نے اس کا سبب کچھ یوں تحریر کیا ہے۔

"عمرو بن لحی شام کی طرف گیا وہاں عمالقہ کی حکومت تھی۔ وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ عمرو نے ان سے ایک بت مانگا۔ اسے مکہ مکرمہ میں لا کر خانہ کعبہ کے پاس نصب کر دیا۔ اسے ہبل کہا جاتا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک جن اس کے تابع تھا جسے ابو ثمامہ کہا جاتا تھا۔ ایک رات وہ جن اس کے پاس آیا۔ اس نے کہا "ابو ثمامہ کو جواب دو"۔ اس نے کہا "تجھے تہامہ سے لبیک اور بلا ملامت داخل ہو جا"۔ اس نے کہا "جدہ کی طرف جا تو وہاں معبودوں کو پالے گا۔ انہیں حاصل کر لینا۔ کسی سے نہ ڈرنا۔ ان کی عبادت کی دعوت دینا لوگ اس پر لبیک کہیں گے"۔ اس نے وہاں وہ بت پالئے جن کی حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پرستش ہوتی تھی۔ وہ انہیں اٹھا کر مکہ مکرمہ میں لے آیا۔ لوگوں کو ان کی پوجا کی دعوت دی۔ اس طرح عرب میں بت پرستی رواج پا گئی۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں یہ تلبیہ تھا۔ "اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ" جب عمرو بن لحی کا زمانہ آیا اسی اثناء میں کہ وہ یہ تلبیہ پڑھ رہا تھا تو شیطان ایک بزرگ کی شکل میں اس کے سامنے آیا اور عمرو کے ساتھ تلبیہ کہنے لگا۔ عمرو نے جب کہا "لبیك لا شریك لك" تو شیطان نے کہا "اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ" عمرو کو یہ تلبیہ بڑا عجیب لگا۔ اس نے پوچھا "یہ کیسا تلبیہ ہے؟" ابلیس نے کہا "یوں کہہ دو "تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ" اس طرح کہنے سے کوئی حرج نہیں۔ عمرو نے اسی طرح کہا۔ پھر اہل عرب بھی یہی تلبیہ پڑھنے لگے۔ عمرو نے اہل عرب کے لئے احکام شریعت بنائے اس نے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی کا رواج ڈالا۔ جب کوئی اونٹنی پانچ بچے جنتی۔ آخری بچہ نر ہوتا تو وہ اس کے کان چیر دیتے۔ اسے کھلا چھوڑ دیتے۔ نہ اس پر سواری کرتے۔ نہ اس کا دودھ نکالتے۔ نہ اسے کسی حوض سے روکا جاتا۔ نہ چراگاہ سے منع کیا جاتا وہ اسے بحیرہ کہتے تھے۔ اہل عرب میں سے ایک شخص کہتا "اگر میں مرض سے شفایاب ہو گیا یا سفر سے بخیر واپس آ گیا تو میری اونٹنی سائبہ بن جائے گی"۔ وہ اسے بھی بحیرہ کی طرح بنا دیتے جس سے ہر قسم کا فائدہ اٹھانا حرام ہوتا۔ اگر بکری مادہ بچہ جنتی تو یہ ان کے لئے

ہوتا اور اگر وہ نر بچہ جنم دیتی تو وہ ان کے معبودان باطلہ کے لئے ہوتا۔ اگر وہ بیک وقت نر اور مادہ بچہ جنم دیتی تو مادہ کو اس کے ساتھ جنم لینے والے نر کے ساتھ ملا دیا جاتا۔ اسے معبودان باطلہ کے لئے ذبح نہ کیا جاتا۔ اگر کسی سانڈ سے لگا تار دس بچے جنوائے جاتے تو اہل عرب اس پر سوار ہونا حرام سمجھتے۔ اسے نہ چراگاہ سے اور نہ ہی حوض سے روکا جاتا۔ وہ کہتے "اب اس پر سوار ہونا درست نہیں" یہ ساری اقسام وہ اپنے بتوں کے لئے وقف کر دیتے۔ اہل عرب نے اور بھی بہت سے امور میں عمرو کی اتباع کر لی تھی جیسا کہ جنات کی عبادت کرنا۔ ملائکہ کی پرستش کرنا۔ ان کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنالینا وغیرہ وغیرہ۔ انہوں نے اپنے بتوں کے لئے عمارات اور پردے بنا رکھے تھے۔ وہ ان کے متعلق خانہ کعبہ کی نقلیں اتارتے تھے جیسا کہ لات، عزیٰ اور مناۃ کے بت۔

تیسری قسم

اس قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جنہوں نے نہ شرک کیا نہ واحدانیت اختیار کی۔ وہ نہ تو کسی نبی کی شریعت میں داخل ہوئے۔ نہ اپنے لئے کوئی شریعت بنائی نہ دین اختراع کیا۔ بلکہ ساری زندگی غفلت میں گزار دی۔ زمانہ جاہلیت میں ایسے لوگ بھی تھے۔

جب اہل فترت کو مذکورہ بالا تین اقسام میں تقسیم کیا گیا تو عذاب کو صرف دوسری قسم پر محمول کیا جائے گا۔ اس عذاب کی وجہ ان کا کفر اختیار کرنا ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے کئی خبیث باتیں اختراع کر لیں تھیں۔ رب تعالیٰ نے اس قسم کو کفار اور مشرکین کہا ہے۔ ہم قرآن پاک میں پاتے ہیں کہ وہ جب بھی ان میں سے کسی ایک کی حکایت بیان کرتا ہے تو ان کے بارے کفر اور شرک کا فیصلہ کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ (المائدہ)

"نہیں مقرر کیا اللہ نے بحیرہ اور سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام لیکن جنہوں نے کفر کیا وہ تہمت لگاتے ہیں اللہ پر جھوٹی اور اکثر ان میں سے کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں"۔

قرآن پاک نے انہیں احمق کہا ہے۔ کیونکہ اس مسئلہ میں انہوں نے اپنے آباء کی تقلید کی تھی۔ ان میں سے اکثریت کی یہی حالت تھی البتہ بہت قلیل تعداد اس سے مستثنیٰ تھی وہ اس سے دور رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کر لیا تھا۔ ان کا شمار پہلی قسم میں ہوتا ہے۔

حقیقت میں اہل فترت تیسری قسم ہی ہے بالاتفاق انہیں عذاب نہیں ہوگا۔ جب تجھے یہ بات معلوم ہوگئی ہے تو پھر یہ بھی جان لے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین یا تو پہلی قسم میں سے ہوں گے جیسا کہ ان کے اشعار اور اقوال اس پر دلالت کرتے ہیں یا ان کا شمار تیسری قسم میں ہوگا۔ ان کے زمانہ کے تاخر کی وجہ سے انہیں کوئی دعوت نہ پہنچی تھی۔ انبیاء سابقین اور ان کے مابین بہت زیادہ بعد تھا۔ وہ اس زمانہ جاہلیت میں تھے جس میں جہالت از شرق تا غرب پھیلی ہوئی تھی۔ اس زمانہ میں

ایسی ہستی مفقود تھی جو شرائع کی پہچان رکھتی ہو اور دعوت حق کو صحیح طرح پہچانتی ہو۔ البتہ اہل کتاب کے علماء کی قلیل سی تعداد موجود تھی جو زمین کے اکناف و اطراف میں پھیلی ہوئی تھی جیسا کہ شام وغیرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین نے نہ تو مدینہ طیبہ کے علاوہ کسی اور طرف سفر کیا۔ نہ ہی انہیں طویل زندگی نصیب ہوئی کہ وہ مطلوب (دین) کے متعلق جستجو کرتے بالخصوص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ پردہ نشین تھیں۔ وہ گھر سے باہر نہ نکلتیں تھیں نہ مردوں کے ساتھ جمع ہوتی تھیں نہ ہی انہیں کوئی فرد ملا جو انہیں بتاتا۔ عصر حاضر میں جبکہ دین اسلام مشرق و مغرب میں پھیل چکا ہے خواتین کی اکثریت احکام شرعیہ سے ناواقف ہے کیونکہ انہیں فقہاء کے ساتھ بیٹھنا نصیب نہیں ہوتا تو پھر تمہارا اس فترت اور جاہلیت کے زمانہ کے متعلق کیا گمان ہے جس میں مرد بھی ایسے امور سے ناآشنا تھے اس دور میں خواتین کی حالت کیا ہوگی۔ اس لئے جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو مکہ مکرمہ کے لوگوں نے تعجب کرتے ہوئے کہا۔

أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ۝ قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا ۝ (بنی اسرائیل)

''کیا بھیجا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر (ایسا نہیں ہوسکتا) فرمایئے اگر ہوتے زمین میں (انسانوں کے بجائے) فرشتے جو اس پہ چلتے (اور اس میں) سکونت اختیار کرتے تو ہم (ان کی ہدایت کے لئے) ان پر اتارتے آسمان سے کوئی فرشتہ رسول بنا کر''۔

اگر انہیں رسل عظام کی بعثت کا علم ہوتا تو وہ اسے عجیب نہ سمجھتے۔ ان کا گمان یہی تھا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام انہی امور کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے۔ ان کے پاس ایسا کوئی شخص نہ تھا جو انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے احکام شریعت کما حقہ پہنچاتے کیونکہ وہ شریعت مٹ چکی تھی۔ کوئی بھی ایک ایسا شخص نہ تھا جو اس کے احکام جانتا ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان اہل عرب کے مابین تین ہزار سال سے زیادہ عرصہ تھا۔

جہاں تک پہلی قسم کا تعلق ہے۔ جیسا کہ قس بن ساعدہ اور زید بن عمرو۔ ان کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ان میں سے ہر ایک، ایک امت بن کر اٹھے گا''۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے لئے مغفرت طلب کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''یہ دونوں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی شریعت پر تھے''۔ یہ درجہ رب تعالیٰ کی توفیق اور ہدایت سے ہی نصیب ہوتا ہے۔ جب یہ کیفیت ان دونوں کے لئے جائز ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کرام اور امہات فخام کے لئے اس کے جواز میں کون سی رکاوٹ باقی ہے؟

کیا قس بن ساعدہ، زید بن عمرو اور ورقہ بن نوفل کو صحابیت کا شرف نصیب ہوا تھا یا نہیں۔ اس میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء کرام کا موقف یہ ہے کہ انہیں یہ شرف نصیب نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کی بعثت سے قبل جمع ہوئے تھے۔ وہ آپ کے ظہور سے قبل آپ پر بالغیب ایمان لائے تھے۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے مابین انہیں زندہ کیا جائے گا۔ البتہ عثمان حویرث، تبع اور اس کی قوم اور اہل

نجران کا فیصلہ ان لوگوں کے فیصلے کی مانند ہوگا جو دین میں داخل تو ہوئے لیکن ان میں سے ایک بھی اس اسلام کو نہ پاسکا جو ہر دین کا ناسخ تھا۔ تبع نے تو اسلام بالکل نہ پایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق نزول وحی سے قبل فرمایا تھا "میں نہیں جانتا کہ تبع لعین ہے یا نہیں"، جب اس کے متعلق آپ پر وحی نازل ہوئی تو فرمایا "تبع کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو اس نے اسلام قبول کر لیا تھا" یعنی اس نے رب تعالیٰ کی توحید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے قبل ہی آپ کی صداقت کی گواہی دے دی تھی۔

ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "تبع اس وقت نہ مرا جب تک اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی گواہی نہ دی۔ کیونکہ مدینہ منورہ کے یہودی اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بتایا کرتے تھے"۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے "میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا مسئلہ اجماعی ہے۔ بلکہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ اس کا حکم وہی ہے جو دیگر مختلف فیہ مسائل کا ہے۔ البتہ میں نے ان علماء کے اقوال کو اختیار کیا ہے جو ان کی نجات کا موقف اپنائے ہوئے ہیں کیونکہ اس رفیع مقام کے مناسب یہی ہے۔ اور اسی میں احتیاط بھی ہے۔ ایسا امر ذکر کرنے سے محتاط رہنا چاہئے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت ہوتی ہے کیونکہ یہ عرف ہے کہ جب کسی شخص کے والد کو اس وصف سے یاد کیا جائے جس میں اس کی تنقیص شان ہو تو اس سے اس کے بیٹے کو اذیت ہوتی ہے۔ حضرت ابن مندہ وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضرت سبیعہ بنت ابی لہب رضی اللہ عنہا بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم" لوگ کہتے ہیں "تو اس شخص کی بیٹی ہے جو آگ کا ایندھن ہے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں اٹھے اور فرمایا "ان لوگوں کا کیا بنے گا جو مجھے میرے رشتہ داروں کے بارے اذیت دیتے ہیں۔ جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی"۔

امام طبرانی، امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مردوں کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا کرو اس طرح کہ زندوں کو اذیت دو" اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینا کفر ہے۔ ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے گا۔ اگر وہ توبہ نہ کرے۔

مالکیہ کے نزدیک اگر اس نے توبہ کر لی پھر بھی اسے قتل کر دیا جائیگا۔ جب کسی شخص سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے متعلق پوچھا جائے تو اسے کہنا چاہئے کہ وہ نجات یافتہ ہیں اور جنت میں ہیں یا تو اس لئے کہ انہیں زندہ کیا گیا حتیٰ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ جس طرح کہ حضرت امام سہیلی، امام قرطبی اور ناصر الدین المنیر وغیرہ نے صراحت کی ہے۔ یا اس لئے کہ وہ زمانہ فترت میں بعثت سے پہلے وفات پا گئے۔ اس لئے وہ عذاب میں مبتلا نہیں ہیں۔ جس طرح الابی نے شرح مسلم میں لکھا ہے۔ یا اس لئے کہ وہ دین حنیف پر تھے وہ موحد تھے۔ اور وہ مشرک نہیں تھے جیسا کہ امام سنوسی اور امام تلمسانی نے وضاحت کی ہے۔ یہ محققین کے اقوال کا خلاصہ ہے۔ جو ان کے اقوال کے مخالف قول کرے اس کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی۔ علامہ طحطاوی نے متاخرین علماء حنفیہ سے در المختار کے کتاب النکاح کے حاشیہ میں محققین کے سارے اقوال لکھے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ حنفیہ میں سے محققین علماء کرام کا یہی عقیدہ ہے۔ جو ان کی مخالفت کرے گا۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ علامہ

زرقانی نے شرح المواہب میں لکھا ہے کہ قاضی ابوبکر ابن عربی سے پوچھا گیا کہ اس شخص کے بارے کیا حکم ہے جو کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین آگ میں ہیں۔ انہوں نے کہا ''وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے ملعون ہے''۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۝

(الاحزاب)

''بے شک جو لوگ ایذاء پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اللہ ان کو اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لئے رسوا کن عذاب''۔

اس سے بڑھ کر اذیت ناک اور کوئی بات نہیں کہ یہ کہا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی آگ میں ہیں۔

ابن عساکر اور ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ شام کے کاتبوں میں سے ایک شخص نے شام کے اضلاع میں سے ایک ضلع پر ایسا شخص بطور عامل مقرر کیا جس کے باپ پر بدکاری کی تہمت لگائی گئی تھی یہ خبر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی تو انہوں نے اس شخص سے پوچھا ''تمہیں کس چیز نے اس امر پر ابھارا کہ مسلمانوں کے ضلع پر ایسا شخص بطور عامل مقرر کرے جس کے باپ پر بدکاری کی تہمت لگائی گئی ہے''۔ اس نے کہا ''اللہ تعالیٰ امیر المومنین کی اصلاح کرے اگر اس شخص کا باپ اس طرح ہے تو پھر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد بھی تو مشرک تھے (نعوذ باللہ منہ) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے درد بھری آہ نکالی۔ پھر کچھ خاموش رہے۔ پھر فرمایا ''کیا میں اس تیرہ بخت کی زبان کاٹ دوں۔ کیا اس سیاہ قسمت کی ٹانگیں کاٹ دوں یا اس کی گردن اڑا دوں''۔ پھر اسے فرمایا ''جب تک میں زندہ ہوں مجھ سے کلام نہ کرنا'' اس کو اس منصب سے ہٹا دیا۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا ایمان ثابت کرنے کی بہت ہی سعی جمیل فرمائی ہے رب تعالیٰ انہیں اس فعل صالح کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ اس موضوع پر ان کی چھ تالیفات ہیں۔ ان میں سے ایک تصنیف کا نام ''مسالك الحنفاء فی نجاۃ آباء المصطفیٰ'' ہے۔ انہوں نے اپنی عظیم تصنیف میں لکھا ہے ''مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں اس مسئلہ کے متعلق کچھ اشعار کہوں۔ اور اپنی اس عظیم تصنیف کو انہی پر اختتام پذیر کروں''۔ میں نے اشعار کہے

اِنَّ الَّذِیْ بَعَثَ النَّبِیَّ مُحَمَّدًا　　اَنْجٰی بِهِ الثَّقَلَیْنِ مِمَّا یَجْعَفُ

بلاشبہ وہ ذات جس نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اس نے آپ کے طفیل ثقلین کو اس چیز سے نجات دی جو انہیں برباد کر سکتی تھی۔

وَ لِاُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ حُكْمٌ شَائِعٌ　　اَبْدَاهُ اَهْلُ الْعِلْمِ فِیْمَا صَنَّفُوْا

آپ کے والدین کریمین کے لئے ایک حکم مشہور ہے۔ اہل علم نے اپنی تصانیف میں اس کا اظہار کیا ہے۔

فَجَمَاعَةٌ اَجْرَوْهُمَا مَجْرَی الَّذِیْ　　لَمْ یَاْتِیْهِ خَبَرُ الدُّعَاةِ الْمُسْعِفِ

ایک گروہ نے آپ کے والدین کریمین کو اس گروہ میں شمار کیا ہے جنہیں قریبی داعیین کی خبر نہیں پہنچی۔

وَ الْحُكْمُ فِیْمَنْ لَمْ یَجِیْئُهُ دَعْوَةٌ　　اَنْ لَا عَذَابَ عَلَیْهِ حُكْمٌ مُؤَلَّفٌ

اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ایسے لوگوں کے بارے جنہیں دعوت حق نہ پہنچی ہو یہ ہے کہ ان پر کوئی عذاب نہیں۔

فَبِذَاكَ قَالَ الشَّافِعِيَّةُ كُلُّهُمْ وَالْأَشْعَرِيَّةُ مَا بِهِمْ مُتَوَقِّفُ

یہ موقف سارے شوافع اور اشعریہ کا ہے۔ان میں سے ایک بھی توقف کرنے والا نہیں۔

وَ بِسُورَةِ الْإِسْرَاءِ فِيهِ حُجَّةٌ وَ بِنَحْوِذَا فِي الذِّكْرِ آيٌ تُعْرَفُ

سورۃ الاسراء میں اس کے بارے ایک دلیل موجود ہے جو ذکری میں "ذا" کی مانند معروف ہے۔

وَ لِبَعْضِ أَهْلِ الْفِقْهِ فِي تَعْلِيلِهِ مَعْنًى أَرَقُّ مِنَ النَّسِيمِ وَأَلْطَفُ

بعض اہل فقہ نے اس کی تعلیل میں کہا ہے کہ اس کا معنی ہے ہوا سے زیادہ رقیق اور لطیف۔

وَ نَحَا الْإِمَامُ الْفَخْرُ رَازِي الْوَرٰى مَنْحًى بِهِ لِلسَّامِعِينَ تَشَنُّفُ

اس مسئلہ میں امام رازی کا موقف وہ ہے جس میں سامعین کیلئے اعتراض کی گنجائش موجود ہے۔

إِذْهُمْ عَلَى الْفِطْرِ الَّذِي وُلِدُوا وَلَمْ يَظْهَرْ عِنَادٌ مِنْهُمْ وَ تَخَلُّفُ

آپ کے والدین کریمین اسی فطرت پر رہے جس پر ان کی ولادت ہوئی ان سے کسی عناد یا اختلاف کا اظہار نہ ہوا۔

قَالَ الْأُولٰى وَلَدُوا النَّبِيَّ الْمُصْطَفٰى كُلٌّ عَلَى التَّوْحِيدِ إِذْ يَتَحَنَّفُ

پہلے گروہ نے کہا ہے کہ جو حضور اکرم ﷺ کے مبارک نور کے امین رہے وہ سارے توحید پر تھے اور ہر باطل سے منہ موڑے ہوئے تھے

مِنْ آدَمَ لِأَبِيهِ عَبْدِاللّٰهِ مَا فِيهِمْ أَخُو شِرْكٍ وَلَا يَسْتَنْكِفُ

حضرت آدم سے لے کر حضرت عبداللہ تک ایک شخص بھی نہ تو مشرک تھا اور نہ ہی خدا کی بندگی کو عار سمجھنے والا تھا۔

فَالْمُشْرِكُونَ كَمَا بِسُورَةِ التَّوْبَةِ نَجَسٌ وَ كُلُّهُمْ بِطُهْرٍ يُوصَفُ

سورت توبہ میں تذکرہ ہے کہ مشرک سارے کے سارے ناپاک ہیں جبکہ آپ کے آباء واجداد تو پاکیزہ اور مطہر تھے۔

وَ بِسُورَةِ الشُّعَرَاءِ فِيهِ تَقَلُّبُ فِي السَّاجِدِينَ فَكُلُّهُمْ مُتَحَنِّفُ

سورۃ الشعراء میں تقلبك فی الساجدین کے الفاظ بھی ہیں آپ کے سارے آباء باطل سے منہ موڑ کر حق کی طرف یک سو تھے۔

هذا كلام الشيخ فخر الدين في اسراره هبطت عليه الذرف

یہ امام رازی کا کلام ہے جو انہوں نے "الاسرار" میں تحریر کیا ہے ان پر رب تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں۔

فجزاه رب العرش خير جزائه و حباه جنات النعيم تزخرف

رب العرش انہیں بہترین جزائے خیر دے۔وہ انہیں جنات النعیم میں جگہ دے اور انہیں آراستہ کرے۔

فلقة تدين في زمن الجاهلية فرقة دين الهدیٰ و تحنفوا

زمانہ جاہلیت میں ایک گروہ نے ہدایت کا دین اختیار کر لیا تھا اور باطل سے منہ موڑ لیا تھا۔

زید بن عمرو ابن نوفل ھکذا　الصدیق ما شرك علیه یعکف

جیسا کہ زید بن عمرو، ابن نوفل اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے تو شرک کیا ہی نہیں تھا۔

قد فسر السبکی بذاك مقالة　لا شعری وما سواہ مزیف

امام سبکی نے یہ بات اشعری کے لئے تفصیل سے بیان کی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی موقف درست نہیں ہے۔

اذ لم تزل عین الرضا منه علی　الصدیق و هو بطول عمر احنف

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر رضا کی آنکھ ہمہ وقت رہی۔ وہ ساری زندگی ہی باطل سے روگرداں رہے۔

عادت الیه صحبة الهادی فما　فی الجاهلیة لضلالة یعرف

انہیں ہادی کی رفاقت نصیب رہی وہ زمانہ جاہلیت میں بھی گمراہی کے قریب نہ گئے۔

فلامه و ابوہ احری سیما　ورأت من الایات مالا یوصف

آپ کی والدہ اور والد اس امر کے زیادہ مستحق ہیں آپ کی والدہ ماجدہ نے ایسی نشانیاں دیکھیں جنہیں کما حقہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔

وجماعة ذهبوا الی احیائه　ابویه حتی آمناه تحرفوا

ایک گروہ کا مؤقف یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کے والدین کو زندہ فرمایا حتیٰ کہ وہ آپ پر ایمان لے آئے۔ ان علماء کا نظریہ بھی غلط نہیں۔

وروی ابن شاهین حدیثا مسندا　فی ذاك لکن الحدیث مضعف

حضرت ابن شاہین نے اس کے بارے ایک روایت بھی نقل کی ہے۔ لیکن وہ روایت ضعیف ہے۔

هذا مسالك لو تفرد بعضها　لکفی فکیف بها اذا تتالف

یہ مسالک ہیں۔ اگرچہ بعض بعض جدا ہیں۔ یہ کفایت کرتے ہیں۔ اس وقت ان کی کیفیت کیا ہو گی جب یہ اکٹھے ہو جائیں گے۔

و بحسب من لا یر تضیها صمته　ادبا ولکن این من هو منصف

یہ مؤقف اس شخص کے نظریہ کے موافق ہے جو از روئے ادب اپنی شہرت پسند نہیں کرتا لیکن وہ کہاں ہے جو منصف ہے؟

صلی اللہ علی النبی محمد　ماجدد الدین الحنف محنف

اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت تک درود و سلام بھیجتا رہے جب تک علماء دین حنیف کی تجدید کرتے ہیں۔

و علی صحابته الکرام واله　و فی رضاہ یدوم ولا یتوقف

آپ کے صحابہ پر اور آل پر بھی درود و سلام سے اور انہیں ایسی رضا نصیب ہو جو دائمی اور ابدی ہے۔

حضرت عبدالمطلب کا وصال اور جناب ابوطالب کو وصیت

حضور اکرم، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت حضرت عبدالمطلب نے کی۔ حضرت عبدالمطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر از حد شفیق تھے۔ وہ اتنی شفقت اپنے کسی بیٹے پر بھی نہیں کرتے تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریب رکھتے۔ لحہ بھر کے لئے نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتے۔ خلوت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بٹھاتے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد کا وصال ہوا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک آٹھ سال تھی۔ سیرت نگاروں نے آپ کی عمر مبارک اس سے کم وبیش بھی لکھی ہے۔ حضرت عبدالمطلب کی وقت وصال عمر 140 سال یا 110 سال یا اس سے کم بتائی جاتی ہے انہیں ''حجون'' میں ان کے جد امجد قصی کی قبر کے پاس دفن کیا گیا۔ جب ان کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا خواجہ ابوطالب کو وصیت کی۔ جناب ابوطالب نے زمانہ جاہلیت میں بھی شراب کو اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا۔ صحیح روایت کے مطابق ان کا نام عبد مناف تھا۔ رافضیوں کا گمان ہے کہ ان کا نام عمران تھا۔ اس آیت طیبہ میں وہ عمران سے مراد ان کی ذات ہی لیتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ۝ (آل عمران)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کے گھرانے کو اور عمران کے گھرانے کو سارے جہان پر''۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''یہ ان کی بہت بڑی خطاء ہے۔ انہوں نے یہ قول کرنے سے پہلے قرآن حکیم میں غور وفکر نہیں کیا۔ اس فرمان کے بعد رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِنِّىۡ نَذَرۡتُ لَـكَ مَا فِىۡ بَطۡنِىۡ مُحَرَّرًا (آل عمران:35)

''اے میرے رب! میں نذر مانتی ہوں تیرے لئے جو میرے شکم میں ہے (سب کاموں سے) آزاد کرکے''۔

جب حضرت عبدالمطلب نے جناب ابوطالب کو یہ وصیت کی تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر شدید محبت کرنے لگے کہ اپنی اولاد میں سے کسی کے ساتھ بھی اتنی محبت نہیں کرتے تھے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پہلو میں سلاتے تھے۔ عمدہ کھانا آپ کو دیتے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جناب ابوطالب اور جناب زبیر نے اس بات کے لئے قرعہ اندازی کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کون کرے گا۔ قرعہ خواجہ ابوطالب کے نام نکلا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جناب ابوطالب کا انتخاب کیا تھا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ جناب ابوطالب جناب عبدالمطلب کے ساتھ مل کر آپ کی کفالت کرتے تھے۔ ایک اور قول یہ ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے بعد جناب زبیر نے پھر جناب ابوطالب نے آپ کی کفالت کی۔ مگر محققین نے اس قول کو رد کر دیا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ کے دادا اور چچا کی کفالت کا تذکرہ سابقہ کتب میں بھی تھا۔ یہ بھی آپ کی نبوت کی علامات میں سے تھا۔ سیف بن ذی یزن نے کہا تھا'' آپ کے والدین کریمین وصال کر

جائیں گے آپ کے جد امجد اور چچا آپ کی کفالت کریں گے"۔

جب حضرت عبد المطلب کا وصال ہوا تو لوگوں نے ان کی وفات پر بہت زیادہ آہ و بکا کی۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جتنی آہ و بکا حضرت عبد المطلب کے وصال پر ہوئی اتنی گریہ وزاری کسی اور کی موت پر نہیں ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی چارپائی کے پیچھے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ چشمان مقدس سے آنسو کے موتی گر رہے تھے۔ عمر مبارک آٹھ برس تھی۔ حضرت عبد المطلب کے انتقال کی وجہ سے مکہ مکرمہ کا بازار کئی دن بند رہا۔ ان کی لخت جگر امیمہ اپنے والد گرامی کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہتی ہیں۔

أَعَيْنَيَّ جُوْدَا بِدَمْعٍ دِرَرْ عَلَى طَيِّبِ الْخِيْمِ وَ الْمُعْتَصَرْ

اے میری آنکھوں! پاکباز اور پیکر جود وسخا پر موتیوں جیسے آنسوؤں کی سخاوت کرو۔

عَلَى مَاجِدِ الْجَدِّ وَارِي الزِّنَادِ جَمِيْلِ الْمُحَيَّا عَظِيْمِ الْخَطَرْ

اے میری آنکھوں! اس شخص پر گریہ باری کرو جو صاحب فضیلت، لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے والا حسین وجمیل اور بڑے رتبے والا ہے۔

عَلَى شَيْبَةِ الْحَمْدِ ذِي الْمَكْرُمَاتِ وَ ذِي الْمَجْدِ وَالْعِزِّ وَ الْمُفْتَخَرْ

اس شیبہ پر جو فضیلتوں والا عزتوں والا، باعظمت اور قابل فخر ہے۔

وَذِي الْحِلْمِ وَالْفَضْلِ وَالنَّائِبَاتِ كَثِيْرِ الْمَكَارِمِ جَمِّ الْفَجَرْ

وہ جو مصائب میں بردبار اور فضل وکرم کرنے والا ہے جو عمدہ اخلاق والا اور جود وسخا کرنے والا ہے۔

جناب ابو طالب کے گھر برکات

جناب ابو طالب کثیر العیال اور قلیل المال تھے۔ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر کھانا کھاتے تو وہ سیر نہ ہوتے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے تو وہ سارے سیر شکم ہو جاتے۔ جب جناب ابو طالب اپنی اولاد کو کچھ کھلانے لگتے تو انہیں کہتے "ٹھہر جاؤ۔ حتیٰ کہ میرا فرزند دلبند آ جائے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے اور ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔ ان کا کھانا بچ جاتا، جب دودھ ہوتا تو سب سے پہلے حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوش جاں فرماتے پھر وہ پیالہ جناب ابو طالب اپنی اولاد کو دے دیتے۔ وہ اس سے دودھ پیتے تو سارے اس سے سیر ہو جاتے۔ حالانکہ اس میں صرف اتنا دودھ ہوتا تھا جسے ایک شخص بآسانی پی سکتا تھا"۔ جناب ابو طالب پکار اٹھتے "آپ بڑے بابرکت ہیں" جناب ابو طالب صبح صبح اپنے بچوں کے پاس کوئی چیز لے کر جاتے جسے وہ کھاتے وہ بیٹھ جاتے اور شور کرتے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا دست اقدس روک لیتے۔ کرم وحیا، نفس کی پاکیزگی اور دل کی قناعت کی وجہ سے آپ شور نہ کرتے۔ جب جناب ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عادت مبارکہ دیکھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کھانا علیحدہ کر دیتے۔ پہلی روایت اس روایت کے منافی نہیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ امر اس کھانے کے ساتھ ہو جو صبح بطور ناشتہ کھایا جاتا ہے۔ یہ دوپہر اور شام کے کھانے کے علاوہ ہو۔ وہ کھانا تو آپ ان کے ساتھ ہی تناول فرماتے تھے۔ عام بچے بیدار ہوتے تو ان کے بال بکھرے ہوئے ہوتے۔ آنکھیں چپکی ہوئی ہوتیں۔

چہرے زردی مائل کملائے ہوئے ہوتے۔ لیکن صبح جب حضور ﷺ بیدار ہوتے تو چہرہ انور ہشاش بشاش ہوتا۔ آنکھیں سرگیں ہوتیں۔ موئے مبارک یوں ہوتے کہ گویا کہ کسی نے تیل لگا کر کنگھی کردی ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر لطف و کرم تھا۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "میں نے حضور ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کبھی بھوک یا پیاس کی شکایت کی ہو۔ نہ تو معصوم بچپن میں نہ ہی بڑھے ہوکر۔ صبح کے وقت حضور ﷺ چشمہ زمزم پر تشریف لے جاتے۔ آب زمزم پیتے، جب ہم کھانا پیش کرتے تو فرماتے "میں سیر شکم ہوں" بعض اوقات میں ہی اس طرح ہوتا تھا۔ اس لئے یہ روایت سابقہ روایات کے منافی نہیں۔ جناب ابو طالب کے لئے ایک تکیہ ہوتا تھا جس پر وہ تشریف رکھتے تھے۔ حضور ﷺ آتے تو اس پر تشریف فرما ہو جاتے۔ جناب ابو طالب کہتے "میرے اس مبارک بھتیجے کو شرف عظیم نصیب ہوگا"۔ جناب ابو طالب حضور ﷺ سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ وہ اپنی اولاد میں سے کسی سے اتنا شدید پیار نہ کرتے تھے۔ آپ کو اپنے پہلو میں سلاتے تھے۔ جب بھی باہر جاتے تو آپ کو ساتھ لے کر جاتے تھے۔

باران رحمت کا نزول

ابن عساکر نے جلہمۃ بن عرفطہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں مکہ مکرمہ گیا۔ اہل مکہ قحط سالی کا شکار تھے۔ خشک سالی نے ان کا گھیراو کر رکھا تھا۔ اہل مکہ میں سے ایک نے کہا "لات وعزیٰ کی طرف چلو" کسی نے کہا "مناۃ کی طرف چلو"۔ ایک خوبصورت، باجمال اور عمدہ رائے والے شخص نے کہا "تم کہاں بھٹکے پھر رہے ہو۔ تم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل باقی ہے" لوگوں نے کہا "شاید تمہاری مراد خواجہ ابو طالب ہیں"۔ اس بزرگ نے کہا "ہاں" وہ سارے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں بھی ان کے ہمراہ اٹھا۔ ہم نے جناب ابو طالب کے دروازے پر دستک دی۔ وہ باہر نکلے تو سارے افراد ان کے پاس آ گئے۔ انہوں نے عرض کی "ابو طالب! وادی قحط کا شکار ہو گئی ہے۔ اہل وعیال بھوکے مرنے لگے ہیں۔ آئیں ہمارے لئے ابر کرم کی دعا کریں"۔ حضرت ابو طالب باہر نکلے اس کے ہمراہ ایک دلربا اور من موہنا بچہ بھی تھا۔ یوں لگتا تھا کہ مہر منیر ابھی بادلوں کی اوٹ سے باہر نکلا ہو۔ آپ ﷺ کے اردگرد آپ کے ہم عمر بچے بھی تھے۔ جناب ابو طالب نے آپ ﷺ کو پکڑا اور پشت انور خانہ کعبہ کے ساتھ لگا دی آپ نے ایک متضرع اور آہ وزاری کرنے والے انسان کی مانند مبارک انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا۔ پھر ہر طرف سے بادل امڈ کر آیا۔ بکثرت بارش ہوئی۔ ساری وادیاں پانی سے لبریز ہو گئیں۔ جب حضور ﷺ کی بعثت مبارکہ ہوئی اور قریش مکہ نے حضور ﷺ کو اذیت پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تو حضرت ابو طالب نے کئی اشعار کہے جس میں حضور ﷺ کی اس برکت کا بھی تذکرہ کیا۔

وَ اَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ　ثِمَالُ الْیَتَامٰی وَ عِصْمَۃٌ لِلْاَرَامِلِ

وہ نور فشاں ذات جس کے رخ زیبا کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کا سرپرست اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہے۔

یَلُوْذُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ　فَهُمْ عِنْدَهٗ فِیْ رَحْمَۃٍ وَ فَوَاضِلِ

بنو ہاشم کے کنگال لوگ ان کے ہاں پناہ لیتے ہیں اور وہ ان کی رحمت اور فضل کے سایہ میں ہیں۔

ابر کرم کی ان جولانیوں کا مشاہدہ حضرت ابو طالب نے بچشم خود کیا تھا۔ انہوں نے یہ اشعار اس مشاہدہ کے بعد کہے تھے۔ انہوں نے یہ دلکش منظر ایک دفعہ پہلے بھی دیکھا تھا۔ خطابی نے ایک روایت لکھی ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت عبدالمطلب کی زندگی میں قریش کو لگا تار کئی سالوں سے قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ اور قریش مکہ کوہ ابی قبیس پر کھڑے ہو گئے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نوخیز جوان تھے۔ پھر دعا مانگی تو اس وقت ابر کرم کا نزول شروع ہو گیا۔ یہ دلربا اور دلفریب منظر بھی جناب ابو طالب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ مذکورہ بالا اشعار ان کے ایک طویل قصیدہ کے ہیں۔ جس میں تقریباً اسی اشعار ہیں۔ صحیح روایت کے مطابق یہ قصیدہ جناب ابو طالب نے ہی کہا تھا۔ جبکہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ قصیدہ حضرت عبدالمطلب نے کہا تھا۔ امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ خشک سالی کی شکایت کی۔ اس نے کچھ اشعار پڑھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے روائے پاک نیچے گھسٹ رہی تھی۔ منبر مبارک پر جلوہ افروز ہوئے دونوں دست اقدس آسمان کی طرف بلند کر دیئے۔ ابھی دست حق نما نیچے نہیں کئے تھے آسمان سے موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ پھر وہی لوگ زیادہ بارش کی وجہ سے غرق ہو جانے کے خطرہ سے چیختے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبسم ریز ہوئے حتیٰ کہ دندان مبارک نظر آنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو اس معجزہ نمائی کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں"۔ ہمیں ان کا وہ شعر کون سنائے گا؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "شاید آپ کی مراد ان کا یہ شعر ہے"۔

وَ اَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ....

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول یہ روایت اس امر کی صراحت کر رہی ہے کہ یہ اشعار حضرت ابو طالب کے ہیں ان کے قصیدہ کے بعض اشعار یہ ہیں۔

وَ لَمَّا رَاَيْتُ الْقَوْمَ لَا وُدَّ فِيْهِمْ وَ قَدْ تَقَطَّعُوْا كُلَّ الْعُرٰى وَالْوَ سَائِلُ

جب میں نے دیکھا کہ قوم کی باہمی محبت والفت ختم ہو گئی ہے اور انہوں نے ہر رشتہ، ناطہ توڑ لیا ہے۔

وَ قَدْ صَارَحُوْا بِالْعَدَاوَةِ وَ الْاَذٰى وَ قَدْ طَاوَ عُوْا اَمْرَ الْعَدُوِّ الْمُزَايِلِ

انہوں نے ہم سے عداوت اور دشمنی کی اور علیحدہ ہو جانے والے دشمن کا حکم بجالائے۔

وَ قَدْ حَالَفُوْا قَوْمًا عَلَيْنَا اَظِنَّةً يَعَضُّوْنَ غَيْظًا خَلْفَنَا بِالْاَنَامِلِ

انہوں نے ان لوگوں سے معاہدے کئے جو ہم پر غلط الزامات لگاتے تھے جو ہماری عدم موجودگی میں شدت غضب کی وجہ سے انگلیاں کاٹتے تھے۔

صَبَرْتُ لَهُمْ نَفْسِىْ بِسَمْرَاءَ سَمْحَةٍ وَ اَبْيَضَ عَضْبٍ مِنْ تُرَاثِ الْمَقَاوِلِ

میں لچکدار نیزے اور اس تلوار کو ہاتھ میں لے کر مقابلے کے لئے نکل آیا جو ہمیں بادشاہوں سے وراثت میں ملی تھی۔

أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مِنْ كُلِّ طَاعِنٍ عَلَيْنَا بِسُوْءٍ أَوْ مُلِحٍّ بِبَاطِلِ

میں اللہ تعالیٰ کی ہر اس شخص سے پناہ لیتا ہوں۔ جو ہم پر برے الزام لگاتا ہو اور باطل پر مصر ہو۔

وَ مِنْ كَاشِحٍ يَسْعٰى لَنَا بِمَعِيْبَةٍ وَ مِنْ مُلْحِقٍ فِي الدِّيْنِ مَا لَمْ نُحَاوِلِ

میں ایسے کینہ پرور شخص سے پناہ مانگتا ہوں جو ہم پر ہر عیب لگانے کی سعی کرتا ہے اور ہم کو ایسے دین کے ساتھ ملانے کی کوشش کرتا ہے جس کا ہم ارادہ نہیں رکھتے۔

وَ ثَوْرٍ وَ مَنْ أَرْسٰى ثَبِيْرًا مَكَانَهُ وَرَاقٍ لِيَرْقٰى فِي حِرَاءَ وَ نَازِلِ

کوہ ثبیر اور اس ذات بے ہمتا کی پناہ جس نے کوہ ثبیر کو اس کی جگہ پر نصب کیا کوہ حراء پر چڑھنے اور اترنے والے کی قسم!

وَ بِالْبَيْتِ وَ حَقِّ الْبَيْتِ مِنْ بَطْنِ مَكَّةَ وَ بِاللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِغَافِلِ

بیت اللہ اور بیت اللہ کے حقوق کی پناہ جو مکہ کی وادی میں ہے اور اللہ رب العزت کی پناہ وہ ذات جو لمحہ بھر کے لئے بھی کسی سے غافل نہیں رہتی۔

كَذَبْتُمْ وَ بَيْتِ اللّٰهِ نَتْرُكُ مَكَّةَ وَ نَظْعَنُ إِلَّا أَمْرُكُمْ فِي بَلَابِلِ

بیت اللہ کی قسم! تم نے یہ بات کر کے جھوٹ بولا ہے کہ ہم مکہ مکرمہ کو چھوڑ دیں گے اور کہیں اور عازم سفر ہو جائیں گے یہ طرف تمہارے تصورات کی رنگینی ہے۔

كَذَبْتُمْ وَ بَيْتِ اللّٰهِ نُبْزٰى مُحَمَّدًا وَ لَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهُ وَ نُنَاضِلِ

اللہ کے محترم گھر کی قسم تمہاری یہ بات بھی جھوٹی ہے کہ ہم محمد عربی ﷺ کی وجہ سے مغلوب ہو جائیں گے حالانکہ ہم نے ابھی تک ان کے تحفظ کے لئے نہ تو نیزہ بازی کی ہے نہ ہی تیر اندازی کی ہے۔

وَ نُسْلِمُهُ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهُ وَ نَذْهَلَ عَنْ أَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

تمہاری یہ بات بھی صداقت پر مبنی نہیں کہ ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے۔ حتیٰ کہ ہم ان کے اردگرد اپنی جانوں کے نذرانے پیش کریں گے اور اپنی اولاد اور بیویوں کو بھی بھول جائیں گے۔

فَعَبْدَ مَنَافٍ أَنْتُمْ خَيْرُ قَوْمِكُمْ فَلَا تُشْرِكُوْا فِي أَمْرِكُمْ كُلَّ وَاغِلِ

اے بنو عبد مناف تم اپنی قوم میں سے بہترین ہو تم اپنے معاملہ میں ہر گراں فروش کو شامل نہ کیا کرو۔

لَعَمْرِي لَقَدْ كُلِّفْتُ وَجْدًا بِأَحْمَدَ وَ إِخْوَتِهِ دَأْبَ الْمُحِبِّ الْمُوَاصِلِ

مجھے اپنی عمر کی قسم! میں اسی طرح احمد مجتبیٰ ﷺ اور ان کے بھائیوں کی محبت میں گرفتار ہوں جس طرح دائمی محب کسی کی محبت کا اسیر ہوتا ہے۔

فَمَنْ مِثْلُهُ فِي النَّاسِ أَيُّ مُؤَمَّلٍ إِذَا قَاسَهُ الْحُكَّامُ عِنْدَ التَّفَاضُلِ

لوگوں میں سے آپ کی مثل کون ہے کس سے امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں جب فضائل میں زیادتی کرنے والوں نے

فیصلہ کیا انہیں آپ سے برتر نظر نہ آیا۔

حَلِیْمٌ رَشِیْدٌ عَادِلٌ غَیْرُ طَائِشٍ　يُوَالِي اِلٰهًا لَيْسَ عَنْهُ بِغَافِلِ

وہ بردبار، ہدایت یافتہ عادل ہیں۔ جلد باز نہیں ہیں وہ ایسے معبود سے محبت کرتے ہیں جو ان سے غافل نہیں ہے۔

فَوَاللهِ لَوْلَا اَنْ اَجِئَ بِسُبَّةٍ　تُجَرُّ عَلٰی اَشْيَاخِنَا فِی الْمَحَافِلِ

اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میری وجہ سے ہمارے بزرگوں کی محافل کو برا بھلا کہا جائے گا۔

لَكِنَّا اتَّبَعْنَاهُ عَلٰی كُلِّ حَالَةٍ　مِنَ الدَّهْرِ جِدًّا غَيْرَ قَوْلِ التَّهَازُلِ

تو پھر ہم آپ کی ہر حالت میں اتباع کرتے اور یہ بات از روئے مذاق نہیں ہے۔

لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ ابْنَنَا لَا مُكَذَّبٌ　لَدَيْنَا وَلَا يُعْنٰی بِقَوْلِ الْاَبَاطِلِ

یہ سب جانتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی اپنے نور نظر کی تکذیب کرنے والا نہیں۔ اور جھوٹوں کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔

فَاَصْبَحَ فِيْنَا اَحْمَدُ فِیْ اَرُوْمَةٍ　تُقَصِّرُ عَنْهُ سَوْرَةُ الْمُتَطَاوِلِ

احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں ایسے والدین کے ہاں جلوہ افروز ہوئے کہ ظلم کرنے والے کے ہاتھ ان کی شان کم کرنے سے قاصر ہیں۔

حَدِبْتُ بِنَفْسِیْ دُوْنَهٗ وَ حَمَيْتُهٗ　وَ دَافَعْتُ عَنْهُ بِالذُّرَا وَا لْكَلَاكِلِ

میں نے اپنے نفس کو انتہائی دکھ میں ڈالا ہے۔ میں نے آپ کی بھرپور حمایت کی ہے اپنی پشت اور سینے سے آپ کا دفاع کیا ہے۔

امام عبدالواحد السفاقسی نے شرح البخاری میں لکھا ہے کہ خواجہ ابو طالب کے یہ اشعار اس امر پر واضح دلالت کر رہے ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو قبل از بعثت بھی جانتے تھے کیونکہ بحیرا راہب نے انہیں آپ کی شان والا سے آگاہ کیا تھا۔ انہوں نے خود بھی حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال مبارکہ کا مشاہدہ کیا تھا۔ مثلاً آپ کے معصوم بچپن میں ابر کرم کا نزول وغیرہ۔ بہت سی روایات میں اس بات کا تذکرہ ملتا ہے کہ خواجہ ابو طالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے آگاہ تھے اہل تشیع نے انہی روایات سے استدلال کرتے ہوئے انہیں مسلمان کہا ہے۔ علی بن حمزہ بصری رافضی نے خواجہ ابو طالب کے اشعار جمع کئے ہیں پھر کہا ہے کہ وہ اسلام لے آئے تھے۔ فرقہ حشویہ کا موقف یہ تھا کہ ان کی وفات حالت کفر پر ہوئی۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ وہ روایات جو جناب ابو طالب کے اسلام لانے پر دلالت کرتی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں ان سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اہل السنۃ کے مذاہب اربعہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جناب ابو طالب ایمان نہیں لائے تھے۔ قرآن پاک کی آیات طیبہ اور احادیث اسی امر پر دلالت کرتی ہیں۔ اگرچہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق قلبی حاصل تھی۔ مگر انقیاد ظاہری کے بغیر وہ سود مند نہیں۔

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ جب خواجہ ابو طالب پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا "محترم چچا! لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دیں۔ اس پاکیزہ کلمہ کی وجہ سے میری آپ کے لئے شفاعت کرنا حلال ہو جائے گی"۔ دوسری روایت میں ہے "میں اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی گواہی دوں گا"۔ جب جناب ابو طالب نے دیکھا کہ حضور ﷺ ان کے ایمان لانے کے کتنے حریص ہیں تو انہوں نے کہا "میرے محترم بھتیجے! اگر مجھے قریش کی اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میں نے یہ کلمہ موت کے خوف سے پڑھا ہے۔ میں اسے ضرور پڑھتا۔ میں یہ کلمہ صرف اور صرف آپ کو خوش کرنے کے لئے پڑھتا"۔

امام بخاری کے علاوہ دیگر محدثین نے روایت کیا ہے "جب جناب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت عباس نے ان کی طرف دیکھا وہ اپنے ہونٹوں کو ہلا رہے تھے۔ انہوں نے کان لگا کر سنا پھر کہا "اے میرے محترم بھتیجے! بخدا! میرے بھائی نے وہ کلمہ کہہ دیا ہے جس کا آپ نے انہیں حکم دیا تھا۔ حضرت عباس نے اس کلمہ طیبہ کی وضاحت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے نہ کی۔ کیونکہ اس وقت تک انہوں نے خود اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "میں نے وہ کلمہ نہیں سنا"۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے کہا "جناب ابو طالب نے موت کے وقت اسلام قبول کر لیا تھا"۔ اسی روایت سے رافضیوں نے ان کے اسلام کا استدلال کیا ہے مگر دیگر نقطۂ نظر رکھنے والے علماء نے کہا ہے کہ حضرت عباس کی یہ گواہی قبول نہیں کیونکہ اس وقت وہ خود بھی مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔ جبکہ امام بخاری اور دیگر محدثین نے صحیح احادیث روایت کیں ہیں کہ خواجہ ابو طالب کی وفات کفر پر ہوئی تھی۔

امام بخاری نے حضرت سعید بن مسیب اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب جناب ابو طالب کے وصال کا وقت قریب آیا تو حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کے پاس ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیۃ المخزومی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ نے فرمایا "چچا جان! لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ لیں میں اس کی وجہ سے بارگاہ ربوبیت میں تمہاری شفاعت کروں گا" ابو جہل اور عبداللہ نے کہا "ابو طالب! کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے لوٹ جاؤ گے" یہ دونوں یہ باتیں دہراتے رہے حتیٰ کہ ابو طالب نے کہہ دیا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہیں۔ انہوں نے کلمہ طیبہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اللہ کی قسم! میں تمہارے لئے رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا رہوں گا جب تک کہ وہ مجھے اس سے روک نہ دے" اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى (التوبة:113)

"درست نہیں نبی کے لئے اور نہ ایمان والوں کے لئے کہ مغفرت طلب کریں مشرکوں کے واسطے اگرچہ وہ مشرک ان کے قریبی رشتہ دار ہی ہوں"۔

جناب ابو طالب کا یہ قول "وہ ملت عبدالمطلب پر ہیں"۔ اس مؤقف کے منافی نہیں جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ محققین علماء کرام کا مؤقف یہی ہے کہ حضرت عبدالمطلب کو دولت ایمان نصیب ہو گئی تھی۔ جناب ابو طالب نے قریش کے سامنے ان کی ظاہری حالت کا تذکرہ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت عبدالمطلب کا عذر بھی تھا کہ انہوں نے زمانۂ بعثت کو نہیں پایا تھا۔

اس امر کا تفصیلی تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جناب ابو طالب کے متعلق مخاطب کر کے فرمایا:

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (القصص:56)

''بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ پسند کریں، البتہ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے''۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی ''جناب ابو طالب آپ کی حفاظت کرتے تھے۔ آپ کی نصرت کرتے تھے آپ کے لئے لوگوں سے ناراض ہوتے تھے۔ کیا انہیں یہ امور فائدہ دیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں! میں نے انہیں آگ کی گہرائیوں میں پایا۔ میں انہیں نکال کر آگ کی سطح پر لے آیا''۔ دوسری روایت میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ کے درک اسفل میں ہوتے''۔ امام زرقانی نے لکھا ہے ''اگر وہ گواہی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس موجود ہوتی تو وہ اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھتے۔ کیونکہ وہ جناب ابو طالب کی حالت سے آگاہ ہوتے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ وہ روایت ضعیف ہے'' حافظ ابن حجر نے لکھا ہے ''اگر حضرت عباس سے منقول اس روایت کی سند صحیح ہوتی تو وہ اس حدیث کے معارض ہوتی جو اس سے اصح ہے۔ حالانکہ اس کی سند بھی صحیح نہیں ہے''۔ امام ابوداؤد، امام نسائی، ابن جارود اور ابن خزیمہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا ''جب خواجہ ابو طالب کا انتقال ہو گیا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات کے بارے بتایا۔ آپ گریہ بار ہوئے۔ آپ نے فرمایا ''جاؤ۔ انہیں غسل دو، کفن دو اور دفن کر دو۔ رب تعالیٰ انہیں معاف کرے اور ان پر رحم کرے'' یہ اس آیت طیبہ کے نزول سے پہلے کی بات ہے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ...... (التوبہ:113)

ایک اور روایت میں ہے جب ابو طالب کا انتقال ہو گیا تو میں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے عمر رسیدہ چچا کا انتقال ہو گیا ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جاؤ۔ انہیں دفن کر دو''۔ میں نے کہا ''ان کی وفات حالت شرک پر ہوئی ہے'' آپ نے فرمایا ''جاؤ۔ انہیں دفن کر دو''۔ جب میں انہیں دفن کر کے آپ کی خدمت میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''غسل کر لو''۔ امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے کہ اہل آتش میں سے سب سے ہلکا عذاب ابو طالب کا ہے''۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابو طالب کی وفات کے وقت فرمایا ''شاید روز قیامت انہیں میری شفاعت فائدہ دے۔ وہ آگ کی سطح پر آ جائیں گے۔ آگ ان کے ٹخنوں تک ہوگی۔ جس سے ان کا دماغ پگھل رہا ہوگا'' امام بیہقی نے کہا ہے ''یہ روایت رب تعالیٰ کے اس فرمان عالی شان

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِیْنَ ﴿۴۸﴾ (المدثر)

میں سے تخصیص کرتی ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ آپ اپنے چچا کے لئے شفاعت کریں گے۔ اس روایت سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ شافع محشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک کی خاطر بعض کافروں کے عذاب میں تخفیف فرمائے گا''۔ امام سہیلی نے لکھا ہے ''جناب ابو طالب ہر اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نگران اور مددگار رہتے، مگر ان

کے قدم ملت قریش پر تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے وقت وفات کہا کہ وہ اسی ملت پر ہیں۔ ان کے قدموں کو عذاب میں مبتلاء کیا گیا کیونکہ انہوں نے انہی کو ملت قریش پر ثابت کیا تھا۔ یہ جزاء میں بھی مشاکلت پائی گئی۔ رب تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر ثابت قدم فرمائے''۔

علامہ ترانی نے جناب ابوطالب کے اس شعر کے متعلق لکھا ہے۔

لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ ابْنَنَا لَا مُكَذِّبٌ لَدَيْنَا وَلَا يُعْنٰى بِقَوْلِ الْاَ بَاطِلِ

اس شعر میں زبان سے انہوں نے صراحت بھی کی دل سے اعتقاد بھی رکھا مگر انہوں نے اقرار نہیں کیا تھا۔ وہ کہتے تھے ''میں جانتا ہوں کہ جو کچھ میرا (محترم) بھتیجا کہتا ہے وہ حق ہے اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ مجھے قریش کی خواتین عار دلائیں گی تو میں ضرور ان کی اتباع کر لیتا''۔ اسی طرح جب قریش ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ عمارہ بن ولید کو لے کر ان کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے انہیں کہا ''اسے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلے میں لے لو۔ وہ تمہارا بیٹا بن جائے گا۔ ہمیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم عطا کر دو ہم انہیں شہید کر دیتے ہیں''، انہوں نے جواب میں کہا ''اے گروہ قریش! تم نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ میں تمہارا بیٹا لوں تا کہ اسے پالوں اور پوسوں اور تمہیں اپنا فرزند دوں تا کہ تم انہیں شہید کر دو''۔ پھر انہوں نے یہ اشعار کہے۔

وَاللّٰهِ لَنْ يَصِلُوْا اِلَيْكَ بِجَمْعِهِمْ حَتّٰى اُوَسَّدَ فِى التُّرَابِ دَفِيْنَا

اللہ کی قسم! یہ سارے مل کر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچ سکتے۔ جب تک کہ مجھے مٹی میں دفن نہ کر دیا جائے۔

فَاصْدَعْ بِاَمْرِكَ مَا عَلَيْكَ غَضَاضَةٌ وَابْشِرْ بِذَاكَ وَ قَرَّ مِنْكَ عُيُوْنَا

آپ اپنا کام کرتے رہیں آپ کو کسی نقصان کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا آپ خوش ہو جائیں اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔

دَعَوْتَنِىْ وَ عَلِمْتُ اَنَّكَ نَاصِحِىْ وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَ كُنْتَ ثَمَّ اَمِيْنَا

آپ نے مجھے بھی دعوت دی۔ میرا گمان ہے کہ آپ میرے خیر خواہ ہیں۔ آپ نے سچ فرمایا پھر آپ تو امین بھی ہیں۔

لَوْلَا الْمَسَبَّةُ اَوْ حِذَارِ مَلَامَةٍ لَوَجَدْتَنِىْ سَمْحًا بِذَاكَ مُبِيْنَا

اگر میرا دین چھوڑنا عار یا ملامت نہ ہوتا تو آپ اس کے بارے واضح فیاضی پاتے۔

روایت ہے کہ جب جناب ابوطالب کے انتقال کا وقت قریب آیا تو رؤسائے قریش ان کے پاس جمع ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب جناب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا اور قریش مکہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا ''بلاشبہ عمر اور حمزہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا امر پھیلنے لگا ہے۔ آؤ ہم خواجہ ابوطالب کے پاس جاتے ہیں۔ وہ ہمارے اور اپنے بھتیجے کے مابین کچھ دے کر اور کچھ لے کر صلح کرا دیں۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر اس بزرگ کا انتقال ہو گیا اور ہم سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچ گئی تو اہل عرب ہمیں عار دلائیں گے۔ وہ کہیں گے ''تم نے انہیں چھوڑے رکھا۔ حتیٰ کہ جب ان کے چچا جان کا انتقال ہو گیا تو تم انہیں تکالیف دینے لگے''۔ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ،

ابوجہل، امیہ بن خلف اور ابوسفیان بن حرب دیگر اور سردار جناب ابوطالب کے پاس گئے اور انہیں اپنے آنے کا مدعا بیان کیا۔ جناب ابوطالب نے حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا۔ جب آپ تشریف لے آئے تو آپ کو قریش مکہ کی آمد کا مقصد عرض کیا۔ جناب ابوطالب نے کہا ''اے میرے بھتیجے! یہ آپ کی قوم کے سردار ہیں۔ یہ آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں تاکہ کچھ لے کر اور کچھ دے کر صلح کرلیں''۔ آپ کی قوم کے سردار جو کچھ مانگیں آپ انہیں عطا فرما دیں۔ انہوں نے انصاف کی بات کی ہے کہ آپ ان کے بتوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں اور وہ آپ کی اور آپ کے رب کی دعوت پر لبیک کہیں گے''۔ حضور داعی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تمہارا کیا خیال ہے کہ تم جو کچھ مانگو میں تمہیں عطا کر دوں کیا تم مجھے صرف ایک کلمہ دے دو گے۔ جس سے تم سارے عرب کے مالک بن جاؤ گے اور سارا عجم بھی تمہارا دین اختیار کرلے گا''۔

ابوجہل نے کہا ''ہم ایسے دس کلمات کہنے کے لئے تیار ہیں وہ کون سا کلمہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ لو اور ان معبودان باطلہ کی پوجا چھوڑ دو''۔ قریش مکہ نے از روئے تعجب تالیاں بجائیں اور کہا ''اے محمد عربی! کیا آپ چاہتے ہیں کہ ان سارے خداؤں کو ایک خدا بنا دیا جائے۔ آپ کا یہ امر بڑا عجیب ہے''۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بینات نازل کیں۔

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۝۱ (ص)

ایک اور روایت میں ہے کہ سرداران قریش نے کہا ''کیا ہماری ساری حاجات ایک خدا پوری کرسکتا ہے؟ اس کلمہ کے علاوہ ہم سے کسی اور چیز کا تقاضا کریں''۔ ابوطالب نے کہا ''میرے بھتیجے! اس کلمہ کے علاوہ اور کوئی کلمہ ہے۔ آپ کی قوم نے اسے پسند نہیں کیا ہے'' آپ نے فرمایا ''چچا جان! میں اس کے علاوہ اور کوئی کلمہ نہیں کہتا''۔ پھر فرمایا ''اگر تم سورج لا کر میرے ہاتھ پر رکھ دو تو میں پھر بھی تم سے اس کلمہ کے علاوہ کسی اور کلمہ کا تقاضا نہیں کروں گا''۔ سرداران مکہ ایک دوسرے سے کہنے لگے ''بخدا! یہ شخص تمہیں وہ کچھ دینے کے لئے تیار نہیں ہے جس کا تم ارادہ کئے ہو۔ واپس چلو۔ اپنے دین پر ثابت قدم رہو حتیٰ کہ رب تعالیٰ تمہارے اور ان کے مابین فیصلہ کر دے'' وہ اٹھنے لگے تو انہوں نے کہا ''بخدا! ہم آپ کو اور آپ کے اس معبود کو صرف برا بھلا کہیں گے جو آپ کو یہ حکم دیتا ہے''۔ دوسری روایت کے مطابق انہوں نے کہا ''ہمارے معبودان کو برا بھلا نہ کہا کریں ورنہ ہم آپ کے اس معبود کو برا بھلا کہیں گے جو آپ کو یہ حکم دیتا ہے''۔

اس وقت خواجہ ابوطالب نے کہا ''میرے بھتیجے! میں نے دیکھا ہے۔ آپ نے قریش مکہ سے کسی مشکل امر کا سوال تو نہیں کیا'' جب جناب ابوطالب نے یہ بات کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھا کہ شاید جناب ابوطالب اب اسلام لے آئیں۔ آپ نے فرمایا ''چچا جان! آپ یہ پاکیزہ کلمہ پڑھ لیں۔ اس کے ذریعہ روز حشر آپ کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی''۔ جب انہوں نے حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اصرار دیکھا تو کہا ''اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میرے بعد آپ کو اور آپ کے چچازادوں کو عار دلائی جائے گی اور قریش یہ گمان کریں گے کہ میں نے یہ کلمہ موت کے خوف سے پڑھا ہے تو میں یہ کلمہ پڑھ کر آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا۔ مگر میں بزرگوں کی ملت پر ہی مرتا ہوں''۔ اس وقت اللہ رب العزت نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ (القصص:55)

''بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جسے آپ پسند کریں''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جناب ابو طالب نے انتقال کے وقت کہا ''اے گروہ بنی ہاشم! تم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرلو۔ان کی اطاعت کرلو۔فلاح و کامرانی تمہارے قدم چوم لے گی''۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''چچا جان! تم بنو ہاشم کو تو نصیحت کررہے ہو مگر اپنے آپ کو نصیحت نہیں کرتے''۔جناب ابو طالب نے پوچھا ''اے میرے بھتیجے! آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟'' آپ نے فرمایا ''میں چاہتا ہوں کہ آپ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دیں میں بارگاہ صمدیت میں آپ کے ایمان کی گواہی دوں گا''۔ انہوں نے عرض کی ''اے میرے بھتیجے! میں جانتا ہوں کہ آپ سچے ہیں۔لیکن میں ناپسند کرتا ہوں کہ کہا جائے......''

ایک دفعہ قریش مکہ جناب ابو طالب کے پاس جمع ہوئے تو انہوں نے انہیں وصیت کرتے ہوئے کہا ''اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی مخلوق میں سے منتخب کرلیا ہے تم سارے عرب کا دل ہو۔اچھی طرح جان لو کہ تم نے تمام اچھی صفات اپنے اندر جمع کرلیں ہیں۔شرف و عزت کے سارے مدارج تم نے پالئے ہیں۔انہی گونا گوں خوبیوں کی وجہ سے تمہیں دوسری قوموں پر برتری حاصل ہے۔میں تمہیں اس مکان (بیت اللہ الحرام) کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں۔کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے اور اس پر تمہاری معاش کا دارومدار ہے۔اسی سے تمہارا دبدبہ قائم ہے۔قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا، قطعی رحمی سے باز رہنا۔کیونکہ صلہ رحمی سے زندگی طویل ہوتی ہے اور دوستوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔بغاوت و سرکشی کو ترک کردینا۔اسی وجہ سے پہلی اقوام ہلاک ہوئیں۔جو دعوت دے اس کی دعوت قبول کرنا۔سائل کو خالی نہ لوٹانا۔کیونکہ اس میں زندگی اور موت کی عزت ہے۔سچ بولنا، امانت میں خیانت نہ کرنا۔ان خوبیوں کی وجہ سے خواص کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے اور عوام کے دلوں میں عزت جاگزیں ہوتی ہے۔میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھلائی کرنا کیونکہ سارے قبیلے میں وہ امین کے لقب سے ملقب ہیں۔سارے اہل عرب انہیں ''الصدیق'' کہتے ہیں۔جن خصائل حمیدہ کی میں نے تمہیں وصیت کی ہے وہ سارے ان میں موجود ہیں۔وہ ان تمام کے جامع ہیں۔قسم بخدا! میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے مفلسوں اور ناداروں نے دور دراز کے علاقوں کے مکینوں نے، کمزور اور ضعیف لوگوں نے ان کی دعوت قبول کرلی ہے۔ انہوں نے ان کے دین کی تعظیم کی ہے۔گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کی برکت سے وہ لوگ قریش کے سردار بن گئے ہیں اور قریش کے سردار پیچھے رہ گئے ہیں۔ان کے محلات غیر آباد ہو گئے ہیں۔عرب کے سارے لوگ ان سے دلی محبت کرنے لگے ہیں۔انہوں نے اپنے دلوں کو ان کی محبت و عقیدت کے لئے مخصوص کرلیا ہے اور اپنی زمام قیادت ان کے ہاتھ میں دے دی ہے۔اے قریش مکہ! اپنے باپ کے بیٹے کے مددگار اور دوست بن جاؤ۔جنگوں میں ان کے حامی اور ناصر بن جاؤ۔خدا کی قسم! جو شخص ان کی راہ پر چلے گا ہدایت پائے گا۔جو ان کے دین کو قبول کرے گا وہ نیک بخت ہوگا۔اگر میری زندگی میں گنجائش ہوتی اور میری موت میں تاخیر ہوتی تو میں ساری جنگوں میں ان کی مدد کرتا اور مصائب و آلام سے ان کا دفاع کرتا'' پھر ان کی روح عالم بالا کو پرواز کرگئی۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "ذرا غور کرو اور عبرت حاصل کرو کہ جناب ابو طالب نے جو کچھ اپنی سچی فراست سے کہا تھا وہ حرف بحرف سچ ثابت ہوا۔ لیکن اس کے باوجود ان کے متعلق قہار کی تقدیر سبقت لے گئی۔ اس میں عقلمندوں کے لئے عبرت ہے۔ اس طبعی محبت کی وجہ سے بھی بعض اہل آتش کے عذاب میں تخفیف ہوگی جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے ثابت ہے۔

اس بحث کا لب لباب یہ ہے کہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ تمام ظاہری نصوص شرعیہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خواجہ ابو طالب کا انتقال کفر پر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق تو ان کے پاس تھی لیکن نہ تو انہوں نے سر اطاعت خم کیا اور نہ ہی اسلام لائے۔ صرف تصدیق نے نفع نہ دیا۔ جہاں تک حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کا تعلق ہے کہ خواجہ ابو طالب نے وفات کے وقت کلمہ طیبہ پڑھ لیا تھا تو یہ روایت ضعیف ہے۔ یہ مذکورہ بالا نصوص کے مقابل میں نہیں آسکتی۔

اہل تشیع نے اس حدیث اور جناب ابو طالب کے بہت سے اشعار سے استنباط کرتے ہوئے ان کے اسلام کا موقف اختیار کیا ہے البتہ اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف اس نقطہ نظر کے برعکس ہے۔ امام الشیخ السحیمی نے "جوہرۃ التوحید" کی شرح میں امام شعرانی اور امام سبکی اور بہت سے علماء کرام سے یہ بات نقل کی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بعض اہل کشف کے نزدیک ثابت ہے ان کے نزدیک جناب ابو طالب کا مسلمان ہونا ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ظاہری شریعت کے مطابق ان کے اسلام کو مبہم رکھا تا کہ ان صحابہ کرام کی تالیف قلبی ہو سکے جن کے آباء کافر تھے اگر جناب ابو طالب کی نجات کی صراحت کر دی جاتی جبکہ صحابہ کرام کے آباء کا کفر اور ان کا عذاب عیاں تھا تو ان کے دل نفرت کرنے لگتے۔ ان کے دلوں میں غصہ بھر جاتا جیسا کہ اس کی مثل پہلے گزر چکی ہے جس میں ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی "میرا باپ کہاں ہے؟" اگر ان کے لئے جناب ابو طالب کے اسلام کو ظاہر کر دیا جاتا تو وہ آپ سے عداوت شروع کر دیتے اور ان کے ساتھ قتال کرتے۔

جب جناب ابو طالب کا دفاع اور حمایت اظہر من الشمس ہے تو رب تعالیٰ نے ان کا ظاہری حال صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آباء کی طرح رکھا اور باطن میں انہیں نجات عطا فرما دی۔ کیونکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زیادہ نصرت کی۔ آپ کی حمایت اور دفاع میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی" مگر یہ قول بعض اہل حقیقت کے نزدیک ظاہری شریعت کے مخالف ہے۔ عوام الناس میں اس قسم کی گفتگو نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اس کے متعلق زیادہ غور و فکر نہیں کرنا چاہئے۔ یہ معاملہ رب دو جہاں کے سپرد کر دینا چاہئے۔ بندے کے لئے سلامتی کی راہ یہی ہے۔ "السیرۃ الحلبیہ" میں "الہدی النبوی از ابن قیم" سے منقول ہے کہ احکم الحاکمین کی حکمت میں سے ہے کہ جناب ابو طالب اپنے دین پر باقی رہے۔ اس میں وہ مصلحتیں ہیں جو اس کے لئے عیاں ہوتی ہیں جو غور و فکر کرتا ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقرباء اور چچازادوں کے تاخیر اسلام میں حکمت ہے۔ جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ اگر جناب ابو طالب اسلام لے آتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار اور بنو عم اسلام لانے میں جلدی کرتے تو کہا جاتا "یہ قوم خود میں سے ایک شخص پر فخر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے"۔ لوگ ان سے تعصب رکھتے۔ جب دور دراز کے لوگوں نے اسلام لانے میں جلدی کی اور آپ کی محبت میں آ کر دوسرے لوگوں سے قتال کیا حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص نے اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ جہاد کیا۔ اسے علم ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچی بصیرت اور ثابت یقین پر ہیں۔

جب خواجہ ابو طالب کا وصال ہو گیا تو حضور ﷺ کو قریش کی طرف سے ایسی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا جن کی جرأت وہ ان کی زندگی میں نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ قریش کے ایک احمق نے حضور ﷺ کے سر اقدس پر مٹی پھینک دی۔ حضور ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ سر اقدس پر مٹی پڑی تھی۔ ایک نور نظر آگے بڑھیں۔ وہ آپ کے سر اقدس سے مٹی ہٹاتی جاتیں۔ اور زار و زار روتی جاتیں۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا ''نور نظر! نہ رو۔ نہ رو! رب تعالیٰ تمہارے والد گرامی کا دفاع کرنے والا ہے''۔ حضور ﷺ فرماتے تھے ''میں نے قریش سے کسی ناپسندیدہ امر کا مشاہدہ نہ کیا حتیٰ کہ ابو طالب وفات پا گئے''۔ ان کی وفات کے بعد قریش آپ ﷺ کو اذیتیں دینے کے درپے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''تمہاری وفات کو میں نے کتنی جلدی محسوس کر لیا ہے''۔ جب ابولہب تک یہ بات پہنچی تو وہ کچھ دن آپ کی نصرت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا، اس نے عرض کی ''محمد مصطفیٰ ﷺ! جو چاہیں کریں۔ جناب ابو طالب کی زندگی میں جو کچھ آپ کرتے تھے کرتے رہیں۔ لات و عزیٰ کی قسم! قریش مکہ آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے حتیٰ کہ میں مر جاؤں''۔ ابن عیطلہ نے حضور ﷺ کو برا بھلا کہا۔ ابولہب نے اس پر حملہ کر دیا وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گیا۔ وہ چیخ رہا تھا ''ابو عتبہ (ابولہب) صابی ہو گیا ہے'' قریش مکہ ابولہب کے پاس آئے۔ انہوں نے پوچھا ''کیا تو نے عبد المطلب کے دین کو چھوڑ دیا ہے؟ اس نے کہا ''میں نے تو نہیں چھوڑا'' دوسرے الفاظ میں ہے کہ قریش مکہ نے اس سے پوچھا ''کیا تو صابی ہو گیا ہے؟'' اس نے کہا ''میں نے عبد المطلب کے دین کو نہیں چھوڑا۔ لیکن اپنے بھتیجے کی حمایت کر رہا ہوں کہ ان پر ظلم نہ ہو حتیٰ کہ وہ اپنا کام پایۂ تکمیل تک پہنچا دیں''۔ قریش مکہ نے کہا ''تم نے اچھا کیا ہے۔ یہ کام بہت زیبا ہے تو نے صلہ رحمی کی ہے'' کچھ دن اسی طرح گزر گئے۔ قریش کا کوئی شخص حضور ﷺ سے تعرض نہیں کرتا تھا۔ وہ ابولہب سے ڈرتے تھے۔ حتیٰ کہ ابو جہل اور عقبہ بن ابی معیط ابولہب کے پاس آئے۔ انہوں نے اسے کہا ''ذرا اپنے بھتیجے سے پوچھو کہ تمہارا باپ کہاں ہے وہ گمان کرتا ہے کہ وہ آگ میں ہے'' ابولہب نے حضور ﷺ سے پوچھا ''عبد المطلب کا ٹھکانہ کہاں ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا ''اپنی قوم کے ساتھ'' ابولہب، ابو جہل اور عقبہ کے پاس گیا۔ اس نے کہا ''میں نے ان سے پوچھا ہے۔ انہوں نے کہا ہے ''وہ اپنی قوم کے ہمراہ ہیں'' ان دونوں نے کہا ''ان کا گمان ہے کہ وہ آگ میں ہے'' ابولہب نے پوچھا ''محمد عربی (ﷺ) کیا عبد المطلب آگ میں ہیں'' حضور ﷺ نے فرمایا ''ہاں!'' دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا ''جو بھی غیر اللہ کی عبادت کرتا ہوا مرا وہ آگ میں ہے''۔ ابولہب نے یہ سن کر حضور ﷺ کی نصرت اور حمایت کو چھوڑ دیا۔ حضرت عبد المطلب کے بارے پہلے کافی تذکرہ ہو چکا ہے کہ ان کا وصال فترت میں ہوا یا وہ موحد تھے۔ حضور ﷺ نے ابولہب کو کتنا عمدہ جواب دیا۔ کیونکہ وہ یہی اعتقاد رکھتے تھے کہ ان کا وہی دین ہے جس دین پر حضرت عبد المطلب کا وصال ہوا۔ اگر حضور ﷺ اہل فترت اور دیگر لوگوں کے مابین فرق ان کے لئے عیاں کر دیتے تو قریش کے کفر و عناد میں زیادتی کا سبب بنتا۔ وہ بتوں کی پرستش پر برقرار رہتے جبکہ حضور ﷺ کا ارادہ یہ تھا کہ انہیں بتوں کی پوجا سے نفرت دلائی جائے، اس مقام کے مناسب یہی بات تھی کہ حضور ﷺ عام کلام فرماتے اور ہر اس شخص کے عذاب کا اعلان فرماتے جو غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ ان کے مابین نہ تو فرق فرماتے اور نہ ہی اہل فترت اور دیگر

لوگوں کے مابین فرق فرماتے۔ کیونکہ اس طرح انہیں بتوں کی پوجا سے زیادہ نفرت پر ابھارا جا سکتا تھا۔ جو شخص حضور ﷺ کے اس جواب کی زیبائی میں غور و فکر کرتا ہے۔ اس پر یہ راز آشکار ہو جاتا ہے آپ ﷺ نے انہیں فرمایا ''ہاں'' ایک اور روایت میں ہے ''وہ غیر اللہ کی عبادت پر مرے وہ آگ میں ہیں'' ایک اور روایت میں ہے ''جو شخص اس دین پر مرے گا جس پر عبد المطلب کی وفات ہوئی......'' ان روایات میں راویوں نے تصرف کیا ہے۔ ''حضور ﷺ نے قریش مکہ کو یہ بات صراحتاً نہیں فرمائی تھی کہ حضرت عبد المطلب آگ میں ہیں''۔ حضور اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ اس طرح تھی۔ آپ ہر انسان کو اس کے حسب حال ارشاد فرماتے تھے۔ جو جواب اس کے عقل اور فہم کے مناسب ہوتا تھا جو شخص سابق حدیث ''أَيْنَ أَبِي'' والی روایت میں غور و فکر کرے گا اس کے لئے یہ بات عیاں ہو جائے گی۔ اس جیسی مثالیں سمجھنا اس کے لئے مشکل نہیں رہیں گی۔ حضور ﷺ سارے عالمین سے زیادہ دانا اور عقلمند تھے۔ ہر شخص کو اس کے حسب حال مخاطب کرتے تھے۔ جناب ابو طالب کی وفات 10ھ نبوت کو ہوئی تھی۔

ارہاصات

حضور ﷺ کے معصوم بچپن میں آپ کے دست اقدس سے بہت سے واقعات کا ظہور ہوا جنہیں ارہاصات کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ حضور ﷺ ذوالحجاز کے مقام پر جناب ابو طالب کے ساتھ تھے۔ ذوالحجاز عرفۃ سے ایک فرسخ کے مقام پر ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت کا بازار تھا۔ جناب ابو طالب کو بہت سخت پیاس لگی۔ انہوں نے حضور ﷺ سے اس پیاس کا شکوہ کیا۔ انہوں نے کہا ''اے میرے بھتیجے! مجھے سخت پیاس لگی ہے''۔ حضور ﷺ نے اپنی مبارک ایڑھی زمین پر یا چٹان پر ماری۔ زبان اقدس سے کچھ کہا''۔ جناب ابو طالب نے فرمایا ''مجھے ایک ایسا شفاف اور شیریں پانی ملا کہ میں نے اس سے قبل اس طرح کا پانی نہ دیکھا تھا''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''پانی پئیں'' میں نے پانی پیا۔ خوب سیر ہو گیا حضور ﷺ نے اسی جگہ مبارک ایڑی ماری تو وہ زمین یا چٹان پہلے کی طرح ہو گئی۔

حضور ﷺ نے یمن کی طرف سفر فرمایا۔ اس وقت عمر مبارک دس سال تھی۔ آپ کے چچا زبیر اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔ اہل کارواں ایک ایسی وادی سے گزرے۔ جس میں ایک اونٹ تھا جو ہر گزرنے والے کو مارتا تھا۔ جب اس اونٹ نے آپ کی زیارت کی تو وہ فوراً زمین پر بیٹھ گیا اور اپنے سینے سے زمین رگڑنے لگا۔ حضور ﷺ اپنے اونٹ سے نیچے اتر آئے۔ اس اونٹ پر سوار ہو گئے حتیٰ کہ وہ وادی عبور کر لی، پھر اسے چھوڑ دیا۔ واپسی پر کارواں ایک ایسی وادی سے گزرا جو پانی سے بھری ہوئی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''میرے پیچھے پیچھے آؤ'' حضور ﷺ اس وادی میں گھس گئے سارا قافلہ آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے تھا۔ رب تعالیٰ نے پانی کو خشک فرما دیا۔ جب اہل کارواں مکہ مکرمہ پہنچے تو انہوں نے لوگوں کو اس واقعہ کے متعلق بتایا۔ لوگوں نے کہا ''اس بچے کی شان بڑی رفیع ہو گی''۔

ایک قیافہ شناش

السیرۃ الشامیۃ میں ہے کہ بنولہب کا ایک شخص قیافہ شناش تھا۔ جب وہ مکہ مکرمہ میں آتا تو قریش اپنے بچے لے کر اس کے پاس جاتے۔ وہ انہیں دیکھ کر ان کے مستقبل کے متعلق پیش گوئی کیا کرتا تھا۔ جناب ابو طالب حضور ﷺ کو اس کے پاس لے کر آئے۔ اس وقت حضور ﷺ اپنے معصوم بچپن میں تھے۔ اس نے آپ کو دیکھا۔ پھر وہ دوسرے بچوں میں مصروف ہو گیا۔ جب وہ فارغ ہوا تو اس نے کہا ''میرے پاس وہی من موہنا بچہ لے کر آؤ۔ تمہارے لئے بربادی! میرے پاس وہی بچہ لے کر آؤ۔ جسے میں نے ابھی ابھی دیکھا ہے۔ بخدا! وہ بچہ بڑی شان کا مالک ہے''۔ جب خواجہ ابو طالب نے اس کا یہ حرص دیکھا تو انہوں نے حضور ﷺ کو چھپا دیا۔

سفر شام

جب امام الانبیاء ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال ہوئی۔ دوسری روایت کے مطابق سترہ سال ہوئی تو حضور ﷺ کے چچا جان نے شام کی طرف سفر کرنے کا ارادہ کیا۔ فرط محبت سے حضور ﷺ ان کے ساتھ چمٹ گئے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ نے عم محترم کی اونٹنی کی زمام پکڑ لی۔ فرمایا ''محترم چچا جان! مجھے کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں۔ میرے والد محترم بحیات نہیں۔ میری امی جان بھی وصال فرما چکی ہیں''۔ انہوں نے حضور ﷺ کو اپنے ساتھ لیا۔ آپ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ یہ کارواں ایک پادری کے ہاں فروکش ہوا۔ اس پادری نے پوچھا ''اس بچہ کا تمہارے ساتھ کیا تعلق ہے؟'' خواجہ ابو طالب نے کہا ''یہ میرا فرزند دلبند ہے'' پادری نے کہا ''یہ تمہارا بیٹا نہیں ہو سکتا۔ اس کے والد گرامی قدر کو زندہ نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس میں نبوت کی ساری علامات پائی جاتی ہیں۔ ان علامات میں سے ایک علامت یہ بھی ہے یعنی قدیمی کتب میں ہے کہ حضور ختمی مرتبت ﷺ کے والد گرامی انتقال کر جائیں گے جبکہ آپ ﷺ ابھی اپنی والدہ ماجدہ کے صدف بطن میں ہوں گے۔ آپ کے معصوم بچپن میں آپ کی امی جان بھی وصال فرما جائیں گی''۔ جناب ابو طالب نے گرجا کے مکین سے پوچھا ''نبی کیا ہوتا ہے؟ اس نے کہا ''وہ ہستی پاک نبی ہوتی ہے جن کے پاس آسمان سے غیب کی خبریں آتی ہیں۔ اور وہ خبریں اہل زمین کو بتاتے ہیں''۔ ابو طالب نے کہا ''اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ تو کیا کہہ رہا ہے'' پادری نے کہا ''انہیں یہودیوں سے بچاؤ''۔ جناب ابو طالب وہاں سے روانہ ہوئے۔

ایک اور راہب کے ہاں فروکش ہوئے۔ اس راہب نے پوچھا ''اس بچے کا تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے''۔ انہوں نے کہا ''یہ میرے نور نظر ہیں''۔ راہب نے کہا ''اس مبارک بچے کے باپ کو زندہ نہیں ہونا چاہئے''۔ جناب ابو طالب نے پوچھا ''کیوں؟'' راہب نے کہا ''کیونکہ ان کا چہرہ انور نبی کا چہرہ اور ان کے چشمان مقدس ایک نبی کی آنکھیں ہیں'' یعنی یہ وہ نبی کریم ﷺ ہیں جو اس امت اخیرہ کے لئے مبعوث ہوں گے کیونکہ ان کی یہ علامات قدیمی کتب میں موجود ہیں۔

جناب ابو طالب نے کہا ''سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟'' پھر جناب ابو طالب نے حضور ﷺ

سے مخاطب ہو کر کہا "اے میرے بھتیجے! کیا آپ سن رہے ہیں کہ یہ راہب کیا کہہ رہا ہے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "محترم چچا جان! انکار نہ کریں، رب تعالیٰ کو قدرت کاملہ حاصل ہے"۔

جب یہ کارواں بصریٰ پہنچا تو وہاں ایک راہب کا بسیرا تھا۔ اس کا نام جرجیس یا برجیس تھا۔ وہ اپنے گرجا میں رہتا تھا۔ وہ نصرانیت کے علم کا ماہر تھا۔ وہ علم اسے نسل در نسل حاصل ہوا تھا۔ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصیوں سے علم حاصل کیا تھا۔ دوسرے قول کے مطابق بحیرا یہودی علماء میں سے تھا۔ اس نے حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ سے قبل ایک صدا سنی تھی۔ جس میں کہا گیا تھا "اہل زمین میں بہترین تین افراد ہیں (1) رباب بن براء (2) بحیرا (3) ایک اور ہستی جو ابھی تک عالم رنگ و بو میں جلوہ نما نہیں ہوئی۔ دوسری روایت کے مطابق اس نے کہا "وہ نبی منتظر ہیں" قریش کے کارواں اکثر بحیرا راہب کے پاس سے گزرتے تھے۔ یہ ان سے بات تک نہ کرتا تھا۔ اس سال اس نے اس قافلہ کے لئے کھانا تیار کیا یہ اپنے گرجا کی چھت پر تھا۔ اس نے اس کارواں میں حضور ﷺ کو آتے ہوئے دیکھا۔ سارے کارواں میں سے صرف آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بادل سایہ فگن تھے۔ جب وہ کارواں ایک درخت کے نیچے اترا تو اس نے اس بادل کو دیکھا وہ درخت پر سایہ فگن تھا۔ درخت کی شاخیں حضور ﷺ پر جھک گئیں تھیں۔ کارواں کے دوسرے لوگ حضور ﷺ سے پہلے اس درخت کے سایہ کے نیچے پہنچ چکے تھے۔ جب حضور ﷺ وہاں تشریف فرما ہو گئے تو درخت کا سایہ خود بخود ان پر جھک گیا۔ پھر راہب نے اس کارواں کی طرف یہ پیغام بھیجا "اے گروہ قریش! میں نے تمہارے لئے کھانا تیار کیا ہے میری خواہش ہے کہ تم سارے تمہارے چھوٹے بڑے، تمہارے غلام اور آزاد اس کھانے میں شرکت کریں"۔ قریش میں سے ایک شخص نے کہا "اے بحیرا! آج تمہاری عجیب شان آشکارا ہو رہی ہے۔ ہم پہلے بھی اس راستہ سے گزرتے رہتے تھے تم پہلے تو اس طرح ہمارے لئے کھانا تیار نہیں کرتے تھے۔ آج تمہاری نرالی کیفیت ہے"۔

بحیرا نے کہا "تو نے سچ کہا ہے۔ حقیقت اس طرح ہے جس طرح تو کہتا ہے، لیکن تم مہمان ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری عزت افزائی کروں۔ تمہارے لئے کھانا پکاؤں جسے تم سب کھاؤ"۔ سارے قریش اس کے پاس جمع ہو گئے۔ لیکن حضور ﷺ ساری قوم میں سے کم عمر ہونے کی وجہ سے درخت کے نیچے ہی ٹھہر گئے تھے۔ جب بحیرا نے قریش کے ان افراد کو دیکھا تو اسے ان میں سے کسی میں بھی نبوت کی وہ علامات نظر نہ آئیں جو اس کے پاس مرقوم تھیں۔ نہ کسی کے سر پر بادل سایہ کناں تھا۔ اس نے بادل کو دیکھا وہ حضور ﷺ پر سایہ فگن تھا۔ اس نے کہا "اے قوم قریش! تم میں سے کوئی میرے کھانے سے پیچھے تو نہیں رہ گیا" قریش نے کہا "ہم میں سے کوئی بھی تمہارے کھانے سے پیچھے نہیں رہا۔ سارے افراد آ گئے ہیں سوائے اس نوجوان کے جو ہم سب میں سے کم عمر ہے"۔ بحیرا نے کہا "اس طرح نہ کرو۔ اسے بھی بلاؤ۔ وہ بھی تمہارے ساتھ کھانے میں شرکت کرے۔ یہ کتنی بری بات ہے کہ تم سب تو کھانے میں شرکت کرنے کے لئے آ گئے ہو۔ مگر ایک شخص پیچھے رہ گیا ہے میرا خیال ہے کہ اس کا تعلق تمہارے ساتھ ہی ہے"۔ قریش مکہ نے کہا "اللہ کی قسم! اس کا نسب پاک ہم سب سے عمدہ ہے۔ وہ اس شخص (ابو طالب) کا بھتیجا ہے۔ وہ جناب عبد المطلب کی اولاد میں سے ہے"۔ حضور ﷺ کے چچا حارث بن

عبد المطلب جلدی سے اٹھ گئے اور حضور ﷺ کو لے آئے۔ اور دیگر افراد افراد کے ساتھ بٹھا دیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ وہ شخص جو آپ ﷺ کو لینے گئے تھے وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ کیونکہ وہ بھی اس وقت قافلۂ قریش کے ہمراہ تھے۔ مگر یہ روایت درست نہیں کیونکہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو حضور ﷺ سے بھی عمر میں چھوٹے تھے۔ پہلی روایت ہی درست ہے۔ جب سید عالم ﷺ درخت کے سایہ سے نکل کر راہب کے گرجا کی طرف جا رہے تھے تو اسی اثناء میں بھی بادل آپ کے سر اقدس پر سایہ فگن تھا۔ جب بحیرا نے یہ منظر دیکھا تو عالم استعجاب میں آپ کو دیکھنے لگا۔ آپ کے اعضاء مبارکہ میں سے ہر ہر عضو کا بغور مشاہدہ کرنے لگا۔ اس ہر وصف کو بنظر غائر دیکھنے لگا جو اس کے پاس مکتوب تھا۔ جب قوم قریش کھانے سے فارغ ہو گئی اور جانے لگی تو بحیرا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا۔ اس نے آپ سے عرض کی "میں آپ کو لات وعزیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میں جو آپ سے پوچھوں آپ اس کا مجھے صحیح جواب مرحمت فرمائیں"۔ بحیرا نے اس طرح اس لئے کہا کیونکہ اس نے حضور ﷺ کی قوم کو اس طرح قسمیں اٹھاتے سنا تھا۔ "الشفاء" میں ہے کہ بحیرا نے اس طرح کہہ کر آپ ﷺ کو آزمایا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا "لات وعزیٰ کی قسم اٹھا کر مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ بخدا! مجھے جتنا ان معبودان باطلہ سے بغض ہے کسی اور سے نہیں"۔ بحیرا نے کہا "میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ جو کچھ میں آپ سے پوچھوں آپ اس کا صحیح جواب ارشاد فرمائیں" حضور ﷺ نے فرمایا "پوچھو!" بحیرا نے حضور ﷺ کی نیند اور اس کی ہیئت کے متعلق سوالات کئے۔ کچھ اور امور کے متعلق پوچھا حضور ﷺ نے ان سوالات کے جوابات ارشاد فرمائے یہ جوابات اس نبی محترم ﷺ کے اوصاف حمیدہ کے بالکل موافق تھے جو نبی آخر الزمان کے شمائل حمیدہ اس کے پاس مرقوم تھے۔ پھر اس نے آپ ﷺ کی کمر انور سے کپڑا ہٹایا تو وہاں مہر نبوت موجود تھی۔ وہ بالکل اسی طرح تھی جس طرح اس نے پڑھا تھا۔ وہ مہر نبوت کو چومنے لگا۔ قریش نے کہا "محمد عربی ﷺ اس راہب کے ہاں قدر و منزلت پا گئے ہیں"۔ جب راہب فارغ ہوا تو اس نے آپ کے چچا جناب ابو طالب کی طرف توجہ کی۔ اس نے پوچھا "اس بچے کا آپ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟" جناب ابو طالب نے کہا "یہ میرا لخت جگر ہے"۔ راہب نے کہا "یہ تمہارے فرزند دلبند نہیں ہیں"۔ اس من موہنے بچے کے والد گرامی کو زندہ نہیں ہونا چاہئے"۔ جناب ابو طالب نے کہا "یہ میرا بھتیجا ہے"۔ راہب نے پوچھا "ان کے والد گرامی کو کیا ہوا؟ جناب ابو طالب نے کہا "ان کا انتقال ہو گیا جبکہ یہ ابھی شکم مادر میں تھے"۔ راہب نے کہا "تم نے سچ کہا ہے"۔ پھر اس نے پوچھا "ان کی امی جان کو کیا ہوا؟" جناب ابو طالب نے کہا "ابھی ابھی ان کا وصال ہوا ہے"۔ راہب نے کہا "آپ نے سچ کہا ہے اپنے اس بھتیجے کو لے کر اپنے شہر لوٹ جائیں"۔ ان کے متعلق یہود سے محتاط رہنا۔ اگر انہوں نے انہیں دیکھ لیا اور وہ علامات جان گئے جو میں نے دیکھ لی ہیں تو وہ انہیں شر پہنچائیں گے۔ تمہارے اس بھتیجے کی شان بڑی رفیع ہو گی۔ ہم ان کا تذکرہ اپنی کتب میں پاتے ہیں۔ وہ تذکرہ ہمارے آباء نے روایت کیا ہے۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ انہیں لے کر اپنے شہر لوٹ جاؤ"۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب خواجہ ابو طالب نے کہا "یہ میرا بھتیجا ہے" تو بحیرا نے کہا "کیا آپ کو اس سے محبت ہے"

انہوں نے فرمایا "از حد محبت ہے" بحیرا نے کہا "بخدا! اگر آپ انہیں شام لے گئے اور شام کے اندر داخل کر دیا تو وہاں کے یہودی آپ کو شہید کر دیں گے"۔ جناب ابو طالب حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپس مکہ معظمہ لے آئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جناب ابو طالب نے کہا "راہب! اگر یہ معاملہ اسی طرح ہے جس طرح تم کہتے ہو تو یہ رب تعالیٰ کی نگہبانی میں ہیں"۔ جناب ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپس بھیج دیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جناب ابو طالب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود لے کر مکہ مکرمہ میں واپس آ گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ بحیرا نے کہا "یہ عالمین کے سردار ہیں۔ یہ رب العالمین کے رسول ہیں۔ رب تعالیٰ انہیں رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کرے گا"۔ قریش کے بزرگوں نے پوچھا "تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ بحیرا نے کہا "جب تم گھاٹی میں اتر رہے تھے تو ہر پتھر اور درخت سجدہ ریز تھا۔ شجر و حجر صرف نبی کو سجدہ کرتے ہیں۔ بادل صرف ان پر سایہ کناں تھا۔ میں نے انہیں اس مہر نبوت سے بھی پہچان لیا ہے جو کندھے کی ہڈی کے نیچے ہے"۔

ایک روایت میں ہے کہ سات رومی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان گئے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کا ارادہ کیا۔ بحیرا نے انہیں واپس لوٹا دیا۔ بحیرا نے انہیں کہا "مجھے اس امر کے متعلق بتاؤ جس کا رب تعالیٰ نے فیصلہ کر لیا ہو۔ کیا لوگوں میں سے کوئی اسے واپس پھیر سکتا ہے"۔ رومیوں نے جواب دیا "نہیں" انہوں نے اس بات پر بحیرا کی بیعت کی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ شہید کریں گے، نہ گرفتار کریں گے نہ اذیت دیں گے"۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہما کے ہمراہ واپس مکہ مکرمہ آ گئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ زیادتی خطاء ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ بات صحیح ہے۔ اس سفر میں حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام کی حیثیت سے اس کارواں میں شامل تھے۔ اس طرح سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی بعض اقارب کے ساتھ اس قافلہ میں شریک تھے۔ یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ واپس آ گئے۔

بعض روایات میں ہے کہ جب کاروان قریش سرزمین شام میں بصری کے بازار میں فروکش ہوا۔ تو اس جگہ ایک بیری کا درخت تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سایہ میں جلوہ افروز ہو گئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک راہب کے پاس گئے اس راہب کو بحیرا کہا جاتا تھا۔ انہوں نے اس سے کچھ پوچھا۔ راہب نے پوچھا "اس بیری کے درخت کے نیچے کون رونق افروز ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "وہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں"۔ اس راہب نے کہا "بخدا! وہ اس امت کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں"۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے بعد محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سایہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت روح اللہ علیہ السلام نے فرمایا "میرے بعد اس درخت کے نیچے محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے علاوہ اور کوئی کھڑا نہ ہوگا"۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں "شاید یہ سفر جس میں جناب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ساتھ تھے کوئی اور سفر تھا۔ یہ وہ سفر تھا جس میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی آپ کے ساتھ تھا۔ یہ راہب بحیرا نہیں تھا بلکہ نسطورا تھا"۔ یہ روایت بعض راویوں پر مشتبہ ہوگئی۔

بحیرا، نسطورا اور ان لوگوں کے متعلق علماء کرام کا اختلاف ہے جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی کہ کیا ان کا شمار صحابہ میں ہوگا یا نہیں۔ حق بات یہ ہے کہ جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت نہ پائی اسے صحابہ کرام میں شمار

نہیں کیا جائے گا۔ یہ بحیرا راہب اس بحیرا کے علاوہ ہے جو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ سے آئے۔ وہ صحابی ہیں۔ انہوں نے شراب پینے کی تحذیر کے متعلق ایک حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

عصمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے عیوب اور گندگیوں سے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو محفوظ رکھا۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعتبار سے سب سے احسن بن گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فواحش اور اخلاق رذیلہ میں سب سے زیادہ بچنے والے تھے۔ جو لوگوں کو میل آلود کر دیتے ہیں۔ آپ مروت کے اعتبار سے قوم سے بلند اور میل میلاپ کے اعتبار سے کریم تھے۔ آپ پڑوس کے اعتبار سے بہترین اور حلم کے اعتبار سے سب سے بڑھ کر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ امین اور صادق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حلم، صبر، شکر، عدل، زہد، تواضع، عفت، جود، سخاوت، شجاعت، حیاء اور مروت جیسے اخلاق عالیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع فرما دیئے تھے۔ اس لئے قوم آپ کو الامین کے لقب سے یاد کرتی تھی۔ السیرۃ الحلبیہ میں ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حضور امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں قریش کے بچوں میں موجود تھا۔ ہم پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ ہم میں سے ہر ایک نے کپڑے اتارے ہوئے تھے۔ سب اپنے اپنے کپڑوں پر پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔ میں بھی بچوں کے ہمراہ اسی طرح آنے جانے لگا کہ اچانک کسی نے مکا مارا، جس کا درد مجھے نہ ہوا۔ اس نے مجھے کہا "اپنا ازار بند باندھ لیں۔ میں نے ازار بند لیا اور اسے باندھ لیا۔ پھر پتھر اٹھا کر لانے لگا۔ اپنے ساتھیوں میں سے صرف میں نے ہی ازار بند باندھا ہوا تھا"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح کا واقعہ اس وقت بھی پیش آیا جبکہ جناب ابو طالب زمزم کے کنویں کو درست کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معصوم بچپن میں تھے، آپ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے آپ نے اپنا ازار بند لیا اور اسی پر پتھر اٹھا کر لانے لگے کہ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا تو جناب ابو طالب نے پوچھا "تو آپ نے فرمایا" ایک آنے والا میرے پاس آیا۔ اس نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ اس نے مجھے کہا "اپنا ازار بند باندھ لو"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم گاہ کسی نے نہیں دیکھی۔ اس طرح کا ایک واقعہ اس وقت بھی رونما ہوا جب قریش مکہ خانہ کعبہ تعمیر کر رہے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور داعی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جن قبیح افعال میں لوگ زمانہ جاہلیت میں مبتلا تھے ان میں سے میں نے کسی فعل کا ارادہ نہیں کیا سوائے دو بار کے۔ دونوں بار رب تعالیٰ نے مجھے بچا لیا۔ حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے مجھ پر نزول وحی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ایک دفعہ میرے ساتھ ایک جوان تھا۔ ہم مکہ مکرمہ کی بلند جگہ پر بکریاں چرا رہے تھے"۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے مکہ مکرمہ کے ایک جوان سے کہا۔ جبکہ ہم اپنے اہل خانہ کی بکریاں چرا رہے تھے۔ میں نے اسے کہا "تم میری بکریوں کی نگرانی کرو۔ حتیٰ کہ میں اس رات مکہ مکرمہ میں جا کر قصہ گوئی سن سکوں۔ جس طرح کہ دیگر جوان ان قصوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں"۔ اس جوان نے ہامی بھر لی۔ میں وہاں سے نکلا مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے گھر کے پاس آیا تو مجھے وہاں سے دف، مزامیر اور گانے کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے پوچھا "یہ کیا ہے؟" مجھے بتایا گیا کہ فلاں مرد نے فلانہ عورت سے شادی کی ہے۔ یہ آواز اسی کی خوشی کی وجہ

سے آرہی ہے۔ میں وہ آوازیں سننے بیٹھ گیا اچانک مجھ پر نیند غالب آگئی۔ میں وہیں سو گیا۔ مجھے دھوپ نے بیدار کیا میں اپنے ساتھی کے پاس لوٹ گیا اور اسے سارا واقعہ سنا دیا۔ ایک اور رات بھی اس طرح کا واقعہ پیش آیا"۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا "قریش زمانہ جاہلیت میں بوانہ کے پاس عید مناتے تھے۔ بوانہ وہ بت تھا قریش مکہ جس کی پوجا کرتے تھے۔ اس کی تعظیم بجالاتے۔ اس کے لئے جانور ذبح کرتے اور اس کے پاس قسمیں اٹھاتے تھے۔ قریش مکہ ہر سال میں ایک رات اس کے پاس اعتکاف کرتے تھے۔ جناب ابو طالب اپنی قوم کے ہمراہ اس کے پاس آتے تھے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی وہاں جانے کے لئے کہا، مگر آپ نے انکار کر دیا۔ ام ایمن فرماتی ہیں "میں نے دیکھا کہ جناب ابو طالب آپ پر سخت ناراض ہوئے"۔ خواتین نے کہا "اے محمد عربی! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہمیشہ ہمارے بتوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ ہمیں خدشہ ہے کہ ان کی وجہ سے آپ کو کسی اذیت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ آپ نہ تو اپنی قوم کے ساتھ عید میں شرکت کرتے ہیں نہ ہی ان کے لئے کچھ جمع کرتے ہیں"۔ وہ لوگ برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔ پھر آپ مرعوب اور گھبرا کر واپس تشریف لے آئے۔ خواتین قریش نے پوچھا "آپ کو کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا "مجھے خطرہ ہے کہ کہیں شیطان مجھے مس نہ کر دے"۔ ان خواتین نے عرض کی "رب تعالیٰ آپ کو اس آزمائش میں مبتلا نہیں کرے گا"۔ آپ ہر قسم کے اخلاق حمیدہ اور شمائل پاکیزہ سے آراستہ ہیں۔ آپ نے کیا دیکھا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب بھی میں ان بتوں کے پاس گیا تو اچانک ایک طویل اور سفید شخص نمودار ہوا۔ وہ میرے پیچھے زور سے کہتا "محمد عربی (فداہ روحی) بتوں کو ہاتھ تک بھی نہ لگانا" حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے فرمایا "آپ نے کبھی بھی اس عید میں شرکت نہ کی حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا تاج آپ کے سر پر سجا دیا"۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا آپ فرما رہے تھے "میں نے زید بن عمرو کو سنا جب بھی کوئی جانور غیر اللہ کے لئے ذبح کیا جاتا تو وہ اس پر عیب لگاتا"۔ وہ قریش مکہ سے کہتا "بکری کو رب تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ وہ اس کے لئے آسمان سے پانی نازل کرتا ہے۔ زمین سے چارہ پیدا کرتا ہے۔ پھر تم اسے غیر اللہ کے لئے ذبح کر دیتے ہو"۔ میں نے کبھی بھی اس چیز کو چکھا بھی نہیں جسے بتوں پر ذبح کیا گیا ہو حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا تاج زرنگار میرے سر پر سجا دیا"۔ اس روایت میں کوئی تناقض نہیں کیونکہ سبب اصلی یہی تھا کہ رب تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جاہلیت کی ہر برائی سے محفوظ کر دیا تھا۔ یہ زید بن عمرو زمانہ فترت میں دین ابراہیمی پر تھا۔ اس نے نہ تو یہودیت اختیار کی نہ ہی نصرانیت۔ اس نے بتوں اور ان جانوروں سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی جنہیں بتوں پر ذبح کیا جاتا تھا۔ یہ بچیوں کو زندہ درگور کرنے سے روکتا تھا۔ جب کوئی شخص اگر اپنی بچی کو زندہ درگور کرنے لگتا تو یہ اس بچی کو اس کے باپ سے لے لیتا اور اس کی کفالت کرتا۔ جب یہ کعبہ مقدسہ میں داخل ہوتا تو کہتا "لَبَّيْكَ حَقًّا تَعَبُّدًا وَرِقًّا عُذْتُ بِمَا عَاذَ بِهِ اِبْرَاهِيْمُ" یہ صرف خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے سجدہ ریز ہوتا اس کے لخت جگر حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زید اسی طرح تھا جس طرح کہ آپ نے اسے دیکھا اور اس کے متعلق سنا۔ آپ اس کے لئے

مغفرت طلب کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں!" آپ نے اس کے لئے مغفرت طلب کی اور فرمایا "وہ روز حشر اکیلا ایک امت کی صورت میں اٹھے گا"۔ زید بن عمرو ان چار افراد میں سے ایک تھا جنہوں نے بتوں، مردار اور بتوں پر ذبح کئے گئے جانوروں کو چھوڑ دیا تھا۔ حتیٰ کہ قریش مکہ کے لئے ایک دن ایسا بھی ہوتا تھا جس میں وہ اپنے ایک بت کے پاس جا کر عید مناتے تھے۔ وہ اس کے پاس اپنے جانور ذبح کرتے تھے۔ اس کے پاس اعتکاف بیٹھتے تھے۔ اور اس دن اس کا طواف کرتے تھے۔ یہ چاروں حضرات ایک دوسرے سے کہتے تھے "تم جانتے ہو کہ تمہاری قوم کسی چیز پر نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے دین کو تبدیل کر دیا ہے۔ وہ ایسے پتھر کے اردگرد محو طواف ہیں جو نہ سن سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے نہ نقصان دے سکتا ہے نہ ہی نفع پہنچا سکتا ہے"۔ پھر وہ متفرق شہروں میں بکھر گئے۔ وہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے دین کی جستجو کرنے لگے۔ یہ چار افراد درج ذیل تھے۔ ❶ زید بن عمرو ❷ ورقہ بن نوفل ❸ عبید اللہ بن جحش ❹ عثمان بن حویرث۔ زید بن عمرو خطاب کا بھتیجا تھا۔ اس نے بعثت کو نہیں پایا۔ اسی طرح ورقہ بن نوفل نے بھی بعثت کو نہیں پایا۔ صحیح قول یہی ہے۔ عثمان بن حویرث نے بھی بعثت نہ پائی۔ یہ ملک الروم قیصر کے پاس گیا اور نصرانیت اختیار کر لی۔ عبید اللہ بن جحش نے بعثت پائی۔ اسلام قبول کیا حبشہ کی طرف ہجرت کی، وہاں نصرانیت اختیار کر لی۔ اس نصرانیت پر مرا۔ یہ حضرت ام المومنین ام حبیبہ بنت سفیان رضی اللہ عنہا کا خاوند تھا۔ اس کے بعد ام المومنین حضور ﷺ کے حبالہ عقد میں آ گئیں۔ زید بن عمرو قریش سے کہا کرتا تھا "مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں زید بن عمرو کی جان ہے کہ میرے علاوہ تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیمی پر نہیں"۔ اس کے چچا خطاب نے اسے مکہ مکرمہ سے نکال دیا۔ یہ حراء میں سکونت پذیر ہو گیا۔ لوگ اسے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیتے تاکہ یہ ان کا دین نہ خراب کر دے۔ پھر یہ دین حنیف کی تلاش میں اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ علماء یہود اور راہبوں سے اس دین کے متعلق پوچھتا حتیٰ کہ یہ موصل پہنچ گیا۔ پھر شام کی طرف نکل گیا۔ وہ ایک راہب کے پاس پہنچا جو نصرانیت کا سب سے بڑا عالم تھا۔ اس سے دین حنیف کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا "تم ایسے دین کے متلاشی ہو کہ آج ایک شخص بھی اس دین حنیف کی طرف راہ نمائی کرنے والا نہیں۔ وہ وقت آ گیا ہے کہ تمہارے شہر سے ایک نبی کریم ﷺ کا ظہور ہو گا وہ دین حنیف کے ساتھ مبعوث ہو گا۔ ان کے ساتھ مل جانا۔ ان کی بعثت کا زمانہ یہی ہے"۔ زید بن عمرو جلدی جلدی عازم سفر ہوا۔ وہ مکہ مکرمہ کا ارادہ کئے ہوئے تھا۔ جب وہ لخم کے شہروں تک آیا تو انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ جبل حراء کے دامن میں دفن کر دیا۔ روایت ہے کہ اس نے عامر بن ربیعہ سے کہا "میں ایک نبی کا منتظر ہوں جو اولاد اسماعیل میں سے ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ میں ان کے عہد مبارک کو نہیں پا سکوں گا۔ میں ان کا دین اختیار کرتا ہوں۔ ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی برحق ہوں گے۔ اگر تمہیں طویل زندگی نصیب ہو تم ان کی زیارت سے بہرہ مند ہو جاؤ تو میری طرف سے انہیں سلام پیش کرنا"۔ حضرت عامر نے فرمایا "جب میں نے اسلام قبول کیا تو میں نے حضور اکرم ﷺ کو زید کا سلام پیش کیا۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب مرحمت فرمایا اور اس کے لئے عمدہ جذبات کا اظہار فرمایا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ نے فرمایا "میں جنت میں داخل

ہوا میں نے زید بن عمرو کے لئے دو عظیم درخت دیکھے"۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی "کیا آپ نے کبھی کسی بت کی پوجا کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں" آپ سے پوچھا گیا "کیا آپ نے کبھی شراب پی ہے؟" آپ نے فرمایا "نہیں" میں لگا تار یہی سمجھتا رہا ہوں کہ جن عقائد پر قریش مکہ ہیں وہ سراپا کفر ہیں۔ لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ کتاب اور ایمان کی طرف دعوت کیسے دوں"۔ دوسری روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب سے میں پروان چڑھا ہوں تو مجھے ہمیشہ سے بتوں اور اشعار سے نفرت رہی ہے"۔

گلہ بانی

حضور امام الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے گلہ بانی بھی فرمائی تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب منیر میں رحمت و رأفت کے جذبات زیادہ ہو سکیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سراپا علم و عرفان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو بھی مبعوث نہیں کیا مگر وہ گلہ بانی کرتا تھا" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ بھی بکریاں چراتے رہے ہیں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں! میں بھی قراریط پر اہل مکہ کی بکریاں چراتا تھا"۔

قراریط درہم اور دینار کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے جس سے حوائج حقیرہ خریدی جا سکیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس جگہ قراریط سے مراد مکہ مکرمہ کی ایک جگہ ہے۔ دوسری روایت میں "بالقراریط باجیاء" کے الفاظ کا اضافہ ہے۔ پہلی روایت میں اجرت جبکہ دوسری روایت میں جگہ کا تذکرہ ہے۔ بکریوں کو چرانا دیگر سارے جانوروں کو چرانے سے مشکل امر ہے۔ اس سے دل میں لطف اور نرمی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وصف جب مخلوق کی نگہبانی کی طرف منتقل ہوتا ہے تو چرواہے سے ظلم و ستم کے جذبات پہلے ہی ختم ہوتے ہیں۔ اس کی جگہ عدل گستری کے جذبات جنم لیتے ہیں۔ بارگاہ رسالت پناہ میں اونٹوں کے مالکوں اور بکریوں کے مالکوں کے مابین فخر کا مقابلہ ہونے لگا۔ اونٹوں کے مالکوں نے خود کو زیادہ قابل فخر سمجھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو وہ گلہ بانی کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام مبعوث ہوئے تو وہ بھی گلہ بانی کرتے تھے میں مبعوث ہوا تو میں بھی گلہ بانی کرتا تھا میں اجیاء پر اپنے خاندان کی بکریاں چراتا تھا"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بکریاں سراپا برکت ہیں۔ جبکہ اونٹ اپنے مالک کے لئے باعث عزت ہیں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریوں کے بارے میں فرمایا "ان میں ہماری معیشت، ان کی صوف ہمارے لئے عمدہ لباس اور ان کے بال ہمارے لئے چادریں ہیں"۔ ایک اور روایت میں ہے "ان کا موٹا پا ہماری معیشت اور ان کا صوف ہمارے لئے عمدہ لباس ہے" ایک اور روایت میں ہے "اونٹوں کے مالکوں میں فخر و تکبر اور بکریوں کے مالکوں میں سکینت اور وقار ہوتا ہے"۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم درخت اراک کا پھل چننے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "درخت اراک کا سیاہ سیاہ پھل چنو۔ یہ بہت عمدہ ہوتا ہے۔ میں بھی یہ پھل چنتا تھا

جب میں بکریاں چراتا تھا"۔ ہم عرض پیرا ہوئے "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کیا آپ بکریاں بھی چراتے تھے"۔ آپ نے کہا "ہاں! ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں"۔ کسی شخص کو یہ عار نہیں سمجھنا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گلہ بانی کرتے تھے۔ کیونکہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں کمال ہے۔ ایک امر نبی کے لئے تو کمال ہو سکتا ہے لیکن کسی دوسرے شخص کے لئے وہ کمال نہیں ہوتا جس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا "امی" ہونا آپ کے لئے کمال ہے۔

حرب الفجار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ کے وقت بھی موجود تھے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چودہ سال تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے "میں نے اپنے چچاؤں کے ساتھ اس جنگ میں شرکت کی۔ میں نے ان کی طرف سے تیر اندازی کی۔ میرا اس جنگ میں شرکت نہ کرنا مجھے زیادہ پسندیدہ تھا"۔ دوسرے قول کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازی نہیں کی تھی۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتے تھے۔ اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ عکاظ کے بازار میں بدر بن معشر الغفاری کے لئے ایک جگہ متعین تھی جہاں وہ بیٹھا کرتا تھا۔ وہ اس محفل میں بیٹھ کر لوگوں پر فخر کرتا تھا۔ ایک روز وہ اس جگہ ٹانگ پھیلائے بیٹھا تھا۔ اس نے کہا "میں سارے عرب سے معزز ہوں۔ جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ مجھ سے معزز ہے وہ میری اس ٹانگ پر اپنی تلوار مار دے۔ ایک شخص نے جھپٹ کر اس کی ٹانگ پر تلوار ماری اور اس کے گھٹنے کو جدا کر دیا۔ دوسرے قول کے مطابق اس نے اسے صرف زخمی کیا تھا۔ اس وجہ سے چار روز تک لگا تار جنگ ہوتی رہی۔ اس جنگ میں جناب ابو طالب نے بھی شرکت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہمراہ تھے۔ جب آپ میدان جنگ میں تشریف لے آتے تو بنو ہوازن کو شکست ہو جاتی اور اگر آپ تشریف نہ لاتے تو کنانہ کو شکست سے دوچار ہونا پڑتا۔ بنو کنانہ نے کہا "آپ ضرور تشریف لایا کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آتے"۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنگ میں ابو براء ملاعب الاسنہ کو نیزہ مارا۔ وہ بنو قیس کا سردار اور ان کا علمبردار تھا۔ اس جنگ کو حرب الفجار اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس جنگ میں اہل عرب نے سرکشی کی تھی۔ کیونکہ یہ جنگ حرمت والے مہینے میں لڑی گئی تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی جنگوں کو حرب الفجار کہا جاتا ہے۔ کل ایسی چار جنگیں ہیں۔ اس حرب الفجار کے تیسرے روز امیہ بن عبد شمس اور حرب نے خود کو زنجیروں میں جکڑ لیا تاکہ وہ میدان جنگ سے راہ فرار اختیار نہ کریں۔ اس لئے انہیں عقابس کہا جانے لگا۔ پھر انہوں نے آئندہ سال عکاظ کے مقام پر جنگ آزما ہونے کا وعدہ کیا اور جدا ہو گئے۔ آئندہ سال فریقین حسب وعدہ میدان جنگ میں اترے قریش اور کنانہ کی زمام قیادت عبد اللہ بن جدعان التیمی کے ہاتھ میں تھی۔ دوسرے قول کے مطابق قائد حرب بن امیہ تھا۔ کیونکہ یہ اس وقت قریش اور کنانہ کا سردار تھا۔ عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس یتیم تھا اور حرب کی کفالت میں تھا۔ یہ اس کا چچازاد تھا۔ حرب اس سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ اسے اپنے ساتھ جانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ عتبہ اس کی اجازت کے بغیر ہی میدان جنگ میں چلا گیا۔ اسے اس وقت معلوم ہوا جب یہ دونوں فریقوں کے مابین کھڑے ہو کر یہ اعلان کر رہا تھا "اے گروہ مضر! تم کیوں برباد ہو رہے ہو؟ بنو ہوازن نے اسے کہا" تو ہمیں کس چیز کی طرف بلاتا ہے" عتبہ نے کہا "اس بات پر صلح کی طرف کہ ہم تمہیں تمہارے مقتولوں کی دیت دے دیتے ہیں

اور اپنے مقتولوں کی دیت تمہیں معاف کرتے ہیں"۔ قریش اور کنانہ نے ہوازن کا قتل عام کیا تھا۔ ہوازن نے پوچھا "وہ کیسے؟" عتبہ نے کہا "ہم تمہارے پاس کوئی چیز بطور رہن رکھیں گے حتیٰ کہ ہم تمہارے مقتولوں کی دیت ادا کر دیں" ہوازن نے پوچھا "اس کی ذمہ داری کون اٹھائے گا؟" عتبہ نے کہا "میں" ہوازن نے پوچھا "تم کون ہو؟" عتبہ نے کہا "میں عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ہوں" ہوازن، قریش اور کنانہ اس بات پر راضی ہو گئے۔ انہوں نے اپنے چالیس افراد ہوازن کے سپرد کیے جن میں حکیم بن حزام جیسی شخصیت بھی تھی۔ یہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ جب بنو ہوازن نے چالیس افراد اپنے ہاں بطور رہن دیکھے تو انہوں نے بھی اپنے مقتولوں کا خون معاف کر دیا اور ان افراد کو چھوڑ دیا۔ اس طرح حرب الفجار ختم ہوگئی۔ عتبہ بن ربیعہ حضرت ہند رضی اللہ عنہا کا باپ تھا یہ غزوۂ بدر میں واصل جہنم ہوا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ اور جناب ابو طالب کے علاوہ کوئی شخص مال کے بغیر سردار نہ بنا۔ یہ دونوں مال کے بغیر سردار بنے۔

حلف الفضول

اس معاہدہ کا شمار عرب کے معزز ترین معاہدوں میں ہوتا ہے۔ یہ اس وقت رونما ہوا تھا جب قریش مکہ حرب الفجار سے واپس آئے تھے۔ وہ ہستی جس نے سب سے پہلے اس معاہدہ کی دعوت دی وہ زبیر بن عبد المطلب تھے۔ بنو ہاشم، بنو زہرہ اور بنو اسد نے ان کی اس صدا پر لبیک کہا۔ یہ معاہدہ عبداللہ بن جدعان تیمی کے گھر ہوا تھا۔ بنو تیم اس کی حمایت میں یکجان تھے۔ یہ ہر روز اپنے گھر میں ایک اونٹ ذبح کرتا تھا۔ پھر اس کا منادی یہ اعلان کرتا تھا "جو گوشت اور چربی لینے کا خواہاں ہو وہ ابن جدعان کے گھر کا رخ کرے یہ فالودہ بنا کر قریش کو کھلاتا تھا۔ اس سے قبل یہ کھجور ستو کھلاتا اور دودھ پلاتا تھا۔ امیہ بن ابی الصلت بنو عبد المدان کے پاس سے گزرا۔ اس نے ان کا کھانا دیکھا۔ اس میں گندم کا آٹا، شہد اور پنیر تھا۔ امیہ نے کہا

وَلَقَدْ رَاَیْتُ الْفَاعِلِیْنَ وَ فِعْلَهُمْ وَرَاَیْتُ اَکْرَمَهُمْ بَنِی الدَّیَّانِ

میں نے کارناموں کو سرانجام دینے والوں کو بھی دیکھا ہے اور ان کے کارناموں کا بھی مشاہدہ کیا ہے میں نے دیکھا ہے کہ بنو دیان سب سے زیادہ معزز ہیں۔

اَلْبُرُّ یُلْبَكُ بِالشِّهَادِ طَعَامُهُمْ لَا مَا یُعَلِّلُنَا بَنُوْ جُدْعَانَ

ان کے کھانا میں شہد ملایا جاتا ہے وہ کھانا اس طرح نہیں جس طرح بنو جدعان ہمیں پلاتے ہیں۔

امیہ کے یہ اشعار عبداللہ بن جدعان تک پہنچ گئے۔ اس نے ایک کارواں بصری شام کی طرف بھیجا وہ وہاں سے گندم، شہد اور پنیر لے کر آئے۔ پھر عبداللہ کے منادی نے اعلان کیا "عبداللہ بن جدعان کے پیالے کی طرف آ جاؤ" پھر امیہ بن ابی صلت نے ابن جدعان کی تعریف میں کہا

أَ أَذْكُرُ حَاجَتِي أَمْ قَدْ كَفَانِي حَيَاؤُكَ إِنَّ شِيمَتَكَ الثَّنَاءُ

کیا میں تمہارے پاس اپنی ضرورت بیان کروں یا تمہارا حیا ہی مجھے کافی ہے۔ کیونکہ عمدہ تعریف تمہاری رگ و پے میں سمائی ہے۔

كَرِيْمٌ لَا يُغَيِّرُهُ صَبَاحٌ عَنِ الْخُلُقِ الْجَمِيْلِ وَ لَا مَسَاءُ

کریم شخص کو نہ تو صبح خلق جمیل سے روک سکتی ہے اور نہ ہی شام اسے باز رکھ سکتی ہے۔

يُبَارِي الرِّيْحَ مَكْرُمَةً وَجُوْدًا إِذَا مَا الضَّبُّ أَحْجَرَهُ الشِّتَاءُ

وہ جودوسخا میں ہوا سے بھی بڑھ کر ہے جب موسم گرما گوہ کو بھی بل کے اندر جانے پر مجبور کر دیتا ہے۔

یہ عبداللہ بہت زیادہ شرف وقدر کا مالک تھا۔ اس نے زمانہ جاہلیت میں بھی اپنے اوپر شراب حرام کر رکھی تھی۔ اس سے قبل یہ شراب کا رسیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک رات یہ نشہ میں مخمور تھا۔ اس نے چاند کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ تاکہ اسے پکڑ لے۔ اس کی یہ حرکت دیکھ کر اس کے ساتھی ہنسنے لگے۔ جب اس کی حالت درست ہوئی تو اس کے ساتھیوں نے اسے بتایا پھر اس نے یہ عہد کر لیا کہ وہ آج کے بعد شراب کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ اس طرح عثمان بن مظعون الجمحی نے بھی زمانہ جاہلیت میں خود پر شراب حرام کر رکھی تھی۔ اس نے کہا ''میں وہ چیز ہرگز نہیں پیوں گا جس سے میری عقل زائل ہو جائے اور مجھ پر ایسا شخص ہنسنے لگے جو مجھ سے کم درجہ ہو''۔

جب قریش نے حلف الفضول کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن جدعان نے ان کے لئے کھانا تیار کروایا۔ ''قریش مکہ نے رب تعالیٰ کے نام اقدس پر یہ پختہ اور محکم وعدہ اور عہد کیا کہ وہ مظلوم کی اعانت کریں گے حتیٰ کہ وہ اس کا حق دلائیں گے جب تک کہ سمندر صوف کو تر کرتا رہے گا''۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی ''ابن جدعان کھانا کھلاتا تھا۔ مہمان نوازی کرتا تھا۔ بھلائی کے کام کرتا تھا۔ کیا روز حشر اسے یہ امور فائدہ دیں گے؟'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''نہیں! کیونکہ اس نے ایک روز بھی یہ عرض نہیں کی ''مولا! روز حشر میرے گناہ معاف کر دے''۔ (مسلم شریف) یعنی وہ مسلمان نہ تھا۔ کیونکہ ایسی بات کسی مسلمان سے ہی نکل سکتی ہے۔ عبداللہ کی کنیت ابو زہیر تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے اسیروں کے متعلق فرمایا ''اگر ابو زہیر زندہ ہوتا وہ یہ قیدی مانگتا تو میں اسے عطا کر دیتا''۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عبداللہ بن جدعان کا پیالہ اتنا بڑا تھا کہ ایک سوار اپنے اونٹ پر چڑھ کر اس میں سے کھا سکتا تھا۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوجہل ابن جدعان کے دسترخوان پر جمع ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم بچپن میں تھے۔ ابوجہل بھی کم سن ہی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوجہل کو نیچے گرا دیا اس کا گھٹنا زخمی ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں دوپہر کے وقت عبداللہ بن جدعان کے پیالہ کے سایہ میں بیٹھا کرتا تھا''۔

عبداللہ بن جدعان ابتداء میں ایک مفلس شخص تھا۔ لیکن وہ بہت شرارتی اور ہوشیار تھا۔ وہ ہمیشہ برے کاموں میں مشغول رہتا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کا باپ اور اس کی قوم اس سے تنگ آ گئے۔ اس نے اپنے قبیلے کو ناراض کر دیا اس کے باپ نے بھی اس سے اپنا تعلق منقطع کر لیا۔ اس نے قسم اٹھائی کہ وہ اپنے بیٹے کو کبھی بھی پناہ نہیں دے گا۔ کیونکہ وہ اس کی وجہ سے قرضہ کے بوجھ کے نیچے دب چکا تھا۔ عبداللہ حیران و ششدر مکہ معظمہ کی گھاٹیوں کی طرف نکل گیا۔ وہاں موت کی تمنا کرنے لگا۔ اچانک اسے غار میں ایک شگاف نظر آیا اس نے گمان کیا کہ شاید وہاں سانپ ہے۔ وہ شگاف کے اندر چلا گیا۔ اس نے

اچانک وہاں بہت بڑا ناگ دیکھا۔ اس کی دونوں آنکھیں چراغوں کی طرح روشن تھیں۔ سانپ نے عبداللہ پر حملہ کر دیا۔ عبداللہ اپنا دفاع کرنے کے لئے ایک طرف ہٹ گیا وہ اس پر حملے کرتا رہا۔ حتیٰ کہ اسے گمان غالب ہو گیا کہ یہ سانپ مصنوعی ہے۔ اس نے اسے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ وہ سانپ سونے کا تھا اس کی آنکھیں یاقوت کی تھیں۔ اس نے وہ آنکھیں توڑ دیں پھر وہ اس غار کے اندر چلا گیا۔ اس نے وہاں بادشاہوں کی لاشیں دیکھیں۔ اس نے اس جگہ بہت سا سونا، چاندی، جواہرات، یاقوت اور زبرجد دیکھا۔ اس نے وہاں سے اتنا کچھ حاصل کیا جتنا کچھ حاصل کر سکا۔ پھر اس غار پر نشان لگا دیا۔ پھر آہستہ آہستہ وہاں سے دیگر اشیاء منتقل کرنے لگا اس نے وہاں ایک تختی دیکھی جس پر لکھا تھا "میں نفیلہ بن جرہم بن قحطان بن ہود نبی اللہ علیہ السلام ہوں۔ میں پانچ سو سال تک زندہ رہا۔ میں نے دولت، بزرگی اور سلطنت کے حصول کے لئے نشیب و فراز چھان مارے۔ مگر یہ سب کچھ مجھے موت سے نہ بچا سکے"۔ پھر عبداللہ نے اپنے باپ کی طرف وہ رقم بھیج دی جو اس نے اس کی مختلف دیتوں میں ادا کی تھی۔ اس نے اپنے سارے قبیلے کے ساتھ صلہ رحمی کی۔ وہ خود بھی اس خزانہ سے خرچ کرنے لگا۔ لوگوں کو بھی کھلانے لگا۔ وہ نیکی کے کام کرنے لگا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ قریش نے اس شرط پر یہ معاہدہ کیا کہ وہ کسی سے ظلماً چھینی ہوئی چیز مالک کو واپس کریں گے اور ظالم مظلوم کی طرف دست تعدی نہیں بڑھا سکے گا۔ جب تک سمندر صوف کو تر کرتا رہے گا۔ اور جب تک حراء اور ثبیر اپنی جگہ پر قائم رہیں گے۔ یعنی ہمیشہ ہمیشہ۔ اس معاہدہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے آپ فرماتے تھے "میں اس معاہدہ کے ساتھ دھوکہ نہیں کروں گا۔ اگرچہ مجھے اس کے عوض سرخ اونٹ بھی دیئے جائیں۔ اگر اسلام میں اس طرح کا معاہدہ کرنے کی طرف بلایا جائے تو میں ضرور اس قسم کا معاہدہ کروں گا"۔ ایک اور روایت میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اس وقت وہیں جلوہ افروز تھا جب عبداللہ بن جدعان کے گھر حلف الفضول ہو رہا تھا۔ میں اسے ختم کرنے کے عوض سرخ اونٹ لینا بھی پسند نہیں کروں گا۔ اگر مجھے اسلام میں اس طرح کا معاہدہ کرنے کے لئے کہا جائے تو میں ضرور معاہدہ کروں گا"۔

بعض روایات میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلف المطیبین میں بھی شرکت کی۔ مگر یہ مؤقف درست نہیں کیونکہ یہ معاہدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم رنگ و بو میں جلوہ افروز ہونے سے قبل طے پایا تھا۔ یہ معاہدہ بنو عبد مناف بن قصی یعنی بنو ہاشم، بنو عبد شمس، بنو مطلب، بنو نوفل، بنو زہرہ، بنو اسد، بنو تیم، بنو حارث کے مابین ہوا تھا۔ انہیں مطیبون کہا جاتا تھا۔ ان کے ساتھ ان کے چچا زاد بنو عبد الدار بن قصی بھی تھے۔ بنو مخزوم، بنو سہم، بنو جمح اور بنو عدی ان کے حلیف تھے۔ انہیں احلاف کہا جاتا تھا۔

حلف الفضول کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ زبید کا ایک شخص مکہ مکرمہ آیا۔ اس کے پاس کچھ سامان تھا جسے عاصی بن وائل سہمی نے خرید لیا۔ یہ مکہ مکرمہ کا سردار تھا۔ اس نے اس کی قیمت روک لی۔ اس شخص نے بنو عبد الدار، بنو مخزوم، بنو جمح، بنو سہم، بنو عدی سے مدد طلب کی۔ مگر انہوں نے اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ الٹا اسے جھڑک دیا۔ یہ شخص طلوع آفتاب کے وقت کوہ ابی قبیس پر چڑھ گیا قریش مکہ اپنی اپنی مجالس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے بآواز بلند یہ اشعار پڑھے۔

یَا آلَ فِهْرٍ لِمَظْلُومٍ بِضَاعَتُهُ　　بِبَطْنِ مَكَّةَ نَائِي الدَّارِ وَالنَّفَرِ

اے فہر کی اولاد! اس مظلوم کی فریاد سنو جس کا مال و متاع شہر مکہ میں ظلماً چھین لیا گیا ہے وہ غریب الدیار ہے وہ اپنے وطن سے دور اپنے مددگاروں سے دور ہے۔

وَ مُحْرِمٍ أَشْعَثَ لَمْ يَقْضِ عُمْرَتَهُ　　يَا لَلرِّجَالِ بَيْنَ الْحِجْرِ وَالْحَجَرِ

وہ ابھی احرام کی حالت میں ہے۔ اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ اس نے ابھی عمرہ بھی ادا نہیں کیا اے مکہ کے رئیسو! مجھ پر حطیم اور حجر اسود کے مابین ظلم کیا گیا ہے۔

إِنَّ الْحَرَامَ لِمَنْ تَمَّتْ كَرَامَتُهُ　　وَلَا حَرَامَ لِثَوْبِ الْفَاجِرِ الْغَدَرِ

عزت و حرمت تو اس کی ہے جس کی شرافت کامل ہو۔ جو فاجر اور دھوکہ باز ہو اس کے لباس کی تو کوئی حرمت نہیں۔

یہ دردناک اشعار سن کر زبیر بن عبد المطلب، عبد اللہ بن جدعان اور دیگر رؤساء اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک قول کے مطابق حضرت عباس اور حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہما بھی اس وقت موجود تھے۔ انہوں نے معاہدہ کیا کہ وہ ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کرتے ہوئے ید واحد ہوں گے۔ حتیٰ کہ وہ مظلوم کا حق ادا کر دے پھر یہ سارے عاصی بن وائل کے پاس گئے۔ اس سے اس زبیدی شخص کا سامان چھینا اور اس کے حوالے کر دیا۔

امام سہیلی نے اس معاہدہ کا ایک اور سبب بھی تحریر کیا ہے وہ یہ کہ خشعم کا ایک شخص عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آیا۔ اس کے ہمراہ اس کی بیٹی تھی۔ جو بہت خوبرو تھی۔ نبیہ بن حجاج نے اس بچی کو اغواء کر کے اسے غائب کر دیا۔ اس خشعمی نے کہا "اس ظالم کے خلاف میری مدد کون کرے گا؟" اسے بتایا گیا کہ وہ حلف الفضول کے پاس جائے۔ وہ کعبہ مشرفہ کے پاس کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے صدا لگائی "اے حلف الفضول والو!" اس کی درد بھری آواز سن کر وہ جوان ہر سمت سے اس خشعمی کے پاس آنے لگے۔ انہوں نے اپنی تلواریں سونت رکھی تھیں۔ وہ پکار رہے تھے "اے فلاں! تجھے کیا ہوا ہے؟ تیرے پاس مدد آ چکی ہے" اس شخص نے کہا "نبیہ نے میری بیٹی مجھ سے چھین لی ہے" وہ جوان اس شخص کے پاس گئے۔ انہوں نے دروازہ پر دستک دی نبیہ باہر آیا تو حلف الفضول والوں نے کہا "تو اس لڑکی کو لے آ ورنہ تو جانتا ہے کہ ہم کون ہیں اور ہمارا معاہدہ کیا ہے؟" نبیہ نے کہا "یہ رات وہ لڑکی میرے پاس رہنے دو کل میں تمہیں لوٹا دوں گا"۔ جوانوں نے کہا "نہیں! اللہ کی قسم! یہ اس طرح ممکن نہیں جس طرح حاملہ اونٹنی سے دودھ نہیں نکالا جا سکتا" اس نے اسی وقت وہ لڑکی ان کے حوالے کر دی۔

حافظ دمیاطی کی سیرت نبویہ میں ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ولید بن عتبہ کے مابین مال کے متعلق جھگڑا ہو گیا۔ وہ مال حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں تجھے رب تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میرا حق پورا پورا دے ورنہ میں شمشیر بے نیام لوں گا۔ مسجد نبوی میں کھڑا ہو جاؤں گا اور حلف الفضول والوں کو پکاروں گا"۔ بہت سے لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اس پکار پر لبیک کہا۔ ان میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس وقت یہ بھی مدینہ طیبہ میں ہی موجود تھے۔ جب ولید تک یہ خبر پہنچی تو اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو پورا پورا حق ادا کر دیا۔

سفرشام

حضور سیاح لامکان ﷺ دوسری بار حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ شام کی طرف تجارت کی غرض سے تشریف لے گئے۔ اس وقت عمر مبارک پچیس سال تھی۔ اس سفر کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے چچا جان جناب ابو طالب نے آپ سے عرض کی "میرے محترم بھتیجے! میں ایک ایسا شخص ہوں جس کا دامن مال و ثروت سے خالی ہے۔ زمانے کی سختیاں ہم پر شدید ہو گئیں ہیں۔ ہمیں قحط سالی کا سامنا ہے۔ ہمارے پاس نہ سرمایہ ہے نہ تجارت کا سامان۔ یہ آپ کی قوم کا کارواں ہے جو شام کی طرف جا رہا ہے۔ خدیجہ آپ کی قوم کے لوگوں کو تجارت کی غرض سے بھیجتی ہیں۔ وہ لوگ ان کے مال میں تجارت کرتے ہیں۔ اور منافع حاصل کرتے ہیں۔ کاش! آپ بھی خدیجہ کے پاس جائیں وہ آپ کی طہارت اور پاکیزگی نفس کی وجہ سے آپ کو دیگر لوگوں پر ترجیح دیں گی۔ میں اگرچہ ناپسند کرتا ہوں کہ آپ شام تشریف لے جائیں۔ مجھے آپ کے متعلق یہودیوں سے خطرہ ہے۔ مگر اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں"۔ حضور ﷺ نے فرمایا "شاید اس ضمن میں خدیجہ خود مجھ سے رابطہ کریں" جناب ابو طالب نے کہا "مجھے خدشہ ہے کہ وہ امور تجارت کسی اور شخص کے سپرد کر دیں گی۔ پھر آپ ایسے امر کی جستجو میں ہوں گے جو آپ سے دور جا چکا ہوگا"۔ اسی بات پر دونوں ہستیاں ایک دوسرے سے جدا ہو گئیں۔ یہ باتیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تک پہنچ گئیں۔ وہ اس سے قبل بھی حضور سید کائنات ﷺ کی راست بازی، امانت اور اخلاق کریمانہ سے آشنا تھیں۔ انہوں نے فرمایا "میں نہیں جانتی تھی کہ وہ خود اس امر کے خواہاں ہیں"۔ انہوں نے حضور ﷺ کی طرف یہ پیغام بھیجا "میں آپ کی صداقت، امانت اور اخلاق عالیہ سے خوب آگاہ ہوں۔ آپ میرا سامان لے کر شام تشریف لے جائیں میں آپ کو اس نفع سے دوگنا نفع دوں گی جو آپ کی قوم کے کسی اور فرد کو دیتی ہوں"۔

حضور ﷺ نے یہ بات اپنے چچا جان کو بتائی۔ انہوں نے کہا "یہ وہ رزق ہے جو رب تعالیٰ نے آپ کو عنایت کیا ہے"۔

حضور ختمی مرتبت ﷺ عازم سفر ہوئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا غلام میسرہ تھا۔ وقت روانگی انہوں نے میسرہ سے کہا "نہ تو حضور ﷺ کی کسی رائے کی مخالفت کرنا نہ حکم کی نافرمانی کرنا" حضور ﷺ کے چچے اس کارواں کو الوداع کہنے کے لئے گئے۔ آپ ﷺ یونہی عازم سفر ہوئے تو بادل آپ پر سایہ فگن ہو گیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بہت شرف و قدر والی خاتون تھیں۔ بہت زیادہ ثروت مند تھیں وہ سامان جو بغرض تجارت شام بھیجا کرتی تھیں وہ قریش کے سارے سامان کے برابر ہوتا تھا۔ وہ اجرت پر لوگوں کو لے لیتیں اور بطور مضاربت ان کے ساتھ معاملات کرتیں۔ قریش ایک تجارت پیشہ قوم تھی۔ جو تاجر نہ ہوتا ان کے ہاں اس کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ حضور ﷺ کارواں کے ساتھ عازم سفر ہوئے حتیٰ کہ بصریٰ کے بازار میں جلوہ افروز ہوئے۔ حضور ﷺ نسطورا راہب کے گرجا کے پاس ایک درخت کے نیچے جلوہ نما ہوئے۔ نسطورا میسرہ کا واقف تھا۔ اس نے اسے دیکھا اور کہا "میسرہ! یہ پاکباز ہستی کون ہے جو اس درخت کے نیچے جلوہ فگن ہے"۔ اس نے کہا "اہل حرم میں سے قریش کے ایک فرد ہیں" راہب نے اس سے کہا "حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے بعد اس درخت کے نیچے ایک نبی کریم ﷺ نے ہی نزول اجلال فرمایا ہے"۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب راہب نے آپ ﷺ میں وہ ساری علامات دیکھ لیں جو اس کی کتب قدیمہ میں موجود تھیں اور آپ کی نبوت پر دلالت کر رہی تھیں جس طرح کہ چشمان مقدس کی سرخی وغیرہ تو اس نے آپ کے سر اقدس اور قدمین شریفین کے بوسے لیے۔ اس نے کہا "میں آپ پر ایمان لاتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہ ہستی پاکباز ہیں جس کا ذکر خیر رب تعالیٰ نے تورات میں کیا ہے"۔ جب اس نے ختم نبوت کی زیارت کی تو اسے بھی بوسے دینے لگا"۔ ایک اور روایت میں ہے کہ نسطورا نے عرض کی "اے محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم میں نے آپ میں وہ ساری علامات دیکھ لیں ہیں جو آپ ﷺ کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں اور ہماری کتب قدیمہ میں جن کا تذکرہ ہے۔ مگر ابھی ایک نشانی باقی ہے ذرا اپنے شانہ اقدس سے کپڑا ہٹائیں"۔ حضور اکرم شفیع معظم ﷺ نے شانہ مبارک سے کپڑا ہٹایا تو وہاں مہر نبوت تاباں تھی۔ نسطورا اسے چومنے لگا۔ اس نے عرض کی "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم وہی نبی امی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے دی ہے۔ انہوں نے فرمایا "میرے بعد اس مبارک درخت کے نیچے نبی امی، ہاشمی، عربی، مکی، صاحب حوض وشفاعت ولواء حمد ہی جلوہ افروز ہوں گے"۔

حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے مبارک دور سے لے کر حضور ﷺ کے عہد ہمایوں تک اس درخت کا باقی رہنا ممکنات میں سے ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا باقی رہنا معجزہ ہو۔ یا یہ زیتون کا درخت ہو۔ زیتون کے درخت کی عمر تین ہزار سال تک ہو سکتی ہے۔ کوئی مانع نہیں کہ رب تعالیٰ نے مخلوق کو اس درخت کے نیچے قیام کرنے سے روک رکھا ہو۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ اس کے نیچے تشریف فرما ہو گئے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ اس کے نیچے جلوہ نما ہوئے تو اس کا سایہ آپ کی طرف جھک گیا ہو۔ وہ کسی اور کے لئے نہ جھکا ہو"۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نسطورا نے میسرہ سے پوچھا "کیا ان کی چشمان مقدس میں سرخی ہے"۔ میسرہ نے کہا "ہاں! وہ سرخی تو چشم مازاغ سے کبھی جدا نہیں ہوتی"۔ یہ سن کر نسطورا نے کہا "یہ وہی ہیں، وہی ہیں، وہی ہیں۔ یہ آخری نبی ہیں۔ ہائے کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ اعلان نبوت فرمائیں گے"۔ میسرہ نے نسطورا کی یہ بات ذہن میں بٹھالی۔ حضور ﷺ بصریٰ کے بازار میں تشریف لے گئے۔ آپ سامان تجارت فروخت کرنے لگے۔ سودا بازی میں آپ کا ایک شخص سے اختلاف ہو گیا۔ اس شخص نے کہا "آپ لات وعزیٰ کی قسم اٹھائیں" حضور ﷺ نے فرمایا "میں نے کبھی ان کی قسم نہیں اٹھائی" اس شخص نے کہا "آپ کے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم ہے"۔ پھر وہ شخص میسرہ کو ایک طرف لے گیا۔ اس نے کہا "یہ نبی کریم ﷺ ہیں۔ مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے ہمارے علماء آپ کے اوصاف حمیدہ اپنی کتاب میں لکھے ہوئے پاتے ہیں"۔ میسرہ نے یہ بات بھی اپنے ذہن میں بٹھالی۔ پھر یہ کارواں واپس لوٹ آیا۔ میسرہ دھوپ میں دو فرشتے دیکھتا تھا جو حضور ﷺ کے اوپر سایہ فگن ہوتے تھے۔ جب یہ قافلہ مکہ مکرمہ واپس لوٹا تو دوپہر کا وقت تھا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنے چوبارے پر کھڑی تھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ اپنے اونٹ پر تشریف فرما تھے اور دو فرشتے آپ پر سایہ کناں تھے۔ یہ روایت ابونعیم نے لکھی ہے۔ دیگر محدثین نے یہ اضافہ کیا ہے "انہوں نے یہ

دلربا منظر دیگر خواتین کو بھی دکھایا۔ جسے دیکھ کر وہ ورطۂ حیرت میں ڈوب گئیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ انہیں دوگنا نفع کے متعلق بتایا۔ وہ بہت زیادہ مسرور ہوئیں۔ جب میسرہ ان کے پاس آیا تو اس نے بھی ان تعجب خیز امور کا تذکرہ کیا جو اس نے مشاہدہ کئے تھے۔ اس نے نسطورا راہب کی بات اور اس شخص کی بات بھی گوش گزار کی جس نے آپ کے ساتھ سودا کیا تھا اور بیع میں مخالفت ہوگئی تھی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو پہلے سے دوگنا نفع ہوا تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طے شدہ حصہ سے دوگنا پیش کیا۔ دوسری روایت میں ہے ''انہوں نے اپنا سامان فروخت کیا اور اتنا نفع حاصل کیا کہ اس سے قبل انہیں نفع نہیں ہوا تھا'' حتیٰ کہ میسرہ نے عرض کی ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! میں نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے لئے چالیس سے زیادہ تجارتی سفر کئے ہیں۔ میں نے آج سے زیادہ نفع کبھی نہیں دیکھا۔ یہ آپ کی برکات ہیں''۔ بصریٰ پہنچنے سے قبل حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دو اونٹ تھک گئے۔ میسرہ ان کے ہمراہ پیچھے رہ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کارواں کے آگے آگے تھے۔ میسرہ کو اپنے بارے اور اپنے اونٹوں کے متعلق خطرہ محسوس ہونے لگا۔ وہ بھاگتا بھاگتا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوگیا۔ ساری صورت حال عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دو اونٹوں کے پاس تشریف لے آئے۔ ان کے خفوں پر اپنا دست شفا بخش رکھا انہیں دم فرمایا۔ آپ کی برکت سے وہ سارے قافلہ سے آگے نکل گئے۔ وہ مسرت وشادمانی سے آوازیں نکال رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میسرہ کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ڈال دی۔ گویا کہ وہ آپ کا غلام تھا۔ جب آپ مرالظہران پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میسرہ کو آگے آگے جانے کا حکم دیا۔ تاکہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو نفع کے متعلق بتائے اور انہیں مژدہ حاصل ہو۔ میسرہ نے وہ ملائکہ دیکھے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ فگن تھے۔ اس امر میں ملائکہ کو دیکھ لینے کے جواز پر دلیل ہے۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا تھا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''المنقذ من الضلالہ'' میں لکھا ہے کہ صوفیائے کرام عالم بیداری میں ملائکہ کو دیکھتے ہیں کیونکہ ان کے دل اور نفوس پاک اور صاف ہو چکے ہوتے ہیں۔ وہ علائق دنیوی سے منقطع ہو چکے ہوتے ہیں۔ جاہ و مال کی محبت سے ان کے دل خالی ہو چکے ہوتے ہیں۔ وہ علم دائمی اور عمل مسلسل سے رب تعالیٰ کی ذات اقدس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں''۔ یہ قول امام حلبی نے نقل کیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے لئے دو سفر جرش (یمن) کی طرف بھی کئے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے کئی سفر کئے تھے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے عقد زواج

اس سفر کے دو ماہ اور بیس دن کے بعد حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے عقد نکاح فرمالیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو زمانۂ جاہلیت اور عہد اسلام میں ''الطاہرہ'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ یہ نام ان کی عفت اور پاکیزگی کی وجہ سے رکھا گیا تھا۔ انہیں سیدہ نساء قریش کہا جاتا تھا۔ اس سے قبل ان کا نکاح ابوہالہ بناش بن زرارہ التمیمی سے ہوا تھا۔ یہ زمانۂ جاہلیت میں مر گیا تھا۔ حضرت ہند رضی اللہ عنہ اس کے فرزند دلبند تھے۔ یہ درجہ صحابیت پر فائز تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ان

سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے تھے "مجھے میرے ماموں نے بیان کیا ہے" کیونکہ یہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے والدہ ماجدہ کی طرف سے بھائی تھے۔ جنگ جمل میں یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اس خاوند سے ان کا ایک اور بیٹا بھی ہوا جس کا نام ہالہ تھا۔ ابو ہالہ کے مرنے کے بعد انہوں نے عتیق بن عابد سے نکاح کر لیا۔ اس سے ان کے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی۔ جس کا نام ہند تھا حضرت ہند رضی اللہ عنہا بھی شرف اسلام سے مشرف ہوئیں۔ صحابیت کا مرتبہ علیا پایا۔ مگر ان سے کوئی روایت منقول نہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ عتیق بن بناش سے قبل ان سے نکاح کیا تھا۔ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقد نکاح کیا اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔ انہوں نے خود ہی اپنا آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ انہوں نے عرض کی "میرے چچازاد! میں آپ کی قرابت، قوم میں آپ کی فضیلت، امانت، آپ کے حسن خلق اور صداقت کی وجہ سے آپ میں میلان اور رغبت رکھتی ہوں"۔

حضرت نفیسہ بنت منیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا "حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایک ممتاز، دانا، بہادر اور شریف النفس عورت تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ رب تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ عزت و کرامت کا ارادہ کر لیا تھا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا قریش میں سے بہترین نسب اور سب سے زیادہ شرف کی مالک تھیں۔ سب سے زیادہ مال و دولت ان کے پاس ہی تھا۔ قوم قریش کے سارے مرد ان کے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ اگر وہ اس بات پر قدرت رکھتے۔ کئی افراد نے اس امر کا مطالبہ بھی کیا تھا۔ اس امر کے لئے مال و دولت بھی خرچ کی تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا یہ اس وقت کی بات ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر شام سے واپس تشریف لا چکے تھے۔ میں نے عرض کی "محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میرے پاس کچھ نہیں جس سے میں شادی کروں" میں نے عرض کی "اگر میں اس کی ذمہ داری اٹھا لوں۔ آپ کو مال، جمال اور شرف کی طرف دعوت دوں تو کیا آپ میری درخواست قبول کر لیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "وہ کون ہے؟" میں نے عرض کی "خدیجہ" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "یہ میرے لئے کیسے ممکن ہے؟" میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور انہیں ساری باتیں عرض کیں۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ فلاں وقت میرے پاس آئیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچا عمرو بن اسد کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ ان کا نکاح کر دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے چچاؤں کو ساری بات بتا دی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنا آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیوں پیش کیا؟ اس کا ایک سبب تو وہ واقعات تھے جو ان کے غلام میسرہ نے انہیں بتائے تھے۔ دوسرا انہوں نے خود بھی کئی علامات دیکھ لیں تھیں انہوں نے یہ ساری باتیں ورقہ بن نوفل کو بتائیں۔ ورقہ نے کہا "خدیجہ! اگر یہ باتیں سچ ہیں تو پھر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امت کے نبی ہیں۔ مجھے علم ہے کہ وہ اس امت کے نبی ہوں گے۔ وہ نبی منتظر ہیں یہ ان کا زمانہ ہے"۔

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ قریش کی خواتین کے لئے ایک عید ہوتی تھی۔ جس میں وہ ایک جگہ جمع ہوتی تھیں۔ وہ عید کے روز جمع تھیں۔ ایک یہودی ان کے پاس آیا۔ اس نے کہا "قریش کی خواتین! عنقریب تم میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے تم

میں سے جوان کی زوجہ بننے کی استطاعت رکھتی ہو تو وہ ضرور ایسا کر گزرے" قریش کی خواتین نے یہ سنا تو اس یہودی کو پتھر مارنے لگیں۔ مگر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اس یہودی کی بات کو بگوش ہوش سنا۔ دیگر خواتین کی طرح یہودی کو پتھر نہ مارے بلکہ اس کی بات دل میں بٹھالی۔

جب میسرہ نے علامات دیکھیں اور انہیں بتائیں اور انہوں نے خود بھی بہت سی نشانیاں دیکھی تھیں۔ انہوں نے کہا "جو کچھ یہودی نے کہا تھا اگر وہ سچ ہے تو یہ اس امت کے نبی ہیں"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ بات اپنے چچاؤں کو بتائی تو وہ بہت مسرور ہوئے۔ جناب ابوطالب اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد کے پاس آئے۔ دوسرے قول کے مطابق ان کے چچا عمرو بن اسد کے پاس آئے۔ جناب ابوطالب نے خطبہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس اونٹنیاں بطور حق مہر دیں۔ دوسرے قول کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی بطور حق مہر دی۔ تیسرے قول کے مطابق چار سو دینار دیئے۔ اس موقع پر مضر کے رؤساء جمع تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ جناب ابوطالب نے خطبہ دیتے ہوئے کہا۔

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کھیتی سے، معد کی نسل سے اور مضر کی اصل سے پیدا فرمایا۔ ہمیں اپنے گھر کا نگران بنایا اور اپنے حرم کا منتظم بنایا۔ ہمارے لئے ایسا گھر بنایا جس کا حج کیا جاتا ہے۔ حرم کو امن گاہ بنایا۔ ہمیں لوگوں کا حکمران بنایا۔ یہ میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ (فداہ روحی) ہیں۔ شرف، قدر، فضیلت اور عقل میں ان کا بڑے سے بڑے شخص سے مقابلہ کیا جائے تو ان کا پلڑا بھاری رہے گا۔ اگرچہ مال ان کے پاس قلیل ہے۔ مال تو ڈھل جانے والا سایہ اور ختم ہو جانے والا امر ہے۔ یہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں جن کی قرابت سے تم خوب آگاہ ہو۔ انہوں نے خدیجہ بنت خویلد کا رشتہ طلب کیا ہے۔ ان کے لئے اتنا حق مہر مقرر کیا ہے۔ بخدا! مستقبل میں ان کی شان و شوکت بڑی رفیع ہوگی"۔

اس کے بعد ورقہ بن نوفل نے خطبہ دیتے ہوئے کہا "سب تعریفیں رب تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس طرح بنایا ہے جس طرح آپ نے بیان کیا ہے۔ ہمیں وہی فضیلتیں بخشی ہیں جو آپ نے شمار کیں ہیں۔ ہم سارے عرب کے سردار اور ان کے راہ نما ہیں۔ بلاشبہ تم ان اوصاف سے متصف ہو۔ قبیلہ تمہاری فضیلت کا انکار نہیں کرتا۔ ایک شخص بھی تمہارے فخر اور شرف کو رد نہیں کرتا۔ ہم تمہارے ساتھ تعلق استوار کرنے کے بڑے شائق ہیں"۔ "اے گروہ قریش! تم گواہ رہو میں نے خدیجہ بنت خویلد کا نکاح محمد بن عبداللہ (فداہ روحی) سے کر دیا ہے"۔ پھر وہ خاموش ہو گئے۔ جناب ابوطالب نے کہا "میں چاہتا ہوں کہ حضرت خدیجہ کا چچا بھی اس معاملہ میں شرکت کرے"۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے چچا نے کہا "اے معشر قریش! گواہ رہو۔ میں نے محمد بن عبداللہ (فداہ روحی) کا نکاح حضرت خدیجہ بنت خویلد سے کر دیا ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ نکاح قبول کیا اور سرداران قریش کو اس پر گواہ مقرر کیا۔ محققین سیرت نگاروں کا موقف یہ ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے چچا نے ان کا نکاح کیا تھا۔ جبکہ ان کا والد حرب الفجار سے پہلے مر چکا تھا۔ روایت ہے کہ جب عقد نکاح مکمل ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر

جانے کے لئے نکلے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "اے محمد عربی! آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ جائیں۔ ایک یا دو اونٹ ذبح کریں اور لوگوں کو کھانا کھلائیں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا۔ یہ پہلا ولیمہ تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنی لونڈیوں کو حکم دیا کہ وہ محو رقص ہوں اور دف بجائیں۔ انہوں نے آپ سے عرض کی "اپنے چچا سے کہیں کہ وہ آپ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ ذبح کریں اور لوگوں کو کھلائیں پھر آپ ادھر آ جانا اور اپنے اہل خانہ کیساتھ کھانا"۔ آپ نے لوگوں کو کھلایا۔ خود حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے گھر رونق افروز ہو گئے۔ انہی کے ہاں ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی چشمان مقدس کو ٹھنڈا کیا۔ جناب ابو طالب کو بڑی راحت اور فرحت نصیب ہوئی۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی یوں ستائش کی "ساری تعریفیں رب تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہم سے دکھ دور کر دیا اور ہمارے غم ختم کر دیئے"۔

روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شادی مبارک سے قبل ایک روز حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے انہوں نے آپ کا دست حق نما تھاما۔ اپنے سینہ پر رکھا پھر کہا "میرے والدین آپ پر فدا! میں نے یہ عمل کسی اور مقصد کے لئے نہیں کیا۔ لیکن مجھے امید ہے کہ آپ ہی وہ نبی ہیں جو عنقریب مبعوث ہوں گے۔ اگر آپ ہی وہ نبی ہوئے تو میرا حق اور مقام و منزل جان لینا اور اس رب تعالیٰ سے میرے لئے دعا کرنا جو آپ کو مبعوث کرے گا"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بخدا! اگر میں وہی ذات والا ہوا تو تم نے مجھ پر وہ نیکی کی ہے جسے میں کبھی بھی فراموش نہیں کروں گا۔ اگر میرے علاوہ کوئی اور نبی ہوا تو رب تعالیٰ تمہاری اس نیکی کو کبھی ضائع نہیں کریگا" صاحب الھمزیہ نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

وَرَأَتْهُ خَدِيجَةٌ وَالتُّقٰى وَالزُّهْدُ فِيْهِ سَجِيَّةٌ وَالْحَيَاءُ

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کی زیارت کی تو تقویٰ، زہد اور حیاء آپ کی فطرت ثانیہ تھا۔

وَ اَتَاهَا اَنَّ الْغَمَامَةَ وَالسَّرْحَ اَظَلَّتْهُ مِنْهُمَا اَفْيَاءُ

انہیں یہ خبر ملی آپ پر بادل، بڑے درخت اور سایہ آپ پر سایہ فگن رہتے ہیں۔

وَ احادیث ان وعد رسول اللہ بالبعث حان منه الوفاء

اور یہ روایات بھی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعثت کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آن پہنچا ہے۔

فَدَعَتْهُ الی الزواج وَمَا احسن ما یبلغ المنی الاذکیاء

تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کی طرف شادی کا پیغام بھیجا۔ عمدہ آرزوؤں کا یوں پورا ہونا کتنا عمدہ ہے۔
بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ بادل نزول وحی سے قبل آپ پر سایہ فگن ہوتے تھے۔ پھر یہ منقطع ہو گئے تھے۔

تعمیر کعبہ

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک عمر پچیس برس تھی تو قریش مکہ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ اس تعمیر کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ سیلاب خانہ کعبہ میں داخل ہو گیا۔ اس نے خانہ کعبہ کی دیواروں کو نقصان پہنچایا۔ اس سے پہلے بھی اس کی دیواروں کو نقصان

پہنچ چکا تھا۔ اس کا ایک اور سبب بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عورت نے دھونی دینے کے لئے آگ جلائی۔ ایک شرارہ باب کعبہ تک پہنچ گیا۔ اس نے دیواروں کو جلا دیا۔ جب تعمیر کعبہ کرتے کرتے حجر اسود رکھنے کا وقت آیا تو قریش باہم لڑنے لگے۔ انہوں نے کہا "ہمارا فیصلہ وہ شخص کرے گا جو اس گلی میں سے سب سے پہلے نکلے گا"۔ حضور ﷺ سب سے پہلے تشریف لے آئے، آپ ﷺ نے ان کے مابین یہ فیصلہ کیا کہ وہ حجر اسود کو ایک کپڑے میں رکھ لیں۔ پھر اس کپڑے کو ہر قبیلے کا ایک ایک فرد پکڑ لے۔" دوسری روایت میں ہے کہ قریش مکہ نے کہا "جو شخص باب بنی شیبہ میں سے سب سے پہلے داخل ہوگا وہ ہمارا فیصلہ کرے گا۔ سب سے پہلے حضور ﷺ تشریف لائے"۔ قریش مکہ نے آپ کو بتایا۔ آپ ﷺ نے ایک کپڑا لانے کا حکم دیا حجر اسود کو اس کے وسط میں رکھا۔ قریش کے قبائل میں سے ہر قبیلہ کے ایک ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ کپڑے کا ایک ایک کونہ پکڑ لے۔ انہوں نے حجر اسود کو بلند کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے دست اقدس سے پکڑ کر اسے اس کی جگہ پر نصب کر دیا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ وہ شخص جس نے کہا تھا کہ ہم اس شخص کو اپنا ثالث بنائیں گے جو سب سے پہلے اس دروازہ سے داخل ہوگا وہ ابو امیہ مخزومی تھا۔ یہ ولید بن مغیرہ کا بھائی تھا۔ اس کا نام خذیفہ تھا۔ یہ قریش میں سے عمر رسیدہ تھا۔ یہ حضرت ام سلمی اور عبداللہ بن ابی امیہ کا باپ تھا۔ یہ قریش کے فیاض لوگوں میں سے ایک تھا۔ یہ "زاد الراکب" کے لقب سے ملقب تھا۔ کیونکہ جب یہ سفر کرتا تھا تو اس کے رفیقان راہ اپنے ہمراہ زاد راہ نہیں لیتے تھے بلکہ ان سب کے زاد راہ کا بندوبست یہی کرتا تھا۔ یہ اپنی قوم کے دین پر مرا۔ اس نے اسلام نہ پایا۔ جب ابو امیہ مرا تو جناب ابو طالب نے اس کا مرثیہ لکھا۔ ابواحیحہ نے اس کا مرثیہ لکھتے ہوئے یہ اشعار بھی لکھے۔

أَلَا هَلَكَ الْمَاجِدُ الرَّافِدُ وَ كُلُّ قُرَيْشٍ لَهُ حَاسِدُ
وَ مَنْ هُوَ عِصْمَةُ أَيْتَامِنَا وَ غَيْثٌ إِذَا فُقِدَ الرَّاعِدُ

ارے! وہ بزرگ اور عطیات دینے والا ہلاک ہو گیا سارے قریش اس سے حسد کرتے تھے۔

وہ ہمارے یتیموں کی پناہ گاہ ہوتا تھا۔ اور جب بارش نہ ہوتی تو وہ ہمارے لئے بارش ہوتا تھا۔

امام سہیلی نے لکھا ہے "اس وقت ابلیس بھی شیخ نجدی کی شکل میں قریش مکہ کے ساتھ تھا۔ وہ بلند آواز سے چیخا "اے گروہ قریش! حجر اسود کو اپنی جگہ پر نصب کرنا تمہارا سب سے بڑا شرف ہے۔ کیا تم راضی ہو گئے ہو کہ یہ شرف تمہارے عمر رسیدہ لوگوں کو چھوڑ کر ایک نوجوان کو مل جائے" قریب تھا کہ قریش کے مابین اس وجہ سے شر کی آگ بھڑک اٹھتی۔ مگر وہ خاموش ہو گئے۔

حضور ﷺ نے تعمیر کعبہ میں بھرپور شرکت کی۔ حضور ﷺ اجیاد سے پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے۔ قریش مکہ نے اپنے ازار اپنے اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے۔ وہ پتھر لا رہے تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی "اپنا ازار بند اپنی مقدس گردن پر رکھ لیں۔ یہ آپ کو پتھروں سے بچالے گا۔ حضور ﷺ نے اس طرح کیا تو آپ زمین پر گر پڑے۔ نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ آواز آئی "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم اپنی شرم گاہ ڈھانپ لیں۔ اس کے بعد آپ کی شرم گاہ کسی نے نہ دیکھی" (حضور ﷺ کی شرم گاہ کبھی کسی نے نہ دیکھی تھی۔ اس سے مراد شرم گاہ سے اوپر اور نیچے

وہ جگہ ہے جہاں ازار بند باندھا جاتا ہے) قریش مکہ کی بنائی ہوئی یہ عمارت برقرار رہی حتیٰ کہ اسے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے قواعد ابراہیمی پر تعمیر کیا۔ پھر حجاج نے انہیں شہید کر دیا اور دوبارہ خانہ کعبہ کو قریش کی بنیادوں پر تعمیر کر دیا۔ خانہ کعبہ آج تک اسی ہیئت پر برقرار ہے۔

فائدہ

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا محاصرہ کر لیا گیا تو انہوں نے سخت قتال کیا۔ لوگ بھی ان کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ پھر لوگوں پر معاملہ شدید ہو گیا۔ وہ لوٹ آئے۔ انہوں نے حجاج سے اپنے لئے عہد لے لیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ صرف عبداللہ بن صفوان بن امیہ رہ گئے۔ انہوں نے ان کے ساتھ مل کر سخت لڑائی لڑی۔ حضرت عبداللہ نے انہیں بھی جانے کی اجازت دے دی۔ انہیں بھی حجاج کے ساتھ معاہدہ کر لینے کے لئے کہا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا انہوں نے کہا "میں اپنے دین پر لڑ رہا ہوں"۔ پھر وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اس وقت انہوں نے خانہ کعبہ کو پکڑا ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ نے بھی وقت شہادت خانہ کعبہ کو پکڑا ہوا تھا۔ شہادت کے وقت ان کے جسم پر تلوار اور نیزے کے نوے سے زائد زخم تھے (رضی اللہ عنہ)۔

بشارات

اس باب میں ان بشارات کا ذکر خیر ہوگا جو علمائے یہود، عیسائیوں کے راہبوں، اہل عرب کے کاہنوں، جنات وغیرہ کی زبانوں، ہواتف، بعض وحشی جانوروں اور بعض درختوں سے سنی گئیں۔ اس امر کا بھی تفصیلی تذکرہ ہوگا کہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت شیاطین کو آسمانی باتیں سننے سے روک دیا گیا۔ کثرت سے ستارے ٹوٹنے لگے۔ نیز یہ بھی بتائیں گے کہ کتب قدیمہ میں کس طرح آپ کا ذکر خیر موجود ہے۔ نباتات اور پتھروں پر کس طرح آپ ﷺ کا نام نامی مکتوب ہے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب حضور ﷺ کی بعثت مبارکہ کا وقت قریب آیا تو علمائے یہود، راہب اور کاہن آپ ﷺ کے متعلق بشارات دینے لگے۔ علماء یہود اور راہب یہ بشارات اس لئے دیتے تھے کیونکہ ان کی کتب میں آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ اور آپ کے عہد ہمایوں کے اوصاف مرقوم تھے۔ کاہنوں کے پاس جنات ایسی خبریں لے کر آتے تھے جنہیں وہ چوری چھپے سن لیتے تھے کیونکہ انہیں ابھی پوری طرح روکا نہیں گیا تھا۔ اس طرح کاہنوں کو بعض امور کا علم ہو جاتا تھا حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث کر دیا۔ وہ امور اسی طرح وقوع پذیر ہوئے جس طرح وہ بتاتے تھے۔ اس بات میں اس امر کی صراحت بھی موجود ہے کہ آپ ﷺ کے وجود مسعود سے قبل بھی ملائکہ آپ کا تذکرہ آسمانوں پر کرتے تھے۔

بنو عبد الاشہل کے یہودی کی بشارت

حضرت سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ جو اصحاب بدر میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں "ہمارا پڑوسی ایک یہودی تھا۔ اس کا تعلق قبیلہ بنو عبد الاشہل سے تھا۔ وہ قیامت، موت کے بعد جی اٹھنے، حساب، میزان، جنت اور دوزخ کا ذکر کرتا تھا"۔ لوگ اسے کہا کرتے تھے "اے فلاں! تیرے لئے ہلاکت ہو! کیا یہ ممکن ہے کہ لوگوں کے مرنے کے بعد انہیں اٹھا کر ایسے دار کی طرف لے جایا جائے جس میں باغات ہوں۔ جس میں آگ ہو۔ تاکہ انہیں ان کے اعمال کی جزا یا سزا دی جائے؟" اس نے کہا "ہاں!" لوگوں نے اس سے پوچھا "اس بات کی علامت کیا ہے؟" اس نے کہا "اس کی سب سے بڑی علامت وہ نبی مکرم ﷺ ہیں جو ان شہروں کی طرف مبعوث ہوں گے"۔ اس نے اپنے ہاتھ سے یمن اور مکہ مکرمہ کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے پوچھا "اس نبی مکرم ﷺ کی زیارت کون کرے گا؟" اس نے میری طرف دیکھا میں اس گروہ میں سب سے زیادہ کم عمر تھا۔ اس نے کہا "اگر اس بچے کو زندگی ملی تو یہ ان کے عہد ہمایوں کو پالے گا"۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "شب و روز اسی طرح گزرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو مبعوث فرما دیا۔ وہ یہودی ابھی تک زندہ تھا۔ ہم آپ پر ایمان لے آئے جبکہ اس یہودی نے بغاوت اور حسد کی وجہ سے آپ کا انکار کر دیا۔ ہم نے اسے کہا "اے یہودی! تیرے لئے ہلاکت ہو۔ کیا تو ہمیں ایک نبی کے بارے نہیں بتاتا تھا؟ اس نے کہا "میں تمہیں بتاتا تو تھا لیکن یہ وہ نہیں جن کے متعلق میں تمہیں بتاتا تھا"۔

حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ کو بشارت

حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے اپنی قوم کے معبودان باطلہ کی عبادت کو ترک کر دیا تھا۔ مجھے تیماء کے باشندوں میں سے ایک شخص ملا وہ اہل کتاب میں سے تھا میں نے اسے کہا" میں اس قوم سے تعلق رکھتا ہوں جو بت پرست ہے۔ اس میں سے ایک شخص کو تو اس حالت میں دیکھے گا کہ اس کے پاس کوئی معبود نہیں ہوگا۔ وہ باہر نکلے گا تو چار پتھر لے آئے گا۔ ان میں سے تین سے استنجاء کرلے گا اور ایک کو اپنا خدا بنالے گا۔ وہ اس کی پوجا شروع کردے گا۔ پھر وہ روانگی سے قبل اس سے خوبصورت پتھر پالے وہ پہلے پتھر کو چھوڑ کر دوسرے کی عبادت شروع کردے گا۔ جب وہ کسی اور جگہ فروکش ہوگا تو کسی اور خوبصورت پتھر کو دیکھ کر وہ پہلے کو چھوڑ کر اس کی پرستش شروع کردے گا۔ میں اسے باطل معبود سمجھتا ہوں۔ وہ نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ میری راہ نمائی کسی بہتری کی طرف کرو" اس شخص نے کہا" مکہ مکرمہ سے ایک ایسے شخص کا ظہور ہوگا جو معبودان باطلہ کے علاوہ معبود برحق کی عبادت کی طرف بلائے گا۔ جب تم ان کی زیارت کرو تو فوراً ان کی اتباع کرلینا۔ وہ افضل دین لے کر تشریف لائیں گے"۔ اس شخص نے مکہ مکرمہ کی طرف اشارہ کیا میں مکہ معظمہ آیا۔ میں نے پوچھا" کیا کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے؟ مجھے بتایا گیا "نہیں" میں دوسری بار مکہ مکرمہ آیا۔ میں نے یہی سوال کیا۔ مجھے بتایا گیا کہ ایک شخص کا ظہور ہوا ہے جو اپنی قوم کے معبودان باطلہ کے علاوہ معبود برحق کی طرف دعوت دیتا ہے"۔ میں نے اپنی سواری اسی جگہ باندھی اور مکہ مکرمہ میں آکر اس ذات کے بارے پوچھنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مخفی جگہ میں تشریف فرما تھے۔ قریش آپ کو سخت اذیتیں دے رہے تھے۔ میں جستجو کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ میں نے عرض کی" آپ کون ہیں؟" آپ نے فرمایا" میں نبی ہوں"۔ میں نے عرض کی" آپ کو کس نے نبی بنایا ہے؟" آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے" میں نے عرض کی" اس نے آپ کو کس چیز کے ساتھ مبعوث کیا ہے؟" آپ نے فرمایا" اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اسی ذات وحدہ لاشریک کی پوجا کروں۔ بتوں کو توڑ دوں۔ صلہ رحمی کروں اور مسافروں کو پناہ دوں"۔ میں نے عرض کی" آپ جس حیات آفریں پیغام کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں میں اس پر ایمان لا چکا ہوں۔ میں نے آپ کی تصدیق کی ہے۔ کیا میں آپ کے ساتھ رک جاؤں یا اپنے اہل خانہ میں واپس چلا جاؤں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا" کیا تم لوگوں کی مجھ سے عداوت دیکھ نہیں رہے ہو تم میرے ساتھ نہیں رہ سکو گے تم اپنے اہل خانہ میں چلے جاؤ۔ جب سنو کہ میں ہجرت کر کے کسی اور جگہ جا چکا ہوں تو میرے پاس آجانا"۔ میں اپنے گھر رہا حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ میں نے عرض کی" یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے مجھے پہچان لیا ہے"۔ آپ نے فرمایا" ہاں! تم وہی سلمی ہو جو میرے پاس مکہ مکرمہ میں آئے تھے"۔

حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ کی بشارت

حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے بعض افراد سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا" اللہ تعالیٰ کی رحمت اور

ہدایت کے علاوہ جس چیز نے ہمیں اسلام کی طرف بلایا وہ وہ خبریں تھیں جو ہم علمائے یہود سے سنتے تھے۔ ہم مشرک اور بت پرست تھے۔ ہمارے پڑوس میں اہل کتاب کا بسیرا تھا۔ ان کے پاس ایسا علم تھا جو ہمارے پاس نہ تھا۔ ان کے اور ہمارے درمیان جنگیں ہوتی رہتی تھیں جب انہیں کسی اذیت ناک صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا تو وہ ہم سے کہتے ''ایک نبی کریم ﷺ کی بعثت کا وقت قریب آ گیا ہے جو تمہیں عاد اور ارم کی طرح قتل کرے گا''۔ ہم ان سے اکثر یہ بات سنتے رہتے تھے۔ جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو ہم نے آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا۔ ہم نے وہ چیز فوراً پہچان لی جس سے اہل کتاب ہمیں ڈراتے تھے۔ ہم نے جلدی کی۔ ان پر ایمان لے آئے، مگر وہ اپنے کفر پر ڈٹے رہے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ (البقرہ)

''تو جب تشریف فرما ہوا ان کے پاس وہ نبی جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا اس کے ماننے سے۔ سو پھٹکار ہو اللہ کی (دانستہ) کفر کرنے والوں پر''۔

ابن الہیبان کی بشارت

بنو قریظہ کے ایک بزرگ کہتے ہیں ''سرزمین شام کا ایک یہودی تھا۔ اس کا نام ابن الہیبان تھا''۔ وہ ظہور اسلام سے دو سال قبل ہمارے پاس آیا۔ وہ ہمارے ہاں اقامت گزیں ہوا۔ اللہ کی قسم! میں نے ابھی تک کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو پانچ وقت کی نماز اتنی عاجزی اور انکساری سے پڑھتا ہو جتنی عاجزی اور انکساری سے وہ نماز پڑھتا تھا۔ جب بارش رک جاتی تو ہم اس سے کہتے ''ابن الہیبان! ہمارے لئے بارش کی دعا کرو''۔ وہ کہتا ''نہیں! بخدا میں اس وقت تک تمہارے لئے بارش کی دعا نہیں کروں گا جب تک تم میرے سامنے صدقہ نہیں کرو گے''۔ ہم اس سے پوچھتے ''ہم کتنا صدقہ دیں؟'' وہ کہتا ''ایک صاع کھجور یا دو مد جو صدقہ کرو''۔ ہم صدقہ کرتے۔ پھر وہ ہمارے ساتھ پتھروں والی زمین کی طرف نکلتا اور ہمارے لئے بارش کی دعا کرتا۔ اللہ کی قسم! ابھی تک وہ اپنی جگہ پر ہی ہوتا کہ بادل آ جاتے اور خوب بارش ہوتی۔ یہ واقعہ کئی مرتبہ رونما ہوا۔ پھر اس کی وفات کا وقت قریب آ گیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ اس کا وقت مرگ اب قریب ہے۔ اس نے کہا ''اے گروہ یہود! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں سرسبز و شاداب درختوں والی زمین سے نکل کر بھوک اور تنگی کی زمین کی طرف کیوں آیا ہوں؟ ہم نے کہا ''تو ہی اس کا سبب جانتا ہے'' اس نے کہا ''میں اس زمین پر اس لئے آیا ہوں کیونکہ مجھے ایک نبی کریم ﷺ کے ظہور کی امید ہے۔ ان کے ظہور کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ یہ شہر خوباں ان کی ہجرت گاہ ہوگا۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ میری زندگی میں ہی مبعوث ہوں گے۔ میں ان کی اتباع کر لوں گا اب تمہیں وہ زمانہ میسر ہے۔ اے قوم یہود! اس نبی مکرم ﷺ کے آگے کبھی نہیں بڑھنا۔ بلاشبہ انہیں جہاد کرنے پر مفتوح قوم کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنانے کی اجازت ہوگی''۔ جب اللہ رب العزت نے حضور سید موجودات ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ نے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا تو بنو قریظہ کے کچھ جوانوں نے کہا ''بنو قریظہ! اللہ کی قسم! یہ وہی نبی مکرم ﷺ ہیں۔ بلاشبہ یہ انہی صفات سے متصف ہیں''۔ پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر

ہو گئے اور اسلام قبول کر لیا۔ ان کے اموال، اولاد اور خون محفوظ ہو گئے۔

یہودیوں کے ایک جید عالم کی بشارت

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں ایک دفعہ تجارت کی غرض سے یمن گیا۔ اس قافلہ میں ابوسفیان بھی موجود تھا۔ اس نے اپنے بیٹے حنظلہ کا خط موصول کیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وادی بطحاء میں یہ اعلان کر دیا ہے "میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ میں تمہیں اس کی طرف بلاتا ہوں"۔ اہل یمن کی مجالس میں یہ بات پھیل گئی۔ ہمارے پاس یہودیوں کا ایک جید عالم آیا۔ اس نے کہا "مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم میں اس شخص کا چچا موجود ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہے"۔ میں نے کہا "ہاں! میں ان کا چچا ہوں" اس نے کہا "میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہارے بھتیجے پر جوانی کا خمار تو نہیں ہے؟ میں نے کہا "نہیں! اللہ کی قسم! نہ انہوں نے کبھی جھوٹ بولا ہے نہ ہی انہوں نے کبھی خیانت کی ہے۔ قریش تو انہیں "امین" کے دلنواز لقب سے پکارتے ہیں"۔ اس یہودی نے مجھ سے پوچھا "کیا وہ اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے ہیں؟" میں "ہاں" کہنا ہی چاہتا تھا کہ میں ابوسفیان سے ڈر گیا کہ وہ مجھ پر جھوٹ بولنے کی تہمت لگائے گا۔ وہ میری بات کو رد کر دے گا۔ میں نے کہا "نہیں! وہ نہیں لکھ سکتے"۔ یہ سن کر وہ یہودی فوراً دوڑ پڑا۔ اس نے اپنی چادر بھی وہیں چھوڑ دی۔ وہ کہتا جا رہا تھا "یہودی برباد ہو گئے۔ یہودی برباد ہو گئے"۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب ہم گھر واپس آئے تو ابوسفیان نے کہا "ابوالفضل! یہودی آپ کے بھتیجے سے خوفزدہ ہیں"۔ میں نے اسے کہا "لگتا ہے تو نے اسلام قبول کر لیا ہے"۔ اس نے کہا "میں اس وقت تک ایمان نہیں لاؤں گا جب تک کداء میں گھوڑے نہیں دیکھ لوں گا"۔ میں نے کہا "ابوسفیان! تو کیا کہہ رہا ہے؟" ابوسفیان نے کہا "یہ بات تو ویسے ہی میرے منہ سے نکل گئی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ ان کے گھوڑے میدان کداء میں ضرور آئیں گے"۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو اس وقت ابوسفیان نے کداء میں گھوڑے دیکھے۔ میں نے کہا "ابوسفیان! اپنی اس بات کو یاد کرو جو تم نے اس وقت کی تھی"۔ انہوں نے کہا "میں اس بات کو یاد کر رہا ہوں"۔

امیہ بن ابی صلت کی بشارت

امیہ بن ابی صلت نے ابوسفیان سے کہا "میں کتاب میں ایسے نبی کے اوصاف پاتا ہوں جو ہمارے ان شہروں میں مبعوث ہوں گے۔ میرا گمان تھا کہ وہ نبی میں ہی ہوں گا۔ میں اس کے متعلق باتیں بھی کرتا رہا۔ پھر مجھ پر عیاں ہوا کہ وہ بنو عبد مناف میں سے ہوں گے۔ میں نے غور و فکر کیا تو مجھے عتبہ بن ربیعہ کے علاوہ اور کوئی شخص ایسے اوصاف سے متصف نظر نہ آیا۔ مگر اس کی عمر چالیس سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔ اس پر وحی نہیں آئی تھی۔ میں جان گیا کہ وہ نبی اس کے علاوہ کوئی اور ہے" ابو سفیان نے کہا "جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں نے امیہ کو بتایا"۔ اس نے کہا "اگر وہ حق پر ہیں تو ان کی اتباع کر لو"۔ میں نے پوچھا "تو ان کی پیروی کیوں نہیں کرتا؟ اس نے کہا "مجھے ثقیف کی عورتوں سے شرم آتی ہے۔ میں انہیں بتاتا تھا

کہ میں ہی وہ نبی ہوں۔ اب میں بنو عبد مناف میں سے ایک نوجوان کی اتباع کرلوں"۔

ایک راہب کی بشارت

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں "میں سوق بصریٰ میں موجود تھا۔ وہاں کے ایک گرجا گھر کے راہب نے کہا "ان لوگوں سے پوچھو کہ کیا ان میں سے کسی کا تعلق مکہ مکرمہ سے ہے؟ میں نے کہا "ہاں! میں مکہ معظمہ کا ہی رہنے والا ہوں"۔ اس نے مجھ سے پوچھا "کیا وہاں احمد (مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کا ظہور ہو گیا ہے؟ میں نے پوچھا "کون احمد؟" اس نے کہا "بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ اس ماہ میں ان کا ظہور ہو گا۔ وہ آخر الانبیاء ہوں گے ان کا ظہور مکہ مکرمہ سے ہو گا۔ کھجوروں والی زمین ان کی ہجرت گاہ ہوگی۔ اے طلحہ! ان کی دعوت پر لبیک کہنے میں سب سے سبقت لے جانا"۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اس راہب کی بات میرے دل میں بیٹھ گئی۔ میں مکہ معظمہ واپس آیا تو میں نے یہ واقعہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ آپ کو سنایا۔ اسے سن کر آپ نے مسرت کا اظہار کیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا۔ نوفل بن عدویہ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور انہیں ایک ہی رسی میں جکڑ دیا اس لئے انہیں قرینین کہا جاتا ہے۔

ایک اور راہب کا مژدۂ جانفزا

حضرت سعید بن عاص بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب میرے والد غزوۂ بدر میں قتل ہوئے تو میں اس وقت اپنے چچا کے پاس تھا۔ اس کا نام ابان بن سعید تھا وہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برے الفاظ سے یاد کرتا تھا ایک دفعہ وہ بغرض تجارت شام گیا۔ ایک سال وہیں ٹھہرا رہا۔ اس کے بعد وہ واپس آیا۔ اس کا سب سے پہلا سوال یہ تھا "مجھے محمد (مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء) کے بارے بتاؤ" میرے چچا عبداللہ بن سعید نے کہا "اللہ کی قسم! وہ پہلے سے زیادہ معزز ہیں۔ وہ پہلے سے زیادہ بلند مرتبہ ہیں"۔ یہ سن کر میرا چچا خاموش رہا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برے الفاظ سے یاد نہ کیا۔ پھر اس نے کھانا تیار کروایا۔ اسے بنو امیہ کے رؤساء کے پاس بھیج دیا، اس نے ان سرداروں کو بتایا "میں فلاں قریہ میں تھا۔ میں نے وہاں ایک راہب دیکھا۔ اس کا نام بکاء تھا۔ چالیس سال گزر گئے لیکن وہ اپنے گرجا سے باہر نہیں نکلا۔ ایک دن وہ اپنے گرجا سے باہر نکلا لوگ اسے دیکھنے کے لئے باہر نکلے۔ میں بھی اس کے پاس گیا۔ میں نے اسے کہا "مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے" اس نے مجھ سے پوچھا "تیرا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟" میں نے کہا "میں قبیلہ قریش سے تعلق رکھتا ہوں۔ وہاں ایک ایسے شخص کا ظہور ہوا ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مبعوث کیا ہے"۔ راہب نے پوچھا "اس کا اسم مبارک کیا ہے؟ میں نے کہا "اس کا نام نامی محمد (فداہ روحی صلی اللہ علیہ وسلم) ہے"۔ اس نے پوچھا "اس کے ظہور کو کتنا عرصہ گزر گیا ہے؟" میں نے کہا "بیس سال" اس نے کہا "کیا میں تجھے اس شخص کا حلیہ نہ بتاؤں؟ پھر اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا مبارک بیان کردیا" اس نے مبارک حلیہ بیان کرنے میں ذرہ بھر بھی غلطی نہ کی۔ پھر اس نے مجھے مخاطب کرکے کہا "اللہ کی قسم! وہ اس امت کا نبی ہے۔

اللہ کی قسم! اس کا غلبہ اور تسلط ضرور ہوگا" پھر وہ اپنے گرجا میں داخل ہوگیا۔ اس نے مجھے کہا "حضور اکرم ﷺ کو میرا اسلام پیش کرنا" اس وقت صلح حدیبیہ کا زمانہ تھا۔

جن کے قدموں کا دھوون ہے آب حیات

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "اسلام قبول کرنے سے پہلے میں ملک شام گیا۔ اس وقت حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں ہی تشریف فرما تھے۔ قیصر روم نے ہماری طرف پیغام بھیجا۔ ہم اس کے دربار میں گئے۔ ہمارے ساتھ امیہ بن ابی الصلت ثقفی بھی تھا۔ قیصر روم نے ہم سے پوچھا "تمہارا تعلق عرب کے کس قبیلہ سے ہے؟ اور جو شخص نبیؑ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کے ساتھ تمہارا رشتہ کیا ہے؟ میں نے کہا "وہ شخص میرا چچازاد ہے۔ پانچویں پشت میں ہمارا نسب مل جاتا ہے" قیصر نے کہا "جو کچھ میں تمہیں دکھاؤں اور جو اس کے بارے تم سے سوال کروں تو کیا تم مجھے سچ سچ جواب دو گے؟" ہم نے کہا "اے شاہ ذیشان! ہم آپ سے سچ بولیں گے۔ جھوٹ نہیں بولیں گے"۔ بادشاہ نے پوچھا "کیا تم نے اس کے پیغام برحق کو رد کر دیا ہے یا قبول کر لیا ہے؟" ہم نے کہا "ہم نے اس کے پیغام کو رد کر دیا ہے اس کے ساتھ عداوت کی ہے۔ لیکن ہم آپ کے ساتھ سچ بولیں گے"۔ بادشاہ نے کہا "مجھے اپنے معبودوں کی قسم دو کہ میں تم سے جو سوالات کروں گا تم ان کا صحیح جواب دو گے۔ اور جو کچھ میں تمہارے سامنے پیش کروں گا تم اس کے متعلق مجھے صحیح بتاؤ گے"۔ ہم نے بادشاہ کیلئے وعدے کئے، قسمیں اٹھائیں۔ اس نے ہم سے حضور ﷺ کے متعلق اور آپ کی دعوت کے متعلق بہت سے سوالات کئے۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ ہم بھی کھڑے ہوگئے۔ بادشاہ اپنے محل کے کنیسہ میں آیا۔ اسے کھولنے کا حکم دیا۔ وہ اپنے محل کے کنیسہ میں داخل ہوگیا ہم بھی اس کے ساتھ داخل ہوگئے۔ وہ ایک پردہ کے پاس آیا اسے اٹھانے کا حکم دیا وہاں ایک شخص کی تصویر تھی۔ قیصر روم نے پوچھا "کیا تم اس تصویر کو جانتے ہو کہ یہ کس کی ہے؟" ہم نے کہا "نہیں! ہم اس تصویر کو نہیں جانتے"۔ اس نے کہا "یہ حضرت آدم علیہ السلام کی تصویر ہے"۔ پھر وہ مختلف کمروں میں جاتا رہا اور مختلف انبیاء کی تصاویر دکھاتا رہا۔ وہ ہر تصویر کے پاس جا کر کہتا "کیا یہ تمہارے صاحب (ﷺ) کی تصویر ہے؟ ہم کہتے "نہیں" یہ ان کی تصویر نہیں" حتیٰ کہ اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور محمد عربی ﷺ کی تصویر سے پردہ اٹھایا، اس نے ہم سے پوچھا "کیا تم اس ذات والا کو جانتے ہو؟" ہم نے کہا "جی ہاں! یہ تو ہمارے صاحب کی تصویر ہے"۔ اس نے کہا "کیا تم جانتے ہو کہ یہ تصویر ادھر کب سے ہے؟" ہم نے کہا "نہیں" اس نے کہا "ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے یہ تصویر ہمارے گرجا میں موجود ہے۔ بلاشبہ تمہارا وہ صاحب نبی مرسل (ﷺ) ہے تم اس کی پیروی کرو۔ کاش! میں ان کے پاس ہوتا اور ان کے قدموں کا دھوون پیتا"۔

اسی طرح کا واقعہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصویر دیکھی جو پہلی تصویر کی ایڑی کو پکڑے ہوئے تھی۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تصویر دیکھی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایڑی پکڑے ہوئے تھی۔ راہب نے پوچھا "کیا تم اس کو جانتے ہو جس نے اس ہستی پاک کی ایڑی کو پکڑ رکھا ہے؟ ہم نے کہا

''وہ ابو بکر صدیق ہیں'' اس نے پوچھا ''کیا تم اس ذات کو جانتے ہو جس نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایڑی کو پکڑ رکھا ہے؟'' ہم نے کہا ''وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں'' اس راہب نے کہا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور یہ ان کے بعد ان کے خلیفہ ہیں''۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عشق انگیز داستان

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اپنی داستان عشق یوں بیان کرتے ہیں ''میں ایران کے شہر اصفہان کا رہنے والا تھا۔ میرا باپ کسان تھا۔ وہ مجھ سے بہت شدید محبت کرتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ مجھے گھر میں اس طرح قید کر دیتا جس طرح کسی دوشیزہ کو گھر میں محبوس کر دیا جاتا ہے۔ میں مجوسیت میں کمال حاصل کرتا رہا حتیٰ کہ آگ کو جلانا میرا فریضہ بن گیا۔ میں اس کام میں اس طرح منہمک تھا کہ مجھے کسی کے معاملہ کا کوئی علم نہ تھا۔ میرے باپ کی ایک جاگیر تھی اس میں کچھ مزدور کام کرتے تھے۔ ایک دن میرے باپ نے مجھے بلایا اور کہا ''اے میرے نور نظر! میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ اپنی جائیداد کی طرف توجہ دے سکوں۔ لیکن میں اپنی جاگیر کے تازہ حالات سے آگہی چاہتا ہوں۔ تم جاگیر پر جاؤ اور مزدوروں کو احکامات جاری کرو۔ لیکن یاد رکھو۔ وہاں سے جلد واپس آ جانا۔ دیر نہ کرنا۔ اگر تم نے دیر کر دی تو تم مجھے تمام معاملات سے روک دو گے۔ میں اپنے گھر سے نکلا۔ اپنی جاگیر کی طرف جانے لگا۔ میرا گزر نصاریٰ کے گرجا کے پاس سے ہوا میں نے ان کی آوازیں سنیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا ''یہ کیسی آوازیں ہیں؟ لوگوں نے مجھے بتایا ''اس گھر میں عیسائی نماز پڑھ رہے ہیں''۔ میں انہیں دیکھنے کے لئے گرجا میں داخل ہو گیا۔ ان کی حرکات و سکنات دیکھ کر میں بہت متعجب ہوا۔ اللہ کی قسم! میں غروب آفتاب تک ان کے پاس بیٹھا رہا۔ میری تلاش میں میرے باپ نے آدمی ادھر ادھر دوڑائے۔ میں شام کے وقت گھر لوٹا۔ میں اپنی مصروفیت کی وجہ سے جاگیر پر نہ جا سکا۔ میرے باپ نے مجھ سے پوچھا ''تو کہاں تھا؟ کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ دیر نہیں کرنا'' میں نے کہا ''والد گرامی! میں ایک قوم کے پاس سے گزرا۔ اسے نصاریٰ کہا جاتا ہے۔ مجھے ان کی نمازوں اور دعاؤں نے تعجب میں ڈال دیا۔ میں یہ دیکھنے کے لئے ان کے پاس بیٹھ گیا کہ وہ کیا کرتے ہیں''۔ میرے باپ نے مجھے کہا ''فرزند دلبند! تمہارا اور تمہارے آباء کا دین ان کے دین سے کہیں بہتر ہے''۔ میں نے کہا ''نہیں! اللہ کی قسم! ان کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ وہ صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اسی سے دعا کرتے ہیں۔ اسی کے لئے نماز ادا کرتے ہیں۔ لیکن ہم اس آگ کی پوجا کرتے ہیں جسے ہم اپنے ہاتھ سے روشن کرتے ہیں۔ جب ہم اس آگ کو چھوڑ دیتے ہیں تو وہ بجھ جاتی ہے''۔ میرا باپ مجھ سے خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔

میں نے نصاریٰ کی طرف پیغام بھیجا کہ جس دین پر تم ہو اس کی اصل کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا ''اس کی اصل شام میں ہے'' میں نے انہیں پیغام بھیجا ''جب شام سے کوئی قافلہ آئے تو مجھے آگاہ کر دینا''۔ انہوں نے کہا ''جب شام سے کوئی قافلہ آئے گا تو ہم تمہیں بتا دیں گے''۔ کچھ مدت بعد شام کا ایک تجارتی کارواں ہمارے شہر آیا۔ عیسائیوں نے میری طرف پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس ایک تجارتی کارواں آیا ہے، میں نے انہیں یہ پیغام بھیجا ''جب تمہارا قافلہ اپنے سارے امور

سرانجام دے لے اور یہاں سے جانے کا ارادہ کرے تو مجھے بتا دینا" انہوں نے وعدہ کیا کہ ہم اس وقت تمہیں بتا دیں گے"۔

جب اس کارواں نے اپنے سارے امور سرانجام دے دیئے اور انہوں نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے میری طرف پیغام بھیجا۔ میں نے اپنی بیڑیاں توڑ ڈالیں اور اس قافلہ کیساتھ مل گیا۔ میں ان کے ساتھ سفر پر رواں دواں رہا حتیٰ کہ ملک شام آ گیا۔ میں نے ان سے پوچھا "عیسائیت کے علماء میں سب سے افضل کون ہے؟ انہوں نے کہا "الاسقف" تمام علماء سے افضل ہے وہ اس گرجا گھر کا امام ہے"۔ میں اسقف کے پاس آ گیا۔ میں نے اسے کہا "میں چاہتا ہوں کہ میں تمہارے ساتھ اس گرجا گھر میں رہوں اور تمہارے ساتھ اس میں رب تعالیٰ کی عبادت کروں۔ تم سے بھلائی اور نیکی کے امور سیکھوں" اس نے مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔ لیکن اسقف برا انسان تھا۔ وہ لوگوں کو صدقہ کا حکم دیتا تھا۔ لیکن وہ خود ان کے صدقات میں دلچسپی رکھتا تھا۔ جب لوگ اپنے صدقات ان کے پاس جمع کراتے تو وہ ان تمام کو خزانہ بنا کر ایک جگہ جمع کر دیتا۔ مساکین کو کچھ نہ دیتا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر مجھے بہت غصہ آیا۔ بالآخر وہ مر گیا۔ لوگ اسے دفنانے کے لئے آئے تو میں نے انہیں کہا "یہ پادری بہت برا آدمی تھا۔ وہ تمہیں صدقات کا حکم دیتا تھا۔ لیکن وہ ان صدقات میں خود دلچسپی لیتا تھا۔ جب تم اپنے صدقات اس کے پاس جمع کرا دیتے تھے تو وہ انہیں ایک جگہ جمع کرتا جاتا تھا۔ وہ انہیں غرباء اور مساکین میں تقسیم نہیں کرتا تھا"۔ لوگوں نے مجھ سے پوچھا "تیرے پاس اس الزام کی نشانی کیا ہے؟" میں نے کہا "میں تمہارے سامنے اس کے سارے خزانے رکھ دیتا ہوں"۔ میں نے سونے اور چاندی سے لبریز سات گھڑے ان کے سامنے رکھ دیئے جب انہوں نے اتنی کثیر دولت دیکھی تو انہوں نے کہا "اللہ کی قسم! ہم اس کو کبھی بھی دفن نہیں کریں گے۔ انہوں نے اس پادری کی لاش کو ایک درخت کے ساتھ لٹکا دیا اور اسے پتھر مارنے لگے۔

"الفتوحات المکیہ" میں ہے کہ ساری ملتوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ دنیا میں مطلوب زہد ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہر عاقل کے نزدیک دنیا سے فراغ پسندیدہ ہے۔ اسے اپنے بارے دنیا سے خدشہ ہوتا ہے اس دنیا سے خطرہ ہوتا ہے جس کے متعلق رب تعالیٰ نے ہمیں اپنے اس فرمان سے ڈرایا ہے۔

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (التغابن:15)

"بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد بڑی آزمائش ہیں"۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ راہبوں کے اصولوں میں سے ہے کہ وہ کل کے لئے خوراک بھی جمع نہیں کرتے نہ وہ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا "میں نے ایک شخص دیکھا۔ اس نے راہب سے کہا "ذرا میرا یہ دینار دیکھنا کہ اسے کس بادشاہ نے بنایا ہے" وہ راہب اتنی بات پر بھی راضی نہ ہوا۔ اس نے کہا "ہمارے نزدیک دینار کو دیکھنا بھی منع ہے"۔ انہوں نے فرمایا "میں نے ایک بار راہبوں کو دیکھا وہ ایک شخص کو کھینچ کر اپنے کنیسہ سے باہر نکال رہے تھے۔ وہ اسے کہہ رہے تھے "کیا تو چاہتا ہے کہ راہب ہم سے ناراض ہو جائیں"۔ میں نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا "اس نے نصف درہم اپنے کندھے پر باندھ رکھا ہے" میں نے پوچھا "کیا نصف درہم باندھنا مذموم ہے؟" انہوں نے کہا "ہاں!

ہمارے نزدیک، تمہارے نزدیک اور تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک یہ مذموم ہے"۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اپنی عشق و محبت سے معمور داستان بیان کرتے ہوئے فرمایا "انہوں نے اس کی جگہ ایک اور شخص کو نامزد کر دیا۔ اللہ کی قسم! نیا پادری ایک عظیم انسان تھا وہ انتہائی عاجزی سے پانچ نمازیں ادا کرتا تھا۔ وہ انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ رب تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتا۔ وہ دنیا سے بالکل کنارہ کش تھا۔ وہ لیل ونہار رب تعالیٰ کی عبادت میں کوشاں رہتا تھا۔ میں اس کے ساتھ اسی طرح زندگی گزارتا رہا۔ حتیٰ کہ اس کی وفات کا وقت قریب آ گیا۔ میں نے اسے کہا "جناب محترم! آپ کی وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اب آپ مجھے کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟ کس آدمی کی طرف میری راہ نمائی کرتے ہیں؟" اس پادری نے مجھے کہا "اے میرے بچے! میں صرف ایک شخص کو جانتا ہوں جو عمدہ اوصاف سے متصف ہے۔ وہ موصل میں رہتا ہے۔ میری وفات کے بعد اس کے پاس چلے جانا" جب وہ پادری مر گیا تو میں موصل چلا آیا۔ میں اس کے بتائے ہوئے پادری کے پاس آیا۔ وہ اپنی صفات میں پہلے پادری کا ہم مثل تھا۔ وہ بھی تارک الدنیا اور عجز وانکساری کا پیکر تھا۔ میں نے اسے کہا "فلاں پادری نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ تاکہ میں آپ کے پاس رہوں"۔ اس نے مجھے کہا "میرے بیٹے! تم میرے پاس ٹھہر سکتے ہو"۔ میں اس کے بعد اس کے ہاں اقامت گزیں رہا۔ حتیٰ کہ اس کی وفات کا وقت بھی قریب آ گیا۔ میں نے اسے کہا "فلاں پادری نے مجھے آپ کے پاس آنے کے لئے کہا تھا۔ اب آپ بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ رہے ہیں اب آپ مجھے کس شخص کے پاس جانے کی وصیت کریں گے؟ اس نے بوقت مرگ کہا "بخدا! میں صرف ایک شخص کو جانتا ہوں جو ہماری طرح عمدہ اوصاف سے آراستہ ہے وہ نصیبین میں مقیم ہے۔ تم اسی کے پاس چلے جاؤ" جب اسے دفن کر دیا گیا تو میں نصیبین میں اس پادری کے پاس چلا گیا۔ میں نے اسے کہا "فلاں پادری نے مجھے فلاں کے پاس جانے کی وصیت کی تھی۔ اب اس نے مجھے تمہارے پاس حاضر ہونے کی وصیت کی ہے"۔ اس نے مجھے اپنے ہاں ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔ وہ بھی عمدہ اوصاف اور اچھے اخلاق کا مالک تھا۔ میں اسی کے پاس سکونت پذیر رہا۔ حتیٰ کہ اس کی وفات کا وقت قریب آ گیا۔ میں نے اسے کہا "فلاں پادری نے فلاں کے پاس اور فلاں نے مجھے آپ کے پاس آنے کی وصیت کی تھی۔ اب آپ مجھے کس کے پاس جانے کا حکم دیتے ہیں؟" اس نے کہا "اے میرے نور نظر! میں صرف ایک شخص کو جانتا ہوں جو ان صفات سے متصف ہے۔ وہ سرزمین روم میں عموریہ کے مقام پر مقیم ہے" اس کو دفنانے کے بعد میں عموریہ میں اس پادری کے پاس چلا آیا۔ میں نے اسے بھی عمدہ اخلاق سے متصف دیکھا۔ میں اس کے پاس ٹھہر گیا۔ میں کچھ کام بھی کرنے لگا۔ حتیٰ کہ میرے پاس کچھ گائیں اور بکریاں جمع ہو گئیں۔ پھر اس کی وفات کا وقت بھی قریب آ گیا۔ وقت وفات میں نے اسے کہا "اے فلاں! فلاں پادری نے مجھے فلاں کے پاس، فلاں نے مجھے فلاں کے پاس اور فلاں پادری نے مجھے آپ کے پاس آنے کی وصیت کی تھی۔ اب آپ کی موت کا وقت قریب ہے اب آپ مجھے کس کے پاس جانے کا حکم دیتے ہیں؟" اس پادری نے کہا "اے میرے بیٹے! اللہ کی قسم! اب میں کسی بھی ایک ایسے شخص کو نہیں جانتا جو ان عمدہ اوصاف سے متصف ہو جن سے ہم مزین تھے۔ جس کی طرف جانے کا میں تمہیں حکم دوں۔ لیکن ایک نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے

وہ سرزمین حرم سے مبعوث ہوں گے۔ دو پہاڑوں کی درمیانی جگہ ان کی ہجرت گاہ ہوگی۔ ان میں علامات واضح ہوں گی۔ ان کے شانوں کے مابین مہر نبوت ہوگی۔ وہ ہدیہ کھالیں گے۔ لیکن صدقہ نہیں کھائیں گے۔ ان کے ظہور کا وقت بالکل قریب ہے۔ اگر تم اس مقدس سرزمین تک جاسکتے ہو تو ضرور جاؤ"۔ پھر ہم نے اسے دفن کر دیا۔

اس کلام سے عیاں ہوتا ہے کہ وہ افراد جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے ان کی تعداد چار تھی۔ امام سہیلی نے ان کی تعداد تیس بتائی ہے دوسرے قول کے مطابق ایسے لوگوں کی تعداد چوبیس تھی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "وہاں سے بنوکلب کا ایک قافلہ گزرا"۔ میں نے ان سے کہا "اگر تم مجھے عرب تک لے چلو تو میں اس کے بدلہ یہ گائیں اور بکریاں تمہیں دے دوں گا"۔ انہوں نے رضامندی کا اظہار کیا۔ میں نے اپنی ساری گائیں اور بکریاں ان کے حوالے کیں۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ جب وہ وادی القرای میں پہنچے تو انہوں نے مجھ پر ظلم کیا۔ انہوں نے مجھے ایک یہودی کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ اللہ کی قسم! جب میں نے کھجوروں والی سرزمین کو دیکھا تو میں نے کہا "کاش! یہ وہی زمین ہو جسے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت گاہ بننے کا شرف ملے گا"۔ تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ اس شخص نے مجھے بنوقریظہ کے ایک شخص کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ وہ یہودی مجھے مدینہ طیبہ لے آیا۔ یہ مبارک زمین دیکھتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ یہ وہی سرزمین ہے جس کے متعلق مجھے پادری نے بتایا تھا میں اپنے مالک کا غلام بن کر وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں مبعوث کیا۔ کیونکہ میں غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ اس لئے مجھے آپ کے بارے کسی نے کچھ نہیں بتایا حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر قباء تشریف لے آئے۔ اس وقت میں اپنے مالک کے باغ میں کام کر رہا تھا۔ اللہ کی قسم! میں اس کے باغ میں کام کر رہا تھا جب میرے مالک کا چچازاد بھائی آیا۔ اس نے کہا "اے فلاں! اللہ تعالیٰ بنوقیلہ کو تباہ کرے اب وہ قباء میں اس شخص کے ارد گرد جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے۔ وہ گمان کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہے۔ اللہ کی قسم! یونہی میں نے یہ بات سنی تو مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ مجھے یہ گمان ہوا کہ میں کہیں اپنے مالک کے اوپر ہی نہ گر جاؤں میں کھجور کے درخت سے یہ کہتا ہوا اترا "تم کیا بات کر رہے ہو؟" میرے مالک نے مجھے ایک زوردار مکا رسید کیا اس نے کہا "تجھے اس بات سے کیا واسطہ! تم اپنا کام کرو"۔ میں نے کہا "مجھے اس خبر سے کوئی واسطہ نہیں۔ لیکن میں نے ایک بات سنی ہے۔ میں نے چاہا کہ اس کے متعلق تصدیق کرلوں"۔

جب شام ہوئی تو میرے پاس کھانے کی کوئی چیز تھی۔ میں قباء میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ سے عرض کی "مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نیک شخص ہیں۔ آپ کے ساتھی غریب ہیں میرے پاس صدقہ کا کچھ کھانا ہے میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگ سب سے زیادہ اس کے مستحق ہیں۔ لیجئے! اسے تناول فرمالیجئے"۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست اقدس اس کھانے سے روک لیا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا "اسے کھالو" مگر آپ نے اسے خود تناول نہ فرمایا۔ میں نے دل میں کہا کہ آپ کے متعلق مجھے جو نشانیاں بتائی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک نشانی تو پوری ہوگئی کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے۔

کچھ روز بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ چند روز بعد میں اور کوئی چیز لے کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا۔ میں نے عرض کی "میں نے دیکھا ہے کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے میں یہ چیز بطور ہدیہ لے کر آیا ہوں۔ یہ صدقہ نہیں ہے"۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے اسے تناول فرمایا۔ میں نے دل میں سوچا دو نشانیاں پوری ہو گئیں ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ کسی جنازہ میں شرکت کر رہے تھے۔ میں پیچھے مڑا تا کہ مبارک شانوں کے مابین مہر نبوت کی زیارت کر لوں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا کہ میں پیچھے سے گھوم کر آیا ہوں تو آپ نے اپنی کمر انور سے چادر اٹھا دی آپ کے شانوں کے مابین مہر نبوت کو میں نے دیکھ لیا۔ یہ بالکل اسی طرح تھی جس طرح مجھے اس راہب نے بتایا تھا، میں جذبات سے بے قابو ہو کر گر پڑا۔ میں عالم وارفتگی میں آپ کو بوسے دے رہا تھا۔ میں رو رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سلمان! آگے آؤ"۔ میں آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ آپ نے پسند فرمایا کہ میں اپنی عشق انگیز داستان صحابہ کرام کو سناؤں۔ میں نے اپنی داستان ان کے گوش گزار کی۔

"شواہد النبوۃ" میں ہے کہ جب حضرت سلیمان بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زبان نہیں جانتے تھے۔ ایک یہودی تاجر کو بطور ترجمان لایا گیا۔ وہ عربی اور فارسی دونوں زبانوں سے آگاہ تھا۔ حضرت سلمان نے فارسی زبان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی۔ انہوں نے یہودیوں کی مذمت کی۔ جس کی وجہ سے اس ترجمان کو غصہ آ گیا۔ اس نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی گفتگو کا غلط ترجمہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا "سلمان آپ پر دشنام طرازی کر رہا ہے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ فارسی ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں اذیت دے" اسی وقت حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نازل ہوئے۔ انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی گفتگو کا صحیح ترجمہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ترجمہ اس یہودی کو بتا دیا۔ یہودی نے کہا "محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے فارسی جانتے تھے تو مجھے بلانے کی کیا ضرورت تھی"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں پہلے فارسی نہیں جانتا تھا۔ مجھے تو یہ زبان ابھی ابھی جبرائیل نے سکھائی ہے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ دیکھ کر اس یہودی نے عرض کی "اے محمد عربی! اس سے قبل میں آپ پر تہمت لگایا کرتا تھا لیکن اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں"۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ! پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل امین سے فرمایا "سلمان کو عربی سکھا دو"۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی "آپ سلمان کو حکم فرمائیں کہ وہ آنکھیں بند کر لیں۔ وہ اپنا منہ کھول لیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا لعاب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے منہ میں ڈالا۔ انہوں نے اسی وقت فصیح زبان میں گفتگو شروع کر دی۔

جو کچھ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا تھا بعض روایات میں یہ صراحت موجود ہے کہ انہوں نے وہ چیز اپنے مالک سے مانگی تھی۔ جو اس نے انہیں دے دی تھی۔ وہ اسے لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ اس میں کوئی مشکل امر نہیں کیونکہ اس وقت وہ مملوک تھے ان کی ملکیت میں کچھ بھی نہ تھا۔

پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے دولت اسلام سمیٹ لی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک صف میں شامل ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے سلمان! اپنے مالک سے مکاتبت کر لو" وہ فرماتے ہیں "میں نے اپنے مالک سے اس شرط پر مکاتبت کر لی کہ میں اسے کھجوروں کے تین سو پودے لگا کر دوں گا اس کے ساتھ ساتھ میں اسے چالیس اوقیہ سونا دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اپنے بھائی کی مدد کرو" صحابہ کرام نے مجھے کھجوروں کے پودے دیئے۔ کسی نے دس اور کسی نے بیس پودے عنایت کئے۔ مجھے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ان کے لئے گڑھے کھودو۔ جب گڑھے کھودنے سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے بتا دینا" میں خود اپنے دست اقدس سے ان میں وہ پودے رکھوں گا" میں نے ان کے لئے گڑھے کھودے۔ صحابہ کرام نے میری اعانت کی۔ جب میں فارغ ہو گیا تو بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ آپ میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ ہم آپ کو پودے پیش کرنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دست حق نما سے انہیں ایک ایک گڑھے میں رکھنے لگے۔ بخدا! وہ سارے کے سارے پودے لگ گئے ایک پودا بھی خشک نہ ہوا"۔

دوسری روایت میں ہے کہ ایک پودے کے علاوہ وہ سارے پودے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے لگائے وہ ایک پودا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا۔ اس ایک پودے کے علاوہ باقی سارے پودے لگ گئے۔ یہ سوکھنے لگا۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا "اسے کس نے لگایا تھا؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اکھیڑا پھر اسے اپنے دست شفاء بخش سے لگایا تو وہ فوراً ہرا ہو گیا۔ ایک اور روایت کے مطابق وہ پودا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے لگایا تھا۔ علامہ حلبی فرماتے ہیں "ممکن ہے ان دونوں حضرات نے یہ پودا یکے بعد دیگرے لگایا ہو یا دونوں نے مل کر اسے لگایا ہو"۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ابھی مجھ پر چالیس اوقیہ سونا تھا۔ ایک روز فاختہ یا مرغی کے انڈے کے برابر سونا بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سلمان! یہ سونا لو اور اس سے اپنا زر مکاتبت ادا کر لو"۔ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم اتنی کثیر رقم چھوٹے سے انڈے سے کیسے ادا ہو گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اسے لے لو، یہ قلیل نہیں ہے"۔ آپ نے اسے اپنی زبان حق ترجمان لگائی پھر فرمایا "اسے لے لو۔ اللہ تعالیٰ اس سے تمہارا سارا قرضہ اتار دے گا"۔ میں اس کا وزن کر کے اس یہودی کو زر مکاتبت ادا کرنے لگا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست اقدس میں سلمان کی جان ہے میں نے سارا زر مکاتبت ادا کر دیا۔ لیکن ابھی تک میرے پاس اتنا سونا باقی ہے جتنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے عطا فرمایا تھا۔

صاحب الہمزیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کی طرف اشارہ کیا

وَ وَفَّی قَدْرُ بَیْضَۃٍ مِنْ نُضَارٍ دَیْنَ سَلْمَانَ حِیْنَ حَانَ الْوَفَاءُ

جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قرض کی ادائیگی کا وقت قریب آیا تو ایک انڈے جتنا سونا کافی ہو گیا۔

کَانَ یُدْعٰی قِنًّا فَاُعْتِقَ لَمَّا اَیْنَعَتْ مِنْ نُخَیْلِہٖ الْاَقْنَاءُ

انہیں غلام کہا جاتا تھا۔ انہیں آزادی نصیب ہوئی۔ جبکہ ان کی کھجوروں پر کھجوریں پک گئیں۔

أَفَلَا تَعْذِرُوْنَ سَلْمَانَ لَنَا اِنْ عَرَتْهُ مِنْ ذِكْرِهٖ الْعُرَوَاءُ

کیا تم سلمان کو اس وقت معذور نہیں سمجھو گے جب انہیں اس ذکر کی وجہ سے بخار کی کپکپی آلیتی ہو۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نے غزوۂ خندق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی سعادت حاصل کی۔ پھر سارے غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ دوسرے قول کے مطابق انہوں نے غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں بھی شرکت کی۔ اس وقت وہ مکاتب تھے۔ آزادی کے بعد غزوۂ خندق میں بھی شرکت کی۔ ایک اور قول کے مطابق وہ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں غلامی کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے۔ بعض روایات میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی یہ حکایت کمی وبیشی کے ساتھ منقول ہے۔ جو روایت میں نے ذکر کی ہے یہ سب روایات سے صحیح ہے۔ امام حلبی لکھتے ہیں ''بعض علمائے کرام نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ 250 سال زندہ رہے۔ وہ ایک جید عالم، زاہد، فاضل اور تارک الدنیا تھے۔ انہیں ہر سال بیت المال سے پانچ ہزار درہم ملتے تھے مگر وہ انہیں صدقہ کر دیتے تھے۔ اور اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔ ان کی صرف ایک چادر تھی جس کا نصف نیچے بچھا لیتے اور نصف اوپر اوڑھ لیتے تھے۔

ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ وہ مدائن گیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حوض پر کام کر رہے تھے۔ میں نے انہیں کہا ''آپ حوض پر کام کر رہے ہیں۔ حالانکہ آپ امیر ہیں۔ اس سے آپ کو رزق مل سکتا ہے''۔ انہوں نے فرمایا ''میں اپنے ہاتھ سے کما کر کھانا چاہتا ہوں''۔ وہ اکثر اوقات گوشت خریدتے۔ اسے پکاتے، پھر مجذوموں کو بلاتے اور ان کے ساتھ کھاتے۔

حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی خبر

وہ بشارات جو کاہنوں کی زبانوں سے سنی گئیں وہ بھی ان گنت ہیں۔ ان میں سے بہت سی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے وقت اور شیر خوارگی کے وقت سنی گئیں۔ ان میں سے ایک بشارت حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا ''بخدا! میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ہی جانتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں''۔ ان سے عرض کی گئی ''وہ کیسے؟'' انہوں نے فرمایا ''ہمیں کسی ناگزیر امر کی وجہ سے کسی کاہن کے پاس جانا پڑا۔ اس کاہن نے کہا ''میں برجوں والے آسمان کی قسم کھاتا ہوں۔ مجھے راستوں والی زمین کی قسم، گرد وغبار والی ہوا کی قسم! موجزن سمندروں کی قسم! راستے والے پہاڑوں کی قسم! یہ شور وغوغا ایک اہم کام کی وجہ سے ہے'' لوگوں نے پوچھا ''وہ اہم معاملہ کیا ہے؟'' اس نے کہا ''اس سے مراد کتاب ناطق اور چیرنے والی تلوار کے ساتھ نبی صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہے''۔ لوگوں نے اس سے پوچھا ''ایسے نبی صادق کا ظہور کہاں ہوگا؟ وہ کس چیز کی طرف دعوت دیں گے؟'' اس نے کہا ''امن وآشتی کے ساتھ ان کا ظہور ہوگا۔ وہ فلاح وکامیابی کی طرف دعوت دیں گے۔ وہ جوئے کے تیروں کو باطل قرار دیں گے۔ وہ شراب نوشی، خونریزی اور دوسرے قبیح امور سے منع فرمائیں گے''۔ لوگوں نے اس سے پوچھا ''ایسے عظیم الشان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس کی نسل سے ہوں گے؟'' کاہن نے جواب دیا ''وہ ایک معزز بزرگ کی نسل سے ہوں گے۔ وہ عظیم بزرگ زمزم کے کنوئیں کی کھدائی کریں

گے۔ وہ منڈلانے والے پرندوں اور بھوکے درندوں کو کھلانے والے ہوں گے"۔

قس بن ساعدہ ایادی کی بشارت

یہ وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے کہا تھا "مدعی کے ذمہ گواہ اور منکر پر قسم ہے"۔ اس نے سب سے پہلے خطبہ دیتے وقت عصا، کمان یا تلوار کے ساتھ ٹیک لگائی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "عبد القیس کا وفد بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کون ہے جو قس بن ساعدہ ایادی کو جانتا ہے؟" انہوں نے عرض کی "ہم میں سے ہر ایک اسے جانتا ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا "اس نے کیا کہا؟" انہوں نے عرض کی "وہ ہلاک ہو گیا"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں اسے بھولا نہیں۔ وہ عکاظ کے میلا میں تھا۔ وہ سرخ اونٹ پر سوار تھا۔ اس نے لوگوں سے کہا "اے لوگو! غور سے سنو اور یاد رکھو۔ جس نے زندگی پائی وہ مر گیا۔ جو مرا وہ فنا ہو گیا۔ آنے والی چیز آ کر رہے گی۔ بلاشبہ آسمان پر خبر ہے۔ بلاشک زمین میں عبرت ہے۔ بچھونا بچھا دیا گیا ہے۔ چھت قائم کر دی گئی ہے۔ قس ایسی قسم اٹھاتا ہے جس میں وہ نہ گناہ گار ہونے والا ہے اور نہ ہی اسے توڑنے والا ہے۔ رب تعالیٰ کا ایک ایسا دین بھی ہے جو اسے اس دین سے محبوب ہے جو تم نے اختیار کر رکھا ہے۔ میں لوگوں کو کیوں اس طرح دیکھتا ہوں کہ وہ جاتے ہیں مگر واپس نہیں لوٹتے۔ وہ اس مقام پر راضی ہو گئے ہیں۔ وہ وہیں اقامت گزیں ہو گئے ہیں۔ کیا انہیں وہیں ٹھہرا لیا گیا ہے کہ وہ سو گئے ہیں"۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اس کے وہ اشعار مجھے کون سنائے گا" انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے یہ اشعار سنائے۔

فِي الذَّاهِبِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ مِنَ الْقُرُوْنِ لَنَا بَصَائِرُ

ہم سے پہلے جانے والوں میں ہمارے لئے کئی بصیرت افروز باتیں ہیں۔

لَمَّا رَاَيْتُ مَوَارِدًا لِلْمَوْتِ لَيْسَ بِهَا مَصَادِرُ

جب میں دیکھتا ہوں کہ موت کے آنے کی تو کئی راہیں ہیں لیکن اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔

وَرَاَيْتُ الْقَوْمَ نَحْوَهَا تَسْعَى الْاَصَاغِرُ وَالْاَكَابِرُ

میں دیکھتا ہوں کہ میری قوم کے چھوٹے بڑے اسی کی طرف رواں دواں ہیں۔

لَا يَرْجِعُ الْمَاضِي اِلَيَّ وَلَا مِنَ الْبَاقِيْنَ غَابِرُ

نہ ہی گزرنے والا میری طرف آنے والا ہے۔ نہ ہی باقی لوگوں میں سے کوئی واپس آنے والا ہے۔

اَيْقَنْتُ اَنِّي لَا مَحَالَةَ حَيْثُ صَارَ الْقَوْمُ صَائِرُ

میں نے یقین کر لیا کہ مجھے بھی یقیناً اس طرف جانا ہے جس طرف میری قوم گئی ہے۔

دوسری روایت میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جارود بن عبد اللہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ وہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! مجھے اس ذات والا کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ انجیل میں پائے ہیں۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے آپ

کی بشارت دی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں''۔ انہوں نے بھی اور ان کی ساری قوم نے اسلام قبول کر لیا۔ اس وجہ سے حضور ﷺ بہت زیادہ خوش ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''جارود! '' کیا وفد عبدالقیس میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو ہمیں قس کے بارے بتائے؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہم سب اسے جانتے ہیں۔ اپنی قوم میں سے میں ہی وہ شخص ہوں جو اس کے پیچھے جاتا اور اس کی خبر لے کر آتا۔ وہ عرب کے فرزندوں میں سے ایک ہے۔ اس کی عمر سات سو سال یا نو سو سال ہوئی۔ اہل عرب میں سے سب سے پہلے اس نے بتوں کی پوجا ترک کی۔ سب سے پہلے ''امابعد!اسی نے کہا۔ سب سے پہلے اس نے من فلان الی فلان'' لکھا۔ گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ اس رب کی قسم اٹھا رہا ہے جو اس کا پروردگار ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ کتاب اپنی مدت تک ضرور پہنچے گی۔ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کا پورا پورا اجر دیا جائے گا''۔ پھر انہوں نے یہ اشعار پڑھنے شروع کئے۔

هَاجَ لِلْقَلْبِ مِنْ هَوَاهُ ادِّكَارُ　وَلَيَالٍ خَلَا لَهُنَّ نَهَارُ

دل اس کی محبت میں شعلہ زن ہے جس کا عشق سراپا آتش ہے وہ ایسا ہے کہ گویا تاریک راتوں میں دن نکل آیا ہے۔

وَ جِبَالٌ شَوَامِخٌ رَاسِيَاتٌ　وَ عُيُونٌ مِيَاهُهُنَّ غِزَارُ

وہ بلند بالا اور ایستادہ پہاڑ ہیں اور ایسے سرچشمے ہیں جن کا پانی شیریں ہے۔

وَ نُجُوْمٌ تَلُوْحُ فِي ظُلَمِ اللَّيْلِ　تَرَاهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ تُدَارُ

ایسے ستارے ہیں جو رات کی ظلمت میں چمکتے ہیں۔ تو انہیں ہر روز محو گردش دیکھے گا۔

وَالَّذِي قَدْ ذَكَرْتُ عَلَى اللهِ　نُفُوسًا لَهَا هُدًى وَاعْتِبَارُ

جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے یہ سب کچھ اللہ رب العزت کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔ یہ ایسے نفوس کی راہ نمائی کرتے ہیں جن کے لئے ہدایت اور عبرت ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اے جارود! ذرا توقف کرو۔ میں اسے بھولا تو نہیں۔ وہ عکاظ کے بازار میں خاکستری اونٹ پر سوار تھا۔ وہ خوبصورت کلام میں محو گفتگو تھا۔ شاید ہی مجھے اس کے کلام میں سے کچھ یاد ہو''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجھے کچھ یاد ہے۔ میں بھی اس روز عکاظ کے بازار میں موجود تھا''۔ اس نے اپنے خطبہ میں کہا

''اے لوگو! غور سے سنو اور یاد رکھو۔ اگر یاد کر لو تو اس سے نفع اٹھاؤ۔ جس نے زندگی پائی اس نے مرنا ہے۔ جو مر گیا وہ فنا ہو گیا۔ جو کچھ آنے والا ہے وہ آکر رہے گا۔ بارش اور نباتات کی قسم! رزق اور خوراک کی قسم! آباء اور امہات کی قسم! زندہ اور مردوں کی قسم! مجتمع اور متفرق کی قسم! آیات بعد آیات کی قسم! راستے والی زمین کی قسم! موجزن سمندروں کی قسم! میں لوگوں کو اس طرح کیوں دیکھتا ہوں کہ وہ جاتے ہیں لیکن واپس نہیں آتے۔ کیا انہیں وہیں ٹھہرا لیا گیا ہے اور وہ ٹھہر گئے ہیں یا انہیں وہاں چھوڑ دیا گیا ہے اور وہ سو گئے ہیں۔ قس وہ قسم اٹھاتا ہے جس میں نہ وہ گناہگار ہے اور جسے نہ وہ توڑنے والا ہے۔ بلاشبہ

رب کے لئے ایک ایسا دین ہے جو اسے تمہارے اس دین سے زیادہ محبوب ہے۔ ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ ان کے ظہور کی بابرکت گھڑیاں تم پر سایہ فگن ہونے والی ہیں۔ بشارت ہے اس شخص کے لئے جو ان پر ایمان لایا اور اسے ہدایت نصیب ہوگئی۔ ہلاکت ہے۔ اس شخص کے لئے جس نے ان کی مخالفت کی اور ان کی نافرمانی کی۔ غافل لوگوں کے لئے ہلاکت ہے۔ گزشتہ نافرمان امتوں اور اقوام کے لئے ہلاکت ہے۔ اے گروہ ایاد! آباؤ اجداد کہاں ہیں؟ مریض اور عیادت کرنے والے کہاں ہیں؟ فرعون اور شداد کہاں ہیں؟ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے بلند و بالا عمارات تعمیر کیں تھیں"۔

جنہوں نے خوبصورت اشیاء اور زیست کی آسائش کی ہر چیز بنائی۔ مال کہاں ہے؟ اولاد کہاں ہے؟ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے سرکشی اور بغاوت کی۔ جنہوں نے مال جمع کیا اور اسے گنا۔ جس تیرہ بخت نے کہا تھا "میں تمہارا بلند و برتر رب ہوں۔ کیا وہ لوگ تم سے زیادہ مال و دولت والے نہ تھے۔ کیا ان کی عمریں تمہاری عمروں سے طویل نہ تھیں۔ کیا ان کی آرزوئیں تم سے طویل نہ تھیں۔ زمین نے انہیں اپنے سینے سے پیس دیا۔ مصائب کی کثرت نے انہیں چیر دیا۔ وہ ہیں ان کی بوسیدہ ہڈیاں۔ وہ دیکھو ان کے خالی گھر ہیں۔ اب بھیڑیوں نے ان کے گھروں کو آباد کر رکھا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو یکتا اور معبود برحق ہے۔ نہ ہی اس کا کوئی باپ ہے اور نہ ہی اس کی کوئی اولاد ہے"۔ پھر انہوں نے وہ اشعار پڑھے جو پہلے گزر چکے ہیں۔

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے "بلاشبہ صعب ذوالقرنین! جن وانس کا بادشاہ، جن وانس کو رسوا کرنے والا! دو ہزار سال عمر پانے والا! پھر لحہ بھر میں موت کے گھاٹ اتر گیا"۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس نے کہا "عنقریب اس طرف سے تمہارے پاس حق آ جائے گا"۔ اس نے مکہ مکرمہ کی طرف اشارہ کیا لوگوں نے پوچھا "اس سے تمہاری کیا مراد ہے؟" اس نے کہا "وہ دعوت لے کر آنے والے ایسے ہوں گے کہ ان کی ابروئیں آپس میں ملی ہوئی نہ ہوں گی۔ ان کی آنکھیں بہت زیادہ سفید اور بہت زیادہ سیاہ ہوں گی۔ ان کا تعلق قبیلہ لوئی بن غالب سے ہوگا۔ وہ تمہیں اخلاص کے کلمہ کی طرف دعوت دیں گے۔ وہ تمہیں ہمیشہ کی زندگی اور دائمی نعمتوں کی طرف بلائیں گے۔ جب وہ تمہیں بلائیں تو ان کی دعوت پر لبیک کہنا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں ان کی بعثت تک زندہ رہوں گا تو میں سب سے پہلا شخص ہوتا جو ان کی طرف بھاگ کر جاتا"۔

یہ قصہ متفرق اسناد سے مروی ہے جو ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں۔ جس طرح کہ حافظ ابن کثیر اور ابن حجر علیہما الرحمۃ نے کہا ہے۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو باطل کہا ہے ان کے اس قول کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی۔ پھر بعض اسناد اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قس کا کلام یاد تھا بعض میں ہے کہ آپ کو فراموش ہو چکا تھا۔ احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ فراموش ہو چکا ہو جب اسے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی نے پڑھا ہو تو آپ کو یاد آ گیا ہو۔ اس وفد کے بارے متفرق روایات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ عبدالقیس کا وفد کئی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہر بار آپ نے قس کو یاد کیا۔ حدیث مبارک میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "رب تعالیٰ قس پر رحم کرے وہ حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہما السلام کے دین پر تھا"۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ قس نے حواریوں کو پایا اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھا۔ یہ

اشعار بھی اسی کے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَخْلُقِ الْخَلْقَ عَبَث　وَ اَرْسَلَ فِیْنَا اَحْمَدَ خَیْرُ نَبِیٍّ قَدْ بُعِث

صَلّٰی عَلَیْہِ اللّٰہُ مَا حَجَّ لَہٗ رَکْبٌ وَحَثّ

ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مخلوق کو بے کار پیدا نہیں کیا۔ اس نے ہم میں احمد مجتبیٰ کو مبعوث کیا۔ وہ ایک بہترین نبی ہیں جنہیں مبعوث کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اس وقت تک درود بھیجتا رہے جب تک کارواں اس کے لئے حج کرتے ہیں جب تک حج کے لئے ابھارا جاتا ہے۔

حضرت جارود رضی اللہ عنہ اسلام میں بہت مضبوط اور محکم تھے۔ انہوں نے ردت کا زمانہ پایا۔ جب ان کی قوم مرتد ہو گئی تو انہوں نے اسے حق کی طرف بلایا انہوں نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے رسول ہیں"۔ جس نے یہ گواہی نہ دی اسے کافر سمجھا۔ اس کے بہت سے اشعار ہیں جن میں سے دو شعر یہ ہیں۔

شهدت بان الله حق و سامحت　بنات فؤادی بالشهادةِ والنّهضِ

فَابلغْ رَسُوْل الله عنی رسالة　بانی حنیف حیث کنت من الارض

میں نے گواہی دی ہے کہ ذات خداوند حق ہے میرے دل نے بھی میرے ساتھ اس شہادت میں موافقت کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میری طرف سے پیغام دو کہ میں جہاں کہیں بھی رہوں میں دین حنیف پر ہوں۔

انہوں نے بصرہ میں سکونت اختیار کر لی اور 21ھ کو میدان نہاوند میں جام شہادت نوش کر گئے۔

نافع جرشی کی بشارت

جرش حمیر کا ایک قبیلہ تھا۔ ان کے شہر کا نام بھی یہی تھا۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا ایک کاہن تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر عرب میں پھیلنے لگا تو وہ اپنے کاہن کے پاس گئے پہاڑ کے دامن میں جمع ہو گئے۔ طلوع آفتاب کے وقت وہ ان کے پاس آیا وہ اپنی کمان کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ تادیر آسمان کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے کہا "اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس پر عزت و کرامت کا تاج سجا دیا ہے۔ اس نے انہیں چن لیا ہے۔ ان کے قلب انور کو پاک کر دیا ہے اور انہیں تم میں قوت عطا فرمائی ہے"۔

تبع الحمیری مدینہ منورہ میں

انصار کے آباؤ اجداد نے تبع الحمیری سے یہودیوں کی تکالیف اور اذیتوں کی شکایت کی۔ تبع الحمیری یمن کا بادشاہ تھا۔ اس نے یہودیوں کو ہلاک کرنے اور یثرب کو برباد کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ یمن سے یثرب آیا۔ یہودیوں کا عمر رسیدہ عالم اس کے پاس آیا۔ اس نے کہا "اے وہ شاہ ذی مرتبت! جسے کوئی خوفزدہ نہیں کر سکتا۔ جسے کوئی غصہ اور غضب راہ ہدایت سے منحرف نہیں کر سکتا۔ نہ ہی اس کا حلم کم ہو سکتا ہے۔ نہ اسے اور نہ ہی اس کی تلوار کو توڑا جا سکتا ہے۔ یہ مبارک شہر اس نبی مکرم

ﷺ کا ہے جو دین ابراہیمی کے ساتھ مبعوث ہوں گے"۔ تبع حضور اکرم ﷺ پر ایمان لے آیا۔ وہ واپس گیا۔ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا۔ اور اپنے ایمان اور جذبات کا اظہار ان اشعار میں کیا۔

شَهِدْتُ عَلٰى اَحْمَدَ اَنَّهٗ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ بَارِیِٔ النَّسَمِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اللہ کے رسول ہیں جو تمام روحوں کو پیدا کرنے والا ہے۔

وَلَوْ مُدَّ عُمْرِیْ اِلٰی عُمْرِهٖ لَكُنْتُ وَزِيْرًا لَّهٗ وَ ابْنَ عَمّ

اگر میری زندگی نے وفا کی اور میں نے حضور ﷺ کا عہد ہمایوں پالیا تو میں آپ کا وزیر بنوں گا۔ اور چچازاد بھائی کی طرح ہر موقع پر مدد کروں گا۔

وَ جَاهَدْتُ بِالسَّيْفِ اَعْدَائَهٗ وَ فَرَّجْتُ عَنْ صَدْرِهٖ كُلَّ هَمّ

میں تلوار کے ساتھ آپ کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور حضور ﷺ کے سینۂ اقدس میں جو فکر و اندیشہ ہو گا اسے ختم کروں گا۔

لَهٗ اُمَّةٌ سُمِّيَتْ فِی الزَّبُوْرِ وَ اُمَّتُهٗ فِيْهِ خَيْرُ الْاُمَمِ

آپ کی امت مرحومہ کا ذکر خیر زبور میں کیا گیا ہے اور اس میں یہ بھی مرقوم ہے کہ آپ کی امت خیر الامم ہے۔

وَ يَاْتِیْ بَعْدَهُمْ رَجُلٌ عَظِيْمٌ نَبِیٌّ لَا يُرَخِّصُ فِی الْحَرَامِ

ان کے بعد ایک عظیم شخص یعنی نبی کریم ﷺ تشریف لائیں گے انہیں حرم کعبہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

يُسَمّٰى اَحْمَدَ يَا لَيْتَ اَنِّیْ اُعَمَّرُ بَعْدَ مَبْعَثِهٖ بِعَامِ

ان کا نام نامی احمد ہو گا۔ کاش! میں ان کی بعثت کے ایک سال بعد تک زندہ رہ سکوں۔

وہ جید عالم جس نے تبع کو مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے سے روکا تھا۔ اس کا نام شامول تھا۔ دوسری روایت میں ہے اس نے تبع سے کہا "اے بادشاہ! یہ مبارک شہر ایک نبی کریم ﷺ کی ہجرت گاہ ہو گا۔ ان کی جائے ولادت مکہ مکرمہ ہو گی۔ ان کا نام نامی احمد ہو گا۔ اے شاہ ذی مرتبت! جس مقام پر آج آپ اقامت گزیں ہیں اسی مقام پر ان کے ساتھیوں اور ان کے دشمنوں کے مابین جنگ ہو گی۔ جس میں بہت سے لوگ قتل ہوں گے"۔ تبع نے پوچھا "ان کے ساتھ جنگ کون کرے گا؟ حالانکہ وہ نبی ہوں گے"۔ شامول نے کہا "ان کی قوم ہی ان کے ساتھ جنگ کرے گی"۔ بادشاہ نے کہا "ان کی مرقد انور کہاں ہو گی؟" اس عالم نے جواب دیا "ان کا روضہ اطہر اس شہر میں ہو گا"۔ بادشاہ نے پوچھا "ان کے اور ان کے دشمنوں کے مابین جنگ ہو گی تو فتح کس کو حاصل ہو گی؟" اس عالم یہودیت نے جواب دیا "کبھی ان کو فتح حاصل ہو گی اور کبھی ان کے دشمنوں کو۔ بالآخر رب تعالیٰ انہیں اتنا غلبہ عطا کرے گا کہ پھر ان کے ساتھ جنگ کرنے کی جرأت کوئی نہیں کر سکے گا"۔ پھر بادشاہ نے آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ پوچھے۔ اس عالم نے حضور ﷺ کے تمام اوصاف، خوبیاں اور محاسن اس بادشاہ کو بتائے۔

جب شامول نے بادشاہ کو تمام گفتگو سنائی تو اس وقت اس کے دربار میں اس کے علماء بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا ''ہم اس شہر کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ شاید ہم اس نبی مکرم ﷺ کے عہد سعید کو پالیں یا ہماری اولاد ان کے زریں عہد کو پالینے کی سعادت حاصل کرلے۔ بادشاہ نے ان علماء میں سے ہر ایک کو بہت سی رقم اور ایک ایک لونڈی عطا کی۔ وہ مدینہ طیبہ میں سکونت پذیر ہوگئے۔ بادشاہ نے حضور اکرم ﷺ کے لئے ایک گھر تعمیر کروایا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ گھر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا تھا۔ جہاں حضور ﷺ نے ہجرت کے وقت قیام فرمایا تھا۔ بادشاہ نے حضور ﷺ کے لئے ایک عریضہ لکھوایا۔ اسے اپنے علماء کو دیا۔ انہوں نے نسل در نسل اس خط کو اپنی حفاظت میں رکھا حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ مبعوث ہوئے۔ آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی لوگوں نے وہ خط آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

تاریخ المدینہ ''الوفاء'' از سید سمہودی رحمۃ اللہ علیہ میں یہ واقعہ بڑی تفصیل سے مرقوم ہے عنقریب اس واقعہ کی مزید تفصیلات بیان کی جائیں گی۔

کعب بن لوئی کی بشارت

حضور ﷺ کے جد امجد کعب بن لوئی روز جمعہ لوگوں کو خطبہ دیتے تھے۔ وہ اپنے خطبہ میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر فرماتے۔ حضور اکرم ﷺ کی بشارت دیتے۔ انہوں نے ایک دفعہ فرمایا ''امابعد! غور سے سنو اور خوب جان لو کہ رات کی ظلمت کافور ہونے والی ہے۔ دن کا اجالا پھیلنے والا ہے۔ زمین ایک گہوارہ اور آسمان ایک عمارت ہے۔ پہاڑ میخیں ہیں۔ ستارے علامات ہیں پہلے بعد میں آنے والوں کی طرح ہیں...... اپنے حرم کی توقیر میں اضافہ کرو۔ اس کی تعظیم کرو۔ عنقریب اس کے لئے عظیم خبر آئے گی۔ اسی سرزمین سے ایک عظیم نبی ﷺ کا ظہور ہوگا۔

پھر انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

نَهَارٌ وَ لَيْلٌ كُلَّ يَوْمٍ بِحَادِثٍ　　سَوَاءٌ عَلَيْنَا لَيْلُهَا وَ نَهَارُهَا

ہر روز شب و روز ہمارے پاس ایک نیا واقعہ لے کر آتے ہیں۔ اب اس کے دن اور رات ہمارے لئے برابر ہو چکے ہیں۔

مَئُوبَانِ بِالْاَحْدَاثِ حِيْنَ تَنَاوَبَا　　وَ بِالنِّعَمِ الضَّافِي عَلَيْنَا سُتُوْرُهَا

جب دن اور رات ہمارے پاس یکے بعد دیگرے آتے ہیں تو حادثات کو بھی ساتھ لئے ہوتے ہیں۔ اور بے شمار خوشی والی نعمتیں ان کے ساتھ ہوتی ہیں۔

عَلَى غَفْلَةٍ يَاْتِيْ النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ　　فَيُخْبِرُ اَخْبَارًا صَدُوْقٌ خَبِيْرُهَا

زمانہ غفلت میں تھا جب حضور ﷺ تشریف لائے۔ اور ایسی خبروں کے بارے بتایا جن کو بتانے والا سچا تھا۔

ایک کاہنہ کی بشارت

سفیان بن مجاشع التمیمی سے روایت ہے۔ اس نے اپنی قوم کے مقتولین کی دیتوں کو اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ ایک دن اس

سلسلہ میں وہ اپنی قوم سے تعاون کی درخواست لے کر اس کے پاس آیا۔ جب وہ تمیم کے قبیلہ کے پاس سے گزرا تو اس قبیلہ کے لوگ ایک کاہنہ کے ارد گرد جمع تھے۔ وہ کہہ رہی تھی "جس نے اس کے ساتھ پیار کیا وہ معزز ہے۔ جس نے اس کے ساتھ دشمنی کی وہ ذلیل ہے۔ جس نے اس کے ساتھ دوستی کی وہ محفوظ ہو گیا جس نے اس کے ساتھ عداوت کی وہ رسوا ہوا"۔

سفیان نے کہا "اے کاہنہ! تو کس کا تذکرہ کر رہی ہے؟ کاہنہ نے جواب دیا "میں اس ذات مقدس کا ذکر خیر کر رہی ہوں جو حل و حرم کی مالک ہے۔ وہ صاحب علم و ہدایت ہے۔ وہ حلیم اور سخت پکڑ والا ہے۔ وہ جنگ اور سلامتی والا ہے۔ جو سرداروں کا سردار ہے۔ وہ آفتابوں کو سدھانے والا ہے۔ وہ تنگی مٹانے والا ہے۔ وہ ہر ہلاک ہونے والے کو بچانے والا ہے"۔ سفیان نے پوچھا "اے کاہنہ! تجھے اللہ کی قسم! بتا وہ کون ہے؟" اس نے جواب دیا "وہ نبی مؤید ہیں۔ ان کی بعثت کا وقت قریب ہے۔ وہ سرخ اور کالے تمام لوگوں کی طرف بھیجے جائیں گے۔ وہ ایسی کتاب لے کر تشریف لائیں گے جس کو جھٹلایا نہیں جا سکے گا۔ ان کا نام نامی "محمد" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو گا"۔ پھر سفیان نے پوچھا "کیا عربی ہوں گے یا عجمی؟" کاہنہ نے جواب دیا "رفعتوں والے آسمان کی قسم! گونا گوں درختوں کی قسم! وہ معد بن عدنان کے قبیلے سے ہوں گے"۔ اے سفیان! "اب تجھے مزید سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب تجھے مزید سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب تیرے لئے یہی کافی ہے"۔ اس کے بعد سفیان نے کاہنہ سے کوئی سوال نہ کیا اس کے ہاں ایک بچے کی ولادت ہوئی۔ اس نے اس امید پر اس کا نام "محمد" رکھا کہ شاید یہی وہ نبی ہو جس کا ذکر کاہنہ نے کیا تھا۔ سیف بن ذی یزن کی داستان پہلے گزر چکی ہے اس نے کس طرح حضرت عبدالمطلب سے بات چیت کی تھی اور کس طرح انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیف نے حضرت عبدالمطلب سے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارے ایک ہاتھ میں سلطنت اور دوسرے میں نبوت ہے" اس نبوت سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور سلطنت سے خلافت عباسیہ مراد ہے۔

زید بن عمرو کی بشارت

زید بن عمرو جزیرہ میں ایک راہب سے ملا۔ اس نے اس سے دین ابراہیمی کے متعلق سوال کیا۔ اس راہب نے کہا "میں سارے علماء اور راہبوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ گمراہ ہیں۔ تو نے مجھ سے دین الٰہی کے متعلق سوال کیا ہے۔ اس دین متین کا ظہور تیری سرزمین سے ہی ہو گا۔ وہاں سے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہو گا تو واپس لوٹ جا اور ان کی تصدیق کر"۔ زید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "چچا! ساری قوم تمہارے ساتھ بغض کیوں رکھتی ہے؟" اس نے کہا "بخدا! میری ان کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ وہ گمراہ ہیں۔ میں دین حنیف کی جستجو میں نکلا ہوں"۔ پھر اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس راہب کی بات بتائی۔ اس کو علم نہ تھا کہ وہ نبی موعود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی ذات والا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بشارت

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل میں نے

یمن کی طرف سفر کیا میں عسکلان الحمیری کے ہاں بطور مہمان ٹھہرا۔ وہ ایک عظیم بزرگ تھا۔ میں جب بھی یمن آتا تھا۔ اس کے ہاں ضرور قیام کرتا تھا"۔ اس نے ایک مرتبہ مجھ سے مکہ مکرمہ، کعبہ مشرفہ اور آب زمزم کے متعلق سوال کیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا "کیا ایسے شخص کا ظہور ہوا ہے جس نے تمہارے دین کی مخالفت کی ہو"۔ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اس کے ہاں ٹھہرا۔ اب وہ ضعیف ہو چکا تھا۔ اس کی قوت بصارت بھی جواب دے چکی تھی۔ اس کے بیٹوں اور پوتوں نے اسے میرے متعلق بتایا۔ اس نے پگڑی پہنی اور ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس نے مجھے کہا "اے قبیلہ قریش کے فرد! اپنا نسب بیان کرو"۔ میں نے کہا "میں عبدالرحمٰن بن عوف بن حارث بن زہرہ"۔ اس نے کہا "اے زہرہ کے بھائی! اتنا ہی کافی ہے۔ کیا میں تجھے وہ بشارت نہ دوں جو تیرے لئے تجارت سے بہتر ہو"۔ میں نے اسے کہا "آپ مجھے ایسی خوشخبری ضرور دیں"۔ اس نے کہا "میں تمہیں ضرور بتاتا ہوں اور تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ماہ میں تیری قوم میں سے ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کیا ہے۔ اس نے انہیں منتخب اور برگزیدہ بنا لیا ہے۔ رب تعالیٰ نے ان پر اپنی کتاب نازل کی ہے۔ ان کے لئے ان گنت ثواب مقرر کیا ہے۔ وہ بت پرستی سے روکیں گے۔ اسلام کی طرف دعوت دیں گے۔ وہ خود بھی حق پر عمل پیرا ہوں گے۔ وہ حق کا حکم دیں گے۔ وہ خود بھی باطل سے کنارہ کش ہوں گے اور باطل سے روگردانی کا حکم بھی دیں گے"۔ میں نے پوچھا "ایسے عظیم الشان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق کس قبیلہ سے ہوگا؟" وہ کہنے لگا "وہ غلطی اور خطاء نہیں کریں گے نہ ہی ان کے لئے ہلاکت ہوگی۔ ان کا تعلق بنو ہاشم سے ہوگا"۔ اے عبدالرحمٰن! تم ان کے ماموں ہو۔ اس واقعہ کو مخفی رکھو۔ جلدی جلدی واپس جاؤ۔ جا کر ان کے معاون اور مددگار بن جاؤ۔ مندرجہ ذیل اشعار ان کی بارگاہ میں پیش کرنا۔

أَشْهَدُ بِاللّٰهِ ذِي الْمَعَالِ وَفَالِقِ اللَّيْلِ وَالصَّبَاحِ

میں خدائے بزرگ و برتر کی قسم اٹھاتا ہوں۔ وہ معبود برحق جو رات کو اجالے میں اور دن کو ظلمت میں تبدیل کرنے والا ہے۔

أَنَّكَ ذُوالسِّرِّ مِنْ قُرَيْشٍ يَا ابْنَ الْمُفْدٰى مِنَ الذِّبَاحِ

اے اس شخص کے نور نظر جس کے ذبح ہونے کا فدیہ ادا کیا گیا تھا آپ قریش میں سے صاحب اسرار شخص ہیں۔

أُرْسِلْتَ تَدْعُوْا إِلٰى يَقِيْنٍ يُرْشِدُ لِلْحَقِّ وَالْفَلَاحِ

آپ کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ آپ یقین کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ جو حق اور کامرانی کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔

أَشْهَدُ بِاللّٰهِ رَبِّ مُوْسٰى أَنَّكَ أُرْسِلْتَ بِالْبِطَاحِ

میں اس معبود برحق کی گواہی دیتا ہوں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پروردگار ہے کہ آپ وادی بطحاء میں مبعوث ہوئے ہیں۔

فَكُنْ شَفِيْعِيْ إِلٰى مَلِيْكٍ يَدْعُوا الْبَرَايَا إِلَى الْفَلَاحِ

بارگاہ لم یزل میں میری شفاعت فرمائیں۔ اس دعوت کے طفیل جس میں لوگوں کے لئے فلاح کا پیغام ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں نے یہ اشعار یاد کر لئے۔ میں واپس آ گیا۔ جب میں مکہ مکرمہ پہنچا تو میں نے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ میں نے انہیں سارا واقعہ سنایا۔" انہوں نے کہا "اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا ہے۔ ان کی بارگاہ والا میں جاؤ"۔ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے گھر آیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا تو آپ مسکرانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تمہارا چہرہ مجھے بہت خوبصورت لگ رہا ہے۔ میں تمہارے لئے بھلائی کی امید کرتا ہوں۔ تمہارے پیچھے کیا ہے؟" میں نے کہا "یہ ایک امانت ہے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بھیجنے والے نے تمہیں ایک خط کے ساتھ بھیجا ہے۔ لاؤ وہ خط مجھے دو"۔ میں نے آپ کو سارے واقعہ کی خبر دی۔ میں نے آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے فرمایا "حمیر کا بھائی مومن ہے۔ وہ میری تصدیق کرنے والا ہے۔ اس نے میری جو صفات حمیدہ بیان کیں ہیں وہ سب سچ ہیں"۔

مخیریق یہودی کی بشارت

مخیریق مدینہ طیبہ کا بہت بڑا عالم تھا۔ اس کے پاس بہت سا مال تھا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتا تھا۔ مگر اس پر اپنے دین کی محبت غالب تھی۔ جب غزوۂ احد رونما ہوا یہ ہفتہ کا روز تھا۔ مخیریق نے کہا "اے گروہ یہود! بلاشبہ تم جانتے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کرنا تم پر لازم ہے"۔ یہودیوں نے کہا "آج ہفتہ ہے" مخیریق نے کہا "اب تمہارے لئے ہفتہ کی کوئی حیثیت نہیں"۔ پھر اس نے اپنے ہتھیار لئے اور باہر نکل آیا۔ وہ احد کے میدان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے ساتھ آ کر مل گیا اس نے اپنی قوم کو وصیت کی "اگر میں مر جاؤں تو میرا سارا مال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دینا وہ جس طرح چاہیں تصرف فرمائیں"۔ پھر اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور جہاد کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے مال کو صدقہ فرما دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے "مخیریق یہودیوں میں سے بہترین تھا"۔

حضرت کعب الاحبار کی خبر

حضرت کعب رضی اللہ عنہ اہل یہود کے جید عالم تھے۔ انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسلام قبول کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت 32ھ میں ان کا وصال ہو گیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے اوصاف کا تذکرہ کرتے تھے۔ انہوں نے وہ اوصاف حمیدہ سابقہ الہامی کتب سے یاد کر رکھے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان اوصاف کے متعلق پوچھا جو تورات میں موجود ہیں۔ انہوں نے کہا "تورات میں ہے کہ وہ لوگوں کے سردار اور اولاد آدم میں سے چیدہ ہوں گے۔ وہ خاتم النبیین ہوں گے۔ وہ فاران کے پہاڑوں اور وادی المقدس کی قرظ اگنے کی جگہ سے ظہور فرمائیں گے۔ وہ وہاں توحید اور حق کا اظہار کریں گے پھر مدینہ طیبہ تشریف لے جائیں گے۔ وہاں ان کے ساتھ جنگیں ہوں گی۔ وہاں ان کے بہت سے معجزات کا ظہور ہوگا۔ اس جگہ ان کا وصال ہوگا۔ اس جگہ ان کا روضہ مبارک ہوگا"۔

ضغاطر کی خبر

ضغاطر روم کا بہت بڑا پادری تھا۔ اس نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اسلام قبول کیا۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں "جب روم کے رؤساء اور عظماء ہرقل کے پاس سے چلے گئے تو اس نے مجھے اپنی خلوت میں بلایا اور اپنے ایک عظیم پادری کے پاس پیغام بھیج کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے پوچھا۔ اس پادری نے کہا "یہ وہی عظیم الشان نبی ہیں۔ جن کا ہم انتظار کر رہے تھے۔ انہی کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی۔ میں ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور ان کی اتباع کرنے میں فخر محسوس کرتا ہوں"۔ قیصر نے کہا "اگر میں ایسا کروں گا تو یہ ملک مجھ سے چھین لیا جائے گا"۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اس پادری نے مجھے کہا "میرا یہ عریضہ اس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ۔ میری طرف سے انہیں سلام عرض کرنا اور عرض کرنا "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں"۔ پھر اس نے اپنے کپڑے اتار کر سفید کپڑے پہن لیے۔ گرجا سے باہر نکلا۔ اس نے اہل روم کو اسلام کی دعوت دی۔ حق کی شہادت دی۔ لوگوں نے اس پر اتنے تیر برسائے کہ وہ شہید ہو گیا۔ جب حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ ہرقل کے پاس واپس آئے تو اس نے انہیں کہا "میں نہ کہتا تھا کہ ہم اپنی جانوں کے بارے ان لوگوں سے کتنا ڈرتے ہیں۔ انہوں نے ضغاطر کو بھی شہید کر دیا ہے حالانکہ وہ اس کی عزت مجھ سے زیادہ کرتے تھے"۔

یہودی علماء اور کاہنوں کی بشارات حد و شمار سے ماوراء ہیں۔ جس نے انکار کیا ہے اس نے صرف حسد اور بغاوت کرتے ہوئے ہی انکار کیا ہے۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کا تعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی قوم سے تھا۔ وہ زمانہ جاہلیت میں کاہن بھی تھے اور شاعر بھی۔ پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہم میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس سے ایک شخص کا گزر ہوا۔ آپ سے عرض کی گئی "اے امیر المؤمنین! کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں" آپ نے استفسار فرمایا "یہ شخص کون ہے؟" آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ یہ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ وہ شخص ہیں جن کے پاس ان کا ایک تابع جن آتا تھا۔ اس جن نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اقدس کی بشارت دی تھی۔

اس سے قبل ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لے گئے۔ آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے پوچھا "اے لوگو! کیا تم میں سواد بن قارب موجود ہیں؟ کسی نے جواب نہ دیا۔ جب دوسرے سال حج کا مہینہ آیا اور لوگ دور دراز سے بیت اللہ کی زیارت کے لئے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو آپ نے پھر فرمایا "اے لوگو! کیا تم میں سواد بن قارب موجود ہیں؟ ان کے اسلام لانے کا واقعہ بڑا عجیب ہے"۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "ہم اسی کیفیت میں تھے کہ حضرت سواد رضی اللہ عنہ بارگاہ فاروقی میں حاضر ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کی "امیر المؤمنین! یہ سواد بن قارب ہیں" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا "کیا آپ سواد بن قارب ہیں؟ انہوں نے کہا "ہاں! میں ہی سواد بن قارب ہوں"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا "کیا جن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور قدسی کی بشارت لے کر تمہارے پاس آیا تھا؟ حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے کہا "ہاں! میرے پاس ایک جن یہ خوشخبری لے کر آیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا ہے"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا "کیا آپ کاہن تھے؟" حضرت

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ سوال سن کر حضرت سواد کو غصہ آیا۔ انہوں نے کہا "امیر المؤمنین! جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے کسی شخص نے اس طرح میرا استقبال نہیں کیا"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "سبحان اللہ! ہم تو اس سے بھی عظیم گناہ یعنی شرک میں مبتلا تھے۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی "مولا! ہم کو معاف فرما۔ ہم زمانہ جاہلیت میں اس سے بھی عظیم گناہ میں مبتلاء تھے۔ ہم بتوں اور پتھروں کی پوجا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام جیسی نعمتوں سے سرفراز فرمایا"۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سواد رضی اللہ عنہ سے مزاح کیا۔ انہوں نے کہا "اے سواد! تمہاری کہانت کا کیا بنا؟ یہ سن کر حضرت سواد کو غصہ آ گیا۔ انہوں نے کہا "میں اور آپ اس سے بڑے گناہ یعنی شرک اور مردار کھانے میں مبتلاء تھے۔ کیا آپ مجھے اس امر کے ساتھ عار دلاتے ہیں جس سے میں توبہ کر چکا ہوں"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا "مولا! ہمیں معاف فرما" پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سواد رضی اللہ عنہ سے فرمایا "سواد! اپنے اسلام لانے کا واقعہ تو بیان کریں کہ آپ کس طرح اسلام لائے؟" حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے اپنی داستان یوں شروع کر دی۔

"امیر المؤمنین! ایک رات میں نیند اور بیداری کے مابین تھا۔ میرے پاس میرا جن آیا۔ اس نے مجھے ٹانگ ماری اور کہا "سواد! اٹھو اور میری گفتگو غور سے سنو۔ اگر عقل اور دانش کے مالک ہو تو اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔ بلاشبہ قبیلہ لوی بن غالب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتے ہیں"۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَطِلَّابِهَا وَ شَدِّهَا الْعِيْسَ بِأَقْتَابِهَا

مجھے جنات اور ان کی جستجو پر تعجب ہوا اور ان کا اونٹنیوں کو پالانوں کے ساتھ باندھنے پر تعجب ہوا۔

تَهْوِي اِلٰى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدٰى مَا صَادِقُ الْجِنِّ كَكَذَّابِهَا

وہ مکہ مکرمہ میں فروکش ہوتے ہیں اور ہدایت کی جستجو کرتے ہیں جنات میں سے سچا ان کے جھوٹے کی طرح نہیں ہے۔

فَارْحَلْ اِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ لَيْسَ قُدَّامَاهَا كَاَذْنَابِهَا

خاندان ہاشم کے برگزیدہ شخص کی طرف چلو۔ اس کے عظیم لوگ اس کے معمولی لوگوں کی طرح نہیں ہیں۔

میں نے اس جن سے کہا "مجھے سونے دو" میں نے وہ ساری شب اونگھتے ہوئے گزار دی۔ میں اپنی چارپائی سے نہ اٹھا۔ دوسری شب وہ جن پھر میرے پاس آیا۔ اس نے مجھے ٹانگ ماری اور کہا "سواد! اٹھو میری بات غور سے سنو اور اگر عقل و دانش رکھتے ہو تو اسے سمجھو۔ قبیلہ لوی بن غالب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہو چکا ہے وہ اللہ کی طرف اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتے ہیں"۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تَخْبَارِهَا وَ شَدِّهَا الْعِيْسَ بِأَكْوَارِهَا

مجھے جنات اور ان کے ایک دوسرے کو خبردار کرنے پر تعجب ہوا۔ ان کا اونٹوں کو ان کے کجاووں کے ساتھ باندھنے پر تعجب ہوا۔

تَهْوِیْ اِلٰی مَكَّةَ تَبْغِی الْهُدٰی مَا مُؤْمِنُ الْجِنِّ كَكُفَّارِهَا

وہ مکہ مکرمہ کی جانب جاتے ہیں۔ وہ ہدایت کے خواہاں ہیں۔ مؤمن جنات کفار جنات کی طرح نہیں ہیں۔

فَارْحَلْ اِلَی الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ بَیْنَ رَوَابِیْهَا وَاَحْجَارِهَا

بنو ہاشم کے پاکباز شخص کی طرف سفر کرو۔ جو اس کے پتھروں اور چٹانوں کے مابین سکونت پذیر ہیں۔

میں نے اس جن سے کہا "مجھے چھوڑ دو۔ میں سونا چاہتا ہوں"۔ دوسری رات بھی میں نے اسی طرح اونگھتے ہوئے گزار دی۔ میں جن کی اس بشارت کی وجہ سے عازم سفر نہ ہوا۔ تیسری رات وہ جن سہ بارہ میرے پاس آیا۔ اس نے مجھے ٹانگ ماری اور کہا "اے سواد بن قارب! اٹھو اور میری گفتگو دھیان سے سنو۔ اگر تم عقلمند ہو تو میری بات کو سمجھو بلاشبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور قبیلہ لوی بن غالب میں ہو چکا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ وہ اس کی عبادت کی طرف بلا رہے ہیں"۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تَحْسَاسِهَا وَشَدِّهَا الْعِیْسَ بِاَحْلَاسِهَا

مجھے جنات اور ان کی جستجو پر تعجب ہوا۔ اونٹوں کو کجاووں کے ساتھ باندھنے پر تعجب ہوا۔

تَهْوِیْ اِلٰی مَكَّةَ تَبْغِی الْهُدٰی مَا خَیْرُ الْجِنِّ كَاَنْجَاسِهَا

وہ مکہ مکرمہ کی طرف جاتے ہیں اور ہدایت طلب کرتے ہیں۔ اچھے جن برے جنوں کی طرح نہیں ہیں۔

فَارْحَلْ اِلَی الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ وَاسْمُ بِعَیْنَیْكَ اِلٰی رَاْسِهَا

تم بنو ہاشم کے برگزیدہ شخص کی طرف سفر کرو اور اپنی آنکھیں ان کے سردار کی طرف بلند کرو۔

میں جن کا یہ پیغام سن کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ رب تعالیٰ نے میرا دل تقویٰ کے لئے چن لیا ہے۔ میں اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ آیا۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارد گرد حلقہ بنائے بیٹھے ہوئے تھے۔ جب سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر مبارک مجھ پر پڑی تو آپ نے فرمایا "اے سواد بن قارب! ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ تمہیں کون یہاں لے کر آیا ہے"۔ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توصیف میں چند اشعار لکھے ہیں۔ اگر اجازت ہو تو عرض کروں"۔ آپ نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی۔ میں نے یہ اشعار بطور ہدیہ عقیدت پیش کئے۔

اَتَانِیْ رَئِیِّیْ بَعْدَ لَیْلٍ وَ هَجْعَةٍ وَلَمْ یَكُ فِیْمَا قَدْ بَلَوْتُ بِكَاذِبِ

رات کے وقت نیند کے بعد میرے پاس میرا جن آیا۔ میں نے اس جن کو کئی بار آزمایا تھا وہ جھوٹا نہیں تھا۔

ثَلَاثَ لَیَالٍ قَوْلُهٗ كُلَّ لَیْلَةٍ اَتَاكَ رَسُوْلٌ مِنْ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبِ

تین راتیں برابر وہ جن میرے پاس آتا رہا اور کہتا رہا کہ قبیلہ لوئ بن غالب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا چکے ہیں۔

فَشَمَّرْتُ عَنْ ذَیْلِ الْاِزَارِ وَوَسَّطَتْ بِیَ الذِّعْلِبُ الْوَجْنَاءُ بَیْنَ السَّبَاسِبِ

میں نے اپنے ازار کا پہلو اٹھالیا اور مجھے تیز رفتار اونٹنی بیابان کے درمیان لے گئی۔

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ ۔ وَاَنَّكَ مَاْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ ہر قسم کے علم غیب کے امین ہیں۔

وَاَنَّكَ اَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ وَسِيْلَةً ۔ اِلَى اللّٰهِ يَا ابْنَ الْاَكْرَمِيْنَ الْاَطَايِبِ

آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ کے اعتبار سے سارے انبیاء کرام سے قریب تر ہیں۔ اے معزز ترین اور پاکیزہ ترین افراد کے نور نظر۔

فَمُرْ بِمَا يَاْتِيْكَ يَا خَيْرَ مُرْسَلٍ ۔ وَاِنْ كَانَ فِيْمَا جَاءَ شَيْبُ الذَّوَائِبِ

اے خیر الانبیاء! اس پیغام کا ہمیں حکم دیجئے جو آپ کے پاس آیا ہے۔ اگرچہ وہ پیغام اپنی شدت کے لحاظ سے بالوں کو سفید کرنے والا ہو۔

وَكُنْ لِّيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَا ذُوْشَفَاعَةٍ ۔ سِوَاكَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ ابْنِ قَارِبِ

اس دن میری شفاعت فرمائیں جس روز آپ کے علاوہ کوئی شفاعت کرنے والا نہ ہوگا اور آپ کے علاوہ سواد کی کفالت کرنے والا اور کوئی نہیں ہوگا۔

میرا یہ کلام سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت زیادہ خوش ہوئے۔ ان کے چہروں پر فرح و سرور کے آثار نمایاں تھے۔ اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک نظر آئے۔ آپ نے فرمایا "سواد! تو دنیا اور آخرت میں کامیابی پا گیا"۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ وہ حضرت سواد رضی اللہ عنہ سے جدا نہ ہوتے تھے"۔ انہوں نے فرمایا "سواد! میں تم سے یہ حدیث سننے کا بڑا مشتاق تھا۔ کیا اب بھی وہ جن آپ کے پاس آتا ہے؟" انہوں نے کہا "جب سے میں نے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا ہے اس وقت سے وہ جن میرے پاس نہیں آتا۔ قرآن پاک جنات کا بہترین عوض ہے"۔ یہ واقعہ اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ جب حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہاں حاضر نہ تھے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ حضرت سواد رضی اللہ عنہ کو اپنی قوم کے مرتد ہو جانے کا خطرہ دامن گیر ہوا تو انہوں نے اپنی قوم کو خطبہ دیتے ہوئے کہا "اے گروہ دوس! کسی قوم کی سعادت مندی اس میں ہوتی کہ وہ کسی دوسری قوم سے عبرت حاصل کرے، اس کی بدبختی یہ ہوتی ہے کہ وہ صرف اپنے آپ سے ہی عبرت حاصل کرے، جسے تجربات نفع نہیں دیتے وہ اس کے لئے نقصان کا باعث بن جاتے ہیں جس کو حق نہیں سما سکتا اسے باطل کب سما سکتا ہے۔ آج تم اس کے ساتھ فرمانبرداری کرو جس کے ساتھ کل میں نے ان کی فرمانبرداری کی تھی۔ اہل بلاء کے لئے بس یہی روا ہے کہ وہ اہل عافیت میں سے سب سے زیادہ عافیت کو یاد کرنے والے بن جائیں۔ میں نہیں جانتا شاید یہ لوگوں کے لئے گردش دوراں ہو۔ اگر اس طرح نہیں تو پھر سلامتی ہی بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے پسند کرتا ہے تم بھی اسے پسند کرو"۔

ان کی قوم نے ان کی اطاعت کرلی۔

اسی طرح مدینہ طیبہ کی ایک کاہنہ تھی۔ اس کا نام خطیمہ تھا۔ اس کے تابع ایک جن تھا ایک دن وہ جن اس کے پاس آیا۔ وہ اس کی دیوار پر بیٹھ گیا۔ اس عورت نے کہا ''تو اندر کیوں نہیں آتا۔ تاکہ ہم بیٹھ کر باتیں کریں''۔ اس جن نے کہا ''مکہ مکرمہ میں ایک عظیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں۔ انہوں نے بدکاری کو حرام قرار دیا ہے''۔ یہ پہلی خبر تھی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مدینہ طیبہ میں پھیلی۔

حضرت عباس بن مرداس کی بشارت

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''ان کے باپ کا ایک بت تھا اس کا نام ضمار تھا۔ وہ اس کی پوجا کیا کرتا تھا۔ جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے لخت جگر عباس سے کہا ''فرزند دلبند! ضمار کی پرستش کیا کرو۔ یہ تمہیں نفع دے گا۔ اس کی وجہ سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا''۔ اس کی وفات کے بعد عباس اس بت کی عبادت میں مصروف ہو گئے۔ ایک دن انہوں نے سنا بت کے پیٹ سے آواز آ رہی تھی کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا۔

قُلْ لِلْقَبَائِلِ مِنْ سُلَيْمٍ كُلِّهَا　　أَوْدَى ضَمَارٌ وَ عَاشَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ

إِنَّ الَّذِي وَرِثَ النُّبُوَّةَ وَ الْهُدَى　　بَعْدَ ابْنِ مَرْيَمَ مِنْ قُرَيْشٍ مُهْتَدِي

أَوْدَى ضَمَارٌ وَ كَانَ يُعْبَدُ مُدَّةً　　قَبْلَ الْكِتَابِ إِلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدِ

ان تمام قبائل سے کہو جن کا تعلق سلیم سے ہے کہ ضمار ہلاک ہو گیا اور اہل مسجد نے زندگی پالی۔

بے شک وہ ذات والا جو حضرت روح اللہ علیہ السلام کے بعد نبوت اور ہدایت کا وارث بنی اس کا تعلق قریش سے ہے۔

وہ ہدایت یافتہ ہے ضمار ہلاک ہو گیا۔ حالانکہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزول کتاب سے پہلے طویل مدت اس کی عبادت کی جاتی رہی۔

یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ''ضمار'' کو نذر آتش کر دیا اور بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔

دوسری روایت میں ہے کہ دوپہر کے وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے اونٹوں میں تھے۔ ان کے پاس ایک شخص آیا۔ وہ سفید شتر مرغ پر تھا۔ اس نے سفید ہی لباس پہنا ہوا تھا۔ اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا ''اے عباس! کیا تو نے آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ اس کے چوکیدار تھک گئے ہیں۔ جنگ نے اپنے لوگوں کو خاکستر بنا دیا ہے اور گھوڑوں نے اپنے سواروں کو گرا دیا ہے بے شک وہ ذات کریمانہ جس کی نیکی اور تقوی کا نزول ہوا ہے قصوی نامی اونٹنی پر تشریف فرما ہے''۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں اس شخص کی یہ گفتگو سن کر گھبرا گیا۔ میں اپنے بت کے پاس آیا۔ ہم اسے ضمار کہتے تھے۔ ہم اس کی پوجا کرتے تھے۔ ہم اس کے پیٹ سے گفتگو کرتے تھے۔ میں نے اس بت کے اردگرد جھاڑو دیا۔ اس پر ہاتھ پھیرا۔ اچانک مجھے اس کے پیٹ سے کسی شخص کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔ (پھر انہوں نے مذکورہ بالا اشعار پڑھے) اس واقعہ کے بعد میں اپنی قوم بنو حارثہ کے ساتھ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا تو مجھے سرور دو

جہاں ﷺ نے دیکھا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور فرمایا "عباس! تمہارے اسلام لانے کی داستان کیا ہے؟ میں نے آپ کو سارا واقعہ عرض کیا"۔ آپ نے فرمایا "تو نے سچ کہا ہے۔ اس کے بعد میں نے اور میری ساری قوم نے اسلام قبول کرلیا"۔

مازن بن قصریہ رضی اللہ عنہ کی داستان

حضرت مازن بن قصریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں عمان کے قریب ایک بت کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس کا نام بادر تھا۔ ہم نے ایک دن اس کے سامنے ذبیحہ رکھا۔ ہم نے سنا اس کے پیٹ سے آواز آرہی تھی۔

يَا مَازِنُ اِسْمَعْ تُسَرّ ظُهُوْرَ خَيْرٍ بَشَرٍ

اے مازن سنو اور خوش ہو جاؤ خیر البشر ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے۔

بُعِثَ نَبِيٌّ مِنْ مُضَرَ يُدِيْنُ دِيْنَ اللهِ بِرٌّ

قبیلہ مضر سے حضور اکرم ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے۔ وہ لوگوں کو رب تعالیٰ کے پاکیزہ دین کی تبلیغ کریں گے۔

فَدَعْ نُحِيْتًا مِنْ حَجَرٍ تَسْلَمْ مِنْ - حَرِّ سَقَرٍ

پتھر کے بت کو چھوڑ دو تم جہنم کی گرمی سے محفوظ رہو گے۔

حضرت مازن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "یہ سن کر میں اس بت سے ڈر گیا۔ لیکن اس سے ابھی تک مسلسل صدا آرہی تھی۔

اَقْبِلْ اِلَيَّ مُسْتَبِهًا لَا تَجْهَلْ هٰذَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ جَاءَ بِحَقٍّ مُنْزَلٍ

میری طرف آؤ، آؤ میری بات سنو جاہل نہ بنو یہ نبی مرسل ﷺ ہیں جو سچا کلام لے کر تشریف لائے ہیں۔

آمِنْ بِهٖ كَيْ تَعْدَلَ عَنْ حَرِّ نَارٍ تَشْعَلُ وَقُوْدُهَا بِالْجَنْدَلِ

آپ پر ایمان لے آتا کہ تو مشتعل آگ کی گرمی سے بچ سکے جس کا ایندھن چٹانیں ہوں گی۔

میں نے کہا "یہ بڑا تعجب خیز واقعہ ہے۔ یقیناً اس سے میری بھلائی ہی مقصود ہے" انہوں نے کہا "ہم ابھی اسی کیفیت میں تھے کہ حجاز مقدس سے ایک شخص ہمارے پاس آیا۔ ہم نے اسے کہا "اپنے علاقہ کی کوئی خبر سناؤ" اس نے کہا "حجاز مقدس میں ایک ایسے شخص کا ظہور ہوا ہے جن کا نام نامی احمد ہے۔ ان کے پاس جو بھی جاتا ہے وہ اسے یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت پر لبیک کہو" میں نے کہا "یہ خبر تو میں نے پہلے بھی سنی ہے" میں اپنے بت کے پاس گیا۔ اسے ریزہ ریزہ کر دیا۔ پھر بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہوا۔ رب تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا۔ میں نے اسلام قبول کرلیا۔ اس وقت میں نے یہ اشعار پڑھے۔

كَسَرْتُ بَادِرًا جُذَاذًا وَ كَانَ لَنَا رَبًّا نُطِيْفُ بِهٖ حِيْنًا بِالضَّلَالِ

میں نے بادر کو پارہ پارہ کر دیا۔ وہ ہمارا رب تھا۔ ہم گمراہی کے ساتھ اس کا طواف کرتے تھے۔

بِالْهَاشِمِيِّ هُدِيْنَا مِنْ ضَلَالَتِنَا وَلَمْ يَكُنْ دِيْنُهٗ شَيْئًا عَلٰى بَالٍ

بنو ہاشم کی وجہ سے ہمیں گمراہی سے ہدایت ملی ان کے دین میں کوئی شے وبال نہیں ہے۔

يَا رَاكِبًا بَلِّغَنْ عَمْرًا وَ اِخْوَتَهَا اَنِّي لَمَّا قَالَ رَبِّي بَاذِرٌ قَالِي

اے سوار! یہ بات عمرو اور اس کے بھائیوں تک پہنچا دے کہ اس نے جب کہا کہ میرا رب باذر ہے تو میں اس سے ناراض ہوں۔

حضرت مازن نے فرمایا "میں نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں گانے کا شوقین ہوں۔ شراب نوشی میری عادت ہے۔ میں بدکار عورتوں کا دلدادہ ہوں۔ یعنی وہ عورتیں جو ناز و ادا سے چلتی ہیں جب ہم پر کچھ سال قحط سالی کا دور دورہ رہا تو وہ عورتیں سارا مال لے کر بھاگ گئیں۔ وہ اہل و عیال کو کمزور کر گئیں۔ یارسول اللہ! میرا کوئی بچہ نہیں۔ آپ دعا فرمائیں کہ رب تعالیٰ مجھے ان ساری برائیوں سے دور رکھے۔ وہ مجھے حیاء عطا فرمائے۔ مجھے اولاد نرینہ عطا فرمائے"۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا مانگی "مولا! اس کے گانے کے شوق کو قرآن پاک پڑھنے کے شوق میں تبدیل فرما۔ اس کے حرام کو حلال میں تبدیل فرما، شراب کے بدلے اس کو ایسی سیرابی عطا فرما جس میں کوئی گناہ نہ ہو، اس کی بدکاری کو عفت میں تبدیل فرما۔ اسے شرم و حیاء عطا فرما۔ اسے لخت جگر عطا فرما"۔ حضرت مازن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میری ساری بری عادات ختم کر دیں۔ میں نے قرآن پاک کا کچھ حصہ یاد کر لیا۔ میں نے کئی حج کئے۔ میرا گاؤں اور اس کا ارد گرد شاداب ہو گیا۔ میں نے چار آزاد اور نیک خواتین سے شادی کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد نرینہ بھی عطا فرمائی"۔ پھر انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

اِلَيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ خَبَّتْ مَطِيَّتِي تَجُوْبُ الْفَيَافِي مِنْ عُمَانَ اِلَى الْعَرْجِ

یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ ہی کی جانب میری اونٹنی شوق سے سفر کرتی ہے۔ وہ عمان سے عرج تک کے جنگلات کو عبور کرتی ہے۔

لِتَشْفَعَ لِي يَاخَيْرَ مَنْ وَطِئَ الْحَصٰى فَيَغْفِرُ لِي ذَنْبِي وَاَرْجِعُ بِالْفَلَجِ

تاکہ آپ میرے لئے شفاعت فرمائیں اے کائنات کے بہترین انسان! میرے گناہ معاف ہو جائیں اور میں

اِلٰى مَعْشَرٍ خَالَفْتُ فِي اللّٰهِ دِيْنَهُمْ وَلَا رَأْيُهُمْ رَأْيِي وَ نَهْجُهُمْ نَهْجِي

معشر کی طرف کامیابی سے لوٹوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے ان کے دین کی مخالفت کی۔ نہ ان کی رائے میری رائے ہے۔ نہ ان کا طریقہ میرا طریقہ ہے۔

وَكُنْتُ آمِرًا بِالْعَهْرِ وَالْخَمْرِ مُوْلَعًا شَبَابِي حَتّٰى آذَنَ الْجِسْمَ بِالنَّهْجِ

میں وہ شخص تھا جو بدکاری اور شراب کا دلدادہ تھا۔ لیکن انہوں نے میرے جسم کو راہ راست سے آگاہ کر دیا۔

فَبَدَّلَنِي بِالْخَمْرِ خَوْفًا وَّ خَشْيَةً وَ بِالْعَهْرِ اِحْصَانًا فَحَصَّنَ لِي فَرْجِي

اللہ تعالیٰ نے میری شراب نوشی کو خوف اور ڈر میں تبدیل کر دیا اور مجھے بدکاری سے محفوظ کر دیا۔ میری شرم گاہ کی حفاظت کر دی۔

فَاَصْبَحَتْ هَمِّيْ فِي الْجِهَادِ وِنِيَّتِيْ　فَلِلّٰهِ مَا صَوْمِيْ وَلِلّٰهِ مَا حَجِّيْ

بس اب میرا ارادہ اور میری نیت صرف جہاد کرنے کی ہے۔ میرا روزہ اور میرا حج بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے۔

حضرت مازن رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب میں اپنی قوم کے پاس آیا تو اس نے مجھ پر بڑی سختی کی۔ اس نے مجھے گالیاں دیں۔ مجھے ملامت کی۔ انہوں نے اپنے شاعر کو میری ہجو کرنے کا حکم دیا۔ اس نے میری ہجو کی۔ میں نے اس شاعر سے کہا "اگر تو نے میری ہجو کی ہے تو اس کا مجھ پر کوئی اثر نہیں۔ کیونکہ میں بذات خود اپنے نفس کی ہجو کرتا ہوں"۔ میں نے اپنی قوم سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ میں نے اپنے لئے مسجد تعمیر کر لی۔ جس میں میں عبادت کیا کرتا تھا۔ جو مظلوم بھی اس مسجد میں آتا اس میں تین روز نماز ادا کرتا پھر اپنے ظالم کے لئے دعا کرتا تو اس کی دعا ضرور قبول ہوتی اگر کوئی مصیبت زدہ اور آفت رسیدہ اس میں کھڑے ہو کر دعا مانگتا تو اللہ تعالیٰ اسے شفاء عطا فرما دیتا۔ پھر میری قوم میرے پاس آئی اور مجھے اپنے قبیلے میں جانے کے لئے کہا۔ اس طرح میری ساری قوم دولت اسلام سے مالا مال ہو گئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہم ایک روز قریش کے ایک قبیلہ میں تھے انہیں آل ذریح کہا جاتا تھا۔ انہوں نے ایک بچھڑا ذبح کیا۔ قصاب اس کا چمڑا اتار رہا تھا کہ ہم نے بچھڑے کے پیٹ سے یہ آواز سنی "اے آل ذریح! فلاح و کامرانی کا امر آن پہنچا ہے۔ پکارنے والا پکار رہا ہے۔ وہ فصیح زبان میں گفتگو کرتا ہے۔ وہ گواہی دیتا ہے کہ رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں"۔

ایک انصاری صحابی کو بشارت

ایک انصاری صحابی بیان کرتے ہیں "میرا اونٹ گم ہو گیا۔ میں اس کی تلاش میں اپنے گھر سے نکلا۔ اس کی تلاش میں ساری رات گزر گئی۔ صبح طلوع ہونے کے قریب ہو گئی۔ مجھے ایک ندا دینے والے نے ندا دی۔

يَا اَيُّهَا الرَّاقِدُ فِي اللَّيْلِ الْاَجَمِ　قَدْ بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا بِالْحَرَمِ

اے تاریک رات میں جاگنے والے! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حرم میں مبعوث کر دیا ہے۔

مِنْ هَاشِمٍ اَهْلِ الْوَفَاءِ وَالْكَرَمِ　يَجْلُوْ دُجُنَّاتِ اللَّيَالِيْ وَالْبُهَمِ

ان کا تعلق قبیلہ ہاشم سے ہے وہ ہاشم جو اہل وفا اور اہل کرم میں سے ہے۔ وہ ظلمتوں اور رات کی تاریکیوں کو نور عطا کر دیں گے۔

یہ اشعار سن کر میں نے دائیں بائیں دیکھا۔ لیکن مجھے کوئی شخص نظر نہ آیا۔ میں نے یہ اشعار پڑھنا شروع کئے۔

يَا اَيُّهَا الْهَاتِفُ فِيْ دَاجِي الظُّلَمِ　اَهْلًا وَ سَهْلًا بِكَ مِنْ طَيْفٍ اَلَمِّ

اے رات کی تاریکی میں آواز لگانے والے تجھے خوش آمدید ہو۔

بَيِّنْ هَدَاكَ اللّٰهُ فِيْ لَحْنِ الْكَلِمِ　مَنْ ذَا الَّذِيْ تَدْعُوْا اِلَيْهِ يُغْتَنَمِ

اللہ تجھے ہدایت دے تو واضح الفاظ میں بتا کہ وہ کون ہیں جن کی طرف تو دعوت دیتا ہے اور جنہیں غنیمت سمجھا جاتا ہے۔

میں نے یہ اشعار پڑھے تو اس نے گلا صاف کیا اور وہ یوں کہنے لگا "نور کا ظہور ہو چکا ہے۔ جھوٹ باطل ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث کیا ہے۔ وہ درخشاں تاج والے اور خوبصورت آنکھوں والے ہیں۔ وہ یہ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ محمد عربی ﷺ کی ذات والا ہے جو ہر کالے اور سرخ کے نبی ہیں۔ وہ ہر شہری اور دیہاتی کی طرف مبعوث کیئے گئے ہیں"۔ پھر اس نے یہ اشعار گنگنانا شروع کیے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی لَمْ یَخْلُقِ الْخَلْقَ عَبَثْ　اَرْسَلَ فِیْنَا اَحْمَدَ خَیْرَ النَّبِیِّ قَدْ بُعِثْ

عَلَیْهِ صَلَّی اللّٰهُ مَا حَجَّ لَهٗ رَکْبٌ وَحَثَّ

ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مخلوق کو بے کار پیدا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں احمد مجتبیٰ ﷺ کو مبعوث کیا۔ آپ سارے انبیاء کرام میں سے بہترین ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اس وقت تک درود وسلام بھیجے۔ جب تک قافلے حج کرتے رہیں اور حج کی ادائیگی پر برانگیختہ کیا جاتا رہے۔

صاحب الھمزیہ نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

وَ تَغَنَّتْ بِمَدْحِهِ الْجِنُّ حَتّٰی　اَطْرَبَ الْاِنْسَ مِنْهُ ذَاكَ الْغِنَاءُ

جنات آپ کی تعریف میں نغمہ سنج ہوئے حتیٰ کہ اس نغمہ ریزی نے انسانوں کو بھی خوشی سے معمور کر دیا۔

وہ انصاری صحابی کہتے ہیں "وقت صبح میں نے ایک خوبصورت اونٹ دیکھا۔ میں نے اس کی نکیل پکڑ لی۔ اس پر سوار ہو گیا۔ جب وہ تھک گیا تو میں ایک شاداب باغ میں فروکش ہو گیا۔ وہاں میں نے قس بن ساعدہ کو دیکھا۔ وہ ایک درخت کے سایہ میں تھا اس کے ہاتھ میں اراک کی شاخ تھی۔ اس سے زمین کرید رہا تھا وہ کہہ رہا تھا۔

یَا نَاعِیَ الْمَوْتِ وَالْمَلْحُوْدُ فِی جَدَثٍ　عَلَیْهِمْ مِنْ بَقَایَا بَزِّهِمْ خِرَقٌ

اے موت کی صدا دینے والے! جبکہ مردے قبر میں پڑے ہیں۔ ان کے اوپر بقیہ کپڑے بھی پھٹ چکے ہیں۔

دَعْهُمْ فَاِنَّ لَهُمْ یَوْمًا یُصَاحُ بِهِمْ　فَهُمْ اِذَا انْتَبَهُوْا مِنْ نَوْمِهِمْ فَرَقُوْا

تو انہیں آواز دے۔ ایک روز انہیں پکارا جائے گا جب وہ اپنی نیند سے بیدار ہوں گے تو وہ جدا جدا ہوں گے۔

حَتّٰی یَعُوْدُوْا کَحَالٍ غَیْرَ حَالِهِمْ　خَلْقًا جَدِیْدًا کَمَا مِنْ قَبْلِهٖ خُلِقُوْا

حتیٰ کہ ان کا پہلا حال تبدیل ہو جائے گا۔ ان کی نئی تخلیق ہو گی جس طرح کہ انہیں پہلے تخلیق کیا گیا۔

مِنْهُمْ عُرَاةٌ وَ مِنْهُمْ فِی ثِیَابِهِمْ　مِنْهَا الْجَدِیْدُ وَ مِنْهَا الْمَنْهَجُ الْخَلَقُ

ان میں سے بعض عریاں اور بعض کپڑے پہنے ہوں گے بعض جدید اور بعض بوسیدہ کپڑے پہنے ہوں گے۔

راوی کہتے ہیں "میں اس کے قریب ہوا۔ اسے سلام کیا۔ اس نے مجھے سلام کیا۔ وہاں مجھے ایک رواں چشمہ نظر آیا۔ وہ دو قبروں کے مابین ایک مسجد تھی۔ وہاں دو شیر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے پہلے چشمہ پر پہنچ گیا۔ دوسرے نے پانی کے لئے پہلے کا تعاقب کیا۔ قس نے اسے شاخ سے مارا اور کہا "تیری ماں تجھ پر روئے۔ پہلے اسے پینے دو جو پہلے آیا

ہے''۔ وہ شیر چلا گیا۔ پھر پہلے شیر کے بعد وہ پانی پینے آ گیا۔ میں نے اسے پوچھا ''یہ قبریں کن کی ہیں؟'' اس نے کہا ''یہ قبریں میرے دو بھائیوں کی ہیں۔ وہ اس جگہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا۔ ان میں سے ایک کا نام سمعون اور دوسرے کا نام سمعان تھا۔ انہیں موت نے آ لیا تو میں نے ان کی قبریں اسی جگہ بنا دیں۔ میں نے ان کی قبروں کے مابین بسیرا کر رکھا ہے حتیٰ کہ مجھے موت آ جائے۔ پھر اس نے ان قبروں کو دیکھا اور یہ اشعار پڑھے''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ قس پر رحم کرے مجھے امید ہے کہ روز حشر رب تعالیٰ اسے پوری امت کی طرح اٹھائے گا''۔ جب قس مر گیا تو ان دو قبروں کے پاس اس کی قبر بھی بنائی گئی۔ یہ قبریں بستی ال روحین میں ہے۔ یہ بستی حلب کے مضافات میں ہے۔ ان قبروں پر عمارت بنا دی گئی ہے لوگ ان کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ ان کے لئے جائیداد وقف ہے۔ ان کے لئے خدام مقرر ہیں۔

امام واقدی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خثعم کی ایک قوم کا ایک بت تھا۔ وہ اس کے پاس بیٹھتے تھے۔ اس کے پاس فیصلے کرتے تھے۔ وہ ایک روز اپنے بت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک انہوں نے ایک صدا سنی۔ ہاتف یہ پڑھ رہا تھا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ذُوُ الْأَجْسَامِ وَ مُسْنِدُوْا الْحُكْمَ إِلَى الْأَصْنَامِ

اے وہ لوگو! جو جسموں والے ہو جو حکم کو بتوں کی طرف منسوب کرتے ہو۔

أَمَا تَرَوْنَ مَا أَرَى أَمَامِيْ مِنْ سَاطِعٍ يَجْلُوْهُ فِي الظَّلَامِ

کیا تم وہ کچھ دیکھ رہے ہو جو میں اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں۔ وہ نور جو تاریک ظلمتوں کو روشنی دے رہا ہے۔

ذَاكَ نَبِيٌّ سَيِّدُ الْأَنَامِ مِنْ هَاشِمٍ فِي ذِرْوَةِ السَّنَامِ

وہ نبی محترم ہیں جو سارے لوگوں کے سردار ہیں۔ ان کا تعلق بنو ہاشم کے ساتھ ہے جو کوہان کی چوٹی ہیں۔

مُسْتَعْلِنٌ بِالْبَلَدِ الْحَرَامِ جَاءَ بِهَدْمِ الْكُفْرِ بِالْإِسْلَامِ

وہ مکہ مکرمہ میں اسلام کا اعلان کرنے والے ہیں وہ کفر کو مٹانے اور اسلام کے ساتھ تشریف لائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کچھ دیر رک گئے حتیٰ کہ انہوں نے یہ اشعار یاد کر لئے۔ پھر وہ جدا جدا ہو گئے۔ ابھی اس واقعہ کو تین روز ہی گزرے تھے کہ انہیں خبر مل گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور قدسی مکہ مکرمہ میں ہو چکا ہے۔

حضرت زمیل رضی اللہ عنہ کو بشارت

حضرت زمیل بن عمرو العذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں ''بنو عذرہ کا ایک بت تھا۔ اس کا نام خمام تھا۔ بنو عذرہ اس کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے۔ وہ بت قبیلہ ہند بن حرام میں موجود تھا۔ اس کی خدمت پر ایک شخص مامور تھا۔ اس کا نام طارق تھا۔ لوگ اس کے پاس اپنے جانور ذبح کرتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو ہم نے اس میں سے ایک آواز سنی۔ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا ''اے بنو ہند بن حرام! حق ظاہر ہو گیا ہے۔ خمام ہلاک ہو گیا ہے اسلام نے ہمارے شرک کا خاتمہ

کر دیا ہے''۔ حضرت زمیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''ہم اس صدا سے گھبرا گئے۔ کچھ دن گزرے تو اس میں سے دوبارہ آواز آئی۔ کوئی پکار رہا تھا ''اے طارق! اے طارق! نبی صادق مبعوث ہو گئے ہیں۔ ان پر وحی ناطق کا نزول ہوا ہے۔ تہامہ کی سرزمین میں ان کا ظہور ہوا ہے۔ ان کے مددگاروں کے لئے سلامتی ہے۔ ان کے دشمنوں کے لئے شرمندگی اور ندامت ہے۔ اب میں تمہیں روز حشر تک الوداع کہتا ہوں''۔ اس کے بعد وہ بت منہ کے بل گر پڑا۔ حضرت زمیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں نے ایک سواری خریدی اور اپنی قوم کے چند افراد لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ میں نے آپ کی بارگاہ میں پہنچ کر عرض کی۔

اِلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَعْمَلْتُ نَصَّهَا   اُكَلِّفُهَا حَزْنًا وَ غَوْرًا مِنَ الرَّقْلِ

لِاَنْصُرَ خَيْرَ النَّاسِ نَصْرًا مُؤَزَّرًا   وَ اَعْقِدُ حَبْلًا مِنْ حِبَالِكَ فِي حَبْلِي

وَاَشْهَدُ اَنَّ اللهَ لَا شَيْءَ غَيْرُهٗ   اُدِيْنُ لَهٗ مَا اَثْقَلَتْ قَدَمِي نَعْلِي

یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں آپ کی بارگاہ والا میں حاضر ہوا ہوں۔ میں نے آپ کے لئے ہی اپنی اونٹنی کو تکلیف دی ہے۔ اسے ریت کے ٹیلوں پر چلایا ہے۔

لِاَنْصُرَ خَيْرَ النَّاسِ نَصْرًا مُؤَزَّرًا   وَ اَعْقِدُ حَبْلًا مِنْ حِبَالِكَ فِي حَبْلِي

تاکہ میں تمام لوگوں میں سے بہترین ہستی کی مدد کروں اور آپ کی رسیوں میں سے ایک رسی کو اپنی رسی کے ساتھ باندھ لوں۔

وَاَشْهَدُ اَنَّ اللهَ لَا شَيْءَ غَيْرُهٗ   اُدِيْنُ لَهٗ مَا اَثْقَلَتْ قَدَمِي نَعْلِي

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی چیز (باقی) نہیں۔ میں آپ کے دین متین کو اس وقت تک اختیار کرتا ہوں جب تک میرے جوتے میرے پاؤں کو بوجھل نہ کر دیں''۔

حضرت تمیم داری کو بشارت

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو رقیہ تھی۔ ان کی صرف ایک ہی بیٹی تھی اس کے علاوہ اور کوئی اولاد نہ تھی۔ انہی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجال کا قصہ روایت کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''مجھے تمیم داری نے بیان کیا ہے......'' ''روایۃ الکبار عن الصغار'' کے اعتبار سے یہ روایت سب سے عظیم ہے۔ اسی طرح ''بڑوں کی چھوٹوں سے روایت'' کے زمرہ میں وہ روایت بھی آتی ہے جس میں تذکرہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک دفعہ اپنی نور نظر ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ فرمایا ''کیا آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا سنی ہے جو آپ ہمیں سکھاتے تھے''۔ آپ نے فرمایا ''حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام یہ دعا اپنے صحابہ کو سکھاتے تھے۔ وہ فرماتے تھے ''اگر تم میں سے کسی ایک پر قرض کا پہاڑ بھی ہو تو رب تعالیٰ اسے ادا فرما دے گا''۔ ام المومنین نے کہا ''ہاں! آپ نے یہ دعا سکھائی تھی ''اَللّٰهُمَّ فَارِجَ الْهَمِّ كَاشِفَ الْغَمِّ، مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ، رَحْمَانَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ رَحِيْمَهُمَا اَنْتَ تَرْحَمُنِيْ فَارْحَمْنِيْ بِرَحْمَةٍ تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ''

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''مجھ پر قرض تھا جو مجھے ناپسند تھا۔ میں نے یہ دعا مانگی۔ تھوڑی مدت میں میرا سارا قرضہ ادا ہو گیا''۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں اس وقت شام میں تھا۔ میں کسی ضرورت کے لئے اس شہر سے باہر نکلا۔ شہر سے باہر ہی رات کی تاریکی چھا گئی۔ میں نے کہا "میں اس وادی کے عظیم جن کی پناہ میں ہوں" جب میں نے وہاں لیٹ کر سونے کا ارادہ کیا تو ایک ندا دینے والے نے یوں ندا دی "اللہ رب العزت کی پناہ حاصل کرو۔ جنات اللہ تعالیٰ کے خلاف کسی کو پناہ نہیں دے سکتے"۔ میں نے اس ہاتف غیبی سے کہا "تیرا اس قول سے مقصد کیا ہے؟ اس نے کہا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا ہے۔ ہم نے مقام "الحجون" میں آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی ہے۔ ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر لی ہے۔ اب جنات کا مکر وفریب ختم ہو گیا ہے۔ اب انہیں آگ کے انگاروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جاؤ۔ اور مشرف بہ اسلام ہو جاؤ"۔ صبح کے وقت میں نے راہب کو تمام صورت حال بتائی۔ تمام واقعہ سن کر راہب نے کہا "انہوں نے تمہارے ساتھ سچ بولا ہے۔ ہم اپنی کتب میں بھی ان کا تذکرہ پاتے ہیں۔ ایک حرم (مکہ مکرمہ) سے ان کا ظہور ہوگا۔ دوسرا حرم (مدینہ طیبہ) ان کی ہجرت گاہ ہوگا۔ وہ سارے انبیاء کرام علیہم السلام سے بہترین ہیں۔ ان سے آگے کبھی نہ بڑھنا" حضرت تمیم فرماتے ہیں "میں مکہ معظمہ آیا۔ اس وقت آپ پوشیدہ تبلیغ فرماتے تھے۔ میں آپ کی ذات والا پر ایمان لے آیا۔ دوسرے قول کے مطابق حضرت تمیم رضی اللہ عنہ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ کیونکہ انہوں نے 9ھ کو اسلام قبول کیا تھا۔

رب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ حاصل کرو

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو تمیم کے ایک شخص نے اپنے اسلام کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے اس نے کہا "ایک رات میں ریت کے ایک ٹیلے کے پاس سے گزر رہا تھا کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی۔ میں اپنی سواری سے نیچے اترا۔ اپنی سواری کو ایک طرف باندھا۔ اور سونے کا ارادہ کیا۔ سونے سے پہلے میں نے کہا "میں اس وادی کے عظیم جن کی پناہ حاصل کرتا ہوں"۔ میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ وہ یہ میری اونٹنی کے حلق میں مارنا چاہتا تھا۔ میں گھبرا کر نیند سے بیدار ہو گیا۔ میں نے دائیں بائیں دیکھا لیکن مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ میں نے کہا "یہ میرا خواب ہے"۔ میں پھر سو گیا۔ میں نے خواب میں سابقہ منظر ہی دیکھا۔ میں خوفزدہ ہو کر بیدار ہو گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میری اونٹنی پر لرزہ طاری تھا۔ لیکن میں نے اس کی پرواہ نہ کی۔ میں پھر سو گیا۔ میں نے خواب میں وہی ہیبت ناک منظر دیکھا۔ میں اس مہیب خواب کو دیکھ کر جاگ گیا۔ میں نے دیکھا میری اونٹنی کانپ رہی تھی۔ میں نے غور سے دیکھا تو مجھے اس طرح کا نوجوان نظر آیا جس طرح کا نوجوان میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی نیزہ تھا۔ ایک بوڑھے شخص نے اس نوجوان کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ وہ اسے میری اونٹنی سے دور ہٹا رہا تھا۔ وہ دونوں اس پر جھگڑ رہے تھے۔ اسی اثناء میں وہاں تین جنگلی بیل آ گئے اس بزرگ نے اس نوجوان سے کہا "جاؤ اور جا کر ان بیلوں میں سے جسے چاہو اسے اس اونٹنی کے عوض کے طور پر لے لو"۔ یہ سن کر وہ نوجوان کھڑا ہو گیا۔ ان بیلوں میں سے ایک بیل کو پکڑ کر وہاں سے چلا گیا۔ پھر وہ بزرگ میری طرف متوجہ ہوا۔ اس نے کہا "اے نوجوان! جب کسی وادی میں قیام ہو اور اس وادی سے خطرہ ہو تو یوں کہا کرو "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ رَبِّ مُحَمَّدٍ

مِنْ هَوْلِ هٰذَا الْوَادِی'' میں اس وادی کے خطرات سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب کی پناہ حاصل کرتا ہوں۔ کسی بھی جن سے پناہ حاصل نہ کیا کرو۔ اب جنات کے معاملات باطل ہو چکے ہیں''۔ میں نے اس بزرگ سے پوچھا ''یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہیں؟'' اس نے کہا ''وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ وہ نہ شرقی ہیں نہ غربی''۔ میں نے پوچھا ''ان کا مسکن کہاں ہے؟'' اس بزرگ نے کہا ''وہ کھجوروں والی سرزمین یثرب میں تشریف فرما ہیں''۔ میں اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہوا۔ حتیٰ کہ میں مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے میرے ساتھ رونما ہونے والا واقعہ مجھ سے پہلے ہی سنا دیا آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعوت پر لبیک کہا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی بیان کرتے ہیں ''میں اپنے ایک اونٹ کی جستجو میں گھر سے نکلا۔ جب میں نے اسے تلاش کر لیا تو میں نے سونے کا ارادہ کیا''۔ ہمارا دستور یہ تھا کہ جب ہم کسی وادی میں قیام کرتے تو کہتے ''ہم اس وادی کے عظیم جن کی پناہ حاصل کرتے ہیں''۔ میں نے اپنے اونٹ کے ساتھ ٹیک لگائی اور کہا ''میں اس وادی کے عظیم جن کی پناہ لیتا ہوں''۔ جب میں نے یوں کہا تو مجھے غیبی آواز سنائی دی۔

عُذْ يَافَتٰى　بِاللّٰهِ　ذِي　الْجَلَالِ　وَالْمَجْدِ　وَالنَّعْمَاءِ　وَالْاَفْضَالِ

اے نوجوان اللہ رب العزت کی پناہ حاصل کرو۔ وہ جو بزرگی والا اور فضل وکرم کرنے والا ہے۔

وَ　مُنْزِلِ　الْحَرَامِ　وَ　الْحَلَالِ　وَاقْرَءْ　آيَاتٍ　مِنَ　الْاَنْفَالِ

وہی حرام اور حلال کو نازل کرنے والا ہے۔ سورۃ الانفال کی آیات بینات تلاوت کرو۔

وَ　وَحِّدِ　اللّٰهَ　وَلَا　تُبَالِ　قَدْ　صَارَ　كَيْدُ　الْجِنِّ　فِي　سَفَالِ

تم اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرلو کسی کی پرواہ نہ کرو جنات کی تدبیر ناکام ہو چکی ہے۔

میں نے اس صداء دینے والے سے کہا:

يَا　اَيُّهَا　الْهَاتِفُ　مَا　تَقُوْلُ　اَرُشْدٌ　عِنْدَكَ　اَمْ　تَضْلِيْلُ

اے غیبی صدا دینے والے تو کیا کہہ رہا ہے کیا تیرے پاس ہدایت ہے یا گمراہی۔

اس نے جواب میں کہا

جَآءَ　رَسُوْلُ　اللّٰهِ　ذُوالْخَيْرَاتِ　بِيَثْرِبَ　يَدْعُوْا　اِلَى　النَّجَاةِ

خیرات اور بھلائی والے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یثرب میں تشریف لا چکے ہیں وہ نجات کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔

جَآءَ　بِيٰسٓ　وَ　حَامِيْمَاتٍ　وَ　سُوَرٍ　بَعْدَ　مُفَصَّلَاتٍ

وہ سورۂ یٰسین اور حم سے شروع ہونے والی سورتیں لے کر آئے ہیں۔ مفصلات کے بعد بھی کئی سورتیں آپ کے پاس ہیں۔

مُحَرِّمَاتٍ　وَ　مُحَلِّلَاتٍ　يَاْمُرُنَا　بِالصَّوْمِ　وَالصَّلَاةِ

وہ سورتیں حلال اور حرام کرنے والی ہیں۔ وہ ہمیں نماز اور روزے کا حکم دیتے ہیں۔

وَ یَزَعُ النَّاسَ عَنِ الْهَنَاتِ قَدْ كُنَّ فِي الْإِسْلَامِ مُنْكَرَاتِ

وہ لوگوں کو بدکاریوں سے دور فرمائیں گے۔ ساری بدکاریاں اسلام میں برائیاں ہیں۔

میں نے اسے کہا ''اگر کوئی ایسا آدمی ہو جو میرے یہ اونٹ اہل خانہ تک پہنچا دے تو میں ابھی ان کی بارگاہ میں جا کر اسلام قبول کر لیتا ہوں''۔ اس نے کہا ''یہ ذمہ داری میں اٹھاتا ہوں۔ آپ کے اونٹ آپ کے گھر تک پہنچ جائیں گے''۔ میں اپنے ایک اونٹ پر سوار ہوا۔ مدینہ طیبہ حاضر ہو گیا۔ میں نے لوگوں کو دیکھا وہ نماز جمعہ ادا کرنے میں مصروف تھے۔ جب میں اپنے اونٹ کو بٹھا رہا تھا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے مجھے فرمایا ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تیرے لئے حکم ہے کہ تو جلدی جلدی مسجد نبوی میں داخل ہو جا''۔ جب میں مسجد نبوی میں داخل ہوا تو آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا ''جس بوڑھے نے تیرے اونٹوں کو تیرے گھر تک پہنچانے کی ذمہ داری اٹھائی تھی اس نے تیرے ساتھ کیا کیا ہے'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی فرمایا ''اب بزرگ نے اپنی امانت صحیح طریقہ سے ادا کر دی ہے''۔

اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لوگوں کو اس عادت سے بھی آگاہ فرما دیا۔ جسے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل اپنا رکھا تھا۔ لوگوں کی عادت یہ تھی کہ جب وہ کسی ہولناک جگہ سے گزرتے تو وہ کہتے ''ہم اس وادی کے بے وقوفوں کے شر سے اس وادی کے سردار کی پناہ حاصل کرتے ہیں''۔

وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝ (الجن)

''اور یہ کہ انسانوں میں سے چند مرد پناہ لینے لگے جنات میں سے چند مردوں کی۔ پس انہوں نے بڑھا دیا جنوں کے غرور کو''۔

حضرت وائل بن حجر الحضرمی رضی اللہ عنہ کو بشارت

ان کی کنیت ابو ہنیدہ تھی۔ ان کا باپ وقت کا بادشاہ تھا۔ وہ فرماتے ہیں ''ہم وفد کی صورت میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو میرے آنے سے قبل ہی میری آمد کی خبر دے دی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا ''تمہارے پاس وائل بن حجر دور دراز کے علاقے یعنی حضر موت سے آ رہا ہے اس کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کا حصول ہے۔ وہ بادشاہ کے بیٹوں میں سے ہے''۔ حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جس شخص سے بھی ملتا وہ مجھے یہی کہتا ''تمہاری آمد سے تین روز پہلے ہی ہمارے آقا علیہ السلام نے تمہارے بارے میں ہمیں بتا دیا تھا''۔ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خوش آمدید کہا۔ مجھے اپنے قریب کیا۔ میرے لئے اپنی چادر بچھائی۔ مجھے اس پر بٹھایا۔ پھر یہ دعا مانگی ''مولا! وائل بن حجر کی اولاد اور اس کی اولاد کی اولاد میں برکت فرما''۔ پھر آپ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ مجھے اپنے سامنے بٹھایا اور فرمایا ''اے لوگو! یہ وائل بن حجر ہیں۔ یہ تمہارے پاس دور دراز سے آئے ہیں۔ ان کا تعلق حضر موت سے ہے یہ اسلام کی طرف بہت زیادہ راغب ہیں''۔ میں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم جب میں اپنی عظیم سلطنت میں موجود تھا تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے ظہور کی خبر ملی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا احسان فرمایا ہے میں نے اس سلطنت و بادشاہی کو خیر آباد کہا اور اللہ تعالیٰ کے دین کو ترجیح دی"۔ آپ نے فرمایا "تم نے سچ کہا ہے"۔ آپ ﷺ نے دوبارہ دعا فرمائی "میرے مولا! وائل بن حجر کی اولاد اور اس کی اولاد کی اولاد میں برکت فرما"۔ حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں "ہم بارگاہ رسالت مآب میں اس لئے وفد کی صورت میں حاضر ہوئے کہ عقیق کے مقام پر ایک بت تھا۔ میں دوپہر کے وقت وہاں سویا ہوا تھا۔ میں نے اس کمرہ میں عجیب آواز سنی جہاں وہ بت نصب کیا ہوا تھا۔ میں اس بت کے پاس آیا۔ میں اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ میں نے کسی صدا لگانے والے کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا

وَاعَجَبًا لِوَائِلِ ابْنِ حَجَرٍ يَخَالُ يَدْرِي وَ هُوَ لَيْسَ يَدْرِي

وائل بن حجر پر تعجب ہے وہ خیال کرتا ہے کہ وہ جانتا ہے حالانکہ وہ جانتا نہیں ہے۔

مَاذَا يُرْجِي مَنْ نُحِيتَ مِنْ صَخَرٍ لَيْسَ بِذِي نَفْعٍ وَلَا ذِي ضَرٍّ

اسے کیا ہے وہ ایک گھڑے ہوئے بت سے امید کرتا ہے وہ نہ نفع دینے والا ہے نہ نقصان پہنچانے والا ہے۔

لَوْكَانَ ذَا حِجَرٍ اَطَاعَ اَمْرِي

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ اگر وہ عقل والا ہوتا تو میرے حکم کی اطاعت کرتا میں نے کہا "اے صدا لگانے والے! میں تیری بات بڑے غور سے سن رہا ہوں۔ تو مجھے کس چیز کا حکم دیتا ہے؟ اس ہاتف غیبی نے صدا دی

اِرْحَلْ اِلٰى يَثْرِبَ ذَاتَ نَخْلٍ يُدَيِّنُ دِيْنَ الصَّائِمِ وَالْمُصَلِّي

مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ خَيْرِ الرُّسُلِ

تو یثرب جا۔ وہ کھجوروں والی زمین ہے تو نماز پڑھنے والے اور روزہ رکھنے والے کا دین اختیار کر۔ حضرت محمد ﷺ کا دین جو تمام رسل عظام میں سے بہترین ہیں۔

پھر وہ بت منہ کے بل گر پڑا۔ اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ میں اس کے پاس گیا۔ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پھر جلدی جلدی سفر کر کے مدینہ طیبہ حاضر ہو گیا۔

بھیڑیے کی بشارت

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک چرواہا جزیرہ میں جانور چرا رہا تھا۔ ایک بھیڑیا اس کی ایک بکری پر حملہ آور ہوا۔ چرواہا بکری اور بھیڑیے کے مابین حائل ہو گیا۔ بھیڑیا اپنی دم کے بل بیٹھ گیا۔ اس نے کہا "کیا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا نہیں۔ تو میرے اور اس رزق کے درمیان حائل ہوتا ہے جسے رب تعالیٰ میری طرف لے کر آیا ہے"۔ اس چرواہے نے کہا "تعجب ہے کہ ایک بھیڑیا انسانوں کی طرح گفتگو کر رہا ہے"۔ بھیڑیے نے کہا "میں تجھے اس سے بھی تعجب خیز خبر کے متعلق نہ بتاؤں۔ دو سنگلاخ چٹانوں کے مابین حضور ﷺ جلوہ افروز ہو چکے ہیں"۔ دوسری روایت میں ہے "آپ یثرب میں جلوہ گری فرما چکے ہیں۔ لوگوں کو گزشتہ لوگوں کی داستانیں سنا رہے ہیں"۔ ایک اور روایت میں ہے "وہ تمہیں ماضی اور مستقبل کے

سارے حالات بتائیں گے" وہ چرواہا بکریاں ہانک کر مدینہ طیبہ لے آیا۔ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا اور بھیڑیے کی باتیں گوش گزار کیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "اس چرواہے نے سچ کہا ہے۔ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ درندے انسانوں کی طرح باتیں کریں گے۔ مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے اس وقت تک قیامت قائم نہ ہو گی حتیٰ کہ آدمی کے جوتے کا تسمہ اور اس کے ڈنڈے کا سرا اس سے باتیں کرے گا۔ اسے بتائے گا کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کے اہل خانہ نے کیا کیا"۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کیا جائے۔ پھر آپ باہر تشریف لائے اور اعرابی سے فرمایا "انہیں بھیڑیے کی داستان سنا"۔ اس نے ساری حکایت گوش گزار کی۔ روایت ہے کہ یہ چرواہا یہودی تھا۔ بھیڑیے نے اسے کہا "تیرا عمل مجھ سے زیادہ تعجب خیز ہے۔ تو بکریوں پر کھڑا ہے اور اس عظیم الشان نبی ﷺ جن سے زیادہ شان وقدر والا نبی آج تک نہیں آیا۔ ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ اہل جنت ان کے صحابہ کرام کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ اس وادی میں ان کے اور ان کے دشمنوں کے مابین ہونے والے معرکہ کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا لشکر بن گئے ہیں"۔ چرواہے نے کہا "میری بکریوں کی حفاظت کون کرے گا"۔ بھیڑیے نے کہا "میں تمہارے آنے تک ان کی حفاظت کروں گا۔ اس نے اپنی بکریاں اس کے سپرد کیں اور بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا"۔ حضور ﷺ نے فرمایا "تو اپنی بکریوں کی طرف لوٹ جا۔ تم انہیں پوری کی پوری پاؤ گے"۔ اس نے دیکھا کہ اس کی بکریاں اسی طرح صحیح وسالم تھیں جس طرح وہ چھوڑ کر گیا تھا۔ اس نے بھیڑیے کے لئے ایک بکری ذبح کر دی۔

دیں گواہی شجر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان سے عرض کی گئی "کیا آپ نے اسلام سے قبل اسلام کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی دیکھی؟ انہوں نے فرمایا "ہاں! زمانہ جاہلیت میں میں ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا، اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی مجھ پر جھکی حتیٰ کہ وہ میرے سر تک آ گئی۔ میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔ میں کہنے لگا "یہ کیا ہے؟" میں نے درخت سے صدا سنی "یہ نبی کریم ﷺ ہیں۔ جن کا ظہور فلاں وقت ہو گا۔ آپ پر ایمان لا کر تم سارے لوگوں سے زیادہ سعادت مند بن جاؤ"۔

کہانت کا اختتام

بہت سی روایات ایسی ہیں جن میں ستارے ٹوٹنے اور جنات کو آسمانی گفتگو سننے سے روک دینے کا تذکرہ ہے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے "جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت اور بعثت مبارکہ کا وقت قریب آیا تو شیطانوں کو خفیہ گفتگو سننے سے روک دیا گیا۔ وہ مقامات جہاں بیٹھ کر وہ گفتگو سنتے تھے ان کے مابین حجابات حائل کر دیئے گئے۔ اگر وہ سماعت کرنے کی کوشش کرتے تو انہیں شہاب مارے جاتے۔ اس انقلاب سے جنات کو یقین ہو گیا کہ یہ کسی اہم واقعہ کی وجہ سے رونما ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ وَّ اَنَّا لَا نَدْرِيْۤ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ (الجن)

"اور پہلے تو ہم بیٹھ جایا کرتے تھے اس کے بعض مقامات پر سننے کے لئے۔ لیکن اب جو (جن) سننے کی کوشش کرے گا تو وہ پائے گا اپنے لئے کسی شہاب کو انتظار میں۔ اور نہیں سمجھتے (اس کی کیا وجہ ہے؟) کیا کسی شر کا ارادہ کیا جا رہا ہے زمین کے مکینوں کے بارے میں یا ان کے رب نے ان کو ہدایت دینے کا ارادہ فرما لیا ہے"۔

(جمال القرآن)

جب جنات نے قرآن پاک سنا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ اس کتاب محترم کی وجہ سے انہیں آسمان پر جانے سے روک دیا گیا ہے تا کہ آسمانی وحی کسی اور چیز کے ساتھ ملتبس نہ ہو سکے تا کہ یہ نہ سمجھیں یہ سب کچھ کہانت کی وجہ سے ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا معاملہ پایۂ تکمیل تک پہنچ چکا تھا۔ حکمت کا تقاضا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ اور بعد از وصال آسمانوں کی حفاظت کی جائے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "آج کے بعد کہانت نہیں"۔

بنو ثقیف کا خوف

جب شہاب باری شروع ہوئی تو سب سے پہلے خوفزدہ ہونے والے قبیلے کا نام ثقیف تھا۔ جب انہوں نے اس شدت سے شہابوں کا برسنا دیکھا تو وہ عمرو بن امیہ کے پاس آئے۔ عمرو ایک عاقل اور دانا شخص تھا۔ انہوں نے اس سے کہا "کیا تم نے دیکھا نہیں کہ آسمانوں پر ستارے کس طرح ٹوٹنے لگے ہیں؟" اس نے کہا "ہاں!" میں نے ملاحظہ کیا ہے۔ ذرا غور سے دیکھو۔ اگر وہ ستارے ٹوٹ رہے ہیں جن سے بحر و بر میں راہنمائی حاصل کی جاتی ہے جن سے گرمی اور سردی میں اوقات معلوم کئے جاتے ہیں اور جو لوگوں کی معیشت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اگر یہ ستارے ٹوٹ رہے ہیں تو قسم بخدا! دنیا کی بربادی کا وقت آ گیا ہے۔ دنیا کی تباہی کا لمحہ آن پہنچا ہے لیکن ٹوٹنے والے ستارے کوئی اور ہیں تو پھر دنیا کو کوئی خطرہ نہیں۔ یہ ستارے اس اہم امر کی وجہ سے ٹوٹ رہے ہیں جس کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی بہتری کے لئے کیا ہے"۔

یوں نہ کہا جائے کہ اس سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت بھی شیاطین پر شہاب باری ہوئی تھی کیونکہ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت بہت زیادہ شہاب مارے گئے۔ جو سارے نشانے پر لگے۔ ایک بھی خطا نہ گیا۔ اسی لئے بعض علمائے کرام نے لکھا ہے کہ جب حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا وقت قریب آیا تو اتنے زیادہ ستارے ٹوٹے کہ اتنے ستارے پہلے نہیں ٹوٹے تھے۔ لوگ عبد یالیل بن عمرو الثقفی کے پاس آئے۔ یہ نابینا تھا۔ لوگوں نے کہا "لوگ گھبرا اٹھے ہیں۔ انہوں نے اپنے غلام آزاد کر دیئے ہیں۔ اپنے جانور کھلے چھوڑ دیئے ہیں"۔ عبد یالیل نے انہیں کہا "جلدی نہ کرو۔ ذرا دیکھو اگر وہ ستارے ٹوٹ رہے ہیں۔ جو معروف ہیں۔ جن سے بحر و بر میں راہنمائی حاصل کی جاتی ہے اور جن سے گرمی وسردی میں اوقات معلوم کئے جاتے ہیں تو پھر لوگوں کی ہلاکت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اگر ٹوٹنے والے ستارے غیر معروف ہیں تو ان کا سبب کوئی اہم واقعہ ہے"۔ لوگوں نے کہا "یہ کسی اہم واقعہ کی وجہ سے ہی ٹوٹ رہے ہیں"۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے سن لیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ کچھ مدت کے بعد ابو سفیان بن حرب طائف آیا۔ اس نے کہا "محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا ہے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ نبی مرسل ہیں"۔

پہلے قول گزرا ہے ذرا دیکھو کہ اگر یہ ستارے ایسے ہیں جو لوگوں کی زندگیوں میں اہم کردار ادا کرتے ہیں.........؟

اس امر کی تائید اس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ستارے آسمان کے لئے امن کا باعث ہیں۔ جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو اہل آسمان پر وہ آ جائے گا جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے امن کا باعث ہوں۔ جب میرا وصال ہو گیا تو ان کے لئے بھی وہ کچھ آ جائے گا جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میری امت کے لئے باعث امن ہیں۔ جب وہ تشریف لے گئے تو مری امت کے لئے وہ کچھ آ جائے گا جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے"۔

بنو ثقیف نے ایک دفعہ عمرو بن امیہ اور دوسری دفعہ عبد یالیل سے پوچھا۔ یہ دونوں اندھے تھے۔ ممکن ہے یہ واقعہ ایک دفعہ ہی رونما ہوا ہو اور اس شخص کے نام میں اختلاف ہو گیا ہو جس سے بنو ثقیف نے پوچھا ہو بعض نے اس کا نام عمرو بن امیہ اور بعض نے عبد یالیل کہا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تو شیطان کو شہاب مار کر آسمانی خبر سننے سے روک دیا گیا۔

خطر بن مالک کی کہانت

حضرت لہیب (یا لہب) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ میں نے کہانت کا تذکرہ کیا"۔ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہم پہلے لوگ ہیں جنہیں آسمانوں کی حفاظت، شیطانوں کو زجر و توبیخ اور ستاروں کے ٹوٹنے کے متعلق علم ہوا۔ اس کی حقیقت کے انکشاف کے لئے ہم اپنے کاہن خطر بن مالک کے پاس جمع ہوئے۔ اس وقت وہ بہت عمر رسیدہ تھا۔ اس کی عمر 280 سال تھی۔ وہ تمام کاہنوں سے زیادہ عالم تھا۔ ہم نے اسے کہا "اے خطر! کیا تمہیں معلوم

ہے کہ یہ ستارے کیوں ٹوٹتے ہیں؟ ہم تو ان کی وجہ سے مضطرب ہیں۔ ہمیں اپنے انجام کا خطرہ ہے" خطر نے کہا "وقت سحر میرے پاس آنا۔ میں تمہیں اس کے متعلق بتاؤں گا کہ کیا اس سے بھلائی مقصود ہے یا نقصان۔ اس سے امن مقصود ہے یا تباہی"۔ اس دن ہم اسے وہیں چھوڑ کر چلے آئے۔ دوسرے دن وقت سحر اس کے پاس آئے۔ ہم نے دیکھا وہ اپنے قدموں پر کھڑا تھا۔ وہ آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا تھا۔ ہم نے اسے آواز دی "اے خطر! اے خطر! اس نے ہمیں خاموش رہنے کا ارشاہ کیا۔ اسی اثناء میں آسمان سے ایک بہت بڑا ستارہ ٹوٹا"۔ کاہن چلایا "اسے ملنے والی سزا مل چکی ہے۔ اس سزا نے اس کا احاطہ کر لیا ہے۔ اس کا عذاب اسے جلد پہنچ چکا ہے۔ شہاب نے اسے جلا دیا ہے۔ اس کے جواب نے اسے مضطرب کر دیا ہے ہائے ہلاکت! اس کی حالت کیا ہو گئی۔ غم واندوہ نے اسے نڈھال کر دیا۔ اس کی تباہی لوٹ آئی ہے اس کا رشتہ منقطع ہو چکا ہے۔ اس کی کیفیت بدل چکی ہے"۔ پھر اس نے کہا

"اے بنو قحطان! میں تمہیں سچی اور مبنی برصداقت بات بتاتا ہوں۔ میں خانہ کعبہ، اس کے ارکان اور اس مقدس شہر کی قسم اٹھاتا ہوں جو اپنے مقیموں کو امن دینے والا ہے۔ سرکش جنات کو آسمانی خبریں سننے سے روک دیا گیا ہے۔ یہ تمام حفاظت ایک عظیم الشان رسول مکرم ﷺ کے لئے ہوئی ہے۔ وہ نبی محترم ﷺ تنزیل اور قرآن پاک کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ وہ ہدایت اور فیصلہ کرنے والی کتاب کے ساتھ تشریف لائیں گے۔ ان کی تشریف آوری سے بتوں کی عبادت کا خاتمہ ہو جائے گا"۔

حضرت لہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "ہم نے کہا: اے خطر! تمہارے لئے ہلاکت ہو، تم ایک عظیم امر کا ذکر کر رہے ہو۔ تم اس کے متعلق اپنی قوم کو کیا مشورہ دیتے ہو؟" اس نے کہا "میں اپنی قوم کو وہی مشورہ دیتا ہوں جو اپنے لئے بہتر سمجھتا ہوں وہ یہ کہ وہ اس نبی محترم ﷺ کی اتباع کریں جو تمام نوع انسانی سے بہترین ہیں۔ ان کی دلیل سورج کی شعاع کی مانند درخشاں ہو گی۔ وہ مکہ دار حمس میں مبعوث ہوں گے۔ وہ ایسی محکم کتاب کے ساتھ مبعوث ہوں گے جس میں التباس کا کوئی اندیشہ نہ ہو گا"۔

ہم نے اسے کہا "اے خطر! اس نبی مکرم ﷺ کا تعلق کس قبیلہ سے ہو گا؟ اس نے کہا "زندگی اور حیات کی قسم! وہ قبیلہ قریش میں سے ہوں گے۔ ان کی بردباری میں غصہ نہ ہو گا۔ ان کی تخلیق میں کوئی عیب نہیں ہو گا۔ وہ ایک لشکر میں تشریف فرما ہوں گے۔ وہ لشکر آل قحطان اور آل ایش پر مشتمل ہو گا"۔ میں نے خطر سے پوچھا "قریش کے کس خاندان کے ساتھ ان کا تعلق ہو گا؟" اس نے کہا "ارکان والے گھر کی قسم! حجر اسود اور آب زمزم کی قسم! وہ ہاشم کے معزز خاندان سے ہوں گے۔ وہ غزوات کے ساتھ مبعوث ہوں گے ہر ظالم کو تہ تیغ کر دیں گے"۔ پھر اس نے کہا "یہ وہ گفتگو ہے جو مجھے جنات کے سردار نے بتائی تھی۔ پھر اس نے کہا "حق آ گیا اور غالب ہو گیا۔ جنات ہر قسم کی خبریں حاصل کرنے سے روک دیئے گئے"۔ پھر وہ پرسکون ہو گیا اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ تین روز بعد اس کو افاقہ ہوا۔ اس نے کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حضور اکرم ﷺ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا "اس نے نبوت کی مانند گفتگو کی ہے وہ قیامت کے روز تنہا ایک امت کی مانند اٹھے گا"۔

شہاب باری کی وجہ

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ چند انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر تھے۔ انہوں نے فرمایا "ہم بارگاہ نبوت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک ستارہ ٹوٹا اس کا نور آشکارا ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا "بعثت سے قبل اس ٹوٹنے والے ستارے کے متعلق تم کیا کہتے تھے؟ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم جب ہم ستارہ ٹوٹتے دیکھتے تو ہم کہتے "کوئی بادشاہ مرا ہے۔ کوئی بچہ پیدا ہوا ہے"۔ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "حقیقت اس طرح نہیں۔ بلکہ جب اللہ رب العزت اپنی مخلوق کے بارے کوئی فیصلہ فرماتا تو اسے حاملین عرش سنتے۔ وہ فوراً تسبیح خواں ہو جاتے۔ ان کی یہ تسبیح سن کر وہ فرشتے بھی تسبیح خوانی کرنے لگتے جو ان کے نیچے ہوتے۔ پھر وہ فرشتے تسبیح خوانی کرتے جو ان سے نیچے ہوتے۔ یہ تسبیح نیچے آتی رہتی حتیٰ کہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتی۔ وہ آسمان دنیا کے ملائکہ تسبیح کرنے لگے۔ پھر ملائکہ ایک دوسرے سے پوچھتے "تم یہ تسبیح خوانی کیوں کر رہے ہو؟ وہ کہتے "اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے" یہ بات ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پہنچتی حتیٰ کہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتی۔ شیاطین جھپٹ کر اسے سننے کی کوشش کرتے۔ پھر وہ بات لے کر کاہنوں تک پہنچ جاتے۔ بعض باتیں سچ ہو جاتیں اور بعض جھوٹی ہوتیں"۔

امام بخاری نے روایت کیا ہے "جب رب تعالیٰ آسمان پر کسی امر کا فیصلہ فرماتا تو فرشتے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے پر مارتے جس طرح چٹان پر زنجیر گرتی ہے، جب ان کے دلوں پر رعب کی کیفیت دور ہوتی تو وہ ایک دوسرے سے پوچھتے "تمہارے پروردگار نے کیا کہا ہے؟" وہ کہتے "جو کچھ اس نے فرمایا ہے وہ حق ہے۔ وہ العلی الکبیر ہے یہ شیاطین چوری چھپے اس بات کو سن لیتے۔ اکثر اوقات شہاب ایسے شیاطین کو آلیتا جو اسے جلا کر خاکستر کر دیتا"۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان عالیشان "وہ ستارے جو زمانہ جاہلیت میں ٹوٹتے تھے" اس امر کی وضاحت کر رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے مابین زمانہ فترت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے پہلے ستارے آسمان کی حفاظت کے لئے ٹوٹتے تھے۔ یہ روایت اس روایت سے معارض ہے جس میں تذکرہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لینے کے بعد ستارے نہیں ٹوٹے۔ حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے۔ پھر شہاب باری شروع ہوئی۔ جب قریش نے یہ امر دیکھا جو انہوں نے پہلے نہیں دیکھا تھا تو وہ عبد یالیل کے پاس گئے۔ اس طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو شیاطین کو آسمانی خبروں سے روک دیا گیا۔ ان پر شہاب پھینکے گئے۔ انہوں نے یہ باتیں ابلیس کو بتائیں۔ اس نے کہا "شاید ارض مقدسہ میں کوئی نبی مبعوث ہوا ہے"۔ کیونکہ یہ انبیائے کرام کی سرزمین تھی۔ شیاطین ارض مقدسہ کی طرف گئے۔ پھر واپس آئے۔ انہوں نے کہا "وہاں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا"۔ ابلیس اس امر کی جستجو میں مکہ مکرمہ پہنچا اس نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حراء میں رونق افروز تھے۔ حضرت جبرائیل امین آپ کے پاس موجود تھے"۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب شیاطین نے ابلیس کو بتایا کہ انہیں آسمانی خبریں سننے سے روک دیا گیا ہے تو اس نے کہا "کسی واقعہ کی وجہ سے یوں ہوا ہے۔ ہر طرف کی مٹی میرے پاس لے کر آؤ"۔

شیاطین ہر سمت کی مٹی لے کر اس کے پاس پہنچے وہ اسے سونگھنے لگا۔ جب اس نے مکہ مکرمہ کی مٹی کو سونگھا تو اس نے کہا ''اسی طرف کوئی واقعہ رونما ہوا ہے''۔ شیاطین مکہ مکرمہ کی طرف گئے۔ وہاں حضور اکرم ﷺ مبعوث ہو چکے تھے''۔ اس روایت کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ اور بعثت مبارکہ سے قبل یہ شہاب باری بہت کم تھی۔ ولادت مبارکہ کے وقت یہ بطور ارہاص اور تخویف کے لئے تھی۔ بعثت مبارکہ کے وقت یہ زیادہ ہوگئی۔ ہر طرف سے ہونے لگی جب لوگوں نے اتنی کثیر شہاب باری دیکھی تو وہ گھبرا اٹھے۔ حضرت ابی بن کعب اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے یہی مراد ہے۔ اس سے قبل یہ معہود نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد پاک سے یہی مراد لیا ہے۔

فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَصَدًا ۝ (الجن)

''لیکن اب جو (جن) سننے کی کوشش کرے گا تو وہ پائے گا اپنے لئے کسی شہاب کو انتظار میں''۔

حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد کسی شہاب کا نشانہ خطاء نہ جاتا تھا۔ کوئی شیطان مرجاتا کسی کا چہرہ جل جاتا۔ کوئی عقل کھو بیٹھتا۔ وہ صحراؤں میں لوگوں کو گمراہ کرنے لگتا۔ اسی لئے اہل عرب گھبرا گئے۔ کیونکہ اس سے قبل یہ شہاب باری نہ تو ہر طرف سے تھی۔ نہ اتنی کثیر تھی اور کبھی کبھی نشانہ خطاء بھی جاتا تھا۔ شیطان واپس آ جاتا۔ وہ چوری چھپے سن لیتا پھر یہ بات اپنے کاہن تک پہنچا دیتا۔ حضور کریم ﷺ کی بعثت سے قبل کہانت بالکل ختم نہ ہوئی تھی۔ بلکہ بعثت تک برقرار رہی، بعثت کے وقت سے بالکل منقطع ہوگئی۔ اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا ''آج کہانت اختتام پذیر ہے''۔ بعثت سے قبل ایک جانب سے شہاب باری ہوتی تھی جبکہ بعثت کے بعد ہر جانب سے شہاب برسائے جانے لگے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان عالیشان سے اشارہ کیا ہے۔

لَا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ وَيُقْذَفُونَ مِن كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُورًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ۝ (الصافات)

''نہیں سن سکتے کان لگا کر عالم بالا کی باتوں کو اور پتھراؤ کیا جاتا ہے ان پر ہر طرف سے۔ ان کو بھگانے کے لئے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے''۔ (جمال القرآن)

گھبراہٹ کا سبب بھی یہی تھا۔ جب کہانت ختم ہوگئی۔ جنات خبریں پہنچانا رک گئے تو اہل عرب نے کہا ''اہل آسمان ہلاک ہو گئے۔ اونٹ والا ہر روز ایک اونٹ ذبح کرنے لگا۔ گائیں والا ہر روز ایک گائے ذبح کرنے لگا۔ بکریوں کا مالک ہر روز ایک بکری ذبح کرنے لگا۔ حتیٰ کہ وہ اپنے اموال برباد کرنے لگے''۔ اس لئے بنو ثقیف کے کاہن نے کہا تھا ''اے لوگو! اپنے اموال برباد نہ کرو۔ اہل آسمان ہلاک نہیں ہوئے، کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ مشہور ستارے اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ شمس وقمر اسی طرح ہیں''۔ محققین فرماتے ہیں ''جو شہاب مارا جاتا ہے وہ ستارے سے اخذ کیا گیا آگ کا شعلہ ہوتا ہے۔ ستارہ اسی طرح رہتا ہے''۔ صاحب ہمزیہ نے اپنے ان اشعار میں اسی طرح اشارہ کیا ہے۔

بعث اللہ عن مبعثہ الشہب　حراساً وضاق عنہا الفضاء

اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت کے وقت شہاب ثاقب پھینکے جو حفاظت کیلئے مارے گئے تھے۔ ان سے یہ فضاء بھی تنگ ہوگئی۔

تطرد الجن عن مقاعد للسمع كما تطرد الذئاب الرعاءُ

بیٹھ کر سننے والی جگہوں سے جنات کو اس طرح دھتکار دیا گیا جس طرح چرواہا بھیڑیوں کو دھتکار دیتا ہے۔

فَمحَتْ آية الكهانة آيات من الوحی مالهن اِفْحَاءُ

اللہ تعالیٰ کی آیات نے کہانت کی نشانی کو مٹا دیا۔ مگر وہ آیات بینات نہ مٹ سکیں۔

فائدہ

چھٹی صدی کے آخری سال بہت زیادہ ستارے ٹوٹے۔ وہ ہر طرف ٹڈیوں کی مانند اڑنے لگے۔ فجر تک یہی صورت حال رہی۔ مخلوق خدا گھبرا اٹھی۔ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعائیں کرنے لگے۔ صرف حضور اکرم ﷺ کے ظہور اقدس کے وقت ہی یوں ہوا تھا۔ امام حلبی "السیرۃ الحلبیہ" میں لکھتے ہیں "میں کہتا ہوں کہ تیسری صدی کے اکتالیسویں سال بھی اس طرح ہوا تھا۔ ستارے آسمان سے گزرنے لگے۔ اکثر رات ستارے ٹڈیوں کی طرح گرتے رہے۔ یہ امر عجیب تھا، پہلے اس طرح کا امر نہیں دیکھا گیا تھا۔ اسی طرح 300ھ میں بھی بہت سے ستارے مشرق کی طرف ٹوٹتے نظر آئے۔

کتب قدیمہ میں ذکر پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

حضور ﷺ کا اسم مبارک، اوصاف حمیدہ اور آپ کی امت مرحومہ کے اوصاف حمیدہ کتب قدیمہ مثلاً تورات اور انجیل وغیرہما میں موجود ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ (الشعراء)

"اور اس کا ذکر خیر پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی ہے"۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ میں لکھا ہے۔

وَ فِی كُلِّ كُتُبِ الله نَعْتُكَ قداتی یقص علینا ملة بعد ملةٖ

آپ کی تعریف اللہ تعالیٰ کی ساری کتب میں موجود ہے ایک نسل کے بعد دوسری نسل ہمیں یہ اوصاف بتاتی رہی۔

ایک اور شاعر نے لکھا ہے۔

و من قبل مبعثه جاءت مبشرة بِهٖ زبور و تورات و انجیل

آپ کی بعثت سے قبل زبور، تورات اور انجیل آپ کی بشارت لے کر آئیں۔

تورات میں آپ ﷺ کا اسم گرامی "احمد" مذکور ہے۔ اہل آسمان و اہل زمین آپ ﷺ کی ستائش کریں گے۔ اس آیت طیبہ کے شان نزول میں بیان کیا جاتا ہے۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ (البقرہ:30)

"اور کون روگردانی کر سکتا ہے دین ابراہیم سے بجز اس کے جس نے احمق بنا دیا ہو اپنے آپ کو"۔

کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اپنے دو بھتیجوں سلمہ اور مہاجر کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا "تم دونوں اس حقیقت سے آگاہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں فرمایا ہے "میں اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے ایک عظیم الشان نبی مبعوث کروں گا۔ ان کا نام نامی احمد ہوگا۔ جو ان پر ایمان لے آیا وہ رشد و ہدایت پا گیا۔ جو ان پر ایمان نہ لایا وہ ملعون ہے"۔ یہ سن کر سلمہ نے اسلام قبول کر لیا اور مہاجر نے انکار کر دیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل کی۔

تورات میں آپ کا اسم گرامی "حمیاطا" بھی مذکور ہے۔ اس کا معنی ہے حرم پاک کو حرام امور سے بچانے والے۔ اس طرح آپ کے یہ اسماء گرامیہ مذکور ہیں "وقدومیا (اول، سابق) واحید یا ارید (اپنی امت کو آتش جہنم سے بچانے والے) طاب طاب (پاکیزہ) محمد حبیب الرحمن، وہاں الضحوک (پاکیزہ نفس) کے ساتھ وصف بیان کیا گیا ہے۔ اسی کتاب مقدس میں ہے۔

"محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں جلوہ افروز ہوں گے۔ طابۃ میں ہجرت فرمائیں گے۔ شام ان کا ملک ہوگا" انجیل میں آپ کا اسم گرامی "المنحمنا" ہے۔ سریانی زبان میں اس کا ترجمہ محمد (فداہ روحی صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ حضرت سہیل مولی خثمہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں یتیم تھا۔ اپنے چچا کی زیر کفالت تھا۔ میں نے انجیل پکڑی اور اسے پڑھنے لگا حتی کہ میں ایک ایک ورق سے گزرا۔ جسے دوسرے ورق کے ساتھ جوڑا گیا تھا میں نے اسے کھولا اور پڑھنا شروع کیا۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل حمیدہ مرقوم تھے۔ میرا چچا میرے پاس آیا۔ جب اس نے وہ ورقہ دیکھا تو مجھے مارنے لگا۔ اس نے مجھے کہا "تو نے یہ ورقہ کیوں کھولا؟ اور اسے کیوں پڑھا؟ میں نے کہا "اس میں احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مکتوب ہیں" اس نے کہا "ابھی تک یہ نبی مبعوث نہیں ہوئے"۔

انجیل میں آپ کا اسم گرامی "خبط" بھی مذکور ہے۔ اس کا معنی ہے حق اور باطل میں فرق کرنے والا۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اوصاف حمیدہ بھی مذکور ہیں "ان کے پاس عصا مبارک ہوگا وہ گدھے اور اونٹ پر سوار ہوں گے" انجیل میں ہے "اگر تم نے میری دعوت پر لبیک کہا اور میری وصیت یاد رکھی تو میں اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کروں گا کہ وہ تمہیں بارقلیط دے گا۔ بارقلیط تمہارے پاس اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک میں نہ گیا۔ جب وہ تشریف لائیں گے تو دنیا کو اس کی خطاء پر جھڑکیں گے۔ وہ اپنی طرف سے بات نہیں کریں گے۔ بلکہ وہ جو کچھ سنیں گے۔ وہی بولیں گے۔ وہ ان لوگوں کے پاس حق کے ساتھ آئیں گے اور لوگوں کو غیب کی خبریں دیں گے"۔ ان اوصاف سے متصف ہو کر آنے والی ذات والا اور غیب کی خبریں دینے والی ہستی گرامی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہے"۔

حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ملا۔ میں نے کہا "مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اوصاف بتائیں جو تورات میں موجود ہیں"۔ انہوں نے کہا "ہاں! بخدا! تورات میں مذکور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صفات قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔ مثلاً یہ آیت طیبہ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ (الاحزاب)

''اے نبی (مکرم!) ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور بروقت ڈرانے والا''۔

تو میرا بندہ (خاص) اور رسول معظم ہے۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ تند خو اور غضبناک نہیں ہوں گے آپ بازاروں میں شور نہیں کریں گے۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے۔ بلکہ درگزر فرمائیں گے۔ معاف فرمادیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا اس وقت تک وصال نہیں فرمائے گا حتیٰ کہ ان کے ذریعے ٹیڑھی ملت سیدھی نہ ہو جائے۔ یعنی وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی نہ دے لے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اندھی آنکھوں کو بصارت عطا فرمائے گا۔ بہرے کانوں کو قوت سماعت دے گا۔ ان کے ذریعے وہ بند دلوں کو کھول دے گا''۔ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''پھر میں حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے ملا۔ میں نے ان سے بھی یہی سوال کیا۔ انہوں نے بھی مجھے یہی کچھ بتایا۔ ایک حرف کی بھی غلطی نہ کی۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت میں منقول ہے ''انہیں سارے خزانوں کی چابیاں عطا کر دی جائیں گی۔ ان کے طفیل نابینا آنکھیں دیکھنے لگیں گی۔ بہرے کان سننے لگیں گے۔ ٹیڑھی ملت ان کے طفیل سیدھی ہو جائے گی۔ ان کا حلم جہالت سے سبقت لے جائے گا ان پر جاہل کی شدت ان کے حلم میں اضافہ ہی کرے گی۔

ایک یہودی عالم کہتا ہے ''میں نے مذکورہ بالا اوصاف کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے اوصاف کو جان لیا۔ میں ان پر بھی آگہی چاہتا تھا۔ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ وہ آپ سے کچھ مانگنے آیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانہ اقدس میں اس وقت کچھ نہ تھا جو اسے عطا کرتے۔ میں نے کہا ''آپ یہ دینار لے لیں۔ اس مفلس کو عطا کر دیں۔ آپ مجھے فلاں دن اپنی کھجوریں عطا کر دیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا۔ میں مدت مقررہ سے دو یا تین روز قبل ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے آپ کی چادر اور قمیص کے دامن کو پکڑا۔ غصیلی نظروں سے آپ کی طرف دیکھا۔ پھر کہا ''محمد (فداہ روحی وابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ مجھے میرا حق نہیں دیں گے؟ بنو عبدالمطلب! تم ہمیشہ ٹال مٹول سے کام لیتے ہو''۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا ''اے اللہ تعالیٰ کے دشمن! تو میرے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کا سلوک کر رہا ہے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا، چہرہ انور پر سکون، تبسم اور محبت کے جذبات عیاں تھے۔ فرمایا ''اے عمر! میں اور یہ تمہاری طرف سے کسی اور رویہ کے خواہاں تھے وہ کہ تم مجھے حسن ادا اور اسے حسن طلب کا کہتے''۔ جاؤ اس کا حق اسے پورا پورا دو۔ جو اسے ڈرایا ہے اس کے عوض اسے بیس صاع کھجوریں زائد دو''۔ وہ یہودی فوراً اسلام لے آیا۔

تورات میں ہے ''یہ سلطنت و اقتدار یہودیوں کے پاس رہے گا حتیٰ کہ وہ ہستی پاک تشریف لے آئے گی ہم جس کے منتظر ہیں''۔ یہ ذات والا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ تورات میں ہے ''میں عنقریب ان کے بھائیوں میں سے تمہاری مثل ایک نبی مبعوث کروں گا۔ میں اپنا کلام ان کے دہن مبارک میں ڈال دوں گا۔ جو شخص ان کے احکام پر عمل پیرا نہ ہوگا میں اس سے انتقام لوں گا''۔ ''ان کے بھائیوں میں سے'' مذکورہ بالا کلمات نصاریٰ کا رد کرتے ہیں جن کا گمان ہے کہ تورات میں مذکور نبی سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام ان کے بھائیوں میں سے نہیں۔ بلکہ انہی میں سے ہیں۔ کیونکہ

وہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ اسی طرح یہود کا بھی رد ہو جاتا ہے۔ جن کا گمان ہے کہ تورات میں مذکور اس نبی سے مراد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی ذات ہے"۔ اللہ رب العزت کے اس فرمان کی تفسیر میں کہا گیا ہے۔

الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ (الاعراف:157)

"جس (کے ذکر) کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات میں اور انجیل میں"۔

وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ یوں پاتے تھے "آپ نیکی کا حکم دیں گے۔ آپ صلہ رحمی کریں گے۔ برائی سے روکیں گے۔ پاکیزہ اشیاء ان کے لئے حرام کریں گے اس سے مراد وہ چربی ہے جو بنی اسرائیل پر حرام تھی۔ نیز اس سے مراد بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی ہیں جنہیں زمانہ جاہلیت میں حرام سمجھا جاتا تھا۔ وہ ان پر خبائث کو حرام فرمائیں گے۔ جنہیں زمانہ جاہلیت میں حلال سمجھا جاتا تھا مثلاً مردار، خون اور خنزیر کا گوشت۔ آپ ان کا بوجھ ان سے دور کریں گے مثلاً ہفتہ کے روز کام کا کرنا حرام ہونا، مقتول کی دیت قبول نہ کرنا۔ اور کپڑے کا وہ حصہ کاٹ دینا جہاں پیشاب لگ جائے"۔

حضرت نعمان السبائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (یہ یمن کے یہودیوں کے علماء میں سے تھے۔) انہوں نے کہا "جب میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ سے چند امور کے متعلق پوچھا۔ پھر میں عرض گزار ہوا۔ "میرا باپ ایک ورق کو مہر لگا کر رکھتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ اسے اس وقت تک یہودیوں کو پڑھ کر نہ سنانا حتیٰ کہ تم سن لو کہ یثرب سے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا ہے جب ان کے متعلق سن لو تو یہ ورق کھول کر پڑھ لینا"۔ جب میں نے آپ کا ذکر خیر سنا۔ تو میں نے وہ ورق کھولا۔ وہاں آپ کے وہی اوصاف حمیدہ لکھے ہوئے تھے جو میں ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل دیکھ رہا ہوں۔ اس میں یہ بھی ذکر تھا کہ آپ کس چیز کو حلال اور کس چیز کو حرام کریں گے۔ اس میں یہ بھی ذکر مبارک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے بہترین ہیں۔ آپ کی امت مرحومہ تمام امم سے بہترین ہے۔ آپ کا اسم گرامی "احمد" ہے۔ آپ کی امت مرحومہ حمد کرنے والی ہے۔ وہ ظاہر اور پوشیدگی میں رب تعالیٰ کی حمد بیان کرے گی۔ وہ خون بہا کر رب تعالیٰ کا قرب حاصل کریں گے۔ ان کے سینے انجیل ہوں گے۔ وہ جس معرکہ میں ہوں گے جبرائیل امین علیہ السلام ان کے ساتھ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اس طرح رحم کرے گا جس طرح پرندہ اپنے چوزوں پر رحم کرتا ہے"۔ پھر میرے والد نے مجھے کہا "جب تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنو تو ان کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو جاؤ۔ ان پر ایمان لے آؤ اور ان کی تصدیق کرو"۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس مژدہ جانفزا سے بہرہ ور ہوں۔ ایک دن حضرت نعمان بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے نعمان! وہی حیرت افزاء واقعہ بیان کرو" حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے از اول تا آخر ساری داستان گوش گزار کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے۔ آپ نے فرمایا "میں گواہی دیتا ہوں کہ میں رب تعالیٰ کا رسول ہوں"۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو اسود العنسی نے شہید کر دیا تھا۔ اس نے ان کا عضو عضو علیحدہ کیا۔ وہ یہی نعرہ لگاتے رہے "محمد (جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ تو جھوٹا اور رب تعالیٰ پر بہتان لگانے والا ہے"۔ پھر اس نے انہیں آگ میں پھینک دیا۔ آگ ان پر اس طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی جس طرح حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے

لئے بنی تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ذات جسے اسود نے آگ میں پھینکا تھا اور آگ اس کا بال بھی بیکا نہ کر سکی تھی وہ حضرت ذؤیب بن کلیب یا ابن وہب کی ذات تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے اپنے اصحاب کرام کو بتایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ جس نے ہماری امت میں ایک ایسا شخص پیدا کیا جس پر آگ اسی طرح ٹھنڈی ہو گئی تھی جس طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر ہوئی تھی۔

تورات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ کے اوصاف بھی مذکور ہیں۔ مثلاً یہ کہ مساجد میں ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مانند ہو گی۔ دوسری روایت میں ہے کہ رات کے وقت آسمان کی فضا میں ان کی آواز مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ہو گی۔ وہ رات کے راہب اور دن کے شیر ہوں گے۔ جب وہ کسی نیکی کا صرف ارادہ کریں گے اسے عملی جامہ پہنا نہ سکیں گے تو ان کے لئے ایک نیکی لکھ دی جائے گی۔ اگر وہ نیکی کر دیں گے تو ان کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ جب وہ کسی برائی کا ارادہ کریں گے مگر وہ اسے نہ کریں گے تو ان کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی اگر وہ برائی کر دیں گے تو ان کے نامۂ اعمال میں صرف ایک برائی لکھی جائے گی۔ وہ نیکی کا حکم دیں گے۔ برائی سے روکیں گے۔ وہ سابقہ کتب پر بھی ایمان لائیں گے اور آخری کتاب قرآن حکیم پر بھی ایمان رکھیں گے۔

امام احمد وغیرہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام سے کہا "اے عیسیٰ! میں تمہارے بعد ایسی امت بھیجوں گا اگر انہیں ایسی چیز ملے گی جسے وہ پسند کریں گے تو وہ میری حمد اور شکر ادا کریں گے۔ اگر انہیں کسی ایسی چیز کا سامنا کرنا پڑے گا جو انہیں ناپسند ہو گی تو وہ صبر کریں گے اور حصول ثواب کی امید رکھیں گے۔ ان کے پاس کامل علم اور حلم نہ ہو گا"۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "میں انہیں اپنا حلم اور علم عطا کر دوں گا"۔

بعض علماء کرام نے ذکر کیا ہے کہ یہ امت آخری امت ہے۔ حلم اور علم لوگوں میں تقسیم کیا گیا تو اس امت کے حصہ میں کم آیا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں موجود ہے کہ رب تعالیٰ نے تمہارے مابین تمہارے اخلاق تقسیم فرمائے۔ اس امت کے حصہ میں بہت قلیل حصہ آیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کی عمریں بھی کم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا علم اور حلم عطا فرما دیا ہے"۔

تورات میں ان کا وصف یوں مرقوم ہے "وہ صفوۃ الرحمن ہیں" انجیل میں ہے "وہ علماء، حلماء، ابرار اور متقی ہیں گویا کہ وہ از روئے فقہ انبیاء ہیں۔ دار قطنی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا "تم نے تورات میں میرا ذکر کس طرح پایا؟" انہوں نے کہا "خلیفہ گویا کہ وہ لوہے کا سینگ ہوں گے۔ وہ شدید امیر ہوں گے۔ رب تعالیٰ کے بارے کسی ملامت کرنے والی کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔ پھر ان کے بعد وہ ہستی خلیفہ بنے گی جسے ظالم شہید کر دیں گے۔ پھر آزمائش کا دور شروع ہو جائے گا"۔

صحف شعیا علیہ السلام میں ہے۔ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام رکن المتوضعین ہے" اس میں ہے "میں نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کروں گا۔ ان کے ذریعے میں بہرے کانوں، بند دلوں اور اندھی آنکھوں کو کھول دوں گا۔ وہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوں گے۔ طیبہ کو ان

کی ہجرت گاہ بننے کی سعادت ابدی ملے گی۔ ان کا ملک شام ہوگا۔ وہ اہل ایمان پر رحیم ہوں گے۔ وہ بوجھ اٹھانے والے جانور کے لئے بھی گریہ فرمائیں گے۔ وہ بیوہ عورتوں کی آغوشوں میں یتیم بچوں کے لئے آنسو بہائیں گے۔ اگر وہ چراغ کے پاس سے گزریں گے تو چراغ ان کے وقار کی وجہ سے نہ بجھے گا۔ اگر وہ خشک لکڑی پر چلیں گے تو ان کے قدمین شریفین کی چاپ سنائی نہ دے گی''۔

حضرت شعیاء علیہ السلام حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے بعد اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام سے پہلے تشریف لائے۔ انہوں نے بنواسرائیل کو ظلم وستم سے منع کیا تو انہوں نے ان کی تلاش شروع کر دی تاکہ انہیں شہید کر دیں۔ یہ ان سے بھاگ نکلے۔ ایک درخت کے پاس سے گزرے۔ درخت پھٹ گیا تو یہ اس کے اندر تشریف لے گئے۔ شیطان نے ان کے کپڑے کو پکڑا اور اسے لوگوں کے لئے ظاہر کر دیا۔ جب بنواسرائیل نے انہیں اس طرح دیکھا تو وہ آری لے کر آئے اور اس کے ساتھ وہ درخت چیر دیا۔ یہ بھی اس کے ساتھ ہی شہید ہو گئے۔ ان کا شمار ان رسل عظام میں ہوتا ہے جن کا تذکرہ اس آیت طیبہ میں ہے۔

وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ (البقرہ:87)۔

''اور ہم نے پے در پے ان کے پیچھے پیغمبر بھیجے''۔

ان سے مراد سات رسل عظام علیہم السلام ہیں۔ یہ ان میں سے تیسرے تھے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی۔ جب بیت المقدس نے ان سے شکایت کی کہ لوگوں نے اسے خراب کر دیا ہے اور لوگ اس میں مردار پھینکتے ہیں تو انہوں نے اسے کہا ''خوش ہو جا۔ تیرے پاس دراز گوش پر سوار ہونے والے تشریف لائیں گے یعنی حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام اور ان کے بعد اونٹ پر سواری کرنے والے تیرے پاس تشریف لائیں گے۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا۔ شاید یہ آپ کی اغلب عادت مبارکہ کے اعتبار سے ہے کہ آپ اونٹ پر سوار ہوں گے۔ یہ اس بات کے مخالف نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے اور اونٹ دونوں پر سواری کی۔ زبور شریف میں آپ کا اسم گرامی ''حاط حاط'' الفلاح جس کے ذریعے رب تعالیٰ باطل کو مٹا دے گا ''فارق'' یعنی حق اور باطل کے مابین فرق کرنے والا فارقلیط اور بارقلیط کا معنی یہی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ مخفی اشیاء کو جاننے والا۔

صاحب الدرالمنظم نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''عمر! جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں وہی ذات بابرکات ہوں جس کا ذکر رب تعالیٰ نے تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے، انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے کیا۔ زبور میں وہ ذکر خیر حضرت داؤد کے لئے کیا گیا۔ میں یہ بات از روئے فخر نہیں کہہ رہا بلکہ بطور تحدیث نعمت کہہ رہا ہوں۔ عمر! کیا تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ تورات میں میرا نام مبارک ''احید'' ہے۔ انجیل میں ''بارقلیط'' ہے۔ زبور میں ''حناط'' صحف ابراہیمی میں طاب طاب ہے۔ زبور میں ہے ''میں وہ رب تعالیٰ ہوں جو وحدہ لا شریک ہے۔ میں معبود برحق ہوں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم میرے رسول ہیں''۔ آپ کا وہاں یہ وصف بھی لکھا گیا ہے ''آپ

صلی اللہ علیہ وسلم اس ضعیف کو قوت عطا فرمائیں گے جس کا کوئی حامی وناصر نہ ہوگا۔ آپ مسکینوں پر رحم فرمائیں گے۔ ہر وقت آپ پر برکات کا نزول ہوتا رہے گا۔ تا ابد آپ کا ذکر خیر باقی رہے گا۔ وہ جبار ہوں گے"۔ زبور میں ہے "اے جبار! اپنی شمشیر حمائل کریں"۔ اگر کہا جائے کہ رب تعالیٰ نے تو فرمایا ہے۔

وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ (ق:45)

"اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں"۔

تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ پہلے جبار سے مراد وہ ذات ہوگی جو مخلوق کو حق کے قریب کر دے۔ دوسرے جبار کا معنی متکبر ہوگا۔

زبور میں ہے۔ "اے داؤد! تمہارے بعد ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے۔ ان کے اسم گرامی احمد اور محمد ہوں گے۔ میں ان پر کبھی ناراض نہ ہوں گا وہ کبھی میری نافرمانی نہیں کریں گے۔ میں نے ان کے طفیل ان کے اگلے اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیئے ہیں ان کی امت مرحومہ ہوگی۔ وہ روز محشر اس طرح آئیں گے کہ ان کا نور انبیاء کرام کے نور کی مثل ہوگا۔

حضرت داؤد علیہ السلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ صیہون سے اکلیل محمود کو غلبہ عطا کرے گا۔ صیہون مکہ مکرمہ کا نام ہے۔ اکلیل امام اور رئیس کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہے۔ صحف شیث علیہ السلام میں آپ کا ذکر خیر "اخوناخ" سے ہے۔ اس کا معنی ہے "صحیح الاسلام" بعض الہامی کتب میں ہے "میں ان پڑھوں میں اپنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کروں گا۔ میں انہیں ہر خوبی عطا فرماؤں گا۔ میں انہیں ہر خلق کریم سے نوازوں گا۔ میں حکمت کو ان کی گفتگو اور صدق و وفاء کو ان کی طبیعت بنا دوں گا۔ عفو و درگزر کو ان کا خلق، حق کو ان کی شریعت اور عدل کو ان کی سیرت بنا دوں گا۔ اسلام کو ان کی ملت بنا دوں گا۔ میں ان کے ذریعے گمنامی سے رفعت اور گمراہی سے ہدایت عطا فرما دوں گا۔ میں ان کے طفیل متفرق قلوب کو جمع اور مختلف خواہشات کو اکٹھا کر دوں گا۔ میں ان کی امت کو بہترین امت بناؤں گا"۔

قلم قدرت کے ذریعے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت اور رسالت کا اعلان

بہت سے پتھروں، نباتات اور حیوانات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی قلم قدرت کے ذریعے مکتوب ہوا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی آسمان سے اتری تھی۔ ان کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا "اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدِیْ وَ رَسُوْلِیْ" انہوں نے یہ نقش اپنی انگوٹھی میں لگا لیا۔ ان کی سلطنت کا انتظام وانصرام اس سے چلتا تھا"۔ اس طرح یہ روایت او پر مذکور روایت سے بالمعنی مشابہت رکھتی ہے۔ جب سلیمان علیہ السلام بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تھے یا وظیفہ زوجیت ادا کرنے لگتے تو وہ انگوٹھی اتار لیتے تھے۔

ایک قدیمی پتھر ملا جس پر یہ عبارت کندہ تھی "محمد تقی مصلح وسید وامین" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں

نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل بتائیں''۔ انہوں نے فرمایا ''ہاں! اے امیر المؤمنین! میں نے پڑھا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو ایک پتھر ملا جس میں چار لائنوں میں یہ لکھا ہوا تھا۔ پہلی سطر میں لکھا ہوا تھا ''اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِیْ'' دوسری سطر میں یہ عبارت مرقوم تھی ''اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ طُوْبٰی لِمَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَاتَّبَعَهٗ'' تیسری سطر میں یہ عبارت مکتوب تھی ''اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا الْحَرَمُ لِیْ وَالْكَعْبَةُ بَیْتِیْ مَنْ دَخَلَ بَیْتِیْ اٰمِنٌ مِنْ عَذَابِیْ'' امام حلبی نے لکھا ہے کہ چوتھی سطر میں خوب غور وفکر کرنا چاہیے۔

ایک شخص سے روایت ہے کہ 454ھ میں خراسان میں شدید آندھی چلی۔ وہ عاد کی آندھی کی طرح کی آندھی تھی۔ اس سے پہاڑ بھی اکھڑ گئے۔ جانور بھاگ گئے۔ لوگوں نے گمان کیا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے۔ انہوں نے بارگاہ ربوبیت میں آہ وزاری کی۔ انہوں نے غور سے دیکھا تو ایک عظیم نور آسمان سے نازل ہوا۔ وہ ایک پہاڑ پر اترا۔ انہوں نے جانوروں کو دیکھا تو وہ اس پہاڑ کی طرف جارہے تھے جس پر وہ نور اترا تھا۔ وہ لوگ بھی جانوروں کے ساتھ اس سمت جانے لگے۔ انہوں نے وہاں ایک پتھر دیکھا جس کا طول ایک ذراع اور عرض تین انگلیوں کے برابر تھا۔ وہاں تین سطور میں یہ عبارت کندہ تھی۔ پہلی سطر میں لکھا ہوا تھا۔ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاعْبُدُوْنَ'' دوسری میں ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ الْقُرَشِیْ'' اور تیسری میں یہ عبارت مرقوم تھی ''اِحْذَرُوْا وَقْعَةَ الْمَغْرِبِ اِنَّهَا تَكُوْنُ مِنْ سَبْعَةٍ اَوْ تِسْعَةٍ الْقِیَامَةِ قَدْ اَزِفَتْ''

روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا ''میں آسمانوں میں گھوما۔ میں نے آسمانوں میں ہر جگہ اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہوا تھا۔ میں نے جنت کے ہر محل اور کمرہ میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھا۔ میں نے آپ کا اسم مبارک حورعین کے گلوں اور جنت کے درختوں کے پتوں پر، طوبیٰ کے درخت پر، سدرۃ المنتہیٰ پر، حجابات پر اور ملائکہ کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا دیکھا'' روایت ہے کہ وہ پہلی عبارت جسے قلم کے ذریعے لوح محفوظ پر رقم کیا گیا یہ تھی ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مُحَمَّدٌ رَسُوْلِیْ مَنْ اَسْتَسْلَمَ لِقَضَائِیْ وَصَبَرَ عَلٰی بَلَائِیْ وَشَكَرَ عَلٰی نَعْمَائِیْ وَرَضِیَ بِحُكْمِیْ كَتَبْتُهٗ صِدِّیْقًا وَبَعَثْتُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَعَ الصِّدِّیْقِیْنَ''۔

میں معبود برحق ہوں۔ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے رسول ہیں۔ جس نے میری تقدیر پر سرتسلیم خم کیا۔ میرے مصائب پر صبر کیا۔ میری نعمت کا شکر ادا کیا۔ میرے حکم پر رضامندی ظاہر کی۔ میں اسے صدیق لکھوں گا اور بروز حشر اسے صدیقین کے ساتھ اٹھاؤں گا''۔ دوسری روایت کے مطابق لوح محفوظ کے سینہ پر یہ لکھا ہوا ہے۔

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دِیْنُهُ الْاِسْلَامُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَمَنْ اٰمَنَ بِهٰذَا اُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ'' میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بندے اور رسول ہیں جو شخص آپ پر ایمان لائے گا۔ میں اسے جنت میں داخل کروں گا۔ ایک اور روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو حکم دیا کہ جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے اسے لکھ دے تو اس نے عرش کے پائے پر سب سے پہلے کلمہ طیبہ لکھا۔

علامہ جلال الدین سیوطی خصائص الکبریٰ میں لکھتے ہیں ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کا اسم

مبارک رب تعالیٰ کے نام مبارک کے ساتھ عرش عظیم پر لکھا ہوا ہے"۔ اسی کتاب مستطاب میں ہے "اللہ تعالیٰ نے فرمایا" میں نے عرش پیدا کیا تو اس میں ارتعاش اور اضطراب پیدا ہوا۔ میں نے اس پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا تو وہ پرسکون ہو گیا۔ سارے ملکوت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی مکتوب ہے۔

حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم مجھے عزت وجلال کی قسم! اگر آپ نہ ہوتے تو میں نہ زمین تخلیق کرتا نہ آسمان۔ نہ اس منبر کو بلند کرتا نہ اس زمین کو بچھاتا" دوسری روایت میں ہے "میں نہ آسمان، نہ زمین، نہ طول اور عرض کو تخلیق کرتا"۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

لَوْلَا مَا كَانَ مَلَكٌ وَلَا فَلَكٌ كَلَّا وَ لَا بَانَ تحريم و تحليل

آپ نہ ہوتے تو کوئی فرشتہ نہ ہوتا۔ آسمان نہ ہوتا اور نہ ہی حرام وحلال عیاں ہوتا۔

ایک شخص نے بیان کیا "میں ہندوستان گیا۔ میں ایک جھاڑی میں گر پڑا۔ میں نے وہاں ایک پودا دیکھا۔ اس کے پتے سرخ تھے۔ ان پر سفید رنگ میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا تھا"۔ ایک اور شخص سے روایت ہے اس نے کہا "میں نے جزیرہ میں ایک بہت بڑا درخت دیکھا۔ اس کے پتے بڑے بڑے تھے۔ اس سے عمدہ خوشبو آرہی تھی ان پر قدرتی طور پر سرخ وسفید رنگ میں تین سطریں لکھی ہوئی تھیں پہلی سطر میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسری میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور تیسری سطر میں "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ" لکھا ہوا تھا"۔ ایک اور شخص سے روایت ہے۔ اس نے کہا "میں ہندوستان کے شہروں میں گیا۔ میں نے ایک بستی میں ایک درخت دیکھا جس کے پھول بڑے بڑے کالی رنگت والے اور خوشبودار تھے۔ ان پر سفید رنگ سے یہ عبارت لکھی ہوئی تھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ عُمَرُ الْفَارُوْقُ میں نے اس معاملہ میں شک کیا۔ میں نے کہا "یہ اتفاق ہے۔ میں نے دوسرا پھول دیکھا۔ میں نے وہاں بھی یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی۔ اس بستی میں بہت سے ایسے پودے تھے حالانکہ وہاں کے لوگ بت پرست تھے۔

ابن مرزوق نے قصیدہ بردہ شریف کی شرح میں ایک راوی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا "ایک دفعہ ہم دوران سفر بحر الہند کے گہرے پانی میں تھے کہ ہمیں شدید آندھی نے آلیا۔ ہم کچھ دیر کے لئے ایک جزیرے میں ٹھہرے۔ ہم نے وہاں ایک سرخ پھول دیکھا۔ اس کی خوشبو بڑی عمدہ تھی۔ اس پر زرد رنگ سے لکھا ہوا تھا "بَرَآءَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِلٰی جَنّٰتِ النَّعِیْمِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ"

ایک اور راوی کہتے ہیں "میں نے ہندوستان میں ایک درخت دیکھا۔ جس کا پھل اخروٹ کی طرح کا تھا۔ اس پر دو چھلکے تھے۔ جب ان چھلکوں کو توڑا جاتا تو ان میں سے سبز رنگ کا ایک لپٹا ہوا پتا نکلتا۔ جس پر سبز رنگت کے واضح خط میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ہوتا"۔ وہ لوگ اس سے تبرک حاصل کرتے تھے۔ جب باران رحمت رک جاتی تو وہ اس کے وسیلے سے بارگاہ ایزدی میں دعا مانگتے تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کی بارش نازل کر دیتا۔

الحافظ السّلفی نے بعض راویوں سے نقل کیا ہے کہ ہندوستان کے ایک شہر میں ایک درخت ہے۔ اس کے پتے سبز ہیں۔

اس کے ہر پتے پر گہرے سبز رنگ میں کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے۔ اس شہر کے ساکنین صنم پرست تھے۔ وہ یہ درخت کاٹتے اور اس کے آثار مٹانے کی کوشش کرتے۔ لیکن وہ درخت تھوڑے ہی وقت میں پہلے کی طرح ہو جاتا۔ وہ مشرک اس درخت کی جڑوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالتے لیکن سیسے کی اطراف سے چار شاخیں نکل آتیں ہر شاخ پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ہوتا۔ وہ لوگ اس درخت سے برکت حاصل کرنے لگے۔ جب ان کے مریض لاعلاج ہو جاتے تو انہیں اس درخت کے وسیلے سے شفاء ملتی وہ اس درخت کے پتوں کو زعفران کے ساتھ ملا کر عمدہ خوشبو حاصل کرتے۔

807ھ یا 809ھ میں انگور کا ایک ایسا دانہ پایا گیا جس پر کالے رنگ میں خوبصورت خط کے ساتھ ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہوا تھا۔ ایک اور راوی کہتے ہیں ''اس نے ایک مچھلی شکار کی جس کے دائیں پہلو پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور بائیں پہلو پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا تھا۔ جب میں نے مچھلی کی یہ کیفیت دیکھی تو اس کا احترام کرتے ہوئے اسے واپس پانی میں پھینک دیا''۔

ایک اور راوی کہتے ہیں ''میں بحر الغرب میں سفر کر رہا تھا میرے ساتھ ایک بچہ تھا۔ اس کے ہاتھ میں مچھلیاں پکڑنے کا کانٹا تھا اس نے وہ کانٹا سمندر میں پھینک دیا اس نے اس کانٹے کے ذریعے ایک چھوٹی سی سفید مچھلی پکڑی جب ہم نے وہ مچھلی دیکھی تو اس کے ایک کان کے نیچے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور دوسرے کان کے نیچے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا تھا۔ ہم نے وہ مچھلی دوبارہ سمندر میں پھینک دی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''ایک دفعہ ہم بارگاہ رسالت مآب میں حاضر تھے اچانک ایک پرندہ آیا۔ اس کی چونچ میں سبز رنگ کا موتی تھا۔ اس نے وہ موتی پھینک دیا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ موتی اٹھا لیا۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس میں سبز رنگ کا کیڑا تھا۔ جس پر زرد رنگ سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا تھا۔

ایک راوی فرماتے ہیں ''طبرستان میں ایک قوم تھی۔ جو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کا اقرار تو کرتی تھی لیکن رسالت محمدیہ کا انکار کرتی تھی۔ ایک دن شدید گرمی تھی۔ آسمان پر انتہائی سفید رنگ کا بادل ظاہر ہوا۔ وہ بادل پھیلتا گیا۔ اس نے سارے آفاق کو گھیر لیا۔ وہ بادل آسمان اور ان کے شہر کے مابین حائل ہو گیا جب زوال کا وقت ہوا تو آسمان پر واضح خط میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ظاہر ہوا۔ عصر تک یہ کلمہ طیبہ آسمان پر لکھا رہا یہ معجزہ دیکھ کر فتنہ بازوں نے توبہ کی۔ اور شہر کے اکثر یہود و نصاریٰ نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''اللہ تعالیٰ کے فرمان كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا (الکہف: 82) اس کے نیچے ان دونوں کے لئے خزانہ تھا''۔ کی تفسیر میں مجھے علم ہوا ہے کہ وہ خزانہ سونے کی ایک تختی تھی۔ دوسری روایت کے مطابق وہ سنگ مرمر کی تختی تھی۔ اس پر یہ عبارت کندہ تھی ''تعجب ہے اس شخص پر جو موت کا یقین کرتا تھا پھر بھی خوش ہوتا ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جو حساب و کتاب پر یقین رکھتا ہے پھر بھی غافل رہتا ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جو قضا و قدر پر یقین رکھتا ہے پھر بھی غمگین ہوتا ہے تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا اور اہل دنیا کے انقلاب کو دیکھتا ہے پھر بھی اس پر مطمئن ہو جاتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

امام بیہقی وغیرہ نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا ہے کہ وہ کنز جس کا تذکرہ رب تعالیٰ نے اپنی کتاب حکیم میں فرمایا ہے وہ سونے کی تختی تھی۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو تقدیر پر یقین رکھتا ہے پھر بھی تھکتا ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جو آگ کو یاد کرتا ہے پھر بھی ہنستا ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جو حساب و کتاب کو یاد کرتا ہے پھر بھی غافل رہتا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ دوسری روایت میں یوں مرقوم تھا "لا الہ الا انا محمد عبدی و رسولی"۔

امام حلبی لکھتے ہیں "میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے انہوں نے جو پہلے ذکر فرمایا وہ اس تختی کی ایک طرف جو دوسری بار ذکر کیا وہ تختی کی دوسری طرف لکھا ہو۔ بعض راویوں نے زیادہ اور بعض نے کم بیان کیا ہے۔ بعض نے روایت بالمعنیٰ کی ہے۔ ان بچوں کے باپ کے تقویٰ کی وجہ سے ان کے خزانے کی حفاظت کی گئی۔ یہ صالح شخص ان کا نوواں دادا تھا۔ حضرت محمد بن منکدر نے روایت ہے کہ رب تعالیٰ صالح شخص کی اولاد اس کی اولاد کی اولاد اور اس جگہ کی حفاظت کرتا ہے جس میں وہ موجود ہوتا ہے۔ اس کا ارد گرد بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور امان میں ہوتا ہے۔ روایت ہے کہ ہارون الرشید نے ایک علوی کو شہید کرنے کا ارادہ کیا جب علوی اس کے پاس آیا تو اس نے اس کی تعظیم کی اور اسے چھوڑ دیا۔ اس شخص سے پوچھا گیا "اس نے تجھے کیوں بلایا حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے تجھے اس سے نجات عطا کر دی"۔ اس علوی نے کہا "میں نے عرض کی تھی "اے مولائے کریم! جس نے دو بچوں کے خزانے کی حفاظت ان کے باپ کے تقویٰ کی وجہ سے کی تھی میرے آباء کے تقویٰ کی وجہ سے میری حفاظت کر"۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان لکھا ہوا تھا "محمد رسول اللہ خاتم النبیین" "ایک راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے خراسان میں ایک بچہ دیکھا جس کے ایک پہلو میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا تھا۔

ایک شخص کہتا ہے "974ھ میں میری بکری نے بچہ دیا اس کا رنگ کالا تھا۔ لیکن اس کی پیشانی پر ایک سفید گول داغ تھا جس کے وسط میں عمدہ خط کے ساتھ "محمد" (فداہ روحی۔ جان عالم) لکھا ہوا تھا۔ اسی طرح ایک شخص بیان کرتا ہے "میں نے افریقہ کے شہر میں ایک شخص کو دیکھا جس کی دائیں آنکھ کی سفیدی میں سرخ رنگوں کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا تھا۔

علامہ شعرانی فرماتے ہیں "میں اپنی کتاب کا یہی باب رقم کر رہا تھا تو میں نے نبوت مصطفوی کی علامات میں سے ایک عجیب علامت دیکھی۔ وہ یہ کہ ایک شخص نے اپنا بکرا ذبح کیا۔ اسے بھون کر کھالیا وہ اس کا سر میرے پاس لے کر آیا۔ میں نے اس کا سر دیکھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ارسلہ بالھدی و دین الحق یھدی بہ من یشاء مَن یشاء" علامہ شعرانی فرماتے ہیں "اس تکرار کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی کسی چیز سے غافل نہیں ہوتا"۔ میں کہتا ہوں "شاید اس تکرار سے ہدایت کی بلند و بالا شان سے انسان کو آشنا کرنا مقصود ہے کہ ہدایت کا رتبہ کتنا ارفع ہے۔ نیز یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی گمراہی اور ضلالت سے بچانے والا ہے۔

امام زہری سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں ہشام بن عبدالملک کے پاس جا رہا تھا۔ جب میں بلقاء پہنچا تو میں

نے ایک پتھر دیکھا جس پر عبرانی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ میں اسے ایک بزرگ کے پاس لے گیا تا کہ وہ اسے پڑھے۔ اس نے کہا "امر عجیب ہے۔ اس پر لکھا ہوا ہے بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ! جَاءَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ" اسے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے لکھا ہے۔

بعثت مبارکہ سے قبل شجر و حجر کا سلام پیش کرنا

حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں مکہ مکرمہ کے اس پتھر کو جانتا ہوں جو بعثت سے قبل مجھ پر سلام پڑھتا تھا۔ اب بھی میں اسے جانتا ہوں"۔ ایک قول کے مطابق یہ حجر اسود اور دوسرے قول کے مطابق یہ مکہ معظمہ کی اس گلی میں تھا جسے زقاق حجر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا وقت قریب آیا تو آپ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو کافی دور جاتے۔ آپ گھاٹیوں اور وادیوں کے دامنوں کی طرف تشریف لے جاتے۔ آپ جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے وہ یوں سلام عرض کرتا "الصلاۃ والسلام علیك یا رسول الله" آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں التفات فرماتے تو کوئی نظر نہ آتا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

لَمْ يَبْقَ مِنْ حَجَرٍ صَلْبٍ وَ لَاشَجَرٍ ۔۔۔ اِلَّا وَسَلَّمَ بَلْ هَنَّاهُ مَا وَهَبَا

ہر سخت پتھر اور درخت آپ کے حضور سلام پیش کرتا بلکہ جو کچھ آپ کو عطا کیا گیا اس پر مبارک دیتا۔

قصیدۃ الہمزیہ میں ہے۔

وَالْجَمَادَاتُ افصحت بالذی اخرس ۔۔۔ عنه لاحمد الفصحاء

بلکہ جمادات نے بھی اس ذات کے بارے فصیح و بلیغ گفتگو کی جس سے بڑے بڑے فصحاء کو روک دیا گیا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں مکہ معظمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ ہم مکہ معظمہ کے گرد و نواح کی طرف نکلے۔ آپ جب پہاڑ یا درخت کے پاس سے گزرتے وہ یوں سلام پیش کرتا "السلام علیك یا رسول الله"۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَ مَا مَرَّتْ بِالْاَحْجَارِ اِلَّا وسلمت ۔۔۔ علیك بنطق شاهد قبل بعثة

آپ بعثت سے قبل جب بھی پتھروں کے پاس سے گزرتے تو وہ واضح انداز میں آپ کو سلام عرض کرتے۔

امام سبکی فرماتے ہیں "ممکن ہے کہ پتھروں کا یوں محو گفتگو ہونا حیات اور علم کی وجہ سے ہو۔ یا یہ صرف آواز ہو جو حیات کے ساتھ متصل نہ ہو۔ ہر اعتبار سے یہ علامات نبوت میں سے ہے"۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "اکثر عقلاء بلکہ سارے فلسفی یہ مؤقف اپنائے ہوئے ہیں کہ جمادات عقل و دانش کی صلاحیتوں سے عاری ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ نقطہ نظر درست نہیں۔ بلکہ ہمارا مؤقف تو یہ ہے کہ حیات کا سر سارے عالم میں رواں ہے۔ روایت ہے کہ رطب و یابس میں

سے ہر چیز مؤذن کی آواز سنتی ہے اور اس کے لئے گواہی دے گی۔ گواہی تو علم کے ساتھ ہی ہوتی ہے"۔ انہوں نے اس موضوع پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی نگاہوں کو جمادات کی حیات سے روک دیا ہے۔ مگر چند لوگ اس حقیقت سے آگاہ ہیں۔ مثلاً ہم اور ہم جیسے دیگر افراد۔ اس کے متعلق ہمیں کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ان کی حیات سے حجاب اٹھا دیا ہے۔ ہمیں ان کی تسبیح اور گفتگو سنا دی ہے۔ اسی طرح کوہ طور پر جب ربانی تجلی پڑی تو بھی پھٹ گیا اس کی وجہ فقط یہ ہے کہ وہ رب تعالیٰ کی معرفت سے آگاہ تھا۔ اگر وہ عظمت الٰہیہ سے آگاہ نہ ہوتا تو یوں پارہ پارہ نہ ہوتا۔

بعثت مبارکہ

ابن اسحاق کہتے ہیں "جب حضور اکرم شفیع معظم ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین اور سارے جہانوں کے لئے نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ جو نبی بھی آپ ﷺ سے پہلے گزرا۔ رب تعالیٰ نے اس سے عہد لیا کہ وہ آپ ﷺ کی ذات والا پر ایمان لائے گا۔ آپ ﷺ کی تصدیق کرے گا اور آپ کے مخالفین کے خلاف آپ ﷺ کی مدد کریگا۔ وہ یہ عہد ہر اس شخص تک پہنچائے گا جو اس پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کرے گا۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امم درحقیقت حضور نبی کریم ﷺ کی ہی امت ہیں۔

جب رب تعالیٰ نے آپ کے سر اقدس پر سچی عزتوں کا تاج سجانا چاہا اور اپنے بندوں کے لئے مجسم رحمت بنا کر بھیجنا چاہا تو سب سے پہلے سچے خوابوں سے آغاز ہوا۔ آپ ﷺ جو خواب بھی دیکھتے اس کی تعبیر صبح کے اجالے کی مانند سامنے آجاتی۔ اس میں کسی کو بالکل شک نہ ہوتا جس طرح کسی کو صبح کے نور اور اجالے میں کوئی شک نہیں ہوتا۔ دوسری روایت میں ہے "آپ جس چیز کو خواب میں ملاحظہ فرماتے اسے عالم بیداری میں بھی ضرور دیکھتے۔ سچے خوابوں سے آغاز اس لئے کیا گیا کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام رسالت کا پیغام لے کر آپ کے پاس اچانک نہ آئیں کہ قوی بشریہ اسے برداشت ہی نہ کر سکیں۔ کیونکہ قوی بشریہ فرشتے کو دیکھنے کے متحمل نہیں ہو سکتے اگرچہ وہ اس صورت میں نہ ہو جس میں رب تعالیٰ نے اسے تخلیق کیا ہے۔ قوی بشریہ نہ تو فرشتے کی آواز سن سکتے ہیں نہ اس کا پیغام (رسالت) برداشت کر سکتے ہیں۔ یہ سچے خواب آپ ﷺ سے انس کا اظہار کرنے کے لئے تھے۔ یہ ہم پر رب تعالیٰ کا کرم ہے کہ ہم ملائکہ کو اس صورت میں نہیں دیکھ سکتے جس میں انہیں تخلیق کیا گیا ہے کیونکہ انہیں حسین ترین شکل میں تخلیق کیا گیا ہے کیونکہ اگر ہم دیکھ لیتے تو ان کی حسین صورتوں کی وجہ سے ہماری ارواح پرواز کر جاتیں ہماری آنکھیں چندھیا جاتیں۔ حضرت علقمہ بن قیس سے روایت ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو سب سے پہلے سچے خواب دکھائے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے قلوب مبارک پر سکون ہو جاتے ہیں۔ پھر عالم بیداری میں ان پر وحی کا نزول ہوتا ہے کیونکہ انبیائے کرام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ وہ سچے اور حق ہوتے ہیں۔ وہ پریشان خیالات اور شیطان کی طرف سے تخیل نہیں ہوتے۔ کیونکہ شیطان کو ان پر تسلط نہیں۔ کیونکہ ان کے دل سراپا نور ہوتے ہیں جو کچھ وہ خواب میں دیکھتے ہیں

اس کا حکم عالم بیداری جیسا ہوتا ہے۔ وہ عالم امثال کی جو صورت بھی اختیار کریں وہ حق ہوتی ہے۔ اسی لئے روایت ہے "ہم گروہ انبیاء علیہم السلام ایسے بلند اقبال ہیں کہ ہماری آنکھیں سوتی ہیں لیکن ہمارے دل نہیں سوتے"۔

سچے خوابوں کا یہ سلسلہ چھ ماہ تک جاری رہا۔ پھر عالم بیداری میں آپ پر وحی نازل ہوئی۔ بخاری شریف میں ہے۔ "پاکباز شخص کا سچا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے"۔ بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت کے بعد مکہ مکرمہ میں تیرہ سال قیام فرما رہے۔ مدینہ طیبہ میں دس سال اقامت گزیں رہے تیئس سال آپ پر عالم بیداری میں وحی آتی رہی۔ نیند میں وحی کی مدت چھ ماہ تھی۔ خواب کی مدت نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء بن گیا۔ اس وقت حدیث طیب کا معنی یہ ہوگا "میرا خواب آنے کی مدت میری نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے"۔ لیکن خواب سے مراد مطلق خواب اور نبوت سے مطلق نبوت مراد ہے۔ آپ کا کوئی مخصوص خواب مراد نہیں ہے۔ اس حدیث مبارک کے بارے میں بہت سی روایات ہیں۔ لیکن سب سے اصح وہی روایت ہے جس میں چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء کا تذکرہ ہے۔ بعض نے دیگر روایات کو لوگوں کے خوابوں کے مراتب کی تقویت پر محمول کیا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ایسے خواب نبوت کے پچاس اجزاء میں سے۔ بعض میں ہے انچاس اجزاء میں سے اور بعض میں ہے کہ چھہتر اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

حضرت عمرو بن شرحبیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو میں یا محمد! یا محمد! کی صدائیں سنتا ہوں"۔ دوسری روایت میں ہے "میں ایک نور دیکھتا ہوں اور آواز سنتا ہوں۔ بخدا! مجھے اس معاملہ کے بارے خدشہ ہے"۔ ایک اور روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بخدا! مجھے جتنی نفرت ان بتوں اور کاہنوں سے ہے اتنی نفرت کسی اور چیز سے نہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میں کہیں کاہن نہ بن جاؤں"۔ یعنی مجھے آواز دینے والا تابع جن نہ ہو۔ کیونکہ بتوں کے اندر جنات داخل ہو جاتے ہیں۔ بتوں کے نگرانوں کو آوازیں دیتے تھے۔ کاہن کے پاس جنات آسمانی خبریں لے کر آتے تھے۔ ایک اور روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کہیں مجھے مرض جنون نہ لاحق ہو جائے"۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "ہرگز نہیں! چچازاد! اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ اس طرح نہیں کرے گا۔ بخدا! آپ امانت ادا کرتے ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ صدقہ دیتے ہیں"۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ عرض گزار ہوئیں۔ "آپ کے اخلاق کریمانہ ہیں۔ شیطان آپ پر تسلط حاصل نہیں کر سکتا"۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کے اخلاق عالیہ اور صفات سنیہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے کیونکہ ایسے اوصاف جلیلہ کے حامل شخص کو صرف بھلائی کی جزاء ملتی ہے"۔ علامہ ماوردی نے حضرت امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تین سال رکھا۔ آپ ان کی حس کو سنتے تھے لیکن ان کا وجود نظر نہ آتا تھا۔ وہ آپ کو ایک چیز کے بعد دوسری چیز سکھاتے البتہ قرآن پاک کا تذکرہ نہ کرتے۔ یہ اس مدت میں نبوت کی بشارت تھی۔ اور آپ کو وحی الٰہی کے لئے تیار کرنا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ پندرہ سال تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی کبھی آواز سنائی دیتی تھی

لیکن وجود نظر نہیں آتا تھا۔ سات سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور نظر آتا رہا۔ بائیس سال کی مدت میں سے چھ ماہ وہ مدت ہے جس میں نبوت کی بشارت سنائی گئی۔

خلوت گزینی

اس کے بعد رب تعالیٰ نے آپ میں خلوت سے محبت پیدا فرمادی۔ امام بوصیری نے قصیدہ ہمزیہ میں لکھا ہے۔

أَلِفَ النسكَ وَالعِبَادَةَ وَ الْخَلْوَةَ طِفْلًا هٰكَذَا النُّجَبَاءُ

آپ نے بچپن سے ہی عبادت، ریاضت اور خلوت سے محبت کی۔ کریم ایسے ہی ہوتے ہیں۔

واذا حلت الهداية قلبا نشطت في العبادة الاعضاء

جب ہدایت دل میں جا گزیں ہوگئی تو اعضاء کو عبادت میں لطف آیا۔

''طفلاً'' سے مراد وہ وقت ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جلوہ گر تھے۔ انہوں نے فرمایا ''جب آپ پروان چڑھے تو آپ بچوں کے پاس جاتے بچے کھیل رہے ہوتے۔ مگر آپ ان سے کنارہ کش ہی رہتے''۔ جب وہ وقت ہمایوں آیا جس میں رب تعالیٰ نے رسالت کا تاج زریں آپ کے سر اقدس پر سجانا چاہا تو خلوت گزینی سے محبت میں اضافہ ہوگیا۔ کیونکہ خلوت سے دل کی فراغت اور مخلوق سے انقطاع حاصل ہوتا ہے۔ دل دنیا کی مصروفیات سے فارغ ہو کر ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتا ہے۔ دل صاف ہو جاتا ہے۔ معرفت کے انوار اس پر ضوفشاں ہو جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خلوت گزینی سے بڑھ کر اور کوئی چیز محبوب نہ تھی۔ آپ شبستان حراء میں خلوت نشین ہوتے تھے۔ کئی کئی راتیں آپ وہیں مصروف عبادت رہتے تھے۔ آپ کبھی تین راتیں کبھی سات راتیں کبھی نو راتیں اور کبھی پورا ماہ (رمضان المبارک) خلوت نشین رہتے۔ آپ کے پاس جتنا زاد اور توشہ ہوتا اس قدر خلوت گزیں رہتے۔ جب زاد اور سامان ختم ہو جاتا تو مکہ مکرمہ واپس آجاتے پھر زاد اور سامان لے کر تشریف لے جاتے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیک اور زیتون کا تیل بطور زاد پیش کرتیں۔ کیونکہ زیتون ایک مبارک درخت ہے جبکہ کیک کافی مدت تک صحیح رہ سکتا ہے۔ جبکہ دودھ اور گوشت جلد خراب ہو جاتے ہیں۔ قریش میں سے سب سے پہلے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ غار حراء میں خلوت نشین ہوئے جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو وہ حراء پر چڑھ جاتے اور مساکین کو کھانا کھلاتے۔ پھر دیگر افراد مثلاً ورقہ بن نوفل اور ابوامیہ بن مغیرہ نے بھی ان کی اتباع کی۔

علامہ سراج بلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی شرح میں لکھا ہے ''ایسی احادیث طیبہ نہیں ہیں جن سے ہم آگاہ ہوسکیں کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرنے کی کیفیت کیا تھی۔ بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس وقت جو مسکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں آتا آپ اسے کھانا کھلاتے تھے۔ کیونکہ اس جگہ قریش کی عمومی عادت یہی تھی کہ وہ شخص مساکین کو کھلاتا تھا جو یہاں خلوت گزیں ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ لوگوں سے انقطاع بھی نصیب ہوتا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت صرف غور و فکر تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ لوگوں سے قطع تعلق بھی رہتے بالخصوص جبکہ وہ باطل پر تھے۔ کیونکہ خلوت سے دل کو خشوع نصیب ہوتا ہے۔ خلوت خالص اور عمدہ ہوتی ہے۔ غور و فکر اس عمل کے ساتھ مختص نہیں۔ البتہ اس میں کیا ہوا غور و فکر

مکمل اور اتم ہوتا ہے کیونکہ مشغولیت نہیں ہوتی۔ ایک اور قول یہ ہے کہ یہ عبادت صرف ذکر تھا۔ بعض نے اس قول کو صحیح کہا ہے۔ بعض نے لکھا کہ حضور ﷺ اس وقت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی شریعت کے مطابق مصروف عبادت رہتے تھے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے "اس وقت حضور ﷺ شریعت ابراہیمی کے مطابق عبادت کرتے تھے حتیٰ کہ آپ پر پیغام رسالت آ گیا"۔

ولیٔ کامل کے لئے واجب ہوتا ہے کہ وہ شریعت مطہرہ پر عمل کرے۔ حتیٰ کہ اس کے دل میں ایسی آنکھ کھل جائے جس سے وہ سمجھ سکے۔ اس پر قرآن پاک کے معانی الہام کئے جائیں اور اس کا شمار محدثین میں ہونے لگے۔ پھر وہ مخلوق کی راہ نمائی کے مرتبہ پر فائز ہو سکے۔ حضور ﷺ اپنی خلوت گزینی کی مدت پوری فرما لیتے تو کاشانہ اقدس میں تشریف لانے سے قبل بیت اللہ میں جاتے اس کا طواف کرتے۔ پھر کاشانہ اقدس میں تشریف لے جاتے۔

نزول وحی

جب وہ ماہ مبارک آیا جس میں آپ کے سر اقدس پر عزت و کرامت کا تاج سجایا جانا تھا۔ وہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ دوسرے قول کے مطابق وہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ حضور ﷺ حسب معمول غار حراء میں تشریف لے گئے۔ حتیٰ کہ وہ مبارک شب آ گئی جس میں رب تعالیٰ نے آپ کو رسالت سے معزز فرمایا۔ اس نے اپنے بندوں پر رحم فرمایا۔ رمضان مبارک کی ستائیسویں رات تھی۔ دوسرے قول کے مطابق ربیع الاول کی آٹھویں رات تھی۔ تیسرے قول کے مطابق رجب کی تیسویں رات تھی۔ ہفتہ یا اتوار کی رات حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کے خواب میں آئے۔ پھر سوموار کے روز وحی لے کر آ گئے۔ انہوں نے کہا "اِقْرَاْ" آپ پڑھیں آپ نے فرمایا "میں پڑھنے والا نہیں" آپ ﷺ نے فرمایا "میں ایک چٹائی پر سو رہا تھا"۔ انہوں نے مجھے اس چٹائی سمیت بھینچا۔ حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ وقت وصال آ گیا ہے۔ پھر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر کہا "اِقْرَاْ" آپ پڑھیں۔ میں نے پوچھا "میں کیا پڑھوں؟ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا "اللہ کی قسم! میں نے کچھ نہیں پڑھا۔ بخدا! میں کسی ایسی چیز کو نہیں جانتا جسے میں پڑھوں"۔ انہوں نے کہا "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ"۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے تین بار اسی طرح کیا۔ پھر کہا

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ (العلق)

"آپ پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے (سب کو) پیدا فرمایا۔ پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم کے واسطہ سے اس نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا"۔

حضور ﷺ نے فرمایا "میں نے یہ آیات بینات پڑھیں۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام چلے گئے۔ یہ آیات مبارکہ میرے دل میں قرار پذیر ہو چکی تھیں۔ گویا کہ میرے دل میں لکھی جا چکی تھیں۔ حضور ﷺ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے یہ سارا معاملہ انہیں بتایا۔ اور فرمایا "مجھے اپنے بارے اندیشہ ہے"۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "کَلَّا، ہرگز

نہیں! رب تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی رسوا نہیں کرے گا"۔ حافظ شامی رقمطراز ہیں "یہ بات لطائف میں سے ہے کہ اس کلمہ "کَلَّا" سے سب سے پہلے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے یہی گفتگو فرمائی۔ اس کے بعد یہ سورۃ الاقراء میں نازل ہوا۔ یہ کلمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی زبان اقدس پر اتفاقاً رواں ہو گیا۔ کیونکہ اس کا نزول بعد میں ہوا"۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ پر نزول وحی سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو افق میں دیکھا وہ کہہ رہے تھے "(جان عالم) محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں"۔ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سارا معاملہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو بتایا۔ وہ ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور وہ سارا واقعہ انہیں سنایا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا تھا۔ ورقہ نے کہا "قدوس! قدوس! قدوس! مجھے اس ذات والا کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ اے خدیجہ! اگر آپ سچ فرما رہی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہی ناموس اکبر آیا ہے جو حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام پر آیا کرتا تھا یعنی جبرائیل امین وہ اس امت کے نبی ہیں، انہیں عرض کرو کہ وہ ثابت قدم رہیں"۔ دوسری روایت کے مطابق ورقہ نے کہا "ایسی زمین پر جبرائیل امین کو کیوں یاد کیا جاتا ہے جہاں بتوں کی پوجا کی جاتی ہے۔ جبرائیل تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسل عظام کے مابین امین ہیں۔ اے خدیجہ! اگر آپ سچ کہہ رہی ہیں تو وہ اس امت کے نبی ہیں"۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں واپس آ گئیں اور آپ کو ورقہ کی بات بتائی۔ ایک روایت کے مطابق اس کے بعد ورقہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ ورقہ نے کہا "محترم بھتیجے! مجھے بتائیں آپ نے کیا دیکھا ہے؟ کیا سنا ہے؟" جب حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا تو ورقہ نے کہا "مجھے اس ذات والا کی قسم! جس کے تصرف میں میری جان ہے آپ اس امت کے نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وہی ناموس اکبر آیا ہے جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر آتا تھا۔ بخدا! آپ کی تکذیب کی جائے گی۔ آپ کو اذیت دی جائے گی۔ آپ کے ساتھ جنگ کی جائے گی۔ آپ کو اپنے شہر سے نکال دیا جائے گا۔ اگر میں نے وہ دن پا لیا تو میں ضرور بالضرور آپ کی نصرت کروں گا"۔ پھر ورقہ نے آپ کا سر اقدس اپنے قریب کیا۔ سر اقدس کو درمیان سے چوم لیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس میں لوٹ آئے۔

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاشانہ اقدس میں جلوہ افروز نہیں تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے کہا "اے عتیق! محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ورقہ کے پاس لے جائیں"۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست اقدس پکڑا اور عرض کی "میرے ساتھ ورقہ کے پاس چلیں" وہ آپ کو ورقہ کے پاس لے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ورقہ سے فرمایا "جب میں تنہا ہوتا ہوں تو میں 'یا محمد' (صلی اللہ علیک وسلم) کی صدا سنتا ہوں میں بھاگ کر آجاتا ہوں"۔ ورقہ نے کہا "آپ یوں نہ کریں۔ اب اگر وہ آواز آپ تک آئے تو ٹھہر جائیں حتیٰ کہ آپ سن لیں کہ وہ کیا کہتی ہے۔ پھر میرے پاس آ جائیں"۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرائیل امین کو نہیں دیکھا تھا۔ نہ وہ آپ کے پاس وحی لے کر آئے تھے۔ ان دونوں

روایتوں میں تناقض نہیں۔ ورقہ کے اس سوال کو اس وقت پر محمول کیا جائے گا جبکہ ابھی تک حضور اکرم ﷺ نے جبرائیل امین علیہ السلام کو دیکھا نہیں تھا۔ جو مطاف میں سوال کیا تھا وہ اس وقت تھا جب حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل کی آواز سن لی تھی۔ اور انہیں دیکھ لیا تھا مگر ان کے ساتھ ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ تیسری بار سوال اس وقت تھا جب جبرائیل امین علیہ السلام عالم بیداری میں وحی لے کر حاضر خدمت ہوئے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کو لے کر ورقہ کے پاس گئیں۔ ہر راوی نے ایک ہی چیز پر اقتصار کیا ہے۔

اِقْرَأْ کی آیت طیبہ "براعۃ الاستہلال" پر مشتمل ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کلام کی ابتداء متکلم کے حال کے مناسب ہو۔ اور اس امر کی طرف اشارہ کرے کہ کلام کس لئے کیا گیا ہے۔ یہ کلام پڑھنے کے حکم پر مشتمل ہے اور اللہ تعالیٰ کے مبارک اسم سے پڑھنے کے لئے کہا گیا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی نے "الاتقان" میں لکھا ہے۔ "اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ آیت طیبہ اس بات کی مستحق ہے کہ اسے "عنوان القرآن" کہا جائے۔ کیونکہ کتاب کا عنوان وہ ہوا ہے جو اس کے مقاصد کو مختصر عبارت کے ساتھ بیان کردے"۔

حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ کو تین دفعہ بھینچا۔ اس سے مبالغہ مقصود تھا۔ قاضی شریح نے اس سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے "کسی استاذ کو کسی بچے کو قرآن پاک پڑھاتے وقت تین ضربوں سے زیادہ نہیں مارنا چاہئے"۔ امام سہیلی رقمطراز ہیں "تین دفعہ بھینچنے میں تین شدائد کی طرف اشارہ تھا۔ اس کے بعد آپ کو آسائش مل جانا تھی۔ پہلی آزمائش بنو ہاشم کا شعب ابی طالب میں جانا۔ دوسری آزمائش قریش مکہ کا آپ کو شہید کرنے پر اتفاق کرنا اور تیسری آزمائش حضور ﷺ کو سب سے محبوب شہر مکہ معظمہ سے نکالا جانا ہے"۔ نزول وحی سے قبل حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام دونوں حضور ﷺ کے پاس آئے اور شق صدر کیا۔

حضور ﷺ نے ان آیات بینات کی تلاوت فرمائی۔ مبارک شانوں اور گردن مبارک کے مابین لرزہ طاری ہو گیا۔ دوسری روایت کے مطابق قلب اطہر پر لرزہ طاری تھا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے آئے۔ فرمایا "مجھے چادر اوڑھ دو۔ مجھے چادر اوڑھ دو"۔ انہوں نے چادر مبارک اوڑھ دی۔ جب ہراس دور ہوا تو سارا واقعہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو سنایا اور فرمایا "مجھے اپنے بارے ڈر لگ رہا ہے"۔ دوسری روایت میں ہے "مجھے اپنی عقل کے بارے ڈر لگ رہا ہے"۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "ہر گز نہیں! آپ کو مژدہ ہو۔ اللہ رب العزت آپ کو کبھی بھی بے آبرو نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ سچ آپ کا وطیرہ ہے آپ کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ ضرورت مندوں کو عنایت کرتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ حق کی وجہ سے کسی پر مصیبت آجائے تو اس کی دستگیری کرتے ہیں"۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ حضور اکرم ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ان سے کہا "ذرا اپنے بھتیجے کی گفتگو سنو"۔ ورقہ نے عرض کی "میرے محترم بھتیجے! آپ نے کیا دیکھا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا سب کچھ انہیں بتایا۔ سارا واقعہ سن کر ورقہ نے کہا "یہ تو وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر آتا تھا۔ کاش! میں اس وقت جوان ہوتا اور آپ کی بھرپور مدد

کرتا۔ کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو اس مقدس شہر سے نکال دے گی"۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا "کیا میری قوم مجھے اس پاکیزہ شہر سے نکال دے گی"۔ ورقہ نے کہا "جو پاکباز ہستی بھی یہ حیات پرور پیغام لے کر آئی اس کے ساتھ عداوت کی گئی"۔ روایت ہے کہ جب کسی نبی کو اس کی قوم نے جھٹلایا تو وہ ان کے سامنے مکہ مکرمہ آ گیا۔ وہ تادم واپسیں رب تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہا۔ ایک اور روایت کے مطابق ورقہ نے عرض کی "اگر میں نے آپ ﷺ کا وہ دن پالیا تو میں آپ ﷺ کی شدید نصرت کروں گا"۔ ایک اور روایت ہے کہ ورقہ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے کہا "بلاشبہ! تمہارا چچازاد سچا ہے۔ اور یہ نبوت کی ابتداء ہے"۔

خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِي کا مفہوم

حضور اکرم ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "مجھے اپنے بارے اندیشہ ہے" اس کا معنی یہ نہیں کہ نعوذ باللہ آپ کو رب تعالیٰ کی عطا کردہ نبوت میں شک تھا۔ بلکہ حضور ﷺ کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس امر عظیم کی ذمہ داریوں کو آپ پوری طرح انجام نہ دے سکیں اور وحی کے اس بار گراں کے متحمل نہ ہو سکیں۔ نبوت کا بار گراں اولوالعزم رسل عظام علیہم السلام کے علاوہ اور کوئی اٹھانے کی سکت نہیں رکھتا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں "علماء کرام کا اس خشیت کے بارے اختلاف ہے۔ علماء نے اس کے متعلق تقریباً بارہ اقوال کئے ہیں لیکن سب سے صحیح اور شک وارتیاب سے بالاتر قول یہ ہے کہ اس سے مراد یا موت یا مرض یا دائمی مرض ہے"۔ حافظ اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے "یہ خشیت اس علم ضروری کے حصول تک تھی کہ کیا یہ فرشتہ بارگاہ ربوبیت سے آتا ہے۔ جب یہ علم حاصل ہو گیا تو پھر اس قسم کی خشیت بھی باقی نہ رہی"۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ورقہ کے پاس جانے سے قبل حضور ﷺ کو عداس کے پاس لے گئیں۔ یہ نینویٰ کا باشندہ تھا اور نصرانی تھا۔ انہوں نے کہا "عداس! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتی ہوں کیا تمہارے پاس جبرائیل کے بارے علم ہے؟ یہ نام مکہ مکرمہ بلکہ پورے عرب میں معروف نہ تھا۔ عداس نے کہا "قدوس! قدوس! اس بت پرستوں کی زمین پر جبرائیل کو کیوں یاد کیا جاتا ہے"۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "مجھے ان کے متعلق بتاؤ"۔ عداس نے کہا "وہ رب تعالیٰ کے امین ہیں جو اس کا پیغام لے کر اس کے انبیاء کرام کے پاس آتے ہیں۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر وہی وحی لے کر آتے تھے"۔ یہ عداس راہب تھا۔ یہ عمر رسیدہ شخص تھا۔ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی پلکیں اس کی آنکھوں پر گر چکی تھیں۔ یہ وہ عداس نہیں جو عتبہ بن ربیعہ کا غلام تھا۔ جو طائف میں حضور اکرم ﷺ سے ملا تھا۔ اس نے آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا تھا۔

روایت ہے کہ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عداس کے ہاں تشریف لے گئیں تو انہوں نے فرمایا "انعم صباحا یا عداس!" عداس نے کہا "یہ کلام تو قریش کی خواتین کی سردار خدیجۃ کا ہے"۔ انہوں نے فرمایا "ہاں! میں خدیجہ ہی ہوں"۔ عداس نے کہا "میرے قریب ہو جائیں۔ مجھے اونچا سنائی دیتا ہے"۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اس کے قریب ہو کر سارا

واقعہ سنایا۔

روایت ہے کہ جب انہوں نے عداس کو سارا واقعہ سنایا تو عداس نے کہا "اے خدیجہ! بعض اوقات شیطان بندے سے تعرض کرتا ہے وہ اسے بعض امور دکھاتا ہے۔ میری یہ کتاب لے جاؤ۔ اسے اپنے صاحب کے پاس لے جاؤ۔ اگر انہیں جنوں لاحق ہوا تو یہ مرض ختم ہو جائے گا۔ اگر یہ امر اللہ رب العزت کی طرف سے ہوا تو پھر انہیں کوئی نقصان نہ ہوگا"۔ وہ کتاب لے کر چلی گئیں۔ جب اپنے کاشانہ اقدس میں داخل ہوئیں تو وہاں حضور اکرم ﷺ حضرت جبرائیل امین کے ساتھ تھے۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کو یہ آیات بینات پڑھا رہے تھے۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۙ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۚ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۙ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝ (القلم)

"ن قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں اور یقیناً آپ کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا اور بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔ عنقریب آپ بھی دیکھیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے (واقعی) مجنون کون ہے"۔

جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے ان کی قراءت سنی تو بہت زیادہ مسرور ہوئیں۔ پھر حضور اکرم ﷺ سے عرض کی "میرے والدین آپ پر فدا! میرے ساتھ عداس کے پاس چلیں۔ جب عداس نے آپ کی زیارت کی تو اس نے آپ کی کمر مبارک سے کپڑا اٹھایا تو دونوں شانوں کے مابین مہر نبوت تاباں تھی۔ جب عداس نے اس کی زیارت کی تو وہ فوراً سجدہ ریز ہو گیا۔ اس نے کہا "قدوس! قدوس! بخدا آپ وہی نبی کریم ﷺ ہیں جن کی بشارت حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہما السلام نے دی تھی"۔

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ورقہ کے پاس جانے سے بعد میں رونما ہوا تھا۔ کیونکہ سورۂ اقراء سورۂ نون سے پہلے نازل ہوئی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے وحی کی ابتداء میں ورقہ، عداس اور ایسے لوگوں کے پاس جاتی رہیں جنہیں کتاب کا علم تھا کیونکہ وہ حضور اکرم ﷺ کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ وہ آپ ﷺ کے اس معاملہ کو پوری طرح پہچان لینا چاہتی تھیں۔ تا کہ آپ ﷺ کے قلب اطہر کو تقویت نصیب ہو۔ اور حق پر آپ کی اعانت ہو سکے وہ حضور اکرم ﷺ کتنی بہترین وزیر تھیں رضی اللہ عنہا"۔

ابن دحیہ نے ذکر کیا ہے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق بتایا۔ انہوں نے اس سے قبل یہ نام نہیں سنا تھا۔ انہوں نے بحیرا راہب کی طرف لکھا بلکہ دوسرے قول کے مطابق خود سفر کر کے وہاں تشریف لے گئیں اور اس سے حضرت جبرائیل کے متعلق پوچھا "اس نے کہا "قدوس، قدوس! اے سیدہ نساء قریش! آپ نے یہ نام کہاں سے سن لیا؟" انہوں نے فرمایا "میرے شوہر نامدار اور چچازاد نے مجھے بتایا ہے کہ یہ جبرائیل ان کے پاس آتے ہیں"۔ بحیرا نے کہا "یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کرام علیہم السلام کے مابین اللہ تعالیٰ کے سفیر ہیں شیطان نہ تو ان کی شکل میں

متشکل ہو جانے کی قدرت رکھتا ہے نہ ان کا نام رکھ سکتا ہے"۔

امام واحدی نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے یہ صدا سنی "یا محمد" (فداک روحی وابی وامی صلی اللہ علیک وسلم) تو آپ ﷺ نے فرمایا "لبیک! اس آواز نے کہا" یوں کہیں اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ﴿۷﴾ آپ نے اس طرح پڑھا پھر اس نے کہا "آمین" کہیں تو آپ نے امین کہی"۔ یہ روایت امام وکیع اور امام ابن ابی شیبہ نے لکھی ہے۔ پھر آپ ﷺ ورقہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور سارا واقعہ سنایا۔ اس نے کہا "آپ کو بشارت ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ وہی نبی کریم ﷺ ہیں جن کے بارے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے بشارت دی تھی۔ آپ موسیٰ علیہ السلام کے ناموس کی مثل پر ہیں۔ آپ نبی مرسل ہیں۔ آپ کو عنقریب جہاد کا حکم دیا جائے گا۔ اگر مجھے وہ وقت دیکھنا نصیب ہوا تو میں آپ کے ساتھ مل کر جہاد کروں گا"۔ یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ سب سے پہلے سورۃ الفاتحہ کا نزول ہوا۔ "کشاف" میں ہے اکثر مفسرین کا موقف یہی ہے۔

بعض مفسرین نے اسے بعید سمجھا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہو کہ یہ اس کلام مقدس میں سے ہے جو پہلے نازل ہوا۔ نہ یہ کہ یہ سورت مطلق سب سے پہلے نازل ہوئی۔ البتہ یہ جو روایت ہے کہ یہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی تو یہ اس کے شرف کی وجہ سے ہے اس کا دوبارہ نزول تھا۔ بہت سی آیات مواقع کے اعتبار سے کئی بار نازل ہوئیں۔ نماز مکہ مکرمہ میں فرض ہوئی۔ نہ یہ بات منقول ہے نہ ہی معروف ہے کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام نے کبھی سورۃ الفاتحہ کے بغیر نماز پڑھی ہو۔ امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ مجھے یاد نہیں کہ اسلام میں کوئی نماز سورۃ الفاتحہ کے بغیر پڑھی گئی ہو۔ صحیح مؤقف یہ ہے یہ سورت مبارکہ ابتداء اسلام میں نازل ہوئی۔ لیکن سب سے پہلے اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ...... نازل ہوئی۔ حدیث پاک ہے کہ اگر سورۃ الفاتحہ کو میزان کے ایک پلڑے میں اور بقیہ قرآن مجید دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو سورۃ الفاتحہ بقیہ قرآن پاک پر سات بار فضیلت لے جائے گی۔ دوسری حدیث طیب میں ہے کہ فاتحۃ الکتاب ہر مرض سے شفاء ہے"۔ ایک اور روایت میں ہے کہ فاتحۃ الکتاب قرآن پاک کے ثلث کے برابر ہے۔

ورقہ بن نوفل

پھر جلد ہی ورقہ بن نوفل کا انتقال ہو گیا۔ سبط ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "یہ آخری شخص تھا جو زمانہ فترت میں مرا۔ اس نے آپ کی نبوت کو پالیا۔ حضور ﷺ کی نبوت مبارکہ کی اس نے تصدیق کی لیکن یہ رسالت کو نہ پاسکا۔ محققین کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ اسے صحابہ کرام میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اس نے رسالت کو نہیں پایا تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا "میں نے قس (ورقہ) کو جنت میں پایا اس نے ریشمی لباس پہن رکھا تھا"۔ دوسری روایت میں ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "میں نے اسے جنت کے باغات میں دیکھا اس نے سندس کے کپڑے زیب تن کر رکھے تھے"۔ ایک اور روایت میں ہے "ورقہ کو برا بھلا نہ کہا کرو میں نے اسے جنت میں دیکھا ہے یا اسے دو جنتوں میں دیکھا ہے

کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لایا۔ اس نے میری تصدیق کی"۔ ابن کثیر نے ورقہ کے اسلام کا یقینی قول کیا ہے۔ بعض ائمہ نے اسے راجح قول کہا ہے کیونکہ اس نے دعوت الی اللہ (رسالت) کو پا لیا تھا۔ روایت ہے کہ بعثت کے چوتھے سال اس کا انتقال ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان "وہ مجھ پر ایمان لایا۔ اس نے میری تصدیق کی" بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ فتح الباری میں ہے کہ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ ورقہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا۔ انہیں تکلیف دی جا رہی تھی"۔ یہ روایت تقاضا کرتی ہے کہ وہ دعوت کے زمانہ تک زندہ رہا اس وقت بعض لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔

روایت ہے کہ وحی کی ابتداء میں ورقہ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے کہا "آپ اس جگہ جائیں جس جگہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ چیز دکھائی دیتی ہے۔ جب وہ اسے دیکھیں تو آپ اپنی چادر اتار دینا۔ اگر وہ فرشتہ ہوا تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نہیں دیکھ سکیں گے۔ ایک دن حضرت جبرائیل امین حاضر خدمت ہوئے۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس میں تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر رکھی تھی کہ کیا آپ اپنے اس صاحب کے بارے اس وقت بتا سکیں گے جب وہ آپ کے پاس آئے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو دیکھا تو فرمایا "خدیجہ! جبرائیل میرے پاس آ گئے ہیں۔ میں انہیں دیکھ رہا ہوں"۔ انہوں نے عرض کی "چچازاد! انہیں اور میری ران پر تشریف لے آئیں" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ران پر تشریف فرما ہو گئے"۔ انہوں نے عرض کی "کیا اب آپ انہیں دیکھ رہے ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں" حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "اب آپ میری آغوش میں آ جائیں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گود میں چلے گئے۔ انہوں نے عرض کی "کیا آپ اب انہیں دیکھ رہے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں" حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر کی چادر اتار دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آغوش میں جلوہ افروز تھے۔ انہوں نے پوچھا "کیا آپ اب انہیں دیکھ رہے ہیں"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں" حضرت خدیجہ عرض گزار ہوئیں "اے میرے چچازاد! ثابت قدم رہیں۔ آپ کو بشارت ہو بخدا! یہ آنے والا فرشتہ ہے۔ یہ شیطان نہیں ہے"۔ صاحب ہمزیہ نے ان اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَ اَتَاہُ فِی بَیْتِهَا جِبْرَائِیْلُ ... وَلِذِی اللُّبِّ فِی الْاُمُوْرِ ارْتِیَاءُ

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے گھر حضرت جبرائیل امین آتے اہل دانش امور میں غور و فکر کرتے ہیں۔

فَاَمَاطَتْ عنها الخمار لِتَدْرِی ... اَهُوَا الوَحْیُ ام هو الاغماء

انہوں نے اپنا دوپٹہ نیچے رکھ دیا تا کہ وہ جان سکیں کہ یہ وحی ہے یا مرض ہے۔

فاختفی عند کشفها الراس جبرا ... ئیل فما عاد او اعید الغطاء

جب انہوں نے اپنا سر اقدس ننگا کیا تو حضرت جبرائیل امین مخفی ہو گئے۔ وہ اس وقت پوشیدہ ہو گئے یا پردہ تن دیا گیا۔

فاستبانت خدیجة انه الکنز ... الذی حاولته والکیمیاء

اس وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو علم ہو گیا کہ وہ خزانہ ہے اور کیمیاء ہے جو انہیں نصیب ہوا ہے۔

فترۃ الوحی

پھر کچھ مدت کے لئے نزول وحی کا سلسلہ رک گیا۔ تاکہ وہ ہراس ختم ہو جائے جس کا حضور ﷺ پہلی دفعہ نزول وحی کے وقت سامنا کرنا پڑا تھا۔ اور شوق و محبت میں جولانی پیدا ہو جائے۔ اس سلسلہ کے رک جانے کی وجہ سے آپ بہت زیادہ غمزدہ ہو گئے۔ حتیٰ کہ آپ نے کئی دفعہ چاہا کہ پہاڑ کی چوٹی سے خود کو گرا لیں۔ آپ ﷺ جب بھی اس مقصد کے لئے پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے جاتے تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام اچانک ظاہر ہوتے۔ وہ عرض کرتے یا محمد! صلی اللہ علیک وسلم آپ اللہ رب العزت کے سچے رسول ہیں" یہ سن کر آپ کے قلب انور کو سکون ملتا نفس کو قرار آتا اور آپ واپس تشریف لے آتے۔

فتح الباری میں ہے کہ فترۃ الوحی کی مدت تین سال تھی۔ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مدت اڑھائی سال بتائی۔ بعض نے صرف پندرہ روز لکھا ہے۔ اس کے علاوہ بھی متفرق اقوال ہیں۔ اس مدت میں حضور ﷺ غار حراء میں اسی طرح تشریف لے جاتے رہے جس طرح نزول وحی سے پہلے تشریف لے جاتے تھے۔ تاکہ فرشتے سے ملاقات ہو جائے اور نزول وحی کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو جائے۔ حضرت یحییٰ بن بکیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ فترۃ الوحی کے بعد نزول وحی کا سلسلہ کب شروع ہوا؟ انہوں نے فرمایا" میں وہی کچھ بیان کروں گا جو ہمیں حضور اکرم ﷺ نے بتایا تھا۔ آپ نے فرمایا" میں غار حراء میں خلوت نشین تھا۔ جب خلوت گزینی کے دن گزر گئے میں نیچے اترا تو مجھے آواز سنائی دی۔ میں نے دائیں دیکھا مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ بائیں دیکھا۔ مجھے کچھ دکھائی نہ دیا۔ میں نے اپنے پیچھے دیکھا تو پھر بھی کچھ نظر نہ آیا۔ میں نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو میں نے آسمان اور زمین کے مابین کچھ دیکھا"۔ دوسری روایت میں ہے" اچانک مجھے وہ فرشتہ نظر آیا جو غار حراء میں میرے پاس آیا تھا۔ وہ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا مجھے ہراس نے آلیا۔ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا۔ میں نے کہا" مجھے چادر اوڑھ دو۔ مجھے چادر اوڑھ دو۔ مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو"۔ اس وقت ان آیات طیبات کا نزول ہوا۔

يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ (المدثر)

"اے چادر لپیٹنے والے۔ اٹھیے اور (لوگوں کو) ڈرائیے۔ اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے"۔

آپ بہت زیادہ مسرور ہوئے۔ آپ کو جس طرح نذرات (ڈرانے) کے ساتھ مبعوث کیا گیا تھا اس طرح بشارت کے ساتھ بھی مبعوث کیا گیا تھا۔ کیونکہ بشارت اس کے لئے ہوتی ہے جو ایمان لے آئے۔ اس سے قبل کہ تو کوئی ایمان لایا ہی نہیں تھا۔ یہ آیات اس امر پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ آپ کی نبوت آپ کی رسالت سے مقدم تھی۔ نبوت کا اظہار "اقراء" کے نزول کے ساتھ اور رسالت کا اظہار يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ کے ساتھ ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے یہ دونوں باہم متصل تھیں "اقراء" کے نزول کے ساتھ ہی آپ کی نبوت و رسالت کا آغاز ہو گیا مگر دعوت کا اظہار يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ کے ساتھ ہوا۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ چادر اوڑھنا اس کی ٹھنڈک کی وجہ سے تھا جو نزول وحی کے فوراً بعد محسوس ہوتی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتہ جب حضور ﷺ پر وحی لے کر آتا روح انسانی اسے حاصل

کرتی تو حرارت عزیزیہ مشتعل ہو جاتی۔ چہرۂ انور متغیر ہو جاتا۔ حرارت کے غلبہ کی سطح بدن پر رطوبات منتقل ہوتے، اسی سے پسینہ آنے لگتا۔ جب یہ کیفیت ختم ہو جاتی، مزاج ہمایوں پر سکون ہو جاتا جسم اطہر باہر سے ہوا قبول کرتا تو مزاج ٹھنڈا ہو جاتا آپ پر لرزہ طاری ہو جاتا اور آپ پر چادر ڈال دی جاتی"۔ امام سہیلی نے لکھا ہے "یہ اہل عرب کی عادت ہے کہ جب وہ لطف ومحبت کا اظہار کرنا چاہتے تو مخاطب کو ایسے اسم سے پکارتے جو اس کی اس حالت پر دلالت کرتا"۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ﴿۲﴾ کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ انتہائی لطف وکرم کا اظہار کیا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا بھی علم ہوتا ہے جو انسان کا سب سے اہم مطلوب ہوتا ہے۔ اسی لطف وکرم کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کے لئے شدائد کا مقابلہ کرنا آسان ہو جاتا۔ حضور ﷺ بھی اپنے صحابہ کرام کے ساتھ اسی طرح لطف ومحبت کا اظہار کرتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم وجہہ الکریم سو رہے تھے۔ جبین اطہر پر مٹی لگی ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا "ابوتراب! اٹھو" اسی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کسی سفر میں سو گئے تھے تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا اے نومان (سونے والے) اٹھو"۔

وحی کے مراتب اور اس کی اقسام

اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کے لئے وحی کے سارے مراتب اور اس کی ساری انواع جمع فرمادیں تھیں۔ وہ مراتب وحی درج ذیل ہیں۔

پہلا مرتبہ۔ سچے خواب

حضور ﷺ جو بھی خواب ملاحظہ فرماتے۔ اس کی تعبیر صبح کے اجالے کی مانند سامنے آجاتی۔ امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جس شب حضور ﷺ کے سراقدس پر نبوت ورسالت کا تاج سجانا تھا اس شب حضرت جبرائیل امین حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ کو بھینچا اور خواب میں سورۃ ''اقراء'' کی ابتدائی آیات تلاوت کیں۔ پھر عالم بیداری میں حاضر ہوئے اور اسی طرح کیا۔ بلکہ روایت ہے جو چیز بھی آپ کے پاس عالم بیداری میں آتی اسے پہلے آپ کو خواب میں ضرور دکھایا جاتا۔ علامہ شیخ محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضور ﷺ اور دیگر سارے انبیاء کرام علیہم السلام پر جب وحی کا نزول ہوتا تو آپ کمر کے بل لیٹ جاتے تھے۔ انہوں نے اس کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ''اس کا سبب یہ ہے کہ وارد الٰہیہ جو کہ وصف قیومیہ سے متصف ہے جب ان کے پاس آتا تو وہ روح انسانی کو اس کی تدبیر سے روک دیتا۔ جسم کے لئے ایسی چیز برقرار نہ رہتی جو اس کے قیام وقعود کی حفاظت کرتی۔ جسم اپنی اصل کی طرف لوٹ آتا وہ اصل زمین پر لیٹنا ہے''۔

دوسرا مرتبہ

فرشتہ آپ کے قلب انور میں کوئی چیز ڈال دیتا۔ مگر وہ نظر نہ آتا۔ اللہ تعالیٰ آپ میں علم ضروری پیدا فرمادیتا جس سے آپ جان لیتے کہ یہ وحی ہے صرف الہام نہیں ہے۔

تیسرا مرتبہ

فرشتہ شکل انسانی میں آپ ﷺ کے پاس آتا۔ وہ آپ ﷺ سے مخاطب ہوتا حتیٰ کہ وہ جو کچھ کہتا آپ کو یاد ہو جاتا یہ بات ثابت ہے کہ فرشتہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آتا تھا۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ ایک وجیہ اور شکیل انسان تھے۔ جب تجارت کے لئے آتے تو خواتین گھروں سے باہر نکل کر انہیں دیکھتیں۔ علامہ سراج بلقینی نے لکھا ہے ''جائز ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام اپنی پہلی شکل میں آتے ہوں مگر جب وہ سمٹتے تو وہ آدمی کی شکل میں آجاتے۔ جس طرح کہ روئی کو پھیلانے کے بعد جمع کیا جائے''۔ یہ بات تقریب الی الفہم کے لئے ہے۔ بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت جبرائیل امین اس شکل میں اس لیے ظہور کرتے تاکہ اسے انس پیدا ہو سکے جس سے وہ مخاطب ہوں۔ ظاہر ہے زائد مقدار نہ زائل ہوتی تھی نہ فناء۔ بلکہ

دیکھنے والے سے مخفی ہو جاتی تھی۔ علامہ قونوی نے لکھا ہے "یہ بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص ملکی قوت بخشی ہو جس میں وہ تصرف کرتے ہوں روح ان کے اصلی جسم میں برقرار رہتی ہو۔ اس کی تدبیر کرتی ہو مگر اس کا اثر دوسرے جسم کے ساتھ بھی متصل ہو جاتا ہو۔ وہ دوسرا جسم بھی اس کے اثر سے زندہ ہو جاتا ہو۔ فرشتے کا جسم اصلی اپنی حالت پر باقی رہتا ہو۔ اس میں کوئی تغیر و تبدل رونما نہ ہوتا ہو۔ وہ فرشتہ عالم الامثال میں سے ایک اور صورت کو قائم کر دیتا۔ اس کی روح بیک وقت ان دونوں اجسام میں تصرف کرتی۔ کہا جاتا ہے "ابدال کو ابدال اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں وہ دوسری صورت میں ہوتے ہیں جو اصلی صورت کے مشابہ ہوتی ہے۔ صوفیاء نے عالم اجساد اور عالم ارواح کے مابین ایک اور عالم ثابت کیا ہے جسے عالم الامثال کہا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا ہے "یہ عالم اجسام سے زیادہ لطیف اور عالم ارواح سے کثیف ہوتا ہے۔ اس بنیاد پر وہ کہتے ہیں ارواح مختلف اجسام میں متشکل ہو جاتی ہیں اور ان کا ظہور مختلف صورتوں میں ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ (مریم)

"پس وہ ظاہر ہوا اس کے سامنے ایک تندرست انسان کی صورت میں"۔

یہ جواب کہ حضرت جبرائیل امین کا حجم حضرت دحیہ کے جسم کے برابر ہو جاتا پھر وہ پہلی ہیئت پر آتا تکلف ہی ہے۔ جو کچھ صوفیائے کرام نے فرمایا ہے وہ احسن ہے۔

چوتھا مرتبہ

گھنٹی کے بجنے کی سی آواز سنائی دیتی۔ اس آواز کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ وحی لے کر آنے والے فرشتے کی آواز ہوتی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ فرشتے کے پروں کی آواز ہوتی ہے۔ یہ آواز پہلے اس لئے سنائی دیتی تھی تاکہ کان وحی سننے کے لئے تیار ہو جائیں۔ وحی کی یہ قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی شدید ہوتی تھی۔ کیونکہ اس میں آپ کا ورود طبائع بشریہ سے اوضاع ملکیہ کی طرف ہوتا تھا۔ آپ پر اس طرح وحی کی جاتی جس طرح ملائکہ کی طرف وحی کی جاتی۔ دوسری بات یہ ہے گھنٹی نما آواز سے سمجھنا آدمی کے کلام سے سمجھنے سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ وحی کی ساری اقسام شدید ہوتیں۔ مگر یہ قسم سب سے زیادہ شدید ہوتی۔

فائدہ

یہ شدت درجات کی رفعت اور قربت کی زیادتی کے اعتبار سے زیادہ ہوتی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کی اس شدت کا علاج کراتے تھے۔ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے "یہ نزول وحی اس لئے شدید ہوتا ہے تاکہ آپ کے قلب انور کی توجہ ایک طرف ہو سکے جو کچھ وہ سنے اسے اچھی طرح یاد کر لے۔ یہ نہ کہا جائے کہ گھنٹی کی آواز مذموم ہوتی ہے۔ اس سے منع کیا گیا ہے۔ پھر وحی کو اس کے ساتھ مشابہت کیسے ہو سکتی ہے؟ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ اس آواز کی دو جہتیں ہیں۔ ❶ قوت کی جہت۔ تشبیہ اس اعتبار سے ہوگی۔ ❷ بجنے کی جہت۔ اس جہت سے نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔ مشبہ

اور مشبہ بہ میں تشبیہ ساری صفات میں مساوی لازم نہیں ہوتی۔ بلکہ کسی ایک وصف میں ان کا اشتراک کافی ہوتا ہے۔ کیونکہ وحی مشکل مسائل میں سے ہے جس کی حقیقت سے نقاب نہیں اٹھایا جاسکتا۔ اس لئے اس کے لئے مثال دی گئی۔ اس کو اس آواز سے تشبیہ دی گئی ہے جو صرف سنائی دیتی ہے اس سے کچھ سمجھا نہیں جاتا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ وحی دل پر جلال کی ہیئت اور بجلی کی تیزی کی طرح آتی ہے۔ خطاب کی ہیئت دل کو آلیتی ہے۔ جب نزول وحی کا سلسلہ ختم ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی یاد ہو چکی ہوتی۔ وحی کی یہ قسم ملائکہ کی طرف وحی کرنے سے مشابہت رکھتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے پر مارتے ہیں گویا کہ وہ کسی چٹان پر زنجیر گری ہو۔ جب ان کے دل پرسکون ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں۔

مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿۲۳﴾ (سبا)

''کیا ارشاد فرمایا تمہارے رب نے وہ کہتے ہیں اس نے حق فرمایا اور وہ بڑی شان والا سب سے بڑا ہے''۔

امام احمد اور امام حاکم، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا نزول ہوتا تو آپ کے پاس سے شہد کی مکھیوں کی سی آواز آتی۔ یہ آواز آپ کے صحابہ کرام کی نسبت سے تھی۔ اس لئے حافظ نے لکھا ہے کہ اس روایت کے منافی نہیں جس میں گھنٹی نما آواز کا ذکر ہے کیونکہ مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی آواز حاضرین کے اعتبار سے ہوتی تھی۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تشبیہ دی۔ جبکہ گھنٹی کی آواز کی طرح کی آواز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے ہوتی تھی۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ آواز اس وقت سنائی دیتی تھی جب فرشتہ شکل انسانی میں حاضر خدمت ہوتا تھا۔ وحی کی یہ قسم بہت شدید ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ شدید سردی کے دن بھی جبین اطہر پر پسینے کے قطرات آجاتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی اونٹنی پر سوار ہوتے تو وہ بھی زمین کے ساتھ لگ جاتی۔ ایک دفعہ نزول وحی کی کیفیت طاری ہوئی اس وقت آپ کی مبارک ران حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی ران پر تھی۔ انہیں یوں لگ رہا تھا کہ گویا کہ ان کی ران ٹوٹ رہی ہے۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ چہرہ انور کی رنگت تبدیل ہو جاتی اور چشمان مقدس بند ہو جاتیں۔ منہ مبارک سے آواز نکلتی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شدید سورت نازل ہوتی تو اس سورت کی شدت کے اعتبار سے کرب آپ کو آلیتا۔ اگر سورت مبارکہ نرم ہوتی تو اس قدر آپ کو نرمی آلیتی۔

پانچواں مرتبہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو اس شکل میں دیکھتے جس میں رب تعالیٰ نے انہیں تخلیق کیا ہے۔ ان کے چھ سو پر ہوتے۔ ہر پر آسمان کے افق کو ڈھانپ لیتا، حتیٰ کہ آسمان سے کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ اس طرح وہ آپ پر جو رب تعالیٰ چاہتا وحی نازل کرتے۔ اس طرح وحی کا نزول صرف دوبار ہوا تھا۔ ایک بار جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ افق میں مجھے اپنی

اصل شکل دکھائیں۔ یہ امر بعثت کے اوائل فترۃ الوحی کے بعد رونما ہوا تھا۔❷ دوسرا شب معراج کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس حضور ﷺ نے جبرائیل امین کو دیکھا تھا۔

چھٹا مرتبہ

اللہ تعالیٰ نے آسمان کے اوپر آپ ﷺ پر جو وحی فرمائی۔ مثلاً نماز کی فرضیت وغیرہ آپ ﷺ نے اس ذات والا کا کلام ازلی سنا جو نہ حرف نہ ہی صورت پر مشتمل تھا۔ یہ ہم کلامی کسی واسطہ کے بغیر ہی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے اس ذات مقدسہ کا دیدار بھی کیا تھا۔

ساتواں مرتبہ

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر بلا واسطہ وحی کی۔ رویت کے بعد کلام ازلی سنایا جس طرح حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے کلام ازلی سنا تھا۔ بعض علماء کرام نے وحی کی آٹھویں قسم بھی لکھی ہے وہ یہ کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آنے سے قبل لگا تار تین سال آپ کے ساتھ رہے پھر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام وحی لے کر آ گئے۔ بعض علماء کرام نے اس مرتبہ کے بارے نزاع کیا ہے۔ بعض علمائے کرام نے نواں مرتبہ بھی لکھا ہے۔ یہ وہ علم ہے جسے رب تعالیٰ آپ کے قلب منیر میں ڈال دیتا۔ احکام میں اجتہاد کے وقت آپ کی زبان اقدس پر رواں ہو جاتا۔ اس میں فرشتے کا واسطہ درمیان میں نہیں ہوتا تھا۔ بعض علماء کرام نے دسواں مرتبہ بھی لکھا ہے وہ یہ کہ حضرت جبرائیل امین حضرت دحیہ کلبی کے علاوہ کسی اور انسان کی شکل میں حاضر خدمت ہوتے۔ جیسا کہ وہ حدیث مبارک جس میں اسلام، ایمان اور احسان کا تذکرہ ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مرتبہ تیسرے مرتبہ میں شامل ہے کیونکہ کسی انسان کی صورت میں متشکل ہونا ہے۔ اگرچہ غالب اور اکثر حضرت جبرائیل امین حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت زیبا میں آتے تھے۔ لیکن یہ اس امر کے منافی نہیں کہ وہ کسی اور انسان کی شکل میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوں۔ اس حدیث پاک میں ہے کہ وہ ایسے انسان کی شکل میں حاضر خدمت ہوئے جس نے انتہائی سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ سر کے بال بہت زیادہ سیاہ تھے۔ اس پر سفر کے آثار نہ تھے صحابہ کرام میں سے کوئی اسے جانتا نہ تھا حالانکہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں معروف تھے۔ بعض سیرت نگاروں نے وحی کی مزید اقسام شمار کیں ہیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے چھیالیس اقسام شمار کیں ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح انہی اقسام کی طرف لوٹتی ہیں جن کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے۔

روایت ہے کہ بعثت کے آغاز میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ان کی شکل بہت خوبصورت تھی۔ ان سے عمدہ خوشبو آ رہی تھی۔ وہ مکہ مکرمہ کی بلند جگہ پر تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ کوہ حرا پر تھے۔ انہوں نے عرض کی ''اے محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور آپ سے کہتا ہے'' آپ جن وانس کی طرف میرے رسول ہیں۔ آپ انہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی طرف دعوت دیں''۔ پھر انہوں نے اپنی ٹانگ

زمین پر ماری۔ زمین سے پانی کا چشمہ رواں ہوگیا۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے اس پانی سے وضو کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ملاحظہ فرما رہے تھے۔ تاکہ وہ آپ کو بتائیں کہ نماز کے لئے وضو کس طرح کیا جاتا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضوء کیا۔ پھر حضرت جبرائیل نے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آسمان کی طرف چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل خانہ کی طرف چلے گئے۔ آپ جس پتھر، ڈھیلے یا درخت کے پاس سے گزرتے تو وہ یوں سلام پیش کرتا ''السلام علیک یا رسول اللہ!'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے انہیں اس واقعہ کی خبر دی۔ جسے سن کر وہ فرحت وانبساط سے بے ہوش ہوگئیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا۔ انہیں چشمہ پر لے آئے۔ خود وضوء فرمایا تاکہ وہ آپ کو وضوء کرتے دیکھیں۔ پھر آپ نے انہیں وضوء کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے انہیں اس طرح نماز پڑھائی جس طرح حضرت جبرائیل امین نے آپ کو نماز پڑھائی تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب انہوں نے ان سارے امور کا مشاہدہ کیا تو انہوں نے کہا ''میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں''۔ پھر انہوں نے وضوء کیا اور نماز پڑھی۔ یہ پہلی فرض نماز تھی۔ یہ دو رکعتیں صبح اور دو رکعتیں رات کے وقت تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سے اس طرف اشارہ کیا ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝ (المؤمن)

''اور پاکی بیان کیجئے اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے شام کے وقت اور صبح کے وقت''۔

پھر یہ صبح وشام کی دو دو رکعتیں پنجگانہ نماز سے منسوخ ہوگئیں۔ اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ آیت وضو مدنیہ ہے کیونکہ احتمال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت طیبہ کے نزول سے قبل ہی حضرت جبرائیل امین سے وضوء سیکھ لیا ہو پھر یہ طریقہ اپنے صحابہ کرام کو سکھا دیا ہو۔ پھر اس کی تفصیل کے لئے آیت طیبہ نازل ہوئی ہو۔ بعض علماء نے لکھا ہے ''پانچ نمازوں کی فرضیت کے ساتھ وضو فرض ہوا۔ ہجرت سے قبل وضوء کرنا سنت یا مستحب تھا۔ جبکہ وضوء کی تفصیل کے لئے آیت طیبہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔

سب سے پہلے ایمان لانے والی ہستیاں

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

المواہب اللدنیہ میں ہے کہ سب سے پہلے جو پاکیزہ ہستی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائی۔ اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی وہ صدیقۃ النساء حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ حضور داعیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کرتی تھیں "آپ کو مژدۂ جانفزا ہو۔ بخدا! رب تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا"۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اوصاف حمیدہ دیکھ کر یہ استدلال کرتی تھیں۔ مثلاً مہمان نوازی اور کمزوروں کا بوجھ اٹھانا وغیرہ۔ انہیں علم تھا کہ جو پاکیزہ ذات ایسے شمائل سنیہ سے متصف ہو وہ کبھی رسوا نہیں ہوتی"۔ یہ ان کے علم کا کمال تھا۔ ابن اسحاق تحریر کرتے ہیں "حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے ہر معاملہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس اعانت کی وجہ سے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بوجھ کو ہلکا فرمایا۔ جب کفار کے جھٹلانے اور ان کی تکذیب کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی غمزدہ ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو ہی تسلی اور اطمینان کا سبب بناتا۔ وہ آپ سے ثابت قدم رہنے کے لئے عرض کرتیں۔ آپ کا بوجھ ہلکا کرتیں آپ کی تصدیق کرتیں۔ اور لوگوں کی اذیتیں برداشت کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید کرتیں۔ اس اولیت اور حسن معروف کی جزاء بھی رب تعالیٰ نے انہیں عطا کی۔ اس نے حضرت جبرائیل امین کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا میں رونق افروز تھے۔ حضرت جبرائیل عرض پیرا ہوئے "یا رسول اللہ! حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو ان کے پروردگار اور میری طرف سے سلام بھیجیں انہیں جنت میں ایسے محل کی بشارت دیں جو موتیوں کا بنا ہوگا جس میں نہ شور ہوگا نہ ہی کوفت"۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "وہ ذات والا تو خود سراپا سلام ہے۔ سلامتی اس کی بارگاہ والا سے ملتی ہے۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام پر سلامتی ہو یا رسول اللہ علیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" ان کے اس جواب سے ان کے علم و دانش کی کرنیں نور فشاں ہیں۔ انہوں نے ہر ذات کو اس کے مقام و منصب کے مطابق سلام کا جواب عرض کیا۔ امام سہیلی نے اس جگہ عجیب نقطہ مستنبط کیا ہے۔ وہ تحریر کرتے ہیں "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو اسلام کی دعوت دی جسے انہوں نے فوراً قبول کر لیا۔ انہوں نے نہ تو کسی قسم کا شور کیا اور نہ ہی اس دعوت کے متعلق کوئی شبہ پیدا ہونے دیا۔ بلکہ سارے شکوک و شبہات کو زائل کر دیا ہر وحشت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ موانست کی۔ ہر مصیبت میں آپ کو تسلی دی۔ ہر مشکل گھڑی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنے مال کے ساتھ مدد کی۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایسے محل کی بشارت دی جو انہی صفات کے ساتھ متصف ہوگا"۔

بارگاہ ربوبیت سے ان کے لئے سلام آنا صرف ان کی خصوصیت ہے۔ وہ اس امر میں بھی ممتاز ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کبھی بھی برا سلوک نہ کیا اور نہ ہی کبھی ناراضگی کا اظہار کیا۔ جب تک وہ بقید حیات رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری شادی نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے صدف بطن سے حضرت قاسم، حضرت عبداللہ (ان کے لقب طاہر اور طیب تھے) حضرت

زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہم وعنہن عطا فرمائے۔

ان امن الناس برمولائے ما

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بعثت سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گہرے دوستانہ مراسم رکھتے تھے۔ وہ اکثر عشاء کے بعد آپ کے کاشانہ اقدس میں آتے اور تادیر گفتگو ہوتی رہتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا "میں اور ابوبکر اس امر پر دونوں ہم مرتبہ تھے۔ میں ان سے سبقت لے گیا۔ انہوں نے میری اتباع کر لی۔ اگر وہ سبقت لے جاتے تو میں ان کی اتباع کر لیتا"۔ اس حدیث مبارک میں یہ اشارہ ہے کہ یہ دونوں فرخندہ فال ہستیاں فطرت کے اعتبار سے ہی توحید پر پیدا ہوئی تھیں۔ اس لئے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی تصدیق کی۔

امام طبرانی نے ثقہ افراد سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم قسم اٹھایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام "صدیق" آسمان سے نازل کیا۔ اسلام سے قبل ان کا نام عبد الکعبہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔ دوسری روایت کے مطابق ان کا نام عبداللہ تھا لیکن عتیق کے نام سے معروف تھے۔ روایت ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ انہیں بیت اللہ لے گئیں اور عرض کی "مولا! یہ موت سے بچ گیا ہے"۔ کیونکہ ان کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔ ایک اور قول یہ ہے کہ انہیں "عتیق" اس لئے کہا جاتا تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آتش جہنم سے آزادی کی بشارت دی تھی۔ ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ ان کے نسب میں ایسی کوئی چیز نہ تھی جس کی وجہ سے ان پر عیب لگایا جاتا۔ اس کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ہر بھلائی میں آگے آگے رہتے تھے۔ اسلام قبول کرنے میں سب سے سبقت لے گئے اس لئے انہیں عتیق کہتے تھے۔ ان کی کنیت ابوبکر تھی۔ کیونکہ یہ ہر عمدہ فعل میں سبقت لے جاتے تھے۔ امام زرقانی نے لکھا ہے "مجھے علم نہیں ہو سکا کہ یہ کنیت انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمائی تھی یا کسی اور نے" جب یہ مشرف باسلام ہوئے تو انہوں نے اپنے نفس اور مال سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعانت کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا"۔ انہوں نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے ان اشعار سے استدلال کیا۔

إِذَا تَذَكَّرْتَ شَجْوًا مِنْ أَخِي ثِقَةٍ　　فَاذْكُرْ أَخَاكَ أَبَابَكْرٍ بِمَا فَعَلَا

جب تم اپنے بھائی کے غم واندوہ کو یاد کرنے لگے تو اپنے بھائی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یاد کر لیا کرو کہ انہوں نے کون کون سی تکالیف برداشت کیں۔

خَيْرَ الْبَرِيَّةِ أَتْقَاهَا وَأَعْدَلَهَا　　بَعْدَ النَّبِيِّ وَأَوْفَاهَا بِمَا حَمَلَا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وہ تمام مخلوق سے بہتر، سب سے زیادہ متقی اور سب سے زیادہ عادل تھے جو ذمہ داری انہوں نے اٹھائی اسے پورا کرنے میں سب سے زیادہ وفادار تھے۔

وَالثَّانِيَ التَّالِيَ الْمَحْمُودَ مَشْهَدُهُ　　وَأَوَّلَ النَّاسِ مِنْهُمْ صَدَّقَ الرُّسُلَا

وہ دوسرے اور فرمانبردار ہیں۔ ان کا مشہد قابل ستائش ہے وہ لوگوں میں سے سب سے پہلے ہیں جنہوں نے رسل عظام علیہم السلام کی تصدیق کی۔

''الثانی'' سے ثانی فی الغار مراد ہے اس میں اللہ رب العزت کے اس فرمان عالی شان کیطرف اشارہ ہے۔

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ (التوبۃ:40)

''آپ دوسرے تھے دو سے جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے''۔

''التالی'' سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرنے والے، اپنی جان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا کرنے والے۔ اطاعت الٰہیہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں اپنے اہل خانہ اور اقتدار و سرداری کو خیر آباد کہنے والے اور اپنی ذات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے فدا کرنے والے تھے۔ اس لفظ میں ان گنت اوصاف حمیدہ سموئے ہوئے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ابوبکر مجھ پر اپنی رفاقت اور اپنے مال کے اعتبار سے سب سے زیادہ احسان کرنے والے ہیں'' آپ نے فرمایا ''ابوبکر کے علاوہ کسی اور کا مجھ پر کوئی احسان نہیں انہوں نے اپنے مال اور اپنے نفس کے ساتھ میرے ساتھ ہمدردی کی'' آپ نے فرمایا ''ابوبکر صدیق کا ہم پر سب سے زیادہ احسان ہے۔ انہوں نے اپنی نور نظر میرے عقد نکاح میں دی اور اپنے مال سے میرے ساتھ ہمدردی کی''۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ''اللہ رب العزت نے اس آیت طیبہ (اِلَّا تَنْصُرُوْهُ) میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی سارے اہل زمین پر عتاب فرمایا ہے۔ غار ثور کی اس رفاقت کا اجر و ثواب حوض پر رفاقت کی صورت میں دیا گیا۔ جس طرح کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث مبارک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''تم حوض کوثر پر بھی میرا رفیق اور غار ثور میں بھی میرے رفیق ہو''۔ کتنی عمدہ جزاء ہے۔

''المحمود مشهده'' سے مراد ممدوح ہے۔ یعنی وہ لوگوں کے نزدیک بڑے قابل ستائش تھے کیونکہ وہ اپنی قوم سے بڑی محبت و شفقت سے پیش آتے تھے۔ وہ قریش میں سے سب سے زیادہ علم نسب کے ماہر تھے۔ ایک ثروت مند تاجر تھے۔

''السیرۃ الحلبیۃ'' میں ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ثروت و دولت اور اخلاق کریمانہ کے اعتبار سے سارے قریش سے فائق تھے۔ وہ قریش کے رؤساء میں سے تھے۔ قریش مشاورت کے لئے ان کی طرف ہی رجوع کرتے تھے۔ وہ بڑے عفیف، رئیس، معزز و مکرم اور سخی تھے۔ قوم کی محبت میں مال و دولت نچھاور کرتے تھے۔ علم تعبیر رؤیا اور علم انساب کے ماہر تھے۔ اس طرح حضرت عقیل بن ابی طالب بھی اس علم میں مہارت رکھتے تھے مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے خیر و شر کو جانتے تھے مگر اس کی برائیاں ملحوظ نہ رکھتے تھے۔ قوم سے ازحد محبت کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صاحب خلق اور پاکباز تھے۔ قریش کے افراد ان کے پاس آتے ان کے علم، تجارت اور حسن مجالست سے مستفید ہوتے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی۔ تو آپ کی زیادہ اعانت اور نصرت کی۔ اپنے قابل اعتماد دوستوں کو اسلام کی دعوت دینے لگے۔ بہت سے فضلاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی دعوت پر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ورقہ، علمائے یہود، راہبوں اور کاہنوں سے بہت سی بشارات سن رکھی تھیں۔ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے ظہور کی توقع تھی۔ حتیٰ کہ انہوں نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی۔ روایت ہے کہ ایک روز حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حکیم بن حزام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حکیم کی لونڈی آئی۔ اس نے کہا "تمہاری پھوپھو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آج گمان کر رہی ہیں کہ ان کے شوہر نامدار حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی طرح نبی مرسل ہیں۔ حضرت صدیق اکبر وہاں سے چپکے سے اٹھ آئے۔ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس ضمن میں عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نزول وحی کا سارا واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا "رب تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے" انہوں نے عرض کی "میرے ماں اور باپ آپ پر فدا! آپ نے سچ کہا ہے۔ آپ سراپا سچائی ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس روز وحی الٰہی کے مطابق انہیں صدیق کا لقب عطا فرمایا۔ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی سرخ چادر اوڑھ کر ان کے پاس گئیں اور کہا "ابن ابی قحافہ! ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے آپ کو ہدایت عطا فرمائی"۔ اس آیت طیبہ

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ (الزمر:33)

"اور وہ ہستی جو اس سچ کو لے کر آئی اور جنہوں نے اس سچ کی تصدیق کی"۔

کی تفسیر میں ہے کہ جو سچائی کے ساتھ تشریف لائے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا ہے اور جس نے تصدیق کی وہ حضرت ابوبکر صدیق کی پاکباز ہستی تھی۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں نے جسے بھی اسلام کی دعوت دی تو اس کا پاؤں پھسلا۔ وہ تشویش میں مبتلا ہوا۔ وہ غور و فکر کرنے لگا۔ سوائے ابوبکر کے۔ انہوں نے نہ تو تردد کیا اور نہ ہی وہ جھجکے"۔ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں "یہ صرف توفیق الٰہی تھی۔ انہوں نے بعثت نبویہ سے قبل ایک خواب دیکھا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ چاند مکہ مکرمہ میں اتر آیا ہے۔ پھر وہ مکہ مکرمہ کے سارے گھروں میں منقسم ہو گیا ہے۔ اس کا ایک ایک ٹکڑا ہر ہر گھر میں داخل ہو گیا ہے۔ پھر سارے ٹکڑے جمع ہو کر آپ کی گود میں آ گئے ہیں۔ انہوں نے کئی علماء سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ علماء نے کہا "نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ آپ ان کی اتباع کریں گے۔ اس کی وجہ سے آپ سارے لوگوں سے زیادہ سعادت مند ہوں گے"۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو دعوت دی تو آپ نے کسی تردد یا توقف کا اظہار نہ کیا۔

ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یمن تشریف لے گئے انہوں نے خود فرمایا "میں ایک بزرگ کے ہاں فروکش ہوا۔ اس نے کئی کتب پڑھ رکھی تھی۔ وہ بڑا عالم تھا۔ اس نے مجھے کہا "میرا گمان ہے کہ آپ اہل حرم میں سے ہیں"۔ اس بزرگ نے کہا "اب میرے لئے آپ میں صرف ایک علامت دیکھنا رہ گئی ہے"۔ میں نے کہا "وہ کیسی علامت ہے؟" اس نے کہا "ذرا اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھائیں"۔ میں نے کہا "جب تک آپ اس کی وجہ بیان نہیں کریں گے میں پیٹ سے کپڑا نہیں اٹھاؤں گا"۔ اس بزرگ نے

کہا "میں صحیح اور سچے علم میں پاتا ہوں کہ حرم کعبہ میں ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں گے۔ ایک جوان اور ایک بوڑھا شخص ان کی معاونت کریں گے۔ جہاں تک اس جوان کا تعلق ہے۔ وہ سختیوں میں گھسنے والا اور مشکلات کا دفاع کرنے والا ہوگا وہ عمر رسیدہ شخص سفید رنگ والا اور کمزور ہوگا۔ اس کے پیٹ پر تل کا نشان ہوگا۔ اس کی بائیں ران پر نشانی ہوگی۔ اب آپ کو کیا ہوتا ہے کہ اگر آپ وہ چیز مجھے دکھائیں جس کی میں التجاء کر رہا ہوں۔ کیونکہ بقیہ ساری علامات آپ میں موجود ہیں"۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا۔ اس نے میری ناف کے اوپر سیاہ تل دیکھا۔ اس نے کہا "بخدا! تم وہی ہو۔ رب کعبہ کی قسم! میں اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں آپ کو وصیت کرنا چاہتا ہوں"۔ میں نے پوچھا "وہ کیا؟" اس نے کہا "راہ ہدایت میں پھسلنے سے بچنا۔ صراط مستقیم کو لازم پکڑنا۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ آپ کو عطا کرے اور بخشے اسے سبک حال فرمائے"۔ میں نے یمن میں اپنے معاملات نمٹائے اور پھر اس بزرگ کو الوداع کرنے کے لئے کہا۔ اس نے کہا "کیا آپ میرے کچھ اشعار بارگاہ رسالت مآب میں لے جائیں گے۔ میں نے کہا "ہاں!" اس نے کچھ اشعار لکھ کر مجھے دیئے۔ میں مکہ مکرمہ پہنچا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے تھے۔ میرے پاس سرداران قریش آئے۔ میں نے انہیں کہا "کیا کوئی نیا معاملہ رونما ہوا ہے؟ انہوں نے کہا "بہت بڑا معاملہ! یتیم ابی طالب (صلی اللہ علیہ وسلم) گمان کرتے ہیں کہ وہ نبی ہیں۔ اگر آپ سفر میں نہ ہوتے تو ہم ان کا انتظار نہ کرتے۔ اب معاملہ آپ کے سپرد ہے"۔ میں عمدہ ترین چیز پر لوٹا۔ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گیا۔ دروازہ پر دستک دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ میں نے عرض کی "محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم آپ نے اپنے اہل کی منازل پر اعتراض کر دیا ہے۔ اپنے آباء کا دین ترک کر دیا ہے" آپ نے فرمایا "میں تمہاری طرف اور سارے لوگوں کی طرف اللہ کا رسول معظم، صلی اللہ علیہ وسلم بن کر آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ"۔ میں نے عرض کی "اس کی دلیل کیا ہے؟" آپ نے فرمایا "وہ بزرگ جو تمہیں یمن میں ملا تھا۔ وہی اس کی دلیل ہے"۔ میں نے عرض کی "میں تو یمن میں کئی بزرگوں سے ملا ہوں"۔ آپ نے فرمایا "جس بزرگ نے وہ اشعار تمہارے سپرد کئے تھے"۔ میں نے عرض کی "میرے محبوب! یہ سب کچھ آپ کو کس نے بتایا ہے"۔ آپ نے فرمایا "اس عظیم فرشتے نے جو مجھ سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس آتا تھا"۔ میں نے عرض کی، اپنا دست اقدس آگے بڑھائیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، صلی اللہ علیک وسلم۔ میں واپس آ گیا۔ حضور اکرم میرے اسلام لانے سے بہت خوش تھے"۔

دوسری روایت میں ہے "میں واپس آ گیا دو سنگلاخ چٹانوں کے مابین اور کوئی ایسا شخص نہ تھا جو میرے اسلام پر مجھ سے بڑھ کر فرحاں و شاداں ہوتا۔ نہ ہی اور کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ میرے اسلام پر مسرور تھا"۔ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "اس روایت اور اس سے ماقبل روایت کو جمع کرنا ممکن ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ کی خبر اس وقت ملی جب وہ حکیم بن حزام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ یمن کی طرف ان کا سفر بعثت سے قبل تھا۔ پھر وہ اس وقت واپس تشریف لائے جبکہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مشرف باسلام ہو چکی تھی۔ وہ واپس آ کر سرداران قریش سے ملے۔ پھر حکیم بن حزام کے گھر گئے تو وہاں سے لونڈی سے بھی یہ مژدہ سن لیا۔ پھر وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور دولت اسلام سے

سرفراز ہو گئے۔ اسلام قبول کر کے لوگوں کے سامنے اس کا اظہار بھی کر دیا۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ کی طرف بلایا۔

''السیرۃ الحلبیہ'' میں ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا تھا۔ ان کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا ''نِعْمَ الْقَادِرُ اللّٰہُ'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا ''کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا یَا عُمَرُ'' حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا ''اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ مُخْلِصًا'' حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا ''اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ'' حضرت ابو عبیدہ کی انگوٹھی پر یہ عبارت مرقوم تھی ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ''۔

المواہب اور اس کی شرح میں ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی ''اے امیر المؤمنین! مہاجرین اور انصار نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کیسے کر لی۔ حالانکہ آپ نے سب سے پہلے اسلام قبول کر لیا۔ اور مناقب میں بھی آپ ان سے بالاتر ہیں''۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا ''تیرے لئے ہلاکت! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چار چیزوں میں مجھ سے سبقت لے گئے۔ وہ اسلام پھیلانے، ہجرت کرنے، غار میں حضور ﷺ کی مصاحبت اختیار کرنے اور نماز پڑھنے میں مجھ سے سبقت لے گئے۔ میں اس وقت شعب ابی طالب میں تھا۔ وہ اپنے اسلام کا برملا اظہار کر رہے تھے جبکہ میں اپنے دین کو مخفی رکھ رہا تھا۔ قریش مجھے چھوٹا سمجھتے تھے لیکن ان کی وہ پوری عزت و توقیر کرتے تھے بخدا! اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا مقصد ترک کر دیتے تو اسلام مشرق و مغرب تک نہ پہنچتا۔ لوگ طالوت کی پنڈلی کی طرح تھے۔ تیرے لئے ہلاکت ہو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی مذمت کی جبکہ اس ذات والا نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدح کی۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ (التوبہ: 40)

''اگر تم مدد نہ کرو گے رسول کریم کی تو (کیا ہوا) ان کی مدد فرمائی ہے خود اللہ نے جب نکالا تھا ان کو کفار نے۔ آپ دوسرے تھے دو سے۔ جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے جب وہ فرما رہے تھے اپنے رفیق کو۔ مت غمگین ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر نازل کی اللہ نے اپنی تسکین اس پر''۔

آپ کا یہ فرمان اس امر پر بھی دلالت کرتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ان فرخندہ فال ہستیوں میں سے تھے جنہوں نے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام پھیلانے میں ان سے سبقت لے گئے۔ ان دونوں ہستیوں نے اسلام قبول کرنے میں جلدی کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے کاشانہ اقدس میں ہی تھے۔ ممکن ہے انہوں نے حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا ہو یا انہوں نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دولت اسلام پائی ہو۔ اسی طرح یہ سعادت ازلی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں بھی آئی۔ یہ حضور ﷺ کے غلام تھے۔ یہ بھی سابقین میں سے تھے۔ اس طرح حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا شمار بھی سابقین میں ہوتا ہے۔

بعض احادیث میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے دولت اسلام سمیٹی۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اس نعمت ابدی سے سرفراز ہوئے۔ بعض میں ہے کہ یہ بلند اقبالی سب سے پہلے حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نصیب میں آئی۔ بعض میں ہے کہ یہ دولت سرمدی سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے دامن میں آئی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی بعض روایات میں ملتا ہے۔ حافظ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ سب سے پہلے اسلام لانے والی ذات کا قول مطلق نہ کیا جائے۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ بالغ آزاد مردوں میں سے سب سے پہلے یہ سعادت ابدی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی۔ بچوں میں سے یہ نعمت کبریٰ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پہلے نصیب ہوئی۔ خواتین میں سب سے پہلے یہ لازوال نعمت حضرت سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے سمیٹی۔ آزاد کردہ غلاموں میں سے سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے نور اسلام سے اپنا سینہ منور کیا اور غلاموں میں سے سب سے پہلے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اس ثروت سرمدی کو سمیٹا"۔ امام طبری نے لکھا ہے "ان تمام روایات کی تصدیق اور تطبیق کرنا بہتر ہے۔ یوں کہا جائے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے مطلق سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اس امر پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ کوئی مرد اور عورت ان سے سبقت نہ لے جا سکا۔ بچوں میں سے سب پہلے یہ سعادت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ملی۔ وہ ابھی نابالغ تھے وہ اپنا اسلام پوشیدہ رکھتے تھے۔ سب سے پہلے عربی بالغ شخص جس نے اسلام قبول کیا وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ آزاد کردہ غلاموں میں سے سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے یہ سعادت ابدی پائی"۔

ابن مندہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اٹھارہ برس کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اختیار کی۔ وہ تجارتی کاروان کے ساتھ شام جانے کا ارادہ کئے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے بحیرا راہب کا کلام اس وقت سن لیا تھا جب اس نے کہا تھا "اس درخت کے نیچے کون سی ہستی رونق افروز ہے۔؟" قریش نے کہا تھا "وہ محمد بن عبداللہ (فداہ روحی وابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں"۔ راہب نے کہا "یہ اس امت کے نبی ہیں"۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں یقین داخل ہو گیا۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بحیرا کے زمانہ میں ہی ایمان لا چکے تھے۔ اس ایمان سے مراد ایمان کا لغوی معنی ہے۔ یعنی انہیں آپ کی صداقت کا یقین ہو گیا تھا۔ ان کے دل میں یہ چیز قرار پذیر ہو گئی تھی۔ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی توقع تھی۔ اس لئے یہ اس امر کے منافی نہیں کہ وہ پہلے مسلمان ہیں یا دوسرے یا تیسرے۔ امام حلبی نے السیرۃ الحلبیہ میں لکھا ہے کہ بعثت کے وقت دختران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھیں۔ یہ سمجھنا بعید از قیاس ہے کہ انہوں نے ایمان لانے میں تاخیر کی ہو۔ بلکہ وہ سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئیں تھیں۔ بلکہ انہوں نے تو کبھی شرک کیا ہی نہ تھا۔ اس لئے اول المومنین میں ان کا تذکرہ نہیں کیا جاتا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کرام سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ سب سے پہلے سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ۔ ان کی نور ان نظر، حضرت زید اور ان کی زوجہ محترمہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کیا۔

حضرت خاتون جنت سیدۃ نساء العالمین رضی اللہ عنہا بعثت کے بعد عالم شش جہات میں آئیں۔ ابن اسحاق نے روایت کیا ہے

۔ جب حضور ﷺ کی بعثت مبارکہ ہوئی تو حضور ﷺ کی لخت جگروں نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند ابوالعاص تھے۔ یہ قریش میں بہت مقام رکھتے تھے۔ قریش نے ان سے کہا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دیں اور قریش کی سب سے زیادہ خوبصورت عورت سے شادی کریں۔ مگر انہوں نے انکار کردیا۔ حضور ﷺ زمانہ جاہلیت میں بھی جاہلانہ امور سے اجتناب فرماتے تھے۔ پھر بھی آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح ابوالعاص سے، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا عقد نکاح ابولہب کے دو بیٹوں سے کردیا۔ کیونکہ اس وقت مسلمان عورت کا نکاح کافر سے کرنا حرام نہ تھا حتی کہ یہ آیت طیبہ نازل ہوگئی۔

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا (البقرہ:221)

''اور نہ نکاح کردیا کرو (اپنی عورتوں کا) مشرکوں سے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں''۔

فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ (الممتحنہ:10)

''تو انہیں کفار کی طرف مت واپس کرو''۔

ابولہب کے دونوں بیٹوں نے حضور ﷺ کی نوران چشم کو حق زوجیت ادا کرنے سے قبل ہی طلاق دے دی تھی پھر یہ یکے بعد دیگرے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں آئیں۔ ابوالعاص نے بعد میں اسلام قبول کرلیا۔ ہجرت کی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان کے نکاح میں رہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''میں نے جس کے ساتھ بھی اسلام کے متعلق گفتگو کی اسے تشویش ہوئی سوائے ابوبکر صدیق کے۔ میں نے ان سے جس چیز کے متعلق بھی بات کی انہوں نے اسے فوراً قبول کرلیا۔ پھر اس پر ثابت قدم رہے۔ اس لئے یہ رائے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے دانا تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''میرے پاس حضرت جبرائیل آئے انہوں نے کہا ''اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ابوبکر سے مشورہ کرلیا کریں''۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (آلعمران:159)

''اور صلاح مشورہ کیجئے ان سے اس کام میں''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے وزیر کی طرح تھے۔ حضور ﷺ ان سے سارے امور کے بارے مشورہ کرتے تھے۔ روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے چار وزراء کے ساتھ میری مدد کی ہے۔ دو، حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل اہل آسمان میں سے اور دو ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اہل زمین میں سے ہیں''۔ صحیح حدیث مبارک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خطا کا صدور ہو۔

ورقہ بن نوفل پر تفصیلی گفتگو پہلے گزر چکی ہے۔ بعض سیرت نگاروں نے انہیں صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔ انہیں وہ شخص قرار دیا ہے جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ ان کا وصال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر

ہوا۔ بعض نے انہیں اہل فترۃ میں شمار کیا ہے۔ جہاں تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو ان کے اسلام لانے کا واقعہ عنقریب لکھا جائے گا۔ ہجرت حبشہ اولیٰ کے بعد دوسرے قول کے مطابق ہجرت حبشہ ثانیہ کے بعد وہ مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام قبول کیا۔ حضرت حمزہ اسد اللہ و اسد رسولہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب قریش مکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیتیں دیتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ بعض سیرت نگاروں نے تحریر کیا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ متفرق اقوال میں تطبیق پہلے گزر چکی ہے کہ بچوں میں سے سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اور بالغ آزاد مردوں میں سے سب سے پہلے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حوض کوثر پر آئیں گے اور سب سے پہلے انہوں نے ہی اسلام قبول کیا''۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نور نظر سیدہ نساء العالمین رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو فرمایا ''سیدہ! میں نے آپ کا نکاح اس شخص سے کیا ہے جو دنیا اور آخرت میں سردار ہے۔ میرے صحابہ کرام میں سے سب سے پہلے انہوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کے پاس سب سے زیادہ علم ہے اور یہ سب سے زیادہ حلیم ہیں''۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ابھی نابالغ بچے تھے ان کی عمر مبارک اس وقت آٹھ سال تھی۔ نزول وحی سے قبل یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت میں تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں کھانا کھلاتے تھے اور ان کے امور کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ ایک دفعہ قریش کو سخت قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔ جناب ابو طالب کثیر العیال تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا ''تمہارے بھائی ابو طالب کثیر العیال ہیں۔ لوگوں کو سخت قحط سالی کا سامنا ہے۔ آؤ! ہم ان کے پاس چلیں اور ان کی اولاد کا بوجھ بانٹ لیں ایک کو تم اپنی نگرانی میں لے لو۔ ایک کو میں اپنی کفالت میں لے لیتا ہوں''۔ یہ دونوں جناب ابو طالب کے پاس آئے اور کہا ''ہم چاہتے ہیں کہ آپ پر آپ کی اولاد کا بوجھ کم کریں۔ حتیٰ کہ قحط سالی کا یہ سخت دور ختم ہو جائے''۔ خواجہ ابو طالب نے انہیں کہا ''عقیل اور طالب کو چھوڑ کر بقیہ میں سے جسے چاہو لے جاؤ''۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کاشانہ نبوی میں آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نام بھی خود ہی رکھا تھا۔ کئی دن اپنے لعاب دہن انہیں بطور خوراک عطا فرمایا تھا۔ وہ آپ کی زبان حق ترجمان چوستے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضرت علی کی ولادت ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام ''علی'' رکھا۔ اپنا مبارک لعاب ان کے منہ میں ڈالا۔ پھر اپنی زبان وحی ترجمان بھی ان کے منہ میں ڈال دی۔ وہ اسے چوستے رہے حتیٰ کہ سو گئے''۔ انہوں نے فرمایا ''دوسرے روز ہم نے حضرت علی کے لئے دایا تلاش کی مگر انہوں نے کسی بھی دایا کا دودھ قبول نہ کیا۔ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا۔ انہوں نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈال دی۔ حضرت علی پرسکون نیند سو گئے۔ پھر جب تک رب تعالیٰ نے چاہا یہی معمول رہا''۔ ان کی والدہ ماجدہ سے روایت ہے کہ ابھی حضرت علی المرتضیٰ صدف شکم میں تھے کہ انہوں نے ہبل کو سجدہ کرنا چاہا۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ شکم مادر میں بے چین ہو گئے۔ اور والدہ ماجدہ

کومعبود باطل کو سجدہ کرنے سے روک دیا"۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ ان کے اور ان کے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ میں دس سال کا فرق تھا۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی حضرت عقیل رضی اللہ عنہ میں بھی دس سال کا فرق تھا۔ حضرت عقیل اور طالب کی عمر میں بھی یہی فرق تھا۔ ان میں سے ہر ایک اپنے بھائی سے دس سال بڑا تھا۔ طالب سب سے بڑا تھا۔ پھر حضرت عقیل، پھر حضرت جعفر اور پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے تھے۔ طالب کے علاوہ سب دولت اسلام سے مشرف ہو گئے۔ طالب کو جنات اٹھا کر لے گئے تھے ان کے اسلام کے متعلق علم نہیں ہو سکا۔ روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ سے فرمایا "میں آپ سے ایک محبت تو اس لئے کرتا ہوں کہ آپ میرے اہل قرابت میں سے ہیں۔ اور دوسری محبت اس لئے کرتا ہوں کہ میں جانتا ہوں کہ میرے چچا آپ سے پیار کرتے ہیں"۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دونوں نماز ادا فرما رہے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے پوچھا "یہ کیا ہے؟" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "یہ اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے جو اس نے اپنے لئے منتخب کیا ہے۔ اس نے رسل عظام علیہم السلام کو اسی دین کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں تمہیں اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں تمہیں لات وعزیٰ کے ساتھ کفر کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔" حضرت علی نے عرض کی "اس امر کے متعلق میں نے آج سے پہلے نہیں سنا۔ میں کسی امر کے متعلق فیصلہ نہیں کروں گا حتیٰ کہ اپنے والد گرامی سے مشاورت کرلوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ناپسند فرمایا کہ آپ کا راز افشا ہو جائے۔ جب تک آپ کو اعلانیہ دعوت دینے کی اجازت نہ مل جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اگر اسلام قبول نہیں کرنا تو پھر میرا یہ راز پوشیدہ رکھنا"۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے رات بسر کی۔ پھر رب تعالیٰ نے انہیں اسلام کی طرف ہدایت دی۔ صبح بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اسلام قبول کر لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو نماز ادا کرتے ہوئے یہ دوسرا دن تھا۔ سیرۃ الدمیاطی کے مطابق یہ منگل کا دن تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سوموار کے روز نماز ادا کی تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے خوف سے اپنا اسلام چھپاتے حتیٰ کہ جب انہیں ان کے اسلام کا علم ہو گیا تو انہوں نے ثابت قدم رہنے کا حکم دیا اس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔

"اسد الغابہ" میں ہے کہ جناب ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ حضرت علی المرتضیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں طرف تھے۔ انہوں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا "اپنے چچازاد کے پہلو میں نماز پڑھو"۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں طرف نماز پڑھنا شروع کر دی۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اسلام سے تھوڑی مدت کے بعد اسلام قبول کر لیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بلوغت سے قبل ہی اسلام کی نعمت کبریٰ حاصل کر لی تھی۔ اس وقت ان کی عمر مبارک آٹھ یا دس سال تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ

رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف یہ اشعار لکھے۔

محمد النبی رخی و صہری　و حمزۃ سید الشہداء عمی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بھائی اور میرے سسر ہیں۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے چچا ہیں۔

و جعفر الذی یضحی و یمسی　یطیر مع الملائکۃ ابن امی

اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جو صبح و شام ملائکہ کے ساتھ محو پرواز ہیں وہ میرے بھائی ہیں۔

و بنت محمد سکنی و عرسی　مشوب لحمھا بدمی و لحمی

جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لخت جگر میرے نکاح میں ہیں۔ جن کا وجود میرے خون اور وجود سے جوان ہوا۔

و سبطا احمد ابنای منھما　فمن منکم لہ سھم کسھمی

میرے دونوں نور نظر احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبط ہیں۔ تم میں سے وہ کون ہے جس کا حصہ میرے حصہ کی طرح ہو۔

سبقتکم الی الاسلام طرا　صغرا ما بلغت اوان حلمی

میں نے تم سب سے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی۔ میں نے اس وقت اسلام قبول کیا کہ میں ابھی بالغ بھی نہیں ہوا تھا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہر محب کو یہ اشعار زبانی یاد ہونے چاہئے۔ تاکہ ان کے اسلام میں مفاخر کو جان سکے۔ مازنی اور زمخشری کا خیال ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان دو اشعار کے علاوہ اور کوئی شعر نہیں کہا۔

تلکم قریش تمنانی لتقتلنی　فلا و ربک و بروا و لا ظفروا

وہ قریش ہیں جنہوں نے تمنا کی ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں۔ تمہارے رب کی قسم وہ اپنے اس مذموم مقصد میں کامیاب اور فتح مند نہیں ہو سکیں گے۔

فان ھلکت فرھن ذمی لھم　بذات و دقین لا یعفو لھا اثر

اگر میں شہید ہو گیا تو میرا خون ان کے لئے ایک عظیم مصیبت کے سپرد ہے تلوار کا جو ہر انہیں معاف نہ کرے گا۔

قاموس میں ہے کہ امام زرقانی نے لکھا ہے کہ مازنی اور زمخشری کا یہ قول درست نہیں غزوۂ خیبر میں حضرت علی المرتضیٰ، شیر خدا رضی اللہ عنہ نے مرحب کو جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا۔

انا الذی سمتنی امی حیدرہ　کلیث غابات کریہ المنظرہ

او فیھم بالصاع کیل السندرہ

میں وہ ذات پاک ہوں کہ میری والدہ ماجدہ نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ میں کافروں کے سروں پر تلوار مارتا ہوں۔ میں انہیں پورا پورا بدلہ دیتا ہوں میں جنگلات کا بادشاہ ہوں۔

زبیر بن بکار نے مسجد نبوی کی تعمیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

لا یستوی من یعمر المساجد یداب فیھا قائما و قاعدا
و من یری عن التراب حائدا

وہ شخص جو مٹی سے کنارہ کش رہے وہ اس شخص کے برابر کیسے ہوسکتا ہے جو مساجد تعمیر کرتا ہے پھر اس میں قیام اور قعود کرتے ہوئے تھک جاتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کبھی بھی شرک کا صدور نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر کفالت تھے۔ آپ کی اولاد کی مانند تھے۔ سارے امور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے تھے۔ حدیث مبارک میں ہے "تین افراد نے کبھی بھی کفر نہیں کیا" ❶ آل یٰسین کا مومن ❷ حضرت علی بن ابی طالب اور ❸ حضرت آسیہ زوجہ فرعون۔ ایک اور روایت میں ہے اسلام میں سبقت لے جانے والے تین ہیں۔ انہوں نے لمحہ بھر کے لئے بھی کفر نہیں کیا۔ ❶ حزقیل، آل فرعون کا مؤمن ❷ حبیب النجار صاحب یٰسین ❸ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ ان کے کفر نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے کبھی بھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح تھے۔ جب جناب ابو طالب کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز کی ادائیگی کا علم ہوا تو انہوں نے ان سے پوچھا "لخت جگر! یہ کون سا دین ہے جو تو نے اختیار کر رکھا ہے؟" انہوں نے کہا "والد گرامی! میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں۔ میں نے ان کے دلنشین پیغام کی تصدیق کر دی ہے اور میں بھی ان کے ساتھ اسلام میں داخل ہو گیا ہوں اور میں نے ان کی اتباع کر لی ہے"۔ جناب ابو طالب نے کہا "وہ تمہیں بھلائی کی طرف ہی دعوت دیں گے۔ ان کا دامن کرم مضبوطی سے تھام لو"۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے "جب نماز کا وقت قریب آتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں کی طرف تشریف لے جاتے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اپنی قوم سے چھپتے ہوئے آپ کے ہمراہ ہو جاتے۔ وہاں مل کر نماز ادا کرتے۔ شام کے وقت واپس آ جاتے۔ ایک روز جناب ابو طالب اچانک وہاں پہنچ گئے۔ اور دونوں کو نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہنے لگے "میرے بھتیجے! یہ کیا دین ہے جسے تم نے اختیار کر رکھا ہے؟" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے محترم چچا! یہ اللہ کا دین ہے۔ اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا دین ہے۔ یہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر اپنے بندوں کی طرف مبعوث کیا ہے۔ محترم چچا! آپ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ میں آپ کو نصیحت کروں اور ہدایت کی دعوت دوں۔ آپ سب لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ میری اس دعوت کو قبول کریں اور اس سلسلہ میں میری مدد کریں"۔ جناب ابو طالب نے کہا "میں اپنے آباء کے دین کو چھوڑ نہیں سکتا"۔ دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا "آپ کے حیات آفرین پیغام میں کوئی حرج نہیں"۔

یہ کلمات ان سے اس وقت نکلے تھے جب انہوں نے اپنے لخت جگر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو اس طرح نہیں کہا تھا "اپنے چچا زاد کے پہلو میں جا کر نماز پڑھو"۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں طرف نماز پڑھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب

جناب ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز ادا کرتے دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں سمت تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن وہ مسکرائے، وہ منبر پر رونق افروز تھے۔ اس تبسم کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا "مجھے ابو طالب یاد آ گئے تھے جب نماز فرض ہوئی تو انہوں نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرتے دیکھا۔ انہوں نے پوچھا "یہ کیسا عمل ہے؟" جب ہم نے انہیں بتایا تو انہوں نے کہا "یہ ایک عمدہ فعل ہے لیکن میں اسے کبھی نہیں کروں گا۔ میں پسند نہیں کرتا کہ میری جڑ مجھ پر غالب آ جائے"۔ اب مجھے ان کی بات یاد آ گئی تو میں ہنسنے لگا"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل پر میں نے ایک علیحدہ تالیف بھی تحریر کی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت زید بن حارثہ بن شرحبیل الکلبی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے عقد نکاح فرمایا تو انہوں نے انہیں آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ انہوں نے انہیں اپنے بھتیجے حکیم بن حزام بن خویلد سے خریدا تھا۔ ان کی پھوپھو نے انہیں حکم دیا کہ وہ ان کے لئے ایک ظریف عربی غلام خرید کر لائیں۔ جب وہ عکاظ کے بازار میں گئے تو انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو فروخت ہوتے دیکھا۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔ یہ اپنے ننھیال طئے میں تھے کہ انہیں گرفتار کر لیا گیا۔

امام سہیلی رقمطراز ہیں "ان کی والدہ ماجدہ انہیں لے کر اپنے میکے جا رہی تھی تو اسے گھڑ سواروں نے آ لیا۔ انہوں نے ان سے بچہ چھین لیا اور انہیں فروخت کر دیا۔ حکیم نے انہیں خرید لیا۔ دوسرے قول کے مطابق حکیم نے انہیں حباشہ کے بازار سے چار سو درہم سے خریدا تھا۔ یا چھ سو درہم ادا کئے تھے۔ جب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے انہیں دیکھا تو انہیں حضرت زید رضی اللہ عنہ پسند آ گئے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے عقد نکاح کیا تو حضرت زید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی پسند آ گئے۔ آپ نے انہیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے طلب فرما لیا۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے نزول وحی سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے لئے خریدا تھا۔ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا "بطحاء میں میں نے ایک غلام دیکھا ہے جسے فروخت کیا جا رہا تھا۔ اگر میرے پاس رقم ہوتی تو میں اسے خرید لیتا"۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے پوچھا "اس کی قیمت کیا ہے؟" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سات سو درہم" انہوں نے عرض کی "یہ سات سو درہم لے لیں اور وہ غلام خرید لیں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں خرید کر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس لے آئے۔ پھر فرمایا "اگر یہ غلام میرا ہوتا تو میں اسے آزاد کر دیتا"۔ انہوں نے عرض کی "یہ آپ ہی کا ہے" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا۔

ابو عبیدہ لکھتے ہیں "ان کا نام زید نہیں تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنا بیٹا بنایا تو ان کا نام زید رکھا۔ یہ آپ کے جد امجد قصی کا نام تھا۔ پھر حضرت زید جناب ابو طالب کے اونٹ لے کر شام کی طرف گئے۔ اپنی قوم کی سرزمین پر سے گزرے تو ان کے چچا نے انہیں پہچان لیا۔ وہ ان کے پاس آیا۔ اور پوچھا "بچے! تیرا تعلق کن کے ساتھ ہے"۔ حضرت زید نے کہا "میں اہل

مکہ میں سے ہوں" چچا نے پوچھا "کیا تیرا تعلق مکہ کے باشندوں کے ساتھ ہی ہے؟ انہوں نے کہا "نہیں" چچا نے پوچھا "کیا آزاد ہو یا غلام" حضرت زید نے کہا "میں غلام ہوں" چچا نے پوچھا "عربی ہو یا عجمی" حضرت زید نے کہا "عربی ہوں" چچا: کس قبیلہ سے ہو؟ حضرت زید: بنو کلب سے" چچا: بنو کلب کے کس خاندان سے تعلق ہے؟" حضرت زید: بنو عبدود سے" چچا: کس کے فرزند ہو؟ حضرت زید: حارثہ بن شرحبیل کے" چچا: تمہیں کہاں سے اٹھایا گیا؟ حضرت زید: ننھیال سے"۔ چچا: تمہارے ننھیال کون ہیں، حضرت زید: بنو طئے۔ چچا: تمہاری والدہ کا کیا نام ہے؟ حضرت زید: سعدی۔ چچا نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے سینے سے لگا لیا اور کہا "حارثہ کا نور نظر! پھر ان کے والد کو بلایا۔ کہا: اے حارثہ! یہ تمہارا فرزند دلبند ہے۔ حارثہ آیا تو اس نے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اس نے پوچھا "تمہارے مالک تمہارے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا "وہ مجھے اہل خانہ اور اولاد پر ترجیح دیتے ہیں۔ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں"۔ ان کے ساتھ ان کے والد، چچا اور بھائی بھی آ گئے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی قوم کے افراد حج کرنے آئے۔ انہوں نے حضرت زید کو دیکھا تو پہچان لیا۔ وہ واپس گئے تو انہوں نے ان کے باپ کو بتایا۔ اس کے بعد ان کا باپ اور چچا مکہ مکرمہ آئے۔ امام حلبی لکھتے ہیں "ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ پہلے ان لوگوں نے انہیں بتایا ہو۔ پھر ان کی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی ہو۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تلاش میں آئے تا کہ ان کا فدیہ ادا کریں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید کو اختیار دیا کہ چاہیں تو آپ کے پاس رہیں۔ چاہیں تو اپنے اہل خانہ کے پاس چلے جائیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں رہنا پسند کیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب ان کا باپ اور چچا ان کی جستجو میں آئے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پوچھا تو انہیں بتایا گیا کہ وہ مسجد حرام میں ہیں۔ وہ دونوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گئے۔ عرض گزار ہوئے "اے عبدالمطلب کے لخت جگر! اے ہاشم کے فرزند دلبند! اے اپنی قوم کے سردار کے نور نظر! تم اللہ تعالیٰ کے حرم والے اور اس کے پڑوسی ہو۔ آپ قیدیوں کو رہائی دلاتے ہیں۔ بھوکوں کو سیر کرتے ہیں۔ ہم آپ کی خدمت میں اپنے نور نظر کے لئے آئے ہیں۔ ہمارا بیٹا آپ کے پاس ہے۔ آپ ہم پر احسان کریں ہم فدیہ دیتے ہیں آپ اسے آزاد کر دیں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا "کس کے بارے کہہ رہے ہو؟" انہوں نے عرض کی "زید بن حارثہ کے بارے" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا "کیا اس کے علاوہ بھی کچھ کام ہے"۔ انہوں نے کہا "نہیں" آپ نے فرمایا "زید کو بلاؤ اسے اختیار دو۔ اگر اس نے تمہیں اختیار کر لیا تو وہ فدیہ کے بغیر ہی تمہارے سپرد۔ اگر اس نے مجھے اختیار کیا تو بخدا! میں اس کے عوض فدیہ لینے کے لئے تیار نہیں جس نے مجھے اختیار کیا ہو گا"۔ انہوں نے کہا "آپ نے انصاف کی بات کی ہے۔ احسان فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا"۔ فرمایا "کیا انہیں جانتے ہو؟ انہوں نے عرض کی "ہاں! یہ میرے والد اور یہ میرے چچا ہیں" انہوں نے اپنے بھائی کا نام اس کی کم عمری کی وجہ سے نہ لیا۔ یا اسے بھی ان دونوں کے ساتھ مخاطب کر لیا"۔ امام سہیلی تحریر کرتے ہیں "جب حضرت زید بارگاہ

رسالت مآب میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا "یہ کون ہیں؟" انہوں نے عرض کی "یہ میرے والد حارثہ بن شراحبیل اور یہ میرے چچا کعب ہیں"۔ آپ نے فرمایا "تمہیں اختیار ہے اگر چاہو تو ان کے ساتھ جا سکتے ہو۔ اور اگر چاہو تو میرے ساتھ رہ سکتے ہو"۔ انہوں نے عرض کی "میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں رہوں گا"۔ ان کے والد نے انہیں کہا "زید! کیا تو اپنے والد، والدہ، شہر اور قوم کو چھوڑ کر غلامی اختیار کرتا ہے؟ انہوں نے کہا "کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جس ہستی پر میں یہ سب کچھ قربان کر رہا ہوں وہ کتنی دلربا اور دلکش ہے۔ میں ان سے کبھی بھی جدا نہیں ہوں گا"۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور قریش کی مجلس میں تشریف لے گئے اور فرمایا "اے سرداران قریش! گواہ رہو۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ جو میرا وارث بھی ہے اور موروث بھی"۔ یہ حیران کن منظر دیکھ کر حارثہ کا دل کھل اٹھا۔ وہ واپس چلے گئے۔

ابن عبدالبر نے لکھا ہے "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنا بیٹا بنایا اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔ زمانہ جاہلیت میں اگر کوئی شخص دوسرے سے معاہدہ کرتا تو وہ یوں کہتا "دمی دمك، هدمی هدمك و ثأری ثارك و حربی حربك و سلمی سلمك ترثنی وارثك تطلب بی و اطلب بك و تعقل عنی و اعقل عنك" ایک حلیف کو دوسرے حلیف کے میراث کا چھٹا حصہ ملتا۔ جب اسلام کا آفتاب جہانتاب طلوع ہوا تو میراث کے احکام سے یہ امر منسوخ ہو گیا۔

"اسد الغابہ" میں ہے کہ حارثہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ دوسرا قول ہے کہ علامہ منذری کے علاوہ کسی اور نے اس کا اسلام ثابت نہیں کیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنا بیٹا بنا لیا تو انہیں "زید بن محمد" کہا جانے لگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صرف حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام مبارک قرآن پاک میں موجود ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا (الاحزاب:37)۔

"پھر جب پوری کر لی زید نے اسے طلاق دینے کی خواہش"۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض تفاسیر میں ہے کہ اللہ رب العزت کے اس فرمان

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (الانبیاء:106)

"جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمان کو جیسے لپیٹ دیئے طومار میں کاغذ"۔

میں "سجل" ایک شخص کا نام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لکھا کرتا تھا۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام قرآن مجید میں کیوں ذکر کیا گیا۔ اس کی حکمت تحریر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں "جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ (الاحزاب:5)۔

"بلایا کرو انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے"۔

تو حضرت زید کو زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔ لوگوں نے انہیں زید بن محمد (رضی اللہ عنہ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہنا چھوڑ دیا۔ جب ان سے یہ شرف چھین لیا گیا تو رب تعالیٰ نے ان کا نام قرآن میں ذکر کر دیا۔ کسی اور صحابی کا نام قرآن پاک میں نہیں ہے۔ عورتوں میں سے صرف حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا اسم مبارک قرآن پاک میں مذکور ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بھائی کا نام جبلہ تھا۔ انہوں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ یہ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے۔ حضرت جبلہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا ''آپ بڑے ہیں یا حضرت زید'' انہوں نے جواب دیا ''حضرت زید مجھ سے بڑے ہیں البتہ میں ان سے پہلے پیدا ہوا ہوں''۔

وہ فرخندہ فال خواتین جنہیں سب سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا شرف ابدی ملا وہ درج ذیل ہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے یہ سعادت ازلی حاصل کی۔ یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ یہ سبابہ بنت حارث تھیں۔ یہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر، ام جمیل فاطمہ بنت خطاب، حضرت عمر فاروق کی ہمشیرہ محترمہ اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہن نے سب سے پہلے یہ شرف حاصل کیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مساعی جمیلہ سے حلقہ بگوش اسلام ہونے والی ہستیاں

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا تو دیگر افراد کو بھی اسلام کے چشمۂ صافی کی طرف دعوت دینے لگے۔ بہت سے افراد ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ان میں سے چیدہ چیدہ افراد یہ ہیں۔

(1) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں ''مجھے میری خالہ سعدی بنت کریز رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول بنا کر مبعوث کیا ہے وہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع پر ابھارتی رہیں۔ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ گہرے مراسم رکھتا تھا۔ ایک دن میں ان کے پاس آیا۔ میں نے انہیں تنہا پایا۔ میں متفکر تھا۔ انہوں نے مجھے اس تفکر کے متعلق پوچھا۔ میں نے انہیں اپنی خالہ کی بات بتادی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے اسلام کی ترغیب دی۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے۔ آپ کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ آپ کے کپڑے اٹھائے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کی۔ آپ وہیں تشریف فرما ہو گئے۔ پھر میری طرف توجہ کی اور فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہو۔ وہ تمہیں جنت عطا فرمائے گا۔ میں تمہاری طرف اور اس کی ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر آیا ہوں''۔ میں نے یہ اثر آفریں گفتگو سنی تو میں نے بے اختیار پڑھ لیا اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ۔ پھر کچھ ہی عرصہ بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دختر بلند اختر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مجھ سے کر دیا۔ وہ ساری خواتین سے باجمال تھیں۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی بہت حسین تھے۔ وہ پہلے ہی چاہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ نور نظر ان کے حبالہ عقد میں آجائیں۔ وہ خود فرماتے تھے ''میں خانہ کعبہ کے صحن میں موجود تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نور نظر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عتبہ بن ابی لہب سے کر دیا ہے۔ اس وقت مجھے حسرت نے آلیا۔ کہ میں اس سے سبقت کیوں نہیں لے گیا۔ میں اپنے گھر گیا۔ میں نے وہاں اپنی خالہ سعدی بنت کریز کو پایا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں...... پھر جلد ہی عتبہ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دیا۔ تو مجھے ان کے ساتھ نکاح کرنے کی

سعادت نصیب ہو گئی"۔ جب ان کا وصال ہو گیا تو حضور اکرم ﷺ نے اپنی دوسری نور نظر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا"۔ دنیا کی تاریخ میں ان کے علاوہ اور کوئی شخص نہیں جس کے حبالہ عقد میں ایک نبی کی دو نور ان نظر آئیں ہوں۔ یہ سعادت عظمیٰ صرف اور صرف آپ کو حاصل ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہر شب وتروں میں ایک قرآن پاک ختم کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "ہر نبی کا جنت میں کوئی نہ کوئی رفیق ہوتا ہے۔ جنت میں میرے رفیق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں"۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ان کے چچا حکم بن ابی العاص نے انہیں پکڑا اور ان کے کندھے باندھ دیئے۔ اس نے کہا "محمد عربی ﷺ کو چھوڑ کر اپنے آباء کا دین اختیار کرو۔ بخدا! میں تمہیں اس وقت تک نہ چھوڑوں گا حتیٰ کہ تم یہ دین چھوڑ دو"۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "بخدا! میں اس دین حق کو نہ کبھی چھوڑوں گا اور نہ ہی اس سے انحراف کروں گا"۔ جب حکم نے حق میں آپ کا یہ استحکام و ثبات دیکھا تو اس نے آپ کو چھوڑ دیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ آپ کو دھویں سے تکلیف دیتا تھا تا کہ آپ راہ راست سے واپس آ جائیں۔ مگر آپ نے کفر و شرک کی ظلمتوں میں واپس آنا پسند نہ کیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دھویں سے تکلیف دی جاتی تھی تا کہ وہ آفتاب اسلام سے منہ موڑ لیں۔ ممکن ہے یہ دونوں حضرات اس قسم کی اذیت برداشت کرتے ہوں۔

(2) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مساعی جمیلہ سے حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بھی دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔ دوسرے قول کے مطابق تیرہ سال تھی۔ ان کا چچا انہیں دھوئیں سے اذیت دیتا تھا وہ کہتا "بت پرستی کی طرف لوٹ آؤ"۔ مگر یہ گرج دار آواز میں کہتے "میں کفر کی طرف کبھی نہیں آؤں گا"۔

(3) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت حق پر لبیک کہا۔ اسلام لانے سے قبل ان کا نام عبدالکعبہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ یہ فرماتے ہیں "امیہ بن خلف میرا دوست تھا۔ اس نے ایک روز مجھے کہا "کیا تو نے وہ نام چھوڑ دیا ہے جو تیرا تیرے والدین نے رکھا تھا"۔ میں نے کہا "ہاں!" اس نے کہا "میں کسی رحمان کو تو نہیں جانتا۔ لیکن میں تجھے عبدالالہ سے پکاروں گا"۔ وہ مجھے اسی نام سے پکارتا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ خود بیان کرتے۔ وہ فرماتے "میں نے کئی بار یمن کی طرف سفر کیا۔ میں جب بھی وہاں جاتا تو عسکلان بن عواکن کے ہاں فروکش ہوتا۔ وہ مجھ سے پوچھتا "کیا تم میں کسی ایسے شخص کا ظہور ہوا ہے جس کا ذکر بلند ہوا ہو۔ کیا کسی شخص نے تمہارے دین کی مخالفت کی ہے"۔ میں کہتا "نہیں" حتیٰ کہ وہ سال آ گیا جس میں حضور ﷺ کی بعثت مبارکہ ہوئی۔ مجھے حضور ﷺ کی بعثت کا کوئی علم نہ تھا میں یمن گیا۔ اور اس شخص کے ہاں ٹھہرا......

جب میں مکہ مکرمہ میں واپس آیا تو میں حضرت ابو بکر صدیق سے ملا اور انہیں یہ بات بتائی۔ انہوں نے فرمایا "محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا ہے" جب میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے کاشانہ اقدس میں پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ کر مسکرائے۔ آپ نے فرمایا "میں ایک خلیق چہرہ دیکھ رہا ہوں مجھے اس کے لئے بھلائی کی امید ہے۔ تمہارے پاس کیا ہے میں نے عرض کی "امانت" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایک بھیجنے والے نے تمہیں ایک خط کے ساتھ بھیجا ہے وہ نکالو" میں نے سارا واقعہ گوش گزار کیا اور اسلام کی نعمت کبریٰ حاصل کر لی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حمیر کا بھائی مجھ پر ایمان لایا۔ اس نے میری تصدیق کی"۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے سنا حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے "تم اہل آسمان میں بھی امین ہو اور اہل زمین میں بھی امین ہو" ان کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ انہیں صادق، صالح و پاکباز کے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔

(4) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر لبیک کہا اور عشرہ مبشرہ کے مبارک گروہ میں شمولیت اختیار کر لی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے ملاقات کی۔ انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ ترغیب دی برانگیختہ کیا۔ یہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور اسلام کے متعلق پوچھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دین متین کے متعلق بتایا تو یہ مشرف باسلام ہو گئے۔ اس وقت ان کی عمر مبارک انیس سال تھی۔ ان کا تعلق بنو زہرہ سے تھا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ فرما کر کہا "یہ میرے ماموں ہیں ایک شخص کو اپنے ماموں کا خیال رکھنا چاہئے" امام سہیلی نے لکھا ہے "یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے چچا تھے"۔ ان کی والدہ نے ان کے اسلام کو سخت ناپسند کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سے حسن سلوک کرتے تھے۔ والدہ نے انہیں کہا "کیا تمہارا گمان نہیں کہ تمہارا دین تمہیں صلہ رحمی اور والدین سے حسن سلوک کا حکم دیتا ہے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا "ہاں!" والدہ نے کہا "اللہ کی قسم! میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی حتیٰ کہ تم اس دین کے ساتھ کفر کرو جسے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں اور اساف و نائلہ کو مس کرو"۔ اس قسم کے دوران لوگ ان کی والدہ ماجدہ کا منہ کھولتے تھے اور اس میں کھانا اور پانی ڈال دیتے تھے۔ مگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ انہی کے متعلق اللہ رب العزت نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (لقمان)

"اور ہم نے تاکیدی حکم دیا انسان کو کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے، شکم میں اٹھائے رکھا ہے اسے اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کے باوجود اور اس کا دودھ چھوٹنے میں دو سال لگے (اس لئے ہم نے حکم دیا) کہ شکر ادا کرو میرا اور اپنے ماں باپ کا (آخرکار) میری طرف ہی (تمہیں) لوٹنا ہے اور اگر وہ دباؤ ڈالیں تم پر کہ تو میرا شریک ٹھہرائے اس کو جس کا تجھے علم تک نہیں، تو ان کا یہ کہنا نہ مان"۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ نے ایک دن اور ایک رات نہ کھایا۔ اس کی کمر ٹیڑھی ہو گئی۔ دوسرا دن بھی

گزر گیا اس نے کچھ نہ کھایا پیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میں نے کہا "امی! جانتی ہو! اللہ کی قسم! اگر تمہاری ایک سو جانیں بھی ہوں۔ جو ایک ایک کر کے نکلتی رہیں میں پھر بھی محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین حق کو نہیں چھوڑوں گا۔ خواہ تم کھاؤ یا نہ کھاؤ"۔ جب اس نے یہ ثبات دیکھا تو اس نے کھالیا۔

اسباب للبلازری میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میری امی کو خبر ہوگئی کہ میں نے نماز عصر پڑھی ہے۔ میں اس کے پاس آیا تو وہ دروازہ پر کھڑی تھی۔ وہ باآواز بلند چلائی "میرے یا اس کے قبیلہ میں سے کوئی ایسا مددگار ہے جو سعد کے خلاف میری مدد کرے میں اسے قید کر دوں۔ پھر دروازہ بند کر دوں حتیٰ کہ یہ مر جائے یا اس نئے دین کو چھوڑ دے" یہ سن کر میں واپس آ گیا۔ میں نے کہا "میں تمہارے قریب تک نہ آؤں گا۔ نہ تمہارے گھر کے پاس آؤں گا" میں نے اس وقت ہجرت کا ارادہ کر لیا۔ پھر امی نے میری طرف یہ پیغام بھیجا "اپنے گھر واپس آ جاؤ۔ لوگوں کے مہمان نہ بنو اور نہ ہمیں عار دلاؤ"۔ میں اپنے گھر آ گیا۔ ایک دفعہ وہ مجھے خوش ہو کر ملتی اور دوسری دفعہ اذیت دیتی۔ وہ میرے بھائی عامر کو عار دلاتی اور کہتی "یہ مرد پاکباز اپنا دین ترک نہیں کرے گا نہ ہی ہماری پیروی کرے گا"۔ جب عامر نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے اس سے بہت سی اذیتیں برداشت کیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ایک دن میں گھر آیا۔ لوگ میری امی اور میرے بھائی عامر کے اردگرد جمع تھے۔ میں نے پوچھا "یہ اجتماع کیسا ہے؟" لوگوں نے مجھے بتایا "یہ تمہاری امی ہے۔ اس نے عامر کو پکڑ رکھا ہے۔ یہ رب تعالیٰ سے عہد کر رہی ہے کہ نہ وہ کھجور کے سایہ میں بیٹھے گی۔ نہ ہی کھائے اور پیئے گی حتیٰ کہ یہ اپنے دین کو ترک کر دے" میں نے اسے کہا "بخدا! امی! نہ سایہ حاصل کرو۔ نہ کھاؤ۔ نہ پیو حتیٰ کہ جہنم تمہارا ٹھکانہ بن جائے"۔

(4) حضرت طلحہ بن عبید اللہ التیمی رضی اللہ عنہ

ان کا شمار بھی عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے ملاقات کی۔ انہیں اسلام کی دعوت دی۔ رب تعالیٰ کی طرف بلایا۔ جب انہوں نے ان کی دعوت پر لبیک کہا تو یہ انہیں لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ ان کی عجیب داستان تھی۔ یہی ان کے اسلام لانے کا سبب بنی۔ انہوں نے فرمایا "میں بصریٰ کے بازار میں گیا۔ ایک راہب اپنے گرجا میں تھا۔ اس نے کہا "اس کارواں سے پوچھو کہ کیا اس میں اہل حرم میں سے کوئی ہے؟ میں نے کہا "ہاں! میں اہل حرم میں سے ہوں"۔ اس نے پوچھا "کیا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہو چکا ہے"۔ میں نے پوچھا "کون احمد؟" اس نے کہا "عبد اللہ بن عبد المطلب کے فرزند دلبند۔ اس ماہ ان کا ظہور ہوگا۔ وہ آخری نبی ہوں گے۔ ان کا ظہور حرم سے ہوگا۔ وہ کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کریں گے۔ ان پر ایمان لانے میں کوئی تم سے سبقت نہ لے جائے"۔ میرے دل میں یہ بات جاگزیں ہوگئی۔ میں جلدی جلدی عازم سفر ہوا۔ مکہ مکرمہ پہنچا۔ میں نے پوچھا "کیا کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے؟" لوگوں نے مجھے بتایا "ہاں! محمد بن عبد اللہ الامین (فداہ روحی وابی وامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لوگوں کو رب تعالیٰ کی طرف بلا رہے ہیں۔ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے ان کی اتباع کر لی ہے"۔ میں باہر نکلا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ انہیں راہب کی بات بتائی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں گئے اور سارا قصہ عرض کیا جسے سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ مسرور

ہوئے اور میں نے اسلام قبول کرلیا۔

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا تو نوفل بن العدویہ نے انہیں پکڑا (اسے قریش کا شیر کہا جاتا تھا) اور انہیں ایک رسی میں باندھ دیا تا کہ یہ اپنے دین حق سے برگشتہ ہو جائیں۔ بنو تیم نے بھی اسے منع نہ کیا۔ اسی لئے ان دونوں حضرات کو ''القرینین'' کہا جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے ''مولا ہمیں ابن عدویہ کے شر سے بچا''۔

طلحہ ایک اور شخص کا نام بھی تھا۔ اس کے باپ کا نام بھی عبید اللہ اور اس کا قبیلہ بھی یہی تھا۔ پہلے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے جبکہ دوسرے شخص کا یہ مقام نہیں۔ اس کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا (الاحزاب:53)

''اور تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اذیت پہنچاؤ اللہ کے رسول کو اور تمہیں اس کی بھی اجازت نہیں کہ نکاح کرو ان کی ازواج سے ان کے بعد کبھی''۔

اس نے کہا تھا ''اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں (حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے نکاح کرلوں گا''۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس نے کہا تھا ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری چچازاد عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں پھر ہم سے ہی ان کا پردہ کراتے ہیں۔ اگر ان کا وصال ہو گیا تو میں ان کے بعد (حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے نکاح کرلوں گا''۔ اس وقت مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل ہوئی۔

علامہ سیوطی فرماتے تھے ''مجھے اس روایت کی صحت میں سخت تردد تھا۔ کیونکہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا تھا۔ ان کا مقام و منصب بہت بلند تھا۔ ان سے ایسی بات کیسے نکل سکتی تھی۔ حتیٰ کہ میں نے دیکھا یہ کوئی اور شخص تھا جس کا نام، جس کے باپ کا نام اور قبیلے کا نام یہی تھا۔

لب لباب یہ ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ ان کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ انہیں طلحہ الفیاض اور طلحۃ الجواد بھی کہا جاتا تھا۔ ان عشرہ مبشرہ میں سے پانچ یہ حضرات ہیں۔ حضرت عثمان غنی، حضرت طلحۃ الفیاض، حضرت زبیر بن عوام، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم۔ بعض سیرت نگاروں نے حضرت ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ کو بھی شمار کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عثمان غنی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کپڑے کا کاروبار کرتے تھے جبکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ گوشت فروخت کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تیر بناتے تھے۔ پھر خواتین و حضرات جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہونے لگے۔

وہ خواتین و حضرات جنہوں نے سب سے پہلے اسلام کے خورشید تاباں سے اجالا پایا وہ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل العدوی، ان کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا یہ دوسری عظیم خاتون تھیں جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ وہ تیسری

خاتون جنہوں نے نور اسلام پایا وہ حضرت ام فضل لبابہ بنت حارث تھیں۔ یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کا شمار بھی ان خواتین میں ہوتا ہے جنہوں نے سب سے پہلے دعوت حق پر لبیک کہا۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ولادت بعثت کے بعد ہوئی۔ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا شمار بھی سابقین اولین میں ہوتا ہے۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں جام شہادت نوش کیا۔ اسی طرح حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے بھی نور اسلام سے اپنا سینہ منور کیا۔ یہ حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار تھے۔ ان کی وفات کے بعد وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبالۂ عقد میں آئیں۔ اس وقت نو افراد دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ دوسری روایت کے مطابق ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے دس افراد پیغام ہدایت قبول کر چکے تھے۔ ان بلند اقبال ہستیوں میں حضرت عثمان بن مظعون الجمحی ان کے برادر محترم قدامہ، حضرت عبداللہ اور حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہم حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا قبول حق

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا شمار بھی ان خوش قسمت افراد میں ہوتا ہے جنہوں نے سب سے پہلے صدائے حق پر لبیک کہا۔ وہ اپنے اسلام کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں ''میں آل عقبہ بن ابی معیط کے ریوڑ میں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے پوچھا ''کیا تمہارے پاس ایسی پٹھ ہے جس کے ساتھ نر نے جفتی نہ کی ہو''۔ میں نے عرض کی ''ہاں! میں نے ایسی پٹھ پیش کی جس کی کھیری نہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی کھیری کی جگہ پر دست اقدس پھیرا۔ تو وہ فوراً دودھ سے لبالب بھر گئی۔ میں نے ایک برتن بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ نکالا۔ پہلے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پلایا۔ پھر مجھے پلایا پھر خود نوش جان فرمایا۔ پھر کھیری سے فرمایا ''سکڑ جا وہ پہلے کی طرح سکڑ گئی''۔ امام سبکی نے اپنے قصیدہ میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

و رب عناقٍ مانزا الفحل فوتها مسحت عليها باليمين فدرت

کئی ایسی بکریاں تھیں جن کے ساتھ نر نے جفتی نہیں کی تھی لیکن جب آپ کا دست اقدس انہیں لگ گیا تو وہ دودھ اتار آئیں۔

جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ روشن معجزہ دیکھا تو فوراً اسلام قبول کر لیا۔ عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجھے تعلیم دیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست اقدس ان کے سر پر رکھا اور فرمایا ''تم ایک تعلیم یافتہ جوان ہو''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ وہ اکثر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر رہتے تھے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے آگے چلتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل فرماتے تو یہ پردہ تن کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استراحت فرما ہوتے تھے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ کو بیدار کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانے لگتے تو آپ کو نعلین مبارک پیش کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہو جاتے تو نعلین مبارک اپنی بغل کے نیچے رکھ لیتے تھے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں صاحب ستر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے معروف تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جنت کا مژدہ جانفزا سنایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں اپنی امت مرحومہ کیلئے وہی کچھ پسند کرتا ہوں جو اس کے لئے ابن ام عبد

پسند کرتے ہیں۔ اور اس بات پر اس سے ناراض ہوتا ہوں جس پر ابن ام عبد ناراض ہوتے ہیں"۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

ان کا نام جندب بن عبادہ تھا۔ یہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ خود بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے قبل بھی میں نماز پڑھتا تھا۔ میں اسی طرف منہ کر لیتا جس طرف رب تعالیٰ چاہتا تھا۔ مجھے خبر ملی کہ مکہ مکرمہ میں ایک شخص کا ظہور ہوا ہے۔ اس کا گمان ہے کہ وہ نبی (کریم) ہے۔ میں نے اپنے بھائی سے کہا "اس شخص کے پاس جاؤ اس سے گفتگو کرو پھر مجھے اس کے متعلق بتاؤ" جب میرا بھائی انیس واپس آیا تو میں نے پوچھا "تمہارے پاس کیسی خبر ہے؟" اس نے کہا "بخدا! میں ایسے شخص کی زیارت سے بہرہ ور ہوا ہوں جو بھلائی کا حکم دیتا ہے، برائی سے منع کرتا ہے۔ وہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مبعوث کیا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ مکارم اخلاق کا حکم دیتا ہے"۔ میں نے پوچھا "لوگ اس پاکباز ہستی کے متعلق کیا کہتے ہیں؟" اس نے کہا "لوگ انہیں کاہن، شاعر اور ساحر کہتے ہیں۔ لیکن اللہ کی قسم وہ سچے اور لوگ جھوٹے ہیں"۔ میں نے اپنے بھائی سے کہا "میرے اہل وعیال کا خیال رکھنا۔ میں خود وہاں جاتا ہوں"۔ اس نے ہامی بھری اور کہا "اہل مکہ سے محتاط رہنا"۔ میں نے اپنا توشہ دان اور عصا لیا۔ عازم سفر ہوا اور مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان نہ تھی۔ میں کسی سے آپ کے متعلق پوچھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ میں تین شب و روز تک مسجد حرام میں ٹھہرا رہا۔ آب زمزم کے علاوہ کچھ پاس نہ تھا۔ میں وہی نوش جان کرتا رہا حتیٰ کہ میں موٹا ہو گیا۔ پیٹ کی شکنیں ختم ہو گئیں مجھے بھوک کا احساس تک نہ تھا۔ ایک رات کوئی انسان بھی محو طواف نہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے طواف کیا۔ پھر نماز پڑھی۔ جب آپ نے اپنی نماز مکمل کی تو میں بھی حاضر خدمت ہو گیا۔ میں نے عرض کی "السلام علیک یا رسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے سچے رسول ہیں"۔ میں نے مسرت وانبساط کے آثار حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر دیکھ لئے۔ آپ نے یہ استفسار فرمایا "کون ہو؟" میں نے عرض کی "قبیلہ غفار کا ایک شخص ہوں" فرمایا "کب آئے ہو؟" میں نے عرض کی "میں تین شب و روز سے ادھر ہی ہوں" فرمایا "کھانا کون دیتا تھا؟" عرض کی "صرف آب زمزم پیتا تھا۔ اس کی وجہ سے موٹا ہو گیا ہوں حتیٰ کہ پیٹ کی شکنیں ختم ہو گئیں ہیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ مبارک پانی ہے یہ کھانے کے قائم مقام بھی ہو جاتا ہے۔ بیماریوں سے شفاء یاب بھی کرتا ہے۔ آب زمزم اس مقصد کے لئے ہو جاتا ہے جس کے لئے اسے پیا جائے اگر اسے حصول شفاء کے لئے پیو گے تو رب تعالیٰ تمہیں شفاء یاب کرے گا اگر سیر شکم ہونے کے لئے پیو گے تو رب تعالیٰ تمہیں سیر شکم فرمائے گا۔ اگر سیراب ہونے کے لئے پیو گے تو رب تعالیٰ تمہاری پیاس بجھا دے گا۔ یہ حضرت جبرائیل امین کا چشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو سیراب کیا۔ اسے سیر شکم ہو کر پینا نفاق سے نجات دلاتا ہے۔ ہمارے اور منافقین کے مابین نشانی یہ ہے کہ منافق اسے سیر شکم ہو کر نہیں پی سکتے"۔

روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں سلام عرض کیا تھا "السلام علیک یا رسول اللہ" انہوں نے اس بات پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی کہ راہ خدا میں انہیں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ

ہوگا۔ وہ حق بات ہی کہیں گے خواہ وہ کتنی تلخ ہوگی۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''جن پر آسمان سایہ فگن ہے اور جن کو زمین نے اٹھایا ہوا ہے۔ حضرت ابوذر ان میں سے بڑھ کر سچے ہیں''۔ دوسری روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''ابوذر زمین پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زہد کے ساتھ چلتے ہیں'' ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''ابوذر میری امت کے زاہد ہیں۔ وہ میری امت میں سے سب سے زیادہ سچے ہیں''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ شام چلے گئے۔ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت تک وہیں رہے۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے شکوہ کیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں وہاں سے بلا کر ربذہ میں سکونت پذیر کر دیا۔ وہ تادم وصال وہیں رہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے سخت اور درشت لہجے میں گفتگو کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں پیش کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں پوچھا ''اس شہر مکہ میں آپ کیوں آئے ہیں؟ انہوں نے کہا ''اگر آپ میرا راز مخفی رکھیں تو میں آپ کو بتا دیتا ہوں''۔ دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا ''اگر آپ میرے ساتھ عہد کریں کہ آپ میری راہ نمائی کریں گے تو میں آپ کو بتاتا ہوں''۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نے انہیں بتایا۔ انہوں نے میری راہ نمائی کی اور مجھے بارگاہ رسالت مآب تک پہنچا دیا اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تین روز تک حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ضیافت کی۔ وہ نہ ان سے کچھ پوچھتے۔ نہ ہی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ انہیں کچھ بتاتے۔ تیسرے روز جناب شیر خدا نے ان سے پوچھا ''آپ اس شہر میں کیوں آئے ہیں؟'' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا ''اگر آپ میرے ساتھ وعدہ کریں کہ آپ میری بات کو مخفی رکھیں گے تو میں آپ کو بتا دیتا ہوں''۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا ''مجھے خبر ملی ہے کہ اس شہر میں ایک ایسے شخص کا ظہور ہوا ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تا کہ وہ ان سے بات چیت کریں۔ وہ واپس گیا تو مجھے اس کے بتانے پر تشفی نہیں ہوئی۔ میں نے چاہا کہ میں خود ان سے ملاقات کروں''۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''آپ میرے پیچھے پیچھے آ جائیں۔ جس جگہ میں داخل ہو جاؤں وہیں اندر چلے جائیں۔ اگر میں نے کسی کو دیکھا جس سے آپ کو خطرہ ہوا تو میں دیوار کے ساتھ لگ کر اس طرح کھڑا ہو جاؤں گا گویا کہ میں اپنے تسمے درست کر رہا ہوں۔ یا گویا کہ میں لوٹے سے پانی ڈال رہا ہوں۔ آپ آگے گزر جائیں''۔ حضرت علی روانہ ہوئے۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ حتیٰ کہ وہ کاشانۂ نبوی میں داخل ہو گئے۔ میں بھی آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گیا۔ میں نے عرض کی ''آپ ﷺ مجھ پر اسلام پیش کریں''۔ آپ نے اسلام کی تعلیمات دلنشین انداز میں پیش کیں تو میں فوراً مشرف باسلام ہو گیا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آج رات کا کھانا مجھے تیار کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں''۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''حضور ﷺ روانہ ہوئے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھولا آپ نے کھانا پیش کیا۔ میں نے اس دن پہلی مرتبہ طائف کا زبیب (خشک

میوہ) کھایا"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ضیافت کرنا۔ اس روایت کے منافی نہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ کاشانہ نبوی میں حاضر ہونے اور طواف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات ہونے والی روایتوں میں تطبیق ممکن ہے۔ ممکن ہے کہ پہلے آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے ہوں۔ پھر مطاف میں ملاقات کا شرف حاصل کیا ہو۔ دوسری بار قبول اسلام سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے شہادتین پر ثابت قدم رہنے کے لئے بیعت کی ہو۔ تین دن مطاف میں ہجوم ہونے کی وجہ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ کر سکے۔ ورنہ یہ ناممکن ہے کہ تین روز گزر جاتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے طواف کے لئے تشریف نہ لاتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت ان سے ملاقات کی تھی۔ آپ کا گمان تھا کہ یہ مسافر ہیں اس شہر کے مکین نہیں ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور داعی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا "یہ معاملہ پوشیدہ رکھو۔ اپنی قوم کے پاس جاؤ۔ انہیں بتاؤ کہ وہ میرے پاس آ جائیں۔ جب تمہیں ہمارے غلبہ کی خبر مل جائے تو ہمارے پاس آ جانا"۔ انہوں نے فرمایا "میں نے عرض کی" مجھے اس ذات والا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں ان مشرکین کے سامنے ضرور اعلان حق کروں گا"۔ میں نے پانچویں نمبر پر اسلام قبول کیا تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں چوتھا شخص تھا جس نے یہ سعادت کبریٰ حاصل کی تھی"۔ ممکن اس سے مراد ہو کہ اعرابیوں میں سے میں نے پانچویں یا چوتھے نمبر پر اسلام کی سعادت حاصل کی تھی۔ اس لئے یہ اس روایت کے منافی نہیں کہ اس وقت پانچ سے زائد ہستیاں دولت اسلام سے مالا مال ہو چکی تھیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب قریش مسجد میں جمع ہو گئے تو میں نے باآواز بلند کہا "اشھد ان محمد رسول اللہ" انہوں نے کہا "اس صابی کو مزہ چکھا دو" اہل وادی مجھ پر ڈھیلے اور ہڈیاں لے کر ٹوٹ پڑے۔ حتیٰ کہ میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ حضرت عباس مجھ پر جھکے۔ انہوں نے قریش سے کہا "تمہارے لئے ہلاکت! کیا تمہیں علم نہیں کہ یہ قبیلہ غفار کا ایک شخص ہے اور تمہارا تجارتی راستہ وہیں سے گزرتا ہے۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ میں آب زمزم کے پاس آیا اور خون صاف کیا۔ دوسرے روز میں نے یہی صدائے حق بلند کی۔ انہوں نے اسی طرح مجھے زدوکوب کیا۔ مجھے حضرت عباس نے آلیا اور نجات دلائی۔

میں اپنے بھائی انیس کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا "تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا "میں اسلام قبول کر چکا ہوں۔ میں نے اس ہستیٔ پاک کی تصدیق کر دی ہے"۔ حضرت انیس رضی اللہ عنہ نے کہا "میں بھی اس عظیم سعادت سے بہرہ مند ہو چکا ہوں۔ ہم اپنی والدہ ماجدہ کے پاس گئے۔ انہوں نے بھی فوراً اسلام قبول کر لیا۔ ہم اپنے قبیلہ غفار کے پاس پہنچے ان کے نصف لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ بعض نے کہا "جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ جلوہ گر ہوں گے تو ہم اسلام قبول کر لیں گے"۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف فرما ہو گئے تو دوسرے لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا "میں کھجوروں والی سرزمین کی طرف ہجرت کروں گا۔ میرا خیال ہے کہ وہ یثرب ہے۔ کیا تم اپنی قوم کو دین حق کی تبلیغ کرو گے۔ ممکن ہے رب تعالیٰ تمہارے ذریعے انہیں نفع دے اور ان کے ذریعے تمہیں اجر سے نوازے"۔

روایت ہے کہ ایک دن وہ خانہ کعبہ کے پاس کھڑے تھے۔ وہ حج یا عمرہ کرنے کے لئے آئے تھے۔ لوگوں نے انہیں

گھیر لیا۔ انہوں نے ان سے فرمایا ''اگر تم میں سے کوئی سفر کرنے کا ارادہ کرے تو کیا وہ زادراہ تیار نہیں کرتا''۔ لوگوں نے کہا ''کیوں نہیں! انہوں نے فرمایا'' قیامت کا سفر بہت دور کا سفر ہے۔ ایسا زادراہ تیار کرو جو وہاں کام آسکے''۔ لوگوں نے پوچھا ''کیسا زادراہ تیار کریں''۔ انہوں نے فرمایا ''بڑے بڑے امور کے لئے حج کرو۔ روز حشر کے لئے سخت گرمی کے دن میں روزے رکھو۔ قبور کی وحشت کے لئے رات کی تاریکی میں نماز پڑھو''۔

حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا قبول حق

انہوں نے اپنے بھائیوں میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ ان کی لخت جگر حضرت ام خالد کا یہ قول ''سب سے پہلے میرے والد گرامی نے اسلام قبول کیا'' اس مفہوم پر محمول کیا جائے گا۔ ان کے اسلام لانے کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے خواب میں آگ دیکھی۔ اس کی تیزی اور شعلہ فشانی دیکھی۔ یہ ایک ہولناک منظر تھا۔ انہوں نے خود کو دیکھا کہ وہ آگ کے کنارے پر کھڑے تھے۔ ان کا باپ انہیں اس آگ میں پھینکنا چاہتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دامن سے پکڑ کر اس آگ میں گرنے سے روک رہے تھے۔ حضرت خالد گھبرا کر بیدار ہو گئے۔ انہیں علم ہو گیا کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست ہدایت بخش کے ذریعے ہی آگ سے نجات نصیب ہو گی۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ان سے اس خواب کا تذکرہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''رب تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔ یہ اللہ رب العزت کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں۔ ان کی اتباع کر لو''۔ وہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم آپ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟'' حضور ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں رب تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ نیز یہ گواہی دو کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ تم ایسے پتھروں کی پوجا ترک کرو جو نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں نہ نقصان دے سکتے ہیں نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں''۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہ اثر آفرین کلام سن کر فوراً حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

''الوفاء'' از سید سمہودی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ حضرت ام خالد بنت خالد بن سعید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے قبل ایک روز حضرت خالد رضی اللہ عنہ سو رہے تھے۔ انہوں نے کہا ''میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کہ مکہ مکرمہ میں تاریکی پوری طرح چھا گئی ہے۔ حتیٰ کہ انسان کو اپنی ہتھیلی بھی نظر نہیں آتی۔ اسی کیفیت میں چشمۂ زمزم سے ایک نور کا ظہور ہوا۔ وہ آسمان کی طرف بڑھنے لگا۔ اس سے بیت اللہ روشن ہو گیا وہ نور مبارک سارے مکہ مکرمہ میں پھیل گیا۔ پھر وہ یثرب (مدینہ طیبہ) کی طرف منتقل ہو گیا۔ حتیٰ کہ میں نے اسے وہاں کے نخلستانوں کی کھجوروں میں دیکھا۔ میں اس خواب کو دیکھ کر بیدار ہو گیا۔ میں نے عمرو بن سعید اپنے بھائی کو یہ خواب بتایا وہ صائب الرائے تھا۔ اس نے کہا ''بھائی اس امر کا ظہور بنو عبدالمطلب میں ہو گا۔ کیونکہ نور انہی کے چشمہ زمزم سے ظاہر ہوا۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بعد انہوں نے یہ خواب حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے خالد! میں ہی وہ نور رہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی تو انہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ جب ان کا باپ ابو احیحہ سعید کو علم ہوا۔ یہ سعید عظماء قریش میں سے تھا۔ جب عمامہ باندھتا تھا تو کوئی قریشی اس کی تعظیم کرتے ہوئے

عمامہ نہیں باندھتا تھا۔اس کے بارے ایک شاعر نے کہا ہے۔

اَبَا اُحَیْحَۃَ مَنْ یَعْتَمَّ عِمَّتَہٗ یَوْمًا وَاِنْ کَانَ ذَامَالٍ وَ ذَا عَدَدًا

ابواحیحہ جس روز عمامہ باندھے اس روز عمامہ باندھنے کی جرأت کون کرسکتا تھا خواہ کوئی کثیر المال اور کثیر العیال ہوتا۔

جب اسے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے اسلام کی خبر ملی تو اس نے ان کی تلاش میں لوگوں کو روانہ کیا۔انہیں خوب جھڑکا۔پھر اس ڈنڈے کے ساتھ مارنا شروع کر دیا جو اس کے ہاتھ میں تھا حتیٰ کہ وہ ڈنڈا ٹوٹ گیا۔اس نے کہا ''کیا تو محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اتباع کرتا ہے۔حالانکہ تجھے علم ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کی مخالفت کی ہے۔وہ ہمارے معبود کے عیوب نکالتے ہیں۔وہ ہمارے گزشتہ آباء کو برا بھلا کہتے ہیں''۔حضرت خالد پکار کر کہتے ''بخدا! میں نے اس حیات بخش پیغام کی پیروی کر لی ہے جو وہ لے کر آئے ہیں''۔یہ سن کر ان کے باپ کی آتش غضب بھڑک اٹھی۔اس نے کہا ''احمق! جہاں چاہتا ہے چلا جا۔بخدا میں تمہارا رزق روک دوں گا''۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اگر تو نے میرا رزق بند کر دیا تو رب العزت مجھے رزق عطا فرمائے گا جس سے میں زندگی گزار لوں گا''۔اس نے اپنے اس نور نظر کو اپنے گھر سے نکال دیا۔اس نے اپنے بیٹوں سے کہا۔انہوں نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا ''تم میں سے کوئی اس کے ساتھ بات تک نہ کرے''۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہتے۔آپ کے ساتھ زندگی بسر کرتے۔مکہ مکرمہ کے گرد و نواح میں اپنے باپ سے چھپے رہتے۔حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دوسری بار حبشہ کی طرف ہجرت کی تو سب سے پہلے حضرت خالد رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت فرما ہوئے۔ان کا باپ ایک دفعہ بیمار ہوا۔اس نے کہا ''اگر رب تعالیٰ نے مجھے اس مرض سے شفاء دی تو میں ابن ابی کبشہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خدا کی مکہ مکرمہ میں ہرگز عبادت نہیں کروں گا''۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی ''مولا! اسے شفاء یاب نہ کر''۔وہ اس مرض سے مر گیا۔

یہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہ پاکباز ہستی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھی۔ان کے بھائی حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ان کے اسلام کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک نور دیکھا جو چشمۂ زمزم سے بلند ہوا۔جس سے مدینہ طیبہ کے نخلستان روشن ہو گئے۔حتیٰ کہ انہوں نے وہاں کھجوریں بھی دیکھ لیں۔انہوں نے اپنا خواب بیان کیا تو ان سے کہا گیا ''یہ بنو عبدالمطلب کا چشمہ ہے۔یہ نور انہی میں سے ضوفشاں ہوگا۔یہی ان کے اسلام لانے کا سبب بنا۔پہلے گزر چکا ہے کہ یہ خواب ان کے بھائی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دیکھا تھا۔یہی خواب ان کے اسلام لانے کا سبب بنا۔بعض راویوں نے اسے خلط ملط کر دیا ہے۔البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کوئی مانع نہیں کہ ایک دفعہ یہ خواب حضرت خالد نے اور دوسری دفعہ ان کے بھائی حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے دیکھا ہو۔بنو سعید میں سے حضرت ابان بن سعید اور حضرت حکم بن سعید رضی اللہ عنہما کو اسلام قبول کرنے کی سعادت ازلی نصیب ہوئی۔حضرت حکم بن سعید کا نام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''عبداللہ'' رکھا تھا۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا باپ کسریٰ کا گورنر تھا۔اہل روم نے اس پہ شب خون مارا۔اس وقت حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بچے

تھے۔ انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ انہوں نے اہل روم میں پرورش پائی۔ پھر اہل عرب نے انہیں خرید لیا۔ اور انہیں عکاظ کے بازار میں لے آئے۔ ان سے عبداللہ بن جدعان نے خرید لیا۔ جب حضور تاجدار انبیاء ﷺ کی بعثت ہوئی تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے کاشانہ اقدس کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ حضرت عمار نے پوچھا "صہیب! کہاں کا ارادہ ہے؟" انہوں نے کہا "میں محمد مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء کی خدمت عالیہ میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ میں ان کا کلام مقدس اور دعوت کاملہ کے بارے جاننا چاہتا ہوں"۔ حضرت عمار نے کہا "میرا ارادہ بھی یہی ہے"۔ یہ دونوں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ یہ دونوں بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے انہیں اسلام پیش کیا۔ قرآن پاک کی تلاوت کی۔ انہوں نے کلمۂ حق پڑھ لیا۔ پھر شام تک بارگاہ رسالت مآب میں حاضر رہے۔ پھر چھپتے چھپاتے باہر نکل آئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ اپنے والدین کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا "سارا دن کہاں رہے ہو" انہوں نے انہیں اپنے اسلام کے متعلق بتایا۔ انہیں اسلام کی تعلیمات مقدسہ پیش کیں انہیں قرآن پاک سنایا جو ابھی ابھی حضور ﷺ سے یاد کر کے آئے تھے۔ انہوں نے یہ حقیقت افزاء کلام سنا تو فوراً دعوت حق پر لبیک کہا۔ اس وقت تیس سے زائد فرخندہ فال ہستیاں دامن اسلام سے وابستہ ہو چکی تھیں۔

حصین والد عمران رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

ان کے فرزند دلبند حضرت عمران رضی اللہ عنہ ان سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ قریش ان کے پاس آئے۔ قریش ان کی بہت زیادہ تکریم کرتے تھے۔ انہوں نے ان سے کہا "ہماری طرف سے اس شخص سے گفتگو کرو۔ وہ ہمارے معبودوں کو برے الفاظ سے پکارتا ہے"۔ قریش بھی ان کے ساتھ آئے۔ حتیٰ کہ وہ کاشانہ نبوی کے در اقدس کے پاس بیٹھ گئے۔ حصین اندر چلے گئے۔ حضور ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا "شیخ کے لئے جگہ کشادہ کرو"۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ وہیں موجود تھے۔ حصین نے کہا "ہمیں آپ سے کیسی خبریں مل رہی ہیں۔ آپ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں"۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا "حصین! کتنے معبودوں کی پوجا کرتے ہو؟" انہوں نے کہا "سات خدا زمین پر اور ایک آسمان پر ہے جن کی میں پرستش کرتا ہوں"۔ حضور ﷺ نے پوچھا "جب نقصان پہنچتا ہے تو کس خدا کو بلاتے ہو"۔ انہوں نے کہا "اس خدا کو جو آسمان پر ہے"۔ حضور ﷺ نے پوچھا "جب مالی ہلاکت ہو جائے تو کس خدا کو پکارتے ہو؟" انہوں نے کہا "اسی کو جو آسمان پر ہے"۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "تمہاری دعائیں تو ایک خدا قبول کرتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ دیگر معبودان باطلہ کو شریک ٹھہراتے ہو۔ اے حصین! کیا ایسے شرک پر راضی ہو؟ اسلام لے آؤ، سلامتی پا جاؤ گے"۔ حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ ان کے لخت جگر حضرت عمران فوراً ان کی طرف گئے اور ان کا سر، ہاتھ اور پاؤں چومنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر حضور اکرم ﷺ کی چشمان مقدس سے موتی ٹپکنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "مجھے عمران کے سلوک پر رونا آ گیا۔ جب حصین حالت کفر میں یہاں آئے تو عمران نے نہ تو اٹھ کر ان کا استقبال کیا نہ ہی ان کی طرف توجہ کی۔ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو یہ ان کے ہاتھ پاؤں اور سر چومنے لگے۔ یہ رقت انگیز منظر دیکھ کر

میری چشمان مقدس سے آنسو کے گوہر ہائے آبدار گرنے لگے"۔ جب حضرت حصین رضی اللہ عنہ جانے لگے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا "انہیں ان کے گھر تک چھوڑ آؤ"۔ جب انہوں نے دہلیز مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء کو عبور کیا تو قریش نے ان کے چہرے پر انوار و تجلیات دیکھیں تو انہوں نے کہا "یہ تو صابی ہو گیا ہے" وہ منتشر ہو گئے۔

ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی قوم کو دعوت اسلام دینا

جب مرد و خواتین میں سے لوگ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہونے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ حق کا اعلان بآواز بلند کریں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نماز میں قرآن پاک کی تلاوت بآواز بلند کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (الحجر)

"سو آپ اعلان کر دیجئے اس کا جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور منہ پھیر لیجئے مشرکوں سے"۔

یہ بات مشرکین پر بڑی شاق گزری۔ اس سے قبل وہ نہ تو آپ سے دور بھاگتے تھے۔ نہ آپ کے پیغام دلنشین کا رد کرتے تھے۔ بلکہ امام زہری کے مطابق جو کچھ آپ فرماتے تھے وہ اس کا انکار نہ کرتے تھے۔ جب آپ ان کی مجالس کے پاس سے گزرتے تو وہ یوں کہتے "یہ ابن عبد المطلب ہیں جو آسمان کی باتیں بتاتے ہیں" وہ اسی امر پر برقرار رہے حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے معبودان باطلہ کا ذکر کیا اور ان کے عیوب نکالے۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ مشرکین سے فرمایا "تم نے اپنے باپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دین متین کو بگاڑ دیا ہے"۔ انہوں نے کہا "ہم ان معبودان باطلہ کے سامنے اس لئے سجدہ ریز ہوتے ہیں تاکہ ان سے ہمیں قرب خداوندی نصیب ہو سکے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی اس بات پر راضی نہ ہوئے اور ان پر عیب لگایا بعثت مبارکہ کا چوتھا یا پانچواں سال تھا۔ مشرکین مکہ نے آپ کی مخالفت اور عداوت پر اتفاق کر لیا۔ البتہ جس کو رب تعالیٰ نے بچا لیا وہ بچ گیا۔ مگر ایسے فرخندہ فال لوگ بہت قلیل تھے۔ جناب ابو طالب نے آپ پر بہت شفقت کی۔ وہ آپ کے اور آپ کے دشمنوں کے مابین کھڑے ہو گئے۔ امر شدت اختیار کرتا گیا لوگ آپ کے ساتھ اور صحابہ کرام کے ساتھ عداوت کا اظہار کرنے لگے۔ مشرکین مسلمانوں کو پکڑتے اور تکالیف کے شکنجے میں کس دیتے۔ انہیں دین متین سے برگشتہ کرنے کی از حد کوشش کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت جناب ابو طالب اور بنو ہاشم کے ذریعے فرمائی۔ البتہ ابولہب ان سے مستثنیٰ تھا۔ بنو مطلب بھی بنو ہاشم کے ساتھ تھے جبکہ بنو نوفل اور بنو عبد شمس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت میں سب سے آگے آگے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں "جب نماز کا وقت ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں کی طرف تشریف لے جاتے۔ وہ اپنی قوم سے چھپ کر نماز ادا کر لیتے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے ہمراہ مکہ مکرمہ کی کسی گھاٹی میں مصروف نماز تھے کہ اچانک مشرکین کی ایک جماعت نے انہیں دیکھ لیا۔ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس ادائے بندگی پر عیب لگانا شروع کئے۔ وہ اسے عجیب سمجھنے لگے۔ حتیٰ کہ نوبت لڑائی تک پہنچ گئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک مشرک کے سر پر اونٹ کا جبڑا دے مارا جس سے وہ شدید زخمی ہو گیا۔ یہ پہلا

خون تھا جسے مسلمانوں نے رضائے الٰہی کے لئے بہایا۔

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مشرکین کے مابین عداوت شدت اختیار کرتی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دار ارقم میں رونق افروز ہو گئے۔ آج کل اسے دار الخیز ران کہا جاتا ہے۔ کیونکہ منصور نے یہ مبارک گھر خریدا اور اسے اپنے بیٹے مہدی عباسی کو ہبہ کر دیا۔ مہدی نے وہ مقدس گھر اپنے لونڈی خیزران کو دے دیا۔ یہ اس کی ام ولد تھی۔ موسیٰ، ہادی اور ہارون الرشید اس سے پیدا ہوئے تھے۔ خیزران نے اسے مسجد کے لئے وقف کر دیا تھا۔ خیزران نے اپنے خاوند مہدی اور وہ اپنے باپ منصور سے روایت کرتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے "جو تقویٰ شعار بنتا ہے رب تعالیٰ اس کے سارے مقاصد پورے فرما دیتا ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم دار ارقم میں جلوہ افروز رہے۔ اس جگہ نماز ادا فرماتے رہے اور اس جگہ رب تعالیٰ کی عبادت میں محو رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر میں کتنی مدت جلوہ فرما رہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض سیرت نگاروں نے یہ مدت چار سال لکھی ہے۔ بعض نے لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک ماہ اس گھر میں تشریف فرما رہے اس وقت اہل ایمان کی تعداد انتالیس تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ اسد اللہ و رسولہ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمان دار ارقم سے باہر نکلے۔

جب سید مرسلاں صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت طیبہ

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ (الشعراء)

"اور آپ ڈرایا کریں اپنے قریبی رشتہ داروں کو"۔

نازل ہوئی۔ یہ کام آسان نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوچ و بچار میں مستغرق ہو گئے۔ آپ پورا ایک ماہ اپنے کاشانہ اقدس میں گوشہ نشین ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیوں نے سمجھا کہ شاید آپ علیل ہیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لئے آئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا "میں مریض نہیں ہوں بلکہ رب تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ (الشعراء)

"اور ڈرایا کریں اپنے قریبی رشتہ داروں کو"۔

میرا ارادہ ہے کہ میں بنو عبد المطلب کو دعوت حق دوں"۔ پھوپھیوں نے کہا "بنو عبد المطلب کو ضرور دعوت الی اللہ دیں۔ لیکن ابولہب کو نہ بلائیں۔ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعوت بالکل پسند نہیں ہے"۔ پھر پھوپھیاں آپ کے کاشانہ اقدس سے چلی گئیں۔ صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد المطلب کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ حاضر خدمت ہو گئے۔ ان میں ابولہب بھی موجود تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھ پر نزول وحی ہوا ہے"۔ آپ نے انہیں حیات آفرین پیغام سنایا تو یہ پیغام ابدی ابولہب کو بالکل پسند نہ آیا۔ اس نے کہا "تمہارے لئے ہلاکت! (نعوذ باللہ منہ) کیا تم نے ہمیں اس لئے یہاں جمع کیا تھا؟ اس نے پتھر اٹھایا تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مارے۔ اس نے کہا "آج تک اتنا شر انگیز پیغام کوئی نہیں لے کر آیا جتنا فتنہ انگیز پیغام

تم اپنے چچازادوں اور قوم کے پاس لے کر آئے ہو"۔ حضور ﷺ خاموش رہے۔ اس محفل میں گفتگو نہ فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ ابولہب نے کہا "یہ آپ کے چچے ہیں۔ یہ چچازاد بھائی ہیں۔ جو کچھ آپ کہنا چاہتے ہیں ان سے کہیں۔ صباءت کو ترک کر دیں۔ آپ کی قوم میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ سارے عرب کا مقابلہ کر سکے۔ بہتر تو یہ ہے کہ جو کام آپ نے شروع کیا ہے آپ کے قبیلے والے اور آپ کے قریبی رشتہ دار آپ کو اس سے روک دیں۔ یہ ان کے لئے آسان ہے بجائے اس کے کہ قریش کے سارے خاندان آپ کے خلاف متحدہ ہو کر مقابلہ کے لئے کھڑے ہو جائیں اور عرب کے سارے لوگ ان کی تائید کر رہے ہوں۔ میرے بھتیجے! کوئی آدمی ایسا فتنہ و فساد کا پیغام لے کر اپنی قوم کے پاس نہیں آیا جس فتنہ و فساد کا پیغام لے کر آپ آئے ہیں"۔ جب ابولہب نے حضور ﷺ کا پیغام ازلی سنا تو اس نے کہا "آپ کے لئے ہلاکت! کیا آپ نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا"۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَہَبٍ وَّتَبَّ ۝ (اللہب)

"ٹوٹ جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو گیا"۔

جب ابولہب نے یہ آیت طیبہ سنی تو اس نے کہا "جو کچھ محمد عربی (ﷺ) کہہ رہے ہیں اگر وہ سچ ہے تو میں اپنا مال اور اولاد بطور فدیہ دے دوں گا"۔ اس وقت بقیہ سورت نازل ہوئی۔

مَآ اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ ۝ (اللہب)

"کوئی فائدہ نہ پہنچایا اسے اس کے مال نے اور جو اس نے کمایا"۔

امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضور داعی اعظم ﷺ نے قریش کو بلایا۔ جب ان کے خاص و عام جمع ہو گئے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "اے بنوکعب بن لوئ! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنومرۃ بن کعب! خود کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنوہاشم اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنوعبدشمس اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے بنوعبدمناف اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنوزہرہ! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے بنوعبدالمطلب خود کو آگ سے بچاؤ۔ اے (میری لخت جگر) فاطمہ! خود کو آگ سے بچائیں۔ اے صفیہ! اے محمد عربی ﷺ کی پھوپھو! اپنے آپ کو آگ سے بچائیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا"۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "جب تک تم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نہ کہہ دو اس وقت تک نہ میں تمہیں دنیا میں فائدہ دے سکتا ہوں نہ ہی آخرت میں"۔

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ اس روایت میں خاتون جنت حضرت سیدہ نساء العالمین فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا تذکرہ راویوں کے خلط ملط کرنے کی وجہ سے ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "مگر یہ کہ تم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو" بلکہ ان کا ذکر خیر ایک اور روایت میں ہے حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں اپنی ازواج مطہرات اور نوران نظر رضی اللہ عنہن کو جمع فرمایا اور انہیں پاکیزہ اعمال پر برانگیختہ کرتے ہوئے فرمایا "میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا"۔

مذکورہ بالا واقعہ کو کچھ دن گزر گئے تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا امر پورا کرنے کے لئے

غرض کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ قریش مکہ کو جمع کیا۔ انہیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ''کارواں کا پیش رو اپنے اہل کارواں سے جھوٹ نہیں بولتا۔ بفرض محال اگر میں دوسرے لوگوں سے جھوٹ بولوں بھی تو بخدا! تم سے ہرگز جھوٹی بات نہیں کر سکتا۔ اگر میں بفرض محال ساری دنیا کو دھوکہ دے دوں تو تمہیں دھوکہ نہیں دے سکتا۔ مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں میں تمہاری طرف بالخصوص اور دیگر لوگوں کی طرف بالعموم رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ بخدا! تم اسی طرح مرو گے جس طرح تم سو جاتے ہو۔ پھر اسی طرح تمہیں اٹھایا جائے گا جس طرح تم نیند سے بیدار ہوتے ہو۔ پھر جو کچھ تم نے کیا ہوگا اس کا حساب و کتاب ہوگا۔ اچھے اعمال کی اچھی جزاء اور برے کاموں کی بری سزا ملے گی۔ پھر یا ابدی جنت یا ابدی جہنم۔ اے بنو عبدالمطلب میں کسی جوان کو نہیں دیکھتا جو اس پیغام سے افضل پیغام لے کر آیا ہو جو میں تمہاری طرف لے کر آیا ہوں۔ بخدا! میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی کامرانی لے کر آیا ہوں''۔

دیگر افراد نے تو نرم و نازک گفتگو کی۔ البتہ ابولہب نے درشتگی سے جواب دیا۔ اس نے کہا ''بنو عبدالمطلب! بخدا! یہ چیز باعث رسوائی ہے۔ ان کا ہاتھ پکڑ لو۔ انہیں اس امر سے روک دو۔ قبل ازیں کہ کسی اور کا ہاتھ انہیں پکڑ لے۔ اس وقت اگر تم انہیں ان کے سپرد کر دو گے تو تم رسوا ہو جاؤ گے اور اگر تم ان کا دفاع کرو گے تو تمہارے سر قلم کر دیئے جائیں گے''۔ حضرت ام زبیر صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''بھائی! کیا تمہیں اپنے بھتیجے کو یوں رسوا کرنا زیبا دیتا ہے۔ بخدا! علماء لگاتار یہ بشارتیں دیتے آئے ہیں کہ بنو عبدالمطلب سے ایک نبی کا ظہور ہوگا۔ بخدا! یہ وہی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں''۔ ابولہب نے کہا ''بخدا! یہ سب کچھ باطل ہے۔ یہ جھوٹی آرزوئیں ہیں۔ یہ پردہ نشین عورتوں کی باتیں ہیں۔ جب قریش کے قبائل تمہارے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ دیگر سارے عرب نے بھی ان کا ساتھ دیا تو ان کا مقابلہ کرنے کی سکت کس میں ہوگی؟ اس وقت ہمارے پاس سوائے ہلاکت کے کچھ نہ ہوگا''۔

اس وقت خواجہ ابوطالب نے جواب دیا ''بخدا! جب تک ہمارے جسموں میں جان ہے ہم ان کا دفاع ضرور کرتے رہیں گے''۔

پھر حضور اکرم، مبلغ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ صفا پر جلوہ افروز ہوئے۔ سارے قریش کو بلایا۔ پھر فرمایا ''اگر میں تمہیں کہوں کہ ایک لشکر جرار اس دامن کوہ سے نکل کر تم پر غارت گری کرنا چاہتا ہے تو کیا تم مجھے جھوٹا سمجھو گے؟ سارے حاضرین نے کہا ''ہرگز نہیں! بخدا! ہم نے دیکھا ہے کہ آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے گروہ قریش! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ میں تمہیں رب تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ میں تمہیں شدید عذاب سے واضح ڈرانے والا ہوں''۔

دوسری روایت میں ہے ''میری اور تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے دشمن دیکھ لیا۔ وہ اپنے اہل و عیال کو آگاہ کرنے کے لئے جلدی جلدی بھاگ نکلا۔ وہ بلند آواز سے پکارنے لگا ''اے لوگو! ارے لوگو! دشمن تمہارے پاس پہنچ چکا ہے میں تمہیں واضح ڈرانے والا ہوں''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ صفا یا کوہ ابی قبیس یا کسی اور پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے گئے باآواز بلند پکارا

''اے لوگو! اے لوگو! ۔لوگوں نے پوچھا ''یہ باآواز بلند کون پکار رہا ہے؟'' کسی نے کہا ''یہ تو محمد (عربی ﷺ) ہیں''۔لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''جو شخص خود نہ آ سکا اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا۔ ایک اور روایت میں ہے آپ نے یوں صدا دی ''اے عبد مناف! میں عذاب سے ڈرانے والا ہوں'' ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے قریش کو جناب ابوطالب کے گھر جمع کیا۔ وہ تعداد میں چالیس تھے۔ ایک اور روایت کے مطابق پینتالیس مرد اور دو عورتیں تھیں۔ آپ نے ان کے لئے کھانا تیار کرایا۔ کھانے میں بکری کا گوشت۔ ایک مد گندم اور ایک صاع دودھ تھا۔ آپ نے وہ پیالہ ان کے سامنے رکھا اور فرمایا ''اللہ کا نام لے کر کھاؤ'' انہوں نے جی بھر کر کھایا اور سیر شکم ہو کر پیا۔ دوسری روایت کے مطابق حضور ﷺ نے فرمایا ''دس دس کی ٹولیاں آتے جاؤ اور کھاتے جاؤ''۔ کھانے کے بعد انہیں دودھ عطا کیا گیا۔ روایت ہے کہ وہ گوشت اور دودھ صرف اتنا تھا جسے ایک آدمی ایک ہی دفعہ کھا اور پی سکتا تھا۔ جب انہوں نے تھوڑا سا دودھ اور گوشت دیکھا کہ اتنے کثیر لوگوں کے لئے کافی ہو گیا ہے تو وہ مبہوت ہو گئے۔ جب حضور ﷺ نے گفتگو کا آغاز کرنا چاہا تو ابولہب نے یہ کہہ کر شور مچا دیا ''تمہارے اس صاحب نے تو بہت بڑا جادو کر دیا ہے'' دوسری روایت میں ہے اس نے کہا ''محمد (عربی ﷺ) نے تم پر جادو کر دیا ہے'' ایک اور روایت میں ہے اس نے کہا ''ہم نے آج تک اس طرح کا جادو نہیں دیکھا''۔ لوگ چلے گئے۔ حضور ﷺ پیغام حق نہ سنا سکے۔ دوسرے روز آپ ﷺ نے فرمایا ''علی! اس طرح کھانا اور دودھ تیار کرو جس طرح کل کیا تھا''۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نے اسی طرح کھانا اور دودھ تیار کیا۔ پھر قریش کو جمع کیا۔ انہوں نے خوب سیر ہو کر کھایا پیا''۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اے بنو عبدالمطلب! میں سارے لوگوں کی طرف بالعموم اور تمہاری طرف بالخصوص بھیجا گیا ہوں۔ آپ نے یہ آیت طیبہ تلاوت کی۔

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴿۲۱۴﴾ (الشعراء)

''اور آپ ڈرایا کریں اپنے قریبی رشتہ داروں کو''۔

میں تمہیں ان دو کلموں کی طرف دعوت دیتا ہوں جو زبان پر بڑے ہلکے اور میزان میں بڑے بھاری ہیں۔ وہ یہ گواہی دینا ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں''۔ میری اس دعوت پر لبیک کون کہے گا اور اس پر میری معاونت کون کرے گا؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم'' میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عمر میں سب سے چھوٹے تھے۔ ساری قوم مہر بلب رہی۔ آپ نے فرمایا ''بیٹھ جاؤ'' آپ نے دوسری بار یہی ارشاد پاک دہرایا۔ ساری قوم خاموش رہی۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض پیرا ہوئے ''یا رسول اللہ! میں''۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ آپ نے تیسری بار یہی فرمان سنایا کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اٹھے اور عرض گزار ہوئے ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ''میں'' آپ نے انہیں فرمایا ''بیٹھ جاؤ۔ تم میرے بھائی ہو''۔

علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے ''بعض اہل ضلال نے اس روایت میں ایسے اضافات کئے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں۔ وہ سارے اضافے باطل ہیں۔ مثلاً یہ کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''جو میری اس دعوت پر لبیک کہے گا وہ میرا بھائی، میرا وزیر،

میرا وارث اور میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا" یہ سن کر حضرت علی اٹھ کھڑے ہوئے۔ دوسری روایت میں یہ اضافے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا "تم بیٹھ جاؤ۔ تم میرے بھائی، وزیر، وصی، وارث اور میرے بعد میرے خلیفہ ہو"۔ یہ سارے اضافے کذاب اور ان رافضیوں کی افتراء پردازی ہے جو اہل السنۃ پر طعن اور خلفائے راشدین کی خلافت پہ اعتراض کرتے ہیں"۔

ایک اور روایت میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ وہ کھانا تیار کریں۔ پھر مجھے حکم دیا کہ میں بنو عبد المطلب کو بلاؤں۔ میں نے چالیس افراد کو بلایا۔ ممکن ہے اس طرح کا واقعہ کئی بار رونما ہوا ہو۔ ایک بار حضور اکرم ﷺ نے انہیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے گھر کھانا کھلایا ہو۔ ایک دفعہ خواجۂ ابو طالب کے گھر قریش کو کھانا عنایت کیا ہو۔ شاید ایک دفعہ پہلے انہیں جمع کیا ہو۔ پھر دوبارہ انہیں اس طرح جمع کیا ہو کیونکہ آپ اس بات پر بڑے حریص تھے کہ قریش آپ کی اس دعوت حقہ پر لبیک کہیں۔ جب آپ نے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی تو انہوں نے نہ تو حضور ﷺ کی دعوت کو رد کیا اور نہ ہی قبول کیا۔ کفار قریش نے آپ کے کسی فرمان کا انکار نہ کیا۔ آپ جب ان کی محافل میں سے گزرتے تو وہ کہتے "عبد المطلب کے یہ فرزند دلبند تمہارے ساتھ آسمان کی باتیں کرتے ہیں"۔ ان کا یہی طریقہ کار رہا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ان کے معبودان باطلہ کے عیوب نکالے۔ انہیں نادان کہا۔ ان کے آباء کو گمراہ کہا تو انہوں نے اسے عجیب سمجھا اور سارے آپ کی عداوت اور مخالفت پر متفق ہو گئے۔

قریش کے وفود

سرداران قریش وفد کی صورت میں جناب ابو طالب کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا "ابو طالب! تمہارا یہ بھتیجا (فداہ روحی) ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتا ہے۔ ہمارے دین کے عیب نکالتا ہے۔ ہماری عقلوں کو بے وقوف کہتا ہے۔ ہمیں کم عقل کہتا ہے یا تو اسے سمجھا لو یا پھر اس کے اور ہمارے درمیان سے ہٹ جاؤ۔ تمہارا دین بھی وہی ہے جو ہمارا ہے۔" جناب ابو طالب نے ان سے نرم لہجہ میں گفتگو کی اور انہیں خوبصورت انداز سے ٹال دیا۔ سرداران قریش اٹھ کر چلے گئے۔ حضور ﷺ دین حق کے غلبہ کے لئے کوشش کرتے رہے۔ آپ اس ذات والا کی طرف لوگوں کو بلاتے رہے۔ کوئی چیز بھی آپ کو تبلیغ دین حق سے نہ روک سکی۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ يَدْعُوْ اِلَى اللهِ وَ فِي الْكُفْرِ نَجْدَةٌ وَاِبَاءُ

اُمَمٌ اُشْرِبَتْ قُلُوْبُهُمُ الْكُفْرَ فَدَاءُ الضَّلَالِ فِيْهِمْ عَيَاءُ

پھر حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ جبکہ کفر میں شدت اور انکار تھا۔ وہ ایسی اقوام تھیں جن کے دل کفر سے شرابور ہو چکے تھے۔ ان کی گمراہی لاعلاج مرض تھی۔

پھر حضور ﷺ اور مشرکین مکہ کے مابین عداوت و مخالفت بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ لوگ ایک دوسرے سے دور ہو گئے۔ ان کے سینے عداوت اور کینہ سے لبریز ہو گئے۔ قریش مکہ اکثر حضور اکرم ﷺ کا تذکرہ کرتے رہتے۔

ایک بار پھر سرداران قریش کا وفد جناب ابو طالب کے پاس گیا۔ انہوں نے کہا "ابو طالب! آپ عمر، شرف اور مقام و

منزلت میں ہم سے بالاتر ہیں۔ ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپ اپنے بھتیجے (فداہ روحی) کو روک لیں۔ مگر آپ نے اسے منع نہ کیا۔ بخدا! ہم اس پر صبر نہیں کر سکتے جو ہمارے آباء کو برا بھلا کہے۔ ہماری عقلوں کو نادان کہے۔ ہمارے معبودان باطلہ کے عیوب نکالے یا تو آپ اسے روکیں یا ہم خود ہی ان سے نمٹ لیں گے۔ دوسری صورت میں آپ کسی قسم کی دخل اندازی نہیں کریں گے۔ حتیٰ کہ دونوں گروہوں میں سے ایک نیست و نابود ہو جائے"۔ ایسی نازیبا باتیں کر کے سرداران قریش لوٹ گئے۔ جناب ابو طالب پر اپنی قوم کا یہ فراق اور عداوت بڑی شاق گزری۔ وہ نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش مکہ کے حوالے کر سکتے تھے اور نہ ہی انہیں آپ کو یوں چھوڑنا پسند تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا اور کہا "اے میرے بھتیجے! ابھی ابھی آپ کی قوم میرے پاس آئی تھی۔ انہوں نے اس طرح تکلیف دہ گفتگو کی ہے۔ آپ مجھ پر بھی رحم کریں۔ اپنی ذات پر بھی ترس کریں۔ مجھ پر ایسا بار گراں نہ ڈالیں جسے اٹھانے کی سکت مجھ میں نہ ہو"۔ جناب ابو طالب کی یہ گفتگو سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گمان ہوا کہ شاید وہ آپ کو چھوڑ دیں گے یا آپ کو دشمن کے حوالے کر دیں گے۔ وہ آپ کی نصرت و اعانت سے معذرت کا اظہار کریں گے"۔ پھر پیکر جرأت استقامت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"اے عم محترم! اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تاکہ میں تبلیغ دین سے دست کش ہو جاؤں تو میں پھر بھی اسے نہیں چھوڑوں گا۔ حتیٰ کہ یا تو اللہ تعالیٰ اس دین متین کو غالب کر دے یا میں اس کی راہ میں شہادت سے سرخرو ہو جاؤں"۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گریہ بار ہو گئے۔ چشمان مقدس سے آنسوؤں کے گوہر ہائے تابدار ٹپکنے لگے۔ آپ اٹھ کر جانے لگے۔ ابھی جانے کا قصد ہی فرمایا تھا کہ جناب ابو طالب نے کہا "میرے بھتیجے (فداہ روحی) میرے پاس تشریف لائیں" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا کے قریب ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی "میرے بھتیجے! آپ جیسے پسند کریں تبلیغ کریں۔ اللہ کی قسم میں کبھی بھی آپ کو کسی کے سپرد نہیں کروں گا۔ پھر انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

واللہ لن یصلوا الیك بجمعهم حتی اوسد فی التراب دفینا

بخدا! یہ لوگ آپ تک کبھی بھی نہ پہنچ سکیں گے حتیٰ کہ مجھے زمین میں دفن کر دیا جائے۔

فاصدع بامرك ما علیك غضاضة وابشر و قر بذاك منك عیونا

آپ جو چاہیں کریں آپ کو کوئی اندیشہ نہیں۔ آپ خوش ہو جائیں اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔

ودعوتنی و زعمت انك ناصحی و لقد صدقت کنت ثم امینا

آپ نے مجھے بھی دعوت دی۔ مجھے یقین ہے کہ آپ نے خلوص کا اظہار کیا ہے آپ سچے اور امین بھی ہیں۔

و عرضت دینا لامحالة انه من خیر ادیان البریة دینا

آپ نے ایسا دین پیش کیا ہے جو دنیا کے سارے ادیان سے بہترین ہے۔

لولا الملامة او حذاری مسبة لوجدتنی سمحاً بذاك مُبِیْنًا

اگر میرا اپنا دین چھوڑنا میرے لئے عار اور ملامت نہ ہوتی تو آپ مجھے پاتے کہ میں اس دین کو اختیار کرنے میں

جلدی کرتا۔

حضور ﷺ نے شمس وقمر کا ذکر فرمایا۔ سورج کو دائیں دست اقدس کے ساتھ اور چاند کو بائیں دست اقدس کے ساتھ مختص فرمایا۔ اس میں موجود حکمت بڑی عیاں ہے۔ کیونکہ سورج نیر اعظم ہے۔ دایاں دست اقدس اسی کے مناسب تھا۔ جبکہ چاند میں داغ پائے جاتے ہیں۔ لہذا بایاں دست اقدس اس کے مناسب تھا۔ حضور ﷺ نے شمس وقمر کو مخصوص فرمایا کیونکہ آپ کے حیات آفرین پیغام کی انہی کے ساتھ ضرب المثل بیان کی گئی ہے۔ ارشاد پاک ہے

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ (التوبہ: 32)

''(یہ لوگ) چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے اور انکار فرماتا ہے اللہ مگر یہ کہ کمال تک پہنچا دے''۔

جب کفار قریش کو یقین ہو گیا کہ جناب ابو طالب نہ تو حضور اکرم ﷺ کو چھوڑیں گے اور نہ ہی آپ ﷺ کو ان کے سپرد کریں گے تو وہ عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو ان کے پاس لے گئے۔ انہوں نے یہ التجاء کی ''اے ابو طالب! یہ عمارۃ بن ولید ہے۔ یہ قریش کے سارے جوانوں سے قوی اور صاحب جمال ہے۔ اسے اپنا بیٹا بنا لیں۔ یہ تمہارا معاون و مددگار ثابت ہوگا۔ یہ اپنا بھتیجا ہمارے حوالے کر دیں۔ اس نے ہی تمہارے اور ہمارے آباء کے دین کی مخالفت کی ہے۔ اس نے ہی تمہاری قوم میں تفرقہ ڈالا ہے۔ اسے عقل ودانش سے عاری کہا ہے۔ ہم اسے قتل کر دیں گے (نعوذ باللہ منہ) اس طرح ایک آدمی کے بدلہ تمہیں ایک آدمی مل جائے گا''۔ قریش مکہ کی یہ ہرزہ سرائی سن کر جناب ابو طالب نے کہا ''تم میرے ساتھ کتنا برا سودا کر رہے ہو۔ تم مجھے اپنا بیٹا دے رہے ہو تاکہ میں اسے تمہارے لئے پروان چڑھاؤں اور اپنا نور نظر تمہیں اس لئے دے دوں تاکہ تم اسے قتل کر دو۔ قسم بخدا! ایسا نہیں ہو سکتا کیا تم نے ایسی اونٹنی دیکھی ہے جو کسی اور کے بچے پر شفقت کر رہی ہو''۔

مطعم بن عدی نے کہا ''ابو طالب! اللہ کی قسم! تمہاری قوم نے تمہارے ساتھ انصاف کر دیا ہے۔ اس نے تمہیں اس امر سے نجات دلانے کی بھرپور کوشش کی ہے جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ میرا خیال ہے کہ تم قریش کی کوئی بات قبول نہیں کرو گے''۔ جناب ابو طالب نے مطعم سے فرمایا ''بخدا! انہوں نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ لیکن تو نے فیصلہ کر لیا ہے کہ تو مجھے ضرور ذلیل ورسوا کرے گا۔ میرے خلاف میری قوم کی مدد کرے گا۔ جو تیری منشاء ہو کر''۔

یہی عمارہ بن ولید سرزمین حبشہ میں حالت کفر میں مرا۔ اس پر جادو کر دیا گیا تھا۔ یہ جنگلی جانوروں کے ساتھ جنگلوں میں رہتا تھا۔ مطعم بن عدی بھی حالت کفر میں مرا۔ جب جناب ابو طالب نے قریش مکہ کی بات نہ مانی تو معاملہ شدت اختیار کر گیا۔ جب انہوں نے حالات کی نزاکت کو دیکھا تو بنو ہاشم اور بنو مطلب کو حضور ﷺ کے دفاع اور تحفظ کی طرف بلایا۔ ابولہب کے علاوہ تمام نے ان کی اس صدا پر لبیک کہا۔ یہ علی الاعلان حضور ﷺ اور دیگر اہل ایمان کو اذیت دیتا تھا۔

قریش مکہ کا ہادیٔ اعظم ﷺ کے ساتھ ہولناک سلوک

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ''ایک دن میں مسجد حرام میں بیٹھا ہوا تھا۔ ابو جہل آیا اس نے کہا

''مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر میں نے محمد (عربی ﷺ) کو سجدہ کی حالت میں دیکھ لیا تو ان کی (مبارک) گردن کو ضرور روندھ ڈالوں گا''۔ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور ابوجہل کی بات بتائی۔ حضور ﷺ غصہ کی حالت میں باہر تشریف لے آئے۔ مسجد میں جلوہ افروز ہوئے۔ اور سورۃ الاقراء پڑھنے لگے۔ ساری سورۃ مبارکہ ختم کر لینے کے بعد آپ نے سجدہ کیا۔ کسی انسان نے ابوجہل سے کہا ''ابوالحکم! محمد (عربی ﷺ) سجدہ ریز ہو چکے ہیں۔ وہ حضور ﷺ کی سمت بڑھا پھر الٹے پاؤں بھاگ گیا۔ جب اس کے متعلق اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا ''کیا جو کچھ میں نے دیکھا تم نے نہیں دیکھا؟ میں نے ان کے اور اپنے مابین آگ کی خندق دیکھی''۔ عنقریب آئے گا کہ

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی ﴿۹﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ﴿۱۰﴾ (العلق)

''(اے حبیب!) آپ نے دیکھا اسے جو منع کرتا ہے ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے''۔

ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی۔

ایک دن ابوجہل نے قریش سے کہا ''تم دیکھ رہے ہو کہ محمد (عربی ﷺ) تمہارے دین کے عیب نکال رہے ہیں۔ تمہارے معبودوں کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ تمہیں عقل و دانش سے عاری کہہ رہے ہیں۔ تمہارے آباء کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ میں رب تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ میں کل اتنا پتھر لاؤں گا جسے میں بمشکل اٹھا سکا۔ پھر ان کا انتظار کروں گا جب وہ سجدہ ریز ہوں گے تو اس کے ساتھ ان کے سر (اقدس) کو کچل ڈالوں گا (نعوذ باللہ منہ) پھر چاہو تو مجھے بنو عبد مناف کے سپرد کر دینا۔ یا میری حفاظت کرنا۔ اس کے بعد بنو عبد مناف جو چاہیں سلوک کریں''۔ قریش مکہ نے کہا ''بخدا! ہم تمہیں کسی کے سپرد نہیں کریں گے تم جو چاہو کرو''۔ وقت صبح ابوجہل نے بہت بڑا پتھر اٹھایا۔ پھر حضور ﷺ کا انتظار کرنے بیٹھ گیا۔ حضور اکرم ﷺ نماز صبح کے لئے حسب معمول تشریف لائے۔ آپ رکن یمانی اور حجر اسود کے مابین نماز پڑھتے تھے۔ قریش اپنی اپنی محافل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ منتظر تھے کہ ابوجہل کیا کرتا ہے؟ جب حضور ﷺ بارگاہ ربوبیت میں سجدہ ریز ہوئے تو ابوجہل نے وہ پتھر اٹھا لیا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی سمت بڑھنے لگا۔ جب آپ کے قریب پہنچا تو گھبرا کر پیچھے بھاگنے لگا۔ اس کا رنگ انتہائی زرد ہو چکا تھا۔ اس کے ہاتھ اس پتھر پر خشک ہو چکے تھے۔ قریش مکہ بمشکل پتھر اس کے ہاتھوں سے چھڑا سکے۔ قریش کے افراد ابوجہل کے پاس گئے۔ انہوں نے پوچھا ''ابوالحکم! تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا ''جب میں اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے حضور ﷺ کی طرف بڑھا۔ جب ان کے قریب ہوا تو میرے سامنے ایک نر اونٹ آ گیا۔ میں نے اتنا جسیم و ضخیم اونٹ آج تک نہیں دیکھا تھا۔ اس نے مجھے مار ڈالنا چاہا''۔ جب اس بات کا تذکرہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''حضرت جبرائیل امین تھے اگر وہ میرے قریب آتا تو وہ اسے پکڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے''۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

وَ ابوجهل اذ رای عنق الفحل الیه کانه العنقاء

ابوجہل نے دیکھا کہ گویا کہ نر اونٹ کی گردن اسے روندھ رہی ہے۔ گویا کہ یہ اس کے لئے ہلاکت ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ ابوجہل نے کہا "میں نے ان کے اور اپنے مابین آگ کی خندق دیکھی" ممکن ہے اس نے دو چیزیں دیکھی ہوں۔ مندرجہ ذیل دو آیتوں کے بارے کہا گیا۔

اِنَّا جَعَلۡنَا فِیۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ اَغۡلٰلًا فَهِیَ اِلَی الۡاَذۡقَانِ فَهُمۡ مُّقۡمَحُوۡنَ ۝ وَ جَعَلۡنَا مِنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡهِمۡ سَدًّا وَّ مِنۡ خَلۡفِهِمۡ سَدًّا فَاَغۡشَیۡنٰهُمۡ فَهُمۡ لَا یُبۡصِرُوۡنَ ۝ (یٰسین)

"ہم نے ڈال دیئے ہیں ان کی گردنوں میں طوق پس وہ ان کی تھوڑی تک پہنچے ہوئے ہیں اس لئے ان کے سر اوپر کو اٹھے ہوئے ہیں اور ہم نے بنا دی ہے ان کے سامنے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک اور دیوار اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے پس وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے"۔

کہ پہلی آیت طیبہ ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی۔ جب اس نے پتھر اٹھایا تا کہ اس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس کچل دے تو اس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ چپک گئے۔ پتھر اس کے ہاتھ کے ساتھ چمٹ گیا۔ جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا تو انہوں نے بڑی مشکل سے وہ پتھر اس کے ہاتھ سے جدا کیا۔

دوسری آیت طیبہ اس وقت نازل ہوئی جب ابوجہل نے کہا "میں یہ پتھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پھینک دوں گا"۔ جب وہ اپنے اس مذموم مقصد کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب گیا تو اس کی نظر بند ہو گئی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز مبارک تو سنتا تھا مگر آپ کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور ساری بات بتائی۔

حکم بن ابی العاص کی بیٹی نے اسے کہا "بنو امیہ! میں نے ایسی قوم نہیں دیکھی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بری رائے رکھتی ہو۔ پھر ان کے معاملہ میں اتنی عاجز آ گئی ہو"۔ ابن ابی العاص نے کہا "میری نور نظر! ہمیں ملامت نہ کر۔ میں صرف ایک واقعہ بتاتا ہوں۔ جسے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ایک رات ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکر و فریب کرنے کی کوشش کی۔ جب ہم نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ ہم آپ کے پیچھے سے آئے۔ ہم نے ایک آواز سنی۔ ہم نے گمان کیا کہ تہامہ کا پہاڑ ہمارے اوپر گرنے لگا ہے۔ وہ پہاڑ ہمارے اوپر معلق رہا حتیٰ کہ آپ نے نماز مکمل کی اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ پھر دوسری رات ہم نے اپنے مذموم مقصد کی تکمیل چاہی۔ جب ہم اٹھ کر آپ کے پاس گئے تو ہم نے دیکھا کہ کوہ صفا اور کوہ مروہ ایک دوسرے کے ساتھ مل چکے تھے جو ان کے ہمارے مابین حائل تھے"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل آپ کے پاس آیا۔ اس نے کہا "کیا میں نے آپ کو اس چیز سے منع نہیں کیا"۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡهٰی ۝ عَبۡدًا اِذَا صَلّٰی ۝ (العلق)

"(اے حبیب!) آپ نے دیکھا اسے جو منع کرتا ہے ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے"۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ چکے تو ابوجہل نے سخت لہجے میں کہا "آپ خوب جانتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ ساتھیوں والا اور کوئی نہیں"۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی

فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾ (العلق)

''پس وہ بلالے اپنے ہم نشینوں کو (اپنی مدد کے لئے) ہم بھی جہنم کے فرشتوں کو بلائیں گے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر ابوجہل اپنے ساتھیوں کو بلاتا تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اسے پکڑ لیتے۔ اس تیرہ بخت نے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ''آپ جانتے ہیں کہ میں اہل بطحاء میں سب سے زیادہ سطوت والا ہوں۔ میں معزز اور کریم ہوں'' اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

ذُقْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿۴۹﴾ (الدخان)

جب سورت تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ کا نزول ہوا تو ابولہب کی بیوی ام جمیل آئی۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اسے ام قبیح کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اس کا نام عوزاء تھا۔ دوسری روایت کے مطابق اس کا نام اروی بنت حرب تھا۔ اس کے ہاتھ میں بہت بڑا پتھر تھا۔ یہ پتھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینکنا چاہتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ جب انہوں نے ام جمیل کو دیکھا تو انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ ایک فحش گو عورت ہے۔ آپ اٹھ کر چلے جائیں تاکہ آپ کو اذیت نہ دے'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی''۔ ام جمیل آئی۔ اس نے کہا ''ابوبکر! تمہارے ساتھی نے میری ہجو بیان کی ہے''۔ دوسری روایت کے مطابق اس نے کہا ''تمہارا ساتھی میرے متعلق اشعار کیوں کہتا ہے؟'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''بخدا! وہ شعر نہیں کہتے''۔ دوسری روایت میں ہے ''مجھے اس کعبہ معظمہ کی قسم انہوں نے تمہاری ہجو بیان نہیں کی۔ بخدا! میرا ساتھی شاعر نہیں ہے''۔ ام جمیل نے کہا ''بخدا! تم میرے نزدیک سچے ہو''۔ پھر وہ لوٹ گئی۔ وہ کہہ رہی تھی ''قریش جانتے ہیں کہ میں سردار کی بیٹی ہوں۔ جس کا باپ عبد مناف ہو کوئی اس کی مذمت کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کیا اس نے آپ کو نہیں دیکھا تھا؟'' آپ نے فرمایا ''ایک فرشتے نے مجھے اپنے پروں سے چھپا رکھا تھا''۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ''ابوبکر! اس سے پوچھو کیا میرے پاس تمہیں اور کوئی نظر آرہا ہے؟'' جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا ''کیا تم میرے ساتھ مذاق کرتے ہو۔ مجھے تو تمہارے ساتھ اور کوئی شخص نظر نہیں آرہا''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب ام جمیل آئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر تھے۔ ام جمیل کے ہاتھ میں بہت بڑا پتھر تھا۔ جب وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑی ہوئی تو رب تعالیٰ نے اس کی بصارت چھین لی۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا۔ اس نے صرف حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ اس نے جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی اور پوچھا ''تمہارا ساتھی کہاں ہے؟'' انہوں نے پوچھا ''تو ان کے ساتھ کیا کرے گی؟'' اس نے کہا ''مجھے خبر ملی ہے کہ اس نے میری ہجو کی ہے۔ میں یہ پتھر اس کے چہرے پر ماروں گی''۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تیرے لئے ہلاکت ہو وہ شاعر نہیں ہیں''۔ ام جمیل نے کہا ''ابن خطاب! میں آپ سے بات نہیں کر رہی''۔ وہ آپ کی سخت طبیعت سے آگاہ تھی۔ وہ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کر کے بولی "ستاروں کی قسم! محمد (عربی صلی اللہ علیہ وسلم) شاعر ہیں۔ میں بھی شاعرہ ہوں۔ جس طرح انہوں نے میری ہجو کی ہے۔ میں بھی ان کی ہجو کروں گی"۔ پھر وہ واپس آ گئی۔ بارگاہ رسالت پناہ میں عرض کی گئی "کیا اس نے آپ کو دیکھا نہیں تھا؟ آپ نے فرمایا "وہ مجھے دیکھ نہیں سکتی تھی کیونکہ میرے اور اس کے مابین پردہ تن دیا گیا تھا"۔ آپ نے قرآن مجید کی تلاوت کی تھی۔ اس کی وجہ سے رب تعالیٰ نے آپ کو اس کے شر سے بچا لیا تھا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝

"اور (اے محبوب!) جب آپ پڑھتے ہیں قرآن کو تو ہم (حائل) کر دیتے ہیں آپ کے درمیان اور ان کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے پوشیدہ پردہ جو آنکھوں سے نہاں ہوتا ہے"۔ (بنی اسرائیل)

ایک اور روایت میں ہے ام جمیل آئی۔ اس کے ہاتھ میں دو پتھر تھے۔ وہ یوں کہہ رہی تھی "ہم مذمم کا انکار کرتے ہیں۔ اس کے دین کے ساتھ ہم بغض رکھتے ہیں۔ ہم اس کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں"۔ اس نے کہا "وہ کہاں ہے جس نے میری ہجو کی ہے۔ میرے خاوند کی ہجو کی ہے۔ بخدا! اگر میں نے انہیں دیکھ لیا تو یہ دونوں پتھر دے ماروں گی"۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ام جمیل! اللہ کی قسم! انہوں نے نہ تیری ہجو بیان کی ہے نہ تیرے خاوند کی"۔ اس نے کہا "ابو بکر! بخدا! آپ جھوٹے نہیں۔ لوگ اس طرح کہتے ہیں"۔ پھر وہ چلی گئی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی "کیا اس نے آپ کو دیکھا نہیں تھا؟" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے اور اس کے مابین حضرت جبرائیل امین رضی اللہ عنہ حائل ہو گئے تھے"۔ شائد ام جمیل کئی بار آئی ہو۔ لہٰذا ان روایات میں اختلاف نہیں۔ جس طرح حمد سے "محمد" کہا جاتا ہے۔ اسی طرح مذمت سے "مذمم" کہا جاتا ہے۔ مذمم اسے کہا جاتا ہے جس کی یکے بعد دیگرے مذمت کی جائے۔ جس طرح کہ محمد اس ذات کو کہا جاتا ہے جس کی بار بار ستائش کی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے قریش کی بری باتیں کس طرح مجھ سے پھیر دی ہیں۔ وہ مذمم کو برا بھلا کہتے ہیں جبکہ میں تو محمد (فداہ روحی وابی وامی) ہوں"۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الدر المنثور" میں لکھتے ہیں "وہ بارگاہ رسالت مآب میں آئی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گروہ میں تشریف فرما تھے۔ اس نے کہا "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے میری مذمت کیوں کی ہے؟ آپ نے فرمایا "بخدا! میں نے تیری ہجو نہیں کی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے"۔ اس نے کہا "کیا آپ نے مجھے لکڑیاں اٹھائے ہوئے دیکھا ہے یا آپ نے میری گردن میں کھجور کی چھال کی رسی دیکھی ہے"۔ اس کے اس قول سے ان مفسرین کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے جنہوں نے کہا ہے "حمالۃ الحطب" سے مراد چغلی کھانا ہے۔ یہ لوگوں کی چغلیاں کھاتی تھی۔ یہ اپنے خاوند اور دیگر لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت پر ابھارتی تھی۔ "حبل" سے مراد آگ کی رسی ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "مسند النار" سے مراد لوہے کی زنجیر ہے۔ جس کی لمبائی ستر گز ہو گی"۔ حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وَ اعدّتْ حَمالَةَ الحطب الفهرو جاءت كانها الورقاء

ابولہب کی بیوی نے ہاتھ میں ایک پتھر لیا اور وہ کبوتری کی طرح آپ کی طرف آئی۔

یوم جاءت تقول انی مثلی من احمد یقال الهجاءُ

وہ غضبناک ہو کر آئی۔ اس نے کہا کیا میری طرح کی عورت کے لئے احمد (ﷺ) کی طرف سے ہجو آتی ہے۔

و تولت وَ مَا رَأَتْهُ و من این تری الشمس مقلة لحمیاء

وہ واپس چلی گئی۔ اس نے آپ کو نہ دیکھا۔ اندھا اور نابینا سورج کو کیسے دیکھ سکتا ہے۔

''حمالة الخطب'' کا دوسرا معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ تیرہ بخت عورت کانٹے اور لکڑیاں جمع کرتی رہتی۔ پھر انہیں حضور اکرم ﷺ کے راستے میں پھینک دیتی۔ ممکن ہے اس میں یہ سارے برے وصف پائے جاتے ہوں۔

روایت ہے کہ جب ام جمیل کو اس سورت کے متعلق علم ہوا تو یہ اپنے بھائی ابوسفیان کے پاس آئی (بشرطیکہ یہ اروی بنت حرب ہو) یہ اس کے گھر میں داخل ہوئی۔ یہ غصے سے آتش پا تھی۔ اس نے اسے کہا ''اے بہادر! تیرے لئے بربادی! کیا یہ بات تجھے طیش نہیں دلاتی کہ محمد (عربی ﷺ) نے میری ہجو بیان کی ہے''۔ اس نے کہا ''میں عنقریب انہیں تمہاری طرف سے کافی ہو جاؤں گا''۔ اس نے تلوار لی۔ باہر نکلا۔ پھر جلدی لوٹ آیا۔ اس نے پوچھا ''کیا تو نے محمد (عربی ﷺ) کا کام تمام کر دیا ہے، ابوسفیان نے کہا ''میری بہن! کیا یہ بات تجھے خوش کرتی ہے کہ تیرے بھائی کا سر کسی اژدھا کے منہ میں ہو''۔ ام جمیل نے کہا ''نہیں! بخدا!'' ابوسفیان نے کہا ''پھر اس طرح ہو جانے لگا تھا''۔ یعنی اس نے اژدھا دیکھا۔ اگر ابوسفیان حضور ﷺ کے قریب جاتا تو وہ سانپ اس کا سر نگل جاتا''۔

جب اس سورت کا نزول ہوا تو ابولہب نے اپنے بیٹے عتبہ سے کہا ''اگر تو نے محمد عربی ﷺ کی نور نظر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق نہ دی تو میرا تیرا تعلق ختم''۔ عتبہ کا عقد نکاح حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تھا لیکن ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ عتیبہ کا نکاح حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ہوا تھا۔ ان کی رخصتی ابھی تک نہیں ہوئی تھی۔ ابتدائے اسلام میں مشرک کا نکاح مسلمان خاتون سے جائز تھا۔ پھر رب تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سے حرام کر دیا۔

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا (البقرہ: 221)

''اور نہ نکاح کر دیا کرو (اپنی عورتوں کا) مشرکوں سے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں''۔

فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ (الممتحنۃ: 10)

''تو انہیں کفار کی طرف مت واپس کرو''۔

عتیبہ شام جانے لگا تھا۔ اس نے کہا ''بخدا! میں ضرور محمد (عربی ﷺ) کے پاس جاؤں گا۔ میں ضرور انہیں ان کے رب کے متعلق اذیت دوں گا''۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے کہا ''محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیک وسلم) وہ ''النجم'' کا انکار کرتا ہے''۔ دوسری روایت میں ہے۔ اس نے کہا ''وہ النجم اذا ھوی۔ دنی فتدلی'' کا انکار کرتا ہے پھر اس نے حضور اکرم ﷺ کے روئے تاباں کی طرف تھوکنے کی جسارت کی اور آپ کی نور نظر کو طلاق دے دی''۔ حضور ﷺ نے یہ بددعا کی ''مولا! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرما دے''۔ جناب ابو طالب بھی وہیں موجود تھے۔ وہ اس بددعا کی وجہ

سے غمگین ہو گئے۔ اپنا سر جھکا لیا۔ پھر کہا "میرے محترم بھتیجے! آپ نے یہ بددعا کیوں کی؟" پھر عتیبہ اور اس کا باپ ایک کارواں کے ساتھ شام کی طرف نکلے۔ وہ ایک جگہ ٹھہرے۔ گرجا کے راہب نے انہیں دیکھا۔ ان سے کہا "یہ درندوں والی زمین ہے"۔ ابولہب نے اپنے ساتھیوں سے کہا "تم میرے نسب اور میرے حق سے خوب آشنا ہو"۔ اہل کارواں نے کہا "ہاں ابولہب!" اس نے کہا "اے گروہ قریش! آج رات میری مدد کرو مجھے اپنے بیٹے کے متعلق محمد عربی ﷺ کی بددعا کا خطرہ ہے۔ تم اپنا سامان ایک گرجا کے پاس جمع کرو۔ اس پر میرے بیٹے کا بستر بچھا دو۔ پھر اس کے اردگرد اپنے بستر لگا دو"۔ اہل قافلہ نے اسی طرح کیا پھر انہوں نے اپنے اردگرد اپنے اونٹ بٹھا دیئے۔ تمام اشیاء عتیبہ کے اردگرد رکھ دیں۔ شیر آیا۔ وہ ان کے چہرے سونگھتا گیا۔ اس نے عتیبہ پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دوسری روایت کے مطابق شیر نے اس کا سر کچل دیا۔ ایک اور روایت میں ہے "اس نے اپنی دم ٹیڑھی کی۔ عتیبہ کو اپنی دم کے ساتھ ایک ضرب لگائی۔ اسے ایک خراش لگی وہ اسی جگہ ڈھیر ہو گیا۔ اس کے آخری الفاظ یہ تھے "کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ محمد (مصطفیٰ ﷺ) سارے لوگوں سے زیادہ سچے ہیں"۔ اس کے بعد وہ مر گیا۔ اس کے باپ نے کہا "مجھے علم تھا کہ یہ محمد عربی (ﷺ) کی بددعا سے نجات نہیں پا سکے گا"۔ شیر کو کتا بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں حضور ﷺ کی معیت میں مسجد حرام میں موجود تھا۔ حضور اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ کسی نے اپنا اونٹ وہاں ذبح کیا تھا۔ اس کی اوجڑی ادھر ہی پڑی ہوئی تھی۔ ابوجہل نے کہا "ایسا کون شخص ہے جو اس غلاظت کے پاس جائے اور اسے اٹھا کر محمد (عربی ﷺ فداہ روحی وابی وامی) پر پھینک دے"۔ دوسری روایت کے مطابق اس سیاہ قسمت نے کہا "کیا تم اسے دیکھ نہیں رہے۔ کون ہے جو فلاں ذبح کئے ہوئے اونٹ کے پاس جائے گا اس کا گوبر، خون اور اوجڑی لے کر آئے گا۔ پھر وہ توقف کرے گا حتیٰ کہ جب وہ (حضور پیکر رعنائی ودلبری) سجدہ ریز ہوں گے تو یہ گندگی ان کے کندھوں پر رکھ دے گا"۔ ایک اور روایت کے مطابق اس بدبخت نے کہا "فلاں شخص کے اونٹ کی اوجڑی کون لے کر آئے گا جسے ذبح کئے ہوئے دو یا تین دن گزر چکے ہیں۔ پھر جب وہ (حضور سراپا لطافت) سجدہ ریز ہوں تو ان کے کندھوں پر رکھے گا"۔ قوم قریش کا بدبخت ترین شخص عقبہ بن ابی معیط اٹھا۔ وہ اوجڑی اٹھا لایا اور حضور پیکر نظافت جب سجدہ ریز ہوئے تو اس نے وہ آپ پر پھینک دی۔ یہ دیکھ کر مشرکین مکہ ہنسنے لگے۔ وہ زیادہ ہنسنے کی وجہ سے ایک دوسرے پر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے"۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اگر مجھ میں قوت ہوتی تو میں اس اوجڑی کو حضور ﷺ کی کمر مبارک سے دور پھینک دیتا۔ کوئی شخص حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ کو اس اندوہناک واقعہ کی خبر دی۔ وہ تشریف لائیں۔ اتنی دیر حضور اکرم ﷺ بارگاہ ربوبیت میں ہی سجدہ ریز رہے۔ حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے وہ اوجڑی دور پھینک دی۔ وہ مشرکین مکہ کو برا بھلا کہنے لگیں۔ حضور ﷺ اٹھے۔ میں نے سنا آپ یہ بددعا کر رہے تھے "مولا! مضر پر اپنا عذاب سخت فرما۔ ان پر اس طرح کی قحط سالی طاری فرما جس طرح

حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کے زمانہ میں قحط آیا تھا۔ مولا! ابوالحکم بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ، عقبہ بن ابی معیط، عمارہ بن ولید اور امیہ بن خلف کو اپنے عذاب کے شکنجے میں کس دے"۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نماز ادا فرمائی تو فرمایا "اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ" پھر آپ نے مذکورہ بالا افراد کے نام لئے۔ ایک اور روایت میں ہے "جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نماز پوری فرمائی تو ہاتھ مبارک بلند فرمائے اور ان کے لئے بددعا کی"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی دعا مانگتے تھے تین بار دعا مانگتے تھے۔ آپ یوں عرض گزار ہوئے۔ "اَللّٰهُمَّ عليك بقريش۔ اَللّٰهُمَّ عليك بقريش" جب قریش مکہ نے آپ کی آواز سنی تو ان کی ہنسی فوراً کافور ہو گئی اور وہ آپ کی اس بددعا سے ڈرنے لگے۔ پھر آپ نے اس طرح عرض کی "اللهم عليك بابي جهل ابن هشام" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "بخدا! میں نے دیکھا آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن سیاہ بختوں کے نام لئے تھے وہ غزوۂ بدر میں موت کے گھاٹ اتر گئے۔ پھر انہیں ایک گڑھے میں پھینک دیا گیا"۔

اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی اکثریت کی یہ حالت ہوئی۔ کیونکہ عمارہ بن ولید حبشہ کی زمین میں کافر، مجنون اور مسحور ہو کر مرا۔ عقبہ بن ابی ولید کو غزوۂ بدر کے روز گرفتار کر لیا گیا۔ اسے عرق الظبیہ میں قتل کر دیا گیا۔ امیہ بن خلف بھی غزوۂ بدر کے روز واصل جہنم ہوا۔ مگر اسے اس گڑھے میں نہیں پھینکا گیا۔ بلکہ اسی جگہ اس پر مٹی پھینک دی گئی۔ کیونکہ اس کی لاش سوجھ چکی تھی۔ ممکن ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا نماز میں یا نماز سے فارغ ہونے کے بعد مانگی ہو۔ اللہ رب العزت نے آپ کی اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازا۔ مشرکین مکہ کو قحط سالی نے آلیا۔ وہ مردار، چمڑے، ہڈیاں اور گندگی کھانے پر مجبور ہو گئے۔ وہ یہ چیزیں آگ پر بھونتے اور انہیں ہڑپ کر جاتے۔ ایک شخص کی حالت یوں ہو جاتی کہ اسے بھوک کی وجہ سے اپنے اور آسمان کے مابین دھواں نظر آتا۔ سرداران مکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ ان میں ابوسفیان بھی تھا۔ انہوں نے عرض کی "محمد (عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ گمان کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے آپ کو پیکر رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کی قوم ہلاکت کے گڑھے میں گرنے لگی ہے۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں"۔ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ ان پر ابر کرم برسا۔ سات روز تک مسلسل بارش ہوتی رہی۔ لوگوں نے زیادہ بارش کا شکوہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی "مولا! ہمارے اردگرد برسا۔ ہم پر نہ برسا"۔ بادل پھٹ گیا۔

روایت ہے کہ مشرکین مکہ نے کہا "مولا! ہم سے یہ عذاب دور فرما۔ ہم ایمان لے آئیں گے"۔ جب عذاب دور کر دیا گیا تو وہ پھر اپنے کرتوتوں میں منہمک ہو گئے۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ معجزہ ہجرت کے بعد رونما ہوا تھا۔ ایک ماہ تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول رہا جب بھی آپ نماز فجر کی دوسری رکعت میں رکوع سے سر اقدس اٹھاتے تو "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کے بعد یہ دعا مانگتے "مولا! حضرت ولید بن ولید، حضرت سلمہ بن ہشام، حضرت عیاش بن ابی ربیعہ اور مکہ معظمہ کے کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما۔ مولا! مضر پر اپنا عذاب سخت فرما ان پر اس طرح کا قحط طاری فرما جس طرح کا قحط حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کے زمانہ میں آیا تھا"۔ بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء کی آخری رکعت میں رکوع کے بعد یہ دعا

مانگتے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے۔ "ابوسفیان کی داستان سے عیاں ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ہجرت کے بعد رونما ہوا تھا۔ یا شدید قحط دوبار طاری ہوا ہو۔ ایک بار ہجرت سے قبل دوسری بار ہجرت کے بعد۔ کیونکہ دونوں روایتیں صحیح ہیں۔

بخاری شریف میں ہے "جب قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اس طرح کے قحط کے لئے دعا کی جس طرح کا قحط حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں آیا تھا۔ سات سال بیت گئے۔ آسمان سے ایک بوند بھی نہ ٹپکی"۔ امام بخاری ہی کی روایت ہے "جب قریش مکہ نے اسلام لانے میں سستی کا مظاہرہ کیا تو آپ نے یہ دعا مانگی "ان پر اس طرح سات سال تک قحط طاری فرما جس طرح حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کے زمانہ میں قحط آیا تھا"۔ قریش مکہ کو قحط سالی اور تنگ دستی نے آلیا۔ حتیٰ کہ کیفیت یہ ہوگئی کہ ایک شخص آسمان کی طرف دیکھتا تو اسے آسمان کے مابین بھوک کی وجہ سے کوئی دھواں نما چیز دکھائی دیتی۔

اللہ رب العزت نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝ يَغْشَى النَّاسَ ۖ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (الدخان)

"بس آپ انتظار کریں اس دن کا جب ظاہر ہوگا آسمان پر صاف نظر آنے والا دھواں۔ جو چھا جائیگا لوگوں پر یہ دردناک عذاب ہوگا"۔

ابوسفیان بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مضر کے لئے دعا کریں وہ ہلاک ہوگئے ہیں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی۔ جب خوشحالی کا دور دورہ ان پر آیا تو وہ اپنی پہلی حالت پر آگئے۔ اس وقت اللہ رب العزت نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ ۚ إِنَّا مُنتَقِمُونَ ۝ (الدخان)

"جس روز ہم انہیں پوری شدت سے پکڑیں گے (اس روز) ہم (ان سے) بدلہ لے لیں گے"۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم محو طواف تھے۔ آپ کے دست اقدس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھا۔ حجر میں تین افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط، ابوجہل بن ہشام اور امیہ بن خلف۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مصروف طواف تھے۔ جب آپ ان افراد کے سامنے سے گزرے تو انہوں نے نازیبا باتیں کیں۔ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا۔ ناگواری کے اثرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے عیاں تھے۔ میں قریب گیا۔ میں نے آپ کو وسط میں کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے درمیان تھے۔ آپ کی مبارک انگلیاں میری انگلیوں میں تھیں۔ ہم اس کیفیت میں مصروف طواف تھے۔ جب آپ ان مشرکین کے سامنے سے گزرے تو ابوجہل نے کہا "بخدا! جب تک سمندر جھاگ کو تر کرتا رہے گا ہم آپ سے مصالحت نہیں کریں گے۔ جب تک آپ منع کرتے رہیں گے کہ ہم ان معبودان (باطلہ) کی پرستش کرتے رہیں گے جن کی پوجا ہمارے آباء کرتے تھے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں بھی اپنے موقف پر قائم ہوں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے طواف میں مصروف ہوگئے۔ مشرکین نے تیسرے چکر میں بھی آپ سے نازیبا

باتیں کیں۔ جب آپ چوتھا چکر لگا رہے تھے تو یہ مشرکین اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابوجہل جھپٹ کر آپ کے کپڑے کا دامن پکڑنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے سینہ پر مارا وہ پیٹھ کے بل گر پڑا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امیہ کو دور ہٹایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن ابی معیط کو دور کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ پھر فرمایا "تم اس خواب غفلت سے نہیں جاگو گے حتیٰ کہ تم پر اس کا عذاب نازل ہو جائے"۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اللہ کی قسم! آپ کا یہ فرمان سن کر ان میں سے ہر شخص پر لرزہ طاری ہو گیا"۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہت بری قوم ہو"۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس کی طرف تشریف لے گئے۔ ہم بھی آپ کے پیچھے پیچھے تھے۔ جب آپ در اقدس تک پہنچے تو ہماری طرف رخ زیبا کیا اور فرمایا "تمہیں بشارت ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کرے گا اپنے کلمہ حق کو مکمل کرے گا۔ وہ اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرور مدد کرے گا۔ تم جلد دیکھو گے یہ مشرکین تمہارے ہاتھوں ذبح ہو رہے ہوں گے"۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اگرچہ غزوۂ بدر میں شرکت نہ کی۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا علیل تھیں۔ اس لئے حضرت ذوالنورین مدینہ منورہ میں ٹھہر گئے تھے۔ مگر انہیں اہل بدر میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اتباع میں تھے۔

عقبہ بن ابی معیط نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک کو اس طرح روندھا کہ قریب تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مقدس باہر نکل آتیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ عقبہ بن ابی معیط حجرہ میں داخل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہیں نماز ادا فرما رہے تھے۔ اس نے آپ کی گردن مبارک میں کپڑا ڈالا اور زور سے کھینچا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پاس ہی موجود تھے۔ اس نے عقبہ کے کندھے پکڑے اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہٹایا۔ انہوں نے کہا "کیا تم اس ہستی پاک کو قتل کرنے کا ارادہ کئے ہو جو یہ کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نشانیاں لے کر آیا ہے"۔

امام بخاری نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہا "مجھے اس شدید اذیت کے متعلق بتائیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین مکہ کی طرف سے ملی"۔ انہوں نے فرمایا" حضور صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے صحن میں نماز ادا کر رہے تھے۔ اچانک عقبہ بن ابی معیط وہاں آیا اس نے اپنا کپڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک گردن میں ڈالا اور کپڑے کو بل دینے لگا۔ پھر زور سے کھینچا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہیں موجود تھے۔ انہوں نے عقبہ کو کندھوں سے پکڑا اور اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہٹایا"۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں نے قریش کو اتنی عداوت کسی سے کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی عداوت وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رکھتے تھے۔ میں ایک روز ان کے پاس موجود تھا۔ ان کے سردار اور رؤساء حطیم میں جمع تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا "ہم نے کسی چیز پر کبھی اتنا صبر نہیں کیا جتنا صبر اس شخص پر کیا ہے۔ اس نے ہمیں بے وقوف کہا۔ ہمارے آباء کو برا بھلا کہا۔ ہمارے دین میں عیوب نکالے۔ ہماری جمعیت منتشر کی۔ ہمارے معبودان کو برا بھلا کہا اور ہم نے اس پر بڑا صبر کیا"۔ قریش مکہ یہی گفتگو کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہیں جلوہ افروز ہو گئے۔

آپ تشریف لائے۔ حجر اسود کو استلام کیا پھر محو طواف ہو گئے۔ جب آپ ان کے سامنے سے گزرے تو انہوں نے وہی نازیبا کلمات کہے جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ ہم نے روئے تاباں پر ناگواری کے اثرات دیکھ لئے۔ دوسرے چکر میں بھی انہوں نے اسی طرح کے بکواسات کئے۔ ہم نے رخ انور پر ناپسندیدگی کے جذبات مشاہدہ کر لئے۔ جب تیسرے چکر میں حضور سید مرسلاں ﷺ ان کے پاس سے گزرے تو ذرا توقف فرمایا اور فرمایا "اے گروہ قریش! کیا غور سے سن رہے ہو۔ مجھے اس ذات کریمانہ کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ میں تمہارے لئے موت کا پیغام لے کر آیا ہوں"۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ جلال نبوت دیکھ کر ان پر لرزہ طاری ہو گیا۔ یوں لگتا تھا کہ ان میں سے ہر ایک شخص کے سر پر پرندہ بیٹھا ہوا ہے۔ وہ کہنے لگے "ابو القاسم! آپ تشریف لے چلیں۔ اللہ کی قسم! آپ جاہل نہیں ہیں"۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لے آئے۔ دوسری صبح سرداران قریش حطیم میں جمع تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا "تمہیں کچھ علم ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے تم نے کیا کہا اور آپ نے کیا جواب دیا۔ حتیٰ کہ جب انہوں نے وہ بات کی جسے تم سخت ناپسند کرتے تھے تو تم نے انہیں چھوڑ دیا"۔ وہ اسی قسم کی گفتگو میں مصروف تھے کہ اچانک رسول کریم ﷺ وہاں تشریف لے آئے۔ سارے مشرکین یکبار آپ پر حملہ آور ہو گئے۔ انہوں نے آپ کا گھیراؤ کر لیا۔ وہ کہنے لگے "وہ تم ہی ہو نا جو ہمیں اور ہمارے معبودوں کو اس طرح اس طرح کہتے ہو"۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "ہاں! میں ہی اس طرح کہتا ہوں" ان میں سے ایک بدقسمت نے حضور ﷺ کی چادر مبارک کو پکڑا۔ یہ رقت انگیز منظر دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔ وہ رو رہے تھے۔ انہوں نے کہا "بدبختو! کیا ایسی ذات کو شہید کرنے کے درپے ہو جو یہ کہتی ہے کہ میرا رب اللہ ہے"۔ مشرکین نے آپ کو چھوڑ دیا۔ مگر ان کے دل حضور اکرم ﷺ کے رعب و جلال سے لبریز تھے۔ پھر مشرکین مکہ چلے گئے۔

ایک اور روایت میں ہے "مشرکین نے کہا" کیا وہ آپ ہی نہیں ہو جو ہمارے معبودوں کو اس طرح اس طرح کہتے ہیں؟" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "ہاں!" وہ سارے آپ پر ٹوٹ پڑے۔ ایک شخص دوڑتے دوڑتے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ ان سے عرض کی "اپنے صاحب کی خبر لیجئے"۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تیزی سے باہر نکلے۔ مسجد حرام میں تشریف لائے۔ لوگوں کو دیکھا۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے ارد گرد جمع تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا "تمہارے لئے بربادی! کیا ایسی ذات پاک کو شہید کرنے کا عزم کئے ہو جو کہتی ہے کہ میرا رب میرا اللہ ہے اور تمہارے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائی ہے"۔ مشرکین مکہ نے حضور اکرم ﷺ کو چھوڑ دیا وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مارنے لگے۔ ان کی لخت جگر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ مشرکین مکہ حضور مبلغ اعظم ﷺ کے پاس جمع ہو گئے۔ وہ آپ کے سر اقدس اور مبارک داڑھی کو کھینچنے لگے۔ آپ کے اکثر گیسوئے پاک گر گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے وہ اٹھے۔ انہوں نے کہا "کیا تم ایسی پاکباز ذات کو شہید کرنے کی جسارت کر رہے ہو جو یہ کہتی ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے"۔ حضور ﷺ نے فرمایا "ابوبکر! انہیں چھوڑ دو۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس کے تصرف میں میری جان ہے۔ میں ان کے لئے ذبح کا پیغام لے کر آیا ہوں"۔ مشرکین مکہ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔

حضرت سیدہ نساء العالمین، خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "قریش ایک روز حطیم میں جمع تھے۔ انہوں نے کہا "جب محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے پاس سے گزریں گے تو ہم میں سے ہر ایک ان پر اپنی تلوار کا وار کر کے انہیں قتل کر دیں گے"۔ میں نے مشرکین کی یہ بات سن لی۔ میں روتے روتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے عرض کی "میں نے قریش مکہ کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ وہ حجر میں معاہدہ کر رہے ہیں اور لات وعزیٰ، منات، اساف اور نائلہ کی قسمیں اٹھا رہے ہیں کہ جب وہ آپ کو دیکھیں گے تو آپ پر اپنی تلوار سے حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیں گے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میری نور نظر نہ رو! خاموش ہو جا! پھر آپ نے وضوء فرمایا۔ مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ مشرکین نے اپنے سر اٹھائے۔ پھر انہیں جھکا لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشت بھر خاک لی اور اسے مشرکین کی طرف پھینک دیا اور ساتھ فرمایا "چہرے برباد ہو گئے"۔ وہ خاک جس جس آدمی کے سر پر پڑی وہ میدان بدر میں واصل جہنم ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوس میں ابولہب، حکم بن ابی العاص، امیہ اور عقبہ بن ابی معیط کے گھر تھے۔ یہ اپنے گھروں کی گندگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاشانہ اقدس میں پھینک دیتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ گندگی اٹھاتے۔ باہر لاتے۔ اپنے در اقدس پر کھڑے ہو جاتے اور فرماتے "بنو عبد مناف! یہ کیسا پڑوس ہے؟ پھر وہ گندگی باہر پھینک دیتے۔ ان میں سے حکم کے علاوہ کسی اور کو اسلام لانا نصیب نہ ہوا۔ اس کے اسلام میں تردد تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے طائف کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔ حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "ان اذیتوں سے آپ کی شان میں کمی نہیں ہوئی تھی بلکہ رفعت شان میں اضافہ ہی ہوا تھا۔ یہی امر آپ کی عظیم قدر و منزلت، علو مرتبت اور درگاہ ربانیہ میں آپ کے بلند مقام کی دلیل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "انبیائے کرام علیہم السلام کی آزمائش سارے لوگوں سے زیادہ شدید ہوتی ہے"۔ یہ سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کی سنن میں سے ایک سنت ہے"۔ امام بوصیری نے کیا خوب فرمایا ہے۔

لاتخل جانب النبی مضامًا حین مسته منهم الاسواء

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تاریکی کا خیال تک بھی نہ کرنا جب آپ کو دشمنوں کی طرف سے اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

کل امر ناب النبیین فَالشِّدَّةُ فِیهِ محمودة والرَّخاءُ

ہر وہ امر جس میں انبیاء کرام نائب ہوتے ہیں اس میں شدت قابل تعریف اور وسعت کا باعث ہوتی ہے۔

لویس النضار هون من النار لما اختبر للنضار الصلاء

اگر سونے کو آگ چھو لے۔ جب حقیقت حال واضح ہوتی ہے تو سونا بالکل خالص ہوتا ہے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی اسلام کے لئے بہت سی اذیتیں برداشت کرنا پڑیں۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دار ارقم میں جلوہ افروز ہوئے۔ تاکہ وہاں سکون واطمینان سے رب تعالیٰ کی عبادت کر سکیں۔ اس وقت اہل ایمان کی تعداد اڑتیس تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا کہ مسجد میں جا کر عبادت کی جائے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ابوبکر! ابھی ہماری تعداد کم ہے"۔ لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے

ہوئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دعوت دی۔ یہ سب سے پہلے خطیب تھے جنہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بلایا۔ مشرکین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے۔ وہ مسلمانوں پر بھی جھپٹ پڑے وہ انہیں مارنے لگے۔ انہوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے پاؤں کے نیچے روندھ ڈالا۔ عتبہ بن ربیعہ اپنے جوتے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے منہ مبارک پر مارنے لگا۔ حتیٰ کہ ان کے چہرے پر ان کی ناک بھی نظر نہ آتی تھی۔ بنو تیم دوڑتے دوڑتے آئے۔ مشرکین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ بنو تیم نے انہیں اٹھایا اور ان کے گھر لے آئے۔ کسی کو بھی ان کے وصال میں شک نہ تھا۔ بنو تیم واپس مسجد حرام میں آئے۔ انہوں نے کہا ''بخدا! اگر ابوبکر وفات پا گئے تو ہم عتبہ کو ضرور قتل کر دیں گے''۔ بنو تیم دوبارہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ابو قحافہ اور بنو تیم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلاتے رہے۔ وہ انہیں کوئی جواب نہ دیتے تھے۔ دن کے آخری پہر میں انہوں نے بولنا شروع کیا۔ انہوں نے سب سے پہلے یہ جملہ کہا ''حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے''۔ یہ سن کر بنو تیم آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بار بار یہی فقرہ دہراتے تھے۔ ان کی امی نے کہا ''بخدا! مجھے تمہارے ساتھی کا کوئی علم نہیں''۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا ''آپ حضرت ام جمیل بنت خطاب رضی اللہ عنہا کے پاس جائیں اور ان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پوچھیں۔ حضرت ام جمیل رضی اللہ عنہا اسلام لا چکی تھیں اور اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام جمیل رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان سے کہا ''ابوبکر محمد (عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متعلق پوچھ رہے ہیں''۔ حضرت ام جمیل نے فرمایا ''میں کسی محمد (عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور کسی ابوبکر کو نہیں جانتی البتہ اگر تم پسند کرو تو تمہارے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوں''۔ انہوں نے کہا ''ضرور! حضرت ام جمیل رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں۔ ان کی حالت دیکھ کر زار زار رونے لگیں۔ انہوں نے کہا ''آپ کی قوم نے آپ کے ساتھ اتنا سنگدلانہ سلوک کیا ہے۔ رب تعالیٰ ان سے ضرور انتقام لے گا''۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے؟'' حضرت ام جمیل رضی اللہ عنہا نے کہا ''آپ کی امی سن رہی ہے''۔ حضرت صدیق اکبر نے کہا ''آپ ان کی پرواہ نہ کریں۔ یہ ہمارا راز افشا نہیں کریں گی''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں رونق افروز ہیں؟'' حضرت ام جمیل رضی اللہ عنہا نے کہا ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دار ارقم میں جلوہ گر ہیں''۔ جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''بخدا! میں اس وقت تک نہ کھاؤں گا، نہ پیوں گا۔ حتیٰ کہ میں اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ والا میں حاضر ہو جاؤں''۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امی جان نے کہا ''ہم نے انتظار کیا۔ جب لوگ قدرے پرسکون ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ ٹیک لگا کر چلتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بڑی رقت اور گدازی پیدا ہو گئی۔ آپ ان پر جھک کر ان کے بوسے لینے لگے اس طرح دیگر مسلمان بھی ان پر جھکے اور ان کے بوسے لینے لگے۔ انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر نثار! مجھے اب کوئی تکلیف نہیں سوائے ان ضربوں کے جو لوگوں نے میرے چہرے پر ماری تھیں۔ یہ میری امی جان ہیں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں

آتش جہنم سے نجات عطا کر دے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ انہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔
علامہ زمخشری نے اپنی کتاب "خصائص العشرۃ" میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ اور قریش کو اپنے اسلام کے بارے میں بتایا۔ مگر یہ نقطہ نظر بعید از قیاس ہے"۔
اس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی بڑی سخت اذیت کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک جگہ جمع تھے۔ انہوں نے کہا "اللہ کی قسم! قریش نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باآواز بلند قرآن پاک نہیں سنا۔ تم میں سے کون ہے جو ابھی انہیں باآواز بلند قرآن پاک سنائے"۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "یہ سعادت میں حاصل کروں گا"۔ صحابہ کرام نے فرمایا "ہمیں آپ کے متعلق خطرہ ہے۔ ایسا شخص انہیں قرآن پاک سنائے جس کا قبیلہ مشرکین مکہ سے اس کا دفاع کرے"۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تم مجھے چھوڑ دو۔ عنقریب رب تعالیٰ ان سے میرا دفاع کرے گا"۔
طلوع آفتاب کے وقت وہ مقام ابراہیمی کے پاس کھڑے ہو گئے۔ قریش مکہ اپنی اپنی مجالس میں براجمان تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے باآواز بلند یوں تلاوت شروع کی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ (الرحمٰن)

وہ لگاتار تلاوت کرتے رہے۔ مشرکین مکہ نے پوچھا "ابن ام عبد کو کیا ہوا ہے؟" کسی نے بتایا "یہ اس پیغام حق کی تلاوت کر رہے ہیں جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے"۔ مشرکین مکہ دوڑ کر آئے اور ان کے چہرے پر مارنے لگے۔ وہ اپنی تلاوت میں مصروف رہے۔ انہوں نے سورۃ الرحمٰن کا اکثر حصہ تلاوت کیا پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس لوٹ آئے۔ قریش کی ضربوں سے ان کے چہرے سے خون نکل رہا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا "ہمیں آپ کے بارے یہی خدشہ تھا"۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "بخدا! یہ دشمنان خدا میرے نزدیک جتنے آج ذلیل ہوئے ہیں پہلے اتنے ذلیل نہ تھے۔ اگر تم پسند کرو تو میں کل بھی اسی طرح باآواز بلند تلاوت کروں"۔ مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں روک دیا۔
اسی طرح جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاوت قرآن حکیم میں مشغول ہوتے تو مشرکین مکہ کی ایک جماعت آپ کے دائیں اور دوسری بائیں طرف کھڑی ہو جاتی وہ تالیاں اور سیٹیاں بجاتے۔ بلند آواز سے اشعار پڑھتے وہ کہتے "اس قرآن کو نہ سنا کرو۔ بلکہ شور وغل مچایا کرو"۔ جو قرآن مجید سننا چاہتا۔ وہ پوشیدہ آتا اور مخفی طریقے سے قرآن پاک سنتا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

ابن اسحاق نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ اس طرح لکھا ہے۔ "مجھے بنو اسلم کے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ ابوجہل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ صفا یا الحجون کے پاس تشریف فرما تھے۔ اس نے آپ سے اذیت دہ گفتگو کی۔ دوسرے قول کے مطابق اس نے آپ کے سر اقدس پر مٹی پھینکی"۔ آپ پر گندگی ڈالی اور آپ کی مبارک گردن اپنی ٹانگ سے روندھ ڈالی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے بات تک نہ کی۔ وہاں عبداللہ بن جدعان کی لونڈی

اپنے گھر میں تھی۔ وہ ساری باتیں سن رہی تھی۔ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر ابو جہل قریش کی مجالس کی طرف چلا گیا۔ وہ ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے شکار سے واپس آ گئے۔ ان کی عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی وہ شکار سے واپس آتے تو سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتے پھر اپنے گھر تشریف لے جاتے۔ وہ اس لونڈی کے پاس سے گزرے۔ اس نے انہیں سارا واقعہ سنایا۔ اس نے انہیں کہا "ابو عمارہ! کاش! آپ اس بہیمانہ سلوک کا مشاہدہ کر لیتے جو ابھی ابھی ابو جہل نے آپ کے بھتیجے کے ساتھ کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف فرما تھے۔ ابو جہل نے انہیں اذیت دی۔ اور انہیں برا بھلا کہا اور انتہائی ناپسندیدہ سلوک کیا۔ پھر وہ چلا گیا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بات تک نہ کی"۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت حمزہ کو یہ واقعہ ان کی بہن حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا کی لونڈی نے بتایا تھا۔ اس لونڈی نے عرض کی "ابو جہل نے ان کے سر اقدس پر مٹی ڈالی۔ ان پر گندگی پھینکی اور اپنی ٹانگ سے ان کی گردن روندھ ڈالی"۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا "یہ تو جو کچھ کہہ رہی ہے کیا تو نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا"۔ لونڈی نے کہا "ہاں"۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ واپس آئے۔ تو ان کے پیچھے پیچھے دو عورتیں آ رہی تھیں۔ ایک نے دوسری سے کہا "اگر یہ جان لیتے کہ ابو جہل نے ان کے بھتیجے کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے تو یہ اس طرح نہ چلتے"۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا "اس نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟" اس عورت نے کہا "ابو جہل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح کا سلوک کیا ہے"۔ ممکن ہے یہ واقعہ ان دونوں لونڈیوں اور ان دونوں عورتوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بتایا ہو۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ غصے سے سرخ ہو گئے۔ وہ مسجد حرام میں گئے۔ ابو جہل اپنی قوم میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سیدھے اس کی طرف گئے اس کے اوپر کھڑے ہو گئے۔ اپنی کمان بلند کی اور اس کے سر پر دے ماری۔ اسے شدید زخمی کر دیا۔ پھر فرمایا "تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتا ہے۔ حالانکہ میں بھی انہی کے دین پر ہوں۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں وہی کچھ میں کہتا ہوں۔ اب اگر استطاعت ہے تو مجھ سے بدلہ لے لو"۔ ایک اور روایت ہے کہ اسد اللہ و اسد رسولہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ابو جہل کے سر پر کھڑے ہوئے۔ اپنی کمان اس پر تان لی۔ وہ آہ و زاری کرنے لگا۔ اس نے کہا "انہوں نے ہماری عقلوں کو نادان کہا۔ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہا۔ ہمارے آباء کی مخالفت کی"۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تم سے بڑھ کر نادان کون ہو سکتا ہے تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے سچے رسول ہیں"۔ ابو جہل کے قبیلہ کے افراد ابو جہل کی مدد کے لئے اٹھے۔ انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے کہا "ہمیں لگتا ہے تو بھی صابی ہو گیا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مجھے اس دین حق سے کون روک سکتا ہے؟ اب میرے لئے یہ امر عیاں ہو چکا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ حق ہے۔ بخدا! میں یہ دین متین نہیں چھوڑوں گا اگر تم سچے ہو تو مجھے اس سے روک لو"۔ ابو جہل نے اپنے قبیلہ کے لوگوں سے کہا "ابو عمارہ کو چھوڑ دو۔ بخدا! میں نے ہی ان کے بھتیجے کو ستایا تھا"۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے اسلام پر باقی تھے۔ جب گھر آئے تو شیطان نے وسوسہ سازی شروع کر دی۔ انہوں نے خود سے کہا "تم قریش کے سردار ہو۔ تم نے اس صابی کی پیروی کر لی ہے۔ اپنے آباء کے دین کو چھوڑ دیا ہے۔ تمہارے لئے تو موت

بہتر ہے"۔ پھر انہوں نے کہا "مولا! اگر یہ پیغام سچا ہے تو اس کی تصدیق میرے دل میں ڈال دے۔ ورنہ میرے لئے کوئی سبیل پیدا فرما دے"۔ انہوں نے وہ رات بڑے قلق اور اضطراب میں گزاری۔ شیطانی وسوسے بھی پورے جوبن پر تھے۔ وقت صبح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے آپ سے عرض کی "میرے بھتیجے! میں ایسے معاملہ میں گر گیا ہوں کہ باہر نکلنے کی کوئی راہ نظر نہیں آ رہی۔ میں نہیں جانتا کہ اس پر قائم رہنا ہدایت ہے یا گمراہی ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر خصوصی توجہ فرمائی۔ انہیں تبلیغ و وعظ کیا۔ ڈرایا، بشارت دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ایمان ڈال دیا۔ انہوں نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے نبی ہیں۔ میرے محترم بھتیجے آپ اپنے دین کا اظہار کریں۔ بخدا! مجھے پسند نہیں کہ مجھے ہر وہ چیز دی جائے جس پر آسمان سایہ فگن ہے اور میں اپنے پہلے دین کی طرف لوٹوں"۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت طیبہ اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا (الانعام:122)

"کیا وہ جو (پہلے) مردہ تھا پھر زندہ کیا ہم نے اسے اور بنا دیا اس کے لئے نور چلتا ہے جس کے اجالے میں لوگوں کے درمیان وہ اس جیسا ہے جو اندھیروں میں پڑا ہو نہیں نکلنے والا ان سے"۔

پہلی ذات سے مراد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں جبکہ دوسرے شخص سے مراد ابو جہل ہے۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت خوشی ہوئی۔ کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ قریش کے سارے جوانوں سے معزز اور قوی تھے۔ وہ بہت خود دار اور ذہین تھے۔ اسی لئے قریش مکہ آپ کو اذیت دینے سے رک گئے۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ستانے لگے بالخصوص وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے مشق ستم کا زیادہ نشانہ بنتے جو بے یار و مددگار تھے۔ جب قبیلہ کا کوئی فرد مشرف باسلام ہو جاتا وہ سارا قبیلہ اسے طرح طرح کی تکالیف مثلاً قید و بند کی صعوبتوں۔ بھوک اور پیاس کی اذیتوں اور مارنے کی تکالیف میں مبتلا کر دیتا۔ حتیٰ کہ ایک شخص کو ان سے اس قدر زدوکوب ہوتا کہ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔ ابو جہل لوگوں کو اس امر پر ابھارتا تھا۔ جب وہ سنتا کہ فلاں شخص نے اسلام قبول کر لیا ہے جو شرف و قدر اور طاقت والا ہوتا تو یہ بدبخت اس کے پاس جاتا اس کو جھڑکتا۔ اسے کہتا "میں تیری رائے کو مغلوب کر دوں گا۔ تیرا شرف کم کر دوں گا"۔ اگر وہ تاجر ہوتا تو یہ کہتا "میں تیری تجارت میں مندہ پیدا کر دوں گا، تیرا مال برباد کر دوں گا"۔ اگر وہ مسلمان کمزور ہوتا تو انہیں مارتا حتیٰ کہ کئی لوگ اس کی وجہ سے دین حق کو چھوڑ کر دوبارہ شرک کی دلدل میں پھنس گئے۔ مثلاً حارث بن ربیعہ، ابوالقیس بن ولید، علی بن امیہ، عاص بن منبہ۔ یہ سارے غزوۂ بدر میں حالت کفر میں مارے گئے۔ بعض بلند اقبال ہستیاں اپنے دین حق پر ثابت قدم رہیں مثلاً حضرت سیدنا بلال، حضرت سیدنا عمار، حضرت سیدنا خباب رضی اللہ عنہم وغیرہم۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بعثت کے دوسرے سال اسلام قبول کیا۔ یہ روایت بھی ہے ایک اور روایت میں چھٹے سال کا ذکر ہے۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد یہ اشعار کہے۔

حَمِدْتُ اللّٰهَ حِيْنَ هَدٰى فُؤَادِيْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَالدِّيْنِ الْحَنِيْفِ

میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جب اس نے میرے دل کو ہدایت دی اسلام قبول کرنے کے لئے جو دین حنیف ہے۔

لِدِيْنٍ جَاءَ مِنْ رَبٍّ عَزِيْزٍ خَبِيْرٍ بِالْعِبَادِ بِهِمْ لَطِيْفِ

وہ دین جو رب کریم کی طرف سے آیا ہے جو عزت والا ہے جو اپنے بندوں کے حالات سے باخبر اور ان کے ساتھ لطف و احسان کرنے والا ہے۔

اِذَا تُلِيَتْ رَسَائِلُهُ عَلَيْنَا تَحَدَّرَ دَمْعُ ذِى اللُّبِّ الْحَصِيْفِ

جب اس کے پیغام کی ہم پر تلاوت کی جاتی ہے تو ہر عقل مند اور زیرک انسان کے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں۔

رَسَائِلُ جَاءَ اَحْمَدُ مِنْ هُدَاهَا بِآيَاتٍ مُبَيِّنَةِ الْحُرُوْفِ

یہ ایسے پیغامات ہیں جو احمد مجتبیٰ ﷺ لے کر آئے ہیں۔ ایسی آیات کے ساتھ جن کے حروف روشن ہیں۔

اَحْمَدُ مُصْطَفًى فِيْنَا مُطَاعٌ فَلَا تَغْشُوْهُ بِالْقَوْلِ الضَّعِيْفِ

احمد مصطفیٰ ﷺ وہ ہیں جن کی ہم میں اطاعت کی جاتی ہے۔ کوئی کمزور قول اور عقل و فہم سے گری ہوئی بات ان کا گھیراؤ نہیں کرتی۔

فَلَا وَاللهِ نُسْلِمُهُ لِقَوْمٍ وَ لَمَّا نَقْضِ فِيْهِمْ بِالسُّيُوْفِ

اللہ رب العزت کی قسم! ہم انہیں دشمن کے حوالے ہرگز نہیں کریں گے اور ہم نے ابھی تک ان کے درمیان تلواروں سے فیصلہ نہیں کیا۔

وَ نَتْرُكُ مِنْهُمْ قَتْلٰى بِقَاعٍ عَلَيْهَا الطَّيْرُ كَالْوِرْدِ الْعَكُوْفِ

ہم ان کے مقتولوں کو ہموار زمین پر پھینک دیں گے۔ ان پر ایسے پرندے آئیں گے جو چکر لگانے والے لشکر کی مانند ہوں گے۔

وَ قَدْ خُبِّرْتُ مَا صَنَعَتْ ثَقِيْفٌ بِهٖ جَزَى الْقَبَائِلَ مِنْ ثَقِيْفِ

جو سنگدلانہ سلوک بنو ثقیف نے آپ کے ساتھ کیا ہے وہ بھی مجھے معلوم ہو گیا ہے۔

اِلٰهُ النَّاسِ شَرَّ جَزَاءِ قَوْمٍ وَلَا اَسْقَاهُمُ صَوْبَ الْخَرِيْفِ

اللہ تعالیٰ بنو ثقیف کے ان قبائل کو بری سزا دے اور موسم خریف کی بارش سے انہیں محروم کر دے۔

بارگاہ رسالت مآب میں وفد قریش

جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے نور اسلام کا اجالا پالیا۔ مشرکین مکہ نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے تو عتبہ بن ربیعہ، شیبہ، ابو سفیان، ابوالبختری، اسود بن مطلب، زمعہ، ولید بن مغیرہ، ابو جہل، عبداللہ بن ابی امیہ، امیہ بن خلف، عاص بن وائل اور نبیہ اور منبہ پسران حجاج جمع ہوئے۔ پھر جناب ابو طالب کے گھر آئے۔ انہوں نے کہا "آپ محمد عربی ﷺ کو بلائیں۔ انہیں کہیں کہ وہ شکایات دور کریں۔ اور ہمیں ایسے امر کی طرف بلائیں جس میں الفت و صلاح ہو"۔ حضور

اکرم ﷺ وہاں تشریف لائے۔ جناب ابوطالب نے کہا "میرے بھتیجے! یہ آپ کی قوم کے سرداران ہیں۔ ان کی شکایات کا ازالہ فرمائیں اور ان کی تالیف قلبی فرمائیں"۔ سرداران قریش نے کہا "محمد عربی ﷺ! ہم اہل عرب میں سے کسی شخص کو نہیں جانتے جس نے اپنی قوم کو اس قدر اذیت میں ڈالا ہو جس قدر آپ نے ہمیں تکلیف دی ہے۔ آپ نے ہمارے آباء کو برا بھلا کہا ہے۔ ہمارے دین کے عیب نکالے ہیں۔ ہماری عقلوں کو نادان کہا ہے۔ ہمارے معبودان کو برا بھلا کہا ہے۔ ان تمام امور سے اگر آپ کا مقصد مال و دولت کا حصول ہے تو ہم آپ کے لئے اتنا مال و دولت جمع کر دیتے ہیں کہ آپ ہم سے زیادہ ثروت مند ہو جائیں گے۔ اگر ان امور سے آپ کا مدعا شرف و سیادت کا حصول ہے تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا دیتے ہیں۔ ہم کسی امر کا فیصلہ آپ کے بغیر نہیں کریں گے۔ اگر بادشاہی مطلوب ہے تو ہم آپ کو بادشاہ بنا دیتے ہیں۔ اگر کوئی جن آپ کے پاس آتا ہے تو ہم آپ کے علاج کے لئے اپنے اموال خرچ کرتے ہیں حتیٰ کہ ہم معذور سمجھے جائیں"۔

حضور اکرم مبلغ اعظم ﷺ نے فرمایا "ان امور میں سے کوئی امر بھی میرا مقصد نہیں۔ بلکہ رب تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اس نے مجھ پر اپنی کتاب حکیم نازل کی ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے لئے بشیر اور نذیر بنوں۔ میں نے تمہیں اپنے رب عظیم کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں۔ تمہارے لئے خلوص کا مظاہرہ کر دیا ہے اگر تم میرے اس روح پرور پیغام کو قبول کر لو تو تمہاری دنیا اور آخرت سنور جائے گی۔ اگر تم نے اسے رد کر دیا تو میں صبر کروں گا حتیٰ کہ رب تعالیٰ میرے اور تمہارے مابین فیصلہ کر دے"۔

دوسری روایت میں ہے کہ ایک روز قریش کے رؤساء جمع ہوئے۔ انہوں نے کہا "تم ایسے شخص کو تلاش کرو جو جادو، کہانت اور شعر کے متعلق سب سے زیادہ جانتا ہو۔ وہ شخص اس آدمی کے پاس جائے جس نے ہماری جمعیت کو منتشر کر دیا ہے۔ ہمارے امر کو متفرق کر دیا ہے۔ ہمارے دین کے عیب نکالے ہیں۔ وہ اس سے بات چیت کرے اور دیکھے کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں"۔ سرداران نے کہا "اس مقصد کے لئے موزوں ترین شخص عتبہ بن ربیعہ ہی ہے"۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک روز عتبہ قریش کی محفل میں بیٹھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ مسجد حرام میں تنہا تشریف فرما تھے۔ اس نے کہا "اے گروہ قریش! کیا میں محمد (عربی فداہ روحی وابی وامی ﷺ) کے پاس نہ جاؤں۔ ان سے بات چیت کروں۔ ان پر چند امور پیش کروں۔ شاید وہ بعض کو قبول کر لیں۔ ہم وہ امور ان کے سپرد کر دیں گے اور وہ اس دین کی تبلیغ سے رک جائیں گے"۔ قریش نے کہا "ضرور! عتبہ اٹھا اور حضور اکرم ﷺ کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا "میرے بھتیجے! ہم میں جو مقام رفیع آپ کو نصیب ہے۔ آپ اس سے آشنا ہیں۔ آپ حسب و نسب میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ آپ نے اپنی قوم کو ایک عظیم امر میں مبتلا کر دیا ہے۔ جس سے ان کی جمعیت بکھر گئی ہے۔ آپ نے ان کی عقول کو نادان کہا ہے۔ ان کے معبودان کے عیب نکالے ہیں ان کے گزشتہ آباء کو کافر کہا ہے۔ آپ نے پورے عرب میں ہمیں شرمندہ کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ یہ خبر عام ہو گئی ہے کہ قریش میں ایک جادوگر اور کاہن ہے۔ آپ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہم باہم ٹکرا کر موت کے گھاٹ اتر جائیں۔ غور سے سنیں۔ میں چند امور آپ کو پیش کرنے لگا ہوں آپ ان میں غور و فکر کر لیں۔ شاید آپ ان میں سے بعض کو قبول کر لیں"۔ حضور ﷺ نے فرمایا

''ابوولید! کہو میں سن رہا ہوں''۔ اس نے کہا ''میرے بھتیجے! اگر اس سے آپ کا مدعا مال و دولت کا حصول ہے تو ہم آپ کے لئے اتنے اموال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ سارے عرب سے مالدار بن جائیں گے۔ اگر اس سے مقصود شرف و سیادت ہے تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں۔ آپ کے بغیر کوئی کام نہ کریں گے۔ اگر سلطنت و اقتدار مدعا ہے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ اگر یہ کسی جن کا اثر ہے جو آپ کو یہ سب کچھ سکھاتا ہے اور جسے آپ خود دور نہیں کر سکتے تو ہم آپ کا علاج کرتے ہیں۔ اپنے اموال اس مقصد کے لئے خرچ کرتے ہیں حتیٰ کہ آپ اس سے شفایاب ہو جائیں''۔ حضور اکرم ﷺ عتبہ کی ساری باتیں سنتے رہے۔ جب وہ فارغ ہو گیا تو آپ نے فرمایا ''ابوالولید! کیا فارغ ہو گئے ہو؟'' اس نے عرض کی ''ہاں! آپ نے فرمایا اب مجھ سے سنو'' عتبہ نے کہا ''میں سن رہا ہوں'' آپ ﷺ نے قرآن پاک کی تلاوت شروع فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، حٰمٓ ۞ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ (حم السجدہ)

''حا۔ میم۔ اتارا گیا ہے (یہ قرآن) رحمٰن و رحیم (خدا) کی طرف سے''۔

پھر عتبہ نے آپ کو روک دیا۔ اس نے صلہ رحمی کا واسطہ دیا۔ آپ نے آیت سجدہ تک تلاوت فرمائی۔ پھر سجدہ کیا اور فرمایا ''ابوالولید! تو نے پیغام حق سن لیا ہے اب تو جانے یا وہ''۔ عتبہ قوم قریش کی طرف واپس نہ گیا۔ بلکہ اپنے گھر چلا گیا۔ قریش نے سمجھا کہ شاید اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ وہ اس کے پاس گئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ عتبہ سرداران قریش کے پاس گیا۔ ابو جہل نے اسے دیکھا تو کہا ''عتبہ تمہارے پاس وہ چہرہ لے کر نہیں آ رہا جس چہرے کے ساتھ یہاں سے گیا تھا''۔ پھر انہوں نے پوچھا ''کیا خبر ہے؟'' عتبہ نے کہا ''میں نے محمد عربی ﷺ کے سامنے یہ یہ امور پیش کئے۔ میں نے ان سے ایسا حیات آفرین پیغام سنا جو نہ شعر ہے نہ جادو اور نہ ہی کہانت ہے۔ تم خوب جانتے ہو کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر عذاب نازل ہو گا۔ تم میری بات مانو۔ انہیں چھوڑ دو۔ اگر کسی اور نے ان کا کام تمام کر دیا تو وہ تمہاری طرف سے بھی انہیں کافی ہو گیا۔ اگر وہ غالب آ گئے تو ان کی سلطنت تمہاری سلطنت ہو گی۔ ان کی عزت تمہاری ہی عزت ہو گی''۔ دوسری روایت میں ہے۔ عتبہ نے کہا ''بخدا! میں نے ان سے عظیم شان والا کلام سنا ہے۔ اگر اہل عرب نے ان کا خاتمہ کر دیا تو وہ انہیں تمہاری طرف سے کافی ہو گئے۔ اگر انہوں نے اہل عرب پر غلبہ پا لیا تو ان کا ملک تمہارا ملک اور ان کی عزت تمہاری عزت ہو گی۔ اس وقت تم سارے لوگوں سے زیادہ سعادت افروز ہوں گے''، سرداران قریش نے کہا ''عتبہ! اس کی زبان کا جادو تم پر بھی چل گیا''۔ عتبہ نے کہا ''یہی میری رائے ہے۔ آگے تم اپنی مرضی کرو''۔ ایک روایت میں ہے کہ جب قریش نے اصرار کیا تو عتبہ نے لات و عزیٰ کی قسم اٹھائی کہ وہ کبھی بھی محمد عربی ﷺ سے بات نہ کرے گا''۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب عتبہ حضور اکرم ﷺ کے پاس سے اٹھا۔ تو قریش سے دور چلا گیا۔ ان کے پاس نہ گیا۔ ابو جہل نے کہا ''اے گروہ قریش! میرا خیال ہے کہ عتبہ بھی صابی ہو گیا ہے۔ ان کے کلام کا جادو اس پر بھی چل گیا ہے آؤ ہم اس کے پاس چلتے ہیں''۔ وہ عتبہ کے پاس آئے۔ ابو جہل نے کہا ''عتبہ! ہم اس لئے تمہارے پاس آئے ہیں کیونکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ تو بھی صابی ہو گیا ہے۔ انہیں سارا واقعہ سناؤ''۔ عتبہ نے کہا ''مجھے اس ذات والا کی قسم جس

نے یہ عمارت (خانہ کعبہ) نصب کی ہے۔ جو کچھ انہوں نے کہا میں اس میں سے کچھ نہیں سمجھا۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے تمہیں عاد اور ثمود جیسے عذاب سے ڈرایا ہے۔ میں نے انہیں روک دیا۔ انہیں صلہ رحمی کا واسطہ دیا۔ میں جانتا ہوں کہ جب وہ کچھ کہتے ہیں تو وہ جھوٹ نہیں بولتے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تم پر عذاب نازل نہ ہو جائے"۔ قریش نے کہا "تیرے لئے ہلاکت! ایک شخص تیرے سامنے عربی میں بات کر رہا تھا اور تجھے علم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا تھا"۔ عتبہ نے کہا "بخدا! وہ کلام شعر نہیں ..." سرداران قریش نے کہا "ابوالولید! اس کا جادو تم پر بھی چل گیا ہے"۔ عتبہ نے کہا "یہ میری رائے ہے۔ اب جو تمہاری مرضی ہے وہ کرو"۔

ممکن ہے کہ ایک دفعہ سارے سرداران قریش حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے ہوں اور آپ کو مذکورہ بالا امور پیش کئے ہوں اور ایک دفعہ انہوں نے صرف عتبہ کو آپ کی خدمت عالیہ میں بھیجا ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب رؤسائے قریش نے سابقہ امور حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش کئے تو انہوں نے مزید کہا "اگر آپ یہ امور قبول نہیں کرتے جنہیں ہم نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے تو پھر آپ ﷺ خوب جانتے ہیں کہ ہمارا شہر سارے لوگوں کے شہروں سے زیادہ تنگ ہے۔ ہم سب سے زیادہ قلیل المال ہیں۔ ہماری زندگی سب سے زیادہ شدید ہے۔ آپ اپنے رب سے سوال کریں کہ وہ ان پہاڑوں کو ہٹا دے۔ جنہوں نے ہمارے شہر کو تنگ کر دیا ہے۔ وہ ہمارے شہر کو وسیع کرے۔ شام و عراق کی طرح یہاں بھی نہریں رواں کر دے۔ وہ ہمارے آباء کو زندہ کرے۔ بالخصوص قصی کو ضرور زندہ کیا جائے۔ وہ ایک راست باز بزرگ تھے۔ ہم اس سے پوچھیں گے کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ سچ یا جھوٹ۔ اور اپنے رب تعالیٰ سے کہیں کہ وہ آپ کے ساتھ ایک فرشتہ بھیجے جو آپ کی تصدیق کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے باغات، محلات اور سونے اور چاندی کے خزانے بنا دے جن کی وجہ سے آپ بازار جانے سے مستغنی ہو جائیں۔ روزی کمانے سے رک جائیں۔ اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو وہ ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا گرا دے جیسا کہ آپ گمان کرتے ہیں کہ اگر آپ کا رب چاہے تو وہ اس طرح کر سکتا ہے ہم صرف اور صرف اسی صورت میں ایمان لائیں گے"۔ ان کے یہ سارے بکواسات سن کر حضور ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے۔ ایک اور مرتبہ قریش نے آپ سے کہا "آپ ہمارے دین کی طرف لوٹ آئیں، اپنے دین کو ترک کر دیں۔ ہم آپ کی دنیا اور آخرت کی ضروریات کی کفالت کریں گے"۔ ایک دفعہ انہوں نے کہا "آپ ایک سال ہمارے معبودان (باطلہ) لات و عزیٰ کی پوجا کریں اور ایک سال ہم آپ کے رب تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔ اس طرح آپ اور ہم ایک امر پر اتفاق کر لیں گے۔ اگر وہ معبودان بہتر ہوئے جن کی ہم پوجا کرتے ہیں تو آپ کو ان میں سے حصہ مل جائے گا اور اگر وہ رب بہتر ہوا جس کی آپ عبادت کرتے ہیں تو ہمیں اس سے حصہ مل جائے گا"۔ حضور ﷺ نے فرمایا "مجھے اس امر کے متعلق وحی کا انتظار ہے۔ اس وقت یہ سورت طیبہ نازل ہوئی۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝ (الکافرون)

''آپ فرما دیجئے اے کافرو! میں پرستش نہیں کرتا (ان بتوں کی) جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ اور نہ ہی تم عبادت کرنے والے ہو اس (خدا) کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ ہی میں کبھی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم پوجا کیا کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کیا کرتا ہوں۔ تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین''۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ مشرکین مکہ نے آپ سے کہا'' آپ ایک دن ہمارے معبودوں کی ہمارے ساتھ عبادت کرلیں تو ہم دس دن آپ کے ساتھ آپ کے معبود کی عبادت کریں گے اگر آپ ہمارے ساتھ ہمارے معبودوں کی ایک ماہ عبادت کریں تو ہم آپ کے ساتھ آپ کے معبود کی ایک سال تک عبادت کریں گے۔ اس وقت یہ سورت طیبہ نازل ہوئی۔ یعنی جن معبودان باطلہ کی تم پوجا کرتے ہو میں ایک دن بھی ان کی پوجا نہیں کروں گا۔ نہ ہی جس معبود برحق کی میں عبادت کرتا ہوں تم دس دن اس کی عبادت کرو گے۔ نہ میں ان معبودوان باطلہ کی ایک ماہ تک عبادت کروں گا جن کی پرستش تم کرتے ہو۔ نہ ہی تم اس معبود برحق کی ایک سال عبادت کرو گے جس کی عبادت میں کرتا ہوں''۔

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس طرح عبارت محذوف ہے۔ انہوں نے ان زنادقہ کا رد کیا ہے جنہوں نے قرآن پاک پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر امرء القیس یوں کہے۔

''قِفَا نَبْكِ مِنْ ذِكْرٰى حبیب و منزل''

وہ بالترتیب دو تین بار اس طرح کہے تو کیا یہ تکرار عیب نہیں ہوگا۔ قرآن پاک میں یہ تکرار کیسے ہوسکتا ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے مذکورہ بالا جواب ارشاد فرمایا۔ ''لکم دینکم ولی دین'' یہ آیت قتال اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے منسوخ ہے۔

أَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَأْمُرُوٓنِّيٓ أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۝ وَلَقَدْ أُوْحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (الزمر)

''آپ فرمائیے! اے جاہلو! کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں۔ اور بے شک وحی کی گئی ہے آپ کی طرف اور ان کی طرف جو آپ سے پہلے تھے۔ کہ اگر (بفرض محال) آپ نے بھی شرک کیا تو ضائع ہو جائیں گے آپ کے اعمال اور آپ بھی خاسرین میں سے ہو جائیں گے۔ بلکہ صرف اللہ کی ہی عبادت کیا کرو اور ہو جاؤ شکر گزاروں میں سے''۔

جب مشرکین مکہ نے قرآن پاک میں بتوں کی پوجا کی مذمت اور سخت وعید سنی تو انہوں نے کہا'' آپ یہ قرآن پاک بدل دیں''۔ رب تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے کہا۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيْلِ ۝ (الحاقہ)

''اگر وہ خود گھڑ کر بعض باتیں ہماری طرف منسوب کرتا''۔

مَا يَكُوْنُ لِيٓ أَنْ أُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ (یونس:15)

''مجھے اختیار نہیں کہ ردوبدل کروں اس میں اپنی مرضی سے''۔

ایک روز حضور ﷺ ایک محفل میں تشریف فرما تھے وہاں سرداران قریش مثلاً ابو جہل، عتبہ، شیبہ، امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا ''میں جو پیغام حق لے کر آیا ہوں کیا وہ عمدہ نہیں ہے؟ انہوں نے کہا ''ہاں!'' دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا ''جو کچھ میں کہتا ہوں کیا اس میں کوئی حرج ہے؟ انہوں نے کہا ''نہیں'' اتنے میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ماموں زاد تھے۔ یہ نابینا تھے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ اس وقت سرداران قریش کے ساتھ مشغول تھے۔ آپ نے ان کی طرف سے مؤانست دیکھی آپ کو ان کے اسلام کی امید ہوئی۔ حضرت ابن ام مکتوم نے عرض کی ''جو علم رب تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے وہ مجھے بھی سکھائیں'' انہوں نے اپنی بات کا بہت زیادہ تکرار کیا۔ آپ پر ان کی یہ بات گراں گزری آپ نے ان سے اعراض فرمایا اور ان سے بات نہ کی۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو لانے والے شخص کی طرف اشارہ کیا کہ انہیں ذرا روکے حتیٰ کہ آپ اپنی گفتگو سے فارغ ہو جائیں، اس شخص نے انہیں روکنے کی کوشش کی۔ مگر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے انہیں پرے دھکیل دیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۙ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ (عبس)

''چیں بہ جبیں ہوئے اور منہ پھیر لیا (اس وجہ سے کہ) ان کے پاس ایک نابینا آیا''۔

اس کے بعد جب بھی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ فرماتے ''اس شخص کو خوش آمدید جس کے بارے رب تعالیٰ نے مجھے عتاب فرمایا ہے''۔ آپ ﷺ اپنی ردائے پاک ان کے لئے بچھا دیتے۔ قریش مکہ اپنی طرف سے بہت مطالبات گھڑ لیتے تھے۔ پھر انہیں لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ یہ ان کی سرکشی اور عناد کی علامت تھی۔ حضور ﷺ کی بہت شدید آرزو تھی کہ وہ ایمان لے آئیں۔ اور پھر ان کے اسلام کی وجہ سے لوگ بھی اسلام لے آئیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے التجاء کرتے تھے کہ جو کچھ قریش مکہ مانگتے ہیں وہ انہیں عطا کر دے۔ ان کے مطالبات پورے کر دے۔ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اگر ایسی علامات ظاہر بھی ہو جائیں قریش مکہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (انعام:111)

''اور اگر ہم اتارتے ان کی طرف فرشتے اور باتیں کرنے لگتے ان سے مردے (قبروں سے اٹھ کر) اور ہم جمع کر دیتے ہر چیز کو ان کے روبرو تب بھی وہ ایمان نہ لاتے مگر یہ کہ چاہتا اللہ تعالیٰ''۔

اللہ تعالیٰ کی یہ عادت مبارکہ ہے کہ جب سابقہ انبیائے کرام سے ان کی اقوام معجزات کا مطالبہ کرتی تھیں تو وہ ان کے لئے ان کے مطلوبہ معجزات کو ظاہر کر دیتا تھا۔ مگر وہ اقوام پھر بھی دین حق کو قبول نہ کرتی تھی۔ رب تعالیٰ ان پر ایسا عذاب بھیجتا جو

انہیں جڑ سے اکھیڑ پھینکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ حضور ﷺ کی رفعت شان اور شرف وقدر کی وجہ سے اس پر ایسا عذاب مسلط نہیں ہوگا جو اسے جڑ سے اکھیڑ پھینکے۔ رب تعالیٰ نے ان مشرکین مکہ پر رحم کھاتے اور ان پر شفقت کرتے ہوئے ان معجزات کو موخر کر دیا تا کہ ان پر ایسا عذاب نہ آجائے جو ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ (بنی اسرائیل:59)

''اور نہیں روکا ہمیں اس امر سے کہ ہم بھیجیں (کفار کی تجویز کردہ) نشانیاں مگر اس بات نے کہ جھٹلایا تھا ان نشانیوں کو پہلوں نے''۔

یعنی گزشتہ اقوام ایسے عذاب میں مبتلا ہو گئیں جس نے انہیں جڑ سے کاٹ کر رکھ دیا۔ اگر ان معجزات کا ظہور ہوا اہل مکہ پھر بھی ایمان نہ لائے تو انہیں بھی عذاب کے شکنجے میں اس طرح کس دیا جائے گا جس طرح سابقہ اقوام کو نیست و نابود کر دیا گیا تھا۔ پھر ان میں سے بعض کو رب تعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کی سعادت ازلی بخشی اور بعض اپنے کفر پر ڈٹے رہے۔ ان کے مطلوبہ بعض معجزات کا ظہور بھی ہوا جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا۔ ان میں سے بعض ایمان لے آئے اور بعض نے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ مطالبات شروع کر دیئے کہ آپ اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کریں کہ وہ یہ پہاڑ یہاں سے ہٹا دے جنہوں نے ہمارے شہروں کی وسعتوں کو کم کر دیا ہے۔ وہ ہمارے شہر کو فراخ کر دے۔ اس میں شام اور عراق کی طرف نہروں کا جال بچھا دے۔ وہ ہمارے گزشتہ آباء کو زندہ کر دے۔ ان میں سے قصی بن کلاب کو ضرور زندہ کرے۔ وہ ایک سچا بزرگ تھا ہم اس سے پوچھیں گے کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے یا باطل''۔

دوسری روایت میں ہے ''اگر انہوں نے آپ کی تصدیق کر دی اور آپ نے ہمارے مطالبات پورے کر دیئے تو ہم آپ کی تصدیق کر دیں گے۔ ہمیں رب تعالیٰ کے ہاں آپ کی رفعت اور بلند منزلت کا علم بھی ہو جائے گا کہ اس نے آپ کو ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے جس طرح کہ آپ کہتے ہیں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''میں اس مقصد کے لئے مبعوث نہیں ہوا۔ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی مقصد لے کر آیا ہوں جس کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے''۔ ایک مرتبہ مشرکین مکہ نے آپ سے کہا'' آپ اپنے رب تعالیٰ سے التجاء کریں کہ وہ آپ کے ساتھ ایک فرشتہ بھیجے جو اس امر کی تصدیق کرے جو آپ کہتے ہیں آپ پر ایسے فرشتے کیوں نہیں اترتے جو ہمیں بتاتے کہ رب تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کیا ہے۔ اس وقت ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے''۔ ایک اور مشرک نے کہا'' محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ کو ہمارے سامنے لے آئیں۔ آپ اس ذات سے التجاء کریں کہ وہ آپ کے لئے باغات بنا دے۔ محلات بنا دے اور سونے اور چاندی کے خزانے بنا دے جو آپ کو معیشت کی تنگ و دو سے مستغنی کر دے۔ ہم آپ کو دیکھتے ہیں کہ آپ بازار جاتے ہیں اور روزی تلاش کرتے ہیں۔ جس طرح کہ ہم کرتے ہیں۔ آپ کو لازماً ہم سے ممتاز ہونا چاہئے حتیٰ کہ ہم آپ کی فضیلت کو جان جائیں۔ آپ کے مقام کو پہچان جائیں کہ آپ اس کے رسول برحق ہیں''۔ دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا'' محمد عربی (ﷺ) اس طرح کھاتے ہیں جس طرح ہم کھاتے ہیں۔ وہ بازاروں میں چلتے ہیں۔ اسی طرح

روزی تلاش کرتے ہیں جس طرح ہم کرتے ہیں۔ وہ نبوت میں ہم سے ممتاز کیسے ہو سکتے ہیں"۔ جب مشرکین مکہ نے مذکورہ بالا مطالبات کئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں اپنے رب تعالیٰ سے یہ التجائیں ہرگز نہیں کروں گا"۔

روایت ہے کہ مشرکین نے ان مطالبات میں سے اکثر کا اظہار اس وقت کیا جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف پوری طرح توجہ فرما تھے۔ جس وقت حضرت ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔ مشرکین نے اپنی پہلی نرمی کو سختی میں بدل دیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے مایوس ہو گئے اور غمناک اور حزیں ہو کر وہاں سے تشریف لے گئے۔ کیونکہ مشرکین نے ہدایت کے دروازے بند کر رکھے تھے۔

عبداللہ بن امیہ المخزومی بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت زیادہ اذیتیں دیتا تھا۔ یہ آپ کا پھوپھی زاد تھا۔ یہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بھائی تھا۔ اس کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عبدالمطلب تھا۔ یہ سارے لوگوں سے بڑھ کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستایا کرتا تھا۔ پھر اسے دولت اسلام نصیب ہوئی۔ فتح مکہ کے روز انہوں نے اسلام قبول کیا اور غزوۂ طائف میں ان کے سر پر شہادت کا زرنگار تاج سجا دیا گیا۔ اسلام سے قبل انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا "محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم آپ کی قوم نے آپ پر بہت سے امور پیش کئے مگر آپ نے انہیں قبول نہ کیا۔ پھر انہوں نے بہت سے مطالبات پیش کئے تا کہ رب تعالیٰ کے ہاں آپ کے مقام و منصب کا علم ہو سکے۔ تا کہ وہ آپ کی تصدیق اور اتباع کریں۔ مگر آپ نے اس طرح بھی نہ کیا۔ پھر انہوں نے اس عذاب کے نزول کا مطالبہ کیا جس سے آپ انہیں ڈراتے تھے۔ مگر آپ نے ان کے لئے یہ بددعا بھی نہ کی۔ بخدا! ہم آپ پر کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ آپ آسمان کی طرف سیڑھی لگا دیں پھر اس پر چڑھیں۔ میں آپ کی طرف دیکھتا رہوں۔ آپ ایک کتاب لے کر آئیں جس کے ساتھ چار فرشتے ہوں جو یہ گواہی دیں کہ آپ سچے ہیں۔ قسم بخدا! اگر آپ نے یہ مطالبات پورے کر بھی دیئے میرا گمان نہیں کہ میں پھر بھی ایمان لے آؤں"۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاسراء میں ان مشرکین کے سارے مطالبات کا ذکر فرمایا ہے مثلاً

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ (بنی اسرائیل)

"اور کفار نے کہا ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ پر جب تک آپ رواں نہ کر دیں ہمارے لئے زمین سے ایک چشمہ"۔

ان آیات طیبات میں یہ اشارہ ہے کہ رب تعالیٰ نے انہیں اختیار دیا کہ وہ جو کچھ طلب کرتے یا تو وہ ذات اقدس انہیں عطا کر دے۔ اگر انہوں نے انکار کر دیا تو پھر سابقہ اقوام کی طرح ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی جائے گی یا ان کے لئے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلا رہنے دیا جائے۔ شاید کہ وہ توبہ کر لیں اور حریم ناز کی طرف لوٹ آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرا اختیار پسند فرمایا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ اگر ان معجزات کا اظہار کر بھی دیا جائے پھر بھی ان میں سے بہت سے لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ پھر انہیں عذاب کی چکی میں پیس دیا جائے گا۔ کیونکہ ارشاد ربانی ہے۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً (الانفال:25)

''اور ڈرتے رہو۔ اس فتنہ سے (جو اگر برپا ہو گیا تو) نہ پہنچے گا۔ صرف انہیں کو جنہوں نے ظلم کیا تم میں سے''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں ان مشرکین کی بہت سی باتوں کا ذکر کیا۔ پھر ان کے لئے ہر ہر شبہ کا جواب بھی دیا اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا (الفرقان)

''اور کفار بولے کیا ہوا ہے اس رسول کو کہ کھانا کھاتا ہے اور چلتا پھرتا ہے بازاروں میں ایسا کیوں نہ ہوا کہ اتارا جاتا اس کی طرف کوئی فرشتہ اور وہ اس کے ساتھ مل کر (لوگوں کو) ڈراتا۔ یا (ایسا کیوں نہ ہوا) کہ اتارا جاتا اس کی طرف خزانہ یا (کم ازکم) اس کا ایک باغ ہی ہوتا کھایا کرتا اس (کی آمدنی) سے''۔

اللہ تعالیٰ نے یہ جواب مرحمت فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (الانبیاء: 7)

''اور نہیں رسول بنا کر بھیجا ہم نے (اے حبیب!) آپ سے پہلے مگر مردوں کو ہم نے وحی بھیجی ان کی طرف پس (اے منکرو!) پوچھو اہل علم سے اگر تم (خود حقیقت حال کو) نہیں جانتے''۔

جب ان مشرکین نے یہ امر عظیم سمجھا کہ کوئی بشر بھی رسول ہو سکتا ہے تو انہوں نے کہا ''رب تعالیٰ کی شان اس سے بلند تر ہے کہ وہ کسی بشر کو رسول بنا کر بھیجے''۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ (النحل)

''اور ہم نے نہیں بھیجا۔ آپ سے پہلے (رسول بنا کر) مگر مردوں کو ہم وحی بھیجتے ہیں ان کی طرف۔ پس دریافت کرلو اہل علم سے اگر تم خود نہیں جانتے۔ (پہلے رسولوں کو بھی ہم نے) روشن نشانیاں اور کتابیں دے کر بھیجا''۔

مزید ارشاد فرمایا:

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ (یونس: 2)

''کیا (یہ بات) لوگوں کے لئے باعث تعجب ہے کہ ہم نے وحی بھیجی ایک مرد (کامل) پر جو ان میں سے ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مطالبہ کو رد کر دیا کہ وہ ملائکہ کو دیکھیں۔ کیونکہ وہ ملائکہ کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اگر کسی فرشتے کو بشری لباس میں بھیجا جاتا تو یہ امر ان پر ملتبس ہو جاتا۔ اگر وہ اپنی صورت پر باقی رہتا تو انہیں عذاب دے کر جڑ سے اکھیڑ پھینکا جاتا۔ اگر اللہ تعالیٰ آسمان سے اس طرح کتاب نازل کرتا کہ وہ اس کا مشاہدہ کر رہے ہوتے جیسا کہ انہوں نے مطالبہ کیا تھا تو وہ کہتے کہ یہ جادو ہے یا کہتے ''ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا گیا ہے''۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ

مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝ (الانعام)

''اور اگر ہم اتارتے فرشتہ تو فیصلہ ہو گیا ہوتا ہر بات کا پھر نہ مہلت دی جاتی انہیں اور اگر ہم بناتے نبی کسی فرشتہ کو تو بناتے اس کو انسان (کی شکل میں) تو (یوں) ہم مشتبہ کر دیتے ان پر جس شبہ میں وہ اب ہیں''۔

ارشاد ربانی ہے:

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۝ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝ (الحجر)

''اور اگر ہم کھول بھی دیتے ان پر دروازہ آسمان سے اور وہ سارا دن اس میں سے اوپر چڑھتے رہتے پھر بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری تو نظریں بند کر دی گئی ہیں۔ بلکہ ہم ایسی قوم ہیں جس پر جادو کر دیا گیا ہو''۔

ارشاد پاک ہے۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۝ (الانعام)

''اور اگر ہم اتارتے ان کی طرف فرشتے اور باتیں کرنے لگتے ان سے مردے (قبروں سے اٹھ کر) اور ہم جمع کر دیتے ہر چیز کو ان کے روبرو تب بھی وہ ایمان نہ لاتے مگر یہ کہ چاہتا اللہ تعالیٰ۔ لیکن اکثر ان میں سے (بالکل) جاہل ہیں''۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۗ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ۗ

''اور اگر کوئی ایسا قرآن اترتا جس کے ذریعے سے پہاڑ چلنے لگتے یا اس کے اثر سے پھٹ جاتی زمین یا مردوں سے اس کے ذریعے بات کی جاسکتی (یہ قدرت سے بعید نہ تھا) بلکہ سب کام اللہ کے اختیار میں ہیں''۔ (الرعد: 31)

جب مشرکین مکہ نے یہ مطالبہ کر دیا کہ ایسی کتاب اتاری جائے جس میں ان سے خطاب ہو اس میں ان کے اور ان کے آباء کے نام ہوں۔ تو رب تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ۝ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۝ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝ (المدثر)

''پس انہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس نصیحت سے روگرداں ہیں۔ گویا وہ بھڑکے ہوئے جنگلی گدھے ہیں۔ جو بھاگے جارہے ہیں شیر سے۔ بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ ان کو کھلے صحیفے دیئے جائیں''۔

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ (الانعام: 124)

''اور جب آئے ان کے پاس کوئی نشانی کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمیں بھی ویسا ہی نہ دیا جائے جیسے دیا گیا اللہ کے رسولوں کو''۔

اَوْ یُلْقٰۤى اِلَیْهِ كَنْزٌ (الفرقان:8)

"یا (ایسا کیوں نہ ہوا) کہ اتارا جاتا اس کی طرف خزانہ"۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾ (الفرقان)

"بڑی (خیرو) برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو اگر چاہے تو بنادے آپ کے لئے بہتر اس سے (یعنی ایسے) باغات رواں ہوں جن کے نیچے نہریں اور بنادے آپ کے لئے بڑے بڑے محلات"۔

جب انہوں نے اس بات کو عجیب سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد نکاح بھی فرمایا اور آپ کی اولاد اطہار بھی ہے تو رب تعالیٰ نے رد کرتے ہوئے فرمایا:

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّیَّةً (الرعد:38)

"اور بے شک ہم نے بھیجے کئی رسول آپ سے پہلے اور بنائیں ان کے لئے بیویاں اور اولاد"۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا ایک شبہ بھی باقی نہ رہنے دیا جس سے وہ استدلال کرتے۔ جب بھی وہ کسی شبہ کو دلیل سمجھ کر بیان کرتے اللہ تعالیٰ اس کا عمدہ ترین رد کر دیتا۔ جب انہوں نے کہا کہ ان پر یکبار کتاب کیوں نہ اتاری گئی تو رب تعالیٰ نے فرمایا۔

كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا ﴿۳۲﴾ وَ لَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِیْرًا ﴿۳۳﴾ (الفرقان)

"اس طرح اس لئے کہا کہ ہم مضبوط کر دیں اس کے ساتھ آپ کے دل کو اور اسی لئے ہم نے ٹھہر ٹھہر کر اسے پڑھا ہے اور نہیں پیش کریں گے آپ پر کوئی اعتراض مگر ہم لائیں گے آپ کے پاس اس کا صحیح جواب اور عمدہ تفسیر (جو اعتراض کو رد کر دے گی)"۔

جب انہوں نے آسمان سے عذاب کا مطالبہ کیا تو رب تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا:

اِنْ یَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ فِیْهِ یُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ (الطور)

"اور اگر وہ دیکھ لیں آسمان کے کسی ٹکڑے کو گرتا ہوا تو یہ (احمق) کہیں گے یہ تو بادل ہے تہ در تہ۔ پس انہیں (یونہی) چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن کو پالیں جس میں وہ غش کھا کر گر پڑیں گے"۔

ایک دفعہ مشرکین مکہ نے کہا "ہمیں علم ہوا ہے کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک سکھاتا ہے وہ یمامہ کا باشندہ ہے۔ اس کا نام رحمان ہے۔ بخدا! ہم رحمان پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ وہ رحمان سے مراد مسیلمہ کذاب یا یمامہ میں یہود کی کاہنہ مراد لیتے تھے۔ رب تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔

قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝ (الرعد)

''فرمایئے وہی میرا پروردگار ہے نہیں کوئی معبود بجز اس کے۔ اسی پر ہی میں نے بھروسہ کر رکھا ہے اور اس کی جناب میں رجوع کئے ہوں''۔

جب انہوں نے رب تعالیٰ کے دیدار کا مطالبہ کر دیا تو رب تعالیٰ نے ان کا رد یوں فرمایا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ۝ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ (الفرقان)

''اور کہا ان لوگوں نے جو امید نہیں رکھتے تھے ہم سے ملنے کی کہ کیوں نہ اتارے گئے ہم پر فرشتے یا ہم دیکھ لیتے اپنے رب کو۔ وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگے تھے اپنے دلوں میں اور انہوں نے حد سے بڑھ کر سرکشی کی۔ جس روز وہ دیکھیں گے فرشتوں کو تو کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی اس روز مجرموں کے لئے اور فرشتے کہیں گے تمہارے لئے (جنت کا داخلہ) قطعاً حرام ہے''۔

حضرت محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ سرداران قریش نے اللہ تعالیٰ کی قسمیں اٹھائیں کہ اگر رب تعالیٰ نے کوہ صفا کو سونے کا بنا دیا تو وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرنے کے لئے اٹھے۔ اسی وقت حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا ''اگر آپ پسند فرماتے ہیں تو ان کا یہ مطالبہ پورا کر دیا جاتا ہے مگر جس قوم نے بھی کسی معجزہ پر اصرار کیا۔ پھر اس معجزہ کے ظہور کے بعد وہ ایمان نہ لائی تو مجھے اسے عذاب میں مبتلاء کرنے کا حکم دے دیا گیا''۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم آپ کا رب تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور وہ فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں تو کوہ صفاء کو سونے کا بنا دیا جاتا ہے لیکن اگر مشرکین پھر بھی ایمان نہ لائے تو میں انہیں اس طرح کے عذاب میں مبتلا کر دوں گا کہ ایسا عذاب پہلے کسی اور کو نہ دیا گیا ہوگا۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو کوہ صفاء کو ان کے لئے سونے کا نہیں بنایا جاتا۔ مگر ان کے لئے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلا رہنے دیا جاتا ہے''۔

ایک اور روایت میں ہے ''اگر آپ پسند فرمائیں تو میں انہیں چھوڑ دیتا ہوں حتیٰ کہ ان میں سے توبہ کرنے والا توبہ کر لے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ''مولا! توبہ کا دروازہ کھلا رکھ''۔ حضرت رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلا رکھنے کے لئے التجا کی۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ مشرکین کا یہ سوال ان کی جہالت پر مبنی تھا۔ کیونکہ رسل عظام علیہم السلام کو بھیجنے کی حکمت ان سے مخفی تھی۔ یہ تو مخلوق کی آزمائش ہوتی ہے۔ یہ تو رسل عظام کی تصدیق کر کے مخلوق کا اللہ کی عبادت میں مشغول ہونا ہوتا ہے تاکہ انہیں غور و فکر اور استدلال سے ایمان نصیب ہو۔ جو اس پر عمل پیرا ہوا اسے ثواب ملے جو اس سے اعراض کرے اسے سزا ملے۔ اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو علم ضروری حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر رسل عظام کو مبعوث کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

ایمان بالغیب ختم ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مشرکین نے یہ مطالبات رشد وہدایت کے حصول کے لئے نہیں کئے تھے۔ انہوں نے تو ازروئے استہزاء اور مذاق یہ مطالبات کئے تھے۔ ان سارے مطالبات سے بڑھ کر معجزہ ان کے سامنے تھا لیکن وہ اس پر ایمان نہ لائے۔ یعنی یہ کتاب زندہ جو غیب کی خبروں اور گزشتہ اقوام کی سرگزشتوں پر مشتمل ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِن رَّبِّي ۚ هَٰذَا بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠٣﴾ (الاعراف:203)

"اور (اے محبوب) جب آپ نہیں لاتے ان کے پاس کوئی آیت تو کہتے ہیں کیوں نہ بنالیا تم نے خود اسے۔ فرمایئے میں تو اس کی پیروی کرتا ہوں جو وحی کی جاتی ہے میری طرف میرے رب سے یہ روشن دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہیں اس قوم کے لئے جو ایمان لاتی ہے"۔

بہت سی ایسی ایسی آیات طیبات ہیں جن کے بعد رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً (الشعراء:8)

"بے شک اس میں (ان کے لئے قدرت الٰہی کی) نشانی ہے"۔

جیسا کہ سورۃ الانعام سورۃ نحل اور سورۃ الشعراء۔ پھر فرمایا:

أَوَلَمْ يَكُن لَّهُمْ آيَةً أَن يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿١٩٧﴾ (الشعراء)

"کیا نہیں تھی ان (مشرکین مکہ) کے لئے آپ کی سچائی کی یہ دلیل کہ جانتے ہیں آپ کو بنی اسرائیل کے علماء"۔

بلاشبہ وہ جانتے تھے کہ ان کے پاس جو ذات والا یہ حیات آفرین اور روح پرور پیغام لے کر آئی ہے اس نے نہ تو کہیں سے پڑھا اور نہ لکھنا سیکھا۔ نہ ہی کہیں سے تعلیم حاصل کی۔ نہ ہی اس مقصد کے لئے کہیں سفر کیا۔ انہوں نے اعلان نبوت بھی چالیس سال بعد فرمایا۔ ان کا رد کرتے ہوئے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦﴾ (یونس)

"میں تو گزار چکا ہوں تمہارے درمیان عمر (کا ایک حصہ) اس سے پہلے۔ کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے"۔

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی داستان بیان کرنے کے بعد اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٤٤﴾ وَلَٰكِنَّا أَنشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَلَٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿٤٥﴾ وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِن رَّحْمَةً مِّن رَّبِّكَ (القصص)

"اور آپ نہیں تھے (طور) کی مغربی سمت میں جب ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف (رسالت) کا حکم بھیجا اور نہ آپ گواہوں میں شامل تھے۔ لیکن ہم نے پیدا فرمائیں کئی قومیں (یکے بعد دیگرے) اور کافی لمبا عرصہ گزر گیا ان پر۔ (اور انہوں نے عہد خداوندی بھلا دیا) اور آپ (اس وقت) طور کے کنارہ پر بھی نہ تھے جب ہم نے

(موسیٰ کو) ندا فرمائی لیکن یہ آپ کے رب کی محض رحمت ہے (کہ اس نے آپ کو ان حالات پر آگاہ کر دیا)"۔

حضرت مریم علیہا السلام کے قصہ میں فرمایا:

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُوْنَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۖ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٤﴾

"اور نہ تھے آپ ان کے پاس جب پھینک رہے تھے وہ (مجاور) اپنی قلمیں (یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ) کون ان میں سے سرپرستی کرے مریم کی اور نہ تھے آپ ان کے پاس جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے"۔ (آل عمران)

حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کی داستان احسن القصص میں فرمایا:

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوْا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿١٠٢﴾ (یوسف)

"اور آپ ان کے پاس نہیں تھے جب وہ متفق ہو گئے تھے اس بات پر در آنحالیکہ وہ مکر رہے تھے"۔

حضرت آدم علیہ السلام کی شان میں فرمایا

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلٰى إِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٦٩﴾ إِنْ يُوْحٰى إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٠﴾ (ص)

"مجھے کوئی علم نہ تھا عالم بالا کے بارے میں جب وہ جھگڑ رہے تھے۔ نہیں وحی کی جاتی میری طرف مگر یہ کہ میں فقط کھلا ڈرانے والا ہوں"۔

پھر ملاء اعلیٰ کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ (البقرہ:30)

"اور یاد کرو جب فرمایا تھا تمہارے رب نے فرشتوں سے"۔

ارشاد ربانی ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٤٨﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ إِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٩﴾ (العنکبوت)

"اور نہ آپ پڑھ سکتے تھے اس سے پہلے کوئی کتاب اور نہ ہی اسے لکھ سکتے تھے اپنے دائیں ہاتھ سے (اگر آپ لکھ پڑھ سکتے) تو ضرور شک کرتے اہل باطل بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں جو ان کے سینوں میں محفوظ ہیں جنہیں علم دیا گیا اور ظالموں کے بغیر ہماری آیتوں کا کوئی انکار نہیں کر سکتا"۔

مشرکین مکہ سابقہ انبیائے کرام یا سابقہ امم میں سے جس کی داستان بھی سنتے تو اس کے بارے یہود اور نصاریٰ کے علماء سے پوچھتے۔ وہ داستان بالکل اسی طرح پاتے جس طرح انہیں وہ علماء بیان کرتے۔ ذرہ بھر بھی فرق نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿٨٢﴾ (النساء)

"اور (اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ) اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے (بھیجا گیا) ہوتا تو ضرور پاتے اس میں اختلاف کثیر"۔

مگر وہ نہ کثیر اختلاف پاتے نہ ہی قلیل۔ ابوجہل کہتا تھا "ہم نے اور بنو عبدالمطلب نے شرف میں مقابلہ کیا جب ہم بالکل ہم مرتبہ ہو گئے تو بنو عبدالمطلب نے کہا "ہم میں ایک نبی کا ظہور ہوا ہے جس کی طرف وحی کی جاتی ہے" اللہ کی قسم! ہم نہ تو اس پر راضی ہوں گے نہ ہی کبھی اس کی اتباع کریں گے۔ سوائے اس کے کہ ہم پر بھی اسی طرح وحی آئے جس طرح اس کے پاس وحی آتی ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَإِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ (الانعام:124)

"اور جب آئے ان کے پاس کوئی نشانی کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمیں بھی ویسا ہی نہ دیا جائے جیسے دیا گیا اللہ کے رسولوں کو"۔

لب لباب یہ ہے کہ اس دلآویز پیغام کی وجہ سے ان کی عقلیں دنگ تھیں۔ ان میں سے بعض کے دلوں پر رب تعالیٰ نے مہر لگا دی تھی۔ انہوں نے کہا "یہ جادو کہانت اور پہلے لوگوں کے افسانے ہیں"۔ کسی نے کہا: "اسے کوئی بشر سکھاتا ہے"۔ اس سے مراد وہ عبدالنبی حضرمی لیتے تھے جو عیسائی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ہدایت کی امید رکھتے ہوئے اسی کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ عبدالنبی کی زبان عجمی تھی۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۝ (النحل)

"اور ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ انہیں تو یہ قرآن ایک انسان سکھاتا ہے حالانکہ اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ تعلیم قرآن کی نسبت کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے"۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے۔

عجبا للكفار زاد و اضلالا بالذي فيه للعقول اهتداء

کفار پر تعجب ہے اس چیز کی وجہ سے ان کی گمراہی میں اضافہ ہوا جس میں عقول کے لئے ہدایت ہے۔

والذي يسألون منه كتاب منزل قد اتاهم وارتقاء

وہ ذات جس سے وہ کتاب اور ارتقاء مانگتے تھے اسی کی طرف سے کتاب نازل ہوئی۔

او يكفهم من الله ذكر فيه للناس رحمة و شفاء

کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا ذکر کافی نہیں جو لوگوں کے لئے رحمت اور شفاء ہے۔

اعجز الانس آية منه والجن فهلا تاتى به البلغاء

ایک آیت نے ان کے جن و انس کو عاجز کر دیا ان کے بلغاء بھی ایسا کلام نہ لا سکے۔

كل يوم تهدي إلى سامعيه معجزات من لفظه القراء

ہر روز قراء اس کے سننے والوں کے لئے اس کے الفاظ کے معجزات پیش کرتے ہیں۔

تنتھی بِہِ المسامع والافو اہ فھو الحلو والحُلْوَاءُ

اس سے کانوں اور منہ کو شیرینی نصیب ہوتی ہے یہ خود بھی شیریں اور میٹھا ہے۔

رق لفظا وراق معنی فجاءت فِی حلا و حلیھا الحسناء

یہ الفاظ کے اعتبار سے لطیف اور معنی کے اعتبار سے صاف ہے۔ اس کی صفات جمیلہ اور زیورات میں حسن و جمال ہے۔

وَاَرَتْنَا فِیْہِ غَوَامِض فصل رقۃ من زلالۃ و صفاء

اس کے شیریں پانی کی صفائی اور شفافی نے اس میں ہمیں فضل کی پوشیدہ چیزیں دکھائیں۔

انما تجتلی الوجوہ اِذا ما جلیت عن مرآتھا الاصداء

ان کے چہرے اس وقت عیاں ہوتے ہیں جب دل کے آئینے میل کچیل سے پاک صاف ہو جاتے ہیں۔

سور منہ اشبھت صوراً منا و مثل النظار النظراء

اس کی سورتیں ہماری صور کے مشابہ ہیں یہ ایک دوسرے کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔

والا قاویل عندھم کالتما ثِیْل فلا یوھمنك الخطباء

اقاویل ان کی نظروں میں تماثیل کی طرح ہیں خطباء تمہیں وہم میں نہ ڈال دیں۔

کم ابانت آیاتہ من علوم عن حروف ابان عنھما الھجاء

اس کی آیات بینات کتنے علوم کو عیاں کر رہی ہیں۔ حروف سے ان کا جوڑ اور ملاپ آشکارا ہو رہا ہے۔

فَھِیَ کالحب والنوی اعجب الزراع منھا سنابك و زکاء

یہ دانہ اور گٹھلی کی طرح ہے جس کے خوشے اور نمو کسان کو تعجب میں ڈال دیتی ہے۔

فَاَطَا لُوْا فیہ التردد والریب فقالوا سحر و قالوا افتراء

کفار نے اس میں بہت زیادہ شک اور تردد کیا انہوں نے اسے جادو کہا۔ انہوں نے اسے جھوٹ کہا۔

وَاذا البینات لم تغن شیئا فالتماس الھدی بھن عناء

جب واضح دلائل کسی چیز کا فائدہ نہ دیں تو ان سے ہدایت کی جستجو تھکاوٹ کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

وَ اِذَا ضلت العقول علی علم فلما ذا تقولہ الفصحاء

جب علم کے باوجود عقلیں گمراہ ہو جائیں تو نصیحت کرنے والے اسے کیا کہیں۔

ایک دن ولید بن مغیرہ نے کہا "کیا قرآن مجید محمد (عربی فداہ روحی وابی وامی ﷺ) پر نازل ہوتا ہے اور مجھے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ میں قریش کا سردار اور رئیس ہوں۔ اسی طرح ابو مسعود الثقفی کو بھی نظر انداز کر دیا گیا حالانکہ ہم دونوں دو عظیم شہروں مکہ مکرمہ اور طائف کے سردار ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾ (الزخرف)

''اور کہنے لگے کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن کسی ایسے آدمی پر جو دو شہروں میں بڑا ہے۔ کیا وہ بانٹا کرتے ہیں آپ کے رب کی رحمت کو؟ ہم نے خود تقسیم کیا ہے ان کے درمیان سامان زیست کو اس دنیوی زندگی میں اور ہم نے ہی بلند کیا ہے بعض کو بعض پر مراتب میں تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں اور آپ کے رب کی رحمت (خاص) بہت بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں''۔

ایک مشرک نے کہا ''اہل مکہ میں سے ولید بن مغیرہ اور اہل طائف میں عروہ بن مسعود الثقفی رسالت کے سب سے زیادہ مستحق تھے''۔

نضر بن حارث، عقبہ بن ابی معیط اور علمائے یہود

پھر کفار قریش نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ طیبہ، علماء یہود کے پاس بھیجا۔ انہوں نے کہا ''تم دونوں ان کے علماء کے پاس جاؤ ان سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پوچھو۔ ان کے سامنے ان کے اوصاف بیان کرو۔ انہیں ان کا کلام سناؤ۔ وہ اہل کتاب ہیں۔ ان کے پاس وہ علم ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے''۔ یہ دونوں روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ پہنچے علمائے یہود سے سوالات کئے۔ ان دونوں نے کہا ''ہم تمہارے پاس اس معاملہ کے لئے آئے ہیں جو ہمارے ہاں ظہور پذیر ہوا ہے۔ ہمارے ایک یتیم جوان نے عظیم قول کر دیا ہے۔ وہ گمان کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے''۔ علمائے یہود نے کہا ''ہمیں ان کے اوصاف بتاؤ''۔ جب ان دونوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ بیان کئے تو انہوں نے پوچھا ''تم میں سے کیسے لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے''۔ ان دونوں نے کہا ''گھٹیا لوگوں نے'' یہ سن کر ایک عالم مسکرایا۔ اس نے کہا ''یہ تو وہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کے اوصاف ہم اپنی کتب میں پاتے ہیں۔ ہم وہاں یہ بھی پاتے ہیں کہ ان کی قوم ان سے شدید عداوت کرے گی''۔ پھر علمائے یہود نے ان سے کہا ''ان سے تین چیزوں کے متعلق پوچھو۔ اگر انہوں نے دو چیزوں کا جواب دے دیا اور ایک کے متعلق خاموش رہے تو نبی مرسل ہیں اگر وہ جوابات نہ دے سکے پھر ہم ان کے متعلق کچھ اور کہیں گے۔ ❶ ان سے ان جوانوں کے متعلق پوچھو جو پہلے زمانہ میں کہیں چلے گئے تھے۔ ان کی داستان بڑی عجیب ہے۔ ❷ ان سے اس سیاح شخص کے متعلق پوچھو جو زمین کے مشارق و مغارب تک پہنچا۔ ❸ ان سے روح کی حقیقت کے متعلق پوچھو کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اگر انہوں نے پہلے دو امور کے متعلق بتا دیا اور تیسرے امر کے متعلق خاموش رہے تو وہ نبی برحق ہوں گے۔ تم ان کی پیروی کر لینا''۔ نضر اور عقبہ قریش کے پاس آ گئے۔ انہوں نے کہا ''ہم ایسی چیز لے کر آئے ہیں جو ہمارے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین فیصلہ کر دے گی''۔ پھر وہ سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اور ان تینوں اشیاء کے متعلق پوچھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں کل تمہیں ان کے متعلق بتا دوں گا''۔ آپ نے ''ان شاء اللہ'' نہ کہا۔

مشرکین مکہ لوٹ گئے۔ پندرہ روز گزر گئے یا تین ایام بیت گئے۔ وحی کا نزول نہ ہوا۔ قریش باتیں بنانے لگے۔ انہوں نے کہا ''محمد عربی ﷺ کا رب ان کے ساتھ ناراض ہو گیا ہے۔ اس نے انہیں چھوڑ دیا ہے''۔ ابولہب کی بیوی نے کہا ''میں دیکھتی ہوں کہ تمہارے صاحب نے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔ وہ تم سے ناراض ہو گیا ہے''۔ حضور ﷺ پر یہ امر بڑا گراں گزرا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام سورۃ الکہف لے کر آئے۔ اس میں اصحاب کہف کی داستان تھی۔ ذوالقرنین کا قصہ تھا۔ اور سورۃ الاسراء میں آخری سوال کا جواب نازل ہوا۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (بنی اسرائیل:85)

''یہ دریافت کرتے ہیں آپ سے روح کی حقیقت کے متعلق۔ (انہیں) بتایئے روح میرے رب کے حکم سے ہے''۔

اہل کتاب کی کتابوں میں بھی یہی مرقوم تھا کہ روح امر الٰہی ہے اس کا علم رب تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے۔ اس نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی اس کے متعلق نہیں بتایا۔ روایت ہے کہ جب تاجدار حرمین ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے تو یہودیوں نے آپ ﷺ سے روح کے متعلق سوال کیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔ اس کا نزول دوبارہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب ﷺ سے فرمایا:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّىْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (الکہف)

''ہرگز نہ کہنا کسی چیز کے متعلق کہ میں اسے کرنے والا ہوں کل مگر (یہ کہ ساتھ یہ بھی کہو) اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے۔ اور یاد کر اپنے رب کو جب تو بھول جائے''۔

قریش مکہ نے جو طعنہ زنی کی تھی کہ آپ کا رب آپ سے ناراض ہو گیا۔ اس نے آپ کو چھوڑ دیا ہے۔ اس کے جواب میں سورۃ الضحیٰ نازل ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرحت و شادمانی سے نعرہ تکبیر بلند کیا جب حضور ﷺ نے ان کے سوالات کے جوابات مرحمت فرما دیئے تو قریش مکہ کی سرکشی اور کفر میں اور اضافہ ہو گیا۔ انہوں نے آپ کو جادوگر اور کاہن کہا۔

زبیدی کا قصہ

السیرۃ الحلبیہ میں ہے ''حضور اکرم ﷺ مسجد حرام میں جلوہ افروز تھے۔ آپ کے غلام بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ زبید کا ایک شخص قریش کی مختلف محافل میں جا رہا تھا۔ ہر مجلس میں جا کر وہ کہتا ''اے گروہ قریش! تمہارے پاس کوئی اپنا ذخیرہ لے کر کیسے آیا کرے گا؟ کوئی سامان تمہارے پاس کیسے بیچے گا؟ تمہارے ہاں کوئی تاجر کیسے خیمہ زن ہوگا؟ تم حرم کا پاس بھی نہیں کرتے۔ جو حرم میں داخل ہوا اس پر بھی ظلم کرتے ہو''۔ وہ قریش کی مختلف محافل میں جاتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ اس محفل میں جا بیٹھا جہاں حضور ﷺ کا جمال جہاں افروز ضوفشاں تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حاضر خدمت تھے۔ حضور ﷺ نے اس کی فریاد سنی اور فرمایا ''تم پر کس نے ظلم کیا؟'' اس نے عرض کی ''وہ تین خوبصورت اونٹ لے کر آیا۔ ابوجہل نے ان کی اصل قیمت کی تہائی قیمت لگائی۔ اب اس کے رعب کی وجہ سے کوئی اور شخص زیادہ قیمت دینے کے لئے تیار نہیں۔ اس نے

میرے سامان کی قیمت گرادی ہے اس نے مجھ پر ظلم وتعدی کیا ہے"۔ سرور سروراں ﷺ نے پوچھا "تیرے اونٹ کہاں ہیں؟" اس نے عرض کی "جزورۃ" کے مقام پر" حضور ﷺ وہاں تشریف لے گئے۔ اس کے اونٹ دیکھے۔ وہ واقعی خوبصورت اور حسین تھے۔ حضور سید عالم ﷺ نے اس شخص کا حق دے کر اسے راضی کیا اور اس سے وہ اونٹ خرید لئے۔ پھر اس قیمت میں دو اونٹ فروخت کر دیئے پھر تیسرا اونٹ فروخت کیا تو اس کی قیمت بنو عبد المطلب کی بیوگان میں تقسیم کر دی۔ ابو جہل بازار کے ایک گوشے میں بیٹھا یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ بات کرنے کی بھی سکت نہ تھی۔ حضور ﷺ کی ہیبت سے مرعوب تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ابو جہل سے کہا "عمرو! اس طرح پھر کسی اور شخص سے نہ کرنا جس طرح کا فعل اس زبیدی کے ساتھ کیا ہے ورنہ تیری خیر نہیں"۔ وہ کہہ رہا تھا "محمد عربی (ﷺ) میں ہرگز دوبارہ اس طرح نہیں کروں گا۔ میں ہرگز اس طرح نہیں کروں گا"۔

حضور اکرم ﷺ واپس تشریف لے گئے۔ امیہ بن خلف ابو جہل کے پاس آیا۔ اس نے کہا "آج تو محمد عربی (ﷺ) کے ہاتھوں ذلیل ہو گیا ہے۔ یا تو تو ان کی اتباع کرنا چاہتا ہے یا تو ان سے مرعوب ہو گیا تھا"۔ ابو جہل نے اس سے کہا "میں کبھی بھی ان کی اتباع نہیں کروں گا۔ جو میرا ردعمل تو نے مشاہدہ کیا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے ایک شخص ان کے دائیں طرف دوسرا بائیں طرف دیکھا۔ ان کے ہاتھوں میں نیزے تھے جو انہوں نے میری طرف تان رکھے تھے۔ اگر میں حضور ﷺ کی مخالفت کرتا تو وہ نیزے مجھ میں گھونپ دیتے"۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی ہے۔ ابو جہل ایک یتیم کا وصی تھا۔ وہ اس یتیم کا مال ہڑپ کر گیا اور اسے دھکے دے کر باہر نکال دیا۔ کفار قریش نے اس یتیم کو از روئے مذاق حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور بطور استہزاء اسے کہا "یہ صاحب تجھے ابو جہل سے تمہارا مال واپس لے دیں گے"۔ حضور یتیموں کے رکھوالے ان کے مددگار یتیم کے ساتھ ابو جہل کے پاس گئے۔ اس نے اس کا مال واپس کر دیا۔ جب ابو جہل سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا "حضور ﷺ کے دائیں بائیں دو نیزے تھے۔ مجھے ان سے خوف لگنے لگا اگر میں اس یتیم کو وہ مال نہ دیتا تو وہ نیزے میرے جگر میں دھنس جاتے"۔

اراشی کا واقعہ

اراشی کا واقعہ اس قصہ سے بھی عجیب تر ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو جہل نے ایک اراشی شخص سے اونٹ خریدے۔ وہ ان کی قیمت کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے لگا۔ قریش مکہ نے بطور مذاق اسے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ ان کا خیال تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ ابو جہل سے یہ رقم نہیں دلوا سکتے۔ اس سے قبل وہ اراشی قریش کی مختلف مجالس میں جا کر یہ اعلان کر چکا تھا "اے گروہ قریش! ابو جہل کے خلاف میری مدد کون کرے گا میں غریب اور بے یار و مددگار شخص ہوں۔ مسافر ہوں۔ اس نے میرے حق پر قبضہ کر لیا ہے"۔ قریش مکہ نے کہا "کیا تمہیں وہ شخص (حضور ﷺ کی طرف اشارہ کیا) نظر آرہا ہے۔ ان کے پاس جاؤ وہ ہی تمہاری مدد کریں گے"۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سارا قصہ درد عرض کیا۔ اس نے عرض کی "حضور! ابو جہل نے میرا حق مار لیا ہے۔ میں غریب الوطن اور بے سہارا ہوں۔ میں نے اس قوم سے پوچھا کہ

کون مجھے اس کم بخت سے حق دلوائیگا تو انہوں نے آپ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے مجھے میرا حق دلوائیں"۔ حضور اکرم ﷺ اس شخص کے ساتھ ابوجہل کے پاس گئے۔ دروازہ پر دستک دی۔ اس نے پوچھا "کون؟" فرمایا "محمد (جان عالم ﷺ)" ابوجہل باہر نکلا۔ اس کا رنگ متغیر تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اس شخص کا حق دو" ابوجہل نے کہا "ضرور۔ ابھی ابھی اس کا حق ادا کرتا ہوں"۔ وہ اندر گیا اور اس شخص کا مال لاکر اس کے سپرد کیا۔ پھر وہ حقدار شخص آیا۔ ان لوگوں کے پاس پہنچا جنہوں نے از روئے استہزاء اسے حضور سید کائنات ﷺ کے پاس بھیجا تھا۔ اس نے باآواز بلند کہا "اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ بخدا! انہوں نے میرا حق دلوایا ہے"۔ ان مشرکین نے حضور ﷺ کے پیچھے ایک شخص بھی بھیجا تھا۔ اسے کہا "ذرا غور سے دیکھنا حضور ﷺ کیا کرتے ہیں؟" وہ شخص واپس آیا تو قریش مکہ نے پوچھا "تو نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا "میں نے تعجب خیز منظر دیکھا بخدا! جونہی حضور ﷺ نے ابوجہل کے دروازے پر دستک دی تو وہ مرعوب و مرہوب باہر نکلا گویا کہ وہ ایک بے جان جثہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اس شخص کا حق ادا کرو"۔ اس نے عرض کی "آپ یہیں ٹھہریں" وہ اندر گیا۔ "اس کا حق اسی وقت ادا کردیا"۔ قریش مکہ نے ابوجہل سے کہا "تو نے اس طرح کیوں کیا؟ اس نے کہا "تمہارے لئے بربادی! جونہی انہوں نے میرے دروازے پر دستک دی۔ میں نے ان کی آواز سنی تو میں مرعوب ہوگیا۔ میں ان کے لئے باہر نکلا تو میں نے اپنے سر پر نر اونٹ دیکھا۔ اس سے بڑا اونٹ میں نے آج تک نہیں دیکھا تھا۔ اگر میں لیت و لعل سے کام لیتا تو وہ اونٹ مجھے ہڑپ کر جاتا"۔

حضرت امام بوصیری نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

واقتضاہ النبی دین الاراشی وقد ساء بیعہ والشراء

حضور ﷺ نے ابوجہل سے اراشی کا قرض مانگا۔ اس کی خرید وفروخت بری ہوگئی تھی۔

ورای مصطفی اتاہ بما لم نیج منہ دون الوفاء النجاء

اس نے دیکھا کہ حضور ﷺ اس کے پاس اس چیز کے ساتھ تشریف لائے ہیں کہ ادائیگی کے بغیر اس کے لئے نجات ممکن نہیں۔

ھو ما قدراٰہ من قبل لکن ما علی مثلہ یعد الخطاء

یہ چیز اس نے پہلے بھی دیکھی تھی۔ اس طرح کے عمل کو خطاء نہیں سمجھا جاسکتا۔

مستہزئین

ابوجہل حضور کریم ﷺ کے بڑے دشمنوں میں سے ایک تھا۔ وہ ان سیاہ بختوں میں سے ایک تھا جو حضور اکرم ﷺ کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ انہی کے متعلق رب تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ ۙ (الحجر)

"ہم کافی ہیں آپ کو مذاق اڑانے والوں کے شر سے بچانے کے لئے"۔

یہ تیرہ بخت حضور اکرم ﷺ کے پیچھے پیچھے چلتا۔ یہ ناک اور منہ چڑاتا۔ اس طرح حضور اکرم ﷺ کا مذاق اڑاتا۔ جب حضور اکرم ﷺ کو اس کی اس نازیبا حرکت کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا "تو اسی طرح ہو جا" وہ اسی طرح ہو گیا حتیٰ کہ موت نے اسے آلیا۔

ابن عبدالبر نے لکھا ہے "وہ مستہزئین جن کے متعلق اللہ رب العزت نے مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل کی ہے وہ پانچ تھے۔ ❶ ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم ❷ امام بغوی نے لکھا ہے کہ ان کا قائد عاصی بن وائل السہمی تھا ❸ حارث بن قیس بن عدی السہمی، یہ عاصی کا چچازاد تھا۔ یہ زمانہ جاہلیت میں قریش کے سرداروں میں سے تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اپنے کفر پر باقی رہا حتیٰ کہ مر گیا۔ ❹ اسود بن عبد یغوث بن وھب بن زہرہ۔ یہ حضور ﷺ کے ماموں کا بیٹا تھا۔ ❺ اسود بن مطلب بن عبدالعزیٰ۔ علامہ ابن عبدالبر نے ان میں ابوجہل کو شمار نہیں کیا اگرچہ وہ بھی مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔ مگر وہ اس آیت طیبہ سے مقصود نہیں۔ کیونکہ وہ غزوۂ بدر میں حالت کفر میں مرا تھا۔ ایک اور روایت کے مطابق مستہزئین کی تعداد آٹھ تھی۔ اس روایت میں ابولہب، عقبہ بن ابی معیط اور حکم بن عاص بن امیہ کا اضافہ ہے۔ بعض سیرت نگاروں نے مالک بن طلاطلہ کا اضافہ کیا ہے۔

عقبہ بن ابی معیط بھی حضور اکرم ﷺ کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ یہ اپنے گھر کی گندگی حضور ﷺ کے در اقدس کے سامنے پھینکا کرتا تھا۔ حضور رحمت مجسم ﷺ نے فرمایا "میں دو شریر ہمسائیوں ابولہب اور عقبہ کے درمیان تھا۔ یہ گندگی اٹھا کر لاتے اور اسے میرے گھر کے دروازے پر پھینک دیتے"۔ اس نے حضور اکرم ﷺ کے روئے تاباں کی طرف تھوکنے کی جسارت کی تھی۔ یہ تھوک اس کے اپنے ہی چہرے پر گر کر اوہ برص بن گیا۔

"السیرۃ الحلبیہ" میں ہے کہ حضور کریم ﷺ اکثر عقبہ کے پاس بیٹھتے تھے۔ ایک دفعہ عقبہ کسی سفر سے واپس آیا۔ اس نے روساء قریش کی دعوت کی۔ اس نے حضور اکرم ﷺ کو بھی کھانے کی دعوت دی۔ جب اس نے حضور ﷺ کے قریب کھانا کیا تو آپ نے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا "میں اس وقت تک تیرا کھانا نہ کھاؤں گا جب تک تو یہ گواہی نہ دے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ عقبہ نے کہا اشهد ان لا اله الا الله و اشهد انك رسول الله۔ حضور ﷺ نے اس کا کھانا تناول فرمایا۔ لوگ کھا کر چلے گئے۔ عقبہ ابی بن خلف کا دوست تھا۔ لوگوں نے ابی کو عقبہ کی یہ بات بتائی۔ ابی عقبہ کے پاس آیا۔ اس نے کہا "عقبہ تو صابی ہو گیا ہے" اس نے کہا "بخدا! میں صابی نہیں ہوا۔ لیکن میرے گھر ایک شریف شخص آیا۔ اس نے اس وقت تک کھانے سے انکار کر دیا جب تک میں گواہی دوں۔ مجھے شرم آئی کہ وہ بن کھائے میرے گھر سے چلا جائے۔ میں نے گواہی دے دی۔ میں نے دل سے وہ کلمہ نہیں پڑھا تھا"۔ ابی نے اسے کہا "مجھ پر تیرا چہرہ دیکھنا حرام ہے۔ حتیٰ کہ تو محمد (عربی فداہ روحی و ابی و امی ﷺ) سے ملاقات کرے۔ تو انہیں روندھ ڈالے ان کے چہرے پر تھوکے اور ان کی آنکھوں پر تھپڑ مارے"۔ عقبہ نے ابی سے یہ وعدہ کیا۔ جب اس نے حضور ﷺ سے ملاقات کی تو آپ کے چہرۂ انور کی طرف تھوکنے کی جسارت کی۔

حضرت ضحاک نے فرمایا ہے کہ جب اس نے تھوک پھینکا تو یہ تھوک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی طرف نہ گیا بلکہ وہ آگ کا انگارہ بن کر عقبہ کے چہرے پر گرا۔ اور اس کا چہرہ جلا دیا۔ یہ داغ موت تک اس کے چہرے پر رہا اس کے متعلق اللہ رب العزت نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾

''اور اس روز ظالم (فرط ندامت سے) کاٹے گا اپنے ہاتھوں کو (اور) کہے گا کاش! میں نے اختیار کیا ہوتا رسول (مکرم) کی معیت میں (نجات کا) راستہ۔ ہائے افسوس! کاش نہ بنایا ہوتا میں نے فلاں کو اپنا دوست۔ واقعی ہی اس نے بہکا دیا مجھے اس قرآن سے اس کے میرے پاس آجانے کے بعد۔ اور شیطان تو ہمیشہ سے انسان کو (مشکل کے وقت) بے یار و مددگار چھوڑنے والا ہے''۔ (الفرقان)

اسی طرح حکم بن ابی العاص بھی آپ کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ ایک دن حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ وہ آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ وہ آپ کی نقل اتار رہا تھا۔ وہ منہ اور ناک چڑھا رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف توجہ فرمائی اور کہا ''اسی طرح ہو جا'' وہ اسی طرح ہو گیا۔ اس کے بعد وہ ایک ماہ تک بے ہوش رہا۔ پھر وہ تادم مرگ اسی طرح منہ چڑھاتا رہا۔ اس نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس کے اسلام میں تردد تھا۔ یہ منافقین کے پاس بیٹھتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باتیں منافقین تک پہنچاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طائف کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مقدسہ کے پاس آیا اس وقت آپ ایک زوجہ محترمہ کے پاس تھے۔ آپ ایک عصا لے کر اس کی طرف نکلے۔ پھر اسے طائف کی طرف جلاوطن کر دیا۔ یہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت تک وہیں رہا۔ انہوں نے اسے مدینہ طیبہ واپس بلا لیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی سفارش کی تھی۔ آپ نے اسے واپس بلا لینے کا وعدہ کیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وصال میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان اشیاء سے انہیں آگاہ فرمایا جو ان کے لئے رونما ہوں گی۔ آپ نے انہیں فرمایا ''یہ تمہیں ایک قمیص پہنائیں گے۔ پھر یہ چاہیں گے کہ تم اسے اتار دو۔ مگر اسے ہرگز نہ اتارنا حتیٰ کہ تم میرے ساتھ حوض پر ملاقات کر لو''۔ اس سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس آزمائش کا بھی ذکر کیا جس کا انہیں سامنا کرنا پڑا تھا۔ آپ نے انہیں صبر کا حکم دیا۔ اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے عرض کی کہ جب انہیں خلافت ملے تو وہ اپنے چچا حکم کو مدینہ طیبہ لے آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی۔ جب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان سے حکم کے بارے بات چیت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ وعدہ فرمایا تھا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں وہ گرہ ہرگز نہیں کھولوں گا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہو''۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان سے بھی حکم کے بارے

بات کی۔ مگر انہوں نے بھی اسی طرح جواب دیا جس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تھا۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حکم کو مدینہ طیبہ بلا لیا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان پر اعتراض کیا تو انہوں نے فرمایا "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سفارش کی تھی۔ آپ نے اسے واپس بلا لینے کا وعدہ فرمایا تھا"۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے وقوع پذیر ہونے والی آزمائش کی بنیاد اس وقت پڑی تھی جب حکم مدینہ طیبہ واپس آیا تھا۔ اس کا آغاز مروان بن حکم سے ہوا تھا۔ پاک ہے وہ ذات والا جس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ وہ جو کچھ کرتا ہے کوئی اس سے اس کے متعلق پوچھ نہیں سکتا۔ اس لئے شرح الشفاء میں کسی نے لکھا ہے۔

فلیت عثمان لم یحکم بعودته　　رضی بما حکم الصدیق فی الحکم

کاش! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حکم کے واپس آنے کا فیصلہ نہ کرتے۔ اور اس کے بارے اس فیصلہ پر راضی رہتے جو سیدنا صدیق اکبر نے کیا تھا۔

علامہ شہاب الخفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے "اگر یہ بات صحیح ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی تھی تو پھر یہ بات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں طعن و تشنیع کا باعث نہیں بنتی۔ جیسا کہ اہل تشیع کا گمان ہے اس کے ساتھ ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ بھی علم تھا کہ حکم نے توبہ کر لی تھی اور اس کی نیت میں اخلاص آ چکا تھا۔ حکم کا واپس بلا لینا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا۔ امور اجتہادیہ میں اعتراض کی گنجائش نہیں ہوتی۔

حضرت ہند بن خدیجہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم کے پاس سے گزرے اس نے آنکھ سے آپ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے یہ بددعا مانگی "مولا! اس پر لرزہ طاری فرما دے" وہ اس کپکپی کی وجہ سے کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حکم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی آواز پہچان لی۔ آپ نے فرمایا "اسے اجازت دے دو۔ رب تعالیٰ اس پر لعنت کرے"۔ ان کی صلب سے صرف دو اہل ایمان پیدا ہوں گے۔ باقی سب مکر و فریب کے دھنی ہوں گے۔ انہیں دنیا دے دی جائے گی۔ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ مدینہ طیبہ میں حکم کے ہاں جو بچہ بھی پیدا ہوتا اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا۔ جب مروان پیدا ہوا تو اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا "یہ ملعون بن ملعون ہے" اس اعتبار سے بعض نے اسے صحابہ کرام میں شمار کیا ہے بشرطیکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا ہے کیونکہ احتمال ہے کہ اسے آپ کے پاس لایا گیا ہو مگر آپ نے اسے داخل ہونے کی اجازت مرحمت نہ کی ہو۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ مروان طائف میں ہی پیدا ہوا تھا۔ اس وقت اس کا باپ وہاں جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہیں کی۔ اس لئے یہ صحابی نہیں ہے۔ اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "مروان بن حکم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہیں کی"۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے مروان سے فرمایا "تیرے باپ کے بارے یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۙ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيمٍ (القلم)

''اور نہ بات مانیے کسی (جھوٹے) قسمیں کھانے والے ذلیل شخص کی۔ جو بہت نکتہ چین چغلیاں کھاتا پھرتا ہے''۔

انہوں نے اسے فرمایا ''میں نے حضور ﷺ کو سنا۔ آپ تیرے باپ اور دادا کے متعلق فرما رہے تھے۔'' وہ قرآن پاک میں شجرہ ملعونہ ہیں''۔ مروان نو ماہ تک مسند اقتدار پر رہا۔ جب حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو یزید بن معاویہ کی بیعت سے روکا تو ان سے کہا ''تم وہی ہو نا جس کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِنِي أَنْ أُخْرَجَ (الاحقاف: 17)

''اور جس نے کہا اپنے والدین کو افسوس ہے تمہارے حال پر کیا تم مجھے دھمکی دیتے ہو اس کی کہ میں (قبر سے) نکالا جاؤں گا''۔

یہ بات ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تک پہنچی تو انہوں نے کہا ''اللہ کی قسم! مروان نے جھوٹ بولا ہے'' پھر انہوں نے مروان سے کہا ''مروان! میں گواہی دیتی ہوں کہ تمہارے باپ پر اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ نے لعنت کی۔ اس وقت تم اس کی صلب میں تھے''۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا ''عنقریب تمہارے پاس ایک لعین شخص آئے گا''۔ اس فرمان کے بعد حکم ان کے پاس آ گیا''۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''ہم حضور اکرم ﷺ کی معیت میں تھے کہ حکم بن ابی العاص کا وہیں سے گزر ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''اس کی صلب میں جو بچہ ہے اس کی وجہ سے میری امت کو نقصان اٹھانا پڑے گا''۔

حضرت عمران بن جابر الجعفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا ''بنو امیہ کے لئے ہلاکت! آپ نے تین بار اس طرح فرمایا۔ بنو امیہ میں سے چودہ افراد خلافت کے امور کے والی بنے۔ سب سے پہلے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے امور خلافت سنبھالے۔ سب سے آخر میں مروان بن محمد امور مملکت کا والی بنا۔ ان کی سلطنت کی مدت بیاسی سال بنتی ہے۔ یہ مدت ایک ہزار ماہ ہے۔ وہ احادیث طیبہ جو بنو امیہ کی مذمت میں ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ یہ شرف بیعت سے مشرف ہیں۔ اور ان کے فضائل میں بہت سی احادیث طیبہ وارد ہیں۔ ان سے کسی قسم کا ظلم صادر نہیں ہوا۔ ظلم و تعدی کا آغاز بعد میں ہوا تھا۔

اس لئے حضرت علامہ قاضی عیاض نے ''شفاء'' میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولایت اور بنو امیہ کی ملوکیت کی خبر دی تھی۔ ان دونوں حالتوں کی تعبیر میں بڑا فرق ہے کیونکہ ملوکیت سے مراد غلبہ کے ساتھ سلطنت ہے جبکہ خلافت اہل حق کی بیعت سے ہوتی ہے۔ ولایت ان دونوں سے اعم ہے۔ یہ ان دونوں کو شامل ہے۔ یہ امارت اور خلافت کی نیابت دونوں کو شامل ہے۔ حضور فخر موجودات ﷺ نے حضرت امیر معاویہ کو وصیت کی ''جب تم امور مملکت کے والی بنو تو عدل اور نرمی سے کام لینا'' آپ ﷺ نے انہیں فرمایا ''جب خلافت کے والی بنو تو احسان کرنا''۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جب سے میں نے حضور اکرم ﷺ سے یہ فرمان سنا میں خلافت میں طمع کرتا رہا''۔

امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مجھے خلافت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان نے ابھارا "معاویہ! جب امور مملکت کے والی بنو تو احسان کرنا"۔ روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دوات لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "معاویہ! اگر امور سلطنت کے والی بنو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل کرنا" حضرت امیر معاویہ انتہائی حلیم، صابر اور متحمل مزاج تھے۔ حتیٰ کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات بھی سنی تو اس نے بھی انہیں نفع دیا"۔ البتہ ان کے بعد کے بنو امیہ کے متعلق بہت سی روایات وارد ہیں۔

امام ترمذی، امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے "جب بنو ابو العاص کی تعداد چالیس یا تیس ہو جائے گی تو وہ رب تعالیٰ کے دین میں خیانت کریں گے۔ رب تعالیٰ کے مال کو وراثت بنائیں گے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عنقریب اس امت مرحومہ میں ایک شخص ہوگا جسے ولید کہا جائے گا وہ میری امت کے لئے فرعون سے زیادہ شریر ہوگا جتنا کہ وہ اپنی امت کے لئے تھا"۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ پہلے لوگ اس سے مراد ولید بن عبد الملک سمجھتے تھے۔ پھر انہوں نے کہا "اس سے مراد اس کا بھتیجا ولید بن یزید عبد الملک تھا جو اس امت کے لئے فتنوں کے دروازوں کی چابی تھا۔ یہ بڑا بے حیاء، احمق اور شراب میں دھت رہنے والا شخص تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ نے خواب میں بنو امیہ کو اپنے منبر پر دیکھا آپ کو یہ بات ناگوار گزری۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی خاطر کے لئے سورۃ الکوثر اور سورۃ القدر نازل کی۔ کیونکہ بنو امیہ کا دور اقتدار ایک ہزار ماہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر سال اس امت کو ایک ایسی رات عطا فرمادی جو ان کی ساری مملکت کے اقتدار کے برابر ہے اس کے علاوہ بے شمار اور ان گنت عجائب عطا فرمائے۔

"السیرۃ الحلبیہ" میں ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا ایک فرزند تھا جس کا نام خبیب تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اسے ایک سو کوڑے مارے کیونکہ اس نے ولید بن عبد الملک کے بارے کچھ کہا تھا۔ حضرت خبیب ان کوڑوں کی وجہ سے مر گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے حضرت خبیب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی۔ آپ نے فرمایا "جب بنو حکم کی تعداد تیس یا چالیس ہو جائے گی۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو غلام، اللہ کے مال کو وراثت اور دین الٰہی میں خیانت کریں گے"۔ جب ولید نے یہ بات سنی تو اس نے اپنے چچا زاد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لکھا کہ وہ خبیب کو ایک سو کوڑے ماریں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس وقت مدینہ منورہ کے گورنر تھے"۔ انہوں نے حضرت خبیب کو ایک سو کوڑے مارے پھر ٹھنڈے پانی کا گھڑا منگوایا اور سرد دن میں ان کے اوپر انڈیلا اور انہیں قید کر دیا۔ جب ان کا درد شدید ہو گیا تو انہیں قید سے نکالا اور اپنے اس عمل پر ندامت کا اظہار کیا۔ جب حضرت خبیب کا وصال ہو گیا اور یہ خبر حضرت عمر بن عبد العزیز تک پہنچی تو زمین پر گر پڑے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اور مدینہ طیبہ کی گورنری سے استعفیٰ دے دیا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے جب کہا جاتا کہ آپ کو بشارت ہو تو وہ کہتے "مجھے کیسے بشارت ہو جبکہ خبیب میرا راستہ روکے کھڑے ہوں گے"۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ایک شخص سے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا "میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ ان کے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ ان کے پاس مروان بن حکم گیا۔ اس نے ان سے اپنی ضرورت بیان کی۔ اس نے کہا "امیر المومنین! میری ضرورت پوری کر دیں۔ مجھ پر بہت زیادہ بوجھ ہے۔ میں دس افراد کا باپ، دس کا چچا اور دس کا بھائی ہوں"۔ جب مروان چلا گیا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا "اے ابن عباس! میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ نہیں جانتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب بنو حکم کی تعداد تیس تک پہنچ جائے گی تو وہ رب تعالیٰ کے مال کو وراثت بنا لیں گے اور کتاب الٰہی میں خیانت کریں گے۔ اور جب ان کی تعداد 499 ہو جائے گی تو وہ کھجور کے لقمہ سے بھی جلد برباد ہو جائیں گے"۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "ہاں! پھر مروان نے اپنی ضرورت کا ذکر کیا۔ اس نے اپنا بیٹا عبدالملک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور اس نے اپنی ضرورت ان سے بیان کی۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا "ابن عباس! میں آپ کو رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تذکرہ کیا اور فرمایا "یہ چار جابر انسانوں کا باپ ہے"۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "ہاں! اس کی اولاد میں سے چار شخص امور مملکت کے والی بنے۔ ولید، سلیمان، ہشام اور یزید بن عبدالملک"؟۔ اس روایت میں یہ کوئی دلیل نہیں کہ عبدالملک صحابی تھا کیونکہ ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے وجود سے قبل یہ بات فرمائی ہو۔ اور یہ نبوت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی نشانی ہو۔

عاص بن وائل السہمی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتا تھا۔ یہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کا باپ تھا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔ جبکہ عاص کفر پر مرا تھا۔ یہ کہا کرتا تھا "محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود کو بھی اور اپنے ساتھیوں کو بھی فریب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ وہ ان سے وعدہ کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد انہیں زندہ کیا جائے گا۔ بخدا! ہمیں تو صرف زمانہ، گردش ایام اور حوادث ہلاک کرتے ہیں"۔ یہ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سے بھی مذاق کرتا تھا۔ یہ مکہ مکرمہ میں آہن گر تھے۔ تلواریں بناتے تھے۔ انہوں نے عاص کے لئے تلواریں خریدیں اور ان کی قیمت مانگنے کے لئے عاص کے پاس آئے۔ اس نے کہا "خباب! کیا محمد (عربی صلی اللہ علیہ وسلم) گمان نہیں کرتے کہ جنت میں سونے، چاندی، کپڑے، خدام اور اولاد میں سے ایسی چیزیں ہوں گی اہل جنت جن کی خواہش کریں گے"۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہاں" اس نے کہا "مجھے روز قیامت تک مہلت دو۔ حتیٰ کہ میں دار آخرت میں پہنچ جاؤں۔ میں وہاں تمہارا حق ادا کر دوں گا۔ بخدا! تم اور تمہارا اصحاب رب تعالیٰ کے ہاں زیادہ پاکباز نہیں ہو۔ نہ ہی ہم سے زیادہ حصہ دار ہو"۔ دوسری روایت میں ہے کہ عاص ان سے کہتا "میں تمہیں کچھ نہ دوں گا حتیٰ کہ تم محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کر دو"۔ وہ فرماتے "بخدا! میں ہرگز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کروں گا حتیٰ کہ ان کا پروردگار تمہیں مار ڈالے پھر تمہیں زندہ کرے"۔ عاص نے کہا "آپ مجھے چھوڑ دیں حتیٰ کہ میں مروں پھر زندہ کیا جاؤں۔ وہاں مجھے مال اور اولاد دی جائے گی۔ وہاں میں آپ کا قرض چکا دوں گا"۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

أَفَرَءَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ۞ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ

عَهْدًا ۙ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۙ وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا

''کیا آپ نے دیکھا اس کو جس نے انکار کیا ہماری آیتوں کا اور کہنے لگا کہ مجھے ضرور ضرور دیا جائے گا مال اور اولاد (اس لاف زنی کی وجہ کیا ہے) کیا وہ آگاہ ہو گیا ہے غیب پر یا لے لیا ہے اس نے (خداوند) رحمٰن سے کوئی وعدہ؟ ہرگز ایسا نہیں۔ ہم لکھ لیں گے جو یہ کہہ رہا ہے اور لمبا کر دیں گے اس لئے عذاب کو خوب لمبا کرنا۔ اور ہم ہی وارث ہوں گے جو وہ کہتا ہے (یعنی اس کے مال واولاد کے) اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا''۔ (مریم)

اسی طرح اسود بن یغوث بھی مذاق اڑانے والوں میں شامل تھا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ماموں زاد تھا۔ یہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھتا تو اپنے ساتھیوں سے کہتا ''تمہارے پاس زمین کے ایسے شہنشاہ آرہے ہیں جو کسریٰ اور قیصر کے وارث بنیں گے''۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کپڑے بوسیدہ اور پھٹے ہوئے ہوتے تھے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتا ''محمد عربی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آج آسمان سے کیا پیغام اترا ہے؟''

اسود بن مطلب کا شمار بھی ایسے ہی مذاق اڑانے والوں میں ہوتا ہے۔ یہ اور اس کے ساتھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔ یہ انہیں دیکھ کر سیٹیاں بجاتے تھے۔ اسی طرح ولید بن مغیرہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتا تھا۔ یہ حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا باپ اور ابوجہل کا چچا تھا۔ یہ سرداران قریش میں سے تھا۔ یہ بڑا آسودہ حال تھا۔ یہ ایام منیٰ میں لوگوں کو حلوہ کھلاتا تھا۔ یہ آگ جلانے سے منع کرتا تھا تاکہ ان ایام میں کسی اور کی آگ نہ جلے یہ حاجیوں پر بہت زیادہ خرچ کرتا تھا۔ اہل عرب اس کی بہت زیادہ تعریف کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ اور طائف کے مابین اس کے باغات تھے۔ ان میں ایک ایسا باغ بھی تھا جس کا نفع موسم گرما اور موسم سرما میں جاری رہتا تھا۔ پھر اسے مصائب اور آفات نے آگھیرا۔ اس کا سارا مال برباد ہو گیا۔ اب اس کا تذکرہ ایام حج میں کوئی نہ کرتا تھا۔ یہ قریش میں سے فصیح ترین شخص تھا۔ اسے ''ریحانۃ قریش'' کہا جاتا تھا۔ اسے شرف وسیادت اور جاہ وریاست کی وجہ سے ''وحید'' کہا جاتا تھا۔ جیسا کہ رب تعالیٰ کا اس کے متعلق ارشاد مبارک ہے۔

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا (المدثر)

''آپ چھوڑ دیجئے مجھے اور جس کو میں نے تنہا پیدا کیا ہے''۔

بعض علماء کرام نے فرمایا ہے ''نہیں بلکہ یہ کفر، خبث اور عناد میں یکتا تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادوگری کا الزام لگاتا تھا حالانکہ یہ خود اعتراف کرتا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جادوگر نہیں ہیں۔ جب ساری آراء اور مشورے اس پر تنگ ہو گئے تو اس نے کہا ''آپ کو جادوگر کہنا زیادہ بہتر ہے۔ اس کی وجہ سے لوگ آپ سے زیادہ نفرت کریں گے''۔ اس کی قوم نے بھی اس کی اتباع کی۔

ابن اسحاق، امام بیہقی اور امام حاکم نے جید سند سے روایت کیا ہے کہ ایام حج میں قریش کا ایک گروہ ولید کے پاس جمع ہوا۔ یہ ان سے عمر رسیدہ تھا۔ اس نے ان سے کہا ''اے گروہ قریش! ایام حج قریب آچکے ہیں۔ عنقریب عرب کے وفود

تمہارے پاس آئیں گے۔ انہوں نے تمہارے اس صاحب کے بارے سن رکھا ہوگا"۔ تم ان کے بارے اپنی ایک رائے قائم کرلو۔ باہم اختلاف نہ کرنا اس طرح ایک دوسرے کی تکذیب کرنے لگو گے"۔ قریش نے کہا "تم ہی ہمارے لئے ایک رائے قائم کرو۔ ہم سب کو وہی بتائیں گے"۔ ولید نے کہا: "بلکہ تم کہو۔ میں سنتا ہوں"۔ قریش نے کہا "ہم کہیں گے کہ یہ کاہن ہیں"۔ ولید نے کہا "بخدا! وہ کاہن نہیں ہیں۔ ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے ان میں نہ تو کاہنوں جیسا زمزمہ ہے اور نہ ہی ان جیسا سجعہ ہے"۔ قریش مکہ نے کہا "ہم کہیں گے کہ یہ مجنون ہیں"۔ ولید نے اس سے بھی اختلاف کرتے ہوئے کہا "نہیں وہ مجنون نہیں ہیں۔ ہم سودائی سے خوب آشنا ہیں نہ تو ان کی آواز سودائیوں جیسی ہے اور نہ ہی وہاں شیطانی وسوسہ کا عمل دخل ہے"۔ یہ سن کر قریش نے ایک اور رائے کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا "ہم کہیں گے کہ یہ شاعر ہیں" ولید نے کہا "وہ شاعر بھی نہیں ہیں ہم اشعار کی ساری اقسام رجز، ہزج، قریض اور مبسوط سے آگاہ ہیں۔ یہ شاعر بھی نہیں ہیں"۔ قریش مکہ نے ولید کی تردید سن کر کہا "ہم کہیں گے کہ یہ جادوگر ہیں"۔ ولید نے کہا "یہ جادوگر بھی نہیں ہیں۔ ہم جادوگروں اور ان کی ساحری سے آشنا ہیں۔ ان جیسی جھاڑ پھونک اور گرہیں باندھنا نہیں ہے"۔ عاجز آ کر قریش مکہ نے کہا "اے ابو عبد شمس! اب تم ہی بتاؤ"۔ ولید نے کہا "اللہ کی قسم! ان کے کلام میں مٹھاس ہے۔ اس کی جڑیں مستحکم اور اس کی شاخیں ثمر آور ہیں۔ قسم بخدا! ان نازیبا امور میں سے جس امر کو بھی تم ان کی طرف منسوب کرو گے اس کا جھوٹ عیاں ہو جائے گا۔ تم زیادہ سے زیادہ لوگوں کو یہ بتا سکتے ہو کہ یہ جادوگر ہیں۔ یہ ایسا جادو لے کر آئے ہیں جس سے یہ آدمی کو اس کے باپ سے، آدمی کو اس کے بھائی سے آدمی کو اس کے بھائی اور قبیلے سے جدا کر دیتے ہیں"۔ قریش مکہ یہ رائے سن کر وہاں سے چلے گئے جب حج کا زمانہ آیا تو یہ مختلف راستوں پر بیٹھ گئے۔ جو شخص وہاں سے گزرتا۔ یہ اسے نبی کریم ﷺ سے ڈراتے۔ اس سے آپ کا تذکرہ کرتے اس طرح حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر سارے عرب میں پھیل گیا۔ بلکہ سارے آفاق میں پھیل گیا۔ قریش کے مکر و فریب کا وبال الٹا ان پر ہی پڑا۔ حتیٰ کہ انصار نے اسلام قبول کرلیا اور حضور ﷺ نے ہجرت فرمائی۔ نجران کے بیس افراد آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ان تمام نے اسلام قبول کرلیا۔ جب یہ بات ابو جہل نے سنی تو اس نے انہیں برا بھلا کہا تو انہوں نے جواب میں کہا "تمہیں سلام!" انہی کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ (القصص: 55)

"اور جب وہ سنتے ہیں کسی بیہودہ بات کو تو منہ پھیر لیتے ہیں"۔

حضرت علامہ زرقانی نے اس ولید پر اپنا تبصرہ یوں رقم کیا ہے "ذرا اس لعین کو دیکھو اس کے نفس کو کس طرح حق کا یقین ہو گیا تھا مگر اس کے غرور و تکبر نے اسے اس کے برعکس ابھارا۔ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اس کی مذمت بیان کی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ﴿١٠﴾ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ﴿١١﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿١٢﴾ (القلم)

"اور نہ بات مانیے کسی (جھوٹی) قسمیں کھانے والے ذلیل شخص کی۔ جو بہت نکتہ چین چغلیاں کھاتا پھرتا ہے۔ سخت منع کرنے والا بھلائی سے۔ حد سے بڑھا ہوا۔ بڑا بدکار ہے"۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ﴿۱۱﴾ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿۱۲﴾ وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا ﴿۱۳﴾ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًا ﴿۱۴﴾ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ﴿۱۵﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ﴿۱۶﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ (المدثر)

''آپ چھوڑ دیجئے مجھے اور جس کو میں نے تنہا پیدا کیا ہے۔ اور دے دیا ہے اس کو مال کثیر اور بیٹے دیئے ہیں جو پاس رہنے والے ہیں اور مہیا کر دیا ہے اسے ہر قسم کا سامان۔ پھر طمع کرتا ہے کہ میں اسے مزید عطا کروں۔ ہرگز نہیں۔ وہ ہماری آیتوں کا سخت دشمن ہے۔ میں اسے مجبور کروں گا کہ وہ کٹھن چڑھائی چڑھے۔ اس نے غور کیا اور پھر ایک بات طے کر لی۔ اس پر پھٹکار اس نے کتنی بری بات طے کی۔ اس پر بھی پھٹکار کیسی بری بات اس نے طے کی۔ پھر دیکھا، پھر منہ بسورا اور ترش رو ہوا۔ پھر پیٹھ پھیری اور غرور کیا۔ اور پھر بولا یہ نہیں ہے مگر جادو۔ جو پہلوں سے چلا آتا ہے۔ یہ نہیں مگر انسان کا کلام۔ عنقریب میں اسے جہنم میں جھونکوں گا''۔

اسی طرح ابوجہل بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتا تھا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر کوڑا پھینکا کرتا تھا ایک دن اس کے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ لیا۔ یہ کوڑا پھینکنے لگا تھا۔ انہوں نے وہ کوڑا لیا اور اسے اس کے سر پر انڈیل دیا۔ ابوجہل وہ کوڑا جھاڑتا جاتا اور کہتا جاتا ''صابی، احمق'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعثت کی ابتداء میں مختلف لوگوں کے پاس تشریف لے جاتے۔ آپ فرماتے ''اے لوگو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ صرف اس کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، ابوجہل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے ہوتا۔ وہ کہتا ''اے لوگو! یہ شخص تمہیں حکم دے رہا ہے کہ تم اپنے آباء کا دین چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لئے باعث عار ہے''۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ''ذرا دیکھو راہ خدا میں یہ کتنی بڑی آزمائش ہے۔ اگر ابوجہل قریبی رشتہ دار نہ ہوتا تو اور بات تھی۔ کیونکہ اہل عرب کہتے تھے ''کسی شخص کی قوم اسے سب سے زیادہ جانتی ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جتنا مجھے ستایا گیا اتنا کسی اور کو نہ ستایا گیا'' کیونکہ آپ کو اپنی قوم کی طرف سے بڑی بڑی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے آپ کو شدید اذیت دی۔ جادوگری، شاعری، کہانت اور جنوں جیسے الزامات لگائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں براہین قاطعہ کے ساتھ سارے امور کا رد کیا بعض بدبخت آپ کے سر اقدس پر مٹی پھینک دیتے پھر در اقدس پر خون ڈال دیتے۔ بعض کمر انور پر اوجڑی پھینکتے۔ جب اذیت اور استہزاء آخری حد تک پہنچ گیا تو حضرت جبرائیل امین بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم محو طواف تھے۔ انہوں نے عرض کی ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے لئے کافی ہو جاؤں''۔ جب ولید بن مغیرہ، وہاں سے گزرا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبرائیل نے پوچھا ''آپ نے اسے کیسا پایا ہے؟ آپ نے فرمایا ''یہ رب تعالیٰ کا سب سے برا بندہ ہے''۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کی پنڈلی کی

طرف اشارہ کیا اور کہا ''میں اس کے لئے کافی ہو گیا ہوں'' ولید ایک شخص کے پاس سے گزرا وہ اپنے تیر کا پر درست کر رہا تھا۔ تیر کا پھل اس کے ازار سے اٹک گیا جس سے اس کی ٹانگ پر خراش آئی۔ وہ از روئے تکبر پھل نکالنے کے لئے نیچے نہ جھکا جس نے اس کی ایڑی کی رگ کاٹ دی۔ وہ اسی سے کفر کی حالت میں مر گیا۔

پھر عاص بن وائل سہمی کا وہیں سے گزر ہوا۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے عرض کی ''محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم یہ کیسا شخص ہے؟'' آپ نے فرمایا ''یہ بہت برا آدمی ہے'' حضرت جبرائیل امین نے اس کے پاؤں کے تلوے کی طرف اشارہ کیا۔ ساتھ ہی عرض کی ''میں آپ کی طرف سے اسے کافی ہو گیا ہوں''۔ وہ سیر کرنے کے لئے باہر نکلا ایک گھاٹی میں اترا۔ اس کے پاؤں کے تلوے میں کانٹا چبھ گیا اس کی ٹانگ سوجھ کر چکی کی طرح ہو گی۔ دوسری روایت کے مطابق وہ اونٹ کی گردن کی طرح ہو گئی۔ وہ اس سے واصل جہنم ہوا۔

پھر حارث بن قیس سہمی کا وہیں سے گزر ہوا۔ حضرت جبرائیل امین نے عرض کی ''آپ اسے کیسا شخص پاتے ہیں؟'' آپ نے فرمایا ''یہ بہت برا آدمی ہے''۔ حضرت جبرائیل امین نے اس کے بطن کی طرف اشارہ کیا اور کہا ''میں اسے کافی ہو گیا ہوں''۔ دوسری روایت ہے کہ انہوں نے اس کی ناک کی طرف اشارہ کیا تو وہ پیپ سے بھر گیا۔ جس کی وجہ سے وہ وہیں واصل جہنم ہوا۔ دوسرا قول ہے کہ اس نے نمک آلود مچھلی کھائی۔ وہ اس پر پانی پیتا رہا حتیٰ کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور یہ مر گیا۔

پھر اسود بن عبد یغوث کا وہیں سے گزر ہوا۔ حضرت جبرائیل امین نے پوچھا ''حضور! یہ کیسا شخص ہے؟'' آپ نے فرمایا ''بہت برا آدمی ہے''۔ حضرت جبرائیل امین نے اس کی ناک کی طرف اشارہ کیا اور کہا ''میں اسے کافی ہو گیا ہوں''۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت سیدنا جبرائیل امین نے اس کی طرف اس وقت اشارہ کیا جب وہ درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ یہ اپنا سر درخت سے ٹکراتا رہا۔ اپنا چہرہ کانٹوں پر مارتا رہا حتیٰ کہ کفر پر مر گیا۔ ایک اور قول یہ ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ اسے استسقی کی مرض لاحق ہوئی تو یہ مر گیا۔ ایک اور قول یہ ہے کہ اس کے سر پر پھوڑے نکل آئے۔ تو یہ انہی سے مر گیا۔

امام زرقانی نے لکھا ہے ''ممکن ہے اس نے اس وجہ سے اپنا سر درخت سے ٹکرا دیا ہو'' ایک اور قول یہ ہے کہ یہ اپنے اہل خانہ سے عازم سفر ہوا اسے باد سموم نے آلیا۔ اس کی شکل حبشیوں جیسی ہو گئی۔ یہ اپنے اہل خانہ کے پاس آیا۔ مگر انہوں نے اسے نہ پہچانا۔ انہوں نے اسے باہر نکال کر دروازہ بند کر دیا۔ یہ واپس لوٹ گیا۔ مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں گھومتا رہا۔ حتیٰ کہ پیاسا مر گیا۔ یہ سارے احتمالات بعید از امکان نہیں ہیں۔

پھر اسود بن مطلب کا وہاں سے گزر ہوا۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے پوچھا ''حضور! یہ کیسا آدمی ہے'' آپ نے فرمایا ''بہت برا'' انہوں نے اس کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا اور عرض کی ''میں اسے کافی ہو گیا ہوں''۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق انہوں نے اس کی طرف ایک سبز پتہ پھینکا۔ یہ اس طرح اندھا ہو گیا جس طرح بصیرت کا اندھا تھا۔ یہ حسن و قبیح میں امتیاز نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی آنکھیں پھوٹ گئیں۔ اس نے اپنا سر دیوار کے ساتھ دے مارا۔ حتیٰ کہ ہلاک ہو

گیا۔ یہ کہہ رہا تھا ''مجھے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب نے قتل کر دیا ہے''۔ دوسری روایت میں ہے ''یہ اپنے بیٹے کے استقبال کے لئے نکلا جو شام سے آیا تھا۔ جب اس نے کچھ راستہ طے کر لیا تو یہ کسی درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھ گیا۔ حضرت جبرائیل امین اس درخت کے پتے اس کے چہرے اور آنکھوں پر مارنے لگے حتیٰ کہ یہ اندھا ہو گیا۔ یہ اپنے غلام سے مدد مانگنے لگا۔ اس کے غلام نے اسے کہا ''تجھے کوئی کچھ بھی نہیں کر رہا'' دوسرے قول کے مطابق حضرت جبرائیل امین نے اسے کانٹے دار شاخ ماری جس سے اس کی آنکھوں کے ڈھیلے بہہ پڑے۔ یہ پوچھنے لگا ''میری آنکھوں پر خار دار شاخ کس نے ماری ہے؟ ساتھیوں نے کہا ''ہمیں تو کوئی شخص نظر نہیں آرہا''۔ ایک اور قول یہ ہے کہ یہ درخت کے پاس آیا۔ اور اس کے تنے سے اپنا سر ٹکرانے لگا حتیٰ کہ اس کی آنکھیں نکل گئیں۔ یہ کہا کرتا تھا ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لئے اندھے پن کی بددعا کی جو قبول ہو گئی ہے''۔ بعض سیرت نگاروں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ابو جہل ایک پھوڑے کی وجہ سے واصل جہنم ہوا اور عقبہ کو اس وقت تہ تیغ کر دیا گیا جب حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ بدر سے واپس تشریف لا رہے تھے۔

مذکورہ بالا پانچ مشہور مذاق اڑانے والے ہیں جن کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝ (الحجر)

''ہم کافی ہیں آپ کو مذاق اڑانے والوں کے شر سے بچانے کے لئے''۔

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

وَ كفاه المستهزئين و كم ساء نبيا من قومه استهزاء

اللہ تعالیٰ آپ کی طرف سے مذاق کرنے والوں کو کافی ہو گیا۔ حضور کو اپنی قوم کی طرف سے کتنے برے استہزاء کا سامنا کرنا پڑا۔

خمسة كلهم اصيبوا بداء والردى من جنوده الادواء

ان پانچوں کو کوئی نہ کوئی مرض لاحق ہو گیا۔ ہلاکت ان کے ساتھ ہمیشہ رہنے والے لشکروں میں سے ہے۔

ودهى الاسود بن عبد يغوث ان سقاه كأس الردى استسقاء

اسود بن عبد یغوث کو ہلاکت پہنچی استسقاء مرض نے اسے ہلاکت کا پیالا پلایا۔

و اصاب الوليد خدشة سهم قصرت عنها الحية الرقطاء

ولید کو تیر کی خراش لگی تو سیاہ و سفید داغوں والا سانپ بھی اس جیسی اذیت سے عاجز آ گیا۔

وقضت شوكة على بهجة العاص فَلِلّٰهِ النَّقْمَةَ الشَّوكاء

عاص کی روح کے خلاف ایک کانٹے نے فیصلہ کر دیا۔ سخت انتقام اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔

و على الحرث القيوح و قد سال بها راسه و ساء الوعاء

حارث پر پیپ مسلط ہو گئی۔ اس کے سر سے پیپ بہنے لگی۔ برتن بھی خراب ہو گیا۔

خمسة طهرت بقطعهم الارض فكف الاذى بهم شلاء

پانچوں کے مرنے سے زمین ان سے پاک ہوگئی جس سے اذیت کا ہاتھ شل ہوگیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ پانچ افراد ایک ہی رات میں ہلاک ہوئے۔ اگرچہ مستہزئین ان پانچ افراد تک محدود نہ تھے۔ منبہ اور نبیہ پسران حجاج کا شمار بھی ایسے ہی سیاہ بختوں میں ہوتا ہے۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت زیادہ اذیتیں دیتے تھے۔ یہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرتے تو کہتے "اللہ تعالیٰ کو آپ کے علاوہ اور کوئی شخص نہیں ملا جسے وہ مبعوث کرتا" جو آپ سے زیادہ عمر رسیدہ اور ثروت مند ہوتا۔ اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے پاس ایک فرشتہ لائیں جو آپ کے لئے گواہی دے اور آپ کے ساتھ رہے"۔ جب ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر ہوتا تو یہ کہتے "وہ ایک سکھائے ہوئے مجنون ہیں۔ جو کچھ یہ لے کر آتے ہیں وہ انہیں اہل کتاب سکھاتے ہیں"۔

"السیرۃ الحلبیہ" میں ابن المحدث کی "السیرۃ" سے منقول ہے کہ جس نے سورۃ الھمزہ پڑھی رب تعالیٰ اسے دس نیکیاں عطا کرے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے ساتھ مذاق کرنے والوں کی تعداد اتنی ہی تھی۔ ایک دن ابوجہل نے مذاق کرتے ہوئے کہا "اے گروہ قریش! محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وہ فرشتے جو تمہیں آگ میں پھینکیں گے اور تمہیں وہیں روکے رکھیں گے ان کی تعداد انیس ہے۔ تمہاری تعداد تمام لوگوں سے زیادہ ہے کیا تم میں سے ایک سو افراد ان میں سے ایک فرشتے کو بھی نہیں روک سکیں گے؟ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک قریشی شخص بہت زیادہ زور آور اور قوی تھا۔ اس کی قوت کا عالم یہ تھا کہ وہ گائے کی جلد پر کھڑا ہوتا تھا۔ دس افراد اسے نیچے اتارنے کے لئے کھینچتے تھے اس کے قدموں کے نیچے جلد پھٹ جاتی تھی مگر یہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتا تھا۔ اس نے ابوجہل سے کہا "سترہ فرشتوں کو میں کافی ہو جاؤں گا۔ باقی دو کو تم سنبھال لینا"۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زور آزمائی کی دعوت دی اس نے کہا "محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم اگر آپ نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی بار اسے زمین پر پٹخ دیا۔ مگر اسے دولت ایمان نصیب نہ ہوئی"۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ابوجہل نے قریش سے کہا "دس فرشتوں کو تو میں کافی ہو جاؤں گا نو کو تم پکڑ لینا"۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَمَا جَعَلْنَا أَصْحٰبَ النَّارِ إِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا (المدثر: 31)

"اور ہم نے نہیں مقرر کیے آگ کے داروغے مگر فرشتے اور نہیں بنایا ہم نے ان کی تعداد کو مگر آزمائش ان لوگوں کے لئے جنہوں نے کفر کیا"۔

یعنی کسی کو یہ نہیں کہنا چاہئے کہ ان فرشتوں کی تعداد انیس کیوں ہے؟ اس تعداد سے رب تعالیٰ کا ارادہ کیا ہے؟ کیونکہ اس حکمت کا علم صرف رب تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ ان ملائکہ کے اوصاف کچھ یوں بیان کئے گئے ہیں کہ ان کی آنکھیں چندھیا دینے والی بجلی کی طرح ہیں۔ ان کے جبڑے سینگوں کی طرح ہیں۔ اور ان کے کندھے ایک سال کی مسافت جتنے چوڑے ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ان کے ایک کندھے سے لے کر دوسرے کندھے تک کی مسافت اور مشرق تا مغرب جتنی

ہے۔ ایک فرشتے میں ثقلین (جن وانس) کی قوت جتنی طاقت ہے۔ ان میں جذبہ رحم نہیں ہے۔

امام عتبی نے عیون الاخبار میں حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کی انگلیاں اہل جہنم کی تعداد کے برابر پیدا کیں ہیں۔ ہر اہل آتش کو فرشتہ اپنی ایک انگلی سے عذاب دے گا۔ اگر فرشتہ وہ انگلی آسمان پر رکھ دے تو وہ آسمان پگھل جائے۔ یہ انیس فرشتے سردار ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ماتحت اتنے فرشتے ہیں جن کی تعداد صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے

وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (المدثر: 31)

''اور کوئی نہیں جانتا آپ کے رب کے لشکروں کو بغیر اس کے''۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کسی شخص کو آتش جہنم میں جانے کا حکم ہوگا تو ایک لاکھ فرشتے جلدی سے اس کی طرف بڑھیں گے۔ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی تعداد (19) انیس ہے۔ جہنم کے ان فرشتوں کی تعداد بھی انیس ہے۔ جس نے تسمیہ پڑھا جبکہ وہ مومن ہوا تو رب تعالیٰ ہر حرف کے بدلے ایک فرشتے سے اسے نجات عطا کرے گا۔

ایک دن ابوجہل نے قریش مکہ سے کہا ''اے قریش! محمد (عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیں شجرۃ الزقوم سے ڈراتے ہیں۔ ساتھ ہی کہتے ہیں کہ وہ آگ میں ایک درخت ہے۔ حالانکہ آگ درخت کو کھا جاتی ہے۔ زقوم سے مراد کھجور اور مکھن ہے'' اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ۝ (الصّٰفّٰت: 64)

''یہ ایک درخت ہے جو اگتا ہے جہنم کی تہ میں''۔

یعنی یہ درخت جہنم کے وسط میں اگا ہے۔ جہنم اس پر غلبہ نہیں پا سکتی۔ کیا وہ یہ نہیں جانتے کہ جو ذات والا ایسی مخلوق پیدا کر سکتی ہے جو آگ میں زندگی بسر کرے اور اس سے لطف اندوز ہو۔ وہ آگ میں درخت پیدا کرنے پر زیادہ قادر ہے۔ وہ آگ سے اس کی حفاظت بھی کر سکتی ہے۔

ابن سلام نے لکھا ہے ''یہ درخت آگ سے اس طرح تر و تازہ ہو جاتا ہے جس طرح دنیا کا درخت بارش سے سرسبز و شاداب ہو جاتا ہے۔ اس درخت کا پھل تلخ ہوتا ہے''۔

امام ترمذی اور امام نسائی، امام بیہقی، امام ابن حبان اور امام حاکم نے (امام نسائی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''شجرۃ زقوم کا اگر ایک قطرہ دنیا کے سمندروں میں گر جائے، تو ساری دنیا کی زندگی مکدر ہو جائے ان کی حالت کیا ہوگی جو اسے کھائیں گے''۔

اس طرح ابوجہل نے کہا ''محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یا تو ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دو یا ہم وہ امور اس معبود کی طرف منسوب کریں گے جس کی آپ عبادت کرتے ہیں''۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (الانعام:108)

''اور تم نہ برا بھلا کہو انہیں جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا (ایسا نہ ہو) کہ وہ بھی برا بھلا کہنے لگیں اللہ کو زیادتی کرتے ہوئے جہالت سے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے معبودان باطلہ کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیا اور اللہ رب العزت کی طرف دعوت دینے لگے۔

''الدر المنثور'' میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ''یہ آیت طیبہ

إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ۝ (الحجر)

''ہم کافی ہیں آپ کو مذاق اڑانے والوں کے شر سے بچانے کے لئے''۔

اس گروہ مشرکین کے بارے نازل ہوئی جن کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے۔ وہ آپ کے پیچھے آنکھوں سے اشارے کرنے لگے۔ وہ کہنے لگے ''یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ نبی ہیں''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جبرائیل امین تھے انہوں نے اپنی مبارک انگلی سے ان کے جسموں کی طرف اشارے کئے جس کی وجہ سے وہ سارے زخمی ہو گئے اور ان کے جسموں سے بدبو آنے لگی۔ کسی کو اس کے قریب آنے کی سکت نہ تھی حتیٰ کہ سارے مر گئے۔

''السیرۃ الحلبیہ'' میں ہے ''ان دونوں روایتوں کو کس طرح جمع کیا جا سکتا ہے؟'' پھر جواب دیا ''ممکن ہے کہ یہ گروہ پہلے گروہ سے علیحدہ ہو''۔ یہ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑا رہے ہوں۔ اور اس آیت طیبہ کا نزول دوبارہ ہوا ہو۔

اس طرح نضر بن حارث بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑاتا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی محفل میں تشریف فرما ہوتے۔ قوم قریش سے محو گفتگو ہوتے اور انہیں عذاب سے ڈراتے تو آپ کے بعد یہ اسی محفل میں چلا جاتا۔ قوم قریش سے کہتا ''آؤ! بخدا! میرے پاس ان سے اچھی باتیں ہیں''۔ پھر یہ انہیں ایران کے بادشاہوں کی داستانیں سناتا۔ یہ کہتا ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو صرف پہلے لوگوں کے افسانے لے کر آئے ہیں''۔ اسی نے یہی کہا تھا ''میں بھی اس طرح نازل کروں گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے''۔ یہ حیرہ گیا۔ وہ عجمیوں کی داستانیں خرید کر لے آیا۔ یہ ان ہی داستانوں کو بیان کرتا تھا۔ یہ کہتا تھا ''یہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان آیات کی طرح ہی ہیں جو عاد اور ثمود کے بارے ہیں''۔ اس کی وجہ سے یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ (لقمان،6)

''اور کئی ایسے لوگ بھی ہیں جو بیوپار کرتے ہیں (مقصد حیات سے) غافل کر دینے والی باتوں کا''۔

یہ بھی نضر کے بارے نازل ہوئی کیونکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر پہلے لوگوں کی داستانیں سناتے تو یہ نضر کہتا ''اگر ہم چاہیں تو اس طرح کا کلام پیش کر سکتے ہیں۔ یہ پہلے لوگوں کے افسانے ہی ہیں''۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا۔

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۝ (بنی اسرائیل)

''(بطور چیلنج) کہہ دو کہ اگر اکٹھے ہو جائیں سارے انسان اور سارے جن اس بات پر کہ لے آئیں اس قرآن

کی مثل تو ہرگز نہیں لا سکیں گے اس کی مثل اگرچہ وہ ہو جائیں ایک دوسرے کے مددگار"۔

ابو جہل، ولید بن مغیرہ اور بنو مخزوم کے کچھ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا عزم کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے نماز ادا کر رہے تھے انہوں نے آپ کی قرأت سن لی۔ انہوں نے ولید کو بھیجا تا کہ وہ آپ کو شہید کر دے۔ وہ آیا حتیٰ کہ اس جگہ پہنچ گیا جس جگہ آپ نماز ادا کر رہے تھے۔ وہ آپ کی قرأت تو سن رہا تھا مگر آپ کا جسم مبارک اس کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ ان لوگوں کے پاس گیا۔ انہیں بتایا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ جب انہوں نے آپ کی قرأت سنی تو وہ آواز مبارک کی سمت گئے تو آواز مبارک ان کے پیچھے سے آنے لگی۔ وہ اس سمت بڑھے تو آواز مبارک ان کے آگے سے آنے لگی۔ وہ اسی طرح کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خائب و خاسر لوٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَجَعَلْنَا مِنۢ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۝ (یٰسین)

"اور ہم نے بنا دی ہے ان کے سامنے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ پس وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے"۔

نضر بن حارث نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ثنیۃ الحجون کے نیچے تنہا دیکھا۔ اس نے کہا "آج مجھے سنہری موقع ملا ہے میں آج دھوکے سے انہیں شہید کر سکتا ہوں" وہ اس مذموم مقصد کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گیا۔ اس نے سیاہ اجسام دیکھے وہ اپنے منہ کھول کر اپنے دانت اس کے سر پر مارنے لگے۔ یہ ڈر کر ایڑیوں کے بل لوٹ آیا۔ یہ ابو جہل سے ملا اور اسے یہ واقعہ سنایا۔ اس نے کہا "یہی ان کی جادوگری ہے" جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (الانبیاء:98)

"(اے مشرکو!) تم اور جن بتوں کی تم عبادت کیا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سب جہنم کا ایندھن ہوں گے"۔

أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ ۝ لَوْ كَانَ هَٰؤُلَاءِ آلِهَةً مَّا وَرَدُوهَا ۖ وَكُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ (الانبیاء)

"تم اس میں داخل ہونے والے ہو۔ (سوچو) اگر یہ خدا ہوتے تو نہ داخل ہوتے جہنم میں اور (جھوٹے خدا اور ان کے پجاری) سب اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

تو کفار قریش پر یہ بات بڑی گراں گزری۔ انہوں نے عبداللہ بن زبعری سے کہا "محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ ہم اور ہمارے معبودان (باطلہ) جہنم کا ایندھن بنیں گے"۔ اس نے کہا "میں تمہاری جانب سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرتا ہوں"۔ اس نے کہا "محمد (مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء) یہ بات ہمارے معبدوں کے ساتھ خاص ہے یا کہ ہر اس چیز کے ساتھ جس کی رب تعالیٰ کے علاوہ پوجا کی جاتی ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کی بھی رب تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے اس کے ساتھ یہ خاص ہے"۔ عبداللہ بن زبعری نے کہا "مجھے اس مبارک عمارت کی قسم! کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کی جاتی ہے۔ اس طرح حضرت عزیر اور فرشتوں کی عبادت کی گئی۔ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ روح اللہ اور یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کی عبادت کی۔ بنو ملیح نے ملائکہ کو پوجا" یہ سن کر کفار خوشی و مسرت سے چیخنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن

زبعری سے فرمایا "تو اپنی قوم کی زبان سے بھی کتنا نا آشنا ہے تجھے اتنا علم نہیں کہ "ما" غیر ذوالعقول کے لئے آتا ہے" پھر یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿١٠١﴾ (الانبیاء)

"بلاشبہ وہ لوگ جن کیلئے مقدر ہو چکی ہے ہماری طرف سے بھلائی تو وہی اس جہنم سے دور رکھیں جائیں گے"۔

اگر یہ روایت صحیح ہے تو حضرت شارع علیہ السلام کی طرف سے نحویین کے اس قول کے لئے نص ہے کہ "ما" غیر ذوالعقول کے لئے آتا ہے۔

قریش مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاق کرتے ہوئے آپ سے انشقاق قمر کا مطالبہ کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے غیر معینہ نشانی کا مطالبہ کیا ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے معین نشانی کا مطالبہ کیا تھا کہ آپ چاند کو دو حصوں میں منقسم کر کے دکھائیں ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ پہلے انہوں نے غیر معین نشانی کا مطالبہ کیا پھر اسے انشقاق قمر کے ساتھ مختص کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مشرکین مکہ اکٹھے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا "اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے لئے چاند کو دو ٹکڑے کر دیں۔ ایک ٹکڑا کوہ ابی قبیس پر جبکہ دوسرا ٹکڑا کوہ قعیقعان پر گرے۔ چاند کی چودہ تاریخ تھی ماہ تمام آسمان پر جگمگا رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "اگر میں نے اس معجزہ کا اظہار کر دیا تو کیا تم ایمان لے آؤ گے"۔ مشرکین نے کہا "ہاں!" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ سے اس معجزہ کے ظہور کے لئے التجا کی۔ چاند دو حصوں میں تقسیم ہو کر نیچے گر پڑا۔ اس کا نصف کوہ ابی قبیس پر اور نصف کوہ قعیقعان پر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "دیکھو دیکھو"۔

ایک اور روایت میں ہے "چاند دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک حصہ کوہ صفا پر اور دوسرا حصہ کوہ مروہ پر گرا تھا۔ وہ نماز عصر اور نماز مغرب تک اسی طرح رہا۔ پھر یہ غائب ہو گیا۔ دوسری روایت کے مطابق یہ غروب کے بعد واپس لوٹ گیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ چاند دو بار شق ہو۔ (یعنی چاند دو حصوں میں منقسم ہو گیا تھا) اس وقت قریش مکہ نے کہا "محمد (عربی صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر جادو کر دیا ہے"۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا "اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے تم پر جادو کر دیا ہے تو ان کا یہ جادو ساری روئے زمین پر تو نہیں چل سکتا۔ اس شخص سے پوچھو لو جو کسی دوسرے شہر سے آیا ہو"۔ انہوں نے اطراف و اکناف سے آنے والے لوگوں سے چاند کے متعلق پوچھا کہ کیا انہوں نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے بتایا "انہوں نے یہ منظر دیکھا ہے" اس وقت انہوں نے کہا

سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿٢﴾ (القمر)

"یہ بڑا زبردست جادو ہے"۔

یہ کلام صراحۃً اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ انشقاق قمر کا واقعہ ساری روئے زمین پر ہوا تھا۔ یہ اہل مکہ کے ساتھ خاص نہ

تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سے اس معجزہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ (القمر)

"قیامت قریب آگئی ہے اور چاند شق ہو گیا ہے اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں یہ بڑا زبردست جادو ہے"۔

رکانہ بن عبد یزید کی زور آزمائی

بعثت نبویہ کی ابتداء میں رکانہ پہلوان نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ زور آزمائی کی تھی۔ انہوں نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں انہوں نے مدینہ منورہ میں وصال کیا۔ یہ بہت بہادر اور جری تھے۔ جسم انتہائی قوی اور مضبوط تھا پہلوانی میں بہت مصروف تھے۔ کوئی شخص انہیں پچھاڑ نہیں سکتا تھا نہ ہی ان کے پہلو زمین پر لگا سکتا تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں زمین پر پٹخ دیا تھا۔ اسلام لانے سے قبل رکانہ ایک وادی میں بکریاں چرا رہا تھا۔ یہ سارے لوگوں سے زیادہ قوی اور بہادر تھا۔ حضور ﷺ ایک روز اپنے کاشانہ اقدس سے باہر نکلے اور اس وادی کی طرف رخ انور کیا۔ آپ نے رکانہ سے ملاقات کی۔ وہاں آپ اور رکانہ کے علاوہ تیسرا شخص موجود نہ تھا۔ رکانہ نے آپ سے کہا "آپ ہی ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اور اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ اگر میرے اور آپ کے مابین صلۂ رحمی کا تعلق نہ ہوتا تو میں آپ کو شہید کر دیتا۔ لیکن اب اپنے خدا کو بلاؤ۔ وہ آپ کو مجھ سے نجات دے۔ میں آپ کو ایک امر کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ آپ میرے ساتھ قوت آزمائی کریں۔ آپ اپنے خدا کو بلا لیں۔ میں لات وعزیٰ کو پکار لیتا ہوں۔ اگر آپ نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں آپ کو دس بکریاں دوں گا"۔ حضور ﷺ نے اسے پکڑا اور زمین پر پٹخ دیا۔ رکانہ نے کہا "آپ نے مجھے مغلوب نہیں کیا۔ بلکہ آپ کے معبود نے مجھے پچھاڑا ہے۔ لات وعزیٰ نے مجھے ذلیل و رسواء کر دیا ہے۔ آپ سے پہلے میرا پہلو کسی نے زمین پر نہ لگایا تھا۔ آئیں۔ دوبارہ زور آزمائی کریں اگر آپ نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں آپ کو مزید دس بکریاں دوں گا۔ حضور ﷺ نے دوبارہ اسے پکڑا۔ زمین پر دے مارا۔ رکانہ نے تیسری بار زور آزمائی کرنے کے لئے کہا۔ آپ نے اسے تیسری بار بھی زمین پر پٹخ دیا۔ اس نے کہا "آپ اپنی پسند کی تیس بکریاں لے لیں" حضور ﷺ نے فرمایا "میرا ارادہ یہ نہیں۔ میں تمہیں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کر لو آتش جہنم سے بچ جاؤ گے"۔ رکانہ نے کہا "میں اس وقت تک اسلام قبول نہیں کروں گا جب تک آپ مجھے کوئی نشانی نہ دکھائیں"۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اگر میں نے تمہیں نشانی دکھا دی تو اسلام لے آؤ گے؟ اس نے کہا "ہاں!" حضور ﷺ کے قریب ہی سمرہ کا درخت تھا۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا "اللہ تعالیٰ کے حکم سے آجا"۔ وہ درخت دو حصوں میں منقسم ہوا ایک حصہ چلتے چلتے آیا اور حضور سید کائنات ﷺ اور رکانہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ رکانہ نے کہا "آپ نے مجھے ایک عظیم امر دکھایا ہے۔ اب اسے حکم دیں کہ یہ واپس چلا جائے"۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا "کیا پھر تو اسلام لے آئے گا؟" اس نے کہا "ہاں" حضور اکرم ﷺ نے اسے حکم دیا۔ وہ درخت واپس چلا گیا اپنے تنے اور شاخوں سمیت دوسرے درخت سے مل گیا۔ اب آپ نے

اسے فرمایا "اسلام لے آ" اس نے کہا "مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں نے اسلام قبول کر لیا تو مکہ مکرمہ کی عورتیں اور بچے کہیں گے کہ میں نے آپ کے رعب کی وجہ سے آپ کی دعوت قبول کی ہے۔ لیکن آپ یہ بکریاں لے جائیں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے چلے گئے۔ راستہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ سے ملے۔ انہوں نے عرض کی "آپ اس وادی میں گئے تھے حالانکہ وہاں پہلوان رکانہ موجود ہے"۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سارا واقعہ سنایا۔ جسے سن کر انہوں نے تعجب کا اظہار کیا۔

کمزور مسلمانوں پر روح فرسا مظالم

المواہب اور اس کی شرح میں ہے ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دار ارقم میں مخفی رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (الحجر:94)

''سو آپ اعلان کر دیجئے اس کا جس کا آپ کو حکم دیا گیا''۔

اس کے بعد حضور اکرم مبلغ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کی طرف اعلانیہ دعوت دینے کا آغاز کیا۔ یہ بعثت کا تیسرا سال تھا۔ تین سالوں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کا پیغام خفیہ پہنچاتے رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اعلانیہ تبلیغ کا حکم دیا۔ آپ نے اپنی قوم کو بار بار دین حق کی دعوت دی۔ اسے تاکید فرمائی اور دلیل کے اظہار میں سعی بلیغ فرمائی۔ حتیٰ کہ مشرکین کو یوں لگا کہ ان براہین اور دلائل کی وجہ سے ان کے دل پھٹ جائیں گے۔ وہ ان کا رد کرنے سے عاجز تھے۔ مگر قوم نے نہ تو آپ سے تعلق توڑا اور نہ ہی ان دلائل کا رد کیا۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''جو کچھ آپ فرماتے مشرکین اس کا انکار نہ کرتے تھے۔ جب آپ ان کی مجالس میں سے گزرتے تو وہ کہتے ''یہ عبد المطلب کے فرزند دلبند ہیں جو آسمانی باتیں بتاتے ہیں''۔ ان کا وطیرہ یہی رہا حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معبودان باطلہ کا تذکرہ کیا ان کے عیب نکالے۔ آپ مسجد حرام میں جاتے تو لوگوں کو بتوں کے سامنے سجدہ ریز دیکھتے تو آپ انہیں منع فرماتے۔ ان سے فرماتے ''تم نے دین ابراہیمی کو بگاڑ دیا ہے''۔ مشرکین کہتے ''ہم انہیں اس لئے سجدہ کرتے ہیں تا کہ ان کی وجہ سے ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو جائے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس بے تکی دلیل پر راضی نہ ہوتے۔ اور ان کے ان کرتوں کے عیوب نکالتے۔ قریش مکہ نے آپ کی مخالفت پر اتفاق کر لیا وہ آپ کی عداوت پر اکٹھے ہو گئے۔ سوائے ان چند حضرات کے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان کی تعداد بہت کم تھی۔ جناب ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی شفقت فرماتے۔ وہ آپ کا بھرپور دفاع کرتے۔ اہل اسلام اور مشرکین کے مابین معاملہ شدت اختیار کرتا گیا۔ وہ ایک دوسرے کو مارنے لگے وہ ایک دوسرے سے عداوت کا اظہار کرنے لگا۔ قریش نے باہم مشاورت کی کہ ان میں سے جو اسلام لے آئے اسے اتنی اذیت دی جائے کہ وہ اسلام کو چھوڑ دے۔ یہ سب کچھ ابو جہل کی انگیخت پر ہوا تھا۔ جب وہ کسی ایسے شخص کے بارے سنتا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے جو صاحب شرف وقدر ہوتا تو یہ اسے ملامت کرتا۔ اسے کہتا ''تو نے اپنے باپ کا دین چھوڑ دیا ہے۔ وہ تجھ سے بہتر تھا۔ ہم تیری عقل کو نادان کہیں گے۔ تیری رائے کو کمزور کر دیں گے اور تیرا شرف کم کر دیں گے''۔ اگر وہ تاجر ہوتا تو ابو جہل اس طرح کہتا ''ہم تیری تجارت میں کساد بازاری پیدا کر دیں گے تیرا مال برباد کر دیں گے''۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما

جن بلند اقبال ہستیوں کو دین الٰہی قبول کرنے کی پاداش میں اذیتیں دی گئیں اور وہ ثابت قدم رہے۔ ان میں سے ایک حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ہیں۔ انہیں آگ کے ساتھ اذیت دی جاتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرتے جبکہ انہیں تکالیف کے شکنجے میں کسا جا رہا ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سر پر دست اقدس پھیرتے اور فرماتے "آگ! عمار پر اسی طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا جس طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی تھی"۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی کمر سے کپڑا اٹھایا گیا تو ان کی کمر پر برص نما سفید داغ دیکھے گئے۔ شاید یہ داغ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا سے پہلے کے تھے۔

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضرت عمار ان کے والد گرامی حضرت یاسر، امی جان حضرت سمیہ اور بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم رضوانا کاملاً کو راہ خدا میں ستایا جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے "آل یاسر صبر کرو۔ آل یاسر صبر کرو"۔ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اس اذیت میں شہید ہو گئے۔ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو ابوجہل کے حوالے کر دیا گیا یہ ابوحذیفہ بن مغیرہ ابوجہل کے چچا کی لونڈی تھیں۔ ابوجہل انہیں شدید اذیت دیتا۔ تاکہ انہیں دین حق سے برگشتہ کر دے۔ وہ جب ان سے کچھ پوچھتا تو یہ اسے کوئی جواب نہ دیتیں۔ پھر اس تیرہ بخت نے ان کی شرم گاہ پر نیزہ مارا اور انہیں شہید کر دیا۔ ابوجہل انہیں کہا کرتا تھا "تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس لئے ایمان لائی ہے کہ کیونکہ تو ان سے عشق کرتی ہے۔ تو ان کے حسن و جمال کے سحر میں گرفتار ہے" کہا جاتا ہے کہ یہ اسلام کی سب سے پہلی شہیدہ تھیں۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ابوجہل حضرت عمار بن یاسر اور ان کی والدہ ماجدہ کو تکالیف دیا کرتا تھا۔ اس نے گرم دن میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے لئے لوہے کی ذرہ بنا رکھی تھی۔ انہی کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ (العنکبوت)

"کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انہیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہیں ہم ایمان لے آئے اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا"۔

روایت ہے کہ جب اذیت اور تکلیف حد سے گزر گئی تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکلیف اور اذیت بہت زیادہ ہو گئی ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ابوالیقظان! صبر کرو"۔ پھر آپ نے یہ دعا کی "مولا! آل عمار میں سے کسی کو بھی آگ سے اذیت نہ دی جائے"۔ ان کی والدہ ماجدہ نے ساتویں نمبر پر اسلام لانے کی سعادت حاصل کی۔ جب یہ شہید ہوئیں تو ان کی عمر بہت زیادہ تھی۔

روایت ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی کمر پر سوئی کی طرح کے نشانات تھے۔ ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا "یہ اس اذیت کے نشانات ہیں جو قریش مکہ مجھے بھتی ہوئی چٹان پر لٹا کر دیا کرتے تھے"۔ روایت ہے کہ جب ان کے والدین کریمین شہید ہو گئے تو اذیت کے وقت ان کی زبان سے کلمہ کفر نکل گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی گئی کہ "عمارہ نے کفر کا اظہار کیا ہے" آپ نے فرمایا "ہرگز نہیں۔ ایمان ان کے دل کی گہرائیوں میں اتر چکا ہے"۔ ان کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (النحل:106)

"جس نے کفر کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کے بعد بجز اس شخص کے جسے مجبور کیا گیا اور اس کا دل مطمئن ہے ایمان کے ساتھ (تو اس سے مواخذہ نہ ہوگا) لیکن وہ (بدنصیب) کھل جائے کفر کے ساتھ (جس کا سینہ) تو ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے"۔

انہیں اتنی اذیت دی جاتی تھی کہ انہیں علم نہ ہوتا تھا کہ ان کی زبان سے کیسے الفاظ نکل رہے ہوتے تھے۔ پھر رنج والم کے یہ بادل چھٹ گئے۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت تک زندہ رہے اور جنگ صفین میں شہید ہو گئے۔ ان کے فضائل میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ

بخاری شریف میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا "میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ خانہ کعبہ کے سایہ میں ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ ہم نے مشرکین سے بہت سی اذیتوں کا سامنا کیا تھا"۔ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کیا آپ رب تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا نہیں کرتے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ چہرہ انور سرخ ہو گیا۔ فرمایا "تم میں سے پہلے لوگوں کی کیفیت یہ تھی کہ ان میں سے کسی ایک کو لوہے کی کنگھی کے ساتھ چیر دیا جاتا۔ اس کے پٹھوں اور ہڈیوں سے گوشت اکھڑ جاتا مگر بھی وہ دین حق کو نہ چھوڑتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین متین کو ضرور غالب کرے گا۔ حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے چل کر حضر موت تک جائے گا۔ اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا خوف نہ ہوگا۔ وہ بھیڑیے کو اپنی بھیڑوں کا نگہبان مقرر کرے گا"۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے یہی روایت ہے۔ وہ اپنی داستان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "ایک دن میرے لئے آگ جلائی گئی۔ میری پشت کو اس پر رکھ دیا گیا۔ میری پشت کی چربی نے ہی وہ آگ ٹھنڈی کی۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ آہن گر تھے۔ زمانہ جاہلیت میں انہیں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ پھر ایک عورت ام انمار نے انہیں خرید لیا۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو ان کی آقا انہیں اذیت دینے لگی۔ وہ لوہا لیتی اسے آگ میں تاپتی۔ پھر اسے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھ دیتی"۔ انہوں نے رسالت مآب میں یہ عرض کیا تو آپ نے یہ دعا مانگی "مولا! خباب کی مدد کر" ان کی آقا کے سر میں تکلیف ہو گئی۔ وہ کتوں کے ساتھ بھونکا کرتی تھی۔ اسے کہا جاتا "داغ لگا" وہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے کہتی۔ وہ لوہا لیتے اور اس کے ساتھ اس کا سر داغتے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب بھی کسی ایسے غلام کے پاس سے گزرتے جسے اذیت دی جا رہی ہوتی تو وہ اسے خرید کر آزاد کر دیتے۔ ایسے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے ایک سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حمامہ رضی اللہ عنہا، حضرت عامر بن فہیرہ، حضرت ابوفکیہہ، حضرت لبینہ، حضرت نہدیہ، ان کی لونڈی اور حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہم وعنھن کو خرید کر آزاد فرمایا۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ امیہ بن خلف حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو ایک دن اور ایک رات بھوکا رکھتا۔ جب دوپہر خوب گرم ہو جاتی تو انہیں گرم ریت پر پھینک دیتا۔ ریت کی حرارت کا عالم یہ ہوتا کہ اگر اس پر گوشت کا ٹکڑا رکھا جاتا تو اسے بھی بھون لیا جاتا۔ پھر وہ بہت بھاری پتھر لانے کا حکم دیتا۔ وہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے سینہ اقدس پر رکھ دیا جاتا پھر یہ کہتا ''بلال! تمہارے ساتھ یہی سلوک ہوتا رہے گا حتیٰ کہ مر جاؤ یا محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کر کے لات وعزیٰ کی عبادت کرنے لگو''۔ مگر حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ انکار کر دیتے۔ دوسری روایت کے مطابق سیدنا بلال رضی اللہ عنہ عبداللہ بن جدعان کے غلام تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو عبداللہ بن جدعان اپنے غلاموں کو لے کر مکہ مکرمہ سے باہر چلا گیا تاکہ اس کے غلام اسلام قبول نہ کر لیں۔ اس نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں ہی رہنے دیا یہ ابن جدعان کی بکریاں چراتے تھے یہ اپنا اسلام مخفی رکھے ہوئے تھے۔ ایک روز ان بتوں کے پاس آئے جو خانہ کعبہ کے اردگرد رکھے ہوئے تھے وہ ان پر تھوکنے لگے اور وہ کہتے جا رہے تھے ''جس نے تمہاری عبادت کی وہ نقصان اور گھاٹے میں رہا''۔ قریش کو ان کے اسلام کا علم ہو گیا۔ انہوں نے عبداللہ بن جدعان کے ہاں ان کی شکایت کی۔ انہوں نے عبداللہ بن جدعان سے کہا ''کیا تو صابی ہو گیا ہے؟'' اس نے کہا ''مجھ پر یہ الزام کیوں لگایا جا رہا ہے؟'' قریش نے کہا ''تمہارے سیاہ فام غلام نے اس طرح کیا ہے''۔ ابن جدعان نے قریش کو ایک سو اونٹ دیئے۔ انہوں نے انہیں بتوں کے لئے ذبح کر دیا۔ ابن جدعان نے قریش کو حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ پر پورا اختیار دے دیا کہ وہ انہیں اذیت پہنچائیں۔ ممکن ہے ابن جدعان کے بعد آپ امیہ کی ملکیت میں آئے ہوں اور وہ آپ کو اذیتیں دیتا رہتا ہو۔ ورقہ بن نوفل حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے۔ وہ ''احد احد'' کے نعرے الاپ رہے تھے۔ ورقہ نے کہا ''ہاں! بلال۔ احد، احد'' پھر ورقہ بن نوفل نے امیہ سے کہا ''بخدا! اگر تم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو میں ان کی قبر انور کو رحمت الٰہیہ کی آماجگاہ بنا دوں گا''۔

روایت ہے کہ جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو خریدا تو انہیں پتھر کے نیچے لٹا کر اذیت دی جا رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے انہیں ایسی اذیتوں کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ قریش مکہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو لڑکوں کے سپرد کر دیتے تھے۔ وہ انہیں رسی سے باندھ لیتے انہیں مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں گھماتے رہتے تھے مگر وہ احد احد کے نعرے لگاتے رہتے تھے۔ وہ اذیت کی تلخی کو ایمان کی حلاوت کے ساتھ ملاتے تھے۔ انہوں نے اپنے وصال کے وقت بھی اسی طرح کیا۔ ان کے وصال کے وقت ان کی اہلیہ نے کہا ''واکرباہ ہائے مصیبت!'' انہوں نے فرمایا ''واطرباہ مژدہ جانفزا!'' میں صبح اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے وفا کیش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کروں گا''۔ انہوں نے موت کی تلخی کو وصال کی حلاوت کے ساتھ ملایا۔ ابو محمد شقراطی نے کیا خوب کہا ہے۔

لاقی بلال بلاءً من امیہ قد　احلہ الصبر فیھا اکرم النزل

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے امیہ سے اذیت کا سامنا کیا۔ اس کے بارے صبر نے انہیں معزز مقام پر فائز کیا۔

اذا اجهدواه بضنك الاسر دهو على شدائد الازل ثبت الازل لم يزل

جب شدت کی تنگی کے ساتھ انہوں نے انہیں تھکا دیا لیکن وہ ان مصائب پر انتہائی محکم تھے وہ ذرہ بھر بھی نہ ہٹے۔

القوة بطحا برمضاء البطاح و قد عالوا عليه صخور اجمة الثقل

وہ بطاح مکہ کی ریت پر انہیں چہرہ کے بل لٹا دیتے اور ان پر پتھروں کا بوجھ رکھ دیتے۔

فوحد الله اخلاصا و قد ظهرت بظهره كندوب الطل فى الطل

مگر انہوں نے اخلاص کے ساتھ اللہ کی توحید بیان کی ان کی پشت پر اس طرح نشانات پڑ جاتے جس طرح بلند جگہ پر ہلکی بارش کے نشانات ہوتے ہیں۔

ان قد ظهر ولى الله من و بر قد قد قلب عدوة الله من قبل

اگر اللہ تعالیٰ کے ولی کی کمر پر سے کپڑا پھٹ گیا ہے تو اللہ کے دشمن کا دل آگ سے پھٹ گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا دشمن امیہ غزوۂ بدر کے روز واصل جہنم ہوا۔ اس روز یہ حالت کفر پر غرا۔ تلوار اس کے دل تک پہنچ گئی۔ اس روز حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اسے قیدی بنا رکھا تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں ان دونوں کے مابین دوستی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اسے زندہ رکھنا چاہتے تھے۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے امیہ کو دیکھ لیا۔ انہوں نے بآواز بلند پکارا ''اے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار! یہ کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف ہے۔ اگر یہ بچ گیا تو میں نہیں بچ سکوں گا''۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''انصار سرعت کے ساتھ امیہ کی طرف بڑھے۔ جب مجھے یہ خدشہ دامن گیر ہوا کہ انصار ہمیں آلیں گے۔ تو میں نے امیہ کے بیٹے علی کو ان کے سامنے کر دیا تا کہ وہ اس میں مشغول ہو جائیں۔ انہوں نے اس کے بیٹے کو قتل کر دیا پھر وہ ہمارے پیچھے بھاگنے لگے۔ امیہ ایک جسیم شخص تھا۔ میں نے اسے کہا ''بیٹھ جاؤ''۔ وہ بیٹھ گیا۔ میں نے خود کو اس کے اوپر گرا لیا۔ ''مگر انہوں نے اسے تلواروں سے مار مار کر قیمہ بنا دیا''۔ اس سے یہی حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ نصرت صبر کے ساتھ ہے۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے صبر کیا تو امیہ ان کے ہاتھوں ہی مقتول ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔

وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ (الصافات)

''اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب ہوا کرتا ہے''۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بہت سے اشعار کہہ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بشارت دی۔ ان میں سے ایک شعر یہ بھی ہے۔

هنيئاء ذاك الرحمان خيرًا لقد أدركت ثأرك يا بلال

اے بلال! اللہ تعالیٰ آپ کی بھلائی میں اضافہ کرے۔ آپ کا بدلہ لے لیا گیا ہے۔

حاکم نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو قحافہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا ''آپ کمزور کمزور غلام خرید کر آزاد کر رہے ہیں کاش! آپ طاقتور اور تنومند غلام خرید کر آزاد کرتے جو آپ کی حفاظت کرتے

اور ضرورت کے وقت آپ کے کام آتے"۔ انہوں نے عرض کی "والد گرامی! میں انہیں رضائے الٰہی کے لئے خرید کر آزاد کرتا ہوں"۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی ۝ (اللیل)

"پھر جس نے (راہ خدا میں اپنا) مال دیا اور (اس سے) ڈرتا رہا"۔

"السیرۃ الحلبیہ" میں ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے۔ اس وقت انہیں اذیت دی جارہی تھی۔ ان کے سینے پر بہت بڑا پتھر رکھا ہوا تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف سے کہا "کیا تو اس مسکین کے بارے رب تعالیٰ سے نہیں ڈرتا"۔ امیہ نے کہا "اسے تم نے ہی خراب کیا ہے۔ اسے اس اذیت سے تم ہی بچالو"۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میرے پاس ایک سیاہ فام غلام ہے جو بلال سے زیادہ قوی اور مضبوط ہے۔ جو تمہارے ہی دین پر ہے۔ میں وہ غلام تجھے بلال رضی اللہ عنہ کے عوض دیتا ہوں" امیہ نے کہا "ٹھیک ہے" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا غلام امیہ کو دیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لے کر آزاد کر دیا۔

تفسیر بغوی میں حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ امیہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا "امیہ! کیا سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو فروخت کرتے ہو؟ اس نے کہا "ہاں!" میں قسطاس، دس ہزار دینار غلاموں اور لونڈیوں کے عوض فروخت کر دوں گا۔ قسطاس مشرک تھا اور اسلام کا منکر تھا۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید لیا۔ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کا امیہ سے سودا کیا تو امیہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا "میں ابوبکر سے ایسی چال چلوں گا جو کسی نے کسی کے ساتھ نہیں چلی ہوگی"۔ پھر وہ ہنسا۔ اس نے کہا "مجھے اپنا غلام قسطاس دے دیں" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اگر میں نے قسطاس تجھے دے دیا تو اس کے عوض بلال مجھے دے دے گا"۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا "میں نے قسطاط تجھے دے دیا" یہ سن کر امیہ ہنسا۔ اس نے کہا "بخدا! میں اس وقت تک بلال نہ دوں گا جب تک آپ مجھے قسطاس کی عورت بھی اس کے ساتھ نہیں دے دیتے"۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا "اگر میں قسطاس اور اس کی بیوی تجھے دے دوں تو کیا تو بلال مجھے دے دے گا"۔ امیہ نے کہا "ہاں!" حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں نے تجھے قسطاس اور اس کی بیوی دے دی" یہ سن کر امیہ ہنسا۔ اس نے کہا "نہیں بخدا! میں اس وقت تک بلال آپ کو نہ دوں گا جب تک آپ مجھے قسطاس کی بیوی کے ساتھ ساتھ اس کی بیٹی بھی نہ دیں"۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اگر میں نے قسطاس، اس کی بیوی اور بیٹی تجھے دے دی تو کیا تو بلال مجھے دے دے گا؟" اس نے کہا "ہاں!" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں نے یہ تینوں تجھے دے دیئے"۔ یہ سن کر امیہ پھر ہنسا۔ اس نے کہا "نہیں بخدا! اس وقت تک نہیں جب تک آپ مجھے دوسو دینار بھی ساتھ دیں"۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تو انسان ہے تجھے جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آتی"۔ امیہ نے کہا "مجھے لات وعزیٰ کی قسم! اگر آپ مجھے یہ چیزیں دے دیں تو میں بلال آپ کو دے دوں گا"۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں یہ ساری چیزیں تجھے دیتا ہوں"۔ اس نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا انہوں نے انہیں آزاد کر دیا۔

ایک اور روایت کے مطابق انہوں نے حضرت بلال کو سات اوقیہ چاندی اور دوسری روایت کے مطابق ایک رطل سونے کے عوض انہوں نے حضرت بلال کو خریدا۔ اس کے علاوہ بھی متفرق روایات ہیں۔ یہ بھی روایت ہے کہ ان کے مالک نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا "اگر آپ اس بلال کے عوض صرف ایک اوقیہ چاندی دیتے ہم پھر بھی آپ کو دے دیتے"۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اگر تو ان کے عوض ایک سو اوقیہ چاندی بھی مانگتا تو میں وہ بھی تجھے دے دیتا"۔ مشرکین نے کہا "ابوبکر نے کسی احسان کی وجہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات بینات نازل کیں۔

وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى ۝ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝ فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى ۝ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرٰى ۝ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدّٰى ۝ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولٰى ۝ فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝ لَا يَصْلٰهَا إِلَّا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ (الیل)

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے بھی شریک کر لینا" انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے بلال کو آزاد کر دیا ہے"۔ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدا تو انہوں نے کہا "اگر آپ نے مجھے اپنے لئے خریدا ہے تو مجھے اپنے پاس رکھ لیں اور اگر مجھے اللہ تعالیٰ کے لئے خریدا ہے تو مجھے اس کے لئے آزاد کر دیں"۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں آزاد کر دیا۔

روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بلال کو خرید لیتا"۔ حضرت عباس گئے حضرت بلال کو خریدا اور انہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ ان تمام روایات کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے امیہ کو ترغیب دلائی کہ وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فروخت کر دے۔ جب امیہ نے اپنی رضا کا اظہار کیا تو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا تو انہوں نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اور بھی کئی غلام خریدے اور انہیں حصول رضائے الٰہی کے آزاد کر دیا۔ انہی ہستیوں میں سے ایک حضرت حمامہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں یہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی ان ہی فرخندہ فال غلاموں میں سے تھے۔ انہیں راہ خدا میں اتنی اذیت دی جاتی کہ انہیں علم نہیں ہوتا تھا کہ ان کی زبان سے کیا نکل رہا ہوتا تھا یہ بنو تیم کے ایک شخص کے غلام تھے۔ حضرت فکیہہ رضی اللہ عنہ بھی انہی غلاموں میں سے تھے جنہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رضائے الٰہی کے لئے آزاد کیا۔ انہوں نے اس وقت اسلام قبول کیا جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تھا۔ یہ صفوان بن امیہ کے غلام تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے صفوان نے انہیں پکڑ رکھا تھا۔ اس

نے انہیں زنجیریں پہنا رکھی تھیں۔ سخت دوپہر کے وقت وہ انہیں لے کر باہر نکلا انہیں تپتی ریت پر لٹایا۔ بہت بھاری پتھر ان کے پیٹ پر رکھ دیا۔ شدت تکلیف سے انہوں نے اپنی زبان باہر نکال رکھی تھی۔ صفوان کے چچا ابی بن خلف نے کہا "اس کی اذیت میں اضافہ کرتے جاؤ۔ حتیٰ کہ محمد (عربی) صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئیں اور اسے اپنے جادو سے نجات دلائیں"۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید ااور آزاد کر دیا۔

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ام عنیس رضی اللہ عنہا کو بھی خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ انہیں بھی سخت اذیتیں دی جاتی تھیں۔ یہ بنوزہرہ کی لونڈی تھیں۔ اسود بن عبد یغوث انہیں سخت تکالیف دیتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی نور نظر حضرت لطیفہ رضی اللہ عنہا کو خرید کر آزاد کر دیا۔ اسی طرح انہوں نے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی بہن یا امی کو خرید کر آزاد فرما دیا تھا۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی لونڈی تھیں۔ وہ قبول اسلام سے قبل انہیں بہت زیادہ اذیتیں دیتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے تو وہ انہیں سخت اذیتیں دے رہے تھے۔ انہوں نے انہیں اتنا مارا کہ خود ہی تھک گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی خرید ااور آزاد کر دیا۔ حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی لونڈی تھیں۔ قبول اسلام سے قبل وہ انہیں بہت زیادہ اذیتیں دیتے تھے۔ قریش کی ایک جماعت بھی حضرت عمر فاروق کے ساتھ انہیں اذیتیں دیتے تھے۔ مگر یہ بلند حوصلہ خاتون اسلام کا نعرہ ہی الاپتی رہتی تھیں ابوجہل کہا کرتا تھا "کیا تم ان غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تعجب نہیں کرتے۔ اگر محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی بھلائی کے ساتھ مبعوث ہوتے تو یہ ہم سے کبھی بھی سبقت نہ لے جاتے۔ دیکھو نا کیا زنیرہ رشد و ہدایت کے حصول میں ہم سے سبقت لے گئی ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ ۚ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَٰذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ ﴿١١﴾ (الاحقاف)

"اور کفار اہل ایمان کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر یہ (اسلام) کوئی بہتر چیز ہوتی تو یہ ہم سے سبقت نہ لے جاتے اس کی طرف۔ اور کیونکہ انہیں ہدایت نصیب نہیں ہوئی قرآن سے تو یہ اب ضرور کہیں گے کہ (اجی) یہ تو وہی پرانا جھوٹ ہے"۔

حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا کو اتنا ستایا گیا۔ اتنی اذیتیں دی گئیں کہ ان کی بینائی جاتی رہی۔ مشرکین مکہ نے کہا "لات و عزیٰ نے اس کی بصارت چھین لی ہے"۔ ابوجہل ان کے پاس آیا۔ اس نے حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا سے کہا "لات و عزیٰ نے تمہیں یہ سزا دی ہے"۔ کفار قریش نے بھی ابوجہل کی سی بات کی۔ حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "بخدا! حقیقت اس طرح نہیں ہے۔ لات و عزیٰ کو تو یہ بھی علم نہیں کہ ان کی پرستش کون کر رہا ہے؟ یہ تو ایک سماوی امر ہے۔ میرا رب تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ میری بصارت لوٹا دے"۔ اسی رات کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے ان کی بصارت لوٹا دی۔ قریش نے کہا "یہ تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا جادو ہے"۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید ااور آزاد کر دیا۔ اس طرح کمزور اور ناتواں مسلمانوں کو قریش مکہ لوہے کی زرہیں پہناتے اور انہیں دھوپ میں پھینک دیتے تھے تاکہ دھوپ ان پر گہرا اثر کرے۔

حضور اکرم رحمت عالم ﷺ اپنے چچا ابو طالب، معجزات ظاہرہ اور بینات قاہرہ کی وجہ سے کافی حد تک مشرکین مکہ کی اذیتوں سے محفوظ تھے۔ رب تعالیٰ نے آپ کو بچا رکھا تھا جیسا کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کا ایک نر اونٹ کی صورت میں آنا کہ وہ ابوجہل کو مار ڈالیں۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی سخت اور شدید اذیتوں سے بچا رکھا تھا۔ پھر بھی انہیں بعض اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا عنقریب یہ تذکرہ ہوگا کہ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا مگر پھر یہ ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن کمزور مسلمان مشرکین کی طرف سے طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلاء تھے۔

ہجرت حبشہ

پھر حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے ''ہجرت حبشہ کا سبب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ مشرکین مکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سخت اذیتیں دے رہے تھے۔ کمزور اور ناتواں مسلمان ان اذیتوں کو روک نہیں سکتے تھے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا ''کاش کہ تم سرزمین حبشہ کی طرف چلے جاؤ۔ وہاں ایک ایسا بادشاہ برسر اقتدار ہے جس کے ہوتے ہوئے وہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ یہ سچائی کی زمین ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان ہلاکت خیز مصائب سے نکلنے کے لئے تمہارے لئے کوئی سبیل پیدا فرما دے''۔ مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تاکہ دشمن انہیں فتنہ و مصائب میں مبتلاء کر کے انہیں دین الٰہی سے برگشتہ نہ کر دے۔ یہ اسلام کی پہلی ہجرت تھی۔ اس وقت رجب کا مہینہ تھا اور نبوت کا پانچواں سال تھا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تنہا اور بعض نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہجرت کی۔ وہ ہستی جس نے اپنی اہلیہ محترمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہجرت کی وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ بنت النبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کیساتھ ہجرت کی۔ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہجرت کی۔ وہاں ان کے ہاں حضرت محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی اس طرح حضرت عامر بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت لیلیٰ عدویہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ ہجرت کی۔ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے بھی ہجرت کی ان کا نام برکتہ تھا۔ انہوں نے حضور ﷺ کی نور نظر کی خدمت کی سعادت ازلی حاصل کرنے کے لئے ہجرت کی۔

وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے اپنے اہل خانہ کے بغیر ہجرت کی وہ درج ذیل ہیں۔ ''حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر بن عوام، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت سہیل بن بیضاء، حضرت سبرۃ بن ابی رہم، حضرت حاطب بن عمرو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم۔ یہ مکہ مکرمہ سے چپکے سے عازم سفر ہوئے۔ پھر نصف دینار پر کشتی اجرت پر لی۔ قریش مکہ ان کے تعاقب میں نکلے۔ وہ سمندر تک پہنچے۔ اس وقت مسلمان کشتی پر سوار ہو چکے تھے۔ وہ کسی ایک مسلمان کو بھی نہ پکڑ سکے۔

وہ ذات جس نے سب سے پہلے اپنی اہلیہ محترمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہجرت کی وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ہستی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''حضرت لوط علیہ السلام کے بعد جس نے اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت کی وہ حضرت عثمان ذوالنورین ہیں''۔ کافی

مدت تک حضور اکرم ﷺ کو ان کے متعلق خبر نہ ملی۔ ایک عورت حاضر خدمت ہوئی۔ اس نے عرض کی ''میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ کو دراز گوش پر سوار کر رکھا تھا''۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائی ''اللہ تعالیٰ ان کا سفر بخیر و عافیت انجام تک پہنچائے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بہت باجمال تھیں۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی بہت خوبصورت تھے۔ اسی لئے عورتیں ان کی شان میں یہ شعر پڑھا کرتی تھیں۔

اَحْسَنُ شَیْئٍ قَدْیَرٰی اِنْسَانٌ رُقَیَّۃُ وَ بَعْلُھَا عُثْمَانُ

وہ حسین ترین شے جسے ایک انسان نے دیکھا ہے وہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر نامدار حضرت عثمان ہیں۔

روایت ہے کہ حضور ﷺ نے کسی کام کے لئے ایک شخص کو حضرت عثمان غنی اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ کھانا لے کر گیا تھا۔ وہ کافی عرصہ بعد بارگاہ رسالت مآب میں واپس آیا۔ جب وہ حاضر خدمت ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ تم وہاں اتنا عرصہ کیوں رہے؟ اس نے عرض کی ''ضرور'' آپ نے فرمایا ''تم حضرت عثمان غنی اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال کو دیکھتے رہے اور تعجب کرتے رہے''۔ اس شخص نے عرض کی ''مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے آپ نے سچ فرمایا ہے''۔ یہ واقعہ آیۂ حجاب کے نزول سے قبل کا ہے۔ روایت ہے کہ بعض حبشی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھتے تھے جس سے آپ کو اذیت ہوتی تھی۔ انہوں نے ان کے لئے بددعا کی تو وہ سارے ہلاک ہو گئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جمال و زیبائی میں روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''مجھے حضرت جبرائیل امین نے کہا ''اگر آپ روئے زمین پر حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کی شبیہ دیکھنا چاہتے ہیں تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیں''۔

حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''جنت میں ہر نبی کا کوئی نہ کوئی رفیق ہوگا۔ وہاں میرے رفیق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہوں گے''۔ جب مسلمان حبشہ پہنچے تو نجاشی ان کے ساتھ عزت و تکریم کے ساتھ پیش آیا۔ مسلمان امن و آشتی سے وہاں رہنے لگے۔ مسلمانوں نے کہا ''اہل حبشہ نے ہمارے ساتھ بہت عمدہ سلوک کیا۔ ہم بڑے سکون کے ساتھ اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرتے۔ وہ نہ تو ہمیں اذیت دیتے۔ نہ ہی ہم ان سے کوئی اذیت ناک بات سنتے''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حبشہ کی طرف ہجرت

جب مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تو بقیہ مسلمانوں پر مکہ معظمہ میں اذیت و تکلیف کی آندھی سخت ہو گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ عازم سفر ہو کر برک الغماد تک پہنچ گئے۔ برک الغماد مکہ مکرمہ سے پانچ راتوں کی مسافت پر یمن کی طرف ایک جگہ کا نام ہے۔ وہاں انہیں بنو قارہ کا سردار ابن الدغنہ ملا۔ یہ بنو زہرہ کے حلیف تھے۔ ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر صدیق سے کہا ''ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے؟'' انہوں نے فرمایا ''مجھے میری قوم نے شہر مکہ سے نکال دیا ہے۔ میں زمین میں گھوم کر اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرنا چاہتا ہوں''۔ ابن دغنہ نے کہا ''ابوبکر! آپ جیسی ذات کو نہ تو نکالا جا سکتا ہے نہ وہ خود نکل سکتی ہے۔ آپ محتاجوں کی مدد کرتے ہیں صلہ رحمی کرتے ہیں۔ کمزوروں کا بوجھ

اٹھاتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ حق کے امور میں مدد کرتے ہیں۔ میں آپ کو پناہ دیتا ہوں۔ اپنے شہر لوٹ جائیں اور اپنے شہر میں ہی اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کریں"۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔ ان کے ہمراہ ابن دغنہ بھی تھا۔ وہ سرداران قریش کے پاس گیا۔ اس نے کہا "ابوبکر جیسی ذات کو نہ تو شہر سے باہر نکالا جا سکتا ہے۔ نہ ہی وہ خود نکل سکتے ہیں کیا تم ایسے شخص کو باہر نکالتے ہو۔ جو کمزوروں کی مدد کرتا ہے۔ صلہ رحمی کرتا ہے۔ ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ مہمانوں کی ضیافت کرتا ہے اور حق کے امور پر مدد کرتا ہے"۔ قریش مکہ نے ان میں سے کسی وصف کا بھی انکار نہ کیا انہوں نے ابن دغنہ کی پناہ قبول کر لی۔ انہوں نے کہا "ابوبکر سے کہیں کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں۔ وہ اپنے گھر میں ہی نماز ادا کریں۔ وہاں جو چاہیں پڑھیں۔ وہ ہمیں اذیت نہ دیں۔ نہ ہی اعلانیہ قرآن پاک کی تلاوت کریں۔ ہمیں خدشہ ہے کہ وہ ہماری خواتین اور ہمارے بیٹوں کو فتنہ میں مبتلا کر دیں گے"۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ امور بتائے۔ اور انہی پر انہیں پناہ دی۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں ہی اپنے رب کی عبادت کرنے لگے۔ کافی مدت تک وہ باآواز بلند قرأت نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی تھی۔ وہ اسی مسجد میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے۔ مشرکین مکہ کی خواتین اور بچے آپ کے پاس بھیڑ بنالیتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قرأت اور گریہ وزاری پر تعجب کرتے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب بھی قرأت کرتے تھے تو بہت زیادہ گریہ زاری کرتے تھے ان کی مبارک آنکھوں سے قطرات رکتے ہی نہ تھے۔ مشرکین مکہ پر یہ امر بہت گراں گزرا۔ انہوں نے ابن دغنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے اسے کہا "ہم نے حضرت ابوبکر کے بارے تمہاری پناہ اس شرط پر قبول کی تھی کہ وہ اپنے گھر میں رب تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔ انہوں نے اپنے گھر میں مسجد بنالی ہے وہاں وہ بلند آواز سے قرأت کرتے ہیں اور بلند آواز سے ہی نماز پڑھتے ہیں۔ ہمیں خدشہ ہے کہ وہ ہماری خواتین اور بچوں کو فتنہ میں مبتلا کر دیں گے۔ تم انہیں منع کرو۔ اگر وہ پسند کریں کہ وہ تنہا اپنے گھر میں رب تعالیٰ کی عبادت کریں تو بہتر ورنہ انہیں اپنی پناہ لوٹا دو۔ ہمیں یہ بات سخت ناپسند ہے کہ وہ آپ کو دھوکہ دیں"۔ ابن دغنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ اس نے کہا "آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کو کس شرط پر پناہ دی تھی۔ یا تو ان شرائط پر عمل پیرا ہوں یا میری پناہ اور ذمہ داری واپس کر دیں۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ عرب سنیں کہ میں نے اس شخص سے دھوکہ کیا ہے جسے میں نے پناہ دی تھی"۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں تیری پناہ واپس کرتا ہوں۔ میں رب تعالیٰ کی پناہ پر ہی راضی ہوں"۔

حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جو شخص غور و فکر کرے گا اس کے لئے بہت سے امور عیاں ہوں گے۔ ابن دغنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو انہی صفات سے یاد کیا جو اوصاف حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے نزول وحی کی ابتداء میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کئے تھے۔ یہ اوصاف حمیدہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں۔ کہ وہ ایسے شمائل حمیدہ سے متصف تھے۔ جو کمال اور انتہاء کو پہنچے ہوئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اور ابوبکر صدیق مقابلہ کے دو گھوڑوں کی طرح تھے۔ میں نبوت کی طرف آگے نکل گیا انہوں نے میری پیروی کی۔ اگر وہ مجھ سے

آگے نکل جاتے تو میں ان کی پیروی کر لیتا"۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور سید عالم ﷺ، سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی تخلیق ایک ہی مٹی سے ہوئی۔

مہاجرین حبشہ کی واپسی

بعثت کا پانچواں سال تھا۔ ماہ شوال تھا۔ بہت سے مہاجرین حبشہ مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔ کیونکہ انہیں یہ خبر پہنچی تھی کہ سارے کفار قریش نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس خبر کے پھیلنے کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے قریش کی موجودگی میں سورۃ والنجم پڑھی اس کے آخر میں سجدہ کیا۔ آپ نے سجدہ کیا تو ایک شخص کے علاوہ سارے مشرکین مکہ نے سجدہ کیا۔ وہ شخص امیہ بن خلف تھا۔ اس نے مٹھی بھر خاک لی اور اسے اپنی پیشانی پر رکھ لیا۔ اس نے از روئے تکبر سجدہ نہ کیا۔ اس نے کہا "مجھے یہی کافی ہے"۔ صحیح روایت کے مطابق مشرکین کے اس سجدہ کا سبب یہ تھا کہ انہیں وہم ہوا تھا کہ حضور ﷺ نے ان کے معبودان باطلہ کو بھلائی کے ساتھ یاد کیا تھا۔ جب انہوں نے یہ سنا۔

اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿٢٠﴾ (النجم)

ایک اور قول یہ ہے کہ اس آیت طیبہ

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿٢٠﴾ (النجم)

"(اے کفار!) کبھی تم نے غور کیا لات و عزیٰ کے بارے میں اور منات کے بارے میں جو تیسری ہے"۔

کے بعد شیطان نے مشرکین کے کانوں میں یہ قول ڈال دیا تھا۔

تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى۔

بعض محدثین اور مفسرین نے ان کلمات کا اثبات کیا ہے اور بعض نے ان کی نفی کی ہے۔ انہوں نے کہا "یہ جھوٹ ہے۔ اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے"۔ انہوں نے ان روایات پر طعن کیا ہے جن میں یہ تذکرہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ مشرکین مکہ نے اس لئے سجدہ کیا تھا کہ انہیں وہم ہوا تھا کہ حضور ﷺ نے ان کے معبودان باطلہ کی مدح کی ہے، جن محدثین اور مفسرین نے اس روایت کا اثبات کیا ہے انہوں نے اس میں بہت زیادہ اختلاف کیا ہے۔ محققین نے اس شرط پر اس روایت کو تسلیم کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا کلام نہیں ہے بلکہ یہ شیطان کا کلام ہے جو اس نے مشرکین کے کانوں کی طرف پھینکا تھا تاکہ وہ انہیں فتنہ میں مبتلا کر دے۔ مسلمانوں میں سے کسی ایک نے بھی یہ کلام نہیں سنا تھا۔ اللہ رب العزت کے اس فرمان عالیشان سے یہی مراد ہے۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ (الحج:52)

"اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی مگر اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب اس نے کچھ پڑھا تو ڈال دیئے شیطان نے اس کے پڑھنے میں (شکوک)"۔

ایک قول یہ ہے کہ ایک کافر نے حضور ﷺ کی قرأت کے دوران یہ کلمات کہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی قرأت کے

وقت مشرکین بہت زیادہ شور وغل مچاتے تھے۔ وہ اس خدشہ سے بہت زیادہ غل مچاتے تھے کہ کہیں لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سماعت نہ کرلیں۔ یہ سب کچھ شیطان کی ترغیب کی وجہ سے ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ (حم السجدۃ)

''اور کہنے لگے وہ کافر مت سنا کرو اس قرآن کو اور شور وغل مچا دیا کرو اس کی تلاوت کے درمیان شاید تم (اس طرح) غالب آجاؤ''۔

جب امر خوب واضح ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ (الحج:52) جب سرزمین حبشہ پر اہل مکہ کے اسلام کی خبر پہنچی تو وہاں پر مقیم مسلمان بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا ''اہل مکہ کے مسلمان اب اذیتوں سے محفوظ ہو گئے ہیں۔ وہ جلدی جلدی حبشہ سے عازم سفر ہوئے۔ جب وہ مکہ مکرمہ سے ایک دن کی مسافت پر تھے تو وہ بنو کنانہ کے ایک کارواں سے ملے۔ ان سے قریش کے متعلق سنا انہوں نے کہا ''محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے معبودان کو بھلائی کے ساتھ یاد کیا ہے۔ گروہ قریش اسلام لے آیا ہے۔ پھر آپ معبودان باطلہ کو برا بھلا کہنے لگے تو انہوں نے بھی دوبارہ عداوت ونفرت کا اظہار کر دیا۔ ہم نے اس حالت میں قریش مکہ کو چھوڑا ہے''۔ مسلمانوں نے واپس حبشہ جانے کے لئے مشاورت کی۔ پھر انہوں نے کہا ''ہم مکہ مکرمہ پہنچ چکے ہیں۔ ہم اس شہر مبارک میں داخل ہوتے ہیں۔ ہم وہاں قریش کا سلوک دیکھتے ہیں۔ اپنے اہل خانہ سے ملاقات کرتے ہیں پھر ہم واپس چلے جائیں گے''۔ مسلمان شہر مکہ میں داخل ہو گئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ سارے اہل ایمان کسی نہ کسی کی پناہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ وہ کسی کی پناہ کے بغیر ہی مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ پھر جلدی جلدی حبشہ کی طرف لوٹ گئے۔

حضرت عثمان بن مظعون کی حیرت افزاء داستان

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ولید بن مغیرہ کی پناہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ کمزور مسلمان مشرکین کے ظلم وستم کا تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں۔ وہ کسی کی پناہ میں نہیں ہیں جو ان کا دفاع کرتا۔ جبکہ وہ خود امن سے ہیں۔ کوئی انہیں اذیت نہیں دیتا تو انہوں نے ولید کی پناہ لوٹا دی۔ انہوں نے فرمایا ''مجھے رب تعالیٰ کی پناہ ہی کافی ہے''۔ اسی اثناء میں کہ وہ قریش کی محافل میں سے کسی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے اور لبید بن ربیعہ (اسلام لانے سے قبل) وفد کی صورت میں قریش کے پاس آیا۔ اس نے اپنا یہ شعر پڑھا

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهِ بَاطِلُ۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تو نے سچ کہا ہے'' پھر لبید نے کہا

وَكُلُّ نَعِيْمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلُ۔ ہر نعمت یقیناً مٹنے والی ہے۔

حضرت عثمان نے فرمایا ''تو نے جھوٹ بولا ہے۔ جنت کی نعمتوں کو زوال نہیں ہے''۔ لبید نے کہا ''اے گروہ قریش! تمہارے ہم نشین کو کب سے اذیت دی جانے لگی ہے؟'' ان میں سے ایک شخص اٹھا۔ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تھپڑ مارا۔

جس سے ان کی آنکھ سبز ہوگئی۔ ولید نے انہیں اس کی پناہ واپس کرنے پر ملامت کی اور کہا "تم ایک محفوظ پناہ میں تھے"۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میری دوسری آنکھ بھی منتظر ہے کہ اسے راہ خدا میں اس طرح کی تکلیف کب پہنچتی ہے"۔ ولید نے کہا "اب بھی میری پناہ میں آجاؤ" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا "نہیں! مجھے رب تعالیٰ کی پناہ کی کافی ہے"۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی پناہ

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے فرزند دلبند تھے۔ ان کا شمار سابقین اولین میں ہوتا ہے۔ یہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار تھے۔ ان کے وصال کے بعد وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد میں آئیں۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام برہ بنت عبدالمطلب تھا۔ حضرت ابوسلمہ جناب ابوطالب کی پناہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ بنومخزوم کے بعض افراد جناب ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا "ابوطالب! تم نے اپنے بھتیجے کو ہم سے محفوظ کرلیا ہے۔ اب تم نے ہمارے صاحب کو بھی پناہ دے دی ہے۔ اب وہ تمہاری پناہ میں محفوظ ہے"۔ بنومخزوم حضرت ابو سلمہ کو اذیتیں دینا چاہتے تھے"۔ جناب ابوطالب نے کہا "ابوسلمہ نے مجھ سے پناہ طلب کی۔ وہ میرا بھانجا ہے اگر میں اپنے بھانجے کا دفاع نہیں کرسکتا تو پھر اپنے بھتیجے کا بھی دفاع نہیں کرسکتا"۔ ابولہب جناب ابوطالب کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا "اے گروہ قریش! تم لگاتار اس بوڑھے شخص کو تکالیف دیتے رہے ہو۔ اب تم نے رکنا ہوگا ورنہ میں ہر جگہ ان کی اعانت کروں گا حتیٰ کہ وہ وہ مقصد حاصل کرلیں جو ان کا ارادہ ہے"۔ قریش مکہ نے کہا "ابوعتبہ! جو کام تمہیں ناپسندیدہ ہوگا وہ ہم نہیں کریں گے"۔ انہوں نے اس خدشے سے وہ پناہ جائز قرار دی کہ کہیں ابولہب بھی ابوطالب کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت نہ کرنے لگے۔ کیونکہ ابولہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت اور دشمنی میں قریش کے ساتھ ساتھ تھا۔ ابولہب قریش کا مددگار اور ناصر تھا۔ انہیں یہ خدشہ دامن گیر ہوگیا کہ کہیں یہ ان میں سے نکل نہ جائے۔ جب اس واقعہ میں ابولہب نے ابوطالب کا ساتھ دیا تو ابوطالب نے سوچا کہ شاید ابولہب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت کرنے لگے۔ انہوں نے بعض اشعار کہے۔ جن میں ابولہب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت پر ابھارا۔ مگر ابولہب پر بدبختی چھائی رہی۔

جب حبشہ سے آنے والے مہاجرین پر یہ بات عیاں ہوگئی کہ قریش مکہ نے اسلام قبول نہیں کیا تو وہ حبشہ واپس چلے گئے۔ اس ہجرت کو ہجرت حبشہ ثانیہ کہا جاتا ہے۔

اہل ایمان کی اکثریت حبشہ ہجرت کرگئی۔ دوسری بار تراسی (83) مرد اور بارہ خواتین نے ہجرت کی۔ مرد حضرات میں سے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس کے ساتھ، حضرت مقداد بن اسود، حضرت عبداللہ بن مسعود، عبیداللہ بن جحش نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہجرت کی۔ عبیداللہ بن جحش نے وہاں نصرانیت اختیار کرلی۔ یہ نصرانیت پر ہی مرا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ پھر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد میں آگئیں۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے خواب میں کسی کو دیکھا اس نے مجھے کہا "ام المومنین!" میں یہ سن کر گھبرا گئی میں نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے شرف زوجیت عطا فرمائیں

گے"۔ پھر آپ نے مجھے یہ شرف ابدی عطا فرما دیا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں یمن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی خبر ملی۔ وہ اپنے ساتھ پچاس افراد لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہونے کے لئے عازم سفر ہوئے۔ کشتی نے انہیں حبشہ کے ساحل پر پھینک دیا۔ انہوں نے وہاں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو دیکھا۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے انہیں وہیں مقیم ہو جانے کے لئے کہا وہ وہیں ٹھہر گئے۔ پھر فتح خیبر کے وقت بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گئے۔

اہل مکہ کی سفارت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نجاشی کے پاس بڑے سکون اور اطمینان سے رہ رہے تھے۔ وہ ایک عمدہ پڑوسی ثابت ہوا تھا۔ قریش مکہ نے مہاجرین حبشہ کے پیچھے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو بھیجا۔ البتہ محققین علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس سفر میں عبداللہ بن ابی ربیعہ عمرو کے ساتھ نہ تھا۔ بلکہ وہ کسی دوسرے سفر میں اس کے ہمراہ تھا۔ یہ سفر انہوں نے غزوۂ بدر کے بعد کیا تھا اس سفر میں عمرو کے ساتھ عمارہ بن ولید تھا۔ یہ وہی عمارۃ تھا جسے قریش نے جناب ابو طالب کو پیش کیا تھا تاکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے سپرد کر دیں۔ وہ آپ کو شہید کر دیں۔

قریش مکہ نے عمرو اور عمارہ کے ہاتھوں نجاشی کے لئے بہت سے تحائف بھیجے۔ جن میں ایک عمدہ گھوڑا اور ریشمی جبہ بھی شامل تھا۔ انہوں نے حبشہ کے سرداران اور عظماء کے لئے بھی تحائف بھیجے۔ تاکہ وہ اس کے مقصد و مدعا کے لئے ان کی مدد کریں تاکہ وہ مسلمانوں کو واپس لوٹا دیں۔ عمرو اور عمارہ نجاشی کے پاس پہنچے۔ سب سے پہلے اسے سجدہ کیا۔ ایک نجاشی کے دائیں طرف دوسرا بائیں طرف بیٹھ گیا۔ دوسری روایت کے مطابق عمرو نجاشی کے ساتھ اس کے تخت پر بیٹھ گیا۔ اس نے ان کے تحائف قبول کر لئے۔ ان دونوں نے نجاشی سے کہا "ہمارے کچھ چچازاد آپ کی زمین پر فروکش ہوئے ہیں۔ انہوں نے ہمیں اور ہمارے معبودان باطلہ کو چھوڑ دیا ہے۔ وہ تمہارے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے ایک نیا دین ایجاد کیا ہے جسے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ ہی تم اس سے آشنا ہو۔ ہمیں سرداران قریش نے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ انہیں واپس کر دیں"۔ نجاشی نے پوچھا "وہ کہاں ہیں؟" انہوں نے بتایا "وہ آپ کی سلطنت میں ہیں"۔ نجاشی نے اہل ایمان کی جستجو میں اپنے آدمی روانہ کئے۔ حبشہ کے سرداروں نے کہا "وہ لوگ ان کے سپرد کر دیں۔ یہ ان کے حالات سب سے بہتر جاننے والے ہیں"۔ نجاشی نے کہا "بخدا! ہرگز نہیں حتیٰ کہ میں انہیں جان لوں کہ وہ کون ہیں؟" عمرو نے کہا "وہ آپ کو سجدہ نہیں کریں گے۔ نہ ہی آپ کو اس طرح سلام کریں گے جس طرح لوگ آپ کو سلام کرتے ہیں"۔ جب مسلمان نجاشی کے پاس پہنچے تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا "آج میں تمہارا خطیب ہوں"۔

ایک اور روایت میں ہے "مسلمانوں کے پاس نجاشی کا قاصد پہنچا۔ اس نے نجاشی کا پیغام دیا۔ سارے مسلمان جمع ہو گئے"۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا "جب تم نجاشی کے پاس جاؤ گے تو تم اسے کیا کہو گے؟" حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا "آج میں تمہارا خطیب ہوں گا۔ ہم نجاشی کو وہی کچھ کہیں گے جس کا ہمیں علم ہے اور جس کا حکم ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے دیا ہے۔ چاہے جو کچھ بھی ہو جائے"۔ نجاشی نے اپنے پادری بلا رکھے تھے۔ انہیں اپنے صحیفے کھولنے کا حکم دے رکھا تھا۔ جب حضرت جعفر طیار اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم تشریف لائے تو انہوں نے بآواز بلند کہا "جعفر دروازہ پر ہے۔ وہ اجازت طلب کرتا ہے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا گروہ (حزب اللہ) ہے"۔ نجاشی نے کہا "اللہ تعالیٰ کی امان اور اس کے ذمہ کے ساتھ داخل ہو جاؤ"۔ حضرت جعفر طیار اور دیگر صحابہ کرام نجاشی کے دربار میں داخل ہو گئے۔ بادشاہ نے کہا "مجھے سجدہ نہ کرنا" عمرو نے عمارہ سے کہا "کیا تو دیکھ نہیں رہا کہ مسلمان کس طرح خود کو "حزب اللہ" کہہ رہے ہیں اور بادشاہ نے انہیں کیا جواب دیا ہے"۔ ایک اور روایت میں ہے کہ عمرو نے نجاشی سے کہا "شاہ والا! کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ یہ مسلمان کتنے متکبر ہیں۔ انہوں نے آپ کو سجدہ بھی نہیں کیا"۔ نجاشی نے کہا "تم نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا مجھے اس طرح سلام کیوں نہیں دیا جس طرح دیگر لوگ مجھے سلام دیتے ہیں"۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہم صرف اور صرف اللہ رب العزت کو سجدہ کرتے ہیں"۔ نجاشی نے پوچھا "وہ کیوں؟" حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا "کیونکہ رب تعالیٰ نے ہم میں ایک رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث کیا ہے۔ انہوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم رب تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ نہ کریں۔ انہوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اہل جنت کا سلام "السلام علیکم" کہنا ہے۔ انہوں نے ہمیں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے"۔ عمرو نے کہا "نجاشی! یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آپ سے مخالفت کرتے ہیں۔ یہ انہیں اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہیں کہتے"۔ نجاشی نے کہا "تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے متعلق کیا کہتے ہو؟" حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہم ان کے متعلق اسی طرح کہتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی روح اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم پاکباز رضی اللہ عنہا کی طرف پھینکا تھا"۔ نجاشی نے کہا "اے گروہ حبشہ! اے راہبو! جو کچھ تم کہتے ہو انہوں نے اس پر اضافہ نہیں کیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں وہ وہی ذات والا ہیں جن کی بشارت انجیل میں دی گئی ہے"۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نجاشی نے اپنے پاس موجود راہبوں اور پادریوں سے کہا "میں تمہیں اس رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کی کیا تم کسی ایسے نبی کو پاتے ہو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور قیامت کے مابین مبعوث ہوں گے۔ ان کے اوصاف حمیدہ وہی ہوں گے جو انہوں نے بیان کئے ہیں؟" پادریوں اور راہبوں نے کہا "ہاں! اللہ کی قسم! حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے ان کی بشارت دی تھی"۔ انہوں نے کہا "جو ان پر ایمان لایا وہ مجھ پر ایمان لایا۔ جس نے ان کا انکار کیا اس نے میرا انکار کیا"۔ اس وقت نجاشی نے کہا "بخدا! اگر مجھ پر یہ سلطنت کا بوجھ نہ ہوتا تو میں ان کی اتباع کرتا۔ ان کے نعلین پاک اٹھانے کی سعادت حاصل کرتا اور ان کے دست اقدس دھوتا"۔ نجاشی نے مسلمانوں سے کہا "میری زمین پر جہاں چاہو رہو۔ امن و آشتی سے رہو"۔ اس نے مسلمانوں کے رزق کا انتظام کرنے کا بھی حکم دیا۔ اس نے کہا "جس نے اس محترم گروہ کی طرف اذیت آمیز نظر سے دیکھا۔ اس نے میری نافرمانی کی"۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے مسلمانوں سے کہا "چلے جاؤ۔ تم امن سے رہو۔ جس نے تمہیں گالی دی میں اسے بھی جرمانہ کروں گا"۔ اس نے یہ بات تین بار کہی۔ اس نے عمرو اور عمارہ کے تحائف واپس کرنے کا حکم دیا۔ ان کے تحائف واپس

لوٹا دیئے گئے۔ایک اور روایت میں ہے کہ نجاشی نے کہا ''میں یہ پسند نہیں کرتا کہ مجھے سونے کا پہاڑ دیا جائے اور کوئی شخص تم میں سے کسی شخص کو تکلیف دے۔ان کے تحائف واپس کر دو۔مجھے ان تحائف کی کوئی ضرورت نہیں۔اللہ کی قسم! رب تعالیٰ نے اس وقت مجھ سے کوئی رشوت نہیں لی تھی جب اس نے میرا ملک مجھے واپس کیا تھا۔کہ اب میں رشوت لینے لگوں۔اس نے میرے بارے اس وقت لوگوں کی اطاعت نہیں کی تھی کہ اب میں اس کے متعلق لوگوں کی پیروی کرنے لگوں''۔

نجاشی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغام کو سارے عیسائیوں سے زیادہ جانتا تھا۔قیصر علماء نصاریٰ کو ان کے پاس بھیجا کرتا تھا تا کہ وہ ان سے علم حاصل کریں۔حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نجاشی کے اس قول کا سبب بیان فرمایا ہے۔انہوں نے فرمایا ''نجاشی کا باپ حبشہ کا بادشاہ تھا۔نجاشی اپنے چچا کے زیر کفالت پروان چڑھتا رہا۔یہ بڑا ذہین فطین تھا۔اس کے چچا کے بارہ بیٹے تھے۔مگر ان میں سے ایک بھی سلطنت کے امور سنبھالنے کے قابل نہ تھا۔جب اہل حبشہ نے نجاشی کی نجابت دیکھی تو انہیں یہ خدشہ دامن گیر ہوا کہ اگر یہ ان کا بادشاہ بن گیا وہ انہیں اپنے باپ کے بدلہ میں قتل کر دے گا۔انہوں نے اس کے چچا کو مشورہ دیا کہ وہ اسے بھی قتل کر دے۔مگر اس نے انکار کر دیا اس نے نجاشی کو باہر نکالا اور اسے فروخت کر دیا۔اسی رات کو عشاء کے وقت اس کے چچا پر بجلی گری جس نے اسے جلا کر رکھ دیا۔جب اہل حبشہ نے دیکھا کہ نجاشی کے علاوہ اور کوئی امور سلطنت نہیں چلا سکتا تو وہ گئے اور نجاشی کو خرید کر واپس لے آئے۔اس کے لئے تاج بنوایا اور اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔وہ ان میں انتہائی عمدہ انداز میں سلطنت چلانے لگا۔

دوسری روایت کے مطابق نجاشی کو ایک عربی شخص نے خرید لیا۔وہ اسے اپنے شہر لے گیا۔نجاشی کافی مدت اسی کے ہاں رہا۔پھر جب اہل حبشہ کو امور سلطنت میں تنگی کا سامنا ہوا تو وہ نجاشی کی جستجو میں نکلے اور اس کے مالک سے خرید کر اسے واپس لے آئے۔عنقریب غزوۂ بدر میں یہ تذکرہ آئے گا کہ اس نے پیغام بھیجا اور مسلمانوں کو اپنے دربار میں طلب کیا مسلمان اس کے پاس آئے تو اس نے موٹے کپڑے پہن رکھے تھے۔مٹی اور راکھ پر بیٹھا ہوا تھا۔مسلمانوں نے اس سے پوچھا ''شاہ والا نژاد ایہ کیا ہے؟ اس نے کہا ''ہم انجیل میں پاتے ہیں کہ جب رب تعالیٰ کسی بندے پر نعمت کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی کرے۔اللہ رب العزت نے ہم پر اور تم پر بہت بڑی نعمت کی ہے۔وہ نعمت کبریٰ یہ ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فلاں وادی میں اپنے دشمن کے ساتھ معرکہ آزما ہوئے ہیں۔اس وادی کو ''الاراک'' کہا جاتا ہے۔میں وہاں اپنے مالک بنو ضمرہ کے ایک شخص کی بکریاں چراتا تھا۔اس وادی میں رب تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعانت کی ہے اور آپ کے دین متین کی نصرت کی ہے''۔

امام سہیلی نے لکھا ہے ''جب نجاشی کو قرآن پاک سنایا جاتا تو وہ رونے لگتا حتیٰ کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی''۔ اس سے یہ امر آشکار ہوتا ہے کہ نجاشی عرب کے شہروں میں کافی دیر ٹھہرا رہا۔حتیٰ کہ اس نے عربی سیکھی اس لئے وہ قرآن پاک کے معانی سمجھ لیتا تھا''۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا ''جب ہم سرزمین حبشہ میں فروکش ہوئے تو ہمیں بہترین

پڑوس مل گیا۔ وہاں ہمارا دین حق محفوظ تھا۔ ہم بڑے سکون سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ نہ کوئی ہمیں اذیت دیتا تھا اور نہ ہی ہم ناپسندیدہ بات سنتے تھے۔ جب قریش تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے باہم مشاورت کی کہ وہ دو زیرک انسان نجاشی کے پاس بھیجیں۔ انہوں نے مکہ مکرمہ کی سوغاتوں میں سے کچھ تحائف بھی نجاشی کے لئے بھیجے۔ سب سے تعجب خیز چیز چمڑے کا ساز و سامان تھا۔ انہوں نے چمڑے کا بہت سا سامان بھیجا۔ ہر ہر پادری کے لئے کوئی نہ کوئی تحفہ بھیجا۔ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ انہوں نے ایک گھوڑا اور ریشمی جبہ بھی بادشاہ کے لئے بھیجا۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ ان دو تحائف کے ساتھ ساتھ چمڑے کا ساز و سامان بھی ہو۔ بعض سامان انہوں نے مختلف پادریوں میں تقسیم کر دیا ہوتا کہ وہ ان کے معاون و مددگار ثابت ہوں وہ گھوڑا اور جبہ بادشاہ کے لئے مختص ہو"۔

قریش نے عمرو اور عمارہ کو نجاشی کی طرف بھیجا تا کہ بادشاہ ان کی بات غور سے سنے۔ اور اس کے درباری بھی اسے ایسا مشورہ دیں جو قریش کے حق میں ہو۔ کیونکہ انہوں نے درباریوں کو تحائف دیئے تو انہوں نے انہیں کہا "جب ہم ان مسلمانوں کے متعلق بادشاہ سے بات چیت کریں تو تم اسے مشورہ دینا کہ وہ انہیں ان کی بات سنے بغیر ہی ہمارے سپرد کر دے"۔ دوسری روایت کے مطابق قریش نے عمرو اور عمارہ سے کہا تھا "نجاشی سے مسلمانوں کے متعلق گفتگو کرنے سے پہلے درباریوں کو تحائف دے دینا۔ پھر نجاشی کے پاس جانا اسے تحائف پیش کرنا اور اسے کہنا کہ وہ مسلمانوں سے بات کئے بغیر انہیں تمہارے حوالے کر دے"۔

عمرو اور عمارہ نجاشی کے پاس گئے۔ اس سے کہا "اے شاہ والا! ہمارے چند نادان لوگ صابی بن کر آپ کے شہر میں پناہ گزیں ہو گئے ہیں۔ انہوں نے ہمارا دین چھوڑ دیا ہے۔ انہوں نے تمہارا دین بھی اختیار نہیں کیا۔ انہوں نے ایک نیا دین ایجاد کیا ہے۔ جس سے نہ ہم آگاہ ہیں نہ ہی تم آشنا ہو"۔ ہم میں ایک کذاب شخص (نعوذ باللہ) نے ظہور کیا ہے۔ وہ گمان کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔ ہمارے نادانوں نے ہی اس کی پیروی کی ہے۔ ہمیں ان کی قوم کے سرداروں، ان کے آباء اور چچاؤں نے آپ کے پاس بھیجا ہے تا کہ انہیں ان کے پاس لوٹا دیں۔ وہ ان سے خوب آگاہ ہیں"۔ نجاشی کے پادریوں نے اسے کہا "شاہ والا نژاد! ان لوگوں نے سچ کہا ہے۔ ان کی قوم ان سے آگاہ ہے۔ مسلمانوں کو ان کے حوالے کر دیں تا کہ وہ انہیں لے کر اپنی قوم کے پاس لے جائیں"۔ یہ سن کر نجاشی کو غصہ آیا اس نے کہا "اللہ کی قسم! اس طرح نہیں ہو سکتا۔ میں مسلمانوں کو ان کے سپرد ہرگز نہیں کروں گا۔ انہوں نے میرا پڑوس اختیار کیا۔ وہ میرے شہر فروکش ہوئے۔ انہوں نے مجھے دیگر بادشاہوں پر ترجیح دی۔ میں پہلے انہیں بلاؤں گا۔ ان سے پوچھوں گا کہ یہ ان کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ اگر معاملہ اسی طرح ہوا جس طرح انہوں نے کہا ہے تو میں انہیں ان کے سپرد کر دوں گا۔ ورنہ ان کا بھرپور دفاع کروں گا۔ اور ان کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا رہوں گا"۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا "پھر نجاشی نے ہمارے پاس پیغام بھیجا۔ ہمیں بلایا۔ جب ہم اس کے دربار میں داخل ہوئے تو ہم نے نجاشی کو سلام کیا۔ نجاشی کے حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا "تم بادشاہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے"۔ ہم نے

کہا ''ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ نہیں کرتے''۔ نجاشی نے کہا ''وہ کون سا دین ہے جس کو تم نے اپنی قوم سے علیحدہ اختیار کر رکھا ہے۔ تم میرے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے نہ ہی کسی اور بادشاہ کا دین اختیار کیا ہے؟'' ہم نے کہا ''بادشاہ سلامت! ہم ایک جاہل قوم تھے۔ ہم بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ہم مردار کھاتے تھے۔ فواحش کرتے تھے۔ قطع رحمی کرتے تھے۔ قوی کمزور کو کھا جاتا تھا۔ ہم اس بری حالت پر تھے حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے ہم میں ایک رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ جس طرح کہ اس نے پہلے رسل عظام بھیجے۔ ہم اس رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب، صدق، امانت اور عفت سے خوب آگاہ ہیں۔ انہوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تا کہ ہم اس کی عبادت کریں۔ اسے یکتا تسلیم کریں۔ ان بتوں کو چھوڑ دیں جن کی پوجا ہمارے آباء واجداد کرتے تھے۔ انہوں نے ہمیں حکم دیا ہم خدائے یکتا کی عبادت کریں۔ انہوں نے ہمیں نماز کا حکم دیا۔ زکوٰۃ کا حکم دیا۔ انہوں نے ہمیں روزے رکھنے کا حکم دیا۔ انہوں نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، صلہ رحمی اور حسن سلوک کا حکم دیا۔ انہوں نے ہمیں فواحش، جھوٹ، یتیم کا مال کھانے اور پاکباز عورت پر بہتان لگانے سے منع کیا۔ ہم نے ان کی تصدیق کی۔ ان پر ایمان لائے اور ان کے حیات بخش پیغام کی اتباع کی۔ ہماری قوم نے ہم سے عداوت کی تا کہ وہ ہمیں بتوں کی عبادت کی طرف لوٹا دیں۔ اور خبائث کو حلال سمجھیں۔ مشرکین نے ہم پر جور وستم کے پہاڑ ڈھائے۔ ہمارے لئے دائرہ زندگی کو تنگ کر دیا۔ انہوں نے ہمارے اور ہمارے دین کے مابین رکاوٹیں ڈالیں۔ ہم آپ کے وطن میں آ گئے۔ دیگر بادشاہوں پر آپ کو ترجیح دی۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کے پاس ہم پر کسی کو ظلم کرنے کی جرأت نہیں ہوگی۔ اے شاہ والا شان!

نجاشی نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے کہا ''کیا ان کے روح پرور پیغام میں سے آپ کے پاس کچھ کلام ہے؟ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہاں'' نجاشی نے کہا ''وہ مجھے پڑھ کر سنائیں''۔ میں نے سورۃ کھیعص کی ابتدائی آیات پڑھ کر سنائیں۔ کیونکہ ان میں حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام اور حضرت مریم عذراء رضی اللہ عنہا کا قصہ موجود ہے۔ کلام الٰہی سن کر نجاشی گریہ بار ہو گیا۔ حتیٰ کہ اس کی داڑھی بھیگ گئی۔ اس کے پادری بھی رونے لگے۔ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ''حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی کو سورۃ العنکبوت اور سورۃ الروم سنائی۔ یہ دلنشین کلام سن کر نجاشی اور اس کے ساتھیوں کی آنکھوں سے آنسو چھم چھم گرنے لگے نجاشی نے کہا ''جعفر! یہ دلآویز کلام اور سناؤ'' انہوں نے سورۃ الکہف سنائی۔ نجاشی نے کہا ''اللہ کی قسم! یہ کلام مجید تو اسی طرح کا ہے جس طرح کا کلام حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ یہ دونوں کلام ایک ہی چراغ سے نکلے ہیں''۔ ایک اور روایت میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی جگہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کا ذکر خیر ہے۔ دوسری روایت میں ہے نجاشی نے کہا ''یہ ذکر خیر انجیل میں موجود ذکر سے اس تنکے کے برابر بھی زائد نہیں ہے''۔ وہ تنکا اس کے ہاتھ میں تھا جو اس نے زمین سے اٹھایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نجاشی اور اس کے ساتھیوں کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ (المائدہ: 83)

''اور جب سنتے ہیں (قرآن) جو اتارا گیا رسول کی طرف''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی سے کہا ''ان دونوں (عمرو اور عمارہ) سے پوچھیں 'کیا ہم

غلام ہیں یا آزاد؟ اگر ہم غلام ہیں تو ہمیں اپنے آقاؤں کے سپرد کردیں"۔ عمرو نے کہا "آپ آزاد ہیں" حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ان دونوں سے پوچھیں کیا ہم نے کسی کا ناحق خون بہایا ہے۔ جو ہم سے قصاص لیا جارہا ہے۔ کیا ہم نے کسی سے قرض لیا ہے کہ اس کی ادائیگی ہم پر باقی ہے"۔ عمرو نے کہا "نہیں" نجاشی نے عمرو اور عمارہ سے پوچھا "کیا تمہارا ان پر کچھ قرض ہے؟ انہوں نے کہا "نہیں" نجاشی نے کہا "پھر تم دونوں چلے جاؤ۔ بخدا! میں ان مسلمانوں کو تمہارے سپرد کبھی نہیں کروں گا۔ خواہ تم مجھے سونے کا پہاڑ دو"۔ دوسرے روز عمرو نجاشی کے پاس گیا۔ اس نے کہا "یہ مسلمان حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے متعلق بہت بڑا قول کہتے ہیں۔ یہ انہیں اللہ کا بندہ کہتے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہیں کہتے" دوسری روایت میں ہے کہ عمرو نے نجاشی سے کہا "اے شاہ والا! یہ مسلمان اپنی کتاب میں حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں"۔ نجاشی نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا تو انہوں نے وہی جواب دیا جو پہلے گزر چکا ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نجاشی نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بات کی تھی۔ یہ عجیب حصر ہے۔ ذرا غور کرو۔ ممکن ہے مسلمان کئی بار نجاشی کے دربار میں گئے ہوں۔ ایک دفعہ اس نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے اور دوسری بار اس نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی ہو۔

الطبرانی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عمرو بن عاص نے عمارہ بن ولید کے ساتھ مکروفریب کیا۔ یہ فریب اس عداوت کی وجہ سے تھا جو ان کے مابین اس سفر میں رونما ہوئی تھی۔ عمرو بن عاص کے ہمراہ اس کی بیوی بھی تھی۔ عمرو کوتاہ قد اور بدصورت تھا جبکہ عمارہ حسین وشکیل تھا۔ اس کی بیوی عمارہ کے دام عشق میں گرفتار ہوگئی۔ یہ دونوں کشتی پر سوار ہوئے۔ عمارہ نے عمرو سے کہا "اپنی بیوی سے کہو کہ وہ میرے ساتھ قیلولہ کرے"۔ عمرو نے اسے کہا "کیا تجھے شرم نہیں آتی" عمارہ نے عمرو کو پکڑا اور اسے سمندر میں پھینک دیا۔ عمرو تیرنے لگا۔ اس نے اہل سفینہ کو پکارا۔ عمارہ کو رب تعالیٰ کا واسطہ دیا۔ حتیٰ کہ اس نے اسے کشتی پر سوار کرلیا۔ عمرو نے عداوت اپنے دل میں مخفی رکھی۔ عمارہ کے لئے اسے ظاہر نہ ہونے دیا۔ بلکہ اس نے اپنی بیوی سے کہا "اپنے چچازاد عمارہ کے ساتھ قیلولہ کرو تاکہ اس کا دل خوش ہوجائے"۔ یہ دونوں سرزمین حبشہ پہنچے۔ عمرو نے عمارہ کے ساتھ فریب کیا۔ اس نے کہا "تو ایک حسین جوان ہے عورتیں جمال پسند کرتی ہیں۔ تو خود کو نجاشی کی بیوی کے سامنے پیش کردے تاکہ وہ نجاشی کے پاس ہماری سفارش کرے"۔ عمارہ نے اسی طرح کیا۔ وہ بار بار نجاشی کی بیوی کے سامنے جاتا رہا حتیٰ کہ اس نے عمارہ کو عطر پیش کیا۔ ایک دن عمارہ نجاشی کی بیوی کے پاس چلا گیا جب عمرو کو ساری صورت حال کا یقین ہوگیا تو وہ نجاشی کے پاس گیا اور سارا واقعہ اسے سنایا اس نے کہا "میرا یہ ساتھی عورتوں کا دلدادہ ہے۔ یہ تیری اہلیہ کا بھی ارادہ کئے ہوئے ہے وہ اب بھی تمہاری اہلیہ کے پاس ہے"۔ نجاشی نے ایک شخص کو اپنی اہلیہ کے پاس بھیجا۔ عمارہ اس کی زوجہ کے پاس تھا۔ نجاشی نے کہا "اگر یہ میرا پڑوسی نہ ہوتا تو میں اسے قتل کردیا۔ لیکن اس کے ساتھ ایسا سلوک کروں گا جو قتل سے بھی بدتر ہوگا"۔ نجاشی نے جادوگر منگوایا۔ جادوگر نے اس کی شرمگاہ پر پھونک ماری۔ جس کی وجہ سے وہ چہرے کے بل اڑنے لگا اس کی عقل زائل ہوگئی۔ حتیٰ کہ وہ پہاڑوں پر جنگلی جانوروں کے ساتھ جاکر مل گیا۔ وہ انہی پہاڑوں پر ہی مرگیا۔ عمرو بن عاص نے

ان اشعار میں عمارہ بن ولید کو مخاطب کر کے کہا۔

اِذا المرء لم یترك طعاما یحبه ولم ینه قلبا غاویا حیث یمما

تعش وطراً منه و غادر سبته اِذا ذکرت امثالها تملأ الفما

جب ایک شخص اپنا پسندیدہ کھانا ترک نہ کرے اور گمراہ دل کو اس کے عزائم سے باز نہ رکھے۔ جب اس کی ہر مراد پوری کرے وہ اسے بطور عار چھوڑ دیتا ہے جب تو اس طرح کی مثالیں یاد کرے گا تو منہ ان سے بھر جائے گا۔

عمارہ جنگلی جانوروں کے ساتھ ہی رہا حتیٰ کہ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مر گیا۔ عمارہ کے چچازاد حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی کہ وہ عمارہ کی جستجو کے لئے جائیں شاید وہ انہیں مل جائے"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دیدی۔ وہ سرزمین حبشہ چلے گئے۔ انہوں نے عمارہ کو بہت زیادہ تلاش کیا۔ حتیٰ کہ انہیں بتایا گیا "وہ جنگلی جانوروں کے ساتھ پہاڑوں پر ہے۔ وہ ان کے ساتھ ہی آتا جاتا ہے" حضرت عبداللہ اس پہاڑ پر پہنچے۔ انہوں نے عمارہ کو پکڑ لیا۔ عمارہ نے کہا "مجھے فوراً چھوڑ دو ورنہ میں مر جاؤں گا"۔ انہوں نے اسے نہ چھوڑا تو وہ اسی وقت مر گیا۔

عنقریب یہ تذکرہ آئے گا کہ غزوۂ بدر کے بعد قریش مکہ نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو نجاشی کے پاس بھیجا۔ عبداللہ کا نام بحیرا تھا۔ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔ یہ ابو ربیعہ ہی ابو عبداللہ ہیں۔ انہیں ذوالرمحین بھی کہا جاتا تھا۔ ان کی اور ابو جہل کی والدہ ایک ہی تھی۔ یہ ابو جہل کی ماں کی طرف سے بھائی تھے۔ قریش مکہ نے انہیں حبشہ اس لئے بھیجا تا کہ وہ مہاجرین حبشہ کو مکہ مکرمہ لے آئیں اور قریش مقتولین بدر کے عوض انہیں مار ڈالیں۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ قریش نے حبشہ کی ہجرت اولی کے وقت عمرو، عبداللہ اور عمارہ کو حبشہ بھیجا۔ مگر صحیح مؤقف یہ ہے کہ عمرو اور عمارہ کو دوسری ہجرت کے بعد حبشہ بھیجا گیا اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو عمرو کے ساتھ غزوۂ بدر کے بعد وہاں بھیجا گیا۔ ممکن ہے عبداللہ کو قریش نے دوبارہ حبشہ بھیجا ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام کے دامن کرم میں

ہجرت حبشہ اولی اور ثانیہ کے متعلق تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہجرت حبشہ اولی اور ثانیہ کے درمیان اسلام قبول کیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہجرت حبشہ اولی کے بعد اسلام قبول کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس وقت بعثت کا پانچواں سال تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے تین روز بعد اسلام قبول کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے مبارک ان کے اسلام لانے کا سبب بنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی "مولا! عمر بن خطاب اور عمرو بن ہشام (ابو جہل) میں سے پسندیدہ تر شخص کے ذریعہ اسلام کو قبولیت فرما"۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد انتالیس تھی۔ حضرت عمر فاروق نے اسلام قبول کیا تو مسلمانوں کی تعداد چالیس ہو گئی۔ حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے اپنے اسلام لانے کا واقعہ سنیئے۔

''مجھے یہ خبر ملی کہ میری بہن فاطمہ بنت خطاب اور اس کا خاوند سعید بن زید اسلام قبول کر چکے ہیں۔ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے شدید دشمن تھا۔ موسم گرما کی گرم دوپہر تھی۔ میں مکہ مکرمہ کی ایک گلی میں بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے قریش کا ایک شخص ملا۔ اس نے مجھے کہا ''کہاں کا ارادہ ہے؟ تمہارا گمان ہے کہ تم اپنے دین پر بڑے محکم ہو۔ مگر دین اسلام تمہارے گھر میں داخل ہو چکا ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''وہ کیسے؟'' اس شخص نے کہا ''تمہاری بہن صابی ہو چکی ہے'' میں غصہ کی حالت میں لوٹا۔ جب ایک یا دو شخص اسلام قبول کر لیتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کسی دولتمند مسلمان کے ساتھ ملا دیتے۔ وہ اس کے ساتھ ہی رہتے اور اس کے ساتھ ہی کھاتے پیتے۔ آپ نے میرے بہنوئی کے ساتھ بھی دو شخص ملا دیئے تھے۔ میں ان کے دروازہ پر آیا دستک دی۔ پوچھا گیا ''کون؟ میں نے کہا ''خطاب کا بیٹا! دو افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ میں صحیفہ تھا جسے پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے میری آواز سنی تو وہ جلدی سے چھپ گئے۔ وہ صحیفہ بھی بھول گئے۔ خاتون خانہ آئیں۔ انہوں نے دروازہ کھولا۔ میں اندر داخل ہوا۔ میں نے کہا ''اے اپنی جان کی دشمن! مجھے خبر ملی ہے کہ تو صابی ہو گئی ہے''۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے بہنوئی پر جھپٹے۔ ان کی داڑھی پکڑی اور انہیں زمین پر دے مارا۔ اس کے سینے پر بیٹھ گئے۔ ہمشیرہ اپنے خاوند کو چھڑانے کے لئے آئی تو انہیں اتنی زور سے تھپڑ مارا کہ ان کا چہرہ زخمی ہو گیا۔ وہاں سے خون بہنے لگا وہ رونے لگیں۔ انہوں نے غصہ سے کہا ''اللہ کے دشمن! مجھے اس لئے مارتے ہو کہ میں نے رب تعالیٰ کو یکتا تسلیم کیا ہے۔ ابن خطاب! تمہارے نہ چاہتے ہوئے بھی ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر لو''۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں نے خون دیکھا تو مجھے ندامت محسوس ہوئی۔ میں غصہ کی حالت میں چارپائی پر بیٹھ گیا۔ گھر کے کونے میں صحیفہ پڑا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا ''یہ کتاب کیسی ہے؟ مجھے دو میں اسے پڑھوں'' حضرت عمر فاروق پڑھے لکھے انسان تھے''۔ ان کی بہن نے کہا ''میں یہ کتاب تمہیں ہرگز نہیں دوں گی۔ تم اسے پڑھنے کے قابل نہیں ہو۔ تم نہ تو جنابت سے غسل کرتے ہو اور نہ پاکیزگی حاصل کرتے ہو۔ قرآن پاک صرف پاکیزہ افراد ہی چھو سکتے ہیں''۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں لگاتار اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ انہوں نے مجھے وہ صحیفہ دے دیا''۔

ایک اور روایت میں ہے۔ میں نے کہا ''مجھے یہ صحیفہ پکڑاؤ۔ میں اسے پڑھوں۔ حضرت عمر فاروق پڑھے لکھے انسان تھے''۔ حضرت فاطمہ نے فرمایا ''میں تمہیں یہ صحیفہ کبھی نہیں دوں گی''۔ حضرت عمر فاروق نے کہا ''میرے دل میں بھی اسلام کی صداقت بیٹھ گئی ہے۔ مجھے یہ صحیفہ پکڑاؤ تاکہ میں اسے دیکھوں۔ میں تم سے عہد کرتا ہوں کہ میں تمہارے ساتھ خیانت نہیں کروں گا۔ حتیٰ کہ تم اسے جہاں چاہو لے جانا''۔ بہن نے کہا ''تم ناپاک ہو۔ غسل کرو یا وضو کرو۔ اس کتاب زندہ کو صرف پاکیزہ افراد ہی چھوتے ہیں''۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باہر نکلے تاکہ غسل کریں۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا کیا تم کتاب الٰہی ایک کافر کو دے رہی ہو؟۔ انہوں نے کہا ''ہاں! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو ہدایت عطا فرمائے گا''۔ حضرت خباب دوبارہ کمرہ میں چلے گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے۔ بہن نے انہیں صحیفہ

دیا۔ اس میں لکھا تھا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جب میں نے الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھا تو میں لرز اٹھا۔ صحیفہ میرے ہاتھ سے گر پڑا۔ میں غور وفکر کرنے لگا۔ یہ اسماء مبارکہ کس سے مشتق ہیں۔ پھر میں نے خود کو سنبھالا۔ میں نے صحیفہ پکڑا وہاں لکھا تھا۔

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (الحشر: 1)

''اللہ ہی کی پاکی بیان کر رہی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے''۔

میں غور وفکر کرنے لگا حتیٰ کہ میں اس آیت طیبہ تک پہنچ گیا۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْہِ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ۚ وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ (الحدید)

اس وقت میں نے پڑھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

ایک اور روایت میں ہے ''انہوں نے وہ صحیفہ باہر نکالا وہاں لکھا تھا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں نے کہا ''یہ تو طیب و طاہر اسماء ہیں۔ پھر لکھا تھا۔

طٰہٰ ۝ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤی ۝ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی ۝ تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ۝ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۝ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی ۝ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی ۝ اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۝ (طٰہٰ)

مجھے یہ آیاتِ طیبات بہت عظیم لگیں۔ میں نے کہا ''اس سے ہی قریش بھاگتے ہیں''۔ پھر میں اس آیت طیبہ پر پہنچا۔

فَلَا یَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰی ۝ (طٰہٰ)

''ہرگز نہ روکے تجھے اس (کو ماننے) سے وہ شخص جو ایمان نہیں رکھتا اس پر اور پیروی کرتا ہے اپنی خواہش کی، ورنہ تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے''۔

تو میں نے حق کی گواہی دے دی۔

دوسری روایت کے مطابق سورۂ طٰہٰ کے ساتھ سورۃ تکویر بھی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس آیت طیبہ پر پہنچ کر حق کی گواہی دی۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ۝ (التکویر)

''(تو اس دن) ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے''۔

ان دونوں روایات کو جمع کرنا اس طرح ممکن ہے کہ یہ دونوں یا تینوں سورتیں ایک یا دو صحیفوں میں تھیں۔ حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں پڑھا مذکورہ دونوں آیتوں کے بعد شہادۃ الحق پڑھی۔ جب اس آیت طیبہ تک پہنچے۔

اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ ﴿ (طٰہٰ)

تو انہوں نے فرمایا ''جو یہ کہے اسے رب تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہیں کرنی چاہئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در اقدس تک میری راہ نمائی کرو''۔ حضرت سعید، حضرت خباب اور تیسرا شخص رضی اللہ عنہم باہر نکل آئے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ انہیں قرآن پڑھاتے تھے۔ تیسرے شخص کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی تو فرط مسرت سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ انہوں نے رب تعالیٰ کی حمد بیان کی۔ انہوں نے کہا ''خطاب کے فرزند! خوش ہو جاؤ۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوموار کے روز یہ دعا مانگی تھی۔'' مولا! عمر یا عمرو کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو چکی ہے۔ تمہیں بشارت ہو''۔ جب انہیں میری صداقت کا یقین ہو گیا تو میں نے انہیں کہا ''مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقامت گاہ کے بارے بتائیں''۔ انہوں نے کہا ''آپ کوہ صفاء کے دامن میں ہیں'' میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ دار ارقم میں جلوہ افروز تھے۔ آپ دیگر مسلمانوں کے ہمراہ وہاں خفیہ تبلیغ فرماتے تھے۔ میں نے دروازہ پر دستک دی۔ پوچھا گیا ''کون ہو؟'' میں نے کہا ''عمر بن خطاب!'' صحابہ کرام جانتے تھے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کتنا شدید دشمن تھا انہیں میرے اسلام کا علم نہ تھا۔ ان میں سے کوئی بھی میرے لئے دروازے کھولنے کی جرأت نہ کر سکا''۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''دروازہ کھول دو اگر رب تعالیٰ نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہوگا تو وہ اسے ہدایت دے دے گا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جب قوم کا یہ خوف دیکھا تو انہوں نے فرمایا ''اس کے لئے دروازہ کھول دو۔ اگر رب تعالیٰ نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہو تو وہ اسلام لے آئے گا۔ حضور تاجدار حرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرے گا اگر اس کا ارادہ کچھ اور ہوا تو اسے تہ تیغ کرنا ہمارے لئے بہت آسان ہے''۔ انہوں نے دروازہ کھولا۔ میں اندر داخل ہوا دو افراد نے میرے بازو پکڑ لئے۔ حضرت حمزہ نے دائیں اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے بائیں طرف سے پکڑ لیا۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اسے چھوڑ دو''۔ انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے میرے کپڑے کا دامن پکڑا اور اپنی طرف کھینچا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر کے صحن میں استقبال کیا آپ نے ان کے کپڑے کا دامن اور تلوار کا حمائل پکڑا۔ اور زور سے حرکت دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت سے لرزنے لگے۔ حضرت عمر فاروق نے اپنا آپ سنبھالا تو آپ نے فرمایا ''عمر! کیا اس وقت تک ایمان نہیں لاؤ گے جب تک اس طرح عذاب نہ اترے گا جس طرح کا عذاب ولید بن مغیرہ کے لئے اترا ہے''۔ شائد آپ نے یہ بات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اسلام پر ثابت قدم کرنے کے لئے فرمائی تھی۔ آپ نے اپنی طبعی محبت ان کے دل میں ڈال دی تھی۔ اور شیطانی وسوسہ ان سے دور کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ شیطان ان سے دور بھاگ گیا۔ دین حق کے بارے وہ کفار پر شدت اختیار کر گئے۔

ایک اور روایت میں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ''عمر! کس لئے آئے ہو؟ بخدا! میں دیکھتا ہوں کہ تم اس وقت

تک نہیں باز آؤ گے حتیٰ کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے"۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول مکرم اور پیغام حق پر ایمان لانے کے لئے حاضر ہوا ہوں"۔ حضور داعیٔ اعظم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کپڑے کو پکڑا اور خوب جھنجھوڑا پھر کہا "عمر بن خطاب! اسلام قبول کر لو۔ مولا! اس کے دل کو ہدایت نصیب فرما۔ مولا! عمر کو ہدایت دے۔ مولا! عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو عزت نصیب فرما۔ مولا! عمر کے سینہ سے کینہ نکال دے اسے ایمان سے تبدیل فرما دے"۔ میں نے عرض کی "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں"۔ یہ شہادت حق سن کر حضور مبلغ اعظم ﷺ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اس کے بعد سارے مسلمانوں نے یکبار نعرہ تکبیر کہا جس سے مکہ مکرمہ کی گلیاں گونج اٹھیں"۔ یہ روایت اس روایت کے منافی نہیں جس میں یہ تذکرہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کے گھر ہی حق کی شہادت دی تھی۔ اس وقت وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر نہیں ہوئے تھے۔

کیونکہ احتمال ہے کہ انہوں نے بار بار یہ شہادت دی ہو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب بھی کوئی شخص حلقۂ اسلام میں آتا وہ اپنا اسلام چھپا لیتا۔ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کیا ہم حق پر نہیں ہیں خواہ ہم زندہ رہیں یا وصال کر جائیں"۔ آپ نے فرمایا "ہاں! مجھے ان ذات والا کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے تم ہی حق پر ہو۔ خواہ تم زندہ رہو یا وفات پا جاؤ"۔ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم پھر یہ پوشیدگی کیوں ہے۔ ہم اپنے دین کو کیوں مخفی رکھیں۔ جبکہ ہم حق پر ہیں۔ مشرکین باطل پر ہیں"۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "عمر! ہم قلیل ہیں۔ جن اذیت ناک حالات سے ہمیں گزرنا پڑ رہا ہے وہ تم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ حضرت عمر فاروق نے عرض کی "مجھے اس ذات والا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کوئی بھی ایسی محفل نہیں جس میں میں حالت کفر میں بیٹھا کرتا تھا۔ اب میں وہاں حالت ایمان میں وہاں ضرور بیٹھوں گا"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں نے چاہا کہ میں اپنے ایمان کا اعلان کر دوں۔ مجھے بھی اسی اہانت اور مار کا سامنا کرنا پڑے جس کا سامنا دیگر اہل ایمان کر رہے تھے۔ میں اپنے ماموں ابوجہل کے پاس گیا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں"۔

دوسری روایت میں ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب میں نے اسلام قبول کر لیا تو میں نے اس شخص کو یاد کیا جو اہل مکہ میں سے سب سے زیادہ حضور اکرم ﷺ کا دشمن ہو۔ حتیٰ کہ میں اس کے پاس جاؤں اور اسے بتاؤں کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ مجھے ابوجہل یاد آیا۔ میں اس کے پاس گیا۔ دروازہ پر دستک دی"۔ اس نے پوچھا "کون؟" میں نے کہا "عمر بن خطاب! وہ باہر نکلا اس نے مجھے خوش آمدید کہا"۔ اس نے کہا "میرے بھانجے! اھلاً وسھلاً! کس لئے آئے ہو"۔ میں نے کہا "میں اس لئے آیا ہوں تاکہ تجھے بتاؤں"۔ دوسری روایت میں ہے "تاکہ تجھے بشارت دوں"۔ ابوجہل نے کہا "میرے بھانجے! وہ کیا ہے؟" میں نے کہا "میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم محمد عربی ﷺ پر اور ان کے دلآویز کلام پر ایمان لے آیا ہوں"۔ ابوجہل نے میرے چہرے پر دروازہ مارا"۔ ابوجہل نے کہا "اللہ تعالیٰ تجھے اور جو تو لے کر آیا ہے اسے برباد کرے"۔

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لگاتار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے رہے کہ اہل ایمان دار ارقم سے نکل کر مسجد حرام میں آئیں۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ موافقت کر لی۔ اہل ایمان دو صفیں بنا کر نکلے۔ ایک صف کے آگے حضرت عمر فاروق اور دوسری صف کے آگے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ قریش نے انہیں دیکھا۔ انہیں اتنی اذیت ہوئی کہ اتنی اذیت پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔

دوسری روایت میں ہے کہ مسلمان دو صفیں بنا کر نکلے۔ ان کی آواز اس طرح آ رہی تھی جس طرح چکی چلنے کی آواز آتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو ''الفاروق'' رضی اللہ عنہ کا لقب عطا فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے حق اور باطل میں فرق فرمایا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''جب سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا ہم غالب ہی رہے''۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جب میں نے اسلام قبول کیا میں باہر نکلا میں ایسے شخص کے پاس پہنچا جس سے کوئی بات مخفی نہیں رہتی تھی''۔ میں نے اسے کہا ''میں مسلمان ہو گیا ہوں''۔ اس نے بآواز بلند کہا ''ارے! خطاب کا فرزند صابی ہو گیا ہے''۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے پوچھا ''قریش میں سے سب سے زیادہ باتیں تیزی سے کون پھیلاتا ہے؟'' انہیں بتایا گیا کہ جمیل بن حبیب۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے نکلا۔ میری عمر اتنی تھی کہ میں جو کچھ دیکھتا تھا اسے یاد رکھ سکتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جمیل بن حبیب کے پاس گئے۔ انہوں نے فرمایا ''اے جمیل کیا تو جانتا ہے میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ میں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اختیار کر لیا ہے''۔ بخدا! جمیل اسی وقت اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے اٹھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ میں اپنے والد گرامی کے پیچھے پیچھے تھا۔ وہ مسجد حرام کے دروازہ پر پہنچا۔ وہ بآواز بلند چلایا ''اے گروہ قریش! قریش خانہ کعبہ کے اردگرد اپنی اپنی محافل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا ''ابن خطاب صابی ہو گیا ہے''۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پیچھے سے فرما رہے تھے ''تو جھوٹ بول رہا ہے۔ بلکہ میں نے تو اسلام قبول کر لیا ہے۔ میں نے یہ گواہی دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں'' لوگ اسے مارتے رہے۔ میں انہیں مارتا رہا۔ حتیٰ کہ میرے ماموں نے کہا ''یہ کیا ہے؟'' لوگوں نے بتایا ''یہ خطاب کا بیٹا ہے'' وہ پتھر پر کھڑا ہوا۔ اس نے کہا ''میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دے دی''۔ میرے ماموں کے رعب کی وجہ سے لوگ مجھ سے دور چلے گئے''۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام حنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ تھا۔ ہاشم اور ہشام (ابوجہل کا باپ) دونوں بھائی تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی والدہ ابوجہل کی چچازاد تھی۔ یہ مجازی طور پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ماموں تھا۔ کیونکہ والدہ کا خاندان بچے کا ننھال ہوتا ہے۔

''السیرۃ الحلبیہ'' میں ہے کہ عتبہ بن ربیعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر جھپٹا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے زمین پر پٹخ دیا۔ اسے مارنے لگے۔ اپنی دو انگلیاں اس کی آنکھوں کے درمیان دھنسا دیں۔ عتبہ چلانے لگا مگر کسی کو اس کے قریب آنے

کی جرأت نہ تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسے پسلی سے پکڑ رکھا تھا۔ ابن اسحاق کے نزدیک عاص بن وائل سہمی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پناہ دی تھی۔ ممکن ہے عاص اور ابوجہل دونوں نے انہیں پناہ دی ہو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ''اسی اثناء میں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں متفکر بیٹھے ہوئے تھے۔ عاص بن وائل آیا۔ اس نے یمنی حلہ اور ایسی قمیص پہن رکھی تھی جسے ریشم کے ساتھ سیا گیا تھا۔ اس نے پوچھا ''کیا ہوا ہے؟'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تیری قوم کا گمان ہے کہ وہ عنقریب مجھے قتل کر دے گی کیونکہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے''۔ عاص نے کہا ''کسی کو میلی نظر سے بھی تمہاری طرف دیکھنے کی جرأت نہیں''۔ عاص باہر نکلا۔ وہ لوگوں سے ملا۔ لوگوں کا کثیر اژدہام تھا۔ وادی لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ عاص نے پوچھا ''کہاں کا ارادہ ہے؟'' لوگوں نے بتایا ''ہم ابن خطاب کے پاس جا رہے ہیں۔ وہ صابی ہو گیا ہے''۔ عاص نے کہا ''ادھر منہ بھی نہ کرنا'' لوگ واپس آ گئے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عاص کی پناہ واپس کر دی۔ انہوں نے فرمایا ''میں مارتا رہا۔ مار کھاتا رہا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا''۔

دوسری روایت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ''میں معبودان باطلہ کے پاس تھا۔ ایک شخص بچھڑا لے کر آیا۔ اس نے بچھڑا ذبح کیا۔ کوئی چیخنے والا باآواز بلند چلایا ''اے جلیح! کامرانی کا امر! ایک فصیح شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ رہا ہے'' ہم نے جلد ہی یقین کر لیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس مراد تھی''۔

ابونعیم نے ''الدلائل'' میں حضرت طلحہ، حضرت عائشہ سے اور وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا ''جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل (شہید) کرے گا میں اسے ایک سو سرخ یا سیاہ اونٹ یا ایک ہزار اوقیہ چاندی دوں گا''۔ دوسری روایت میں ہے کہ ابوجہل نے کہا ''اے گروہ قریش! محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے معبودان باطلہ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ تمہاری عقلوں کو نادان کہتے ہیں۔ تمہارے گزشتہ آباء کو جہنمی کہتے ہیں۔ جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے گا۔ میں اسے ایک ہزار سرخ یا سیاہ اونٹ یا ایک ہزار اوقیہ چاندی دوں گا۔ عمر نے کہا ''یہ کارنامہ میں سرانجام دوں گا''۔ انہوں نے لوگوں کے ساتھ یہ معاہدہ کر لیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق نے کہا ''میں نے اسے کہا ''اے ابوالحکم! کیا ضمانت صحیح ہے؟'' اس نے کہا ''ہاں!'' میں تلوار حمائل کئے اور ترکش لٹکائے باہر نکلا۔ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عزم کئے ہوئے تھا۔ میں ایک بچھڑے کے پاس سے گزرا۔ لوگ اسے ذبح کرنا چاہتے تھے۔ میں اسے دیکھنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ بچھڑے کے پیٹ سے کسی چلانے والے کی آواز آئی ''اے آل ذریح یا امر نجیح! رجل یصیح! بلسان فصیح، یدعوالی شهادة ان لا اله الا الله ان محمد رسول الله!'' میں نے دل میں کہا ''اس امر کا ارادہ تو میں نے کر رکھا ہے''۔ پھر میں ایک بت کے پاس سے گزرا۔ اس کے پیٹ سے یہ غیبی صدا سنائی دی۔

یا ایها الناس ذو الاجسام ما انتم ۔ وَ طائش الاحلام

اے لوگو! اے اجسام والے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کیا تمہاری عقل زائل ہو گئی ہے۔

مسندوا الحکم الی الاصنام اصبحتم کراتع الانعام

تم فیصلہ بتوں کی طرف منسوب کرتے ہو تم چرنے والے جانوروں کی طرح ہو گئے ہو۔

اما ترون ما اری امامی من ساطع یجلو دجی الظلام

کیا تم وہ کچھ نہیں دیکھتے جو میں اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں۔ یعنی وہ پھیلنے والا نور جو تاریکیوں کو کافور کر رہا ہے۔

قد لاح للناظرین من تهام و قد بدا للناظر الشامی

تہامہ سے اہل نظر کے لئے معاملہ عیاں ہو چکا ہے دیکھنے والے کے لئے تلوار بے نیام ظاہر ہوئی ہے۔

محمد ذوالبر والاکرام اکرمه الرحمان من امام

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پاکباز اور معزز ہیں اللہ تعالیٰ نے کتاب زندہ سے انہیں عزت بخشی ہے۔

قد جاء بعد الشرك بالإسلام یامر بالصلاة والصیام

شرک ہو رہا تھا وہ اسلام کا اجالا لے کر آئے۔ وہ نماز اور روزہ کا حکم دیتے ہیں۔

والبر والصلات للارحام و یزجر الناس عن الآثام

وہ پاکبازی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ وہ لوگوں کو گناہوں کی وجہ سے ڈانٹتے ہیں۔

فبادروا اسبقا إلی الاسلام بلا فتور و بلا احجام

اسلام کی طرف جلدی کرنے میں پہل کرو۔ بغیر پیچھے رہنے اور بغیر انکار کئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "بخدا! میں تو اسی ذات کو تہ تیغ کرنے کا ارادہ کئے ہوں"۔ پھر میں "الضمار" کے پاس سے گزرا۔ اس کے پیٹ سے یہ آواز آئی۔

اودی الضمار کان یعبد مرة قبل الکتاب و قبل بعث محمد

ضمار ہلاک ہو گیا حالانکہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول کتاب سے پہلے مدت مدید تک اس کی عبادت کی جاتی رہی۔

ان الذی ورث النبوة والهدی بعد ابن مریم من قریش مهتدی

وہ ہستی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبوت اور ہدایت کے وارث بنے وہ قریش سے تعلق رکھتے ہیں وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

سیقول من عبدالضمار و مثله لیت الضمار و مثله لم یعبد

عنقریب وہ شخص جس نے ضمار کی عبادت کی ہو گی وہ بھی اور اس کے مثل دوسرے کہیں گے کہ کاش ضمار اور دیگر معبودوں کی عبادت نہ کی جاتی۔

ابشر ابا حفص بدین صادق یهدی الیك و بالکتاب المرشد

اے ابو حفص! آپ کو سچے دین کی بشارت ہو۔ جو آپ کی طرف آیا ہے اور آپ کو کتاب مرشد کی بھی بشارت ہے۔

واصبر ابا حفص فانك آمر یاتیك عز غیر عز بنی عدی

ابو حفص صبر سے کام لینا۔ آپ ایسے امر کا حکم دینے والے ہیں جس کی وجہ سے بنو عدی کی عزت کے علاوہ تمہیں عزت نصیب ہوگی۔

لا تعجلن فانت ناصر دینه حقا یقینا باللسان و بالید

آپ جلدی نہ کریں آپ حضور کے دین کی نصرت کریں گے۔ یہ بات حق اور یقینی ہے آپ زبان اور ہاتھ کے ساتھ ان کی مدد کریں گے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "بخدا! مجھے یقین ہو گیا کہ اس ہاتف کا مخاطب میں ہی ہوں"۔ مجھے حضرت نعیم بن عبداللہ النحام رضی اللہ عنہ ملے وہ اپنی قوم سے ڈر کر اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے پوچھا "کہاں کا ارادہ ہے؟" میں نے کہا "میں اس صابی کا ارادہ کیے ہوں جس نے قریش کے امر کو منتشر کر دیا ہے۔ میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں"۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا "عمر! تیرا کیا خیال ہے بنو عبد مناف تجھے زمین پر چلنے کے لئے چھوڑ دیں گے"۔ انہوں نے انہیں روکنے کی بہت کوشش کی۔ پھر انہیں دوسری طرف مصروف کرنے کے لئے کہا "کیا تم اپنے اہل خانہ کے پاس نہیں جاتے اور ان کا معاملہ سیدھا نہیں کرتے"۔ انہوں نے ان کے بہنوئی اور بہن کے اسلام کا تذکرہ کیا۔ حضرت عمر فاروق ان کی طرف چلے گئے......

دوسرے قول کے مطابق حضرت عمر فاروق کو راستے میں ملنے والے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ حضرت عمر فاروق سے پہلے اسلام لا چکے تھے۔ انہوں نے پوچھا "عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟" عمر نے کہا "میں محمد عربی (جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم) کو شہید کرنے جا رہا ہوں"۔ حضرت سعد نے فرمایا "تم اس سے چھوٹے اور حقیر ہو۔ تم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا عزم رکھتے ہو تو کیا عبد مناف تمہیں زمین پر چلنے کے لئے چھوڑ دیں گے"۔ حضرت عمر نے انہیں کہا "لگتا ہے کہ تم بھی صابی ہو گئے ہو۔ میں تم سے آغاز کرتا ہوں۔ پہلے تمہیں تہ تیغ کرتا ہوں"۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں"۔ حضرت سعد نے اپنی اور حضرت عمر نے اپنی تلوار سونت لی۔ وہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار ہوئے قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے پر جھپٹ پڑتے۔ حضرت سعد نے عمر سے کہا "تم یہ رویہ اپنی بہن اور بہنوئی سے اختیار کیوں نہیں کرتے۔ عمر نے پوچھا "کیا وہ دونوں بھی صابی ہو گئے ہیں؟" حضرت سعد نے فرمایا "ہاں! وہ یہ کہہ عمر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی اور سمت پھیرنا چاہتے تھے"۔ عمر نے انہیں چھوڑا اور اپنی بہن کی طرف چلے گئے...... ممکن ہے راستہ میں ان دونوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہو۔

ایک اور روایت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا ایک اور سبب بھی بیان کیا گیا ہے وہ یہ کہ وہ مسجد حرام میں داخل ہوئے طواف کا ارادہ تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضرت عمر نے کہا "کاش! آج رات میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سن لوں اور سنوں کہ وہ کیا پڑھتے ہیں"۔ انہوں نے کہا "اگر میں نے سامنے سے آ کر قرأت سننے کا ارادہ کیا تو آپ خاموش ہو جائیں گے۔ میں حجر اسود کی طرف سے آیا۔ بیت اللہ کے پردے میں چھپ گیا پھر چلتا گیا حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ میں نے آپ کی قرأت سنی۔ سن کر دل میں رقت پیدا ہو گئی۔ میں رونے لگا۔ اسلام میرے اندر

داخل ہو گیا۔ میں ٹھہرا رہا۔ حتیٰ کہ آپ نے نماز مکمل کی۔ میں آپ کے پیچھے ہو گیا۔ آپ نے پیچھے توجہ فرمائی تو مجھے دیکھا۔ آپ نے سمجھا کہ میں شاید اس لئے آپ کے تعاقب میں ہوں تا کہ آپ ﷺ کو اذیت دوں۔ آپ نے مجھے شدت سے جھڑکا پھر فرمایا "اس وقت کس لئے آئے ہو"۔ میں نے عرض کی "میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول مکرم ﷺ اور ان کے روح افزاء پیغام پر ایمان لانے کے لئے آیا ہوں"۔ آپ نے رب تعالیٰ کی تعریف کی۔ پھر فرمایا "اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے"۔ آپ نے میرے سینے پر اپنا دست اقدس پھیرا میرے لئے ثابت قدمی کی دعا کی"۔ پھر میں واپس آ گیا اور حضور اکرم ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت اس طرح ہے۔ انہوں نے فرمایا "اسلام قبول کرنے سے قبل میں حضور اکرم ﷺ کی تعرض کی نیت سے، باہر نکلا۔ میں نے دیکھا کہ آپ مجھ سے پہلے مسجد میں تشریف لے جا چکے تھے۔ میں آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ سورۃ الحاقہ کی تلاوت فرمانے لگے۔ میں قرآنی تالیف پر غور و فکر کرنے لگا۔ میں نے کہا "یہ شاعر ہیں" آپ نے اس آیت طیبہ کی تلاوت کی۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۙ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۙ (الحاقہ)

"اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں (لیکن) تم بہت کم ایمان لائے ہو"۔

میں نے کہا "یہ تو کاہن ہیں۔ جو میرے دل کی بات جان گئے ہیں"۔ آپ نے اس آیت طیبہ کی تلاوت کی۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ؕ (الحاقہ)

"اور نہ ہی یہ کسی کاہن کا قول ہے تم لوگ بہت کم توجہ کرتے ہو"۔

اس کے بعد اسلام میری رگ رگ میں سرایت کر گیا۔

ایک روز حضرت عمر اور ابو جہل حضور اکرم ﷺ کو اذیت دینے کی نیت سے گھر سے نکلے۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ اپنے کاشانہ اقدس میں مصروف نماز تھے۔ رات کا وقت تھا۔ ان دونوں نے آپ کی قرآت سنی۔ آپ سورۃ الحاقہ تلاوت فرما رہے تھے۔ جب آپ نے اس آیت طیبہ کی تلاوت کی۔

فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ (الحاقہ)

"پس ثمود تو انہیں ہلاک کر دیا گیا سخت چنگھاڑ سے۔ رہے عاد، تو انہیں برباد کر دیا گیا آندھی سے جو سخت سرد، بے حد تند تھی"۔

ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا "جلدی جلدی بھاگ نکلو ہم پر عذاب نازل نہ ہو جائے"۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام کا تقاضا کرنے کے اسباب کثیر بھی تھے اور بار بار رونما ہوتے تھے۔ اسی لئے رب تعالیٰ نے اسلام کو ان کے دل میں متمکن کر دیا۔ اس پر ثابت قدم فرمایا حتیٰ کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے دین متین کی نصرت کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو حضرت جبرائیل امین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی ''اہل آسمان نے حضرت عمر کے اسلام پر خوشیاں منائی ہیں''۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ دین کو غالب فرمایا اور ان کے ذریعے کمزوروں کی مدد فرمائی''۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ''عمر کا اسلام عزت، ان کی ہجرت نصرت، ان کی امارت رحمت تھی۔ بخدا! ہم بیت اللہ کے اردگرد طواف کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق نے اسلام قبول کر لیا''۔

روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو عرض پیرا ہوئے ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم اس دین حق کو مخفی نہیں رہنا چاہئے۔ اپنا دین متین ظاہر فرمائیں''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم سے باہر تشریف لائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے آگے آگے تھے۔ شمشیر براں ہاتھ میں تھی۔ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ورد کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا ''اگر تم میں سے کسی نے حرکت کی تو میں اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا''۔

شعب ابی طالب

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ ان کے اسلام لانے سے جو عزت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نصیب ہوئی تھی اس کا مشاہدہ کیا مہاجرین حبشہ کو جو عزت وہاں نصیب ہوئی تھی اسے دیکھا اور نور اسلام کو قبائل میں پھیلتے ہوئے دیکھا تو قریش مکہ نے اتفاق کر لیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیں۔ انہوں نے کہا ''انہوں نے ہمارے بچوں اور خواتین کو بگاڑ دیا ہے''۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے علاوہ کوئی اور شخص شہید کر دے۔ اس طرح تم ہمیں بھی راحت پہنچاؤ اور اپنے آپ کو بھی سکون دو''۔ قریش کی اس مشاورت کی خبر جناب ابوطالب تک پہنچ گئی۔ انہوں نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو جمع کیا اور انہیں شعب ابی طالب میں داخل ہو جانے کا حکم دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس گھاٹی میں تشریف لے گئے۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور دفاع کیا۔ ان قبائل کے مؤمن و کافر ہر دو نے جناب ابوطالب کی آواز پر لبیک کہا۔ انہوں نے اہل عرب کی عادت حمیت کی وجہ سے ساتھ دیا۔ مگر بنو عبد شمس اور بنو نوفل نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ اس لئے خواجہ ابوطالب نے اپنے قصیدہ میں لکھا۔

جزى الله عنا عبد شمس ونوفلا عقوبة شر عاجلا غير آجل

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے عبد شمس اور نوفل کو شر کی جلدی سزا دے۔ دیر نہ کرے۔

دوسرے قصیدہ میں لکھا۔

جزى الله عنا عبد شمس و نوفلا و تيما و مخزوما عقوقا و مأثما

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے عبد شمس، نوفل، تیم اور مخزوم کو نافرمانی اور گناہ کی سزا دے۔

جب قریش نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ مشاورت کے لئے جمع ہوئے۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ وہ ایک عہد نامہ تحریر کریں جس میں بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خلاف معاہدہ کریں کہ وہ نہ ان میں شادیاں کریں گے۔ نہ ہی ان سے کچھ خریدیں

گے نہ انہیں کوئی چیز فروخت کریں گے۔ نہ ہی کبھی ان سے صلح کریں گے نہ ہی ان کے لئے رقت پیدا ہوگی۔ حتیٰ کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل کے لئے پیش کر دیں۔ اور ان کے اور قریش کے درمیان سے ہٹ جائیں"۔ منصور بن عکرمہ نے یہ عہد نامہ لکھا۔ اس کے ہاتھ شل ہو گئے۔ وہ کفر پر مرا۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ عہد نامہ بغیض بن عامر بن ہاشم نے لکھا۔ اس کے ہاتھ مفلوج ہو گئے یہ اپنے نام کی طرح بغیض تھا۔ یہ بھی حالت کفر پر مرا۔ ایک اور قول کے مطابق یہ عہد نامہ نضر بن حارث نے لکھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے لئے بددعا کی تو اس کی بعض انگلیاں مفلوج ہو گئیں۔ یہ غزوۂ بدر میں کفر پر قتل ہوا۔ ایک اور روایت کے مطابق ہشام بن عمرو نے یہ صحیفہ لکھا پھر اس نے یہ معاہدہ توڑنے کی کوشش کی۔ اس نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا تھا۔ تالیف قلبی کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے مال غنیمت میں سے حصہ دیا تھا۔

ایک اور روایت کے مطابق طلحہ بن ابی طلحہ عبدری نے یا منصور بن عبد شرحبیل نے یہ عہد نامہ لکھا تھا۔ ممکن ہے ان میں سے ہر ایک نے ایک ایک نسخہ لکھا ہو۔ ہر ہر گروہ نے ایک ایک نسخہ لیا ہو۔ قریش مکہ نے صحیفہ کو خانہ کعبہ کے اندر لٹکا دیا۔ اس وقت محرم الحرام کا مہینہ تھا اور بعثت کا ساتواں سال تھا۔ قریش کا یہ اجتماع، معاہدہ اور معاہدہ کی کتابت بنو کنانہ کی وادی میں ہوئی تھی۔ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب جناب ابو طالب کے پاس گئے اور ان کے ہمراہ شعب ابی طالب میں داخل ہو گئے۔ مگر ابو لہب نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ یہ قریش کے ساتھ رہا۔ دو سال یا تین سال اسی اذیت ناک حالت میں گزر گئے۔ امام المغازی موسیٰ بن عقبہ نے تین سال کا قول یقین کے ساتھ کیا ہے۔ حتیٰ کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے لئے زندگی کا دائرہ تنگ ہو کر رہ گیا۔ مخفی طریقہ سے ہی کوئی چیز ان تک پہنچ سکتی تھی۔ وہ صرف ایام حج میں ہی باہر نکلتے تھے۔ ان ایام میں قریش انہیں منع نہیں کرتے تھے۔

صحیح البخاری میں ہے کہ یہ لوگ شعب ابی طالب میں انتہائی مجبور ہو گئے تھے۔ حتیٰ کہ وہ درختوں کے پتے کھانے لگے۔ امام سہیلی رقمطراز ہیں "اگر بیرون ملک سے کوئی تجارتی کارواں وہاں آجاتا۔ مسلمان ان سے کوئی چیز خریدنے کے لئے وہاں پہنچ جاتے تو ابو لہب ان قافلہ والوں سے کہتا "تم انہیں اتنے مہنگے دام بتاؤ کہ وہ کوئی چیز نہ خرید سکیں"۔ وہ ساتھ ہی انہیں یہ تسلی بھی دیتا کہ تم یہ فکر نہ کرنا کہ اگر تم نے بہت زیادہ قیمت مانگی تو اسے کوئی خریدے گا ہی نہیں۔ اور تمہیں خسارہ ہوگا۔ میں یہ خسارہ پورا کروں گا"۔ شعب ابی طالب کے مکین بھوک سے بلکتے بچوں کو چھوڑ کر سامان خریدنے جاتے تو قافلہ والے پانچ یا دس گناہ زیادہ قیمت طلب کرتے۔ جسے ادا کرنے کی سکت ان میں نہ ہوتی تھی۔ بے چارے خالی ہاتھ واپس آجاتے تھے۔ ان کے پاس ایسی کوئی چیز نہ ہوتی تھی جس سے وہ اپنے بلکتے بچوں کو بہلا سکیں۔ وہ تجار ابو لہب کے پاس جاتے وہ ان کے طعام اور لباس وغیرہ میں بہت زیادہ نفع دلاتا"۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنو ہاشم اور بنو مطلب کے ہمراہ شعب ابی طالب میں تشریف فرما ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ مکرمہ میں موجود دیگر مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ ہشام بن عمرو عامری شعب ابی طالب کے مکینوں کے ساتھ بہت زیادہ صلہ رحمی کرتا تھا۔ بعد میں اسے اسلام لانے کی سعادت سرمدی نصیب ہوئی۔ اس نے یہ ظالمانہ

معاہدہ توڑنے میں بھی انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ اس کی صلہ رحمی یہ تھی کہ اس نے تین اونٹ غلے سے بھرے اور انہیں شعب ابی طالب میں داخل کر دیا۔ جب قریش کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ اس کے پاس گئے اور اس امر کے متعلق بات چیت کی۔ اس کے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ کوئی ایسا عمل نہیں کرے گا جس میں قریش کی مخالفت ہوگی۔ یہ سن کر قریش مکہ لوٹ گئے۔ دوسری رات بھی اس نے ایک یا دو اونٹ شعب ابی طالب میں بھیج دیئے یہ دیکھ کر قریش غضبناک ہو گئے۔ انہوں نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ ابوسفیان نے قریش سے کہا ''اسے چھوڑ دو۔ یہ ایسا شخص ہے جو اپنے اہل کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں اگر ہم بھی اس جیسا کردار ادا کریں تو ہمارے لئے یہی بہتر ہے''۔

اس طرح حکیم بن حزام بھی شعب ابی طالب میں غلہ بھیجا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ابو جہل انہیں ملا۔ ان کے ہمراہ ان کا غلام تھا۔ جس نے غلہ اٹھایا ہوا تھا۔ وہ یہ غلہ اپنی پھوپھو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تک پہنچانا چاہتے تھے۔ ابو جہل نے حکیم سے کہا ''تم بنو ہاشم کے لئے کھانا لے کر جا رہے ہو۔ بخدا! نہ ہی تم اور نہ ہی تمہارا یہ غلہ ان تک پہنچ سکے گا۔ حتیٰ کہ میں تمہیں مکہ معظمہ میں رسوا کر دوں گا''۔ ابوالبختری وہاں آیا اس نے ابو جہل سے کہا ''تو نے اسے اور اس کا غلہ کیوں روک رکھا ہے؟'' ابو جہل نے کہا ''یہ بنو ہاشم کے لئے کھانا لے کر جا رہا ہے''۔ ابوالبختری نے کہا ''یہ اس کی پھوپھو کا کھانا تھا جو اس کے پاس تھا کیا تو ان کا اپنا غلہ بھی نہیں جانے دے گا۔ اس کے راستہ سے ہٹ جا''۔ ابو جہل نے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے سے الجھ پڑے۔ ابوالبختری نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی لی اور ابو جہل کو دے ماری جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ پھر اسے برے طریقے سے روند ڈالا۔ اب ابو جہل حکیم کے راستہ سے ہٹ گیا۔ ابوالبختری غزوہ بدر میں حالت کفر پر مرا تھا۔

جناب ابو طالب جتنی مدت شعب ابی طالب میں رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ''آپ اپنے بستر پر تشریف لے جائیں''۔ جب لوگ سو جاتے تو وہ اپنے کسی بیٹے، بھائی یا چچا زاد کو حکم دیتے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹ جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے بستر پر آرام فرما ہو جاتے۔ یہ نگرانی و نگہبانی امور عادیہ کے اعتبار سے تھی۔ ورنہ آپ قتل ہو جانے سے محفوظ و معصوم تھے۔ شعب ابی طالب میں ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی۔

پھر اللہ رب العزت نے اپنے حبیب لبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی کی کہ دیمک نے اس عہد نامہ کی قطع رحمی اور ظلم پر مبنی ساری شقوں کو چٹ کر دیا ہے۔ اس نے صرف لفظ ''اللہ'' کو چھوڑا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ دیمک نے معاہدہ کی ہر وہ جگہ کھا دی جہاں اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی لکھا تھا۔ شرک اور قطع رحمی کی شقیں نہ کھائیں۔ امام حلبی لکھتے ہیں ''پہلی روایت دوسری روایت سے زیادہ صحیح ہے۔ ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ قریش مکہ نے کئی نسخے لکھے ہوں۔ بعض نسخوں میں دیمک نے اللہ تعالیٰ کے نام گرامی کے علاوہ ساری شقیں کھا لیں ہوں۔ تاکہ رب تعالیٰ کا نام ان کے ظلم کے ساتھ باقی نہ رہے۔ اور بعض نسخوں میں صرف اللہ تعالیٰ کا نام کھایا ہو تاکہ وہ ظالمانہ معاہدہ میں نہ رہے''۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اپنے چچا ابو طالب کو بتائی۔ انہوں نے پوچھا ''میرے محترم بھتیجے! کیا یہ بات آپ کو آپ کے رب نے بتائی ہے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں'' انہوں نے کہا ''مجھے ستاروں کی قسم! آپ نے میرے ساتھ کبھی جھوٹ نہیں بولا''۔ وہ بنو ہاشم اور بنو

مطلب کے چیدہ چیدہ افراد لے کر مسجد حرام میں گئے۔ قریش کو ان کا آنا بڑا عجیب لگا۔ انہوں نے گمان کیا کہ شاید یہ مصائب کی سختی سے گھبرا کر باہر نکل آئے ہیں۔ تاکہ حضور اکرم ﷺ کو ان کے سپرد کریں۔ خواجہ ابو طالب نے کہا "اے معشر قریش! ہمارے اور تمہارے مابین ایسے امور بھی ہیں جن کا تذکرہ اس صحیفہ میں نہیں کیا گیا۔ وہ صحیفہ لے کر آؤ شاید ہمارے اور تمہارے مابین صلح کا کوئی راستہ نکل آئے"۔ جناب ابو طالب نے اس خدشہ کے پیش نظر یہ بات کی کہ کہیں وہ صحیفہ لانے سے قبل ہی اسے دیکھ نہ لیں۔ وہ صحیفہ لے کر آئے۔ انہیں ذرہ بھر بھی شک نہ رہا تھا کہ جناب ابو طالب حضور ﷺ کو ان کے سپرد کر دیں گے۔ وہ صحیفہ انہوں نے اپنے سامنے رکھا۔ انہوں نے صحیفہ کھولنے سے قبل جناب ابو طالب سے کہا "اب تمہارے لئے وہ وقت آ گیا ہے کہ اس چیز سے باز آ جاؤ جو تم نے اپنے لئے اور ہمارے لئے گھڑی ہے"۔ جناب ابو طالب نے کہا "میں تمہارے پاس ایک ایسا امر لے کر آیا ہوں جو ہمارے اور تمہارے درمیان انصاف کر دے گا۔ میرے بھتیجے نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ انہوں نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے صحیفہ پر دیمک مسلط کر دی ہے اس نے وہاں سے اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک کھا لیا ہے اور تمہاری ظلم و فریب سے لبریز شقیں باقی رہنے دیں ہیں"۔

دوسری روایت میں ہے "وہ تمہاری ظالمانہ اور مکر و فریب سے بھرپور شقیں چٹ کر گئیں ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ کا نام چھوڑا ہے۔ اگر وہ سچے ہوئے تو تم بھی اس ظالمانہ کارروائی سے باز آ جاؤ۔ بخدا! ہم انہیں کسی بھی صورت میں تمہارے حوالے نہیں کریں گے حتیٰ کہ ہمارا آخری شخص بھی مر جائے۔ اگر انہوں نے جھوٹ بولا تو پھر ہم انہیں تمہارے سپرد کر دیں گے۔ پھر تم چاہو تو انہیں قتل کر دینا یا زندہ رہنے دینا"۔ قریش نے کہا "ہم اس امر پر راضی ہیں"۔ انہوں نے وہ صحیفہ کھولا۔ وہ اسی طرح تھا جس طرح حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔ قریش مکہ نے کہا "یہ تمہارے بھتیجے کا جادو ہے" اس سے ان کے کفر و سرکشی میں اضافہ ہوا۔ جناب ابو طالب نے ان سے کہا "اب معاملہ اس طرح عیاں ہو چکا ہے جس طرح حضور ﷺ نے فرمایا ہے اب تم نے ہمیں کس لئے روک رکھا ہے ہمیں کیوں محبوس کر رکھا ہے۔ یہ امر اب آشکارا ہو چکا ہے کہ ظلم اور قطع رحم کرنے والے تم ہی ہو"۔ پھر جناب ابو طالب اور ان کے ساتھی غلاف کعبہ میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی "مولا! جو ہم پر ظلم کرے اس کے خلاف ہماری مدد فرما۔ جو ہمارے ساتھ قطع رحمی کرے اس کے خلاف ہماری اعانت فرما" پھر وہ ان کے ساتھ شعب ابی طالب کی طرف لوٹ گئے۔

اس وقت قریش میں سے ایک گروہ نے اس معاہدہ کو توڑنے کا عزم کر دیا۔ وہ ہشام بن عمرو، زہیر بن ابی امیہ المخزومی، مطعم بن عدی، ابو البختری بن ہشام اور زمعہ بن اسود تھے۔ ہشام، زہیر کے پاس گیا بعد میں ان دونوں کو دولت اسلام نصیب ہوئی۔ اس نے کہا "زہیر! کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ تو کھائے، کپڑے پہنے اور عورتوں سے شادی کرے۔ جبکہ تیرے ننھال اس تکلیف دہ حالت میں ہوں جسے تو دیکھ رہا ہے"۔ اس نے کہا "ہشام! میں کیا کر سکتا ہوں؟ میں ایک شخص ہوں۔ اگر میرے ساتھ ایک اور شخص ہوتا تو میں یہ ظالمانہ معاہدہ توڑ دیتا"۔ ہشام نے کہا "میں تیرے ساتھ ہوں" زہیر نے کہا "کسی تیسرے شخص کو تلاش کرو"۔ یہ دونوں مطعم بن عدی کے پاس گئے۔ اس سے کہا "کیا تو اس امر پر راضی ہے کہ بنو عبد مناف

میں سے ایک قبیلہ ہلاک ہو جائے اور تو اسے دیکھ رہا ہو"۔ مطعم نے کہا "میں اکیلا ہوں۔ میں کیا کر سکتا ہوں؟" ان دونوں نے کہا "ہم تیرے ساتھ ہیں" اس نے کہا "چوتھا شخص بھی تلاش کرو"۔ وہ ابوالبختری کے پاس گئے۔ اس نے کہا "پانچواں فرد تلاش کرو"۔ یہ زمعہ بن اسود کے پاس گئے"۔ ان سب نے اس ظالمانہ دستاویز کو ختم کرنے پر اتفاق کر لیا۔ رات کے وقت یہ سب مکہ مکرمہ کی بلند جگہ پر بیٹھے۔ انہوں نے اس عہد نامہ کو ختم کرنے کا باہم معاہدہ کر لیا۔ نیز یہ عہد کیا کہ وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کو شعب ابی طالب سے باہر نکال کر دم لیں گے۔ زہیر نے انہیں کہا "میں تم میں سے سب سے پہلے آغاز کروں گا۔ سب سے پہلے میں گفتگو کروں گا"۔ وقت صبح یہ سب قریش کی محافل میں گئے زہیر وہاں پہنچا۔ اس نے حلہ زیب تن کر رکھا تھا۔ اس نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا "اے اہل مکہ! ہم کھانا کھاتے ہیں، کپڑے پہنتے ہیں جبکہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ہلاکت کے منہ میں گر رہے ہیں وہ نہ کچھ خرید سکتے ہیں نہ فروخت کر سکتے ہیں۔ بخدا! میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا۔ جب تک میں اس ظالمانہ معاہدہ کو چیر نہ دوں"۔ ابو جہل نے کہا "تو نے جھوٹ بولا ہے۔ بخدا! وہ عہد نامہ شق نہیں ہوگا"۔ زمعہ بن اسود نے کہا "بخدا! تو سب سے زیادہ جھوٹا ہے ہم تو اس معاہدہ پر راضی ہی نہ تھے"۔ ابوالبختری نے کہا "زمعہ نے سچ کہا ہے"، مطعم بن عدی نے کہا "تم دونوں نے سچ کہا ہے باقی سب جھوٹ بول رہے ہیں"۔ "ہم اس معاہدہ سے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں برأت کا اظہار کرتے ہیں"۔ ہشام بن عمرو نے بھی اسی طرح کہا۔ ابو جہل نے کہا "یہ وہ امر ہے جس کا فیصلہ رات کو ہوا ہے"۔ ان کے مابین یہ معاملہ سنجیدگی اختیار کر گیا۔ بہت زیادہ قیل و قال ہوا۔ مطعم بن عدی صحیفہ کی طرف گیا اور اسے شق کر دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ پانچوں افراد اٹھے، ان کے ہمراہ پوری جماعت تھی۔ انہوں نے ہتھیار سجائے۔ پھر وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے پاس گئے پھر کہا کہ وہ اپنے اپنے گھروں میں آ جائیں انہوں نے اسی طرح کیا۔ ان پانچوں افراد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سچی خبر کے بعد یہ تگ و دو کی کہ دیمک نے اس عہد نامہ کو چٹ کر دیا ہے۔ بعثت کے نویں سال یہ صحیفہ چاک کیا گیا اس صورت میں شعب ابی طالب میں رہنے کی مدت دو سال ہوگی۔ یا یہ معاہدہ بعثت کے دسویں سال شق کیا گیا۔ اس صورت میں شعب ابی طالب میں رہنے کی مدت تین سال ہوگی۔ صاحب ہمزیہ نے ان لوگوں کی شان میں یہ اشعار لکھے ہیں۔

فدیت خمسة الصحیفه بالخمسة ان کان لِلْکِرَامِ فِدَاء

صحیفہ کے پانچ افراد کا ان پانچ افراد سے فدیہ ادا کر دیا گیا۔ بلاشبہ کریم لوگوں کا ہی فدیہ ادا کیا جاتا ہے۔

فتیة بیتوا علی فعل خیر حمد الصبح امرهٔ والمساء

وہ ایسے جوان تھے جنہوں نے عمدہ فعل پر رات بسر کی۔ صبح و شام نے ان کے اس امر کی تعریف کی۔

یا لامرٍ اتاہ بعد هشام زمعه انه الفتی الاتاء

تعجب! ہشام کے بعد زمعہ آیا وہ کثیر فعل سرانجام دینے والا جوان تھا۔

و زهیر و مطعم بن عدی ابوالبحتری من حیث شاء

زہیر، مطعم بن عدی اور ابوالبختری اس طرح آئے جس طرح انہوں نے چاہا۔

نقضوا مبرم الصحيفة إذ شدت عليهم من العداء الانداء

انہوں نے محکم صحیفہ کو پارہ پارہ کر دیا جب بہت سے دشمنوں نے ان پر شدت اختیار کر لی۔

اذكرتنا باكلها اكل منسأة سليمان الارضة الخرساء

انہوں نے کہا کہ اس صحیفہ کو دیمک نے اس طرح کھا دیا ہے جس طرح اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا عصا کھایا تھا۔

وبها اخبر النبی و کم اخرج خباء له الغيوب خباء

اس خبر کے بارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ آپ نے بہت سی غیب کی خبریں دیں جو سچ ثابت ہوئیں۔

پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ ان پانچ افراد میں سے حضرت ہشام بن عمرو اور حضرت زہیر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہما کو اسلام لانے کی سعادت میسر آئی۔ مطعم بن عدی مکہ مکرمہ حالت کفر پر مرا۔ ابوالبختری اور زمعۃ بن اسود غزوۂ بدر کے روز مقتول ہوئے۔ پاک ہے وہ ذات بے ہمتا! جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے پوچھا نہیں جا سکتا۔

عام الحزن

جب بنو ہاشم اور بنو مطلب شعب ابی طالب سے باہر آئے تو جناب ابو طالب وفات پا گئے۔ بعثت کے نویں یا دسویں سال رمضان المبارک میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کی وفات کے تین یا پانچ روز بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی وصال فرما ہو گئیں۔ حضرت امام بوصیری لکھتے ہیں۔

و قضى عمه ابو طالب والدهر و فيه السراء والضراء

آپ کے چچا جناب ابو طالب کا انتقال ہو گیا۔ اس زمانہ میں خوشی اور غمی یکے بعد دیگرے آتی ہیں۔

ثم ماتت خديجة ذالك العام و نالت من احمد المناء

پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی تمنا پا لی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو وہ نزع کے عالم میں تھیں۔ آپ نے فرمایا "آپ اس حالت میں ناپسندیدگی کا اظہار کر رہی ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں بھلائی رکھی ہوئی ہے"۔ امام الطبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنت کے انگور کھلائے۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو "الحجون" میں دفن کیا گیا دفن کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں خود تشریف لے گئے۔ اپنے دست اقدس سے انہیں قبر میں اتارا۔ اس وقت حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک پینسٹھ برس تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابو طالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات حسرت آیات کا گہرا غم و دکھ ہوا۔ اس لئے اس سال کو عام الحزن کہا جاتا ہے۔

حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ حضرت

خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے وصال کی وجہ سے پریشان ہیں؟'' آپ نے فرمایا ''ہاں! ام العیال! اس گھر کے مالک کی قسم!''
حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے پچیس برس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بسر کرنے کی سعادت کبریٰ حاصل کی۔ اسی سال ماہ شوال میں آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح فرمایا۔ اور ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی عقد نکاح فرمایا۔ مگر ہجرت کے بعد ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا فرمایا۔

''السیرۃ الحلبیہ'' میں ہے ''ماہ رمضان المبارک میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ ان کے وصال کے کچھ ایام بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا حبالۂ عقد میں آئیں۔ آپ سے قبل یہ اپنے چچازاد سکران کی زوجیت میں تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ ہجرت حبشہ ثانیہ کی۔ پھر مکہ مکرمہ واپس آئے تو ان کا انتقال ہو گیا۔ جب عدت گزر گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں زوجیت کا شرف ابدی بخشا۔ انکا حق مہر چار سو درہم تھا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی گردن روندھ ڈالی۔ انہوں نے یہ خواب اپنے خاوند کو بتایا۔ انہوں نے کہا ''اگر تمہارا یہ خواب سچا ہے تو پھر میرا وصال ہو جائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے حبالۂ عقد فرمالیں گے''۔ انہوں نے ایک اور رات یہ خواب دیکھا کہ وہ لیٹی ہوئی تھیں اور چاند ٹوٹ کر ان کے اوپر گر پڑا تھا۔ انہوں نے یہ خواب بھی اپنے خاوند کو بتایا۔ ان کے شوہر نے کہا ''اب جلد ہی میرا وصال ہو جائے گا''۔ اسی روز وہ عالم بالا کو سدھار گئے۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تو میں نے عرض کی ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کیا آپ شادی نہیں فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا ''کس کے ساتھ؟ میں نے عرض کی ''آپ چاہیں تو کنواری عورت کے ساتھ چاہیں تو شادی شدہ عورت کے ساتھ'' آپ نے فرمایا ''باکرہ کون سی عورت ہے؟ میں نے عرض کی ''حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح فرمایا تھا۔ آپ کے لئے ان کی تصویر جنت سے لائی گئی تھی''۔ آپ اس خواب پر تعجب کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بہت کم سن تھیں۔ آپ نے فرمایا ''اگر یہ امر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر ہو کر رہے گا''۔ حتیٰ کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے عرض کی جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا ''ثیبہ کون سی عورت ہے؟'' انہوں نے عرض کی ''حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔ وہ آپ پر ایمان لا چکی ہیں اور آپ کی اتباع کر چکی ہیں''۔ آپ نے انہیں فرمایا ''جاؤ ان دونوں کو میری طرف سے پیغام نکاح دو''۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی''۔ میں نے ان سے کہا ''اگر اللہ تعالیٰ آپ کے پاس خیر و برکت لے آئے تو؟'' انہوں نے پوچھا ''وہ خیر و برکت کیا ہے؟'' میں نے کہا ''مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغام نکاح دے کر بھیجا ہے''۔ انہوں نے کہا ''میری بھی تمنا ہے۔ میرے باپ کے پاس جاؤ اور اس سے یہ تذکرہ کرو''۔ ان کا والد بہت عمر رسیدہ شخص تھا۔ وہ اپنی قوم کے دین پر تھا۔ اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ میں اس کے پاس گئی اور اسے جاہلیت کا سلام کیا۔ اس نے پوچھا ''کون ہو؟'' میں نے کہا ''خولہ بنت حکیم'' اس نے کہا ''کس طرح آنا ہوا؟'' میں نے کہا ''مجھے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

حضرت سودہ کے لئے پیغام نکاح دے کر بھیجا ہے"۔ اس نے کہا "وہ ایک کریم گھرانہ ہے۔ تمہاری سہیلی نے کیا جواب دیا ہے؟" میں نے کہا "انہیں یہ پسند ہے" اس نے مجھے کہا "اپنی سہیلی کو بلاؤ" میں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ ان کے باپ نے کہا "نور نظر! اس عورت کا گمان ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں پیغام نکاح بھیجا ہے وہ ایک کریم خاندان ہے کیا تمہیں پسند ہے کہ میں تمہارا نکاح ان سے کردوں؟" انہوں نے کہا "ہاں" اس نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے کہا "محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاؤ"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور اس نے اپنی نور نظر کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔ حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا بھائی اس وقت وہاں موجود نہ تھا۔ جب اسے اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا۔ جب اسے اسلام کی سعادت عظمیٰ نصیب ہوئی تو وہ کہا کرتے تھے "میں نے بڑا احمقانہ کام کیا تھا جب میں نے اپنے سر پر مٹی ڈالی تھی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح فرمایا تھا"۔

پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں۔ حضرت ام رومان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ تھیں۔ حضرت خولہ نے کہا "اے ام رومان! اگر اللہ تعالیٰ آپ کے گھر میں خیر و برکت داخل کر دے تو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آپ کے پاس بھیجا تا کہ میں تمہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے پیغام نکاح دوں"۔ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے فرمایا "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آلینے دو" حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ میں نے کہا "اگر اللہ تعالیٰ آپ کے گھر میں خیر و برکت داخل کرنے کا ارادہ کرے تو آپ کیا کریں گے؟" انہوں نے فرمایا "تمہاری مراد کیا ہے؟" انہوں نے کہا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت عائشہ کے لئے پیغام نکاح دے کر آپ کے پاس بھیجا ہے"۔ انہوں نے فرمایا "کیا ان کے لئے ان کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یہ ان کے بھائی کی لخت جگر ہے؟" میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ آپ سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا "ان کے پاس جاؤ۔ اور انہیں کہو "میں آپ کا اور آپ میرے بھائی اسلام میں ہیں۔ آپ کی لخت جگر میرے لئے جائز ہے"۔ میں نے یہ بات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بتائی۔ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے کہا "مطعم بن عدی نے ہماری نور نظر کا رشتہ اپنے بیٹے جبیر کیلئے مانگا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ بخدا! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی وعدہ کے خلاف کوئی کام نہیں کیا"۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اٹھے اور مطعم بن عدی کے پاس گئے۔ اس وقت ان کے پاس اس کی بیوی بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا "اس بچی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جس کا رشتہ تم نے اپنے بیٹے جبیر کے لئے طلب کیا تھا۔ اور مطعم نے اپنی بیوی کی طرف توجہ کی اور کہا "اس معاملہ میں تو کیا کہتی ہے؟" اس نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور کہا "اگر ہم نے اس نوجوان کا نکاح آپ کے ہاں کر دیا تو شاید آپ اسے بھی صابی بنا دیں وہ بھی وہی دین اختیار کر لے جو آپ نے اختیار کر رکھا ہے"۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مطعم سے پوچھا "تیرا کیا خیال ہے؟" اس نے کہا "میرا بھی وہی موقف ہے جو میری بیوی کا ہے" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اب اس وعدہ کے متعلق ان کے ذہن میں کوئی تردد نہ تھا۔ وہ واپس آئے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں کہ میرے پاس تشریف لے آئیں"۔ آپ رونق افروز ہوئے تو

انہوں نے اپنی نورنظر کا نکاح آپ ﷺ سے کر دیا۔ اس وقت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چھ یا سات سال تھی۔ حضور ﷺ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ وظیفۂ زوجیت مکہ مکرمہ میں ہی ادا کیا جبکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ وظیفۂ زوجیت مدینہ طیبہ میں جا کر ادا کیا۔ اس وقت ان کی عمر مبارک نو سال تھی۔

قریش مکہ کا حضور ﷺ کے ساتھ انسانیت سوز سلوک

جناب ابو طالب نے اپنی وفات کے وقت قریش کو جمع کیا انہیں ایک خطبہ دیا۔ جس میں انہیں حضور ﷺ کی اتباع پر ابھارا۔ انہوں نے کہا "جب تک تم محمد عربی ﷺ کی باتیں سنتے رہو گے اور ان کے حکم کی اتباع کرتے رہو گے اس وقت تک تم بھلائی اور خیر پر رہو گے۔ ان کی اطاعت بجالاؤ گے تو ہدایت پا جاؤ گے"۔ مگر قریش مکہ نے ابو طالب کی بات قبول نہ کی۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو قریش کی اذیتیں آپ پر شدت اختیار کر گئیں۔ آپ نے ان سے ایسی تکالیف برداشت کی جن کی وہ جناب ابو طالب کی زندگی میں جرأت نہ کر سکے۔ ایک روز حضور ﷺ اپنے کاشانۂ اقدس میں داخل ہوئے۔ سر اقدس پر مٹی پڑی ہوئی تھی۔ آپ کی ایک نورنظر آگے بڑھیں سر اقدس سے مٹی جھاڑتی جاتیں اور زار و زار روتی جاتیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "نورنظر! نہ رو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے والد گرامی کا محافظ ہے"۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے تھے "میں نے قریش کی طرف سے کسی شدید اذیت کا سامنا نہ کیا حتیٰ کہ جناب ابو طالب اس دنیا سے چلے گئے"۔ جب قریش نے جناب ابو طالب کو دیکھا کہ وہ دار فانی کو الوداع کہہ گئے ہیں تو وہ حضور ﷺ پر حملہ آور ہو گئے۔ آپ نے فرمایا "عم محترم! میں نے آپ کا چلے جانا کتنی جلدی محسوس کر لیا ہے"۔ جب ابولہب تک آپ کا یہ فرمان پہنچا تو وہ کچھ ایام کے لئے آپ کی نصرت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا "(جان عالم) محمد (عربی ﷺ) آپ کا جو ارادہ ہے آپ وہ کریں۔ آپ وہ کام کریں جو جناب ابو طالب کی زندگی میں کرتے تھے۔ لات و عزیٰ کی قسم! قریش آپ تک نہ آ سکیں گے حتیٰ کہ میں مر جاؤں"۔ پھر دشمنان خدا ابو جہل اور عقبہ بن ابی معیط اور دیگر سرداران قریش ابولہب کو اکساتے رہے حتیٰ کہ وہ اس ارادہ سے رک گیا۔ اس نے حضور اکرم ﷺ کی نصرت ترک کر دی۔ پہلے کی طرح عداوت شروع کر دی۔ جب قریش مکہ نے آپ سے عداوت و قطع تعلقی اور آپ کو مکہ مکرمہ سے باہر نکالنے پر اتفاق کر لیا تو آپ ﷺ طائف کی طرف تشریف لے گئے آپ از حد غمگین اور کبیدہ خاطر تھے۔ خصوصاً ابولہب اس کی بیوی ام قبیح کی عداوت، ہجو اور تکذیب سے انتہائی غمزدہ تھے۔

حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "خواجہ ابو طالب کی وفات کے بعد میں نے حضور ﷺ کو دیکھا۔ قریش آپ کو پکڑ کر کھینچ رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے "کیا آپ ہی وہ شخص ہیں جس نے کئی معبودوں کو ایک معبود بنا دیا ہے"۔ بخدا! ہم میں سے سوائے حضرت ابو بکر کے کسی کو بھی آپ کے قریب جانے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ کسی کو ہٹاتے اور کسی کو مارتے آگے بڑھے۔ وہ کہہ رہے تھے "کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنے کے درپے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے"۔

سفر طائف

بعثت کے دسویں سال حضور اکرم مبلغ اعظم ﷺ طائف تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ طائف میں قبیلہ ثقیف آباد تھا۔ آپ اس لئے وہاں تشریف لے گئے کہ شاید وہ اسلام قبول کر لیں اور اسلام کی اشاعت میں آپ کے دست و بازو بنیں۔ اور آپ کی قوم کی مخالفت میں آپ کے لئے سد سکندری ثابت ہوں۔

''السیرۃ الحلبیہ'' میں ہے کہ جب قریش کی اذیتیں اور تکالیف آپ کے خاطر عاطر پر گراں گزریں تو آپ طائف تشریف لے گئے۔ طائف پہنچ کر آپ بنو ثقیف کے تین سرداروں کے پاس گئے وہ تین بھائی تھے۔ ان میں سے ایک عبدیا لیل تھا۔ اس کا نام کنانہ تھا۔ اس کا اسلام لانا معلوم نہیں، دوسرے بھائی کو عبد کلال کہا جاتا تھا، اس کا نام مسعود تھا۔ اس کا اسلام بھی معلوم نہیں۔ تیسرے بھائی کا نام حبیب تھا۔ امام ذہبی نے فرمایا ہے کہ اس کی صحابیت میں بھی تردد ہے۔ یہ تینوں عمر بن عمیر بن عوف ثقفی کی اولاد تھے۔ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ انہیں پیغام حق سنایا ان میں سے ایک نے کہا ''اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو میں غلاف کعبہ کو چاک کر دوں گا''۔ دوسرے نے کہا ''کیا اللہ تعالیٰ کو آپ کے علاوہ اور کوئی شخص نہیں ملا جسے وہ رسول بنا کر بھیجتا''۔ تیسرے نے کہا ''میں آپ سے بات تک نہیں کروں گا۔ اگر آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جس طرح کہ آپ کہہ رہے ہیں تو آپ کی شان اس سے کہیں بلند و بالا ہے کہ میں آپ کی بات کا جواب دوں۔ اگر (نعوذ باللہ) آپ جھوٹے ہیں تو مجھے پھر بھی آپ سے بات نہیں کرنا چاہئے''۔ حضور اکرم ﷺ ان کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ ان کی بھلائی سے مایوس ہو چکے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا ''جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے اسے مخفی رکھنا''۔ آپ نے یہ ناپسند فرمایا کہ اہل طائف کا یہ رویہ قریش تک پہنچے اور ان کی اذیتیں شدت اختیار کر جائیں۔ ان تینوں سرداروں نے کہا ''آپ ہمارے شہر سے نکل جائیں اور جہاں چاہیں چلے جائیں''۔ انہوں نے اپنے شہر کے اوباش اور احمق آپ پر مسلط کر دیئے۔ وہ آپ پر دشنام طرازی کرتے، شور کرتے۔ حتیٰ کہ لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ انہوں نے آپ کے رستے پر دو صفیں بنالیں جب آپ ان کی صفوں میں سے گزرتے آپ جس قدم مبارک کو زمین پر رکھتے ظالم لوگ اس پر پتھروں کی بارش کر دیتے حتیٰ کہ قدمین شریفین سے خون مبارک بہنے لگا۔ ایک اور روایت کے مطابق نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ جب پتھر آپ کو لگتا آپ زمین پر بیٹھ جاتے۔ وہ لوگ آگے بڑھتے۔ آپ کو بازوؤں سے پکڑ کر اٹھاتے۔ جب آپ چلتے تو پتھروں کی بارش کر دیتے پھر قہقہے لگاتے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنے آپ سے حضور ﷺ کا دفاع کرتے۔ حتیٰ کہ ان کے سر پر بھی کئی زخم آئے۔ طائف کے اوباش اور بدمعاش چلے گئے۔ حضور اکرم رحمت مجسم ﷺ کے قدمین شریفین سے خون مبارک رواں تھا۔ آپ ﷺ ایک باغ کی طرف تشریف لے گئے اور انگور کی بیل کے نیچے آرام فرما ہو گئے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ان سرداران ثقیف نے اپنے احمقوں کو ابھارا وہ حضور ﷺ پر شور و غل مچانے لگتے آپ کو دشنام طرازی کرنے لگے۔ لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ آپ عتبہ اور

شیبہ کے باغ کی طرف آ گئے۔ جب آپ باغ کے اندر چلے گئے تو وہ نادان واپس چلے گئے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کی "کیا آپ پر غزوہ احد کے دن سے بھی زیادہ شدید دن گزرا ہے"۔ آپ نے فرمایا "میں نے تمہاری قوم سے بڑی اذیتیں برداشت کیں۔ مگر عقبہ کا روز مجھ پر سب سے زیادہ شدید گزرا"۔ عقبہ سے مراد وہ مخصوص مقام ہے جس جگہ آپ نے عبد یالیل سے ملاقات کی تھی۔ اس سے مراد عقبہ منیٰ نہیں۔ جہاں آپ ﷺ نے انصار کے ساتھ ملاقات کی تھی۔ آپ ﷺ نے تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا "میں نے عبد یالیل کو دعوت حق دی۔ مگر اس نے اس پر لبیک نہ کہا۔ میں واپسی عازم سفر ہوا۔ میں انتہائی غمزدہ اور مغموم تھا۔ میں قرن الثعالب پہنچا تو میں نے اپنا سر اٹھایا۔ تو مجھے بادل نظر آیا جو مجھ پر سایہ فگن تھا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو مجھے وہاں جبرائیل امین نظر آئے۔ انہوں نے مجھے آواز دی۔ "اللہ تعالیٰ نے بنو ثقیف کے تلخ جوابات اور انکار حق سن لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تا کہ آپ اسے جو چاہیں حکم دیں"۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا "مجھے پہاڑوں کے فرشتوں نے آواز دی۔ اس نے مجھے سلام کیا پھر کہا "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کے اذیت ناک جوابات اور پیغام حق کی تردید سن لی ہے۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی بارگاہ میں بھیجا ہے۔ اگر آپ مجھے حکم دیں تو میں انہیں ان دو پہاڑوں کے مابین پیس کر رکھ دوں"۔ حضور ﷺ نے فرمایا "نہیں! بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اس وحدہ لاشریک ذات کی عبادت کریں گے" اس واقعہ سے آپ کا حلم، درگزر، شفقت، عفو اور کرم کا آفتاب جہانتاب عیاں ہو رہا ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی "محمد عربی ﷺ! آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے۔ اس نے پہاڑوں کا فرشتہ میرے ساتھ بھیجا ہے۔ اس نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ آپ کی اطاعت کرے"۔ اس فرشتے نے عرض کی "اگر آپ حکم فرمائیں تو میں ان پر یہ پہاڑ گرا دوں۔ اگر پسند فرمائیں تو میں زمین میں دھنسا دوں"۔ آپ نے فرمایا "پہاڑوں کے فرشتے! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے ایسے افراد پیدا کرے گا جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی صدائے دلنواز بلند کریں گے"۔ اس فرشتے نے عرض کی "آپ اسی طرح رؤف اور رحیم ہیں جس طرح کہ آپ کے رب نے آپ کے یہ نام رکھے ہیں"۔ حضرت امام بوصیری نے اس عفو و درگزر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

جهلت قومه عليه فاغضى　　واخو الحلم دابه الاغضاء

آپ کی قوم نے آپ کے بارے جہالت سے کام لیا مگر آپ نے صبر کیا۔ صاحب حلم کا طریقہ صبر ہی ہوتا ہے۔

وسع العالمين علما و حلما　　فهو بحر لم تعيه الاعباء

آپ علم اور حلم کے اعتبار سے سارے جہانوں سے وسیع ہیں آپ ایسے سمندر ہیں جسے بوجھ تھکا نہیں سکتے۔

حضرت عداس رضی اللہ عنہ کی بلند اقبالی

طائف کے اوباشوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجبور کر دیا کہ آپ عتبہ اور شیبہ کے باغ کی طرف چلیں۔ قدمین شریفین سے خون مبارک رواں تھا۔ جب انہوں نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو انہیں ترس نے آلیا۔ کیونکہ وہ ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف کے بیٹے تھے۔ انہوں نے اپنے غلام عداس کے ہمراہ انگور کا ایک گچھا آپ کی خدمت میں بھیجا۔ عداس نے وہ گچھا ایک طشت میں رکھا۔ عتبہ اور شیبہ نے عداس سے کہا "یہ انگور اس ذات (والا) کے پاس لے جاؤ اور انہیں کہو کہ وہ اس میں سے کھالیں" عداس نے اپنے آقاؤں کے حکم کی تعمیل کی۔ جب حضور ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے لئے دست اقدس طشت کی طرف بڑھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھی۔ پھر انگور تناول فرمایا۔ عداس آپ کے روئے انور کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا "بخدا! کھاتے وقت یہ کلام پڑھنا اس علاقے کے لوگوں کی عادت تو نہیں"۔ آپ نے فرمایا "تمہارا تعلق کس علاقہ سے ہے اور تمہارا دین کیا ہے؟" اس نے عرض کی "میں نصرانی ہوں اور میرا تعلق نینوی سے ہے"۔ حضور شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا "مرد پاکباز حضرت یونس بن متی علیہ السلام کی بستی"۔ عداس نے کہا "آپ حضرت یونس علیہ السلام کو کیسے جانتے ہیں؟" بخدا! جب میں نینوی سے نکلا اس وقت حضرت یونس علیہ السلام کو دس افراد بھی نہیں جانتے تھے۔ آپ انہیں کیسے جانتے ہیں؟ آپ ان پڑھ ملت میں امی ہیں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ میرے بھائی ہیں وہ بھی نبی تھے اور میں نبی ہوں" عداس جھکا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس، پاؤں مبارک اور سر اقدس چومنے لگا۔ وہ مشرف باسلام ہو گیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ عداس نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں" ربیعہ کے دونوں بیٹے عداس کو دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا "اس نے تمہارا غلام خراب کر دیا ہے"۔ جب عداس ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا "تیرے لئے ہلاکت! تو اس شخص کے ہاتھ، پاؤں اور سر کیوں چوم رہا تھا"۔ حضرت عداس نے کہا "روئے زمین کی کوئی چیز ان سے بہتر نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے ایسی چیز بتائی ہے جسے صرف ایک نبی ہی بتا سکتا ہے"۔ ان دونوں نے کہا "تیرے لئے بربادی! وہ شخص تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ نہ کر دے۔ تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے"۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب حضرت عداس رضی اللہ عنہ نے اپنے آقاؤں کو میدان بدر کی طرف جاتے دیکھا اور انہوں نے انہیں ساتھ چلنے کا حکم دیا تو انہوں نے کہا "کیا تم اس شخص سے جنگ کرنے جا رہے ہو جس کی زیارت میں نے تمہارے باغ میں کی تھی۔ بخدا! ان کے ساتھ تو پہاڑ بھی مقابلہ نہیں کر سکتے"۔ ان دونوں نے کہا "عداس! اس کی زبان کا جادو تم پر چل گیا ہے"۔ "الاصابہ" میں ہے کہ یہ کہا گیا ہے کہ عداس میدان بدر میں قتل ہو گئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ قتل نہیں ہوئے تھے بلکہ واپس آ گئے مکہ مکرمہ میں ان کا وصال ہوا۔ انہیں صحابہ کرام میں شمار کیا جاتا تھا۔ جبکہ عتبہ اور شیبہ میدان بدر میں حالت کفر میں جہنم واصل ہوئے۔

روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انگور کی بیل کے نیچے آرام فرما ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دعا مانگی جو "دعائے

طائف'' کے نام سے معروف ہے۔آپ ﷺ یوں عرض گزار ہوئے''مولا! میں اپنی طاقت کی ناتوانی اور قوت عمل کی کمی اور لوگوں کی نگاہوں میں اپنی بے بسی کا شکوہ تیری بارگاہ میں کرتا ہوں۔اے اللہ تو ارحم الراحمین ہے۔تو کمزوروں کا پروردگار ہے۔تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے کیا تو مجھے ایسے بعید دشمن کے حوالے کرتا ہے جو میرے ساتھ ترش روی کے ساتھ پیش آتا ہے۔یا کسی قریبی دوست کو تو نے میرے معاملہ کا مالک بنا دیا ہے۔اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو پھر مجھے ان تکالیف کی ذرا پروا نہیں۔پھر بھی تیری طرف سے عافیت میرے لئے زیادہ دلکش ہے۔میں تیری ذات کے نور کے طفیل میں تیری پناہ مانگتا ہوں جس سے تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں۔جس سے دنیا اور آخرت کے کام سنور جاتے ہیں کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل کرے۔یا مجھ پر اپنا غضب نازل کرے۔میں تیری رضا کا طلب گار رہوں گا حتیٰ کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے۔تیری ذات کے بغیر نہ میرے پاس کوئی طاقت ہے نہ قوت''۔

امام الطبرانی نے''کتاب الدعاء'' میں حضرت عبد اللہ بن جعفر الطیار رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا''جب جناب ابو طالب کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ پیادہ ہی طائف کی طرف روانہ ہوئے۔آپ نے اہل طائف کو اسلام کی دعوت دی۔مگر انہوں نے معقول جواب نہ دیا۔آپ درخت کے سایہ کے نیچے تشریف لائے دو رکعتیں پڑھیں پھر یہ پرسوز دعا مانگی''۔

نصیبین کے جنات

جب حضور ہادی عالم ﷺ ''نخلہ'' تشریف فرما ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے سات جنات کو آپ کی طرف پھیر دیا۔انہوں نے حضور ﷺ کی قرأت مبارکہ سن لی۔آپ رات کے وقت کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت طیبہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ (الاحقاف،29)۔

پھر یہ آیت طیبہ نازل فرمائی۔

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ (الجن:1)

''آپ فرمایئے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بڑے غور سے سنا ہے (قرآن کو) جنوں کی ایک جماعت نے''۔

ایک اور قول کے مطابق یہ جنات دو بار آپ ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تھے۔ایک دفعہ قُلْ اُوْحِيَ کے نزول سے پہلے اور ایک دفعہ اس آیت طیبہ کے نزول کے بعد۔آپ مقام نخلہ میں نماز ادا فرما رہے تھے۔آپ نے قُلْ اُوْحِيَ تلاوت فرمائی۔دوسری روایت کے مطابق سورۃ الرحمان تلاوت فرمائی۔تیسرے قول کے مطابق پہلی رکعت میں سورۃ الرحمان اور دوسری میں قُلْ اُوْحِيَ تلاوت فرمائی۔آپ نے اس مقام پر کئی روز قیام فرمایا۔پھر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا۔حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ عرض پیرا ہوئے''آپ ان کے پاس کیسے جائیں گے۔حالانکہ انہوں نے آپ کو باہر نکال دیا ہے؟ آپ نے فرمایا''زید! اللہ تعالیٰ اس تکلیف دہ اور اذیت ناک صورت حال سے باہر نکلنے کی سبیل ضرور پیدا فرمائے گا۔وہ اپنے دین حق کو ضرور غالب فرمائے گا۔وہ اپنے نبی کریم ﷺ کی ضرور مدد فرمائے گا''۔پھر آپ حراء کی طرف تشریف لے

گئے۔ وہاں آپ کو عبداللہ بن الاریقط ملا۔ آپ نے اسے اخنس بن شریق الثقفی کی طرف بھیجا تا کہ وہ آپ کو پناہ دے اس نے معذرت کر دی۔ اس نے کہا "میں حلیف ہوں اور حلیف پناہ نہیں دیتا"۔ اس نے عذر خواہی کے لئے یہ بہانہ کیا تھا۔ ورنہ اگر حضور ﷺ یہ نہ جانتے کہ حلیف پناہ نہیں دے سکتا تو آپ عبداللہ کو اس کے پاس نہ بھیجتے۔ پھر آپ نے سہیل بن عمرو العامری کی طرف پیغام بھیجا کیونکہ اس کا دادا عامر بن لوئی کعب بن لوئی کا بھائی تھا۔ کعب حضور رحمت عالم ﷺ کے اجداد میں سے تھے۔ سہیل نے معذرت کرتے ہوئے کہا "بنو عامر بنو کعب کے خلاف کسی کو پناہ نہیں دیتے"۔ حضور ﷺ نے مطعم بن عدی کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ نے فرمایا "میں تیری پناہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہونا چاہتا ہوں"۔ اس نے لبیک کہتے ہوئے کہا "تشریف لے آئیں"۔ مطعم بن عدی نے ہتھیار سجائے۔ اپنی سواری پر سوار ہوا۔ اس نے بلند آواز سے کہا "اے گروہ قریش! میں نے محمد عربی ﷺ کو پناہ دی ہے۔ انہیں کوئی تکلیف دینے کی جرأت نہ کرے"۔ پھر اس نے حضور اکرم ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ تشریف لے آئیں"۔ حضور سراپا رحمت ﷺ مسجد حرام میں تشریف لائے۔ بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ مطعم اور اس کے بیٹوں نے بھی آپ کے ساتھ طواف کیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے وہ رات مطعم کے ہاں بسر فرمائی۔ وقت صبح مطعم باہر نکلا۔ اس نے اور اس کے بیٹوں نے ہتھیار سجا رکھے تھے۔ اس کے چھ یا سات بیٹے تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کی "آپ طواف فرمائیں"۔ ان میں چار افراد ارکان بیت اللہ کے پاس کھڑے رہے۔ خود مطعم اور اس کے بقیہ بیٹے مطاف میں رہے حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ نے طواف مکمل کیا۔ ابوسفیان مطعم کے پاس آیا۔ اس نے کہا "کیا ان کو پناہ دی ہے یا ان کی اتباع کر لی ہے؟ مطعم نے کہا "میں نے انہیں پناہ دی ہے"۔ ابوسفیان نے کہا "پھر تیری یہ پناہ توڑی نہیں جائے گی۔ ہم نے اسے پناہ دی جسے تو نے پناہ دی"۔ پھر ابوسفیان مطعم کے پاس بیٹھا رہا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے طواف مکمل کر لیا۔

حضور اکرم ﷺ کافر کی پناہ اور امان میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ حکیم اور قادر ذات کی حکمت مخفی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی فاجر کے ذریعے اس دین کی نصرت فرما دیتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے "ایسی قوم کے ذریعے وہ دین متین کی مدد فرماتا ہے جن کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ اس سیاق و سباق سے یہ امر بھی آشکارا ہوتا ہے حضور ﷺ کے طائف تشریف لے جانے اور وہاں کے مکینوں کو دعوت حق دینے کی وجہ سے اہل مکہ نے یہ اتفاق کر لیا تھا وہ آپ کو مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ مطعم کے اس عمدہ فعل کی وجہ سے حضور ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا تھا "اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا۔ وہ مجھ سے ان قیدیوں کے متعلق بات کرتا تو میں انہیں چھوڑ دیتا۔

"اسد الغابہ" میں ہے کہ مطعم بن عدی کے لخت جگر حضرت جبیر رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے مابین اسلام قبول کر لیا۔ وہ حالت کفر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بدر کے قیدیوں کے بارے بات چیت کی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے فرمایا "اگر تمہارا باپ زندہ ہوتا وہ ہمارے پاس آ کر ان قیدیوں کے بارے سفارش کرتا تو ہم اس کی یہ سفارش ضرور قبول کر لیتے"۔ کیونکہ اس نے آپ ﷺ کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا تھا۔ یہ آپ کے اخلاق کریمانہ میں

سے ہے کہ آپ ﷺ نے نصرت اور فتح کے وقت مطعم کے اس فعل کو یاد فرمایا۔ آپ نے اس کا وہ قول یاد نہ کیا جو اس نے معراج کی صبح کو کہا تھا۔ کیونکہ آپ برائی کی جزاء برائی سے نہیں دیتے تھے۔ بلکہ معاف اور درگزر فرما دیتے تھے۔ نوے سال سے زائد کی عمر میں مطعم نے وفات پائی۔ غزوۂ بدر سے کچھ عرصہ پہلے یہ مرا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس کا مرثیہ اس طرح کہا۔

أیاعین فابکی سید القوم واسفحی　　بدمع و ان انزفته فاسبکی الدما

اے میری آنکھ قوم کے سردار پر گریہ بار ہو۔ اور آنسوؤں کی خوب سخاوت کر۔ اگر تیرے آنسو ختم ہو چکے ہیں تو خون بہا۔

وَابْكِي عَظِيمَ الْمَشْعَرَيْنِ كِلَيْهِمَا　　عَلَى النَّاسِ مَعْرُوفًا لَهُ مَا تَكَلَّمَا

دو قبیلوں کے سردار پر آہ وزاری کر۔ اس وقت تک اس کے احسانات لوگوں پر ہیں جب تک وہ کلام کرتے رہیں گے۔

فلو كان مَجْدٌ يُخْلِدُ الدَّهْرَ وَاحِدًا　　مِنَ النَّاسِ أَبْقَى مَجْدُهُ الْيَوْمَ مُطْعِمًا

اگر کسی کو بزرگی مداومت عطا کر سکتی تو آج مطعم کو اس کی عظمت ضرور بقاء عطا کر دیتی۔

أَجَرْتَ رَسُوْلَ اللهِ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوْا　　عَبِيْدَكَ مَا لَبَّى مُهِلٌّ وَأَحْرَمَا

تم نے حضور ﷺ کو پناہ دی جب تک کوئی حاجی لبیک کہتا رہے گا یا کوئی احرام باندھتا رہے گا وہ سب تمہارے احسانات کے بندے رہیں گے۔

فَلَوْ سُئِلَتْ عَنْهُ مَعَدٌّ بِأَسْرِهَا　　وَ قَحْطَانُ أَوْ بَاقِي بَقِيَّةِ جُرْهُمَا

اگر بنو معد، قحطان اور جرہم کے بقیہ افراد سے مطعم کے متعلق پوچھا جائے۔

لَقَالُوْا هُوَ الْمُوْفِي بِخُفْرَةِ جَارِهِ　　وَ ذِمَّتِهِ يَوْمًا إِذَا مَا تَذَمَّمَا

تو وہ سب کہیں گے کہ وہ اپنے پناہ گزیں سے وفا کرنے والا اور اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہے جبکہ وہ عہد کرے۔

مطعم نے حضور ﷺ کے ساتھ جو عمدہ سلوک کیا تھا حضرت حسان نے یہ مرثیہ کہہ کر اس کا بدلہ چکا دیا۔ مطعم حالت کفر پر مرا تھا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اس کا مرثیہ کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ مرثیہ میں موت کے بعد مرنے والے کے محاسن بیان کرنے ہوتے ہیں۔ بلاشک وشبہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اس کا یہ سلوک اقوی محاسن میں سے ہے۔ لہٰذا اس کا تذکرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت طفیل بن عمرو دوسی اپنی قوم میں شریف، معزز اور غزل گو شاعر تھے۔ وہ مکہ مکرمہ میں آئے۔ سرداران قریش ان کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے کہا "ابو الطفیل" (سردار انہیں ان کی کنیت سے بلاتے تھے۔ از روئے تعظیم انہیں ان کے نام سے نہیں پکارتے تھے۔) آپ ہمارے شہر میں آئے ہیں۔ ایک شخص کا ظہور ہم میں سے ہوا ہے۔ اس کا معاملہ شدت اختیار کر گیا ہے۔ اس نے ہماری جمعیت منتشر کر دی ہے۔ ہمارا معاملہ انتشار کا شکار ہو چکا ہے۔ اس کی بات جادو کا اثر رکھتی

ہے جو ایک آدمی اور اس کے بیٹے، ایک آدمی اور اس کے بھائی، ایک آدمی اور اس کی زوجہ میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ ہمیں آپ کے متعلق اور آپ کی قوم کے بارے خدشہ ہے۔ آپ اس شخص سے نہ گفتگو کریں اور نہ ہی اس کی بات سنیں"۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا "بخدا! قریش مکہ برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے عزم کرلیا کہ میں نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنوں گا اور نہ ہی آپ سے بات کروں گا۔ جب میں مسجد حرام میں جاتا تو اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیتا تاکہ آپ کی کوئی بات میرے کانوں تک نہ پہنچ سکے۔ ایک بار میں مسجد حرام میں گیا۔ حضور مبلغ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس کھڑے نماز ادا فرمارہے تھے۔ میں آپ کے پاس کھڑا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام حق سنا ہی دیا۔ میں نے ایک دلآویز کلام سنا۔ میں نے خود سے کہا "میں ایک ایسا شخص ہوں کہ مجھ سے عمدہ یا برا کلام مخفی نہیں رہ سکتا۔ مجھے کیا رکاوٹ ہے کہ اگر میں اس شخص کی بات سن لوں کہ یہ کیا کہتا ہے۔ اگر یہ پیغام عمدہ ہوا تو میں اسے قبول کرلوں گا۔ اگر قبیح ہوا تو اسے ترک کردوں گا۔ میں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ میں نے عرض کی "محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم آپ کی قوم نے مجھے یوں یوں کہا ہے حتیٰ کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ آپ کی بات نہ سن سکوں۔ آپ اپنا پیغام مجھ پر پیش کریں"۔ آپ نے ان پر اسلام پیش کیا۔ قرآن حکیم کی تلاوت کی جب حضرت طفیل نے کلام الٰہی سنا تو وہ پکار اٹھے "آج تک میں نے اس قدر حسین کلام نہیں سنا۔ میں نے آج تک اس طرح کا معاملہ نہیں دیکھا جو اس طرح عدل پر مبنی ہو۔ میں نے اسلام قبول کرلیا"۔ میں نے عرض کی "میں ایک ایسا شخص ہوں جس کی قوم اس کی اطاعت کرتی ہے۔ میں ان کے پاس جاتا ہوں انہیں اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ آپ دعا فرمائیں کہ وہ اسلام قبول کرلیں"۔ آپ نے یہ دعا فرمائی "مولا! ان کے لئے نشانی بنادے"۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں عازم سفر ہوا جب میں اس گھاٹی پر پہنچا جو ہمارے چشمہ کے اوپر تھی۔ تاریک رات تھی۔ میری آنکھوں کے مابین ایک نور ضوفشاں ہوگیا وہ چراغ کی مانند تھا"۔ میں نے عرض کی "یہ نور میرے چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ منتقل ہوجائے"۔ کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ میری قوم اسے مثلہ سمجھنے لگے گی۔ وہ نور میرے عصا کے کنارے پر منتقل ہوگیا۔ میری قوم کے لوگ اس نور کو دیکھ رہے تھے۔ وہ ایک قندیل کی طرح تھا"۔ اس لئے حضرت طفیل رضی اللہ عنہ "ذوالنور" کے نام سے معروف ہوگئے۔ امام سبکی نے اپنے قصیدہ تائیہ میں اسی طرح اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وَ فِي بَهْجَةِ الدَّوْسِي ثُمَّ بِسَوْطِهِ جُعِلَتْ ضِيَاءٌ مِثْلُ شَمْسٍ مُضِيئَةٍ

حضرت طفیل کے چہرہ پر پھر ان کے عصا پر نور ضوفشاں ہوگیا۔ وہ خورشید تاباں کی طرح نور فشاں بن گیا۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں اپنے باپ کے پاس گیا" میں نے کہا "والد محترم مجھ سے دور ہوجائیں۔ میرا اور آپ کا تعلق ختم" انہوں نے کہا "لخت جگر! کیوں؟" میں نے کہا "میں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین حق کی اتباع کرلی ہے"۔ انہوں نے کہا "فرزند دلبند! میرا دین وہی ہے جو تمہارا دین ہے"۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ پھر میں اپنی زوجہ کے پاس آیا۔ میں نے اسے کہا "مجھ سے دور ہوجا۔ میرا اور تیرا تعلق ختم۔ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرلی ہے"۔ اس فرخندہ فال خاتون نے کہا "میرا دین وہی ہے جو آپ کا دین ہے"۔ انہوں نے بھی

اسلام قبول کر لیا۔ میں نے دوس کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ مگر انہوں نے کسی رغبت کا مظاہرہ نہ کیا۔ میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گیا میں نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم دوس نے مجھ پر غلبہ پالیا ہے۔ دوس پر بدکاری کی خواہش غالب آ گئی ہے۔ ان کے لئے بددعا کریں"۔ آپ نے یہ دعا فرمائی۔ "مولا! دوس کو ہدایت نصیب فرما اور انہیں لے آ"۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں اپنی قوم کے پاس آ گیا۔ انہیں اسلام کے چشمۂ صافی کی طرف بلاتا رہا۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق بھی گزر گئے میں اپنی قوم کے اہل ایمان کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تشریف فرما تھے۔ میرے ہمراہ دوس کے ستر یا اسی گھر تھے۔ ان میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ نے دیگر مسلمانوں کے ہمراہ ہمیں بھی مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا"۔

دوسرے قول کے مطابق آپ نے حبشہ سے آنے والے مہاجرین اور حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قوم کے علاوہ اور کسی ایسے شخص کو مال غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا تھا جس نے اس غزوہ میں شرکت نہیں کی تھی۔ یہ تذکرہ پہلے ہو چکا ہے کہ اشعریوں نے یمن سے ہجرت کی۔ یہ مدینہ طیبہ آنے کے خواہش مند تھے مگر ہوا نے انہیں حبشہ کے ساحل پر پھینک دیا۔

اسراء اور معراج

اسراء میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ نص قرآن سے ثابت ہے جس کی تفصیلات مختلف احادیث طیبہ میں موجود ہیں۔ جنہیں تقریباً تیس صحابہ کرام نے روایت کیا ہے۔ روایات کے اسی اختلاف کی بناء پر بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ اسراء کئی بار ہوا۔ آپ نے تین یا اس سے زائد بار یہ سفر فرمایا ایک دفعہ جسد اطہر اور روح مبارک کے ساتھ سفر فرمایا۔ جبکہ باقی سفر عالم نیند میں فرمائے۔ آپ عالم بیداری میں جس چیز کا بھی مشاہدہ فرماتے پہلے اس کو خواب میں ضرور دیکھتے۔ لہٰذا بعض ایسے سفر خواب میں پیش آئے بعض معراج سے قبل اور کچھ بعد میں پیش آئے۔ آپ کو جسد اطہر اور روح مبارک کے ساتھ معراج بعثت مبارکہ کے گیارہویں سال ہوئی۔ دوسرے قول کے مطابق ہجرت کے ایک سال قبل معراج ہوئی۔ ایک قول کے مطابق ربیع الاول کے مہینہ میں۔ دوسرے قول کے مطابق رمضان المبارک میں اور تیسرے قول کے مطابق رجب میں آپ کو معراج ہوئی۔ تیسرا قول سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اسی پر لوگوں کا عمل ہے سوموار کی مبارک رات تھی۔ جس طرح کہ آپ کی ولادت مبارکہ، ہجرت اور وصال سوموار کے روز ہوئے۔ دوسرے قول کے مطابق جمعۃ المبارک کی رات تھی۔ بیت المقدس تک کا سفر اسراء اور آسمانوں تک کا سفر معراج کہلاتا ہے۔ تا کہ رب تعالیٰ آپ کو ملکوت کے عجائب دکھائے۔ ارشاد ربانی ہے

لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا (بنی اسرائیل: 1)

"تا کہ ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں"۔

ورنہ اللہ رب العزت تو زمان و مکان سے منزہ ہے۔ اس مبارک شب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کیا۔

اس نے اپنے بندۂ خاص پر وحی کی جو وحی کی۔ آپ ﷺ پر پانچ نمازیں فرض کیں۔ آپ ﷺ کے لئے سارے انبیاء کرام علیہم السلام کو جمع کیا۔ آپ نے بیت المقدس میں نماز پڑھائی پھر آسمانوں کی سمت تشریف لے گئے۔ پھر اسی رات واپس مکہ مکرمہ میں تشریف لے آئے۔ صبح کے وقت آپ نے لوگوں کو اس سیر کے متعلق بتایا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی۔ اہل ایمان نے بھی آپ کی تصدیق کردی۔ کفار نے حسب سابق آپ ﷺ کو جھٹلایا۔ انہوں نے آپ سے عرض کی کہ آپ مسجد اقصیٰ کے اوصاف بیان کریں۔ آپ نے اس کے اوصاف بیان فرمائے۔ انہوں نے آپ سے مسجد اقصیٰ کی چند چیزوں کے متعلق پوچھا۔ وہ اشیاء آپ کے سامنے پیش کردی گئیں آپ انہیں دیکھ کر ان کے اوصاف بیان کرنے لگے۔ ان کے لئے ایک ایک دروازہ شمار کرنے لگے جوان کے علم کے ساتھ مطابقت رکھتا تھا۔ کفار نے آپ سے اپنے کارواں کے متعلق پوچھا۔ آپ نے انہیں اس کارواں اور اس کے آنے کے وقت کے متعلق بتادیا پھر اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔ یہ سارے واقعات مشہور اور کتب میں مسطور ہیں۔ ان کے تذکرہ کی ضرورت نہیں۔ میں نے اس موضوع پر ایک کتاب تالیف کی ہے۔

''السیرۃ الحلبیہ'' میں ہے کہ جب حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے بیت المقدس کی ''صخرہ'' کے ساتھ براق باندھنے کا ارادہ کیا تو وہ پتھر ان کے لئے نرم ہوگیا۔ وہ آٹے کی طرح ہوگیا۔ انہوں نے اس میں سوراخ کر کے براق باندھ دیا۔ امام ابوبکر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الموطا'' کی شرح میں لکھا ہے کہ بیت المقدس کی یہ چٹان اللہ تعالیٰ کے عجائب میں سے ہے۔ یہ چٹان مسجد اقصیٰ کے وسط میں ایستادہ ہے۔ یہ ہر سمت سے زمین سے بلند ہے۔ اس کو زمین پر گرنے سے اس چیز نے روک رکھا ہے جس نے آسمانوں کو تھام رکھا ہے۔ اس کی چوٹی پر جنوب کی سمت حضور نبی کریم ﷺ کے مبارک قدم کا نشان ہے۔ جب آپ اس پر جلوہ افروز ہوئے، دوسری سمت ان ملائکہ کی انگلیوں کے نشانات ہیں جنہوں نے اسے تھام رکھا تھا۔ اس چٹان کے نیچے کھلی فضا ہے۔ یہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہے۔ میں اس کے رعب اور دبدبہ کی وجہ سے اس کے نیچے جانے کی جرأت نہ کرسکا کیونکہ مجھے خطرہ تھا کہ یہ میرے گناہوں کی وجہ سے مجھ پر گر پڑے گی۔ اس کے مدتوں بعد میں اس کے نیچے داخل ہوا تو میں نے عجیب امر ملاحظہ کیا۔ یہ ہر سمت سے زمین سے جدا تھی اس کا کچھ حصہ بھی زمین کے ساتھ متصل نہ تھا۔ البتہ بعض حصہ کا فاصلہ دوسرے سے زیادہ تھا۔

روایت ہے کہ حضور ﷺ اس رات مکہ مکرمہ میں واپس لوٹ آئے۔ اپنے اس سفر کے متعلق حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو بتایا۔ یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں۔ حضور ﷺ نے قریش مکہ کے پاس جانے اور انہیں اپنی اس سیر کے متعلق بتانے کا ارادہ کیا کیونکہ آپ اس چیز کو چھپاتے نہیں تھے جس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ آشکارا ہوتی اور وہ امر آپ کی رفعت شان اور علو مرتبت کی دلیل ہوتا۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے آپ کی چادر کا دامن پکڑ لیا۔ انہوں نے عرض کی ''چچازاد! میں آپ کو رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ آپ قریش کے سامنے اس واقعہ کا تذکرہ نہ کریں۔ ورنہ آپ کی تصدیق کرنے والے بھی آپ کو جھٹلا دیں گے''۔ دوسری روایت کے مطابق انہوں نے عرض کی ''میں آپ کو رب تعالیٰ کا واسطہ دیتی ہوں کہ

آپ قریش کے پاس نہ جائیں۔ وہ آپ کی تکذیب کریں گے آپ کے فرمان حق کو جھٹلائیں گے۔ مجھے خدشہ ہے کہ وہ آپ پر حملہ آور ہو جائیں گے"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ردائے مبارک پر دست اقدس مارا اور ان کے ہاتھ سے اسے چھوڑا لیا۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا "میں نے آپ کے قلب انور کے پاس ایک نور دیکھا قریب تھا کہ میری آنکھیں چندھیا جاتیں۔ میں فوراً سجدہ ریز ہو گئی۔ جب میں نے سر بلند کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جا چکے تھے۔ میں نے اپنی لونڈی نبعہ سے کہا (یہ حبشیہ تھیں اور اس کا شمار صحابیات میں ہوتا ہے) ذرا دیکھنا کہ حضور نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے کیا کہتے ہیں؟ جب وہ واپس لوٹی تو اس نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے اس گروہ کے پاس تشریف لے گئے جو حطیم میں بیٹھا ہوا تھا۔ ان میں ابو جہل اور مطعم بن عدی بھی تھا۔ آپ نے انہیں اپنی لامکاں کی سیاحت کے بارے بتایا۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ ایک طرف رونق افروز ہو گئے۔ آپ کو علم تھا کہ یہ لوگ آپ کی تکذیب کریں گے۔ آپ نے یہ بھی ناپسند فرمایا کہ آپ اس چیز کو مخفی رکھیں جو رب تعالیٰ کی قدرت اور آپ کی بلند مرتبت کی دلیل ہو۔ آپ غمزدہ ہو کر ایک طرف بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا دشمن ابو جہل آپ کے پاس سے گزرا۔ وہ آپ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ازروئے مذاق کہا "کیا کچھ نیا واقعہ ظہور پذیر ہوا ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہاں! آج رات مجھے سیر کرائی گئی ہے"۔ اس نے کہا "کہاں تک؟" آپ نے جواب دیا "بیت المقدس تک" ابو جہل نے کہا "پھر آپ وقت صبح ہمارے سامنے آ گئے" آپ نے فرمایا "ہاں" اس نے کہا "اگر میں آپ کی قوم کو بلاؤں تو کیا آپ اس کو یہ بات بتائیں گے جو مجھے ابھی ابھی بتائی ہے"۔ آپ نے فرمایا "ہاں!" ابو جہل نے پکارا "بنو کعب بن لوئی" لوگ اپنی اپنی مجالس سے اٹھ کر ان دونوں کی سمت آنے لگے وہ آ کر بیٹھ گئے۔ اس نے کہا "جو واقعہ مجھ سے بیان کیا ہے وہی اپنی قوم سے بھی بیان کریں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مجھے آج رات سیر کرائی گئی" انہوں نے سوال کیا "کہاں تک؟" آپ نے فرمایا "مسجد اقصیٰ تک۔ میرے لئے انبیائے کرام کے گروہ کو جمع کیا گیا ان میں حضرات ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ علیہم السلام بھی موجود تھے۔ میں نے انہیں امامت کرائی اور ان کے ساتھ گفتگو کی" ابو جہل نے ازروئے مذاق کہا "ان کا حلیہ بیان کریں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "عیسیٰ علیہ السلام میانہ قد سے طویل اور طویل کم تھے۔ ان پر سرخی غالب تھی گویا کہ ان کی مبارک داڑھی سے گوہر ہائے آبدار گر رہے ہیں"۔ دوسری روایت میں ہے "گویا کہ وہ ابھی ابھی حمام سے نکلے تھے"۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا جسم بھاری گندم گو اور طویل تھا۔ گویا کہ وہ قبیلہ شنوأہ کے آدمیوں میں سے تھے جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلق اور خلق میں میرے مشابہ تھے"۔

دوسری روایت میں ہے "میں نے کوئی شخص نہیں دیکھا جو ان سے بڑھ کر تمہارے صاحب سے مشابہت رکھتا ہو"۔ قریش یہ سن کر شور و غوغا کرنے لگے۔ انہوں نے اس سیاحت کو عظیم سمجھا۔ بعض تالیاں بجانے لگے بعض نے ازروئے تعجب اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا۔ مطعم بن عدی نے کہا "آج سے قبل آپ کا معاملہ اتنا عظیم نہ تھا جتنا کہ یہ امر عظیم ہے۔ آپ سچ نہیں بول رہے۔ ہم ایک ماہ تک اپنے اونٹوں کے جگر پگھلا دیتے ہیں۔ تب جا کر بیت المقدس آتا ہے۔ پھر واپس آنے میں بھی ایک ماہ

لگتا ہے۔ آپ کا گمان ہے کہ آپ ایک رات میں وہاں سے ہو کر آ بھی گئے ہیں۔ لات وعزیٰ کی قسم! میں آپ کی تصدیق نہیں کروں گا۔ یہ واقعہ کبھی بھی رونما نہیں ہو سکتا"۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مطعم! تو نے اپنے بھتیجے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ کتنی بری بات کی ہے۔ ناپسندیدہ امر کے ساتھ آپ کا استقبال کیا تو نے تو ان کی تکذیب کی ہے لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے ہیں"۔ ایک اور روایت میں ہے "جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات فرمائی تو اس وقت بعض اہل اسلام کے پاؤں بھی ڈگمگا گئے"۔ "المواہب" میں ہے "صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کی تصدیق کی اور سارے اہل ایمان نے بھی آپ کی تصدیق کی"۔ البتہ ان کے اس قول میں اعتراض کی گنجائش موجود ہے الا یہ کہ وہ ایسے شخص مراد لیں جو ایمان پر ثابت قدم ہوں" ایک اور روایت کے مطابق مشرکین بھاگ کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ انہوں نے ان سے کہا "تمہارا صاحب کہتا ہے کہ اسے آج رات بیت المقدس کی سیر کرائی گئی" سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا "کیا انہوں نے یہ فرمایا ہے" مشرکین نے کہا "ہاں" انہوں نے کہا "اگر انہوں نے اس طرح فرمایا ہے تو انہوں نے سچ کہا ہے" مشرکین نے پوچھا "کیا آپ ان کی اس بات میں تصدیق کرتے ہیں کہ وہ بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے قبل واپس تشریف لے آئے"۔ انہوں نے فرمایا "ہاں! میں تو ان کی ان خبروں کی بھی تصدیق کرتا ہوں جو اس سے بھی دور سے آتی ہیں۔ میں صبح وشام ان کی آسمانی خبروں کی تصدیق کرتا ہوں"۔ مطعم نے کہا "محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم ہمارے لئے بیت المقدس کا محل وقوع بیان کریں" اس سے اس نے آپ کی تکذیب کا ارادہ کیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس کے اس ارادہ سے آگاہ ہو گئے۔ نیز یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! میرے لئے بیت المقدس کے اوصاف بیان کریں۔ میں وہاں گیا تھا"۔ اس سے آپ کا ارادہ تھا کہ آپ کی قوم کے خلاف دلیل قائم ہو جائے۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام بیت المقدس کی صورت اور مثال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لے آئے۔ آپ فرمانے لگے "اس کا فلاں دروازہ اس طرح ہے۔ فلاں دروازہ اس طرح ہے" حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض کرتے جاتے "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں" حتیٰ کہ آپ نے مسجد اقصیٰ کے سارے اوصاف بیان کر دیئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور سیاح لامکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب قریش نے مجھے جھٹلایا اور مجھ سے ان اشیاء کے بارے پوچھا جن کا تعلق مسجد اقصیٰ کے ساتھ تھا جو مجھے اس وقت مستحضر نہ تھیں۔ انہوں نے پوچھا "مسجد کے کتنے دروازے تھے؟ میں اتنا غمزدہ ہوا کہ پہلے کبھی اتنا غمگین نہیں ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے بیت المقدس عیاں کر دیا"۔ دوسری روایت کے مطابق "اس کی صورت میرے سامنے آ گئی۔ میں اس کی طرف دیکھ کر قریش مکہ کو بتانے لگا" وہ جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی بیت المقدس تشریف نہیں لے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اسی طرح بتانے لگے جس طرح آپ جانتے تھے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی ہر ہر بات کی تصدیق کرتے جا رہے تھے۔ جب آپ فارغ ہوئے۔ تو قریش مکہ نے کہا "ولید بن مغیرہ نے سچ کہا ہے" یعنی آپ جادوگر ہیں۔ اس وقت اللہ رب العزت نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (بنی اسرائیل: 60)

''اور نہیں بنایا ہم نے اس نظارہ کو جو ہم نے دکھایا تھا آپ کو مگر آزمائش لوگوں کے لئے''۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی لونڈی حضرت نبعہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''اس روز میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا۔ آپ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمارہے تھے ''ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام ''الصدیق'' رکھا ہے''۔ اس لئے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قسم اٹھا کر فرماتے تھے ''اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کا نام ''الصدیق'' آسمان سے نازل کیا ہے''۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب سیاح لامکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار قریش کو اسراء کے متعلق بتایا اور مسجد اقصیٰ کے اوصاف بیان فرما دیئے تو انہوں نے کہا ''اس کی کیا علامت ہے کہ آپ کا یہ فرمان سچا ہے۔ ہم نے پہلے تو ایسی بات کبھی نہیں سنی۔ کیا آپ نے راستہ میں ایسی چیز دیکھی ہے جو آپ کی صداقت پر دلالت کرے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ آپ نے بیت المقدس کے اوصاف اس شخص سے سن کر بتا دیئے ہوں جو وہاں گیا ہو''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اس کی علامت یہ ہے کہ میں بنوفلاں کے کارواں کے پاس سے گزرا۔ وہ فلاں وادی میں تھا۔ براق سے ڈر کر ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا۔ میں نے انہیں اس اونٹ کے متعلق بتایا۔ میں اس وقت شام کی طرف جارہا تھا جب میں واپس آیا۔ میں فلاں مقام پر تھا تو میں بنوفلاں کے کارواں کے پاس سے گزرا۔ وہ اہل قافلہ سو رہے تھے۔ ان کے ایک برتن میں پانی تھا۔ انہوں نے اسے کسی چیز سے ڈھانپ رکھا تھا۔ میں نے اس کا ڈھکنا اٹھایا۔ اس میں سے پانی پیا۔ پھر اسے اسی طرح ڈھانپ دیا''۔ ایک اور روایت میں ہے ''براق کا پاؤں پھسلا۔ ان کا وہ پیالہ اوندھا ہو گیا جس میں وہ پانی تھا۔ پھر میں فلاں کارواں کے پاس سے گزرا۔ ان کے اونٹ براق کی وجہ سے بدک گئے''۔ دوسری روایت میں ہے ''پھر میں فلاں جگہ فلاں کارواں کے پاس سے گزرا۔ اس کارواں میں ایک ایسا اونٹ بھی تھا جس پر دو بورے تھے۔ ایک سیاہ بورا جبکہ دوسرا بورا سفید تھا۔ جب میں اس کارواں کے پاس سے گزرا تو ان کے اونٹ بدک گئے۔ ایک سوار گر پڑا اور اس کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا فلاں شخص کو میں نے بتایا تو وہ اس اونٹ کو جا کر لے آیا۔ میں نے اہل کارواں کو سلام کیا تو ان میں سے بعض نے کہا ''یہ تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدائے دلنواز ہے''۔ جب وہ کارواں پہنچے تو مشرکین نے ان سے یہ سوالات پوچھے تو انہوں نے سب کی تصدیق کر دی۔ یہ سن کر قریش نے کہا ''ولید بن مغیرہ نے سچ ہی کہا ہے'' پھر کفار قریش نے پوچھا ''بنوفلاں کا کارواں کب پہنچے گا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''وہ فلاں روز پہنچ جائیگا۔ اس کارواں کے آگے آگے ایک جوان اونٹ ہوگا۔ جس پر گندمی رنگ کا کمبل اور دو بورے ہوں گے''۔ جب مقررہ دن آیا تو قریش بلند جگہ جا کر اس کارواں کا انتظار کرنے لگے۔ سورج ڈوبنے کے قریب ہو گیا مگر ابھی تک وہ کارواں نہ پہنچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کے لئے دست اقدس بلند کئے۔ رب تعالیٰ نے سورج کو غروب ہونے سے روک دیا۔ حتیٰ کہ کارواں آ گیا۔ امام سبکی نے کیا خوب لکھا ہے۔

و شمس الضحی طاعتك عند مغیبها　فما غَرَبَتْ بَلْ وافَقَتْكَ بِوَقْفَة

- چاشت کے آفتاب نے بھی وقت غروب آپ کی اطاعت کی۔ وہ غروب نہ ہوا بلکہ ٹھہر کر آپ کی موافقت کی۔

وہ اہل ایمان جن کا ایمان کامل تھا جیسا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے ایمان میں اضافہ ہوا۔ جبکہ باغیوں اور اہل کفر کی سرکشی اور بغاوت میں اضافہ ہوا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (بنی اسرائیل:60)

''اور نہیں بنایا ہم نے اس نظارہ کو جو ہم نے دکھایا تھا آپ کو مگر آزمائش لوگوں کے لئے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کو ملکوت کے ان عجائب کے متعلق نہ بتایا جن کا آپ مشاہدہ کر کے آئے تھے۔ اسراء اور معراج کے موضوع پر میں نے ایک الگ تالیف رقم کی ہے۔ امام بوصیری نے فرمایا ہے۔

فطوی الارض سائرا والسموا ت العلی فوقها له اسراء

آپ نے اس رات ساری زمین اور آسمان طے کئے اور آسمانوں پر آپ نے سیر بھی کی۔

فصف الليلة التي كان للمختار فيها على البراق استواء

اس شب کا وصف تو بیان کرو۔ جس میں نبی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم براق پر رونق افروز ہوئے تھے۔

و ترقی الی قاب قوسين و تلك السيادة والقعساء

پھر آپ اس پر قاب قوسین کی طرف تشریف لے گئے یہ ایک ابدی سیادت ہے۔

رتب تسقط الامانی حسری دونها ماورا هن وراء

یہ ایسے مراتب ہیں جو انسان کی خواہشات کو حسرتوں سے لبریز کر دیتے ہیں۔ ان سے پرے جو مراتب ہیں وہ عقل نارسا سے اور بھی دور ہیں۔

مختلف قبائل کو تبلیغ اسلام

بعثت کے آغاز میں حضور ﷺ نے بحکم الٰہی خفیہ انداز سے تبلیغ کی۔ بعثت کے چوتھے سال آپ نے اعلانیہ تبلیغ شروع فرمائی۔ دس سال اسلام کی تبلیغ اس طرح فرمائی کہ آپ ہر سال ایام حج میں منی اور موقف میں تشریف لے جاتے۔ آپ ﷺ ہر ہر قبیلہ کے متعلق پوچھتے۔ آپ عرب کے مشہور بازاروں میں بھی تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے جاتے مثلاً عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز۔ اہل عرب جب حج کا ارادہ کرتے تو شوال کا مہینہ عکاظ میں بسر کرتے پھر مجنہ کے بازار میں چلے جاتے وہاں بیس دن قیام کرتے پھر ذوالمجاز چلے جاتے۔ وہاں ایام حج بسر کرتے۔ حضور ﷺ مختلف قبائل کو اپنا آپ پیش کرتے۔ انہیں اس امر کی طرف دعوت دیتے کہ وہ آپ کا دفاع کریں حتیٰ کہ آپ اپنے رب کا پیغام پہنچا دیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم ﷺ موقف میں لوگوں کو اپنا آپ پیش کرتے۔ فرماتے ''کون سی قوم میرا دفاع کرے گی۔ قریش نے تو مجھے روک دیا ہے کہ میں رب تعالیٰ کا پیغام پہنچاؤں''۔ ایک صحابی سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''ہجرت سے قبل میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا۔ آپ منی میں مختلف قبائل کے پاس تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ فرما رہے تھے ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم صرف اس کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ'' آپ کے پیچھے پیچھے ایک شخص تھا۔ وہ کہہ رہا تھا ''اے لوگو! یہ شخص تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اپنے آباء کا دین چھوڑ دو'' میں نے اس شخص کے متعلق پوچھا۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ آپ کا چچا ابولہب ہے'' دوسری روایت میں ہے ''میں نے سوق المجاز میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ تبلیغ کے لئے متفرق قبائل کے پاس تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ فرما رہے تھے ''اے لوگو! لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو کامیاب ہو جاؤ گے۔'' آپ کے پیچھے پیچھے ایک شخص تھا جس کی دو مینڈھیاں تھیں وہ آپ کو پتھر مار رہا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کے مبارک ٹخنے خون آلود ہو گئے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا ''اے لوگو! اس کی بات نہ سننا۔ یہ کذاب ہے'' (نعوذ باللہ منہ)۔ میں نے حضور اکرم ﷺ کے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ جناب عبدالمطلب کے فرزند ارجمند ہیں۔ میں نے ابولہب کے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ آپ کا چچا عبدالعزی ہے۔

''السیرۃ الشامیۃ'' میں ایک صحابی سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا ''میں نوجوان تھا۔ میں اپنے والد کے ہمراہ منی میں موجود تھا۔ حضور اکرم ﷺ اہل عرب کے خیموں میں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اے بنو فلاں! میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اس کے علاوہ سارے معبودان باطلہ کو چھوڑ دو۔ مجھ پر ایمان لے آؤ۔ میری تصدیق کرو۔ میرا دفاع کرو حتیٰ کہ میں وہ روح پرور پیغام خداوندی پہنچا دوں جس کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں''۔ آپ کے پیچھے پیچھے ایک بھینگا آدمی تھا۔ جس نے اپنے بالوں کی دو مینڈھیاں بنا رکھی تھیں۔ اس نے عدنی حلہ پہن رکھا تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ اپنے اس فرمان سے فارغ

ہوئے تو اس شخص نے کہا "بنو فلاں! یہ شخص تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم لات وعزیٰ کی بندگی کا پٹہ اپنے گلے سے اتار پھینکو اور اس بدعت وگمراہی کو قبول کر لو جسے یہ لے کر آیا ہے۔ نہ اس کی اطاعت کرنا اور نہ ہی اس کی بات سننا" میں نے اپنے باپ سے پوچھا "یہ شخص کون ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے ہے اور آپ کے فرمان حق ترجمان کی تردید کرتا جا رہا ہے" باپ نے کہا "یہ آپ کا چچا عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب یعنی ابولہب ہے"۔

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا آپ بنو کندہ، بنو کلب، بنو حنیفہ اور بنو عامر بن صعصعہ پر پیش کیا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا "آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر ہم آپ کے معاملہ پر آپ کی بیعت کر لیں پھر رب تعالیٰ آپ کو مخالفین پر غلبہ عطا فرمادے تو کیا آپ کے بعد معاملہ ہمارے سپرد ہوگا؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ جہاں چاہے گا اسے رکھے گا"۔ اس شخص نے کہا "ہم آپ کے لئے سارے عرب کے ساتھ جنگ کریں۔ اپنے حلقوم ان کے تیروں کے سامنے رکھیں۔ جب رب تعالیٰ فتح مندی دے دے تو معاملۂ خلافت کسی اور کے پاس چلا جائے۔ ہمیں آپ کے معاملہ کی کوئی ضرورت نہیں"۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ جب بنو عامر اپنے گھروں کو واپس آئے۔ ان میں ایک عمر رسیدہ شخص تھا جو اپنی کہنہ سالی کی وجہ سے حج میں شرکت نہ کر سکا۔ جب بنو عامر اس کے پاس گئے تو اس نے ان سے متفرق سوالات کئے۔ انہوں نے کہا "قریش میں سے بنو عبدالمطلب میں سے ایک جوان ہمارے پاس آیا۔ وہ گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اس نے ہمیں دعوت دی کہ ہم اس کا دفاع کریں۔ اس کے ہمراہ اٹھ کھڑے ہوں اور اسے اپنے شہروں کی طرف لے جائیں" یہ سن کر اس بوڑھے نے اپنے ہاتھ اپنے سر پر رکھ لئے۔ اس نے کہا "بنو عامر! کیا اس نقصان کی تلافی ہو سکتی ہے؟ مجھے اس ذات کریمانہ کی قسم جس کے دست تصرف میں فلاں کی جاں ہے۔ بنو اسماعیل میں سے کسی ایک نے بھی نبوت کا جھوٹا دعویٰ نہیں کیا۔ یہ حق ہے۔ اس وقت تمہاری عقل کہاں چرنے گئی تھی؟"

امام واقدی نے روایت کیا ہے کہ حضور داعیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو عبس، بنو سلیم، بنو محارب، بنو فزارہ، بنو مرہ، بنو نصر اور بنو عذرہ الحضارمہ کے ہاں بھی تشریف لے گئے۔ مگر انہوں نے آپ کی تبلیغ کا سخت جواب دیا۔ انہوں نے کہا "آپ کا خاندان اور قبیلہ دیگر لوگوں سے زیادہ آپ سے آگاہ ہیں۔ انہوں نے آپ کی اتباع نہیں کی"۔ بنو حنیفہ نے سب سے تلخ ترین جواب دیا۔ اس سے مراد اہل یمامہ ہیں۔ مسیلمہ کذاب کی قوم یہی تھی۔ اس لئے حدیث مبارک میں ہے کہ قبائل میں سے شریر ترین بنو حنیفہ ہیں۔ یہ قبیلہ اپنی ماں حنیفہ کی طرف منسوب ہوتا تھا۔ اس کے پاؤں میں ٹیڑھا پن تھا اس لئے اسے حنیفہ کہا جاتا تھا۔

اس طرح بنو ثقیف نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلخ جواب دیا۔ اسی لئے روایت میں ہے کہ اہل عرب کے قبائل میں بنو حنیفہ اور بنو ثقیف شریر ترین قبائل ہیں۔ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عرب کی مجالس میں سے ایک مجلس کے پاس گئے۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے گئے انہوں نے سلام کیا۔ پوچھا: کس قوم کے ساتھ تعلق ہے؟ انہوں نے کہا "بنو ربیعہ کے ساتھ" حضرت ابو بکر صدیق علم نسب میں ماہر تھے۔ انہوں نے فرمایا "کس ربیعہ کے ساتھ تعلق ہے؟ اس کے ھامۃ کے ساتھ یا لھازمہ کے ساتھ" انہوں نے کہا "اس کے ھامۃ العظمیٰ کے ساتھ تعلق ہے" انہوں نے پوچھا "تمہارا تعلق

کس حصہ کے ساتھ ہے؟ انہوں نے کہا "ہمارا تعلق بڑے حصہ کے ساتھ ہے"۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا "کیا تم میں کوئی قیمتی چیزوں کی نگہداشت کرنے والا ہے؟ یا پڑوس کی رکھوالی کرنے والا ہے؟" انہوں نے کہا "نہیں" حضرت ابوبکر صدیق نے پوچھا "کیا تم میں بادشاہوں کو قتل کرنے والا اور ان سے مملکت چھین لینے والا ہے؟" انہوں نے کہا "نہیں" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا "کیا تم میں سفید کنپٹیوں والا صاحب عمامہ ہے؟" انہوں نے کہا "نہیں" سیدنا صدیق اکبر نے فرمایا "تم ذہل الاکبر (بڑے حصہ) سے تعلق نہیں رکھتے تمہارا تعلق ذیل الاصغر کے ساتھ ہے" اس وقت ایک نوخیز جوان اٹھا۔ اس نے ان سے کہا "اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے سائل سے اسی طرح سوال کریں۔ جس طرح انہوں نے ہم سے سوالات کئے ہیں۔ اے فلاں! آپ نے ہم سے متفرق سوالات کئے ہیں۔ ہم نے سب کے جوابات عرض کر دیئے ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق: "میں قوم قریش سے ہوں" نوجوان: واہ! واہ! اہل شرف اور اہل ریاست والے۔ قریش کے کس قبیلہ سے تعلق ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق: تیم بن مرہ سے" نوجوان نے کہا "اب آپ نے تیر انداز کو تیر اندازی کا درست موقعہ فراہم کر دیا ہے۔ کیا تم میں سے ہی وہ قصی تھا جس نے جمعیت کی شیرازہ بندی کی جسے مجمع کہا جاتا تھا"۔ حضرت ابوبکر صدیق: نہیں" اس نوجوان نے کہا "کیا تم میں سے وہ ہاشم تھا جو اپنی قوم کے لئے ثرید بنا تا تھا"۔ حضرت ابوبکر صدیق: نہیں۔ نوجوان: کیا اس شیبۃ الحمد عبدالمطلب کا تعلق تمہارے ساتھ ہے جو آسمان کے پرندوں کو بھی کھلاتا تھا جس کا چہرہ تاریک رات میں ماہ تمام کی مانند ضوفشاں تھا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "نہیں" انہوں نے اپنی اونٹنی کی نکیل تھامی اور بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی جسے سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبسم ریز ہوئے۔ اس وقت حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی وہیں موجود تھے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا "لگتا ہے کہ آپ عرب کے ذہین لوگوں کے پاس گئے تھے"۔ انہوں نے کہا "ہاں! ابوالحسن! ہر مصیبت کے اوپر ایک مصیبت ہوتی ہے۔ آزمائش کا تعلق گفتگو کے ساتھ ہے" جب اعرابی نے قصی، ہاشم اور عبدالمطلب کا ذکر کیا تو اس نے کہا "تمہارا قبیلہ ان اشراف پر مشتمل نہیں جس طرح کہ ہمارا قبیلہ ان سرداروں پر مشتمل نہیں۔ ایک کے بدلہ میں ایک"۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو شیبان بن ثعلبہ کی ایک جماعت سے ملے۔ آپ کے ہمراہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے سوال کیا۔ ان سے پوچھا "کس قوم کے ساتھ تعلق ہے؟ انہوں نے عرض کی "شیبان بن ثعلبہ کے ساتھ" پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی "میرے والدین آپ پر فدا! یہ اپنی قوم کے سردار ہیں۔ ان میں مفروق بن عمرو، ہانی بن قبیصہ، مثنی بن حارثہ اور نعمان بن شریک جیسے سردار موجود ہیں" مفروق حسن و جمال اور فصاحت و بلاغت میں سب سے فائق تھا۔ اس کے بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں۔ جو اس کے سینے پر لٹک رہی تھیں۔ یہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قریب تھا۔ انہوں نے ان سے پوچھا "تمہاری تعداد کیا ہے؟" انہوں نے عرض کی "ہماری تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ ایک ہزار کبھی قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتے"۔ حضرت ابوبکر صدیق! تمہارے تحفظ کا انداز کیا ہے؟ انہوں نے کہا "کوشش کرنا ہمارا کام ہے پھر

ہر ایک کی قسمت اس کے ساتھ ہوتی ہے" حضرت صدیق اکبر: تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے مابین جنگ کیسے ہوتی ہے؟ مفروق نے کہا" حالت جنگ میں اگر ہم ناراض ہوں تو ہم شدید ہوتے ہیں۔ ہم عمدہ گھوڑوں کو اولاد پر ترجیح دیتے ہیں ہتھیاروں کو اونٹوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ نصرت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ کبھی ہمیں غلبہ ہوتا ہے اور کبھی ہم مغلوب ہو جاتے ہیں۔ شاید آپ کا تعلق قریش کے ساتھ ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق: کیا تمہیں خبر ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول معظم مبعوث ہو چکے ہیں۔ وہ رسول محترم یہ ہستی والا ہیں"۔ مفروق نے کہا" ہم نے ان کے متعلق سنا ہے۔ قریشی بھائی! آپ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ آگے تشریف لائے اور فرمایا" میں اس بات کی شہادت کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ وحدہ لاشریک ہے اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں تم مجھے پناہ دو۔ میری مدد کرو۔ قریش نے اللہ تعالیٰ کے امر کے خلاف مدد کی ہے۔ انہوں نے اس کے رسول کو جھٹلایا ہے وہ باطل کی وجہ سے حق سے مستغنی ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غنی اور حمید ہے"۔ مفروق نے پوچھا" قریشی بھائی! آپ کس کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ان آیات طیبات کی تلاوت فرمائی۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (الانعام)

" آپ فرمایئے! آؤ میں پڑھ کر سناؤں جو کچھ حرام کیا ہے تمہارے رب نے تم پر (وہ یہ) کہ نہ شریک بناؤ اس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی (کے خوف) سے۔ ہم رزق دیتے ہیں تمہیں بھی۔ اور انہیں بھی اور مت نزدیک جاؤ بے حیائی کی باتوں کے۔ جو ظاہر ہوں ان سے اور جو چھپی ہوئی ہوں اور نہ قتل کرو اس جان کو جسے حرام قرار دیا ہے اللہ نے سوائے حق کے۔ یہ ہیں وہ باتیں حکم دیا ہے تمہیں اللہ نے جن کا تاکہ تم (حقیقت کو) سمجھو"۔

مفروق نے اثر آفرین کلام سن کر کہا" قریشی بھائی! آپ عمدہ اوصاف اور اچھے خصائل کی طرف دعوت دیتے ہیں! بخدا آپ کو جھٹلانے والی قوم بڑی احمق ہے۔ آپ کے خلاف مدد کرنے والے بے وقوف ہیں۔ مفروق اپنی گفتگو میں ہانی بن قبیصہ کو بھی شریک کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا" یہ ہانی ہیں یہ ہمارے بزرگ ہیں۔ یہ ہمارے دین کے علمبردار ہیں"۔ ہانی نے کہا" قریشی بھائی میں نے آپ کی گفتگو سنی ہے۔ میرے خیال میں ایک ہی ملاقات میں ہمارا اپنے دین کو ترک کرنا اور آپ کے دین کو اختیار کرنا ایک لغزش ہوگی۔ ہم نے ابھی تک انجام میں غور و فکر نہیں کیا۔ جلد بازی میں ہمیشہ خطا ہوتی ہے۔ ہم اپنے پیچھے ایک قوم چھوڑ آئے ہیں۔ ہم اس کے بغیر کوئی معاہدہ نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ آپ ابھی چلے جائیں۔ ہم بھی چلے جاتے ہیں۔ آپ بھی غور و فکر کر لیں ہم بھی تدبر و تفکر کر لیتے ہیں"۔ ہانی کی خواہش تھی کہ مثنیٰ بھی ان کی گفتگو میں شرکت کریں انہوں نے کہا" یہ مثنیٰ بن حارثہ ہیں۔ یہ ہمارے بزرگ اور سپہ سالار ہیں"۔ مثنیٰ نے کہا" اے میرے قریشی بھائی! ہم نے آپ کی

گفتگو سن لی ہے۔ ہانی کا جواب بالکل درست ہے۔ ایک محفل میں اپنا دین ترک کر دینا دانشمندی نہیں۔ ہم دو پانیوں یمامہ اور سماوہ کے مابین ہیں''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ''وہ دو پانی کون سے ہیں؟ انہوں نے کہا ''ایک طرف کسریٰ کی نہریں جبکہ دوسری طرف عرب کے پانی ہیں۔ جہاں تک انہار کسریٰ کے صاحب کا تعلق ہے تو اس کا گناہ قابل معافی نہیں۔ اس کا عذر قبول نہیں۔ جہاں تک اہل عرب کے پانیوں کا تعلق ہے تو ان کے گناہ قابل معافی اور ان کے عذر مقبول ہیں۔ ہم ایک معاہدہ کے پابند ہیں جو ہم سے کسریٰ نے لیا تھا کہ ہم کسی نئے واقعہ کا ظہور نہیں کریں گے اور نہ ہی ہم کسی نئے واقعہ کو ظاہر کرنے والے کو پناہ دیں گے۔ میری رائے کے مطابق وہ امر جس کی طرف آپ ہمیں دعوت دے رہے ہیں وہ بادشاہوں کو ناپسند ہے۔ اگر آپ پسند کریں کہ ہم پناہ دیں اور اہل عرب کے پانیوں سے آپ کا تحفظ کریں تو ہم حاضر ہیں''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم نے غلط جواب نہیں دیا۔ تم نے سچ بولا ہے بے شک دین الٰہی کی نصرت وہی کر سکتا ہے جو اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر لے۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر کچھ ہی مدت بعد اللہ تعالیٰ تمہیں ان کی زمین اور اموال کا مالک بنا دے اور ان کی خواتین تمہارے قبضہ میں ہو جائیں تو کیا تم اللہ تعالیٰ کی تقدیس و تسبیح بیان کرو گے؟ نعمان بن شریک نے کہا ''ہم ضرور آپ پر ایمان لے آئیں گے''۔ پھر مبلغ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت طیبہ تلاوت کی۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٤٥﴾ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ﴿٤٦﴾ (الاحزاب)

''ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری بنانے والا اور بروقت ڈرانے والا۔ اور دعوت دینے والا اللہ کی طرف ان کے اذن سے اور آفتاب روشن کر دینے والا''۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر تشریف لے گئے۔

علامہ حلبی نے لکھا ہے ''میں مذکورہ بالا افراد میں سے کسی ایک کے اسلام سے بھی آگاہ نہیں ہوں۔ البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک مثنیٰ بن حارثہ الشیبانی صحابی ہیں۔ وہ اپنی قوم کے شہ سوار، سردار اور قابل اطاعت تھے شاید یہ وہی مثنیٰ ہوں، ہانی بن قبیصہ نے ان کے متعلق کہا تھا ''یہ ہمارے شہ سوار ہیں'' میں نے بعض سیرت نگاروں کو دیکھا ہے انہوں نے نعمان بن شریک کو بھی صحابہ میں شمار کیا ہے۔

''اسد الغابہ'' میں ہے ''مفروق بن عمرو کا شمار صحابہ کرام میں ہوتا ہے''۔ انہوں نے ابونعیم کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ مجھے مفروق کے اسلام کا علم نہیں۔

جب بکر بن وائل کے قبائل حج کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''ان کے پاس جاؤ اور مجھے ان کے سامنے پیش کرو'' وہ ان کے قبائل کے پاس گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انہیں بتایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ''تمہاری تعداد کتنی ہے؟'' انہوں نے عرض کی ''ہم ان گنت ہیں'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تمہارے دفاع کا انداز کیسا ہے؟ انہوں نے کہا ''ہمارا دفاع کچھ بھی نہیں۔ ہم ایران کے پڑوس میں ہیں۔ ہم نہ تو ان پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ نہ ہی ان کے خلاف کسی کو پناہ دیتے ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کیا تم خود پر رب تعالیٰ کو حکم بناؤ گے۔

اگر اس ذات کریمانہ نے تمہیں باقی رکھا اگر تم ان کے گھر میں فروکش ہو گئے اور تم نے ان کی عورتوں سے نکاح کر لیا اور ان کے بچوں کو غلام بنا لیا تو تم رب تعالیٰ کی تینتیس بار تسبیح کرو گے"۔ انہوں نے پوچھا "آپ کون ہیں؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں" پھر ان قبائل کے پاس سے ابولہب گزرا۔ انہوں نے پوچھا "کیا تو اس شخص کو جانتا ہے؟ اس نے کہا "ہاں" انہوں نے بتایا کہ انہیں کس طرح انہوں نے اسلام کی طرف دعوت دی ہے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں"۔ ابولہب نے انہیں کہا "اس کی آواز پر لبیک نہ کہنا۔ یہ مجنون ہے" انہوں نے کہا "ہمیں اس وقت اس کا علم ہو گیا تھا جب اس نے ہمارے سامنے ایران کا معاملہ بیان کیا"۔

دوسری روایت کے مطابق جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے عرض کی "آپ ٹھہر جائیں حتیٰ کہ ہمارے بزرگ حارثہ آ جائیں" جب حارثہ آیا تو اس نے کہا "ہمارے اور فارس کے مابین جنگ ہو رہی ہے۔ جب ان کی اور ہماری عداوت ختم ہو جائے گی تو ہم واپس آ جائیں گے اور آپ کے اس پیغام میں غور و فکر کریں گے"۔ جب یہ فارس کے ساتھ جنگ آزما ہوئے تو ان کے بزرگ نے کہا "اس ہستی کا کیا نام تھا جس نے تمہیں دعوت دی تھی" انہوں نے بتایا "محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)" اس نے کہا "آج تمہاری عزت کے پاسبان وہی ہیں" انہیں فارس پر فتح نصیب ہو گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "انہوں نے میرا نام لیا تو انہیں فتح نصیب ہو گئی"۔ حضور اکرم شفیع معظم، مبلغ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال ایام حج میں لوگوں کو تبلیغ فرماتے رہے۔ اپنی ذات والا انہیں پیش کرتے رہے۔ مگر قبائل میں سے کسی نے بھی آپ کو قبول نہ کیا وہ کہتے "کسی شخص کی قوم اس سے سب سے زیادہ آگاہ ہوتی ہے۔ کیا وہ شخص ہماری اصلاح کر سکتا ہے جس نے اپنی قوم کو فساد میں مبتلا کر دیا ہو"۔

انصار کی بلند اقبالی

ابن اسحاق لکھتے ہیں "جب اللہ تعالیٰ نے اپنا دین غالب کرنے کا ارادہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس پر عزت کا تاج سجانا چاہا اور اپنا وعدہ پورا کرنا چاہا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایام حج میں تبلیغ کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ مستدرک الحاکم میں ہے "ماہ رجب تھا۔ آپ مختلف قبائل کو اپنا آپ پیش کر رہے تھے۔ جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال کرتے تھے۔ اسی اثناء میں کہ آپ عقبہ کے پاس تھے۔ اس عقبہ کے پاس جمرۃ ہے جسے جمرۃ العقبہ کہا جاتا ہے۔ جو شخص مکہ مکرمہ سے آئے تو یہ گھاٹی اس کے بائیں سمت آتی ہے۔ آج کل اس جگہ ایک مسجد بنا دی گئی ہے جسے مسجد بیعتہ کہتے ہیں۔ اس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بنو خزرج کے ایک گروہ نے ملاقات کی۔ کیونکہ اوس اور خزرج بھی دیگر قبائل کی طرح حج کرتے تھے۔ اس جگہ انصار کے چھ یا آٹھ افراد نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔ رب تعالیٰ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا۔ یہ فرخندہ فال افراد درج ذیل تھے۔ حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ، عوف بن حارثہ بن رفاعہ، انہیں ابن عفراء بھی کہا جاتا تھا، رافع بن مالک بن عجلان، قطبہ بن عامر، عقبہ بن عامر، جابر بن عبداللہ، عبادہ بن صامت، ابوالہیثم بن تیہان"۔

بعض سیرت نگاروں نے حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت ابوالہیثم بن تیہان کا تذکرہ ان افراد میں نہیں کیا۔ حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا "تم کون ہو؟" انہوں نے عرض کی "ہمارا تعلق بنو خزرج کے ساتھ ہے" آپ نے فرمایا "کیا تم بیٹھ نہیں جاتے۔ میں چند باتیں تم سے کرنا چاہتا ہوں"۔ انہوں نے عرض کی "ضرور! آپ کون ہیں؟" آپ نے انہیں اپنا نسب بیان کیا اور اپنے متعلق بتایا۔ وہ بیٹھ گئے۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس حالت میں پایا کہ وہ اپنے سروں کا حلق کروا رہے تھے۔ پھر آپ نے انہیں اسلام کی طرف بلایا۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔ انہیں قرآن پاک سنایا۔ انہوں نے آپ کی دعوت حق کو قبول کر لیا۔ قرآن مجید کی تاثیر ان کے دلوں میں اترتی چلی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں لے کر لوگوں سے دور چلے گئے تاکہ انہیں کوئی دیکھ نہ لے۔ ان کی خبر قریش تک پہنچ گئی۔ آپ انہیں لے کر گھاٹی کے نیچے تشریف لے گئے۔ آج اس جگہ مسجد البیعتہ ایستادہ ہے۔

قدرت الٰہیہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں اوس اور خزرج کے ساتھ یہودیوں کا بسیرا تھا۔ یہودی اہل کتاب تھے۔ جبکہ اوس اور خزرج بت پرست تھے۔ جب ان کے مابین عداوت کے شعلے بھڑکتے تو یہودی ان سے کہتے "ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عنقریب مبعوث ہونے والے ہیں۔ ان کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ ہم ان کی اتباع کریں گے اور ان کے ساتھ مل کر تمہیں عاد اور ارم کی طرح قتل کریں گے"۔ یہودی آپ کے اوصاف بھی بیان کرتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے بات چیت کی۔ انہوں نے آپ میں وہ اوصاف حمیدہ دیکھے جو وہ یہود سے سنا کرتے تھے۔ انہوں نے وہ سارے شمائل آپ میں پا لئے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا "آپ کی اتباع کرنے میں جلدی کرو۔ یہود تم سے سبقت نہ لے جائیں"۔

دوسری روایت میں ہے "جب انہوں نے آپ کا دلنشین کلام سنا تو انہیں دولت یقین نصیب ہوئی۔ ان کے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا۔ انہوں نے وہ اوصاف دیکھ لئے جو آپ کے متعلق سنا کرتے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ صدق و وفاء کی علامات آپ پر تاباں تھیں۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا "اے قوم! بخدا! تم نے جان لیا ہے کہ یہ وہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن سے یہود تمہیں ڈراتے تھے۔ یہودی تم سے سبقت نہ لے جائیں"۔ انہوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔ آپ کی تصدیق کی۔ اور اسلام قبول کر لینے کے شرف ابدی سے نوازے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا "تم میری حفاظت کرو حتیٰ کہ میں اپنے رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا دوں"۔ وہ عرض گزار ہوئے "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہم اپنے پیچھے اپنی قوم (اوس اور خزرج) چھوڑ آئے ہیں۔ ان کے مابین دشمنی اور عداوت ہے۔ اگر رب تعالیٰ نے آپ کی برکت سے انہیں جمع کر دیا تو کوئی شخص ہمیں آپ سے معزز نہ رہے گا"۔

اوس اور خزرج کے مابین عداوت کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اوس اور خزرج دونوں سگے بھائی تھے۔ ان کے مابین عداوت بھڑک اٹھی۔ یہ جنگ ایک سو بیس سال تک ہوتی رہی۔ ایک اور روایت میں ہے۔ ان افراد نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی "ہمارے مابین جنگ بعاث ہو چکی ہے"۔ اس جنگ میں فریقین کے سردار کام آئے۔ اور ان کی جمعیت منتشر ہو گئی۔ انہوں نے عرض کی "اگر آپ ہمارے پاس آ گئے ہم اسی طرح منتشر رہے تو ہمارا آپ پر اجتماع نہیں ہو سکے گا۔ آپ ہمیں چھوڑ دیں حتیٰ کہ ہم اپنے قبائل کے پاس جائیں شاید رب تعالیٰ ہماری اصلاح فرما دے اور ہم آپ کی دعوت حق کی

طرف بلائیں۔ امید ہے کہ رب تعالیٰ انہیں اکٹھا کر دے گا۔ اگر وہ ایک پر جمع ہو گئے اور انہوں نے آپ کی اتباع کر لی پھر ہمیں آپ سے عزیز کوئی نہ ہوگا۔ آئندہ سال آپ سے پھر ملاقات ہوگی''۔

بیعت عقبہ ثانیہ

یہ بلند اقبال افراد مدینہ منورہ لوٹ گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی بات پر رضامندی کا اظہار فرمایا۔ یہ انصار کے اسلام کی ابتداء تھی۔ جب یہ مدینہ منورہ پہنچے تو انہوں نے اپنی قوم کو حضور ﷺ کے متعلق بتایا۔ حضور اکرم ﷺ کا ذکر مبارک پھیل گیا۔ انصار کے گھر گھر میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر ہونے لگا۔ آئندہ سال انصار کے بارہ افراد نے آپ ﷺ سے ملاقات کی سعادت ازلی حاصل کی۔ اسے عقبہ ثانیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ان میں وہ پانچ افراد شامل تھے جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ حضرات ابو امامہ اسد بن زرارہ، عوف بن عفراء، رافع بن مالک، قطبہ بن عامر، عقبہ بن عامر۔ دیگر سات افراد یہ تھے۔ معاذ بن حارث، ذکوان بن عبد قیس، عبادہ بن صامت، ابو عبدالرحمٰن یزید بن ثعلبہ، ابوالہیثم بن تیہان، عویم بن ساعدہ، عباس بن نضلہ رضی اللہ عنہم۔ یہی حضرت عباس رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں ہی قیام پذیر ہو گئے تھے۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ انہوں نے بھی ہجرت کی۔ یہ انصاری مہاجر تھے۔ غزوۂ احد میں انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔ روایت ہے کہ جب بیعت عقبہ ثانیہ میں وہ صحابہ کرام جمع ہوئے۔ تو مذکور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اے قوم! تم ہر سرخ اور سیاہ سے جنگ کر کے حضور اکرم ﷺ کا دامن کرم تھام رہے ہو۔ اگر تمہارا خیال ہے کہ جب جنگ تمہیں لاغر کر دے تو تم انہیں دشمن کے سپرد کر دو گے تو ابھی سے انہیں چھوڑ دو۔ اگر تم جنگ کی مصیبتوں پر صبر کر سکتے ہو تو ان کا دامن کرم تھام لو''۔ بعض انصار نے کہا ''بخدا! حضرت عباس نے یہ بات صرف اس عہد کو مستحکم کرنے کے لئے کی تھی''۔ مذکور بالا طالع ارجمند افراد کا تعلق خزرج سے تھا۔ مگر حضرات ہیثم بن تیہان اور عویم بن ساعدہ کا تعلق اوس سے تھا۔ ان سب نے دولت اسلام سمیٹ لی۔ حضور سید مرسلاں ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کر لی۔ جس طرح کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''مجھے بھی عقبہ کی بیعت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہم بارہ افراد تھے ہم نے ان امور پر حضور ﷺ کی بیعت کی کہ ہم رب تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، ہم چوری نہیں کریں گے۔ ہم بدکاری نہیں کریں گے۔ نہ ہی اپنی اولاد کو قتل کریں گے نہ ہی ایسا بہتان لگائیں گے جسے ہم نے اپنے ہاتھوں اور ٹانگوں کے سامنے گھڑا ہوگا۔ بھلائی کے امور میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ تنگی اور فراخی میں آپ کا فرمان بغور سنیں گے اور سر اطاعت خم کریں گے۔ ہم جہاں کہیں بھی ہوں گے حق بات کہیں گے۔ اور رب تعالیٰ کے بارے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہیں کریں گے''۔

اس بیعت کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا ''اگر تم نے وفاء کی تو تمہیں جنت ملے گی۔ اگر کسی نے ان شرائط میں سے کسی کو پورا نہ کیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے چاہے تو اسے عذاب دے۔ چاہے تو اسے معاف کر دے''۔

اس وقت جہاد فرض نہ تھا۔ اس لئے سپہ سالار اعظم ﷺ نے اس کا تذکرہ نہ کیا۔ نہ ہی جہاد پر ان صحابہ کرام سے بیعت

لی۔ایک قول یہ بھی ہے کہ بیعت عقبہ ثانیہ پناہ اور نصرت اور ان امور کے لئے تھی جو ان کے متعلق تھے۔بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ بیعت عام الفتح کو بھی ہوئی تھی۔ممکن ہے اس طرح کی بیعت کئی بار رونما ہوئی ہو۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ''میں تمہیں اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ تم ہر اس چیز سے میرا دفاع کرو گے جس سے تم اپنی خواتین اور بچوں کا دفاع کرتے ہو''۔انصار نے اس شرط پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی۔نیز یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام ان کے ہاں جلوہ افروز ہوں گے۔جب انصار واپس اپنے شہر خوباں لوٹ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہمراہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ان کا نام عمرو یا عبد اللہ تھا۔ان کی والدہ کا نام عاتکہ تھا۔یہ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھی بھیجا۔یہ انصار کو قرآن کریم اور فقہ کی تعلیم دیتے تھے۔غیر مسلموں کو اسلام کی طرف دعوت دیتے تھے۔دوسرے قول کے مطابق آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو پہلے بھیجا جب انہوں نے آپ کے پاس معاذ بن عفراء اور رافع بن مالک رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ انصار نے عرض کی ''آپ ہمارے پاس ایک ایسا شخص بھیج دیں جو ہمیں دین متین سکھائے اور لوگوں کو کتاب الٰہی کی طرف دعوت دے''۔

ایک اور روایت میں ہے ''انہوں نے تحریری طور پر یہ گزارش کی''ممکن ہے انہوں نے دونوں طرح گزارش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔انہیں وہاں مقری کہا جاتا تھا اس کے بعد حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ پہنچے تو حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے ہاں فروکش ہوئے۔حضرت مصعب رضی اللہ عنہ اوس اور خزرج کو امامت کرواتے تھے۔کیونکہ پہلے ان کے مابین عداوت تھی۔وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو امامت کرائے۔حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے انہیں جمعہ پڑھایا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری سے قبل یہ پہلا جمعہ تھا جو ادا کیا گیا تھا۔کیونکہ آپ کے لئے مکہ مکرمہ میں نماز جمعہ کا اہتمام مشکل تھا۔لہٰذا آپ نے مدینہ منورہ میں نماز جمعہ کی ادائیگی کا حکم دے دیا۔پہلے چالیس افراد نے جمعہ کی نماز پڑھی۔مشہور یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے انہیں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے نماز جمعہ پڑھائی۔اس روایت میں کوئی مخالفت نہیں۔کیونکہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ہی فروکش تھے۔وہ ان کے اس امر میں معاون تھے۔اگر وہ نہ ہوتے تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے لئے نماز جمعہ پڑھانا ممکن نہ ہوتا۔خطیب اور امام حضرت مصعب رضی اللہ عنہ ہی تھے اس لئے نماز جمعہ کی ادائیگی کی نسبت کبھی ان کی طرف اور کبھی حضرت اسعد رضی اللہ عنہ کی طرف کر دی گئی۔ایک قول کے مطابق انہوں نے نماز جمعہ کی ادائیگی صرف اپنے اجتہاد سے شروع کی تھی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم نہیں دیا تھا۔مگر یہ خطاء ہے جو کہ مردود ہے۔بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ مکتوب گرامی لکھوایا۔

''اما بعد!اس دن میں غور و فکر کرو جو ہفتہ کے ساتھ ملا ہوا ہے ہفتہ کو یہودی زبور پڑھتے ہیں۔اس معین دن اپنے مرد اور خواتین جمع کرو۔جب سورج نصف سے ڈھل جائے تو دو رکعتیں پڑھ کر رب تعالیٰ کا قرب حاصل کیا کرو''۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے انصار کو زوال کے وقت جمعہ پڑھایا۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ کو رشک ارم بنانے کے لئے تشریف لے آئے۔ بہت سی مخلوق نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ پہلے ان کا رویہ سخت تھا قریب تھا کہ وہ انہیں شہید کر دیتے۔ پھر رب تعالیٰ نے انہیں ان کے ذریعے ہدایت دی۔

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر کا قبول اسلام

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر باہر آئے وہ بنو عبدالاشہل اور بنو ظفر کے پاس جانا چاہتے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ حضرت اسعد بن زرارہ کے خالہ زاد تھے۔ حضرت اسعد رضی اللہ عنہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو بنو ظفر کے ایک باغ میں لے گئے۔ یہ دونوں بئر مرق پر تشریف لائے۔ مسلمان ان کے پاس جمع ہونے لگے۔ حضرت سعد اور حضرت اسید بنو عبدالاشہل کے سرداروں میں سے تھے۔ انہوں نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ جب انہوں نے حضرت مصعب کے متعلق سنا تو سعد نے اسید سے کہا "تیرا باپ تجھے روئے۔ ان دونوں کے پاس جاؤ۔ جو ہماری حویلی میں آئے ہیں تا کہ وہ ہمارے کمزور لوگوں کو گمراہ نہ کریں۔ انہیں خوب ڈانٹو۔ انہیں منع کرو کہ وہ دوبارہ اس طرف آنے کی جرأت نہ کریں۔ اگر اسعد میرے رشتہ دار نہ ہوتے تو میں انہیں کافی ہو جاتا۔ وہ میرے خالہ زاد ہیں۔ میں ان کے سامنے نہیں جانا چاہتا" حضرت اسید نے اپنا نیزہ لیا اور حضرت اسعد اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہما کی طرف چل پڑے۔ جب حضرت اسعد نے انہیں آتے دیکھا تو انہوں نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا "آپ کے پاس قوم کا سردار آ رہا ہے۔ اس سے ذات باری تعالیٰ کے متعلق سچ کہنا" حضرت مصعب نے فرمایا "اگر وہ بیٹھ گیا تو میں اس سے بات کروں گا"۔ حضرت اسید ان کے پاس آئے اور انہیں سب وشتم کرنے لگے۔ انہوں نے کہا "کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو تا کہ ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بناؤ۔ اگر تمہیں اپنی جانوں کی ضرورت ہے تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ"۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ذرا بیٹھیں۔ چند باتیں تو سنیں۔ اگر کچھ پسند آئے تو قبول کر لینا اگر پسند نہ آئے تو اسے رد کر دینا"۔ حضرت اسید نے کہا "آپ نے انصاف کی بات کی ہے" پھر اپنا برچھا زمین میں گاڑھا اور ان دونوں کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام کی تعلیم دی۔ قرآن پاک سنایا۔ حضرت اسعد اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضرت اسید کی گفتگو سے پہلے ہی ہم نے ان کے چہرے پر اسلام کا اجالا دیکھ لیا تھا"۔ پھر انہوں نے فرمایا "یہ کلام کتنے حسن و جمال والا ہے۔ جب تم اس دین میں داخل ہونا چاہو تو کیا کرتے ہو؟" انہوں نے کہا "غسل کرو، پاکیزگی حاصل کرو، اپنے کپڑے صاف کرو، حق کی گواہی دو پھر نماز ادا کرو" حضرت اسید اٹھے، غسل کیا، پاکیزہ کپڑے زیب تن کئے، دو رکعت نماز ادا کی پھر حضرت اسعد اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہما سے کہا "میرے پیچھے ایک ایسا شخص ہے اگر اس نے تمہاری اتباع کر لی تو پھر اس کی قوم میں سے کوئی ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ میں اسے عنقریب تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ اس کا نام سعد بن معاذ ہے" پھر وہ حضرت سعد اور ان کی قوم کے پاس آئے۔ وہ اپنی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حضرت سعد نے حضرت اسید کو دیکھا تو انہوں نے کہا "اللہ کی قسم! اسید کا چہرہ وہ نہیں جو یہاں سے لے کر گیا تھا"۔ جب حضرت اسید ان کے پاس آئے تو حضرت

سعد نے پوچھا "تم نے کیا بنایا ہے؟" انہوں نے کہا "میں نے ان دونوں سے گفتگو کی ہے مجھے کوئی خطرہ نظر نہیں آیا۔ میں نے ان دونوں کو منع کر دیا ہے انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ ہم وہی کریں گے جو تم پسند کرو گے"۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنو حارثہ حضرت اسعد کو قتل کرنے کے لئے چلے گئے ہیں۔ انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ وہ آپ کا خالہ زاد ہے وہ انہیں قتل کر کے آپ کو اذیت دینا چاہتے ہیں"۔ یہ سن کر حضرت سعد جلدی جلدی کھڑے ہو گئے۔ وہ حضرت اسید رضی اللہ عنہ کی بات سن کر انتہائی غصے میں تھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ میں برچھا لیا اور کہا "قسم بخدا! تم نے مجھے کوئی فائدہ نہیں دیا"۔ پھر وہ حضرت اسعد اور حضرت مصعب کی طرف چلے گئے۔ انہوں نے انہیں دیکھا۔ وہ انتہائی مطمئن اور پرسکون تھے حضرت سعد فوراً سمجھ گئے کہ حضرت اسید کا ارادہ ہے کہ میں بھی ان دونوں کی گفتگو سنوں۔ وہ انہیں سب و شتم کرتے ہوئے ان کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ پھر حضرت اسعد کو مخاطب کر کے کہنے لگے "ابوامامہ! اگر میرے اور تمہارے مابین قربت نہ ہوتی تو تم پھر اس کا ارادہ کبھی نہ کر سکتے۔ کیا تم ہمارے گھر میں ہی ہم پر وہ چیز مسلط کرنا چاہتے ہو جسے ہم پسند نہیں کرتے"۔ حضرت اسعد رضی اللہ عنہ نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی بتا دیا تھا "مصعب! آپ کے پاس وہ سردار آ رہا ہے جسے اس کی قوم کا پورا پورا تعاون حاصل ہے۔ اگر اس نے تمہاری بات مان لی تو پھر اس کی قوم کے دو افراد بھی پیچھے نہیں رہیں گے"۔ حضرت مصعب نے حضرت سعد سے کہا "کیا آپ بیٹھ کر ہماری گفتگو نہیں سنیں گے۔ اگر وہ بات تمہیں پسند آئے اور تمہارا میلان اس جانب ہو تو اسے قبول کر لینا۔ اگر تمہیں پسند نہ آئے تو اسے ترک کر دینا"۔ حضرت سعد نے فرمایا "تم نے سچ کہا ہے" انہوں نے اپنا برچھا ایک طرف گاڑھا اور بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب نے ان پر اسلام پیش کیا۔ قرآن پاک کی تلاوت کی۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں "ہم نے پہلے ہی ان کے رونق افزاء چہرے سے ان کے ایمان کا اندازہ لگا لیا تھا"۔ حضرت سعد نے پوچھا "جب تم اسلام قبول کرتے ہو اور اس دین میں داخل ہوتے ہو تو تم کیا کرتے ہو؟" انہوں نے کہا "آپ غسل کریں، پاکیزگی حاصل کریں، صاف لباس پہنیں، حق کی گواہی دیں پھر دو رکعت نماز ادا کریں"۔ حضرت سعد اٹھے غسل کیا، صاف کپڑے پہنے، حق کی گواہی دی پھر دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر اپنا برچھا لے کر اپنی قوم کی طرف آنے لگے۔ ان کے ہمراہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب ان کی قوم نے انہیں آتے دیکھا تو کہنے لگے "اللہ کی قسم! سعد تمہارے پاس وہ چہرہ لے کر نہیں آ رہے جس چہرے کے ساتھ وہ یہاں سے گئے تھے"۔ حضرت سعد اپنی قوم کے سامنے کھڑے ہو گئے اور فرمایا "اے بنو عبدالاشہل! تم میں میری حیثیت کیا ہے؟" انہوں نے کہا "تم ہمارے سردار، رائے کے اعتبار سے افضل اور عقل کے اعتبار سے دانا ہو"۔ حضرت سعد نے فرمایا "تمہارے مردوں اور عورتوں سے میرے لئے گفتگو کرنا اس وقت تک حرام ہے حتیٰ کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ"۔ حضرت اسعد اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہما نے فرمایا "قسم بخدا! شام تک بنو عبدالاشہل کے تمام مرد و خواتین اسلام قبول کر چکے تھے" مگر اصیرم نے اسلام قبول نہ کیا۔ ان کا نام عمرو بن ثابت تھا۔ انہوں نے غزوۂ احد کے روز تک اسلام مؤخر کیا۔ اس روز اسلام قبول کیا اور مرتبۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔ انہوں نے ایک سجدہ بھی نہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ اہل جنت میں سے ہیں"۔

پھر حضرت مصعب رضی اللہ عنہ حضرت اسعد رضی اللہ عنہ کے گھر لوٹ آئے۔ انہی کے پاس ٹھہر کر لوگوں کو اسلام کے چشمۂ صافی کی طرف دعوت دینے لگے۔ اوس اور خزرج کے بہت سے لوگ دامن اسلام کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ اوس کی ایک جماعت نے اسلام قبول نہ کیا کیونکہ ان میں ابو قیس صیفی بن اسد تھا۔ یہ ان کا شاعر تھا۔ یہ اس کی بات سنتے تھے اور اس کی اطاعت کرتے تھے۔ کیونکہ وہ سچی بات کرتا تھا۔ جاہلیت میں اس نے رہبانیت اختیار کر رکھی تھی۔ یہ کھردرے کپڑے پہنتا تھا اور جنابت سے غسل کرتا تھا۔ اس نے اپنے گھر میں مسجد بنا رکھی تھی۔ اس نے کہا "میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے معبود کی عبادت کرتا ہوں۔ میرے پاس حائضہ اور جنبی نہ آئے۔ اس نے اسلام قبول نہ کیا حتیٰ کہ حضور اکرم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ آ گئے۔ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق گزر گئے۔ پھر اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔ یہ عمر رسیدہ تھے۔ ان کے اسلام کی تاخیر کا یہ سبب بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ رونق افروز ہو گئے اور انہوں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا تو انہیں عبداللہ بن ابی ملا۔ اس نے انہیں اسلام سے متنفر کر دیا۔ ابو قیس نے کہا "میں سارے لوگوں سے آخر میں اسلام قبول کروں گا۔ جب یہ قریب الموت ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف پیغام بھیجا "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دو۔ میں اس کے ساتھ درگاہ ربوبیت میں تمہاری شفاعت کروں گا"۔ انہوں نے یہ کلمہ طیبہ پڑھ لیا۔ پھر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ حجاج کے ساتھ مکہ مکرمہ آ گئے۔ اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کی تابانیوں کے بارے بتایا جسے سن کر آپ بہت مسرور ہوئے۔

بیعت عقبہ ثانیہ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا "ہم اپنی قوم کے مشرک حاجیوں کے ہمراہ عازم سفر ہوئے۔ ہم نے مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ پھر حج کے لئے چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ گھاٹی میں ملاقات کرنے کا وعدہ کیا۔ اس گھاٹی میں آج کل ایک مسجد بنادی گئی ہے جسے مسجد بیعۃ اور مسجد عقبہ کہا جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ رات کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ وہ سوئے ہوئے کو بیدار نہ کریں۔ غائب کا انتظار نہ کریں"۔ جب ہم حج سے فارغ ہوئے تو وہ رات آ گئی جس کا وعدہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا۔ ہم اپنا معاملہ اپنے مشرک ساتھیوں سے مخفی رکھ رہے تھے۔ ان مشرکین میں ابو جابر عبداللہ بن حرام بھی تھے۔ وہ ہمارے سرداروں میں سے ایک تھے۔ ہم نے ان سے بات چیت کی۔ انہیں کہا "ابو جابر! تم ہمارے سرداروں میں سے ایک سردار ہو، ہمارے اشراف میں سے ایک ہو۔ ہمیں خطرہ ہے کہ اگر تم اپنے شرک پر ہی برقرار رہے تو تم کل آگ کا ایندھن بن جاؤ گے"۔ پھر ہم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ہم نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئے گئے وعدہ کے متعلق بتا دیا۔ وہ بھی عقبہ میں ہمارے ساتھ حاضر ہوئے۔ ہم نے وہ رات اپنی قوم کے ساتھ اپنی اقامت گاہ پر ہی بسر کی۔ جب رات کا ثلث گزر گیا تو ہم اپنے خیموں سے باہر نکل آئے رات پر سکون ہو چکی تھی۔ ہم ایک ایک دو دو افراد چھپ کر نکلتے رہے۔ حتیٰ کہ ہم عقبہ کے پاس گھاٹی میں جمع ہو گئے۔ ہمارا یہ کارواں 73 مرد اور 2 عورتوں پر مشتمل ہو گیا۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ تشریف لے آئے"۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصار سے قبل ہی وہاں تشریف لا چکے تھے۔ آپ ان کا انتظار کر رہے تھے۔ ممکن ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انصار سے قبل وہاں تشریف لے گئے ہوں اور ان کا انتظار کرتے رہے ہوں۔ مگر انصار حاضر نہ ہوئے ہوں تو آپ واپس تشریف لے گئے ہوں۔ پھر جب انصار آ گئے ہوں تو آپ دوبارہ تشریف لے آئے ہوں۔ آپ کے ہمراہ حضرت عباس بھی تھے۔ وہ اس وقت اپنی قوم کے دین پر ہی تھے۔ انہوں نے پسند کیا کہ وہ اپنے محترم بھتیجے کے اس معاملہ میں شرکت کریں اور اس عہد کو پختہ کر دیں۔ یہ روایت اس روایت کے مخالف نہیں جس میں تذکرہ ہے کہ آپ کے ہمراہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ کیونکہ حضرت عباس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو گھاٹی کے ایک رستہ پر بطور نگران کھڑا کیا تھا۔ دوسرے رستہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بطور نگران مقرر کیا تھا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی بیعت کے لئے تشریف لائے تو آپ کے ساتھ صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ جب انصار بیٹھ گئے تو سب سے پہلے گفتگو کا آغاز حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کیا۔ انہوں نے کہا ''اے گروہ خزرج! محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کس حیثیت کے مالک ہیں تم خوب جانتے ہو۔ ہم نے ان کا تحفظ بھرپور کیا ہے۔ ہمارے اس تحفظ میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو آپ کے متعلق رائے میں ہم سے متفق نہ تھے۔ یہ اپنی قوم کے معزز اور اپنے شہر میں محفوظ ہیں۔ یہ تمہارے پاس ہی جانا چاہتے ہیں۔ وہ تم سے ہی ملنا چاہتے ہیں۔ اگر تم محسوس کرتے ہو کہ تم ان سے کئے گئے عہد کو نبھا سکو گے۔ مخالفین سے آپ کا تحفظ کر سکو گے تو پھر یہ بار گراں تمہیں مبارک ہو۔ اور اگر تم سمجھتے ہو کہ تم انہیں ہجرت کے بعد دشمن کے سپرد کر دو گے اور انہیں رسواء کر دو گے تو پھر ابھی سے ہی انہیں چھوڑ دو۔ یہ اپنی قوم اور اپنے شہر میں محفوظ و مکرم ہیں''۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''بخدا! اگر ہمارے دلوں میں اس کے علاوہ کچھ اور ہوتا جو ہماری زبانوں پر ہے تو ہم وہی کہہ دیتے۔ بلکہ ہم تو صدق اور وفاء کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہم اپنی جانیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرنا چاہتے ہیں''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے فرمایا ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کو چھوڑ کر تمہارے پاس ہی جانا چاہتے ہیں۔ اگر تم قوت و شوکت کے مالک ہو، جنگ کے دھنی ہو۔ سارے عرب کے ساتھ جنگ کرنے کا حوصلہ رکھتے ہو تو اپنی رائے پر غور و فکر کر لو۔ آپس میں مشورہ کر لو۔ سارا عرب یکجا ہو کر تم پر حملہ آور ہو گا''۔

جب حضرت عباس نے اپنی گفتگو مکمل کر لی تو انصار نے عرض کی ''ہم نے آپ کی بات سن لی ہے۔ یا رسول اللہ! اب آپ ارشاد فرمائیں آپ اپنے لئے اور اپنے رب کے لئے کیا چاہتے ہیں؟'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میرے رب تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور میرے لئے یہ ہے کہ تم میرا اس چیز سے تحفظ کرو جس سے تم اپنی جانوں اور بیٹوں سے تحفظ کرتے ہو''۔ حضرت ابن رواحہ نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم! پھر ہمارے لئے کیا ہو گا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''پھر تمہارے لئے جنت ہو گی''۔ انہوں نے کہا ''یہ بڑا سود مند سودا ہے۔ ہم یہ سودا نہ ختم کریں گے نہ ہی کسی کو ختم کرنے کے لئے کہیں گے''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم محو گفتگو ہوئے۔ قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔

انہیں اسلام کی ترغیب دی۔ آپ نے فرمایا "میں تمہیں اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ تم ہر اس چیز سے میرا تحفظ کرو گے جس سے تم اپنی خواتین اور اولاد کا دفاع کرتے ہو"۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب انصار نے کہا "ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اس شرط پر میری بیعت کرو کہ تم ہر حالت میں میرا فرمان غور سے سنو گے پھر اس پر عمل پیرا ہو جاؤ گے تنگی اور خوش حالی میں میرا دفاع کرو گے۔ نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے۔ نیز یہ کہ راہ خدا میں تمہیں کسی ملامت گر کی ملامت کا اندیشہ نہ ہوگا۔ تم میری مدد کرو گے۔ میرا دفاع کرو گے۔ جب تم میرا دفاع ہر اس چیز سے کرو گے جس سے تم اپنی جانو، بیویوں اور بیٹوں کا دفاع کرتے ہو تو تمہارے لئے جنت ہوگی"۔

حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے آپ کا دست ہدایت بخش تھام لیا اور عرض کی "اللہ کی قسم! ہم ہر اس چیز سے آپ کا دفاع کریں گے جس سے اپنی خواتین اور جانوں کا دفاع کرتے ہیں۔ بخدا! ہم جنگی امور کے ماہر ہیں ہمارے پاس اسلحہ کی فراوانی ہے۔ ہم نسل در نسل اس کے وارث بنتے آرہے ہیں"۔ حضرت ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ نے عرض کی "ہم مال کی مصیبت اور سرداروں کے قتل کے وقت آپ کو ہی ترجیح دیں گے"۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اپنی آواز آہستہ رکھو۔ ہم پر جاسوس مقرر ہیں"۔ حضرت ابوالہیثم نے عرض کی "یارسول اللہ! ہمارے اور یہود کے مابین معاہدے ہیں۔ ہم انہیں توڑ دیں گے۔ کیا ایسا تو نہ ہوگا کہ جب ہم یہ کام کر دیں پھر رب تعالیٰ آپ کو غلبہ عطا فرمادے تو آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کے پاس آجائیں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبسم ریز ہوئے اور فرمایا "تمہاری پناہ میری پناہ اور تمہاری حرمت میری حرمت ہوگی۔ میں تم سے اور تم مجھ سے ہو۔ میں اس سے جنگ کروں گا جس سے تم جنگ کرو گے اور اس کے ساتھ صلح کروں گا جس سے تم صلح کرو گے"۔

اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تم پر اللہ تعالیٰ کا ذمہ تمہارے ذمہ کے ساتھ ہے۔ جس طرح کہ تم نے ذکر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا عہد تمہارے عہد کے ساتھ اس حرمت والے مہینہ میں اور حرمت والے شہر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دست اقدس تمہارے ہاتھوں کے اوپر ہے تم ضرور! ضرور آپ کی نصرت کرو گے۔ آپ کو ضرور تقویت دو گے"۔ انصار نے عرض کی "ضرور" پھر حضرت عباس نے یہ دعا مانگی "مولا! تو سب کچھ دیکھنے والا اور سننے والا ہے میرے محترم بھتیجے نے انصار کیساتھ اپنی حفاظت اور نگہبانی کا عہد لیا ہے۔ اے اللہ! میرے بھتیجے کا گواہ بن جا"۔

بارہ نقیب

آپ نے فرمایا "میرے لئے بارہ نقیب مقرر کرو۔ جو اپنی قوم کا اس وقت فیصلہ کریں گے جب ان میں اختلاف رونما ہوگا" انہوں نے نو نقیب خزرج میں سے اور تین نقیب اوس میں سے مقرر کئے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے بنو اسرائیل میں سے بارہ نقیب مقرر کئے۔ اگر میں کسی کو چھوڑ کر کسی اور کو نقیب مقرر کروں تو کسی کے دل میں کوئی وسوسہ نہ آئے۔ یہ نقیب حضرت جبرائیل امین مقرر کر رہے ہیں" یعنی وہ وہاں موجود تھے اور انہوں نے نقیب مقرر فرمائے۔ یہ نقیب درج ذیل تھے "حضرات سعد بن عبادہ، اسعد بن زرارہ، سعد بن ربیع، سعد بن خیثمہ، منذر بن عمرو، عبداللہ بن رواحہ، براء بن معرور، ابوالہیثم بن تیہان، اسید بن حضیر، عبداللہ بن عمرو، عبادہ بن صامت اور رافع

بن مالک رضی اللہ عنہم۔ ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص بطور نقیب مقرر کیا گیا۔ پھر آپ نے فرمایا "یہ نقباء ہیں۔ تم اپنے لوگوں پر اسی طرح کفیل ہو جس طرح حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے کفالت کرتے تھے۔ میں مہاجرین پر کفیل ہوں"۔

دوسرے قول کے مطابق جس ذات نے گفتگو کی اور اس عہد کو پختہ کیا وہ حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت تھی۔ انہوں نے فرمایا "اے بنوخزرج! کیا تم جانتے ہو کہ اس ہستی والا کی بیعت کس چیز پر کر رہے ہو؟ تم اس امر پر بیعت کر رہے ہو سارے سرخ اور کالے لوگوں سے جنگ کرو گے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت مدینہ کے بعد جہاد کا اذن ملا۔ اس سے قبل آپ کو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے، اذیتوں پر صبر کرنے اور جاہل سے درگزر کرنے کا حکم تھا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے اس عہد کو محکم کیا۔ وہ انصار میں سے سب سے چھوٹے تھے۔ ان اقوال میں کوئی مخالفت نہیں۔ کیونکہ ان سرداروں میں سے ہر سردار نے ایسی بات کی جس سے بیعت کو تقویت ملتی تھی۔ پھر سب نے اتفاق کر لیا۔ انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ! اگر ہم نے وفاء کی تو ہمیں کیا ملے گا؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت" انصار نے عرض کی "آپ اپنا دست ہدایت بخش آگے بڑھائیں۔ ہم راضی ہیں" وہ آپ کی بیعت سے شرف یاب ہوئے، سب سے پہلے حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے بیعت کی سعادت عظمیٰ حاصل کی۔ دوسرے قول کے مطابق حضرت اسعد بن زرارہ نے اور تیسرے قول کے مطابق حضرت ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے یہ سعادت کبریٰ حاصل کی۔ پھر دیگر ستر خوش نصیب افراد اور دو خواتین نے یہ شرف حاصل کیا۔ آپ نے بغیر مصافحہ کے ان خواتین کو بیعت فرمایا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواتین سے مصافحہ نہیں کرتے تھے۔ آپ ان سے عہد لیتے تھے۔ جب وہ اقرار کر لیتیں تو آپ ان سے فرماتے "جاؤ میں نے تمہیں بیعت کر لیا ہے" یہ بیعت درحقیقت عرب وعجم کے خلاف اعلان جنگ تھا۔ مذکورہ بالا تین افراد نے سب سے پہلے آپ کی بیعت کی۔ ان سے قبل کسی نے آپ کی بیعت نہ کی۔ اس صورت میں ان کی اولیت حقیقی اور اضافی ہوگی۔ ایک اور قول کے مطابق حضرت ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں انہی امور پر آپ کی بیعت کرتا ہوں جن امور پر بنواسرائیل کے بارہ نقیبوں نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی بیعت کی تھی"۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ! میں ان امور پر آپ کی بیعت کرتا ہوں جن پر حواریوں نے حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی بیعت کی تھی"۔ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "میں اللہ رب العزت اور آپ کی اس امر پر بیعت کرتا ہوں کہ میں اپنے عہد کو پورا کروں گا۔ ہمیشہ سچ بولوں گا اور آپ کی نصرت کروں گا"۔ حضرت نعمان بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "میں اللہ تعالیٰ کے امر میں پیش قدمی پر بیعت کرتا ہوں۔ میں اس میں قریب وبعید کے ساتھ رافت ورحمت سے پیش نہیں آؤں گا"۔ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ! میں اس شرط پر آپ کی بیعت کرتا ہوں کہ راہ خدا میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کروں گا"۔ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے عرض کی "میں اللہ تعالیٰ اور آپ کی بیعت اس شرط پر کرتا ہوں کہ میں کبھی بھی آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا اور نہ ہی کبھی جھوٹ بولوں گا"۔

شیطان اور بیعت عقبہ

جب بیعت عقبہ ثالثہ مکمل ہوئی تو شیطان عقبہ کی چوٹی سے بآواز بلند چلایا۔ اس نے کہا "اے اہل حباحب! کیا تمہیں مذمم اور صابیوں کے بارے علم ہے کہ وہ تمہارے خلاف جنگ لڑنے کے لئے جمع ہو چکے ہیں"۔ حضور ﷺ نے فرمایا "یہ عقبہ کا شیطان ہے یہ ازب کا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دشمن سن لے۔ قسم بخدا! میں تیرے لئے ضرور فارغ ہوں گا"۔ یہ سن کر وہ شیطان بھاگ گیا۔ حضور ﷺ نے انصار سے فرمایا "اپنی اپنی اقامت گاہوں میں چلے جاؤ" دوسری روایت کے مطابق جب عقبہ میں انصار آپ کی بیعت کر چکے تو پہاڑ کی چوٹی پر شیطان نے بآواز بلند پکارا "اے گروہ قریش! یہ بنو اوس اور بنو خزرج ہیں۔ انہوں نے تمہارے خلاف جنگ کرنے کا عہد کر لیا ہے" یہ آواز سن کر انصار گھبرا گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "یہ آواز تمہیں پریشان نہ کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس کی آواز ہے۔ اسے ان میں سے کوئی بھی نہیں سن رہا جن سے تم خدشہ محسوس کر رہے ہو۔ ازب اور ابلیس کی آواز جمع ہو جانے میں کوئی مانع نہیں۔ ممکن ہے کہ اللہ کے دشمن ابلیس سے مراد عقبہ کا شیطان ہی ہو۔ کیونکہ وہ بھی ابلیسوں میں سے تھا اور دونوں الفاظ کے معنی ایک ہی ہوں۔ اس بیعت کے وقت حضرت جبرائیل امین علیہ السلام بھی حاضر ہوئے تھے۔ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب انصار بیعت سے فارغ ہو گئے تو میں نے عرض کی "یارسول اللہ! میں ایک شخص کو دیکھ رہا ہوں جس نے سفید کپڑے پہن رکھے ہیں۔ وہ آپ کے دائیں طرف کھڑا ہے" حضور نے پوچھا "کیا تم اسے دیکھ رہے ہو؟ میں نے عرض کی "ہاں" آپ نے فرمایا "وہ جبرائیل امین ہیں"۔

بیعت عقبہ کے متعلق قریش کو خبر

دوسری روایت میں ہے کہ اس آواز کو قریش وغیرہ سب نے سن لیا؟؟ کتاب الشریعۃ" میں ہے کہ جب شیطان نے یہ صدا لگائی تو اس نے منبہ بن حجاج کی آواز میں پکارا۔ عمرو بن عاص نے کہا "ہمارے پاس ابوجہل آیا۔ پھر میں اور ابوجہل عقبہ بن ربیعہ کے پاس گئے اور اسے منبہ بن حجاج کی آواز کے بارے بتایا۔ مگر اسے اس طرح گھبراہٹ نہ ہوئی جس طرح ہم گھبرائے تھے۔ اس نے کہا "کیا منبہ بذات خود تمہارے پاس آیا ہے اور اس نے تمہیں اس واقعہ کی خبر دی ہے" ہم نے کہا "شاید وہ ابلیس کذاب ہو" ابوجہل اور عمرو بن عاص کے اس آواز کو سننے اور آپ کے اس فرمان میں کوئی اختلاف نہیں "یہ آواز ان لوگوں نے نہیں سنی جن سے تم خطرہ محسوس کر رہے ہو"۔ کیونکہ ان دونوں کے سن لینے سے کوئی خطرہ نہ تھا۔ پھر یہ خبر عام پھیل گئی۔ قریش کے سردار اور چیدہ چیدہ افراد آ گئے وہ انصار کی گھاٹی میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے کہا "اے گروہ اوس اور خزرج! ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تم ہمارے صاحب کے پاس آئے ہو تا کہ انہیں یہاں سے نکال کر لے جاؤ، اور تم نے ہمارے ساتھ جنگ لڑنے کے لئے ان کی بیعت بھی کر لی ہے۔ بخدا! ہمیں اس سے بڑھ کر اور کوئی بات پسندیدہ نہیں کہ ہمارے اور تمہارے مابین جنگ ہو"۔ اوس اور خزرج کے مشرکین قسمیں اٹھانے لگے کہ اس طرح کا واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا۔ ان میں سے ہر ایک قریش سے کہتا "میری قوم

اتنا عظیم واقعہ مجھ سے کیسے چھپا سکتی تھی۔ اگر میں یثرب میں بھی ہوتا تو میری قوم اس طرح کا واقعہ ظاہر کرنے سے قبل مجھ سے ضرور مشورہ کر لیتی"۔ ان مشرکین نے سچ ہی کہا تھا کیونکہ انہیں اس بیعت کا علم نہ تھا۔ بہت سے لوگ منیٰ میں گئے قریش نے انصار کے اس واقعہ کے متعلق جستجو کی تو انہوں نے اسے سچ پایا۔ پھر انہوں نے انصار کا تعاقب کیا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی اسیری اور نجات

قریش نے انصار کا تعاقب کیا تو انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت منذر بن عمرو کو پالیا۔ انہوں نے حضرت سعد کو گرفتار کر لیا اور اذیت دی۔ البتہ حضرت منذر رضی اللہ عنہ بھاگ گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب انہوں نے مجھے گرفتار کر لیا تو انہوں نے میرے ہاتھ میری گردن کے ساتھ باندھ دیئے۔ وہ میرے چہرے پر مارتے رہے اور مجھے کھینچتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے مجھے مکہ مکرمہ میں داخل کر دیا۔ وہ مجھے ایک شخص کے پاس لے گئے وہ ابوالبختری بن ہشام تھا۔ وہ حالت کفر میں مرا۔ اس نے کہا "کیا تمہارے مابین اور قریش کے کسی فرد کے مابین پناہ اور عہد نہیں" میں نے کہا "کیوں نہیں! میں جبیر بن مطعم کو پناہ دیتا تھا اور میرے شہروں میں جو اس پر ظلم کرتا تھا میں اسے روکتا تھا۔ اس طرح میں حارث بن حرب کو بھی پناہ دیتا تھا۔ اس شخص نے کہا "ان دونوں افراد کو بآواز بلند پکارو" میں نے اسی طرح کیا۔ وہ شخص ان دونوں کے پاس گیا۔ اس نے کہا "بنوخزرج میں سے ایک شخص کی ابطح میں پٹائی ہو رہی ہے۔ وہ بآواز بلند تمہارا نام پکار رہا تھا۔ انہوں نے پوچھا "وہ مضروب کون ہے؟" اس نے بتایا "وہ سعد بن عبادہ ہیں" وہ دونوں آئے اور انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس ستم پیشہ لوگوں سے نجات دی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "اسی اثناء میں کہ مشرک قوم مجھے مار رہی تھی۔ ایک خوبصورت، وجیہ اور وضیٔ شخص ان کے پاس آیا۔ میں نے دل میں کہا "اگر اس قوم میں سے کسی کے پاس بھلائی ہو سکتی ہے تو وہ یہ شخص ہے" جب وہ میرے پاس پہنچا تو اس نے ہاتھ اٹھایا اور مجھے زوردار تھپڑ رسید کیا۔ میں نے کہا "بخدا! اس کے بعد ان میں کوئی بھلائی نہیں ہے"۔ یہ شخص سہیل بن عمرو تھا۔ بعد میں اسے اسلام لانے کی توفیق ارزانی ہوئی۔

حضرت عمرو بن جموح اور ان کا بت

انصار رضی اللہ عنہم مدینہ طیبہ گئے تو انہوں نے اسلام کا کھل کر اظہار کیا۔ اس بیعت سے قبل ہی اسلام ان میں پھیل چکا تھا۔ حضرت عمرو بنوسلمہ کے سرداروں میں سے تھے۔ انہوں نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ ان کے لخت جگر حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ دولت ایمان سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔ عمرو کے گھر میں لکڑی کا بت تھا۔ اسے "مناۃ" کہا جاتا تھا۔ کیونکہ اس کے قریب جانور ذبح کئے جاتے تھے۔ عمرو اس کی بہت تعظیم بجا لاتے تھے۔ ان کی قوم کے وہ جوان جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا جس طرح کہ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت معاذ بن عمرو وغیرہ۔ رات کے وقت اس بت کے پاس جاتے۔ وہ بت عمرو کے گھر سے نکال لیتے۔ اسے کسی کنویں میں اوندھا لٹکا دیتے۔ صبح ہوتی تو عمرو کہتے "تمہارے لئے ہلاکت! رات کے وقت "مناۃ" پر ستم کس نے کیا ہے؟ پھر وہ اس کی جستجو میں نکل جاتے۔ اسے تلاش کر لیتے اسے دھو کر لے آتے۔ دوسری رات ان

صحابہ کرام نے "مناۃ" کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ عمرو نے اسے تلاش کیا۔ اسے دھویا خوشبو لگائی۔ پھر ایک تلوار لے کر اس کے گلے میں لٹکا دی۔ پھر کہا "میں نہیں جانتا کہ تیرے ساتھ یہ سلوک کون کرتا ہے؟ اگر تجھ میں ذرا بھی بھلائی ہے تو یہ تلوار تیرے پاس ہے جو تیرے قریب آئے اس کا کچومر نکال کر رکھ دے۔ رات کے وقت یہ بلند اقبال صحابہ کرام اس بت کے پاس گئے۔ تلوار اس کے گلے سے اتاری۔ پھر ایک مردہ کتا لیا۔ اسے اس بت کے گلے کے ساتھ باندھا۔ پھر اسے بنو سلمہ کے کنوؤں میں سے ایک کنویں کے اندر لٹکا دیا۔ وقت صبح عمرو نے اسے تلاش کیا مگر نہ پایا۔ تلاش بسیار کے بعد اسے اس کنویں میں پایا جب اسے اس رسوا کن حالت میں دیکھا تو ان کی عقل لوٹ آئی اور اسلام قبول کر لیا۔ اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔ انہوں نے بہت سے اشعار کہے جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

واللہ لو کنت الہالم تکن انت و کلب وسط بئر فی قرن

بخدا! اگر تو معبود ہوتا تو تیری لاش کتے کے ساتھ بندھی ہوئی کنویں سے نہ ملتی۔

مکہ مکرمہ سے مسلمانوں کو ہجرت کرنے کا حکم

حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔ جب قریش کو علم ہوا کہ حضور ﷺ نے ایک ایسی قوم کے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے جو جنگ کی رمزوں سے خوب آگاہ ہے تو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے زندگی کا دائرہ تنگ کر دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو ایسی مصیبتوں اور آزمائشوں میں مبتلا کر دیا جن میں پہلے نہ ڈالا تھا اذیتوں اور مصیبتوں کی آندھی سخت ہو گئی۔ وہ بعض مسلمانوں کو دین کے بارے فتنہ میں مبتلا کرنے لگے بعض کو طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا کرنے لگے۔ بعض کو مکہ مکرمہ چھوڑ جانے پر مجبور کرنے لگے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس امر کا تذکر بارگاہ رسالت مآب میں کیا۔ چند ایام بیت گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں اجازت مرحمت نہ فرمائی پھر فرمایا ''میں نے تمہاری ہجرت گاہ دیکھی ہے۔ میں نے دو سنگلاخ چٹانوں میں کھجوروں والی زمین کا مشاہدہ کیا ہے۔ میں اگر بلند پہاڑ دیکھ لوں۔ جہاں کھجوروں والی سرزمین ہو تو میں کہوں گا کہ وہ مبارک سرزمین ہے'' پھر حضور ﷺ شاداں و فرحاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا ''مجھے تمہاری ہجرت گاہ سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔ وہ زمین یثرب کی ہے''۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔ آپ نے فرمایا ''جو ہجرت کا ارادہ رکھتا ہو وہ مدینہ طیبہ چلا جائے'' صحابہ کرام گروہ در گروہ اس مبارک سرزمین کی طرف جانے لگے''۔

دوسری روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کہ میں نے مکہ مکرمہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کی ہے جہاں نخلستان ہیں۔ مجھے گمان ہوا کہ شاید وہ تہامہ یا ہجر کی زمین ہے۔ مگر وہ تو سرزمین یثرب ہے''۔ شاید آپ ﷺ حضرت جبرائیل امین کی اس عرض کو بھول گئے تھے جب آپ نے طیبہ میں دو رکعتیں ادا فرمائیں تو انہوں نے عرض کی ''آپ نے طیبہ میں نماز پڑھی ہے۔ یہی آپ کی ہجرت گاہ ہے''۔

آپ نے ہجرت سے قبل مہاجرین صحابہ کرام کے مابین بھی رشتہ اخوت قائم فرما دیا تھا۔ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق، حضرت حمزہ اور حضرت زید بن حارثہ، حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر اور حضرت ابن مسعود، حضرت عبادہ بن حارث اور حضرت سیدنا بلال، حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو عبادہ اور حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ، حضرت سعید بن زید اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم کو باہم بھائی بھائی بنا دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا۔ پھر فرمایا ''کیا آپ اس بات پر راضی نہیں کہ میں آپ کا بھائی بن جاؤں'' انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! میں راضی ہوں'' آپ نے فرمایا ''آپ دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں''۔

ابن تیمیہ نے مہاجرین کے مابین اس مؤاخات کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ رشتہ اخوت مہاجرین اور انصار کے مابین قائم ہوا تھا۔ مہاجرین صحابی کو مہاجر صحابی کے ساتھ رشتہ اخوت میں پرونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ مواخات ایک

دوسرے کے ساتھ رفق اور نرمی پیدا کرنے کے لئے تھی"۔ حافظ ابن حجر نے ابن تیمیہ کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے "یہ نص کا قیاس سے رد ہے۔ مہاجرین کو باہم بھائی بھائی بنانے میں حکمت یہ تھی کہ ان میں سے بعض بعض سے مال اور قبیلہ کے اعتبار سے مضبوط تھے۔ آپ نے اعلیٰ کا ادنیٰ کے ساتھ رشتۂ اخوت قائم کر دیا تا کہ ادنیٰ اعلیٰ کے ساتھ سربلند ہو جائے۔ آپ نے اس مواخات میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا کیونکہ بعثت سے قبل اور بعد میں آپ کے کاشانۂ اقدس کے امور وہی بجا لاتے تھے۔ صحیح میں ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نور نظر میری بھتیجی ہے" اس کا سبب یہی مواخات ہی تھا۔

حضرت ابو سلمہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ہجرت

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے سب سے قبل مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کا نام عبداللہ بن عبدالاسد تھا۔ یہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار تھے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی اور پھوپھو زاد تھے۔ جب یہ حبشہ سے مکہ مکرمہ آئے تو اہل مکہ نے انہیں اذیتوں میں مبتلا کر دیا۔ انہوں نے دوبارہ حبشہ کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا۔ جب انہیں انصار کے اسلام کی خبر ملی تو یہ مدینہ طیبہ چلے گئے۔ جب انہوں نے مدینہ طیبہ جانے کا عزم کیا تو اپنا اونٹ تیار کیا۔ اس پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور اپنا نور نظر سوار کیا۔ یہ نور چشم ان کی گود میں تھا۔ یہ اس اونٹ کو ہانکتے ہوئے نکلے۔ انہیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی قوم نے دیکھ لیا۔ انہوں نے کہا "ابو سلمہ! تم اپنے نفس کے بارے تو ہم پر غالب آ گئے ہو ہم اپنی اس عورت کو تمہارے ساتھ کیوں چھوڑ دیں۔ جو تمہارے ساتھ شہروں میں گھومتی رہے"۔ انہوں نے اونٹ کی نکیل ان کے ہاتھ سے چھین لی۔ پھر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی قوم کے لوگ آ گئے۔ انہوں نے کہا "ہمارا بیٹا ام سلمہ کے پاس ہے۔ انہوں نے ابو سلمہ سے ام سلمہ چھین لی ہے۔ ہم ام سلمہ سے اس کا بیٹا چھین لیتے ہیں"۔ پھر وہ باہم جھگڑنے لگے۔ اس کشمکش میں اس بچے کا ہاتھ بھی ٹوٹ گیا۔ وہ لوگ ان کا نور نظر بھی چھین کر لے گئے۔ اس طرح حضرت ابو سلمہ، حضرت ام سلمہ اور ان کے نور نظر کے مابین جدائی ڈال دی گئی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہر صبح الابطح کی طرف نکل جاتیں۔ روتی رہتیں حتیٰ کہ ایک سال گزر گیا۔ ان کے چچازادوں میں سے ایک شخص وہاں سے گزرا۔ اسے ان پر ترس آیا۔ اس نے اپنی قوم سے کہا "کیا تمہیں اس مسکینہ پر ترس نہیں آتا۔ تم نے اس کے خاوند اور اس کے بچے کے درمیان جدائی ڈال دی ہے"۔ ان کی قوم نے کہا "اپنے خاوند کے پاس چلی جاؤ"۔ جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی قوم تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے بھی ان کا نور نظر واپس کر دیا۔ وہ اونٹ پر سوار ہوئیں۔ اپنا بچہ اپنی گود میں لیا۔ اور مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ان کے ہمراہ کوئی نہ تھا۔ جب وہ تنعیم پہنچیں تو وہ عثمان بن طلحہ سے ملیں۔ اس وقت یہ مشرک تھے۔ پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ طیبہ پہنچا دیا۔ جب وہ قباء پہنچے تو انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا "یہ تمہارے شوہر نامدار ہیں"۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں "میں نے کوئی ایسا رفیق راہ نہیں دیکھا جو عثمان بن طلحہ سے شریف ہو۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہا "کہاں کا ارادہ ہے؟" میں نے کہا "اپنے خاوند کے پاس جانے کا" انہوں نے پوچھا "کیا تمہارے ساتھ کوئی ہے؟" میں نے کہا "نہیں! اللہ تعالیٰ اور میرے بچے کے علاوہ

میرے ساتھ اور کوئی نہیں" پھر انہوں نے کہا "میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا"۔ انہوں نے اونٹ کی نکیل پکڑ لی۔ میرے ساتھ چلنے لگے۔ جب ہم کسی جگہ فروکش ہوتے وہ اونٹ بٹھاتے پھر ہٹ کر دور کھڑے ہو جاتے۔ جب میں نیچے اتر جاتی تو وہ آتے اور اونٹ کو پکڑ لیتے۔ اسے لے کر دور چلے جاتے۔ اسے کسی درخت کے ساتھ باندھتے پھر کسی دوسرے درخت کے نیچے جا کر خود لیٹ جاتے۔ جب روانگی کا وقت قریب آتا تو وہ اونٹ کے پاس جاتے۔ اس پر کجاوہ رکھتے۔ وہ آگے لے کر آتے پھر دور ہٹ کر کھڑے ہو جاتے پھر مجھے کہتے "سوار ہو جاؤ"۔ جب میں اونٹ پر سوار ہو جاتی۔ تو وہ اس کی نکیل پکڑ لیتے اور اسے ہانکنے لگتے"۔

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔ بعض نے لکھا ہے کہ سب سے قبل یہ سعادت عظمیٰ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے حاصل کی۔ ان دونوں اقوال کو جمع کرنا اس طرح ممکن ہے کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے سب سے قبل اپنی طبیعت کے مطابق مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی جبکہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق سب سے پہلے ہجرت کی۔ بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ حضرت ابو سلمہ نے بنو مخزوم میں سے سب سے پہلے ہجرت کی۔ اس لئے بنو مخزوم کے علاوہ ان کے لئے اولیت کی نسبت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ خواتین میں سب سے پہلے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سعادت حاصل کی۔ دوسرے قول کے مطابق حضرت لیلیٰ بنت ابی حیثمہ نے اور تیسرے قول کے مطابق حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا نے یہ سعادت حاصل کی۔ پھر حضرت بلال، حضرت عمار اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم نے یہ سعادت حاصل کی۔ پھر صحابہ کرام گروہ در گروہ ہجرت کرنے لگے۔ انصار انہیں اپنے اپنے گھر ٹھہرانے لگے۔ ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنے لگے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہجرت

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ نے بیس سواروں کے ساتھ ہجرت کی۔ حضرت ہشام بن عاص نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ ہجرت کریں گے۔ انہوں نے ایک جگہ کا تعین کیا۔ حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کو ان کی قوم نے فتنہ میں مبتلا کر دیا۔ انہوں نے انہیں ہجرت سے روک دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں مہاجرین میں سے کسی کو نہیں جانتا جس نے اعلانیہ ہجرت کی ہو سوائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے۔ جب انہوں نے ہجرت کا عزم کیا تو اپنی تلوار حمائل کی۔ اپنی کمان لٹکائی اپنے سامنے تیر سجائے۔ اپنے پہلو میں نیزہ لٹکایا کعبہ مشرفہ کی طرف گئے۔ قریش صحن مکہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر مقام ابراہیم پر آئے۔ دو رکعتیں نماز پڑھی پھر مجالس قریش میں سے ہر ہر مجلس میں گئے۔ انہوں نے کہا "چہرے برباد ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ صرف ان چہروں کو خاک آلود کرے۔ جو چاہتا ہو کہ اس کی ماں اس پر روئے۔ اس کے بچے یتیم ہو جائیں، اس کی زوجہ بیوہ ہو جائے۔ وہ اس وادی سے پرے مجھ سے ملاقات کرے"۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "کسی کو ان کے پیچھے جانے کی جرأت نہ ہوئی پھر وہ مدینہ منورہ کی طرف عازم سفر ہو گئے"۔

شرح زرقانی میں ہے کہ حضرت زید بن خطاب نے بھی اپنے بھائی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی۔ یہ

حضرت عمر فاروق سے بڑے تھے۔ ان سے پہلے انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ انہوں نے غزوۂ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شرکت کی تھی۔ انہوں نے جنگ یمامہ میں جام شہادت نوش کیا۔ مسلمانوں کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ ہجرت کا بارہواں سال تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے "میرا بھائی دونوں بھلائیوں میں مجھ سے سبقت لے گیا۔ انہوں نے مجھ سے پہلے اسلام قبول کیا اور مجھ سے پہلے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے"۔ ان کی شہادت پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بہت زیادہ غمزدہ ہوئے۔

حضرت سعید بن زید اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی۔ انہوں نے حضرت رفاعہ بن عبدالمنذر کے ہاں قیام فرمایا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت فارعہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کے ہمراہ ہجرت کی۔ حضرت فارعہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند عبیداللہ بن جحش کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ عبیداللہ نے حبشہ میں نصرانیت اختیار کرلی، پھر یہ حبشہ میں ہی مرا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حبشہ میں ہی دیگر مسلمانوں کے ہمراہ قیام فرما رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے ساتویں سال انہیں پیغام نکاح بھیجا۔ انہوں نے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیل بنایا۔ یہ ان کے سب سے قریبی رشتہ دار تھے۔ انہوں نے حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت نجاشی رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں ان کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کردیا۔ پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مدینہ طیبہ تشریف لے آئیں۔ یہ امہات المومنین کے زمرہ میں شامل ہوگئیں۔

ابوجہل اور اس کا بھائی حارث بن ہشام مدینہ طیبہ آئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں ہی تھے۔ آپ نے ابھی تک ہجرت نہیں فرمائی تھی۔ ابوجہل اور اس کے بھائی نے حضرت عیاش بن ربیعہ سے گفتگو کی۔ یہ ان کے ماں کی طرف سے بھائی تھے۔ یہ اپنی ماں کی اولاد میں سے سب سے چھوٹے تھے۔ انہوں نے ان سے کہا "تمہاری ماں نے نذر مانی ہے کہ وہ اپنا سر نہیں دھوئے گی۔ اپنے سر میں کنگھی نہیں کرے گی۔ وہ دھوپ سے سایہ میں نہ جائے گی حتیٰ کہ وہ تمہیں دیکھ لے"۔

دوسری روایت میں ہے کہ وہ نہ کھائے گی نہ پیئے گی اور نہ ہی گھر میں داخل ہوگی حتیٰ کہ تم اس کے پاس لوٹ چلو۔ تمہیں اسے اپنی اولاد میں سب سے زیادہ پیار ہے۔ تم نے دین بھی وہ اختیار کیا ہے جو والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔ اپنی ماں کے پاس لوٹ چلو۔ اپنے رب تعالیٰ کی اسی طرح عبادت کرتے رہنا جس طرح مدینہ طیبہ میں کر رہے ہو"۔ یہ سن کر حضرت عیاش کے دل میں رقت پیدا ہوگئی۔ انہوں نے ان دونوں کی تصدیق کردی۔ انہوں نے ان سے پختہ عہد لیا کہ وہ ان کے ساتھ برا سلوک نہیں کریں گے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا "یہ تمہیں دین حق سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان سے بچو۔ بخدا! جب تمہاری ماں کو جوئیں اذیت دینے لگیں تو وہ ضرور کنگھی کرلے گی۔ جب مکہ مکرمہ کی گرمی دھکنے لگے گی تو وہ ضرور سایہ حاصل کرلے گی"۔ حضرت عیاش رضی اللہ عنہ نے کہا "میں اپنی ماں کی دلجوئی بھی کروں گا اور اپنا وہ سامان بھی لے آؤں گا جو وہاں موجود ہے"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا "میرا نصف مال لے لو اور ان کے ساتھ نہ جاؤ"۔ مگر انہوں نے انکار کردیا۔ حضرت عمر فاروق نے انہیں فرمایا "اگر تم نے عزم کرلیا ہے تو میری یہ اونٹنی لے جاؤ۔ یہ تیز رفتار ہے

تمہیں مشکل اوقات میں بچالے گی۔ اس کی پشت سے نیچے نہ اترنا۔ اگر ان کی طرف سے کوئی شک گزرے تو اس پر سوار ہو کر بچ نکلنا"۔ مگر حضرت عیاش نے انکار کر دیا۔ وہ ان دونوں کے ساتھ مکہ مکرمہ کے لئے عازم سفر ہو گئے۔ جب وہ مدینہ طیبہ سے نکلے تو ان دونوں نے حضرت عیاشؓ کو شدت سے باندھ دیا۔ انہیں ایک سو کوڑے مارے یا ان میں سے ہر ایک نے ایک ایک سو کوڑے مارے اور انہیں قیدی بنا کر دوپہر کے وقت مکہ معظمہ لے گئے۔ انہوں نے کہا "اے اہل مکہ! اپنے ان بے وقوفوں کے ساتھ اسی طرح کرو جس طرح ہم نے اپنے بے وقوفوں کے ساتھ کیا ہے"۔ حضرت عیاش کو مکہ مکرمہ لا کر انہیں دھوپ میں پھینک دیا گیا ان کی ماں نے قسم اٹھائی کہ وہ انہیں نہیں چھوڑے گی حتیٰ کہ وہ اس دین سے برگشتہ ہو جائیں۔ پھر انہیں ہشام بن عاص کے ہمراہ محبوس کر دیا گیا۔ ان دونوں کو ایک ہی زنجیر پہنائی گئی۔

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد ان حضرات کے لئے صبح کی دعائے قنوت میں دعا مانگتے تھے۔ آپ اس طرح عرض کرتے "مولا! ولید بن ولید کو نجات عطا فرما۔ عیاش بن ربیعہ اور ہشام بن عاص اور مکہ مکرمہ کے دیگر ان مسلمانوں کو نجات عطا فرما جن کے پاس کوئی حیلہ نہیں نہ ہی وہ راستہ سے آگاہ ہیں"۔ حضرت ولید بن ولید حضرت خالد کے بھائی تھے۔ یہ غزوۂ بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے۔ یہ بھی قیدیوں کے ساتھ گرفتار ہوئے۔ ان کے بھائی خالد اور ہشام نے ان کا فدیہ ادا کیا اور انہیں مکہ مکرمہ لے گئے۔ پھر حضرت ولید رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا اور ہجرت کا ارادہ کیا۔ مگر اہل خانہ نے انہیں محبوس کر دیا۔ انہیں کہا گیا "تم نے ادائیگی فدیہ سے پہلے اسلام کیوں قبول نہ کر لیا"۔ انہوں نے فرمایا "میں نے چھپ کر آسانی کو ناپسند کیا"۔ پھر رب تعالیٰ نے انہیں نجات عطا کی یہ مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ پھر مکہ معظمہ آئے۔ اور حضرت عیاش اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہما کو خلاصی عطا کی۔ ان کے اس کارنامہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت مسرور ہوئے اور سجدۂ تشکر ادا کیا۔

حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ہجرت

یہ مدینہ طیبہ میں مہاجرین کو امامت کراتے تھے۔ ان مہاجرین میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ کیونکہ انہیں بہت زیادہ قرآن پاک حفظ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قرأت سماعت فرماتے۔ پھر فرماتے "ساری تعریفیں اللہ رب العزت کے لئے ہیں۔ جس نے میری امت میں ایسا شخص پیدا کیا ہے"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کی بہت زیادہ تعریف کرتے تھے۔ وصال کے وقت انہوں نے وصیت کرتے ہوئے کہا "اگر سالم مولیٰ ابی حذیفہ زندہ ہوتے تو میں خلافت کے لئے یہ مجلس شوریٰ نہ بناتا"۔ حضرت ابن عبد البر نے لکھا ہے "اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلافت کے بارے ان کی رائے لے لیتے کہ کسے خلیفہ بنائیں۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں منصب شہادت پر فائز ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی میراث ورثاء کی طرف بھیجی۔ مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے میراث کو بیت المال میں داخل کر دیا۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی ہجرت

انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد ہجرت کی۔ جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو کفار قریش نے ان سے

کہا'' تم ایک مفلس اور کنگال شخص کی حیثیت سے ہمارے پاس آئے۔ ہمارے ہاں ہی تمہارے پاس مال کی فراوانی ہوئی۔ پھر تم اپنا مال بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو۔ بخدا! اس طرح نہیں ہوسکتا''۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا'' کیا اگر میں تمہیں اپنا مال دے دوں تو تم میرے راستہ سے ہٹ جاؤ گے؟'' انہوں نے کہا'' ہاں'' حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا '' میں اپنا سارا مال تمہارے سپرد کرتا ہوں'' جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' صہیب نے نفع بخش سودا کیا ہے''۔ خصائص کبریٰ میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا'' جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہوئے تو میں بھی اس ابدی سعادت میں شامل ہونا چاہتا تھا مگر قریش کے جوانوں نے مجھے روک دیا۔ انہوں نے مجھے کہا'' جب تم ہمارے پاس آئے تو تم غریب اور قلاش تھے۔ ہمارے ہاں ہی تمہیں مال کی یہ کثرت نصیب ہوئی ہے۔ تم اپنی ذات اور اپنا مال دونوں لے جانا چاہتے ہو۔ اس طرح کبھی نہیں ہوسکتا''۔ میں نے انہیں کہا'' اگر میں تمہیں اتنے اوقیہ سونا دوں''۔ دوسری روایت کے مطابق'' اپنے مال کا ثلث دوں'' ایک اور روایت میں ہے '' اگر میں تمہیں اپنا مال دے دوں تو کیا تم میرے راستہ سے ہٹ جاؤ گے'' انہوں نے کہا'' ہاں'' میں نے انہیں کہا '' دروازے کی دہلیز کھودو وہاں کئی اوقیہ سونا موجود ہے'' پھر میں عازم سفر ہو کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گیا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا'' ابویحییٰ! تم نے سودمند سودا کیا ہے'' آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ میں نے عرض کی'' یا رسول اللہ! مجھ سے قبل کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا۔ یقیناً جبرائیل امین علیہ السلام نے ہی آپ کو بتایا ہے''۔

ابونعیم نے'' الحلیۃ'' میں حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا'' حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ہجرت کی نیت سے مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ انہوں نے اپنی تلوار ترکش اور کمان لی۔ قریش کے کچھ جوانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ یہ اپنی سواری سے نیچے اترے۔ اپنے ترکش سے تیر نکالے اور کہا'' اے گروہ قریش! تم خوب جانتے ہو کہ میرا نشانہ کبھی خطا نہیں جاتا۔ بخدا! تم مجھ تک نہ پہنچ سکو گے حتیٰ کہ میں اپنے ترکش کے سارے تیر تم پر برسا دوں گا۔ پھر میں شمشیر زنی کرتا رہوں گا حتیٰ کہ میرے پاس کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ پھر جو چاہو میرے ساتھ کر لینا۔ اور اگر تم پسند کرو تو میں تمہاری راہ نمائی اپنے اس مال کی طرف کرتا ہوں جو مکہ مکرمہ میں موجود ہے اور تم میرے راستہ سے ہٹ جاؤ''۔ نوجوانان قریش نے کہا '' ہماری راہ نمائی مال کی طرف کرو'' ایک اور روایت میں ہے۔ قریش کے جوانوں نے کہا'' ہمیں اپنے مال کے متعلق بتائیں ہم آپ کے رستہ سے ہٹ جائیں گے''۔ حضرت صہیب نے ان سے پختہ عہد لیا اور انہیں اپنے مال کے بارے بتا دیا۔ بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ اہل شرک نے حضرت صہیب کو پکڑ لیا اور انہیں اذیتیں دیں۔ انہوں نے ان سے کہا'' میں عمر رسیدہ شخص ہوں۔ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں دے سکتا۔ میرا تعلق تمہارے قبیلہ کے ساتھ نہیں۔ کیا تم میرا مال لے لیتے ہو۔ مجھے اور میرے دین کو چھوڑ دیتے ہو۔ تم میرے لئے میری سواری اور زاد راہ چھوڑ دو'' مشرکین نے اسی طرح کیا۔ انہی کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (البقرۃ:207)

"اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو بیچ ڈالتا ہے اپنی جان (عزیز) بھی اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے"۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے اس آیت طیبہ کی بشارت دی جو میرے متعلق نازل ہوئی"۔ ایک اور روایت میں ہے "میرے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق اور چند دیگر صحابہ کرام نے ملاقات کی۔ انہوں نے فرمایا "ابویحییٰ! تمہارا سودا بڑا نفع بخش ثابت ہوا"۔ میں نے انہیں کہا "تمہارا سودا بھی سودمند ثابت ہوا کیا تم مجھے اس معاملہ سے آگاہ نہیں کرو گے؟" انہوں نے فرمایا "تمہارے متعلق یہ آیت طیبہ نازل ہوئی ہے" حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا تعلق اہل روم کے ساتھ تھا۔ گھڑسواروں نے دجلہ یا فرات پر شب خون مارا اور انہیں گرفتار کر لیا۔ یہ کمسن تھے، پھر ان سے بنوکلب نے انہیں خرید لیا، وہ انہیں مکہ مکرمہ لے آئے۔ عبداللہ بن جدعان نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ یہ کافی مدت مکہ مکرمہ میں رہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہوئی تو انہوں نے دولت اسلام سمیٹ لی۔ انہوں نے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دن ہی اسلام قبول کیا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے قبل بھی مجھے آپ کی رفاقت کا شرف سرمدی حاصل رہا"۔ یہ بہت زیادہ مزاح کرتے تھے۔ امام طبرانی نے معجم الکبیر میں لکھا ہے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھجوریں اور روٹی پڑی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قریب ہو جاؤ اور کھاؤ"۔ میں کھجوریں کھانے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم کھاتے ہو حالانکہ تمہیں آشوب چشم ہے" میں نے عرض کی "یا رسول اللہ! میں دوسری آنکھ سے کھا رہا ہوں" یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبسم ریز ہوئے۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "حضرت صہیب رضی اللہ عنہ عاشقین صادقین میں سے تھے۔ انہیں پل بھر قرار نہ آتا تھا۔ رات کو بالکل نہ سوتے تھے۔ وہ فرماتے "جب صہیب آگ کو یاد کرتا ہے تو اس کی نیند اڑ جاتی ہے۔ جب وہ جنت یاد کرتا ہے تو اسے اس کا شوق آلیتا ہے۔ جب وہ رب تعالیٰ کا ذکر پاک کرتا ہے تو اس کا ذوق طویل ہو جاتا ہے" ان کے کھجوریں کھانے کے واقعہ کو بعض راویوں نے ایک اور طرح بھی روایت کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا وہ ککڑی اور کھجوریں کھا رہے تھے۔ ان کی ایک آنکھ کو آشوب تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا "کیا آپ کھجوریں کھا رہے ہیں حالانکہ آپ کو آشوب چشم ہے" انہوں نے عرض کی "میں اپنی صحیح آنکھ کے گوشہ سے دیکھ کر کھا رہا ہوں" یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مبارکہ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو ہجرت کا اذن عطا فرما دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گروہ در گروہ ہجرت کرنے لگے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کر گئے تو کمزور مسلمانوں پر مشرکین کی اذیتیں شدت اختیار کر گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے اذن کا انتظار کرنے لگے۔ صحابہ کرام میں سے یا تو حضرت سیدنا صدیق اکبر یا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما باقی تھے۔ یا وہ کمزور

مسلمان رہ گئے تھے جو قریش مکہ کے ہاں محبوس تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کتنی ہی بار بارگاہ رسالت مآب میں ہجرت کی اجازت کے حصول کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا ''جلدی نہ کرو شاید رب تعالیٰ کسی کو تمہارا رفیق راہ بنا دے''۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امید تھی کہ راہ رفیق سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہی ہے۔ رب تعالیٰ نے ان کی امید کو پورا کر دیا''۔

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہجرت کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ٹھہر جاؤ۔ شاید مجھے بھی ہجرت کا اذن مل جائے''۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''میرے والدین آپ پر فدا! کیا آپ کو امید ہے؟'' آپ نے فرمایا ''ہاں'' حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خود کو روک لیا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت کا شرف ابدی حاصل کریں انہوں نے سفر کے لئے دو اونٹنیاں بھی تیار کیں۔

قریش کی باہم مشاورت

قریش مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کی ہجرت دیکھی تو قریش مکہ کو علم ہو گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی ایسے افراد بن گئے ہیں جو ان میں سے نہیں۔ وہ افراد شمشیر وسنان کے بھی ماہر ہیں اور ان کے پاس اسلحہ کے بھی انبار ہیں تو انہیں خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے ان کے پاس نہ چلے جائیں اور ان کے ساتھ مل کر آپ پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ قریش مشاورت کے لئے دار الندوہ میں جمع ہوئے۔ یہ گھر قصی بن کلاب نے بنایا تھا۔

امام حلبی نے لکھا ہے ''دار الندوہ'' حجر کی سمت مقام الحنفی کے پاس تھا۔ اس کا ایک دروازہ مسجد حرام میں کھلتا تھا۔ یہ گھر مشاورت کے لئے بنایا گیا تھا۔ قریش کا ہر فیصلہ اسی گھر میں ہوتا تھا۔ اس گھر میں غیر قریشی شخص چالیس سال سے کم عمر تک داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ البتہ انہوں نے ابوجہل کو بھی داخل کر لیا۔ حتیٰ کہ ابھی اس کی داڑھی بھی مکمل نہیں آئی تھی۔ ان کا یہ اکٹھ ہفتہ کے روز ہوا تھا۔ اسی لئے ہفتہ کو مکر و فریب کا دن کہا جاتا ہے۔ قریش دار الندوہ میں اکٹھے ہوئے تاکہ باہم مشورہ کریں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کیا کرنا ہے۔ ایک سو کے لگ بھگ افراد وہاں جمع ہوئے۔ دوسری روایت میں پندرہ افراد کا ذکر ہے۔ اہل قریش اس دن کو یوم الزحمۃ کہتے تھے۔ کیونکہ اس میں بنو عبد شمس، بنو نوفل، بنو عبد الدار، بنو اسد، بنو مخزوم، بنو جمح، بنو حارث، بنو کعب، بنو تیم اور بنو عدی وغیرہم میں سے چیدہ چیدہ افراد جمع ہوئے تھے۔ اہل رائے و دانش میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہا تھا۔

ابلیس بھی شیخ نجدی کی صورت میں آ گیا۔ وہ دار الندوہ کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ وہ ایک جلیل شخص کی صورت میں متشکل تھا۔ اس نے موٹی سی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ دوسری روایت کے مطابق ریشم کی دو چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔ قریش نے پوچھا ''کس کے ساتھ تعلق ہے؟'' اس نے کہا ''نجد سے۔ میں نے سن لیا ہے کہ تم کس مقصد کے لئے جمع ہوئے ہو۔ میں حاضر ہوا ہوں تاکہ تمہاری رائے سن سکوں۔ اور تمہیں کوئی صائب یا صحیح مشورہ دے سکوں''۔ قریش نے کہا ''آ جا'' ابلیس اندر چلا گیا۔ ابلیس شیخ نجدی کی شکل میں اس لئے آیا تھا کیونکہ قریش مکہ نے طے کر رکھا تھا کہ اہل تہامہ میں سے کوئی شخص تمہارے مشورہ

میں شامل نہ ہو۔ کیونکہ ان کی ہمدردیاں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھیں۔ اس لئے وہ شیخ نجدی کی صورت میں آیا تھا اور ایسی ہیئت بنا کر آیا تھا جو قریش کو عظیم لگے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا "اس شخص (نبی کریم ﷺ) کا معاملہ تمہارے سامنے عیاں ہے۔ بخدا! ہم امن میں نہیں کہ وہ شخص اپنے پیروکاروں کو جمع کر کے ہم پر حملہ آور ہو جائے۔ تم اس کے متعلق ایک رائے قائم کرلو۔ ان میں سے ایک شخص (ابوالبختری بن ہشام) نے کہا "اسے زنجیروں میں قید کر دو۔ قید خانہ کا دروازہ بند کر دو پھر حالات کا انتظار کرو۔ حتیٰ کہ اس کا معاملہ بھی اسی طرح ہو جائے جس طرح اس سے قبل اسیر شعراء کا ہوا تھا"۔ یہ سن کر شیخ نجدی نے کہا "یہ رائے درست نہیں۔ بخدا! اگر تم اسے محبوس کرو گے تو اس کا معاملہ اس مقفل دروازے سے نکل کر اس کے صحابہ تک پہنچ جائے گا۔ بلاشبہ وہ تم پر جھپٹ پڑیں گے اور اسے تمہارے ہاتھوں سے چھین کر لے جائیں گے۔ پھر وہ اکٹھے ہو کر تم پر حملہ آور ہوں گے۔ اور تم پر غلبہ پالیں گے۔ یہ رائے صائب نہیں تم کسی اور رائے کی جستجو کرو"۔

ابوالاسود ربیعہ بن عمرو عامری نے کہا "ہم انہیں یہاں سے جلاوطن کر دیں گے۔ ہم کوئی پرواہ نہیں کریں گے کہ وہ کہاں جاتے ہیں" شیخ نجدی نے کہا "بخدا! یہ رائے بھی درست نہیں کہ تم ان کی گفتگو کی عمدگی اور ان کی باتوں کی حلاوت نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح دلوں پر غالب آجاتی ہیں۔ اس کا پیغام کس طرح دلوں کو گرویدہ بنالیتا ہے۔ بخدا! اگر تم نے یوں کیا تو میں اس سے امن میں نہیں ہوں کہ وہ عرب کے کسی قبیلہ کے پاس جائے گا وہ اپنے کلام کی شیرینی کی وجہ سے انہیں اپنا بنالے گا۔ وہ لوگ اس کی اتباع کرلیں گے وہ ان لوگوں کو لے کر تم پر حملہ آور ہو جائے گا اور تمہیں روندھ ڈالے گا۔ معاملہ تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے گا پھر وہ تمہارے ساتھ حسب منشاء سلوک کرے گا۔ اس کے علاوہ کوئی اور رائے دو"۔ ابوجہل نے کہا "بخدا! میرے پاس ایک رائے ہے۔ مجھے یقین ہے تم اسے ضرور پسند کرو گے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم ہر قبیلہ سے ایک تنومند اور طاقتور جوان لو۔ پھر ان میں سے ہر ایک کو شمشیر براں تھما دو۔ پھر وہ جوان محمد عربی (ﷺ) کی طرف جائیں۔ ان پر ایک شخص کی طرح حملہ آور ہو جائیں اور انہیں قتل کر دیں۔ ہم ان سے نجات پالیں گے۔ ان کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے گا۔ بنوعبد مناف اپنی قوم سے جنگ نہیں کر سکیں گے ہم انہیں اذیت دے دیں گے"۔ شیخ نجدی لعنۃ اللہ علیہ نے کہا "صائب رائے یہی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی رائے نہیں" قریش مکہ نے حضور ﷺ کو شہید کرنے پر اتفاق کیا اور اپنی محفل برخاست کر دی۔ ایک قول کے مطابق ابوجہل کی وہ رائے جسے ابلیس نے درست کہا تھا وہ یہ تھی کہ پانچ مختلف قبائل میں سے پانچ افراد کو تلواریں دی جائیں وہ آپ پر یکبار حملہ آور ہو جائیں۔ شاید قریش نے ابوجہل کے اس قول کو عجیب سمجھا ہو کہ ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک جوان کو تلوار دی جائے۔ کیونکہ بیس افراد ایک شخص پر یکبار حملہ آور نہیں ہو سکتے۔ ابوجہل نے کہا "پانچ افراد کو تلواریں دی جائیں"۔

پھر حضرت جبرائیل امین بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی "آج شب آپ اس بستر مبارک پر آرام فرمانہ ہوں جس پر پہلے استراحت فرما ہوتے ہیں"۔ رات پڑی تو جوانان قریش آپ کے در اقدس پر جمع ہو گئے۔ وہ آپ کی نگرانی کرنے لگے حتیٰ کہ آپ سو جائیں وہ آپ پر حملہ آور ہو جائیں۔ ان کی تعداد ایک سو تھی۔

حافظ دمیاطی نے اپنی سیرت کی کتاب میں لکھا ہے ''قریش مکہ کے جوان آپ کے در اقدس پر جمع ہوئے۔ وہ دروازہ کے سوراخ سے دیکھتے رہے۔ وہ آپ کی نگرانی کرتے رہے۔ وہ آپ کو رات کے وقت شہید کرنا چاہتے تھے۔ دوسری روایت کے مطابق انہوں نے در اقدس کا گھیراؤ کر رکھا تھا۔ وہ مسلح تھے۔ وہ طلوع فجر کے منتظر تھے۔ تا کہ وہ آپ کو اجالے میں قتل کریں تا کہ بنو ہاشم بھی دیکھ لیں اور آپ کا خون سارے قبائل میں تقسیم ہو جائے۔ وہ کسی سے انتقام نہ لے سکیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔ وہ آپ کے بستر پر سو گئے۔ انہوں نے آپ کی چادر مبارک اوڑھ لی۔ کیونکہ آپ نے انہیں فرمایا تھا ''میری یہ سبز چادر اوڑھ لو اور اس میں سو جاؤ۔ تمہیں کسی ایسی چیز کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا جو تمہیں ناپسند ہو''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس ردائے پاک میں استراحت فرما ہوتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اپنی جان پیش کی۔ انہوں نے اپنی جان پیش کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچاؤ کیا۔ کیونکہ انہوں نے حضور کے اس فرمان حق ترجمان سے قبل ہی آپ کا حکم مان لیا تھا ''تمہیں کسی ناپسندیدہ چیز کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا''۔ اسی فداکاری اور جانثاری کا تذکرہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے ان اشعار میں کیا ہے۔

وَقَيْتُ بِنَفْسِي خَيْرَ مَنْ وَطِئَ الثَّرَىٰ ۔۔۔ وَ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ وَ بِالْحِجْرِ

رَسُوْلَ اللهِ خَافَ اَنْ يَّمْكُرُوا بِهٖ ۔۔۔ وَ نَجَّاهُ ذُوالطَّوْلِ الْإِلٰهُ مِنَ الْمَكْرِ

وَ بَاتَ رَسُوْلُ اللهِ فِي الْغَارِ آمِنًا ۔۔۔ مُوَقًّى وَ فِي حِفْظِ الْإِلٰهِ وَ فِي سَتْرِ

وَبِتُّ أُرَاعِيْهِمْ وَمَا يَتَّهِمُوْنَنِي ۔۔۔ وَقَدْ وَطَّنْتُ نَفْسِيَ عَلَى الْقَتْلِ وَالْأَسْرِ

میں نے اپنی جان سے اس ہستی والا کو بچایا جو ہر اس ذات سے بہتر ہے جس نے مٹی روندھی اور جس نے بیت اللہ اور حجر کا طواف کیا۔ یعنی رسول اللہ کو بچایا۔ آپ کو خدشہ تھا کہ قریش مکہ آپ کے خلاف سازش نہ کریں۔ طاقتور معبود برحق نے آپ کو ان کے مکر و فریب سے بچا لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت امن میں غار میں رات بسر کی۔ آپ کا دفاع کیا گیا آپ معبود برحق کی حفاظت اور پردہ میں تھے۔ میں نے انہیں خوفزدہ کرتے ہوئے رات گزاری۔ انہوں نے مجھ پر تہمت نہ لگائی۔ میں نے اپنے نفس کو قتل اور قید پر راغب کر لیا تھا۔

اس نگران قوم میں حکم بن ابی العاص، عقبہ بن ابی معیط، نضر بن حارث، امیہ بن خلف، زمعہ بن اسود، ابوالہیثم اور ابوجہل شامل تھے۔ ابوجہل نے کہا ''محمد عربی گمان کرتے ہیں کہ اگر تم ان کی اتباع کر لو تو تم عرب و عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے۔ جب تمہیں موت کے بعد زندہ کیا جائے گا تو تمہیں اردن کے باغات کی طرح کے باغات دیئے جائیں گے۔ اگر تم نے ان کی اتباع نہ کی تو تمہیں ذبح کر دیا جائے گا۔ جب تمہیں موت کے بعد اٹھایا جائے گا تو تمہیں آگ میں جلایا جائے گا'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کی بات سن لی۔ آپ در اقدس سے ان کی طرف نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بصارت چھین لی۔ ان میں سے ایک بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں مٹی تھی آپ نے ان کے سروں پر پھینکی۔ آپ ان آیات بینات کی تلاوت فرماتے ہوئے کاشانہ اقدس سے باہر نکل آئے۔

يٰسٓ ۝ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝ وَ جَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ (یٰسین)

امام احمد نے روایت کیا ہے کہ حتیٰ کہ آپ غار ثور میں تشریف لے گئے۔ اس میں جلوہ افروز ہو گئے۔ جوانان قریش اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آنے والا ان کے پاس آیا۔ ایک قول کے مطابق یہ شیخ نجدی کی شکل میں ابلیس تھا۔ اس نے پوچھا "تم یہاں کس کے منتظر ہو؟" جوانان قریش نے کہا "محمد عربی ﷺ کے" اس نے کہا "اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کرے۔ محمد عربی ﷺ تو یہاں سے چلے گئے ہیں۔ انہوں نے تم میں سے ہر ایک کے سر پر مٹی بھی پھینکی ہے" ان میں سے ہر جوان نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ مٹی سے اٹا ہوا تھا۔ پھر انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے مبارک بستر پر دیکھا تو وہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ محو استراحت تھے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی ردائے پاک اوڑھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا "بخدا! یہ محمد عربی ہیں۔ ان پر ان کی چادر موجود ہے" امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ قریش باہم اختلاف کرتے رہے وہ مشورہ کرتے رہے کہ اس بستر پر موجود شخص پر پہلے کون حملے کرے گا اور اسے باندھے گا؟ امام سہیلی رقمطراز ہیں۔

"وہ حضور اکرم ﷺ کو شہید کرنے کے لئے آئے تھے۔ جب انہوں نے حضور اکرم ﷺ پر اس طرح حملہ آور ہونا چاہا تو گھر سے ایک خاتون چلائی، انہوں نے ایک دوسرے سے کہا "واللہ! سارا عرب ہمیں گالیاں دے گا کہ ہم نے چچازاد بہنوں کے لئے دیواریں پھلانگیں ہیں اور ہم نے ردائے حرمت کو چاک چاک کیا ہے"

دیواریں چھوٹی چھوٹی تھیں۔ دیوار پھلانگنا ان کے لئے آسان تھا۔ مگر انہیں عار اور ندامت نے آلیا۔ یہ آپ کی حفاظت کا ظاہری مانع تھا۔ مگر حقیقت میں رب تعالیٰ کی حفاظت وحمایت مانع تھی تا کہ وہ ان قریش کو رسواء کرے اور ان کے عجز کا اظہار ہو جائے۔

قریش کے جوان در اقدس پر ٹھہرے رہے۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ سمجھ کر ان کی نگرانی کرتے رہے۔ تا کہ آپ صبح سویرے اٹھیں تو آپ سے وہ کر گزریں جس پر انہوں نے اتفاق کیا تھا۔ وقت صبح حضور اکرم ﷺ کے بستر سے حضرت علی اٹھے۔ جوانان قریش نے پوچھا "تمہارے صاحب کہاں ہیں؟" انہوں نے فرمایا "مجھے تو علم نہیں" اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کو سچ کر دکھایا جو آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا "تمہیں کسی ناپسندیدہ امر کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا"۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان جوانوں نے دیواریں پھلانگیں اور تلواریں لہراتے ہوئے کاشانہ اقدس میں داخل ہو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بستر سے اٹھ بیٹھے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا۔ انہوں نے پوچھا "تمہارے صاحب کہاں ہیں؟" انہوں نے فرمایا "میں نہیں جانتا" ایک اور قول کے مطابق انہوں نے حضرت علی کو باہر نکلنے کے لئے کہا۔ آپ کو مارا اور مسجد میں لے گئے۔ ساعت بھر کے لئے آپ کو محبوس کیا۔ پھر آپ کو چھوڑ دیا۔ انہوں نے

کہا ''اس شخص نے ہم سے سچ ہی کہا ہے کہ محمد عربی یہاں سے چلے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے واقعہ ہجرت کے متعلق نعمت کو یاد دلاتے ہوئے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا (الانفال: 30)

''اور یاد کرو جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے آپ کے بارے میں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا''۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ ارشاد فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا ۝ (بنی اسرائیل)

''دعا مانگا کیجئے کہ اے میرے رب! جہاں کہیں تو مجھے لے جائے سچائی کے ساتھ لے جائے اور جہاں کہیں سے مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آئے اور عطا فرما اپنی جناب سے وہ قوت جو مدد کرنے والی ہو''۔

مدینہ طیبہ ہجرت فرما ہونے کی حکمت

آپ نے مدینہ طیبہ کی طرف اس لئے ہجرت فرمائی تا کہ آپ کی وجہ سے زمانوں مکانوں اور لوگوں کو شرف نصیب ہو۔ نہ کہ آپ کو ان کی وجہ سے شرف ملے۔ اگر آپ مکہ مکرمہ میں ہی رہتے تو کسی کو وہم ہو سکتا تھا کہ آپ کو اس کی وجہ سے شرف نصیب ہوا ہے۔ کیونکہ اس شہر کو حضرت خلیل اور حضرت ذبیح علیہما السلام کی وجہ سے شرف ابدی مل چکا تھا۔ آپ کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ملا۔ جب آپ نے مدینہ طیبہ ہجرت کی تو آپ کے قدمین شریفین کی وجہ سے اسے شرف سرمدی نصیب ہو گیا۔ حتیٰ کہ اس بات پر اجماع ہے کہ زمین کا وہ ٹکڑا جو آپ کے اعضاء مبارکہ کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ وہ ساری روئے زمین سے بلکہ کعبہ معظمہ سے بھی افضل ہے۔ بلکہ علامہ تاج السبکی نے ابن عقیل الحنبلی سے روایت کیا ہے کہ وہ عرش سے بھی افضل ہے۔ حضرت سید سمہودی لکھتے ہیں ''اس مبارک جگہ پر نازل ہونے والی رحمتوں کا فیضان ساری امت کو محیط ہے۔ آپ کے درجات میں دائمی ترقی کی وجہ سے یہ رحمتیں بھی غیر متناہی ہیں۔ یہ مقام خیرات و برکات کا منبع ہے''۔

ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہوئے۔ بارہ ربیع الاول آپ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے۔ بعثت کے بعد آپ نے تیرہ سال مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا حضرت صرمہ بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔

ثوى في قريش بضع عشرة حجة يذكر لويلقى صديقا مواتيا

آپ قریش میں دس اور کچھ سال تشریف فرما رہے۔ آپ تذکرہ کرتے۔ کاش موافقت کرنے والا دوست مل جاتا۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بلند اقبالی

حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے آپ سے عرض کی کہ آپ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے کر عازم سفر ہوں۔ امام حاکم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرائیل امین سے پوچھا

"میرے ساتھ ہجرت کون کرے گا؟" انہوں نے عرض کی "ابوبکر صدیق" حضور ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے سفر کے متعلق بتایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ لوگوں کی امانتیں واپس کر کے آئیں جو آپ کے پاس بطور ودیعت رکھی گئی تھیں۔ امام ابن اسحاق نے لکھا ہے "اہل مکہ میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ تھا جسے اپنی کسی قیمتی چیز کے متعلق خطرہ ہوتا۔ مگر وہ اپنی چیز حضور اکرم ﷺ کے پاس رکھ دیتا۔ کیونکہ وہ آپ کے صدق اور امانت سے خوب آگاہ تھے"۔

امام بخاری نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "اسی اثناء میں کہ ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر بیٹھے ہوئے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ کسی کہنے والے نے کہا "یہ حضور ﷺ تشریف لائے ہیں"۔ آپ اپنا سر اقدس ڈھانپے ہوئے تھے۔

امام طبرانی نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور ﷺ کا مکہ مکرمہ میں معمول یہ تھا کہ آپ صبح وشام دوبار ہمارے گھر تشریف لاتے تھے۔ مگر ہجرت سے قبل آپ دوپہر کے وقت ہمارے گھر تشریف لائے۔ میں نے عرض کی "والد گرامی! حضور اکرم ﷺ تشریف لائے ہیں" والد گرامی نے فرمایا "میرے والدین آپ پر فدا! بخدا! آپ اس وقت کسی ضروری کام کے لئے تشریف لائے ہیں"۔ حضور ﷺ تشریف لائے۔ اجازت مانگی۔ حضرت ابوبکر صدیق نے آپ کو اجازت دے دی۔ آپ اندر تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چارپائی سے دوسری طرف ہو گئے۔ حضور ﷺ اس پر تشریف فرما ہو گئے۔ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا "جو بھی تمہارے پاس ہے اسے اٹھا دو" انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ! یہ آپ کے اہل خانہ ہی ہیں۔ میرے والدین آپ پر فدا!"

اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا آپ سے عقد نکاح ہو چکا تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ ان کا شمار بھی آپ کے اہل میں ہوتا ہے۔ ان کے بارے کوئی خدشہ نہ تھا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت سیدنا صدیق اکبر کی گزارش اس طرح تھی جس طرح ایک دوست دوسرے دوست سے کہتا ہے "میرا گھر تمہارا گھر اور میرے اہل تمہارے اہل ہیں میں اور تم ایک ہی چیز کی مانند ہیں"۔

حضور ﷺ نے فرمایا "مجھے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم مل چکا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ! کیا رفاقت کا شرف نصیب ہوگا؟ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "میں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ رو رہے تھے۔ میں گمان نہیں کرتی تھی کہ کوئی شخص فرط مسرت سے بھی رو سکتا ہے"۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی "میرے والدین آپ پر نثار! میری ان دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ لے لیں" حضور ﷺ نے فرمایا "میں اسے قیمتہً لوں گا" دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "میں ایسے اونٹ پر سوار نہیں ہوں گا جو میرا نہیں" وہ عرض گزار ہوئے "یہ آپ کا ہی ہے" آپ نے فرمایا "نہیں! میں اسے قیمت سے آپ سے خریدوں گا۔ میں نے اتنے درہم میں یہ اونٹنی لے لی ہے"۔

جب سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ آپ کو ہجرت کی امید ہے۔ اس وقت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

دو اونٹنیاں خرید کر اجرت پر دے رکھی تھیں۔ حضور ﷺ نے اونٹنی اس لئے خریدی تاکہ آپ کی رب تعالیٰ کی طرف ہجرت اپنے نفس اور مال کے ساتھ اس میں رغبت کرتے ہوئے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت اپنی پوری فضیلت اور کمال کے ساتھ ہو اور یہ ہجرت اتم احوال پر ہو۔ ورنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی محبت میں کثیر مال خرچ کیا۔

ابن حبان نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ پر چالیس ہزار دراہم خرچ کئے۔ حضرت زبیر بن بکار نے روایت کیا ہے کہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو انہوں نے نہ دینار چھوڑا نہ ہی درہم" صحیح میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "لوگوں میں سے ایک شخص بھی نہیں جس نے اپنے نفس اور اپنے مال کے اعتبار سے مجھ پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر احسان کیا ہو"۔ امام ترمذی نے مرفوع روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "ہم پر کسی نے احسان نہیں کیا مگر ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا۔ سوائے ابو بکر کے۔ ان کا ہم پر ایسا احسان ہے جس کا بدلہ رب تعالیٰ روز حشر چکائے گا" ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہم پر سب سے زیادہ احسان کیا۔ انہوں نے اپنی نور چشم کو میرے حبالہ عقد میں دیا۔ مال کے اعتبار سے سارے مسلمانوں سے بہتر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے اپنے مال سے حضرت بلال کو آزاد کیا اور مجھے دار ہجرت لے کر آئے"۔ یعنی سفر ہجرت میں میری خدمت کی سعادت حاصل کی۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہم نے جلدی جلدی سامان سفر تیار کیا۔ سامان سفر کو ایک توشہ دان میں رکھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے کمر بند میں سے ایک حصہ کاٹا اور اس سے توشہ دان کا منہ باندھ دیا۔ دوسری روایت کے مطابق توشہ دان کے دوسرے حصہ سے مشکیزہ کا منہ باندھ دیا۔ اسی لئے انہیں ذات النطاقین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "پھر حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غار ثور کی طرف چلے گئے۔ وہاں تین راتیں پوشیدہ رہے۔ جب حضور اکرم مکہ مکرمہ سے نکلے۔ آپ نے الحزورہ کے مقام پر بیت اللہ کی طرف دیکھا تو فرمایا "بخدا! تو مجھے رب تعالیٰ کی ساری زمین سے پیارا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اس کی ساری زمین سے پیارا ہے۔ اگر تیرے باسی مجھے یہاں سے نہ نکالتے تو میں کبھی نہ نکلتا (امام احمد، امام ترمذی)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "تو کتنا پاکیزہ شہر ہے۔ تو مجھے کتنا محبوب ہے۔ اگر میری قوم مجھے تجھ سے نہ نکالتی تو میں تجھے چھوڑ کر کہیں اور سکونت اختیار نہ کرتا"۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب حضور ﷺ ہجرت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ سے باہر نکلے آپ نے یہ دعا مانگی۔ "الحمد للہ الذی خلقنی و لم اک شیئا۔ اللھم اعنی علی ھول الدنیا و بوائق الدھر و مصائب اللیالی والایام۔ اللھم اصحبنی فی سفری و اخلفنی فی اھلی و بارک فیما رزقتنی و لک فذللنی و علی صالح خلقی فقومنی و الیک رب فحببنی والی الناس

فیلا تکلنی انت رب المستضعفین و انت ربی اعوذ بوجھك الکریم الذی اشرقت له السموات و الارض و کشفت به الظلمات و صلح علیه امر الاولین و الآخرین من ان یحل بی غضبك او ینزل علی سخطك اعوذ بك من زوال نعمتك و فجأۃ نقمتك و تحول عافیتك و جمیع سخطك۔ لك العتبی عندی حیثما استطعت و لا حول و لا قوۃ الا بك"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کے علاوہ کسی اور کو اس سفر کا علم نہ ہو سکا۔ اسی طرح حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو بھی اس سفر کا علم تھا کیونکہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شانہ صدیقہ کی پچھلی جانب سے باہر نکلے۔ رات کا وقت تھا۔ ایک روایت کے مطابق راستہ میں انہیں ابوجہل ملا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی بصارت چھین لی۔ حتیٰ کہ یہ دونوں حضرات قدسی اس کے پاس سے گزر گئے۔ جب قریش نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مفقود پایا تو انہوں نے مکہ مکرمہ کے نشیب و فراز میں آپ کو تلاش کیا۔ انہوں نے قیافہ شناس کو بلایا۔ دوسری روایت کے مطابق انہوں نے دو افراد اس مقصد کے لئے بلائے۔ ان میں سے ایک غار ثور کی سمت گیا۔ اس نے وہاں قدموں کے نشانات پا لئے۔ وہ ان کے پیچھے چلتا چلتا غار ثور تک پہنچ گیا۔ وہاں ایک درخت تھا اس نے وہاں بیٹھ کر پیشاب کیا پھر اس نے کہا "اس جگہ قدموں کے نشانات ختم ہو گئے ہیں۔ مجھے علم نہیں کہ وہ دائیں بائیں یا پہاڑ پر چلے گئے ہیں۔

دوسری روایت کے مطابق قیافہ شناس نے کہا "یہ تو ابن ابی قحافہ (سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کے قدموں کے نشانات ہیں۔ مگر دوسرے قدموں کے نشانات سے میں آگاہ نہیں کہ وہ کس کے قدموں کے نشانات ہیں۔ مگر یہ قدم مقام ابراہیمی پر موجود قدموں کے نشانات سے بہت مشابہت رکھتے ہیں"۔ قریش نے کہا "اس سے پرے کچھ بھی نہیں" حضور اکرم کا مکہ مکرمہ سے نکل جانا قریش پر گراں گزرا۔

وہ گھبرا گئے۔ انہوں نے اس شخص کے لئے ایک سو اونٹ انعام مقرر کیا جو آپ کو شہید کر دے یا اسیر بنا کر لے آئے۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے۔

ویح قوم جفوا نبیا بارض الفته ضبابها والظباء
وسلوه و حن جزع الیه و قلوہ و ودّہ الغرباء
اخرجوا منها و آواہ غار و حمته حمامه ورقاء
و کفته بنسجها عنکبوت ما کفته الحمامة الحصداء

اس قوم کے لئے ہلاکت! اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس زمین سے نکالا جس کے گوہ اور ہرن آپ سے محبت کرتے تھے۔ قریش نے آپ کو بھلایا۔ حالانکہ کھجور کا تنا آپ کے فراق میں رویا۔ انہوں نے آپ کو ناراض کر دیا حالانکہ اجنبی لوگوں نے آپ سے محبت کی۔ انہوں نے آپ کو مکہ مکرمہ سے باہر نکال دیا۔ آپ غار میں تشریف لے گئے۔ خاکستری فاختہ نے آپ کی حفاظت کی۔ مکڑے نے جالا تن کر آپ کی حفاظت کی۔ جس طرح کہ کثیر پروں والی فاختہ نے آپ کی حفاظت کی۔

غار ثور

جب حضور سید عالم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غار کے اندر تشریف لے گئے تو رب تعالیٰ نے غار کے دروازہ پر ام غیلان کا درخت اگا دیا۔ اس درخت کو "الراءۃ" کہا جاتا ہے۔ یہ انسان کی قامت کے برابر ہوتا ہے۔ اس سے ریشے نکلتے ہیں جو روئی کی طرح نرم و نازک ہوتے ہیں۔ اس درخت نے کفار کو غار کے اندر دیکھنے سے روک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مکڑے کو حکم دیا اس نے غار کے دھانے پر جالا تن دیا۔ رب تعالیٰ نے دو جنگلی کبوتر بھیج دیئے۔ انہوں نے غار کے دروازہ پر گھونسلا بنا لیا۔ ان تمام اشیاء کی مدد سے مشرکین غار کے اندر جانے سے رک گئے۔ حرم شریف کے سارے کبوتر ان دو کبوتروں کی نسل سے ہیں۔ یہ انہیں جزاء ملی ہے کہ تاحشر ان کی نسل کو وہاں بسیرا کرنے کی اجازت مل گئی۔ کوئی شخص ان سے تعرض نہیں کرتا۔ ضرب المثل بھی ہے "حرم کے کبوتر سے زیادہ محفوظ"

پھر جوانان قریش، اپنے ڈنڈے، لاٹھیاں اور تلواریں لے کر ہر وادی میں پھیل گئے۔ ان میں سے بعض غار میں دیکھنے لگے۔ انہوں نے وہاں دو کبوتر دیکھے۔ جنہوں نے غار کے منہ پر گھونسلا بنا رکھا تھا وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آ گئے۔ جب ساتھیوں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا "ہم نے وہاں دو جنگلی کبوتر دیکھے ہیں۔ ہم نے جان لیا ہے کہ اس غار کے اندر کوئی نہیں"۔ حضور ﷺ نے ان کی یہ بات سماعت فرمائی اور آپ نے جان لیا کہ رب تعالیٰ نے دشمنوں کو دور کر دیا ہے۔ ایک اور مشرک نے کہا "غار کے اندر چلے جاؤ"۔ لیکن امیہ بن خلف نے کہا "تمہیں غار کے اندر جانے کی ضرورت نہیں اس میں ایک جالا لٹک رہا ہے جو محمد عربی ﷺ کی ولادت سے بھی پہلے کا ہے" پھر وہ آیا اور غار کے سامنے بیٹھ کر پیشاب کرنے لگا۔ حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کی "یہ شخص ادھر ہی منہ کئے ہے یہ ہمیں دیکھ لے گا"۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "ہرگز نہیں! تین ملائکہ نے ہمیں اپنے پروں میں چھپا رکھا ہے۔ اگر وہ ہمیں دیکھ لیتا تو اس طرح پیشاب نہ کرتا"۔ دوسرے قول کے مطابق قیافہ شناس نے وہاں بیٹھ کر پیشاب کیا۔

ایک اور روایت کے مطابق قریش مکہ مکرمہ کے پہاڑوں پر تلاش کرتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ اس پہاڑ تک جا پہنچے جس کے غار میں حضور ﷺ جلوہ افروز تھے۔

روایت ہے کہ دو کبوتروں نے دھانے کی نچلی جانب انڈے دے دیئے۔ غار پر مکڑے نے جالا تن دیا۔ قریش مکہ نے کہا "اگر محمد عربی ﷺ غار کے اندر داخل ہو جاتے تو یہ انڈے ٹوٹ جاتے اور مکڑے کا جالا بھی ٹوٹ جاتا۔ قوم قریش کا جنود کے ساتھ مقابلہ کرنے کے اعتبار سے یہ زیادہ بلیغ ہے۔ ذرا بصارت کی نگاہ سے دیکھو کہ کس طرح درخت نے مطلوب (دو جہاں) پر سایہ کر دیا۔ طالب کس طرح گمراہ ہوا مکڑا آ گیا۔ اس نے غار کا دھانہ بند کر دیا۔ دھانہ پر جالا تن دیا۔ حتیٰ کہ قیافہ شناس بھی اندھا ہو گیا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

والعنکبوت اجادت حوك حلتها فما تخال خلال النسج من خلل

مکڑے نے اپنے جالے کو بہت اچھی طرح بنایا۔ اس جالے کے بننے میں کسی خلل کا خیال تک بھی نہیں کیا جا سکتا۔

ایک اور روایت کے مطابق مکہ مکرمہ کے کبوتر نے فتح مکہ کے روز آپ ﷺ پر سایہ کیا۔ آپ نے اس کے لئے برکت کی دعا کی۔ اور مکڑے کو مارنے سے روک دیا۔ آپ نے فرمایا "یہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے"۔ امام دیلمی نے مسند الفردوس مسلسل بمحبۃ العنکبوت کی روایت لکھی ہے۔ اس روایت میں ہے "مجھے میرے والد صاحب نے بتایا جبکہ میں بھی مکڑے سے پیار کرتا ہوں"۔ پھر اس میں ہے "مجھے فلاں نے روایت کی جبکہ میں بھی مکڑے سے محبت کرتا ہوں"۔ حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں اس وقت سے ہمیشہ مکڑے سے پیار کرتا رہا جب سے میں نے حضور ﷺ کو اس کے ساتھ پیار کرتے ہوئے دیکھا"۔ آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ مکڑے کو ہماری طرف سے بہترین جزائے خیر دے۔ ابوبکر! اس نے اس وقت غار ثور کے دھانہ پر جالا تن دیا تھا جب میں اور تم غار ثور کے اندر موجود تھے۔ حتیٰ کہ قریش نہ ہمیں دیکھ سکے نہ ہم تک پہنچ سکے"۔ یہ جو روایت میں ہے "مکڑا شیطان ہے جسے رب تعالیٰ نے مسخ کر دیا تھا اس کو قتل کر دو" یہ ضعیف حدیث ہے۔ البتہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "اپنے گھروں کو مکڑے کے جالوں سے صاف رکھو۔ اگر یہ گھر میں موجود ہوں تو فقر و غربت کا سامنا کرنا پڑتا ہے"۔ ابن نقیب نے کتنی عمدہ بات کی ہے۔

ودود القزان نسجت حریرا یجمل لبسہ فی کل شیئ
فان العنکبوت اجل منھا بما نسجت علی راس النبی

ریشم کے کیڑے نے ریشم بنائی۔ جس کے پہننے نے ہر چیز کو خوبصورتی عطا کر دی۔ لیکن مکڑے جو چیز حضور ﷺ کے سر اقدس پر تنی وہ اس ریشم سے بھی جلیل القدر تھی۔

روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا مانگی "مولا! ان کی آنکھیں نابینا کر دے" انہیں حضور اکرم ﷺ کے متعلق علم نہ ہو سکا۔ وہ غار سے دائیں بائیں دیکھنے لگے۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

اقسمت بالقمر المنشق ان لہ من قلبہ نسبۃ مبرورۃ القسم
و ما حوی الغار من خیر و کرم و کل طرف و من الکفار عنہ عمی
فالصدق فی الغار والصدیق لم یرما و ھم یقولون ما بالغار من آدم
ظنوا الحمام و ظنوا العنکبوت علی خیر البریۃ لم تنسج و لم تحم
وقایۃ اللہ اغنت عن مضاعفۃ من الدروع و عن عال من الاطم

میں چاک ہونے والے قمر کی قسم اٹھاتا ہوں۔ کیونکہ اس شق کو آپ کے قلب انور کے ساتھ بھی نسبت ہے۔ یہ قسم بہت پاکیزہ ہے اور وہ غار جس خیر و بھلائی اور کرم سے لبریز تھا۔ اس غار کی ہر ہر سمت کو دیکھنے سے کفار نابینا تھے۔ حضور سراپا صدق و امانت ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار میں رونق افروز تھے۔ کفار نے یہی کہا کہ غار میں کوئی نہیں۔ انہوں نے گمان کیا کہ یہ کبوتر اور مکڑا حضور خیر البریہ ﷺ کی نہ حفاظت کرتے ہیں نہ ہی آپ پر جالا بن سکتے۔ اللہ رب العزت کی حفاظت مضبوط زرہوں اور بلند و بالا قلعوں سے مستغنی ہے۔

روایت ہے مشرکین جب غار کے دہانہ کے پاس سے گزرے تو وہاں سے دو کبوتر اڑے۔ انہوں نے ان کے انڈے دیکھے۔ مکڑے کا جالا دیکھا۔ انہوں نے کہا "اگر یہاں کوئی موجود ہوتا تو یہاں یہ کبوتر موجود نہ ہوتے" جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی باتیں سماعت فرمائیں تو آپ جان گئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کبوتر کے ذریعہ بچا لیا ہے اور مکڑے کے ذریعے مشرکین کے مکر و فریب کو دور کر دیا ہے۔ مشرکین کو علم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے جس کے لئے چاہے مسخر کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس چیز کے ساتھ چاہے اپنے بندۂ خاص کی حفاظت کر سکتا ہے۔ وہ اپنے بندہ کو زرہوں اور قلعوں سے مستغنی کر سکتا ہے۔ امام بوصیری نے اپنے لامیہ قصیدہ میں کیا خوب لکھا ہے۔

الی متی انت باللذات مشغول　　وانت عن کل ماقدمت مسئول

واغیر تا حین اضحی الغار و ھوبہ　　کمثل قلبی معمور و ما ھول

کانما المصطفی فیہ و صاحبہ　　الصدیق لیثان قد آوا ھما غیل

وجلل الغار نسج العنکبوت علی　　و ھن فیا حبذا نسج و تجلیل

عنایۃ ضل کید المشرکین بھا　　ومَا مکایدھم الا الا ضالیل

ان ینظرون فھم لا یبصرونھما　　کان ابصارھم من یغھا حول

تو کب تک ان فانی لذتوں میں مشغول رہے گا۔ تو نے جو کچھ بھی پہلے بھیج دیا ہے اس کے متعلق تجھ سے باز پرس ہوگی۔ تعجب! جب آپ غار ثور میں تشریف لے گئے تو وہ میرے دل کی طرح آباد اور معمور ہو گیا۔ گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے یار غار حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دو شیر تھے جو اس کچھار میں رونق افروز تھے۔ کمزوری کے باوجود مکڑے کے جالے نے غار کو چھپا دیا۔ وہ کتنا عمدہ پردہ تھا کتنا اچھا جالا تھا۔ یہ عنایت ربانی ہے کہ مشرکین کا مکر و فریب تار تار ہو گیا۔ ان کے یہ فریب گمراہیوں کے علاوہ کچھ بھی نہ تھے۔ جب وہ دیکھ رہے تھے لیکن انہیں کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ گویا کہ کجی کی وجہ سے ان کی نگاہیں بھٹکی ہوئی تھیں۔

صحیح البخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "مجھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" جب ہم غار میں تھے تو میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی" دوسری روایت میں ہے "میں نے سر اٹھایا تو میں نے قریش مکہ کے قدم دیکھ لئے۔ میں نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی "اگر ان میں سے کوئی ایک اپنے قدموں کی طرف دیکھے تو وہ ہمیں ضرور دیکھ لے گا" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا "ان دو کے متعلق کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا رب تعالیٰ ہے" یعنی اپنی ذات والا کو ان دو کے ساتھ ملا کر تین کی تعداد پوری کر دی۔ اس سے مراد معنوی معیت ہے اپنے اس فرمان میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التوبۃ:40)

"بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔

بعض اہل سیرت نے لکھا ہے کہ جب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اتنی عرض کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اگر وہ یہاں سے آ گئے تو ہم ادھر سے نکل جائیں گے'' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے غار کی دوسری طرف دیکھا تو دوسری طرف سے بھی اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ سمندر اس کے دہانے کے ساتھ متصل تھا اور اس کے ساتھ ایک کشتی بندھی ہوئی تھی''۔ رب تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے سامنے یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ نہ ہی یہ آپ کے کثیر معجزات کی نسبت سے بعید از قیاس ہے۔ اگرچہ سیرت نگاروں نے اس روایت کو متصل سند کے ساتھ نقل نہیں کیا۔ لیکن ائمہ پر حسن ظن اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ صرف قوی روایت تحریر کرتے ہیں۔

روایت ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدمین شریفین کی طرف دیکھا۔ ان سے خون مبارک نکل رہا تھا۔ یہ رقت آمیز منظر دیکھ کر وہ رونے لگے۔ یہ خون مبارک پہاڑ کی خشونت کی وجہ سے نکل آیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعلین مبارک بھی نہیں پہنے ہوئے تھے۔ آپ اپنی مبارک انگلیوں کے بل چلتے رہے تا کہ پاؤں مبارک کے نشانات زمین پر نہ لگیں۔ ایک اور قول یہ بھی ہے کہ وہ غار تک جانے والا راستہ بھول گئے۔ جس کی وجہ سے زیادہ فاصلہ طے کرنا پڑا۔ بعض روایات میں ہے کہ شدت محبت کی وجہ سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا تھا۔ روایت ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے کبھی پیچھے اور کبھی دائیں اور کبھی بائیں چلنے لگتے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق پوچھا تو عرض کی ''جب قریش مکہ کی جستجو یاد آتی ہے تو آپ کے پیچھے چلنے لگتا ہوں۔ جب یاد آتا ہے کہ کوئی گھات لگائے نہ بیٹھا ہو تو آپ کے آگے، دائیں یا بائیں چلنے لگتا ہوں۔ میں آپ کے متعلق دشمن کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں''۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تمہاری آرزو ہے کہ دشمن میرے بدلے تمہیں شہید کر دے'' انہوں نے عرض کی ''ہاں! مجھے اس ذات کریمانہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے'' اسی لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی راتوں میں سے ایک رات ہر اس چیز سے بہتر ہے جو عمر اور آل عمر کو عطا کی گئی''۔ یعنی ہجرت کی یہ رات۔

جب یہ دو فرخندہ فال ہستیاں غار تک پہنچیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ٹھہر جائیں۔ حتیٰ کہ میں غار آپ کے لئے صاف کر دوں'' وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل غار میں داخل ہوئے۔ تا کہ اپنی جان قربان کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان بچائیں۔ انہیں خدشہ تھا کہ غار میں کوئی کیڑا وغیرہ نہ ہو۔ روایت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یا رسول اللہ! اس ذات والا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے آپ غار کے اندر تشریف نہ لے جائیں حتیٰ کہ میں آپ سے قبل اس میں داخل ہو جاؤں۔ اگر اس میں کوئی چیز ہو تو وہ آپ سے قبل مجھ پر حملہ آور ہو''۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار کے اندر تشریف لے گئے۔ اپنے ہاتھ سے تلاش کرنے لگے۔ اگر کوئی سوراخ دیکھتے تو اسے اپنے کپڑے سے بند کر دیتے حتیٰ کہ اپنے کپڑے سے سارے سوراخ بند کر دیئے۔ ایک بل باقی رہ گیا۔ اس پر اپنی ایڑھی رکھ دی۔ دوسری روایت کے مطابق انہوں نے اپنی دونوں ٹانگیں اس پر رکھ دیں تا کہ اس سے ایسی چیز نہ نکلے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دے کیونکہ مشہور یہی

تھا کہ یہ غار اذیت ناک جانوروں کا مسکن تھا۔ غار کو صاف کرنے کے بعد عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم اندر تشریف لے آئیں۔ میں نے اسے صاف کر دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ اندر تشریف لے آئے۔ اپنا سر اقدس سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آغوش میں رکھا اور محو استراحت ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بقیہ سوراخوں پر اپنی دونوں ٹانگیں رکھی تھیں۔ ایک سوراخ سے ایک سانپ نے ان کی ٹانگ پر ڈس دیا۔ مگر انہوں نے حرکت تک نہ کی تا کہ حضور اکرم ﷺ بیدار نہ ہو جائیں۔

ایک روایت کے مطابق اژدھا اور سانپ انہیں کاٹنے لگے ان کے درد کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آنسو نیچے گرنے لگے۔ یہ آنسو حضور اکرم ﷺ کے چہرہ انور پر گرے تو آپ بیدار ہو گئے۔ فرمایا "ابوبکر! کیا ہوا ہے؟ عرض کی "میرے والدین آپ پر فدا! مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے" حضور ﷺ نے اس جگہ اپنا لعاب دہن لگایا تو سارا درد ختم ہو گیا"۔

ایک اور روایت میں ہے کہ وقت صبح حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سوجھن کا اثر دیکھا تو اس کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے عرض کی "یہ سانپ کے ڈنگ مارنے کی وجہ سے ہے" آپ نے فرمایا "تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟" انہوں نے عرض کی "میں نے آپ کو جگانا مناسب نہیں سمجھا"۔ حضور اکرم ﷺ نے اس جگہ لعاب دہن لگایا تو ساری سوجھن ختم ہو گئی۔

ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ صبح ہوئی تو حضور ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا "آپ کا کپڑا کہاں ہے؟ انہوں نے جو کچھ کیا تھا عرض کر دیا۔ حضور ﷺ نے دست اقدس بلند کر کے یہ دعا مانگی "مولا! ابوبکر کو جنت میں میرے ساتھ میرا درجہ عطا فرما" اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی فرمائی "ہم نے آپ کی یہ دعا قبول کر لی ہے"۔

ایک اور روایت میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو آپ نے میری تصدیق کی۔ جب لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا تو آپ نے میری اعانت کی۔ جب لوگوں نے میرا انکار کیا تو آپ مجھ پر ایمان لے آئے۔ اور میری تنہائی میں میرے ساتھ موانست کی"۔

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "ہمارے شیخ الشبر املسی نے کہا ہے کہ یہ کپڑا ان کپڑوں کے علاوہ تھا جن کے ساتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا جسد اطہر ڈھانپ رکھا تھا۔ کیونکہ یہ روایت کہیں بھی نہیں ملتی کہ آپ نے غار میں آنے والے افراد مثلاً اپنے لخت جگر یا حضرت ابن فہیرہ سے کوئی کپڑا مانگا ہو"۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار ثور میں داخل ہوئے تو ان کے ہاتھ پر کوئی چیز لگی تو اس سے خون جاری ہو گیا۔ انہوں نے اس خون مبارک کو ہاتھ لگایا اور کہا

هل انت الا اصبع دميت　وفی سبيل الله ما لقيت

یہ شعر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ شعر اس وقت پڑھا جب آپ کو پتھر لگا اور انگشت مبارک سے خون بہنے لگا۔ آپ کے لئے شعر کہنا ممتنع تھا۔ شعر پڑھنا ممتنع نہ تھا۔ پھر یہ شعر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً

حضرات ابن رواحہ، ولید بن ولید اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہم نے پڑھا۔

روایت ہے کہ جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قیافہ شناس کو دیکھا تو ان کا غم بڑھ گیا اور وہ رونے لگے۔ انہیں خوف، خدشہ اور حزن نے آلیا۔ یہ سب کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے خدشہ کی وجہ سے تھا۔ انہوں نے کہا "اگر میں شہید ہو گیا تو میں تو صرف ایک شخص ہی ہوں۔ میری شہادت کی وجہ سے امت ہلاک نہ ہو گی۔ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے اور دین ختم ہو جانے کے ساتھ امت بھی ہلاک ہو جائے گی"۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبۃ:40)

"کہ مت غمگین ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے"۔

یعنی اعانت اور نصرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ یہاں معنوی معیت مراد ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بارے معیت حسیہ محال ہے۔ اس سے صرف علم مراد نہیں کیونکہ وہ تو ہر موجود چیز کو حاصل ہے۔ کیونکہ ارشاد ربانی ہے۔

هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ۔ (الحدید:4)

"وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو"۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ (التوبہ:40)

"پھر نازل کی اللہ نے اپنی تسکین ان پر"۔

سکینہ سے مراد "امن" ہے۔ یعنی اس سے مراد نفس کی وہ حالت ہے جس کے ہوتے ہوئے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے کیونکہ وہ ناپسندیدہ امر سے امن میں ہوتا ہے "علیہ" میں ضمیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف راجع ہے۔ امام بیضاوی لکھتے ہیں "یہ قول ظاہر ہے"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔ اَیَّدَہٗ میں ضمیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا سے مراد ملائکہ ہیں یعنی تاکہ وہ آپ کی حفاظت کریں اور مشرکین کے چہرے آپ سے پھیر دیں۔ ذرا دیکھو اور بصیرت کی نظر سے حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ دیکھو اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر آپ کی شفقت کی بے کرانیاں دیکھو۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا غم و حزن کا علم ہوا تو آپ نے یہ بشارت دے کر ان کے دل کو تقویت دی۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبہ:40)

"غمگین مت ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے"۔

"ثانی اثنین" کی سعادت سارے صحابہ کرام کے علاوہ صرف حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مختص ہے۔ آپ اسلام لانے اور نفس اور عمر کو نثار کرنے میں ثانی ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچاؤ اپنے نفس سے کیا تو گویا کہ انہوں نے اپنے نفس اور عمر مبارک کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے مٹا ڈالا۔ جب انہوں نے اپنے مال اور نفس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

دفاع کیا۔

توشہروں کے منبروں پر سے واعظ یہ اعلان کرنے لگے۔

ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡ ھُمَا فِی الۡغَارِ (التوبہ:40)

''آپ دوسرے تھے دو سے جب وہ دونوں غار ثور میں تھے''۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے یہی شرف کافی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''کیا ابوبکر کے متعلق بھی کچھ اشعار کہے ہیں''۔ انہوں نے عرض کی ''ہاں!'' آپ نے فرمایا ''سناؤ۔ میں سن رہا ہوں'' حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھے۔

و ثانی اثنین فی الغار المنیف و قد　　طاف العدوبہ اذ صاعد الجبلا

و کان حب رسول اللہ قد علموا　　من الخلائق لم یعدل بہ بدلا

بلند و بالا غار میں دو میں سے دوسرے جب دشمن ان کے اردگرد محو طواف تھے۔ جب وہ پہاڑ پر چڑھ آئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب تھے لوگ جانتے ہیں کہ کوئی شخص بھی ان کا ہم پایہ نہیں ہے۔

یہ سن کر حضور صلی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے لگے حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا ''حسان! تم نے سچ کہا ہے۔ وہ اسی طرح ہیں جس طرح تم نے کہا ہے''۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت سے کہا ''تم میں سے کون سورۃ التوبہ پڑھے گا؟ ایک صحابی نے کہا ''میں'' جب وہ اس آیت طیبہ تک پہنچے۔

اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحۡزَنۡ (التوبۃ:40)

''جب وہ فرما رہے تھے اپنے رفیق کو کہ غمگین مت ہو''۔

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ پھر فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ہی آپ کا ساتھی تھا'' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا۔ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے آگے چل رہا تھا۔ آپ نے فرمایا ''ابودرداء! کیا تم اس ہستی کے آگے آگے چل رہے ہو جو دنیا اور آخرت میں تم سے افضل ہے۔ مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے تصرف میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے انبیاء اور مرسلین کے بعد سورج کسی چیز پر طلوع اور غروب نہیں ہوا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو''۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا ''میرے پاس جبرائیل امین آئے انہوں نے کہا ''اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشاورت کیا کریں''۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ابوبکر سے محبت کرنا میری امت پر واجب ہے''۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے اس فرمان

كَلَّا ۚ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿٦٢﴾ (الشعراء)

''ہرگز نہیں، بلاشبہ میرے ساتھ میرا رب ہے، وہ ضرور میری رہنمائی فرمائے گا''۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان فرمان

إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (التوبہ:40)

''یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔

میں غور وفکر کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''مسند الیہ'' ''اللہ'' کو مقدم کیا تو قلب انور کے ساتھ اتنا شدید تعلق تھا ایک لمحہ کے لئے بھی یہ تعلق ختم نہ ہوتا تھا یا اس لئے وہ بندوں کا محبوب ہے اور اس سے لذت وگدازی حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ کوئی ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی ضرورت کے لئے اس سے جدا نہیں ہوسکتا۔ یا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرتے ہوئے اس کے نام مبارک کو مقدم کیا کیونکہ یہ ساری صفات کمال کی اصل ہے۔

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے معیت کو صرف اپنی ذات اقدس کے لئے مختص کیا اور اس میں اپنے پیروکاروں کو شامل نہ کیا۔ انہوں نے فرمایا

إِنَّ مَعِيَ رَبِّي (الشعراء:62)

''بلاشبہ میرے ساتھ میرا رب ہے''۔

جبکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معیت خاصۃ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو شامل فرمایا۔ آپ نے ''ان اللہ معی'' نہیں فرمایا بلکہ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فرمایا۔ کیونکہ آپ نے اپنے نور مبارک سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدد فرمائی اور انہوں نے اس معیت کا راز سمجھ لیا۔ اسی لئے سکینہ کا راز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔ کیونکہ اس مدد کے بغیر اس تجلی اور مشاہدہ کو برداشت کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے فرمایا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ان فرمانوں میں فرق یہ ہے کہ ''رب'' تربیۃ سے مشتق ہے۔ یہ نشوونما اور اصلاح کے معانی کو شامل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لفظ ''اللہ'' ذکر فرمایا یہ لفظ جلالت ہے۔ یہ مبارک اسم ساری صفات کمال کو جامع ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے یار غار کے ساتھ تین راتیں غار میں ٹھہرے رہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بھی رات ان کے ہمراہ ہی بسر کرتے تھے۔ وہ ایک ذہین فطین نوجوان تھے۔ وہ وقت سحر مکہ مکرمہ پہنچ جاتے۔ وقت صبح قریش کے پاس ہوتے گویا کہ انہوں نے رات مکہ مکرمہ میں ہی بسر کی تھی۔ کیونکہ وہ اندھیرے میں ہی غار ثور سے لوٹ آتے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق جو بھی نازیبا امر سنتے۔ اسے یاد کر لیتے اور جب تاریکی چھا جاتی تو وہ غار ثور میں آجاتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ان کی بکریاں چراتے تھے۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا تو وہ بکریاں لے کر غار ثور کے پاس آجاتے۔ یہ حضرات قدسیہ بکریوں کا دودھ نکالتے اور نوش جان فرماتے پھر وہ صبح صبح اپنی

بکریاں لے کر دیگر چرواہوں کے ساتھ مل جاتے۔ وہ تین راتوں میں سے ہر رات اسی طرح کرتے رہے مگر کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ امین اور قابل اعتماد تھے ان کا اسلام بہت عمدہ تھا۔ انہیں راہ خدا میں اذیتیں دی جاتی تھیں۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں بئر معونہ کے واقعہ میں جام شہادت نوش کر گئے۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ سے ان کے پاس آتیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے کھانا تیار کرتیں۔ مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہونے سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن اریقط کو راستہ بتانے کے لئے اجرت پر اپنے ساتھ آنے کے لئے کہا تھا۔ یہ کفار قریش کے مذہب پر تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے لئے تابع فرمان کر دیا۔ تاکہ اس کا معاملہ ظاہر ہو کر رہے۔ عبداللہ کے اسلام کا کسی کو علم نہیں۔ انہوں نے اپنی اونٹنیاں اسی کے سپرد کیں اور تین راتوں کے بعد اسے غار ثور کے پاس آنے کا حکم دیا۔ تیسری شب کی صبح کو وہ اونٹنیاں لے کر حاضر خدمت ہو گیا۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق "جب شور و غل تھم گیا تو عبداللہ بن اریقط اونٹنیاں لے کر حاضر خدمت ہو گیا۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی اس رفاقت میں شامل تھے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت کرتے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے پیچھے بٹھا رکھا تھا۔ انہوں نے سمندر کے ساحل کا راستہ اختیار کیا۔ دوسری روایت کے مطابق ابن اریقط انہیں مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقہ میں لے کر چلا۔ پھر چلتا ہوا ساحل سمندر تک پہنچ گیا۔ پھر عسفان کے نشیبی علاقہ سے گزرتا ہوا شاہراہ پر آ گیا۔ جب کوئی شخص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پوچھتا "یہ کون ہیں" تو وہ فرماتے "یہ وہ پاکیزہ ذات ہے جو مجھے راستہ دکھاتی ہے"۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ تجارتی سفر کرتے تھے اور لوگوں کے ہاں معروف تھے۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت کم سفر کئے تھے۔ جو شخص بھی ان سے پوچھتا اور وہ اسے وہی جواب دیتے۔ روایت ہے کہ حضور سید مرسلاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا "میری طرف سے لوگوں کو جواب دو۔ کیونکہ کسی نبی کے لئے جھوٹ بولنا روا نہیں۔ خواہ وہ توریہ کی صورت میں ہو"۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اس طرح جواب دیتے جس طرح کہ اوپر تذکرہ ہو چکا ہے۔

صحیحین میں ہے کہ یہ مبارک کارواں ایک چٹان کے پاس سے گزرا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں استراحت فرما ہو گئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک چرواہا دیکھا۔ اس کے ہمراہ بکریاں تھیں۔ اسے دودھ دوہنے کے لئے کہا۔ اس نے دودھ نکالا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہ دودھ ٹھنڈا کیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ کو پیش کر دیا۔ پھر سعادت اور برکتوں سے لبریز کارواں آگے روانہ ہو گیا۔

حضرت ام معبد کی سرفرازیاں

پھر یہ مقدس قافلہ قدید کے مقام سے گزرا۔ اسی جگہ حضرت ام معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کا خیمہ تھا۔ ان کا شمار صحابیات میں ہوتا ہے۔ کیونکہ بعد میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہ ایک پاکیزہ فطرت، عفت مآب، توانا اور طاقت ور خاتون

تھیں۔ انہوں نے خیمہ لگا رکھا تھا۔ یہ ہر گزرنے والے مسافر کو کھلاتی اور پلاتی تھیں۔ ان کی قوم قحط سالی کا شکار تھی ان پاکیزہ کیش کارواں نے ان سے دودھ یا گوشت یا کھجور طلب کی تاکہ قیمتاً خرید لیں۔ مگر اس وقت حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں کچھ بھی نہ تھا۔ انہوں نے عرض کی ''بخدا! اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا تو بطور ضیافت آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ کے ایک کونہ میں ایک بکری ملاحظہ کی۔ جو کمزوری کی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ چرنے بھی نہ جاسکتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معبد سے پوچھا ''کیا اس کی کھیری میں دودھ ہے؟ انہوں نے عرض کی ''یہ اس امر سے عاجز ہے'' آپ نے فرمایا ''کیا تم اجازت دیتی ہو کہ ہم اس کا دودھ نکال لیں''۔ وہ عرض گزار ہوئیں ''ضرور میرے والدین آپ پر نثار! اگر آپ کو اس کی کھیری میں دودھ نظر آتا ہے تو ضرور دودھ لیں'' آپ نے بکری پاس بلوائی۔ اس کی کھیری پر دست عطار کھا۔ اللہ تعالیٰ کا نام لیا تو وہ دودھ اتار آئی۔ اس کی کھیری دودھ سے لبالب بھر گئیں۔ آپ نے برتن طلب فرمایا۔ جسے حاضر خدمت کر دیا گیا۔ آپ نے اس میں دودھ نکالا۔ سب سے پہلے حضرت ام معبد کو پلایا۔ پھر دیگر رفیقان راہ کو پلایا حتیٰ کہ سارے سیراب ہو گئے۔ سب سے آخر میں خود دودھ نوش فرمایا اور فرمایا ''قوم کو پلانے والا سب سے آخر میں پیتا ہے'' پھر دوسری بار اسی برتن میں دودھ نکالا اور دوسری مرتبہ سب کو پلایا۔ پھر تیسری بار دودھ نکالا تو وہ ام معبد کے خاندان کے لئے وہیں چھوڑ دیا۔

دوسری روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''یہ برتن اٹھالو۔ یہ ابو معبد کے لئے ہے'' پھر سوار ہو کر آگے عازم سفر ہو گئے۔ بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت ام معبد نے یہ حیرت انگیز معجزہ دیکھا تو اپنے پڑوسیوں سے ایک بکری لی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و اکرام کی خاطر اسے ذبح کر دیا۔ اس نے اس میں ایک اور معجزہ دیکھا۔ وہ معجزہ یہ تھا کہ اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفیقان راہ نے کھایا اپنے توشہ دان بھر لئے۔ پھر بھی اکثر گوشت ام معبد کے پاس ہی رہا۔ وہ مبارک بکری جس کی کھیری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نکالا تھا وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک زندہ رہی۔ جب یہ فرخندہ فال مسافر چلے گئے تو ابو معبد گھر آیا۔ اس کا نام اکثم بن ابی الجون الخزاعی تھا۔ یہ بعد میں دولت اسلام سے سرفراز ہو گیا تھا۔ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں ''اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت بھی مروی ہے'' یہ بکریوں کو ہانکتے ہوئے گھر آیا۔ جب برتن دودھ سے لبریز دیکھے تو تعجب کیا۔ کہا ''ام معبد! یہ کیا ہے؟ یہ دودھ کی فراوانی کہاں سے ہے۔ حالانکہ گھر میں کوئی شیر دار جانور نہیں'' اس فرخندہ فال خاتون نے کہا ''یہاں سے ایک مبارک شخص گزرا ہے۔ اس کے خدوخال یہ یہ تھے۔ انہوں نے اس بکری کو دیکھا تو اسے بلا لیا''۔ پھر اس سے ساری محبت آمیز داستان بیان کی''۔ ابو معبد نے کہا ''ام معبد! ذرا اسی ہستی پاک کا حلیہ تو بیان کرو'' حضرت ام معبد نے یوں گوہر افشانی کی ''میں نے ایک ایسے شخص کی زیارت کی ہے جس کا حسن نمایاں تھا۔ اس کا چہرہ ملیح تھا۔ تخلیق کی ساخت بہت خوبصورت تھی۔ نہ رنگت کی سفیدی اسے معیوب بنا رہی تھی۔ نہ گردن اور سر کا پتلا ہونا اس میں نقص پیدا کر رہا تھا۔ بڑا حسین، بہت خوبرو، آنکھیں سیاہ اور بڑی تھیں، پلکیں لانبی تھیں، سیاہ چشم، سرگیں، دونوں ابرو باریک اور باہم ملے ہوئے تھے، سر کے گیسوئے پاک بہت زیادہ کالے تھے۔ گردن طویل تھی۔ ریش مبارک گھنی تھی۔ جب خاموش ہوتے تو پروقار ہوتے۔ جب گفتگو فرماتے تو چہرہ پرنور اور بارونق ہوتا۔ گفتگو گویا موتیوں کی لڑی ہے جس سے

موتی جڑ رہے ہوتے۔ گفتگو واضح ہوتی نہ بے فائدہ ہوتی نہ بیہودہ ہوتی۔ جب محو تکلم ہوتے تو سارے لوگوں سے بلند آواز ہوتے۔ دور سے دیکھنے پر سب لوگوں سے زیادہ بارعب اور جمیل نظر آتے۔ قریب سے سب سے زیادہ شیریں اور حسین دکھائی دیتے۔ قد میانہ تھا۔ نہ اتنا طویل کہ آنکھوں کو برا لگے نہ اتنا پست کہ آنکھیں حقیر سمجھنے لگیں۔ آپ دو شاخوں کے مابین ایک ایسی شاخ کی مانند تھے جو سب سے زیادہ سرسبز و شاداب اور قد آور ہو۔ ان کے ایسے ساتھی تھے جو ان کے اردگرد حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ اگر آپ انہیں کچھ کہتے تو فوراً اس کی تعمیل کرتے۔ اگر آپ انہیں حکم دیتے تو فوراً اسے بجالاتے۔ سب کے مخدوم سب کے محترم۔ نہ وہ ترش رو تھے نہ ان کے فرمان کی مخالفت کی جاتی تھی''۔

پیکر جمال کی زیبائی کا یہ تذکرۂ جمیل سن کر ابو معبد بول اٹھے ''بخدا! یہ تو وہی ذات بابرکات ہیں قریش جن کی جستجو میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ اگر میں ان کی زیارت سے بہرہ یاب ہو جاتا تو ضرور ان کی اتباع کرتا''۔

دوسری روایت کے مطابق انہوں نے کہا ''میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ان کی رفاقت اختیار کروں۔ اگر مجھے کوئی چارۂ کار نظر آیا تو میں اس طرح کر گزروں گا''۔ قریش حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے کرتے حضرت ام معبد تک پہنچ گئے۔ ان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا ''مجھے تو ایسی ذات کا کچھ پتہ نہیں۔ البتہ میرے گھر وہ ہستی تشریف لائی جس نے ہماری پٹھ کا دودھ نکال لیا تھا۔ قریش نے ان سے کہا ''ہماری مراد وہی ہیں''۔ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا تھا اور ہجرت کی سعادت بھی حاصل کی تھی۔ سید السمہودی نے لکھا ہے ''حضرت ام معبد اور ان کے شوہر کو اسلام لانے اور ہجرت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی''۔ خلاصۃ الوفاء میں ہے ''حضرت ابو معبد اس مبارک کارواں کے پیچھے پیچھے عازم سفر ہوئے۔ تاکہ دولت اسلام سمیٹ لیں۔ ''بطن مریم'' میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی سعادت حاصل کر لی۔ بیعت سے مشرف ہو کر واپس آ گئے۔

شرح السنۃ از امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے ''حضرت ام معبد اور ان کے شوہر نے ہجرت کی سعادت بھی حاصل کی۔ ان کے بھائی حضرت جیش رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ فتح مکہ کے روز ان کے سر پر شہادت کا تاج زرنگار سجا۔ اس علاقے کے لوگ اس دن سے تاریخ کا تعین کرتے تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں جلوہ افروز ہوئے۔ وہ اس دن کو ''یوم نزول الرجل المبارک'' کہتے تھے۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امر ہم پر مخفی ہو گیا تو قریش کے چند افراد ہمارے پاس آئے۔ ان میں ابو جہل بھی تھا۔ میں باہر نکلی تو ابو جہل نے کہا ''ابوبکر کی نور نظر! تمہارے والد کہاں ہیں؟'' میں نے کہا ''بخدا! مجھے تو کچھ علم نہیں''۔ ابو جہل ایک خبیث اور فاحش شخص تھا۔ اس نے میرے رخسار پر اتنی طاقت سے تھپڑ مارا کہ میری بالی دور جا گری۔ پھر وہ لوگ واپس چلے گئے۔ جب ہمیں یہ علم نہ ہو سکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس سمت تشریف لے گئے ہیں تو تین یا پانچ راتوں کے بعد ایک شخص مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقہ میں آیا۔ اہل مکہ اس کی آواز تو سن سکتے ہیں مگر اسے دیکھ نہیں سکتے تھے۔ دوسرے قول کے مطابق وہ جن تھا۔ ایک اور قول کے مطابق وہ ہاتف تھا۔

وہ کوہ ابی قبیس پر چڑھ کر یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

جزی اللہ رب الناس خیر جزائہٖ رفیقین حلا خیمتی ام معبد

اللہ تعالیٰ جو لوگوں کا پروردگار ہے وہ ان دو ساتھیوں کو بہترین جزائے خیر دے جو ام معبد کے خیمہ میں رونق افروز ہوئے ہیں۔

ھما نزلا بالبر ثم ترحلا فافلح من امسی رفیق محمد

انہوں نے وہاں ہدایت کے ساتھ قیام کیا۔ پھر وہ روانہ ہو گئے جو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی بن گیا وہ کامیاب ہو گیا۔

فیا لقصی مازوی اللہ عنکم بہ من فعال لا تجاری و سود

قصی پر تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ سے لاثانی جود و کرم اور سیادت کو تم سے جدا نہیں کیا۔

لیھن بنی کعب مکان فتاتھم و مقعدھا للمؤمنین بمرصد

بنو کعب کو مبارک ہو کہ ان کی خواتین کی نشست و برخاست کے پناہ گاہ مؤمنین ہیں۔

سلوا اختکم عن شاتھا و انائھا فانکم ان تسألوا الشاۃ تشھد

اپنی بہن سے اس کے برتن اور بکری کے متعلق سوال کرو اگر بکری سے سوال کرو گے تو وہ بھی گواہی دے گی۔

دعاھا بشاۃٍ حائل فتحلبت لہ بصریح ضرۃ مزبد الشاۃ

آپ نے اس کی بکری بلائی پھر آپ کے لئے اس کی کھیری میں مکھن آمیز دودھ نکالا گیا۔

فغا درھا رھنا لدیھا الحالب یرددھا فی مصدر ثم مورد

آپ نے اس کی بکری کو مالک کے لئے باقی رکھا وہ اپنی بکریوں کو کبھی چراگاہ پر اور کبھی گھر لے کر جاتا تھا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا "جب ہم نے ہاتف غیبی کی یہ صدا سنی تو ہم جان گئے کہ آپ کس سمت کا ارادہ کئے ہوئے ہیں"۔ اللہ تعالیٰ امام بوصیری پر رحم کرے انہوں نے کتنی عمدہ بات کی ہے۔

و تغنت بمدحہ الجن حتی اطرب الانس منہ و ذالك الغناء

جنات نے بھی آپ کی تعریف کی حتیٰ کہ اس ستائش نے انسانوں کو بھی خوشی پر برانگیختہ کر دیا۔

جب اہل مدینہ میں سے انصار تک مذکورہ بالا اشعار پہنچے تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لینے کے بعد یہ اشعار کہے۔

لقد خاب قوم زال عنھم نبیھم و قدس من یسری الیہ و یغتدی

وہ قوم خسارے میں ہو گئی جس کے شہر سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ جس قوم کے پاس آپ تشریف لے گئے وہ پاکیزہ بن گئی۔

ترحل عن قوم فضلت عقولھم و حل علی قوم بنور مجدد

آپ ایسی قوم سے سفر فرما ہوئے جن کی عقلیں گمراہ ہو چکی تھیں اور آپ ایک تاباں نور کے ساتھ دوسری قوم میں تشریف

لے گئے۔

هداهم به بعد الضلالة ربهم و ارشدهم من يتبع الحق يرشد

آپ کے طفیل اللہ تعالیٰ نے انہیں راہ رشد و ہدایت دکھائی جو حق کی اتباع کرتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔

و هل يستوى ضلال قوم لتسفهوا عمى و هداة يهتدون بمهتد

کیا اس قوم کے گمراہ برابر ہو سکتے ہیں جو جان بوجھ کر بے وقوف بنے رہے اور اپنے ہادی حق پر ہر قسم کی تہمت لگاتے رہے۔

و قد نزلت منه على اهل يثرب ركاب هدى حلت عليهم باسعد

آپ کے طفیل اہل یثرب کو ہدایت نصیب ہوئی اور ساری سعادتیں ان کا مقدر بن گئیں۔

نبى يرى مالا يرى الناس حوله و يتلو كتاب الله فى كل مشهد

وہ ایسے نبی مکرم ہیں جو ان چیزوں کا مشاہدہ فرماتے ہیں جنہیں لوگ نہیں دیکھ سکتے وہ ہر جگہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں۔

وان قال فى قوم مقالة غائب فتصديقها فى اليوم او فى ضحى غد

اگر آج وہ کوئی غیب کی بات کہہ دیتے ہیں تو وہ آج ہی یا کل وقت چاشت ضرور رونما ہو جاتی ہے۔

ليهن ابابكر سعادة جده بصحبته من يسعد الله يسعد

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت مبارک ہو در حقیقت جسے اللہ تعالیٰ سعادت مند کرتا ہے وہ ہی سعید ہوتا ہے۔

سراقہ بن مالک

جب یہ مبارک کارواں حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا کے خیمہ کو برکتوں اور سعادتوں کی آماجگاہ بنا کر آگے روانہ ہوا تو راستہ میں سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی نے تعرض کیا۔ یہ سراقہ اس وقت ایمان لے آئے جب حضور داعی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ مدلج بن مرہ بن عبد مناۃ بن کنانہ کی نسبت سے انہیں مدلجی کہا جاتا تھا۔ یہ کنانی حجازی تھے۔ امام بخاری نے ان سے یہ واقعہ اس طرح نقل کیا ہے۔

"ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد آئے۔ انہوں نے اس شخص کے لئے انعام مقرر کیا تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرے یا شہید کرے۔ میں بنو مدلج کی ایک محفل میں بیٹھا ہوا تھا وہاں ایک شخص آیا۔ وہ ہمارے پاس کھڑا ہو گیا۔ ہم وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا "سراقہ! میں نے ساحل سمندر پر ایک مختصر سا کارواں دیکھا ہے۔ میں گمان کرتا ہوں کہ وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی ہیں"۔ حضرت سراقہ نے کہا "میں جان گیا کہ وہ وہی کارواں تھا۔ لیکن میں نے اس شخص سے کہا "وہ کارواں ان لوگوں پر مشتمل نہیں۔ بلکہ میں نے فلاں فلاں شخص کو دیکھا ہے جو ہمارے سامنے یہاں سے روانہ ہوئے ہیں"۔ میں کچھ دیر وہیں ٹھہرا۔ پھر اٹھ کھڑا ہوا اپنے گھر میں داخل ہو گیا۔ میں نے اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ وہ میرا گھوڑا فلاں جگہ لے جائے۔ اسے وہیں روک کے رکھے۔ میں نے اپنا نیزہ لیا اور اپنے گھر کے پچھلے حصہ سے باہر نکل

گیا"۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "سراقہ نے ہمارا تعاقب کیا۔ ہم چٹیل سرزمین پر تھے" میں نے عرض کی "یارسول اللہ! یہ تعاقب کرنے والا ہے جو ہمارے ساتھ ملنے ہی والا ہے" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "غم نہ کرو۔ رب تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں یا پیچھے توجہ نہیں فرما رہے تھے۔ جبکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کثرت سے دائیں بائیں اور پیچھے دیکھ رہے تھے۔ جب وہ سوار ہمارے قریب ہو گیا۔ ہمارے اور اس کے درمیان دو یا تین نیزوں کا فاصلہ رہ گیا تو میں عرض پیرا ہوا "یہ شخص تو ہمارے قریب تر آ گیا ہے"۔ میں رونے لگا۔ میں نے عرض کی "یارسول اللہ! میں اپنے نفس کے لئے نہیں رو رہا۔ یہ گریہ جان عالم! آپ کے لئے ہے" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی "مولا! ہماری طرف سے اسے جس طرح چاہتا ہے کافی ہو جا"۔ دوسری روایت کے مطابق آپ نے یہ دعا مانگی "مولا! اسے پکڑ لے" فوراً اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں گھٹنوں تک دھنس گئے۔ دوسری روایت میں پیٹ تک دھنس جانے کا بھی تذکرہ ہے۔ اس شخص (سراقہ) نے امان طلب کی۔ ایک اور روایت کے مطابق وہ اپنے گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ اس نے تیروں سے فال نکالی وہ تیر نکلا جسے وہ ناپسند کرتا تھا۔ وہ دوسری بار گھوڑے پر سوار ہوا۔ وہ ہمارے قریب پہنچ گیا۔ حتیٰ کہ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت مبارکہ سن لی۔ اس کے گھوڑے کے اگلے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ نیچے گر پڑا۔ اس نے اسے چھوڑا۔ تیروں سے فال نکالی۔ وہی تیر نکلا جو اسے پسند نہ تھا۔ اس نے "امان" کی صدا لگائی۔ اس نے کہا "میرا ارادہ تو تھا کہ میں انہیں قریش کے سپرد کروں گا اور ایک سو اونٹ انعام لوں گا"۔ بعض تفاسیر میں ہے "سراقہ نے سات بار رب تعالیٰ سے عہد کیا پھر ہر بار عہد توڑ دیا۔ وہ جب بھی عہد توڑتا اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس جاتے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ سراقہ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا تو پکار اٹھا "محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) آج مجھ سے آپ کو کون بچائے گا"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے الجبار، الواحد، القہار بچا لے گا" اس وقت حضرت جبرائیل حاضر خدمت ہوئے۔ عرض کی "حضور! اللہ تعالیٰ نے زمین کو آپ کی اطاعت گزار بنا دیا ہے۔ آپ اسے جو حکم دیں" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے زمین! اسے پکڑ لے" زمین نے اس کے گھوڑے کی ٹانگوں کو گھٹنوں تک پکڑ لیا۔ سراقہ نے گھوڑا آگے چلایا مگر اس نے حرکت تک نہ کی۔ اس نے کہا "محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم امان! اگر آپ نے مجھے نجات عطا فرما دی تو آپ کی نصرت و اعانت کروں گا۔ عداوت نہیں کروں گا"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے زمین! اس کا گھوڑا چھوڑ دے" زمین نے اسے چھوڑ دیا۔ جب سراقہ مایوس ہو گیا۔ اس نے وہ معجزہ دیکھ لیا تو عرض گزار ہوا "میں سراقہ ہوں مجھے مہلت عطا فرمائیں۔ میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ بخدا! آپ کو میری طرف سے کسی ناپسندیدہ امر کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ آپ نے میرے لئے بددعا کی۔ اب میرے لئے دعا فرمائیں"۔

دوسری روایت میں ہے۔ اس نے عرض کی "محمد عربی! صلی اللہ علیہ وسلم میں سمجھ گیا ہوں کہ یہ سب کچھ آپ کی بددعا کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ اب رب تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے۔ اب میں دیگر لوگوں کو بھی آپ سے دور رکھوں گا۔ اور آپ کو کوئی نقصان نہیں دوں گا"۔ دوسری روایت میں ہے "میں تمہارے لئے فائدہ کا سبب بنوں گا نقصان نہیں دوں

گا۔ شاید میری قوم میری وجہ سے پریشان ہو گئی ہو۔ اب میں واپس جاؤں گا اور انہیں آپ سے دور لے جاؤں گا"۔

حضرت سراقہ نے فرمایا "یہ دونوں ہستیاں اسی جگہ رک گئیں اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس تکلیف دہ صورت حال سے نجات دے" حضرت سراقہ نے کہا "میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ جب مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑا تو مجھے یقین ہو گیا کہ عنقریب آپ کا امر غالب آجائے گا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی "لوگ کتنے حریص ہیں کہ وہ آپ پر غلبہ پالیں اور اس مقصد کے لئے وہ کتنا مال خرچ کر رہے ہیں"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ حضرت سراقہ نے ان کے ساتھ یہ عہد کیا کہ وہ ان کے ساتھ جنگ نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی کسی کو ان کے متعلق بتائے گا اور تین روز تک یہ امر مخفی رکھے گا۔

سراقہ نے کہا "میں نے ان پاکباز ہستیوں کو زاد راہ پیش کیا۔ سامان حاضر خدمت کیا مگر انہوں نے کچھ بھی قبول نہ کیا"۔

ایک اور روایت میں ہے "میں نے عرض کی "یہ میرا ترکش ہے اس سے تیر لے لیں۔ آپ میرے اونٹوں اور بکریوں کے ریوڑ کے پاس سے گزریں گے۔ ان سے اپنی ضرورت کے مطابق لے لیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مجھے تمہارے اونٹوں کی کوئی ضرورت نہیں" آپ نے ان کے لئے دعا مانگی "ایک اور روایت میں ہے "میں نے آپ کو زاد راہ اور سامان سفر پیش کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سراقہ! اگر تجھے دین اسلام میں رغبت نہیں تو پھر مجھے تیرے اونٹوں اور بکریوں میں کوئی رغبت نہیں"۔

ایک اور روایت میں ہے "سراقہ نے کہا "انہوں نے مجھ سے اس کے علاوہ کچھ نہ کہا" ہمارا معاملہ مخفی رکھنا"۔ میں نے آپ سے التجاء کی کہ آپ مجھے امن نامہ لکھ دیں"۔ آپ نے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ "انہوں نے چمڑے کے ٹکڑے پر مجھے امان نامہ لکھ دیا"۔ ایک اور روایت میں ہے "مجھے یقین ہو گیا تھا کہ آپ کا معاملہ عنقریب غالب آجائے گا۔ آپ لوگوں کی گردنوں کے مالک بن جائیں گے۔ آپ نے میرے ساتھ وعدہ کیا۔ جب بھی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ آپ میری عزت افزائی فرمائیں گے" آپ نے حضرت عامر بن فہیرہ کو حکم دیا تو انہوں نے امان نامہ لکھ دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سراقہ نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مجھے جو چاہیں حکم دیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اسی جگہ ٹھہر جاؤ اور کسی کو ہماری سمت نہ آنے دینا۔ دن کے ابتدائی حصہ میں آپ کو شہید کرنے کی نیت سے آنے والا سراقہ اب آپ کی نگہبانی کرنے لگا۔ جب سراقہ قوم کے پاس آیا تو اس نے کہا "میں نے سارے رستے چھان مارے ہیں۔ میں نے کچھ نہیں دیکھا"۔ یہ سن کر قوم واپس آگئی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سراقہ سے فرمایا "تمہاری کیفیت اس وقت کیا ہو گی جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے"۔ سراقہ نے عرض کی "کسریٰ بن ہرمز کے" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہاں" سراقہ نے یہ سن کر تعجب کا اظہار کیا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں کسریٰ کے کنگن، تاج اور منطقہ ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سراقہ کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ وعدہ سن رکھا تھا۔ انہوں نے سراقہ کو بلایا اور یہ کنگن انہیں پہنا دیئے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزہ کا اظہار ہو سکے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اپنے ہاتھ بلند کرو" انہوں نے کہا

''اللہ اکبر! ساری تعریفیں اللہ رب العزت کے لئے ہیں۔ جس نے یہ کنگن کسریٰ بن ہرمز سے چھینے اور بنو مدلج کے ایک اعرابی سراقہ بن مالک کو پہنا دیئے'' حضرت عمر فاروق نے باآواز بلند یہ حمد بیان کی۔ پھر یہ چیزیں مسلمانوں میں تقسیم کر دیں۔ کسریٰ کے سامان میں سے ایک قالین بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کی گئی۔ اس کی لمبائی بھی ساٹھ ذراع اور چوڑائی بھی ساٹھ ذراع تھی۔ اس پر مختلف رنگوں میں موتی اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ یہ قالین ان کے ایوان میں بچھائی جاتی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس قالین کو ٹکڑوں میں منقسم کیا۔ اور وہ ٹکڑے مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے۔ ایک ٹکڑا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں بھی آیا۔ انہوں نے اسے پچاس دیناروں میں فروخت کر دیا۔

المختصر سراقہ نے وہ امان نامہ لیا اور اسے اپنے ترکش میں رکھ لیا۔ سراقہ کہتے ہیں ''مجھے اس واقعہ میں سے کچھ بھی یاد نہ رہا حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین سے بھی فارغ ہو گئے۔ میں آپ سے ملاقات کرنے کی غرض سے نکلا۔ میرے پاس میرا امان نامہ بھی تھا۔ میں نے جعرانہ کے مقام پر آپ سے ملاقات کی۔ میں آپ کے قریب گیا۔ اور اس نوشتے سمیت اپنا ہاتھ بلند کر دیا۔ میں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم یہ آپ کا نوشتہ ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''آج وفاء اور نیکی کا دن ہے'' اسے میرے قریب کرو'' میں آپ کے قریب گیا اور دولت اسلام سے سرفراز ہو گیا''۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت سراقہ عرض گزار ہوئے ''یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری قوم کے ساتھ صلح کر لیں۔ اگر آپ کی قوم نے اسلام قبول کر لیا تو یہ بھی اسلام لے آئیں گے۔ ورنہ میں ضرور ایمان لے آؤں گا''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا۔ ''اس کے ساتھ جاؤ اور جو یہ چاہتا ہے وہ کرو'' حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کی قوم کے ساتھ اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی کی مدد نہیں کریں گے۔ اگر قریش اسلام لے آئے تو وہ بھی اسلام لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ (النساء:90)

''مگر ان کو (قتل نہ کرو) جو تعلق رکھتے ہیں اس قوم سے کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے''۔

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے ''جب سراقہ کے اس واقعہ کی خبر ابوجہل تک پہنچی تو اس نے انہیں ملامت کی''۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب سراقہ مکہ مکرمہ پہنچے تو ان کے اردگرد اہل مکہ جمع ہو گئے۔ سراقہ نے انکار کر دیا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ ابوجہل لگاتار اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ سراقہ نے اعتراف کر لیا۔ انہوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا حتیٰ کہ ابوجہل نے انہیں ملامت کی سراقہ نے جواب میں یہ اشعار پڑھے۔

ابا حکم واللات لو کنت شاھداً لا مر جوادی اذ تسیخ قوائمہ

اے ابوجہل کاش تو اس حیرت افزاء منظر کو دیکھ لیتا جب میرے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے تھے۔

علمت و لم تشکک بان محمداً رسول ببرھان فمن ذا یقاومہ

تو تو جان لیتا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جو واضح برہان کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔

علیك بكف القوم عنی فاننی ازی امرہ یوما ستبدو معالمہ

آپ کا مقابلہ کون کر سکتا ہے تجھ پر لازم ہے کہ تو اپنی قوم کو ان سے روک لے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک دن آپ کا غلبہ ہو جائے گا۔

حضرت سراقہ کے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک شاعر نے کہا ہے۔

غرت سراقہ الطماع فساخ بہ جوادہٗ فانثنی للصلح مطلبا

سراقہ کو لالچ نے آلیا۔ اس کا گھوڑا اس لئے زمین میں دھنس گیا۔ پھر وہ صلح کرنے پر راضی ہو گیا۔

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے۔

فاقتفی اثرہ سراقہ فاستھوتہ فی الارض صافن جرداء

سراقہ نے آپ کا تعاقب کیا اور اس کا عمدہ اور چھوٹے بالوں والا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔

ثم ناداہ بعد ما سمعت الخسف و قد ینجد الغریق النداء

گھوڑے کے دھنسنے کے بعد اس نے آپ کو آواز دی۔ کبھی کبھی غرق ہونے والے کی مدد آواز بھی کر دیتی ہے۔

ایک خوش قسمت چرواہا

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستہ میں ایک غلام کے پاس سے گزرے جو بکریاں چرا رہا تھا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے دودھ طلب فرمایا تو اس نے کہا "میرے پاس کوئی شیر دار بکری نہیں۔ البتہ ایک بھیڑ کی پٹھی ہے جو سال کی ابتداء میں باردار ہوئی۔ اور اب اس کے تھنوں میں دودھ نہیں۔ آپ نے فرمایا "اسے لے آؤ"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ٹانگیں باندھیں۔ اس کی کھیری پر دست حق نما پھیرا اور دعا مانگی حتیٰ کہ وہ دودھ اتار آئی۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے برتن پیش کیا۔ آپ نے اس میں دودھ نکالا۔ پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پلایا۔ پھر دودھ دوہا تو اس چرواہے کو پلایا پھر دودھ نکالا تو خود نوش جاں کیا۔ چرواہے نے پوچھا "خدارا بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ بخدا! میں نے آج تک آپ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا"۔ آپ نے فرمایا "تمہارا کیا خیال ہے کہ تم مخفی رکھو گے اگر میں تمہیں بتادوں" اس نے عرض کی "ہاں" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں اللہ تعالیٰ کا رسول (محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں"۔ اس نے عرض کی "قریش تو آپ کو صابی کہتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں، جو پیغام حق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے ہیں وہ حق ہے۔ جو معجزہ فانی آپ نے فرمائی ہے وہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "آج تو تم میں یہ طاقت نہیں۔ جب تمہیں یہ خبر مل جائے کہ ہمارا غلبہ ہو چکا ہے تو ہمارے پاس آجانا"۔

راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلمان تجار کا ایک کارواں ملا جس میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سفید لباس پیش کیا۔ اسی طرح حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے بھی آپ سے ملاقات کی اور آپ کو اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لباس پیش کئے۔

امام بیہقی نے حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت تحریر کی ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گرفتاری کے لئے ایک سو اونٹ بطور انعام مقرر کئے تو مجھے لالچ نے آلیا۔ میں نے بنو سہم سے ستر شہ سوار اپنے ساتھ لئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے عرض کی "بریدہ" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا "ہمارا معاملہ ٹھنڈا ہو گیا ہے اور راستہ پر امن ہو گیا"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تمہارا تعلق کس قبیلے کے ساتھ ہے"۔ میں نے عرض کی "بنو اسلم کے ساتھ" آپ نے فرمایا "ہم سلامتی پا گئے ہیں" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کس خاندان سے ہو؟" میں نے عرض کی "بنو سہم سے" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ابوبکر تمہارا تیر نکل آیا ہے"۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "آپ کون ہیں؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں محمد بن عبداللہ (فداہ روحی وابی وامی) اللہ تعالیٰ کا رسول (مکرم) ہوں"۔ حضرت بریدہ نے عرض کی "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں"۔ حضرت بریدہ اور ان کے سارے ساتھی مشرف باسلام ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف ستائش بیان کی "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے بنو سہم کو برضائے ورغبت اسلام قبول کرنے کی دعوت دی"۔ وقت صبح حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ جھنڈے کے بغیر مدینہ طیبہ داخل نہ ہوں" انہوں نے اپنا عمامہ کھولا۔ اسے نیزہ کے ساتھ باندھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے آگے چلنے لگے۔ اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شان وشوکت سے مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے۔

جب اہل مدینہ طیبہ نے یہ سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہو چکے ہیں۔ تو وہ ہر صبح "الحرۃ" کی طرف آتے۔ حتیٰ کہ دوپہر کی دھوپ شدت اختیار کر جاتی۔ وہ تین روز تک اسی طرح ہر دن "الحرۃ" آتے۔ یہ تین ایام وہ تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غار ثور میں گزارے تھے۔ ایک دن مدینہ طیبہ کے اہل ایمان نے طویل انتظار کیا۔ جب دوپہر کی گرمی شدت اختیار کر گئی تو وہ واپس آ گئے۔ ایک یہودی شخص کسی اپنے کام کے لئے ایک پہاڑی پر چڑھا۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو دیکھ لیا۔ انہوں نے سفید لباس پہنے ہوئے تھے جو حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما نے راستہ میں پیش کئے تھے۔ جب یہودی نے اس کارواں کو دیکھا تو اس نے بے ساختہ پکارا "اے گروہ عرب! (یا اے بنو قیلہ) وہ ذات قدس جلوہ فرما ہو چکی ہے جس کے تم کئی روز سے منتظر تھے"۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب یہ مقدس کارواں مدینہ طیبہ کے قریب پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحرا نشینوں میں سے ایک شخص حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ اور ان کے ساتھیوں کے پاس بھیجا۔ ان دونوں امور میں کسی قسم کا تناقص نہیں۔ یہ اعلان سن کر اہل مدینہ اپنے ہتھیاروں کی طرف لپکے۔ انہوں نے "الحرۃ" کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کھجور کے درخت کے نیچے آرام فرما تھے۔ اہل مدینہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی امن وآشتی سے آپ اس شہر خوباں میں داخل ہو جائیں"۔ دوسری روایت میں ہے کہ تقریباً پانچ سو انصار نے آپ کا استقبال کیا۔ ان سب نے یہی عرض کیا کہ آپ اس شہر مبارک میں امن واطمینان کے ساتھ جلوہ گر ہو جائیں"۔ آپ دائیں

طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے قباء میں بنوعمرو بن عوف کے گھر نزول اجلال فرمایا۔ اس روز 12 ربیع الاول اور سوموار دن تھا۔ آپ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے۔ کیونکہ یہ بنوعمرو بن عوف کے بزرگ تھے۔ ابھی تک کلثوم بن ہدم نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ بعد میں یہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ غزوۂ بدر سے کچھ دن پہلے ان کا وصال ہو گیا۔ دوسری روایت کے مطابق وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ طیبہ میں تشریف لانے سے قبل اسلام لا چکے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر رونق افروز ہوئے تو انہوں نے اپنے خادم کو آواز دی "یا نجیح" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا "ابوبکر! آپ کامیاب ہو چکے ہیں۔ آپ حضرت سعد بن ابن خیثمہ کے گھر تشریف فرما ہوتے تھے اور لوگوں سے ملاقات کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے اہل خانہ ان کے پاس نہ تھے۔ یہ ابھی تک کنوارے تھے۔ اسی لئے ان کے گھر کو منزل العزاب کہا جاتا تھا۔ اس طرح ان دونوں حضرات کے اقوال کو جمع کرنا ممکن ہے جس میں سے ایک کا موقف ہے کہ آپ نے حضرت کلثوم بن ہدم کے گھر قیام فرمایا۔ جبکہ دوسرے کا نظریہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ نما ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت حبیب بن اساف یا حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہما کے گھر قیام فرمایا۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرما ہوئے تھے تو آپ نے حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تھا کہ وہ مکہ مکرمہ میں ہی ٹھہریں حتیٰ کہ وہ لوگوں کی امانتیں واپس کر دیں۔ حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ الابطح میں کھڑے ہوئے۔ انہوں نے یہ اعلان فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جس کی امانت ہو وہ آئے اور اپنی امانت لے جائے" جب انہوں نے اپنا یہ کام مکمل کر لیا اور انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گرامی نامہ بھی مل گیا۔ جس میں آپ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ مدینہ طیبہ آ جائیں۔ انہوں نے اپنی سواریاں خرید لیں۔ حضرت فواطم، حضرت ام ایمن، ان کے فرزند حضرت ایمن اور کمزور اہل ایمان ان کے ساتھ تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قباء تشریف لے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کرتے ہوئے حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے گھر ہی قیام فرمایا۔ راستہ میں حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دن کو چھپ جاتے اور رات کو عازم سفر ہو جاتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کے پاؤں خون آلود ہو گئے۔ جب یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے انہیں گلے لگا لیا۔ اور ان کے پاؤں دیکھ کر آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی گرنے لگے۔ آپ نے ان کے قدموں پر اپنا لعاب دہن لگایا ان کا سارا درد کافور ہو گیا۔ اس کے بعد انہیں یہ شکایت کبھی نہ ہوئی۔ حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس سواری کا جانور موجود تھا۔ پھر آپ نے سفر پیادہ طے کیا تا کہ اجر و ثواب میں اضافہ ہو جائے۔

اہل مدینہ طیبہ کا عدیم المثال استقبال

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچے تو اہل مدینہ کے دل فرحت و انبساط سے کھل اٹھے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے اہل مدینہ کو کبھی بھی اتنا مسرور نہیں دیکھا جتنا وہ اس روز مسرور و شاداں ہوئے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں جلوہ افروز ہوئے تھے"۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ طیبہ کی ہر چیز نور فشاں ہو گئی۔ پردہ نشین عورتیں چھتوں پر چڑھ گئیں"۔ حضرت

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ رونق افروز ہوئے تو وہاں کی خواتین، بچے اور لونڈیاں یہ پڑھ پڑھ کر آپ کا استقبال کرنے لگیں۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

ثنیات الوداع سے ہم پر ماہ تمام طلوع ہوا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا دعوت دیتا رہے اس وقت تک اس ذات کریمانہ کا شکر واجب ہے۔ اے وہ ذات اقدس! جو ہم میں جلوہ افروز ہوئی ہے۔ آپ ایسے امر کے ساتھ تشریف فرما ہوئے ہیں جس کی اتباع کی جاتی ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بال سفید تھے۔ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ان سے زیادہ تھی۔ جن حضرات نے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہیں کی تھی وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف جانے لگے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بتانا چاہتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دھوپ آ گئی تو جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اٹھے اور اپنی مبارک چادر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کرنے لگے۔ اس طرح صحابہ کرام کو علم ہو گیا کہ مخدوم کون ہے اور خادم کون ہے"۔ یہ روایت ان روایات کے منافی نہیں ہے جس میں یہ تذکرہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بادل سایہ فگن رہتے تھے کیونکہ بعثت سے قبل بادل آپ پر سایہ کناں رہتے تھے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے لئے بطور ارہاص تھا۔ بعثت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کسی صحابی سے ایسی کوئی روایت منقول نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوموار، منگل، بدھ اور جمعرات قباء میں قیام فرمایا۔ دوسرے قول کے مطابق آپ اس سے زائد روز تک وہیں قیام فرما رہے۔ آپ نے مسجد قباء کی بنیاد رکھی۔ جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا فرمائی۔ اس مسجد کے متعلق آیت طیبہ نازل ہوئی۔ دوسری روایت کے مطابق اس سے مراد مسجد نبوی ہے۔ دونوں مساجد کی فضیلت میں احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ بعض علماء کرام نے ان روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ان ہر دو مساجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔

امام طبرانی نے حضرت شموس بنت نعمان رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں جلوہ افروز ہوئے تو میں آپ کی زیارت سے بہرہ مند ہوئی۔ آپ نے مسجد قباء کی بنیاد رکھی۔ میں نے آپ کو دیکھا۔ آپ نے پتھر اٹھایا۔ ایک صحابی آپ کے پاس گئے۔ انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے والدین آپ پر فدا! یہ پتھر میں اٹھا لیتا ہوں"۔ آپ نے فرمایا "نہیں! حتیٰ کہ میں اس مسجد کی بنیاد رکھ لوں"۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب آپ نے مسجد قباء بنانے کا ارادہ کیا تو فرمایا "اے اہل قباء! میرے پاس "الحرۃ" کے پتھر لے کر آؤ"۔ آپ کے پاس بہت سے

پتھر جمع کر دیئے گئے۔ آپ نے قبلہ کی طرف خط کھینچا۔ پھر ایک پتھر پکڑا اور اسے قبلہ کی سمت رکھ دیا۔ پھر فرمایا ''ابوبکر! پتھر اور اسے میرے پتھر کے ساتھ رکھ دو''۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''عمر! ایک پتھر لو اور اسے حضرت ابوبکر صدیق کے پتھر کے ساتھ رکھ دو''۔ پھر آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''عثمان غنی! ایک پتھر لو اور اسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پتھر کے ساتھ رکھ دو''۔ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ یہ آپ نے خلافت کی ترتیب کی طرف اشارہ کیا تھا۔ آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت بھی اسی طرح کیا تھا۔ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو آپ ہر ہفتہ کے روز مسجد قباء میں تشریف لاتے تھے۔ کبھی پیادہ اور کبھی سوار ہو کر وہاں تشریف لاتے تھے۔ پھر اس میں نماز ادا فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر مسجد قباء میں آیا۔ اور اس میں نماز ادا کی اس کے لئے ایک عمرہ کا ثواب ہے''۔ اسی مسجد کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تھی۔

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا (توبہ:108)

''اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں صاف ستھرا رہنے کو''۔ (جمال القرآن)

اہل قباء نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طہارت کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا ''وہ کون سی طہارت ہے جس کی بناء پر رب تعالیٰ نے تمہاری تعریف کی ہے'' انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سارے مرد و خواتین پیشاب کرنے کے بعد پتھروں سے استنجاء کر کے شرم گاہ کو پانی سے دھوتے ہیں''۔ دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے عرض کی ''ہم ساری رات حالت جنابت میں نہیں سوتے''۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناقہ مبارکہ پر سوار ہوئے۔ قباء سے روانہ ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ہمراہ تھے۔ بعض پیادہ اور بعض سوار تھے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک اونٹنی کی نکیل تھامنے کے لئے چھینا چھپٹی کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ میں داخل ہو گئے۔ خدام اور بچے یوں کہہ رہے تھے اللہ اکبر! جاء رسول اللہ! اللہ سب سے بڑا ہے۔ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی مسرت و شادمانی میں حبشی اپنے نیزوں سے کرتب دکھا رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قباء سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو بنو عمرو بن عوف نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم۔ آپ ہم سے ناراض ہو کر تشریف لے جا رہے ہیں یا کسی ایسے شہر کا قصد ہے جو ہمارے شہر سے بہتر ہے'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''مجھے ایسی بستی کا حکم دیا گیا ہے جو دیگر شہروں پر غالب آجائے گی۔ اس ناقہ مبارکہ کا رسہ چھوڑ دو۔ مسجد بنی سالم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز جمعہ کا وقت ہو گیا۔ اگر کوئی شخص مسجد قباء کی طرف جائے تو اس کے دائیں طرف وادی کے دامن میں ایک مسجد ہے جسے مسجد جمعہ کہا جاتا ہے۔ آپ کے ہمراہ صحابہ کرام نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ یہ پہلا جمعۃ المبارک تھا جو اسلام میں پڑھا گیا۔ اس مبارک روز میں آپ نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا ''جو اپنا چہرہ آگ سے کھجور کا ٹکڑا دے کر بچا سکتا ہو تو وہ ضرور بچائے۔ جو اتنی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ پاکیزہ بات سے ہی آتش جہنم سے بچ جائے۔ ایک نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ہے۔ والسلام

رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!۔

دوسری روایت میں ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!" نماز جمعہ ادا کرنیکے بعد آپ اپنی مبارک اونٹنی پر سوار ہو گئے۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ انصار کے گھروں میں سے جس گھر کے پاس سے بھی گزرتے تو وہ آپ سے عرض کرتے "آپ یہیں تشریف رکھیں" یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم۔ ہمارے پاس قوت اور دفاع کی طاقت موجود ہے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے "اس کا راستہ چھوڑ دو۔ اسے حکم دے دیا گیا ہے" اس حکم میں ایک حکمت بالغہ مخفی تھی۔ تاکہ کسی صحابی کے ہاں آپ کا جلوہ افروز ہونا آپ کا معجزہ بن جائے۔ جو نفوس کے راحت کا سامان بنے۔ ان میں سے ایک دوسرے کے ساتھ منافسۃ کا جذبہ ختم ہو جائے۔ اور اس امر کے متعلق کسی کے دل میں کچھ شک اور تردد نہ رہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو سالم بن عوف کے گھر کے پاس سے گزرے تو ان میں سے حضرت عتبان بن مالک حضرت نوفل بن عبد اللہ اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم عزت و اکرام کے ساتھ ہمارے ہاں جلوہ افروز ہوں۔ ہمارے پاس طاقت، سطوت اور دفاع کا ہر سامان موجود ہے"۔ دوسری روایت کے مطابق انہوں نے عرض کی "آپ ہمارے ہاں تشریف لے آئیں۔ ہماری تعداد کثیر، تیاری درست اور اسلحہ کے انبار ہیں۔ ہم لوگوں کے حلیف ہیں"۔ آپ نے انہیں دعائے خیر دی۔ آپ نے فرمایا "اس اونٹنی کا رستہ چھوڑ دو۔ اسے حکم دیا گیا ہے"۔ چہرۂ والضحیٰ پر تبسم تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے "اللہ تعالیٰ تم میں برکت ڈالے"۔ اونٹنی مبارکہ آگے رواں رہی۔ حتیٰ کہ وہ بنو بیاضہ کے گھروں کے پاس سے گزری۔ بنو بیاضہ میں سے حضرت زیاد بن لبید، حضرت فروہ بن عمرو آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے دیگر صحابہ کرام کی طرح عرض کی۔ آپ نے وہی جواب دیا جو پہلے ارشاد فرما چکے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو ساعدہ کے گھروں کے پاس سے گزرے تو ان میں سے حضرت سعد بن عبادہ، حضرت منذر بن عمر اور حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہم حاضر خدمت ہوئے۔ انہوں نے یہی گزارش کی۔ آپ نے وہی جواب ارشاد فرمایا۔ اونٹنی آگے بڑھنے گی۔ جب وہ بنو نجار کے پاس سے گزری تو بنو عدی بن نجار نے اس طرح عرض کی۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھال ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثیر تعداد مضبوط دفاع اور قرابت کے ہمراہ عزت واحترام کی طرف تشریف لے آئیں۔ حضور! ہمیں چھوڑ کر کسی اور کے پاس نہ جائیں۔ ہماری قرابت داری کی وجہ سے کوئی دوسرا ہم سے زیادہ آپ کا مستحق نہیں ہے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وہی جواب ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامورہ ہے۔ ناقہ مبارکہ آگے روانہ ہوگئی حتیٰ کہ وہ مسجد نبوی کی جگہ یا اس کے دروازہ کی جگہ یا منبر مبارک کی جگہ پر بیٹھ گئی۔ بنو مالک بن نجار کا گھر پاس ہی تھا۔ یہ جگہ سہل اور سہیل کی تھی۔ جہاں لوگ اپنی کھجوریں خشک کرتے تھے۔ وہ ناقہ مبارکہ اٹھی حتیٰ کہ وہ حضرت ابو ایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازہ کے سامنے بیٹھ گئی۔ یہ بھی بنو مالک بن نجار سے تھے۔ اونٹنی اٹھی۔ اور دوبارہ اسی جگہ جا کر بیٹھ گئی جہاں پہلے بیٹھی تھی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "اونٹنی نے اس امر کی طرف اشارہ کر دیا کہ آپ کی حیات طیبہ بھی یہی بسر ہو گی اور آپ کا روضہ مبارک بھی اس جگہ بنے گا۔ اونٹنی نے اپنی گردن زمین پر رکھ دی۔ پھر منہ کھولے بغیر ہی آواز نکالنے لگی۔ آپ نیچے تشریف لے آئے اور فرمایا "یہی منزل ہے۔ ان شاء اللہ! حضرت ابو ایوب نے آپ کے اذن سے آپ کا سامان اٹھایا اور اپنے گھر لے گئے۔ بنو نجار کا گھر انصار کے گھروں میں سے افضل اور بہترین تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کے ننھال تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ شرف ابدی بخشا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی کے ہاں جلوہ افروز ہوئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ناقہ مبارکہ اس جگہ پہلے بیٹھی۔ صحابہ کرام حاضر ہوئے۔ عرض کی "یا رسول اللہ! اس جگہ قیام ہو گا" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اسے چھوڑ دو" وہ اونٹنی اٹھی حتیٰ کہ وہ منبر کے پاس بیٹھ گئی۔ آپ اس کے نیچے تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار بار اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی۔

رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۲۹﴾ (المومنون)

"اے میرے رب! اتار مجھے بابرکت منزل پر اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے"۔ (جمال القرآن)

آپ پر نزول وحی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو فرمایا "بخدا! یہی منزل ہو گی" حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض گزار ہوئے "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا گھر سارے گھروں سے قریب ہے۔ مجھے اذن مرحمت فرمائیں کہ میں آپ کا سامان اپنے گھر لے جاؤں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی۔ اونٹنی بیٹھ گئی۔ جب حضرت ابو ایوب انصاری نے سامان اپنے گھر منتقل کر لیا۔ آپ نے فرمایا "آدمی اپنے سامان کے ساتھ ہوتا ہے"۔ پھر حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے مبارک اونٹنی کی نکیل پکڑ لی۔

حضرت ابو ایوب خالد رضی اللہ عنہ کی بلند اقبالی

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں جلوہ گر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ گھر کی دوسری منزل میں تھے"۔ دوسری روایت میں ہے "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے تشریف فرما ہو گئے۔ میں اور حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا دوسری منزل پر تھے۔ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ! میرا باپ اور میری ماں آپ پر فدا! مجھے یہ بات از حد ناپسند ہے کہ میں آپ کے اوپر رہوں اور آپ کا مسکن نیچے ہو۔ مجھے یہ پسند ہے کہ آپ بلند مسکن میں اور ہم آپ کے نیچے رہیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ابو ایوب! ہمارے لئے اور ہمارے اہل بیت کے لئے اسی میں سہولت ہے کہ ہم گھر کے نچلے حصہ میں رہیں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر کے نچلے حصہ میں جبکہ ہم اوپر والے حصہ میں تھے۔ جب میں اور حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا خلوت میں ہوئے تو میں نے انہیں کہا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ گھر کی اوپر کی منزل میں رہیں آپ پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ آپ پر نزول وحی ہوتا ہے" اس رات نہ میں اور نہ ہی ام ایوب آرام سے سو سکے بلکہ ساری رات سوچ و بچار کرتے گزر گئی۔ دوسری روایت میں ہے "ہم ساری رات جاگتے رہے"۔ ہم نے کہا "ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر چل رہے ہیں"۔ ہم نے ایک طرف ہو کر ساری رات گزار دی۔ ہمارا ایک گھڑا تھا۔ وہ ٹوٹ گیا۔ میں اور ام ایوب ساری شب وہ پانی اپنے لحاف سے جذب کرتے

رہے تاکہ پانی کے قطرات آپ ﷺ پر نہ گریں۔ اور آپ ﷺ کو اذیت نہ دیں۔ وقت صبح میں نے حضور ﷺ سے عرض کی "یارسول اللہ! ﷺ آج رات میں اور ام ایوب تو سو بھی نہیں سکے"۔ آپ نے فرمایا "ابوایوب! کیوں؟" میں نے عرض کی "آپ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ اوپر تشریف فرما ہوں۔ آپ پر ملائکہ اور وحی کا نزول ہوتا ہے" حضور ﷺ نے فرمایا "نچلی منزل میں ہمارے لئے زیادہ سہولت ہے"۔ میں نے عرض کی "مجھے اس ذات والا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس چھت پر کبھی نہیں چڑھ سکتا جس کے نیچے آپ تشریف فرما ہوں" ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ برابر عرض کرتے رہے حتیٰ کہ حضور ﷺ دوسری منزل پر اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نیچے آگئے۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہم حضور ﷺ کے لئے کھانا تیار کرتے تھے۔ جب کھانے کے برتن واپس آتے تو بقیہ کھانا ہم کھالیتے تھے۔ ہماری کوشش ہوتی تھی کہ ہم اس جگہ سے کھائیں جہاں حضور اکرم ﷺ کے دست شفا بخش لگے ہوں۔ تاکہ برکت نصیب ہو سکے۔ ایک دفعہ ہم نے رات کا کھانا بھیجا۔ ہم نے اس میں پیاز یا لہسن ڈالا ہوا تھا۔ آپ نے کھانا واپس کر دیا۔ ہم نے اس میں آپ کے دست اقدس کے نشانات نہ دیکھے۔ میں گھبرا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ عرض پیرا ہوا۔ آپ نے فرمایا "مجھے اس میں اس درخت کی بو آئی ہے۔ میں وہ ذات ہوں جس کے ساتھ سرگوشی (وحی) کی جاتی ہے۔ تم اسے کھالو"۔ ہم نے وہ کھانا کھالیا۔ پھر کھانے میں پیاز اور لہسن نہیں ڈالا۔

یہ روایت اس روایت کے منافی نہیں جس میں تذکرہ ہے کہ کھانا حضرت ابوایوب کے گھر کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گھروں سے آتا تھا۔ روایت ہے کہ ہر شب حضور ﷺ کے در اقدس پر تین یا چار افراد کھانا لے کر حاضر ہوتے تھے۔ حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہما کا پیالہ ہر روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پیالہ کا کھانا تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس بھی جاتا تھا۔ سب سے پہلا کھانے کا پیالہ جو آپ کی خدمت عالیہ میں پیش کیا گیا اس میں گندم کی روٹی کی ثرید گھی اور دودھ تھا۔ یہ پیالہ حضرت زید بن ثابت لے کر آئے تھے۔ انہوں نے یہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ! یہ پیالہ امی جان نے آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان کے ہاں برکت ڈالے"۔

تبع اور شہر مدینہ طیبہ

ابن اسحاق نے لکھا ہے "حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا گھر وہ کاشانہ اقدس تھا جسے تبع حمیری نے حضور ﷺ کے لئے تعمیر کیا تھا۔ جب وہ مکہ مکرمہ سے واپسی پر مدینہ طیبہ سے گزرا۔ اس نے اس شہر خوباں میں چار سو عالم بھی چھوڑے تھے۔

ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ تبع مکہ مکرمہ آیا۔ اس نے خانہ کعبہ کو غلاف چڑھایا۔ پھر مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہوا۔ اس کے پاس ایک لاکھ تیس ہزار شہ سوار تھے۔ ایک لاکھ تیرہ ہزار پیادہ فوجی تھے۔ جب یہ مدینہ طیبہ اترا تو اس کے علماء اور حکماء میں سے چار سو افراد نے یہ اتفاق کر لیا۔ اس امر پر بیعت کر لی کہ وہ اس شہر مبارک سے نہیں نکلیں گے۔ تبع نے ان سے سبب پوچھا تو انہوں نے کہا "اس کعبہ مقدسہ اور اس مبارک شہر کا شرف اس ذات والا کے ساتھ وابستہ ہے جن کا نام نامی

''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا۔ تبع نے وہیں اقامت اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک گھر تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اس نے چار سو گھر بنوائے۔ ہر عالم اور حکیم کے لئے ایک گھر تعمیر کیا۔ ہر ہر شخص کے لئے ایک ایک لونڈی خریدی۔ اسے آزاد کر کے اس کا نکاح اس شخص سے کر دیا۔ انہیں بہت زیادہ انعام واکرام سے نوازا اور انہیں حکم دیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور قدسی تک وہیں رہیں۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک خط لکھا جس میں اپنے اسلام کا تذکرہ کیا اس نے کچھ اشعار بھی لکھے۔ جن میں سے بعض اشعار درج ذیل ہیں۔

شهدت على احمد انه رسول من الله بارى النسم

میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روحوں کو تخلیق کرنے والے کی طرف سے رسول برحق ہیں۔

فلو مد عمرى الى عمره لكنت وزيراله و ابن عم

اگر میں آپ کی تشریف آوری تک زندہ رہا تو میں آپ کا وزیر اور چچازاد بن جاؤں گا۔

اس نے سونے کے ساتھ اس پر مہر لگائی۔ اسے ان کے سردار کے حوالے کیا اور اسے کہا کہ وہ یہ مکتوب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دے۔ بشرطیکہ اسے آپ کا عہد ہمایوں پالینا نصیب ہو جائے۔ ورنہ وہ یہ مکتوب اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کے حوالے کرتا جائے حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور اقدس ہو جائے۔ اس مکتوب میں مرقوم تھا۔

''وہ آپ پر ایمان لایا ہے۔ آپ کے دین حق کی تصدیق کی ہے'' تبع مدینہ طیبہ سے عازم سفر ہوا۔ وہ ہند میں مر گیا۔ اس کی موت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت میں ایک ہزار سال کی مدت ہے (شرح زرقانی)۔

کاشانہ اقدس جو تبع نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تعمیر کرایا تھا وہ مختلف لوگوں کے پاس سے ہوتا ہوا حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔ وہ اس عالم کی اولاد میں سے تھے جسے وہ خط دیا گیا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا تو انہوں نے یہ خط ابولیلیٰ کو دے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابولیلیٰ کو دیکھا تو فرمایا ''تو ابولیلیٰ ہے اور تیرے پاس تبع الاول کا خط ہے''۔ ابولیلیٰ حیران وششدر رہ گئے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے پوچھا ''آپ کون ہیں؟ آپ کے چہرے پر مجھے جادو کے اثرات دکھائی نہیں دے رہے'' انہوں نے گمان کیا کہ شاید آپ جادوگر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ وہ خط نکالو''۔ جب آپ نے وہ خط سنا تو فرمایا ''مرحبا بتبع الاخ الصالح'' آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے ''وہ اہل مدینہ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی تھی وہ انہی چار سو علماء اور حکماء کی اولاد میں سے تھے۔ اوس اور خزرج ان کی اولاد میں سے ہی تھے''۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہی کاشانہ اقدس میں جلوہ گر ہوئے تھے کسی اور کے گھر میں نہیں ٹھہرے تھے۔

مدینہ طیبہ کی بچیوں کا عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ''مجھے آج بھی وہ مبارک دن یاد ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہر خوباں

میں جلوہ افروز ہوئے تھے۔ میں نے اتنا روشن اور اتنا حسین دن کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بنو نجار کی بچیاں دف لے کر باہر نکل آئیں وہ دف بجا کر یہ اشعار پڑھنے لگیں۔

نحن جوار من بنی نجار یا حبذا محمد من جار

ہم بنو نجار کی بچیاں ہیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنے عمدہ ہمسائے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا ''بچیو! کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کی ''ہاں! یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم'' آپ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ جانتا ہے میرا دل بھی تم سے محبت کرتا ہے''۔ دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا ''بخدا! میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں''۔ آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ بچے اور بچیاں مدینہ طیبہ کی گلیوں میں یہ کہتے ہوئے بکھر گئے ''جاء محمد، جاء رسول اللہ اللہ اکبر جاء محمد رسول اللہ''

روایت ہے کہ جب ناقہ مبارکہ بنو نجار کے محلہ میں بیٹھ گئی تو بنو سلمہ میں سے، حضرت جبار بن صخر رضی اللہ عنہ آئے۔ وہ پاکباز مسلمانوں میں سے تھے۔ وہ ناقہ مبارکہ کو مارنے لگے تاکہ وہ وہاں سے اٹھ کر بنو سلمہ کے محلے میں بیٹھے۔ مگر اونٹنی نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''بنو نجار، پھر بنو عبد الاشہل، پھر بنو حارث، پھر بنو ساعدہ انصار کے بہترین گھروں میں سے ہیں۔ انصار کا ہر ہر گھر خیر و برکت سے بھرپور ہے''۔ جب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تک یہ فرمان فیض ترجمان پہنچا۔ ان کا تعلق بنو ساعدہ کے ساتھ تھا۔ تو انہوں نے اپنے دل میں کچھ پایا۔ انہوں نے کہا ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رتبہ میں ہمیں سب سے آخر میں کر دیا ہے۔ میرے گدھے پر زین کس کر میرے پاس لاؤ۔ تاکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر بات کروں'' ان کے بھانجے حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا ''کیا آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دینے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا رہے ہیں۔ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ جاننے والے ہیں؟ کیا آپ کے لئے یہ کافی نہیں کہ آپ کا خاندان چوتھے نمبر پر ہے'' یہ سن کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔ انہوں نے کہا ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں''۔ انہوں نے گدھے سے زین اتار لینے کا حکم دیا۔

دوسری روایت کے مطابق حضرت سہیل نے ان سے کہا ''بیٹھ جائیں۔ کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا شمار ان خاندانوں میں کیا ہے جن کا آپ نے نام لیا ہے اور ان سے زیادہ آپ نے نام نہیں لئے''۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ والا میں اس مقصد کے لئے نہ آئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر سات ماہ تک قیام فرما رہے حتیٰ کہ مسجد نبوی اور بعض حجرات مقدسہ تعمیر ہو گئے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو عمرو بن عوف کی طرف سے مدینہ طیبہ کی طرف منتقل ہوئے اور مہاجرین بھی آپ کے ساتھ ہی منتقل ہوئے تو انصار مہاجرین کے بارے منافسہ کرنے لگے کہ مہاجرین ان کے ہاں فروکش ہوں۔ حتیٰ کہ انہوں نے قرعہ اندازی کی۔ مہاجرین انصار کے گھروں اور ان کے اموال میں رہنے لگے۔

مدینہ طیبہ کا بخار

جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ رونق افروز ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بخار نے آلیا۔ امام نسائی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ آئے تو اس سرزمین پر سب سے زیادہ وبائیں آتی تھیں۔ صحابہ کرام کو بھی امراض اور وباؤں نے آلیا۔ مگر حضور اکرم ﷺ ان سے محفوظ رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہم کو بخار ہو گیا۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے اجازت طلب کی تا کہ وہ ان کی عیادت کر آئیں۔ یہ پردے کے احکام کے نزول سے پہلے کی بات ہے۔ حضور ﷺ نے مجھے اجازت دے دی۔ یہ تینوں ایک ہی گھر میں تھے۔ میں نے عرض کی ''والد گرامی! آپ کا کیا حال ہے؟ بلال! آپ کا کیا حال ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب اس حالت میں پوچھا جاتا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ تو وہ فرماتے

کل امری مصبح فی اهله والموت ادنی من شراك نعله

ہر شخص اپنے اہل خانہ میں صبح کرتا ہے۔ حالانکہ موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی اس کے قریب تر ہوتی ہے۔

حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''میں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ میرے والد گرامی بخار کی شدت میں یہ نہیں جانتے کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ پھر میں عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئی۔ میں نے پوچھا ''کیا حال ہے؟'' انہوں نے یہ اشعار پڑھے

لقد وجدت الموت قبل ذوقه ان الجبان حتفه من فوقه

میں نے موت کو چکھنے سے پہلے ہی اسے پالیا۔ بزدل کی موت اوپر سے آتی ہے۔

کل امری مجاهد بطوقه کالثور یحمی انفه بروقه

ہر شخص اپنے طوق کے ساتھ اس طرح کوشش کرنے والا ہے جس طرح بیل اپنے سینگ کے ساتھ اپنی ناک بچاتا ہے۔

میں نے کہا ''بخدا! انہیں بھی علم نہیں کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تیز بخار آلیتا تو وہ یہ اشعار پڑھتے۔

الا لیت شعری هل ابیتن لیلة بواد و حولها اذ خر د جلیل

و هل اردن یوما میاه مجنة و هل یبدون لی شامة و طفیل

کاش مجھے علم ہو جائے کہ میں کبھی اس وادی میں رات بسر کر سکوں گا میرے اردگرد اذخر (گھاس) اور جلیل (بوٹی) ہوگی کیا ہم کبھی مجنہ کے پانیوں پر فروکش ہو سکیں گے۔ کیا کبھی میرے لئے شامہ اور طفیل ظاہر ہو سکیں گے۔

مولا! عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت فرما۔ انہوں نے ہمیں اپنی وطن سے نکال کر وباؤں والی زمین کی طرف بھیج دیا ہے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ میں نے ساری صورت حال عرض کی۔ میں عرض گزار ہوئی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم بخار کی شدت کی وجہ سے انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں''۔ حضور سید عالم ﷺ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور یہ دعا مانگی ''مولا! ہمیں مدینہ طیبہ بھی اسی طرح محبوب بنادے جس

طرح ہمیں مکہ مکرمہ محبوب تھا یا اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔ مولا! ہمارے صاع اور مد میں برکت ڈال۔ ہمارے لئے اسے صحت افزاء بنا دے۔ اس کا بخار جحفہ کی طرف منتقل کر دے"۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اس شہر مبارک کی ہوا، مٹی، سکونت خوش گوار ہو گئی۔ حتیٰ کہ جو اس خنک شہر میں اقامت اختیار کرتا تو اسے اس کی مبارک مٹی اور دیواروں سے خوشبو آتی۔ یہ خوشبو کسی اور شہر سے نہیں آتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے لئے یہ دعا کئی بار مانگی تھی۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "ظاہر ہے کہ آپ کی دعائے مبارک پہلی بار ہی درِ اجابت پر قبول ہو گئی تھی۔ آپ نے مزید برکات کے حصول کے لئے بار بار دعائیں مانگیں تھیں۔ کیل میں آپ کی یہ دعا پوری طرح عیاں ہو کر ظاہر ہوئی۔ مدینہ طیبہ کا ایک مداتنی کفایت کر جاتا تھا کہ کسی اور شہر کا مداتنی کفایت نہیں کرتا تھا۔ یہ اس شخص کے لئے ایک امر محسوس تھا جو وہاں سکونت اختیار کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر دیا تھا۔ اس کے بعد جحفہ وبائی زمین بن گئی۔ جو شخص بھی جحفہ کا پانی پی لیتا اسے بخار ہو جاتا۔ جو پرندہ اس کے اوپر سے گزر جاتا اسے بخار ہو جاتا وہ وہیں گر جاتا۔ مدینہ طیبہ سے بخار کی شدت، وباء اور کثرت جحفہ کی طرف منتقل ہو گئی۔ اور جو رہ گئی وہ اتنی قلیل تھی کہ وہ کسی شمار میں نہ رہی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول کر لی۔ مدینہ طیبہ کی محبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں جاگزیں ہو گئی۔ حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی "مولا مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور مجھے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں موت نصیب فرما"۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دعا کو شرف اجابت عطا فرمایا۔ ابو لؤلؤ المجوسی کے ہاتھوں انہیں شہادت نصیب ہوئی۔ اس کا نام فیروز تھا۔ یہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو گنبد خضریٰ میں مدفن نصیب ہوا۔

حضرت اصیل غفاری کی روایت میں ہے وہ مکہ مکرمہ سے آئے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا "اصیل! آپ نے مکہ مکرمہ کو کس حالت پر چھوڑا ہے؟ انہوں نے کہا "میں نے اسے اس حالت پر چھوڑا کہ اس کے ندی نالے سفید تھے۔ اس کی گھاس بڑھ چکی تھی۔ اس کا اذخر شاداب ہو چکا تھا اس کا سلم خوش گوار تھا" یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مقدس میں آنسو آ گئے۔ آپ نے فرمایا "اصیل! تم نے ہماری آتش شوق کو بڑھا دیا ہے۔ دلوں کو چھوڑ دو تا کہ انہیں ٹھنڈک نصیب ہو جائے۔

مسجد نبوی کی تعمیر

مسجد نبوی کی تعمیر سے قبل حضور ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ نماز ادا فرما لیتے جس جگہ نماز کا وقت ہو جاتا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی بنانے کا ارادہ فرمایا تو فرمایا "بنو نجار! مجھ سے اپنے باغ کا سودا کر لو" انہوں نے عرض کی "ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے ہی مانگیں گے"۔ مگر آپ نے انکار کر دیا اور دس دیناروں سے وہ جگہ خرید لی۔ آپ نے وہ رقم حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے ادا کی۔ اس جگہ کا بعض حصہ حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی مسجد پر مشتمل تھا۔ حضرت ابو امامہ اس جگہ اپنے ساتھیوں کو جمعہ پڑھاتے تھے۔ بعض حصہ رافع بن عمرو کے دو یتیموں سہل اور سہیل کی ملکیت میں تھا۔ یہ یتیم حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی زیر کفالت تھے۔ دوسری روایت کے مطابق وہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی زیر کفالت

تھے۔ ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا جاسکتا ہے کہ وہ ان دونوں حضرات کی کفالت میں تھے۔ اس جگہ کھجوریں خشک کی جاتی تھیں۔ بعض جگہ پر کھجوریں تھیں اور بعض جگہ پر کھنڈرات تھے۔ اور بعض جگہ میں قبور تھیں۔ اس طرح ان تمام روایات کو جمع کرنا ممکن ہے جن میں سے بعض میں ہے کہ وہ جگہ مربد تھی۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ جگہ نخلستان تھی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ وہ جگہ حضرت اسعد بن زرارہ کی مسجد تھی۔ وغیرہ وغیرہ۔ قبور کو اکھیڑ دیا گیا۔ ہڈیاں کسی اور جگہ دفن کر دی گئیں غیر ہموار جگہ کو ہموار کر دیا گیا۔ کھجوروں کو کاٹ دیا گیا ان سے مسجد کے ستون بنائے گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اینٹیں بنانے کا حکم دیا۔ اینٹیں بنائی گئیں۔ مسجد کی دیواریں تعمیر ہوگئیں۔ ستون کھجور کے تنے اور چھت کھجور کے پتوں کا ڈالا گیا۔

محمد بن حسن المخزومی وغیرہ نے حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی تعمیر فرمانے کا ارادہ فرمایا تو فرمایا ''میرے لئے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے عریش کی طرح کا عریش اور ان کے سائبان کی طرح کا سائبان بنادو'' صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی ''حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا سائبان کیسا تھا؟ آپ نے فرمایا ''جب آپ کھڑے ہوتے تھے تو سر اقدس اس کے چھت کو چھوتا تھا'' پھر مسجد نبوی کا چھت بھی اس طرح رہا حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے۔ بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا عصا، آپ کی قامت اور آپ کا قبہ سات سات زراع کے تھے۔ یہ ایک مکمل تشبیہ ہے کیونکہ مسجد نبوی کا چھت بھی سات زراع تھا۔ امام بیہقی نے خادم رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی تو سب سے پہلے آپ نے ایک پتھر رکھا۔ پھر اسی پتھر کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پتھر رکھا۔ پھر اس کے ساتھ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پتھر رکھا۔ پھر اس کے ساتھ سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے پتھر رکھا۔ پھر اس کے ساتھ حضرت سیدنا مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پتھر رکھا۔ اس واقعہ میں ان کی خلافت کی ترتیب کی طرف اشارہ تھا بلکہ بعض راویات میں تو یہ صراحت موجود ہے کہ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق عرض کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''یہ میرے بعد خلفاء ہوں گے''۔ امام ابوزرعہ نے لکھا ہے کہ اس روایت کی سند میں کوئی بأس نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ''یہ میرے بعد امر کے والی ہوں گے'' البتہ یہ روایت جو مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں فرمایا تو اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے اپنے وصال کے وقت کسی معین شخص کو مسند خلافت پر بٹھانے کے لئے نص بیان نہیں کی۔ یہ اس امر کے منافی نہیں ہے کہ آپ کے بعد خلافت انہی حضرات قدسیہ کی اسی ترتیب سے ہوگی۔ ہمارا یہ کہنا کہ آپ نے خلافت کے بارے نص بیان نہیں کی آپ کے اس فرمان کے منافی نہیں ''الخلفاء بعدی'' کیونکہ یہ نص نہیں کیونکہ ممکن ہے اس سے مراد علم وارشاد میں خلافت ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اشارہ کے مطابق یہ حضرات قدسیہ اسی طرح مسند خلافت پر تشریف فرما ہوئے۔

اس کے بعد سارے مسلمان اینٹیں لانے لگے۔ سارے اہل اسلام اس مبارک کام میں مشغول ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تعمیر مسجد میں مصروف تھے۔ سارے مسلمان ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے جبکہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما دو دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے۔ ایک اینٹ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جبکہ ایک اینٹ اپنی طرف سے اٹھا رہے تھے۔ حضور

ﷺ نے فرمایا "عمار اس طرح اینٹیں کیوں نہیں اٹھاتے جس طرح تمہارے ساتھی اٹھا رہے ہیں؟" انہوں نے عرض کی "میں رب تعالیٰ سے زیادہ اجر و ثواب کا متمنی ہوں" حضور ﷺ نے ان کی کمر سے مٹی صاف کی اور انہیں فرمایا "سارے لوگوں کے لئے ایک اجر جبکہ تمہارے لئے دوگنا اجر ہے۔ دنیا میں تمہاری آخری خوراک دودھ ہوگا اور تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا"۔ پھر اسی طرح ہوا جس طرح حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔

الطبرانی نے "الکبیر" میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابو سنان الدوئلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو آخری وقت میں دیکھا انہوں نے غلام کو مشروب لانے کے لئے کہا۔ غلام ان کے لئے دودھ سے لبریز پیالہ لے آیا۔ انہوں نے اس سے نوش فرمایا پھر فرمایا "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔ آج میں اپنے محبوب کریم محمد عربی ﷺ اور آپ کے پاکباز گروہ سے ملاقات کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ میری آخری خوراک دودھ ہوگا۔ بخدا! اگر انہوں نے ہمیں شکست دے کر ہمیں سعفات ہجر تک پہنچا دیا تو پھر بھی ہمیں یقین ہوگا کہ ہم حق پر اور وہ باطل پر ہیں" پھر انہوں نے جہاد کیا حتیٰ کہ وہ جام شہادت نوش کر گئے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضور سید کائنات ﷺ بنفس نفیس صحابہ کرام کے ساتھ اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے۔ آپ ﷺ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول پڑھ رہے تھے۔

هذا الحمال لا حمال خيبر هذا ابر ربنا و اطهر

یہ وفاکش مزدور خیبر کے مزدوروں کی طرح نہیں ہیں۔ مولا! یہ ان سے زیادہ پاکباز اور صالحین ہیں۔

اسی طرح آپ حضرت عبد اللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی پڑھ رہے تھے۔

اللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اجر الآخرة فارحم الانصار والمهاجرة

مولا! اجر تو آخرت کا اجر ہی ہے انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔

شعر میں اصل لاهُمَّ ہے۔ دوسرے قول کے مطابق یہ شعر کسی انصاری خاتون کا ہے۔ اس کے بعد یہ شعر ہے۔

و عافهم من حر نار ساعرة فانها لكافر و كافرة

انہیں جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ سے نجات عطا فرما۔ یہ آگ کافر مرد اور کافر عورت کے لئے ہے۔

ایک دن حضور ﷺ نے اپنی چادر مبارک نیچے رکھ دی۔ آپ کام میں مصروف ہو گئے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی اپنی چادریں نیچے رکھ دیں اور وہ بھی مصروف کام ہو گئے۔ ان کی زبانوں پر یہ شعر تھا۔

لئن قعدنا والنبي يعمل ذاك اذن العمل المضل

اگر ہم بیٹھے رہیں اور نبی محترم ﷺ کام کاج میں مصروف رہیں تو یہ ایک ہمارا ناشائستہ فعل ہوگا۔

امام بیہقی نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ جب مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی تو حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب نے مل کر کام کیا۔ حضور ﷺ نے بنفس نفیس اینٹیں اٹھائیں۔ حتیٰ کہ آپ کے سینہ اقدس پر مٹی لگ گئی حضرت عثمان بن مظعون

رضی اللہ عنہ ایک نفیس اور ظریف انسان تھے۔ وہ اینٹیں اٹھا لیتے۔ اسے اپنے کپڑے سے دور رکھتے۔ جب وہ اینٹ نیچے رکھتے تو اپنی آستین جھاڑ لیتے اور اپنے کپڑوں کی طرف دیکھتے۔ اگر کپڑوں پر گرد و غبار لگی ہوتی تو اسے جھاڑ لیتے۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھا اور انہوں نے یہ شعر پڑھے۔

لا یستوی من یعمر المساجدا یدأب فیھا قائما و قاعدا

وَ من یری عن التراب حائدا

وہ شخص جو مساجد کو آباد کرتا ہے اس میں قیام و قعود کرتا ہے اور وہ شخص جو گرد و غبار سے بچتا ہوا نظر آتا ہے وہ کس طرح برابر ہو سکتے ہیں۔

یہ اشعار انہوں نے از روئے ظرافت اور تفنن طبع کہے تھے۔ جس طرح کہ مل کر کام کرنے والے کرتے ہیں۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن نہ تھا۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار سن لئے۔ انہیں علم نہ تھا کہ اس سے مراد کون ہے۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ پاس سے گزرے۔ انہوں نے کہا ''یا ابن سمیۃ! میں جانتا ہوں کہ حضرت علی المرتضی کی مراد کون ہے؟ ان کے پاس لوہے کی سلاخ تھی۔ انہوں نے کہا ''رک جاؤ ورنہ یہ میں تمہارے چہرے پر دے ماروں گا'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن لی۔ آپ نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہو گئے ہیں۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ عنقریب تمہارے بارے میں قرآن پاک نازل ہوگا''۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا ''میں ابھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی کر لوں گا'' انہوں نے عرض کی ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میرے ساتھیوں اور مجھے کیا ہو گیا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تمہیں اور انہیں کیا ہو گیا ہے'' انہوں نے عرض کی ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم وہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ خود ایک ایک اینٹ اٹھا رہے ہیں جبکہ وہ مجھ سے دو دو اینٹیں اٹھوا رہے ہیں''۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور انہیں مسجد میں گھمانے لگے۔ آپ نے ان کی گدی کے بالوں سے پکڑ رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا ''اے ابن سمیۃ! یہ تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ بلکہ تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی کا قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا۔

حجرات مقدسہ

مسجد نبوی کے ساتھ ہی حجرات مقدسہ تعمیر کئے گئے۔ ان کی دیواریں اینٹوں کی اور چھتیں کھجور کے پتوں کی تھیں۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں قریب البلوغ تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات مقدسہ میں داخل ہوتا تھا۔ میں ان کی چھتوں کو اپنے ہاتھوں سے چھو سکتا تھا۔

امام واقدی نے روایت کیا ہے کہ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مسجد کے قریب کئی مکانات تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس زوجہ محترمہ کے ساتھ نکاح فرماتے۔ وہ اپنا گھر ان کے لئے خالی کر دیتے۔ حتیٰ کہ انہوں نے سارے گھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کر دیئے۔

کچھ روز بعد حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہما کو مکہ مکرمہ بھیجا۔ وہ حضرت فاطمہ الزہراء، حضرت ام کلثوم، حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت اسامہ بن زید، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہن و عنہم کو لے کر آ گئے۔ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا پہلے سے اپنے شوہر نامدار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آ چکی تھیں۔ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے خاوند ابو العاص بن ربیعہ کے پاس تھیں۔ جب وہ غزوۂ بدر میں اسیر بن کر آئے اور حضور ﷺ نے ان پر احسان فرمایا تو انہوں نے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ طیبہ بھیج دیا۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن اریقط کو بھیجا۔ اس کے ساتھ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی طرف خط بھیجا کہ وہ اس کے ساتھ حضرت ام رومان، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہن کو بھیج دیں۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما اپنے رفیقان راہ کیساتھ اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر اپنے اہل خانہ کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ ہم اکٹھے ہی مدینہ طیبہ پہنچے۔ ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے اور حضور ﷺ کے اہل بیت اطہار بھی وہیں قیام فرما ہوئے''۔ اس وقت مسجد نبوی اور حجرات مقدسہ تعمیر ہو رہے تھے۔ ان میں سے ایک حجرہ مبارکہ میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تشریف فرما ہو گئیں اور حضور سید مرسلاں ﷺ ان کے پاس ہی قیام فرما ہوئے تھے۔ اس وقت تک آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے وظیفۂ زوجیت ادا نہیں کیا تھا۔

مؤاخات

آپ ﷺ کی تشریف آوری کو پانچ ماہ گزر گئے تو آپ نے مہاجرین وانصار کو رشتہ اخوت میں پرو دیا۔ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے۔

''اس اخوت کا مقصد یہ تھا تا کہ مہاجرین کی اجنبیت دور ہو سکے۔ اہل وعیال کی جدائی اور فراق برداشت کرنا آسان ہو سکے۔ اور مہاجرین وانصار ایک دوسرے کے کام آ سکیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت اور غلبہ عطا فرمایا اور اجنبیت ختم ہو گئی تو وراثت کے قوانین سے مؤاخات منسوخ ہو گئی۔ سارے اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (الحجرات:10)

''بے شک اہل ایمان بھائی بھائی ہیں''۔ (جمال القرآن)

حضور ﷺ نے نوے مہاجرین اور انصار کو رشتہ اخوت میں پرو دیا۔ جن میں پینتالیس مہاجرین اور پینتالیس انصار شامل تھے۔ ان کے مابین یہ مؤاخات حق، باہمی ہمدردی اور وراثت پر تھی۔ انصار نے اس مؤاخات کے لئے بہت سی قربانیاں دیں۔ حضور اکرم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے لئے ایک معاہدہ تحریر کرایا۔ بنو قینقاع، بنو قریظہ اور بنو نضیر کے یہودیوں کو بھی اس میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ ان کے ساتھ جنگ نہ کرنے اور اذیت نہ دینے پر صلح کر لی۔ یعنی وہ آپ کے ساتھ نہ جنگ کریں گے۔ نہ آپ کو اذیت دیں گے اور نہ ہی آپ کے خلاف کسی کی اعانت کریں گے۔ اور اگر کسی دشمن نے حملہ کر دیا تو

وہ آپ کی مدد کریں گے۔ حضور ﷺ نے ان کے ساتھ معاہدہ کرلیا اور انہیں ان کے دین اور اموال پر برقرار رکھا۔

مہاجرین اور انصار میں مؤاخات حضرت ابوطلحہ زید بن سہل رضی اللہ عنہ کے گھر رونما ہوئی۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اور حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کو رشتۂ اخوت میں پرو دیا۔ کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے سسر تھے۔ کیونکہ ان کی نورِ نظر آپ کی زوجیت میں تھیں۔ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن رویم خثعمی رضی اللہ عنہ کو بھائی بھائی، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت اسید بن حضیر کو، حضرت ابو عبیدہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ربیع کو بھائی بھائی بنا دیا۔ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن سے کہا ''عبدالرحمٰن! میں سارے انصار سے زیادہ مالدار ہوں۔ میں وہ مال آپ میں تقسیم کر دوں گا۔ میرے پاس دو بیویاں ہیں میں ان میں سے ایک کو طلاق دے دوں گا۔ جب اس کی عدت گزر جائے گی تو تم اس سے شادی کر لینا''۔ حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ تمہارے اہل اور مال میں برکت عطا فرمائے''۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''مجھے صرف بازار کا راستہ دکھا دو''۔ انہوں نے خرید و فروخت کی۔ حتیٰ کہ وہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ مالدار ہو گئے۔ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ ہجرت کے پہلے سال ہی وصال فرما گئے۔ جس کی وجہ سے حضور ﷺ بہت زیادہ غمزدہ ہوئے۔ یہ حضور ﷺ کے نقیب تھے۔ ان کے وصال کے بعد حضور ﷺ نے ان کے لئے نقیب نہ بنایا۔ جب بنو نجار نے عرض کی ''یا رسول اللہ! ان کی جگہ ہمارا ایک نقیب مقرر فرما دیں جو ہمارے امور کی نگرانی کرے''۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا ''تم ہمارے ننھیال ہو۔ اور میں ہی تمہارا نقیب ہوں'' حضور ﷺ نے ان میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو نقیب بنانا پسند نہ فرمایا۔ بنو نجار کے لئے یہ بات کتنے فخر کی تھی کہ حضور ﷺ ان کے نقیب تھے۔ جب ہجرت کو نو ماہ گزر گئے تو ماہ شوال میں آپ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے وظیفۂ زوجیت ادا کیا۔

اذان

جب مسلمان مدینہ طیبہ آئے تو وہ کسی اعلان کے بغیر ہی نماز کے وقت جمع ہو جاتے تھے۔ جب نماز کا وقت وہ کسی نشانی سے معلوم کر لیتے تو صحابہ کرام نماز کے لئے جمع ہو جاتے۔ نماز کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ اعلان کرتے ''الصلوٰۃ جامعۃ'' پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کسی ایسی چیز کے متعلق مشاورت کی جس سے نماز کے اوقات معلوم ہو سکیں۔ بعض نے کہا ''ہم اس طرح کا ناقوس بنا لیتے ہیں جس طرح کا ناقوس نصاریٰ کا ہوتا ہے۔ بعض نے کہا ''یہودیوں کی طرح بوق بنا لیتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ایک ایسا شخص بھیجا کرو جو نماز کے وقت نماز کا اعلان کیا کرے''۔ بعض نے کہا ''ہم نماز کے وقت آگ جلا کر بلند کیا کریں جسے دیکھ کر لوگ نماز کے لئے آ جایا کریں۔ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو ناقوس اٹھائے ہوئے تھا۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے اس شخص سے کہا ''اے عبداللہ! کیا تو ناقوس بیچے گا؟'' اس نے پوچھا ''تم اسے لے کر کیا کرو گے؟'' میں نے کہا ''ہم اس کے ذریعے نماز کا اعلان کریں گے''۔ اس شخص نے کہا ''کیا میں تمہاری راہ نمائی اس امر کی طرف نہ کروں جو اس سے بہتر ہو؟'' میں نے کہا ''ضرور'' اس نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور کہا ''اللہ

اکبر، اللہ اکبر.........'' وہ وقت صبح بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب عرض کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا'' یہ ایک سچا خواب ہے۔ ان شاء اللہ ! یہ کلمات طیبات بلال کو سکھا دو۔ وہ تم سے بلند آواز ہیں''۔ میں اٹھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو وہ کلمات سکھانے لگا۔ انہوں نے اذان دی۔ یہ صدائے دلنواز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی سن لی۔ وہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے باہر نکلے۔ انہوں نے عرض کی'' مجھے اس ذات والا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں نے خواب میں یہی منظر دیکھا ہے۔ بلکہ روایت ہے کہ چودہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی خواب دیکھا تھا۔ پھر وحی الٰہی سے بھی اس کی تائید ہوگئی۔ آپ ﷺ نے وحی الٰہی پر اعتماد کیا تھا۔ اور یہ خواب اسی کا سبب تھے۔

یہود دشمنی

حضور ﷺ مدینہ منورہ ہجرت فرما ہوئے تو وہاں اسلام کو غلبہ اور قوت نصیب ہوئی۔ یہودی علماء حضور اکرم ﷺ سے عداوت اور دشمنی کرنے لگے۔ یہ عداوت صرف اور صرف سرکشی اور حسد کی وجہ سے تھی کہ اللہ رب العزت نے اس عظیم امر کے لئے عرب کو کیوں مختص فرمایا ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِىْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ (آل عمران:118)

'' ظاہر ہو چکا ہے بغض ان کے مونہوں (یعنی زبانوں) سے اور جو چھپا رکھا ہے ان کے سینوں نے وہ اس سے بھی بڑا ہے''۔ (جمال القرآن)

یہودی علماء میں سے حیی، ابو یاسر، سلام بن مشکم، کنانہ بن ربیع، کعب بن اشرف، عبد اللہ بن صوریا، ابن صلوبا اور مخیریق سب سے پیش پیش تھے۔ بعد میں مخیریق کو شرف اسلام نصیب ہوا۔ یہ درجہ صحابیت پر فائز ہوئے۔ ان کے سات باغات تھے۔ انہوں نے سارے باغات کے بارے حضور ﷺ کو وصیت لکھ دی۔ جب اذان اور حضور ﷺ کی شہادت کا اعلان ہوا تو یہود کی یہ دشمنی دو چند ہوگئی۔

حیی بن اخطب کی عداوت

یہ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا باپ تھا۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا'' میں اپنے باپ اور چچا کی سب سے عزیز بیٹی تھی۔ یہ دونوں یہود کے علماء میں سے تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو علمائے یہود آپ کے پاس گئے۔ پھر عشاء کے وقت واپس آگئے۔ میں نے اپنے چچا کو سنا۔ وہ میرے والد سے کہہ رہا تھا '' یہ وہ وہی ذات پاک ہیں'' اس نے کہا'' ہاں!'' چچا نے پوچھا'' کیا تو نے اسے خوب دیکھا ہے اور پہچانا ہے؟ اس نے کہا '' ہاں'' میرے باپ نے پوچھا'' تمہارے دل میں اس کے متعلق کیسے جذبات ہیں؟ چچا نے کہا'' بخدا! میں جب تک زندہ رہوں گا ان سے عداوت ہی کرتا رہوں گا''۔

دوسری روایت کے مطابق ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا'' جب حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ رونق افروز ہوئے تو میرا چچا

آپ کے پاس گیا۔ آپ کی باتیں سنیں۔ آپ سے گفتگو کی۔ پھر اپنی قوم کے پاس واپس آ گیا۔ اس نے کہا "اے میری قوم! تم میری اطاعت کر لو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے پاس وہ ذات والا لے آیا ہے جس کے تم منتظر تھے۔ تم ان کی اتباع کرو۔ مخالفت نہ کرو"۔ پھر میرا باپ حضور ﷺ کی خدمت میں گیا۔ اس نے آپ کی باتیں سنیں۔ پھر اپنی قوم کے پاس آیا۔ اس نے کہا "میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں بخدا! میں جب تک زندہ رہوں گا اس سے دشمنی ہی کرتا رہوں گا" اس کے بھائی ابو یاسر نے کہا "اس معاملہ میں میری اطاعت کر لو۔ پھر جس معاملہ میں چاہو میری مخالفت کر لینا۔ ہم برباد نہیں ہوں گے"۔ اس نے کہا "بخدا! میں تیری اطاعت ہرگز نہیں کروں گا" پھر ابو یاسر نے اپنے بھائی حیی کی موافقت کر لی"۔ یہ سب سے زیادہ حضور ﷺ سے عداوت رکھتے تھے۔ یہ بھرپور کوشش کرتے تھے کہ لوگ اسلام کے چشمۂ صافی سے دور رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُم مِّنْ بَعْدِ إِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِم مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ (البقرہ:109)

"دل سے چاہتے ہیں بہت سے اہل کتاب کہ کسی طرح پھر بنا دیں تمہیں ایمان لانے کے بعد کافر (ان کی یہ آرزو) بوجہ اس حسد کے ہے جو ان کے دلوں میں ہے (یہ سب کچھ) اس کے بعد جبکہ خوب واضح ہو چکا ہے ان پر حق"۔ (جمال القرآن)

لبید بن الاعصم کی جادوگری

لبید نے کنگھی اور بال لے کر جادو کیا۔ اس نے یہ چیزیں اپنے یہودی غلام کو دیں۔ یہ یہودی غلام حضور ﷺ کی خدمت کرتا تھا۔ اس نے (شمع) موم بتی یا آٹے سے حضور اکرم ﷺ کی شکل مبارک کی صورت بنائی۔ اس میں گیارہ گرہیں لگائیں اور اسے ذرک کے کنویں میں پھینک دیا۔ حضور ﷺ کو ایسے امور میں جن کا تعلق وحی کے ساتھ نہ تھا یوں محسوس ہوتا کہ آپ نے وہ کام کر لیا ہے حالانکہ وہ کام آپ نے نہیں کیا ہوتا تھا۔ جیسا کہ کھانا پینا اور وظیفۂ زوجیت۔ ایک سال، یا چھ ماہ یا چالیس روز گزر گئے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس جادو، اس کے مقام کے متعلق بتایا۔ حضور ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو وہاں بھیجا۔ اس کنویں کا رنگ یوں ہو چکا تھا گویا کہ اس میں مہندی ملائی گئی ہو۔ انہوں نے وہ چیزیں کنویں سے نکالیں۔ جب بھی کوئی گرہ کھولی جاتی حضور ﷺ ہلکا پن محسوس کرتے۔ حتیٰ کہ آپ بالکل صحیح انداز میں کھڑے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نازل کی۔ ان دونوں سورتوں کی گیارہ آیات ہیں۔ جب ایک آیت طیبہ پڑھی جاتی ایک گرہ کھل جاتی۔ حضرت جبرائیل امین نے یہ پڑھ کر آپ کو دم کیا "بِاسْمِ اللهِ أَرْقِيْكَ وَاللهُ يَشْفِيْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ يُؤْذِيْكَ" "میں اللہ تعالیٰ کے مبارک اسم کے ساتھ آپ کو دم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر اس مرض سے شفایاب کر دے گا جو آپ کو اذیت دیتی ہے"۔

پھر آپ ﷺ نے لبید کو حاضر کیا۔ اس نے اعتراف گناہ کیا۔ مگر آپ نے درگزر سے کام لیا۔ اس نے یہ عذر پیش کیا کہ

دیناروں کی محبت نے اسے اس کام پر ابھارا تھا۔ حضور ﷺ سے عرض کی گئی "کاش کہ آپ ﷺ اسے تہ تیغ کر دیتے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے عافیت بخشی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا شدید ہے"۔ دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا "مجھے تو اللہ تعالیٰ نے عافیت عطا فرمائی ہے۔ مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے کہ میں لوگوں میں شر پھیلاؤں"۔

حضور سید عالم ﷺ کا وسیلہ جلیلہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت مبارکہ سے قبل یہود آپ ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے اوس اور خزرج پر فتح کی دعا مانگا کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے "عنقریب ایک عظیم الشان نبی مبعوث ہوں گے۔ ان کے اوصاف حمیدہ یہ یہ ہوں گے۔ ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں عاد اور ارم کی طرح قتل کریں گے"۔ جب اسلام کا نور تاباں مدینہ طیبہ پہنچ گیا تو حضرت معاذ بن جبل اور حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا "اے گروہ یہود! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اسلام قبول کرو۔ تم حضور ﷺ کے اسم گرامی کے وسیلہ سے ہمارے خلاف دعائیں مانگتے تھے۔ ہم کفر و شرک کی ظلمتوں میں تھے۔ تم ہمیں بتاتے تھے کہ عنقریب نبی آخر الزمان ﷺ مبعوث ہوں گے"۔ تم ہمیں آپ کے شمائل سنیہ بھی بتاتے تھے" سلام بن مشکم نے کہا "یہ ایسی کوئی چیز لے کر نہیں آئے جسے ہم جانتے ہوں اور جس کا ہم تم سے تذکرہ کرتے ہوں"۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ (البقرہ)

"اور جب آئی ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) جو تصدیق کرتی تھی اس (کتاب) کی جو ان کے پاس تھی اور وہ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے۔ کافروں پر (اس نبی کے وسیلہ سے) تو جب تشریف فرما ہوا ان کے پاس وہ نبی، جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا اس کے جاننے سے، سو پھٹکار ہو اللہ کی (دانستہ) کفر کرنے والوں پر"۔ (جمال القرآن)

مالک بن صلت یہودی علماء میں سے تھا۔ یہ حضور اکرم ﷺ سے بغض رکھتا تھا۔ یہ یہودیوں پر پیغام حق ملتبس کر دیتا تھا اور ان سے بہت سا مال بٹور لیتا تھا۔ ایک دن حضور ﷺ کے پاس آیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا "میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں جس نے تورات نازل کی کہ کیا تو تورات میں پاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ "جرمین" سے بغض رکھتا ہے تو بھی جرمین ہے۔ تو اس مال سے موٹا ہوا ہے جو تجھے یہودی دیتے ہیں"۔ یہ سن کر اس یہودی کو بہت غصہ آیا۔ اس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی اور کہا "اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ بھی نازل نہیں کیا"۔ اس نے حضور سید الانبیاء، حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اور ان کے پیغام حق کا انکار کیا۔ یہود نے اسے کہا "یہ تیری طرف سے ہمیں کیسا پیغام پہنچا ہے؟ اس نے کہا "انہوں نے مجھے طیش دلائی اور میں نے یہ بات کر دی"۔ یہودیوں نے اس سے اقتدار چھین لیا۔ اس کی جگہ کعب بن اشرف کو اپنا رئیس

بنالیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سیاہ قسمت کے بارے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى (الانعام:91)

''اور نہ قدر پہچانی انہوں نے اللہ کی جیسے حق تھا۔ اس کی قدر پہچاننے کا۔ جب کہا انہوں نے کہ نہیں اتاری اللہ نے کسی آدمی پر کوئی چیز (یعنی وحی) آپ پوچھیں کس نے اتاری تھی وہ کتاب جسے لے کر آئے تھے موسیٰ''۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ بھی نازل کی۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ (سورۃ البقرہ:89)

''تو جب تشریف فرما ہوا ان کے پاس وہ نبی جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا اس کے ماننے سے''۔ (جمال القرآن)

روایت ہے کہ بنو قریظہ، بنو نضیر وغیر ہما کے یہودی جب بنو اسد، بنو غطفان اور بنو جہینہ وغیرہم سے جنگ کرتے تو یہ دعا مانگتے ''مولا! ہم تجھ سے اس نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے مدد کی التجاء کرتے ہیں جن کا تو نے وعدہ کیا ہے کہ تو انہیں آخری زمانہ میں مبعوث کرے گا۔ تو ہماری مدد فرما''۔ دوسری روایت میں دعا کے الفاظ یہ ہیں ''مولا! اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ہماری مدد فرما جنہیں تو آخری زمانہ میں مبعوث کرے گا۔ جن کی صفت ہم تورات میں پاتے ہیں کہ وہ انہیں عذاب دیں گے اور انہیں قتل کریں گے''۔ ایک اور روایت میں ہے کہ خیبر کے یہودی بنو غطفان کے ساتھ جنگ آزما ہوتے تھے۔ یہ جب بھی ان کیساتھ معرکہ آزما ہوتے تو یہودیوں کو خاک چاٹنی پڑتی۔ ایک روز انہوں نے یہ دعا مانگی ''مولا! ہم تجھ سے اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے التجا کرتے ہیں جنہیں تو آخری زمانہ میں مبعوث کرے گا تو ہماری نصرت فرما''۔ ان کی مدد کر دی گئی۔ پھر جب بھی یہودی بنو غطفان کے ساتھ نبرد آزما ہوتے وہ یہی دعا مانگتے تو بنو غطفان کو شکست ہو جاتی۔

انصار کے مابین آتش جنگ بھڑکانے کی سعی

شاس بن قیس یہودی علماء میں سے سب سے زیادہ حریص تھا کہ لوگ اسلام کے چشمۂ صافی سے دور بھاگ جائیں۔ یہ مسلمانوں سے شدید حسد کرتا تھا۔ اس لئے مسلمانوں پر شدت سے طعن کرتا تھا۔ ایک روز یہ اوس اور خزرج کے قبائل کے پاس سے گزرا۔ وہ باہم شیر و شکر ہو کر باتیں کر رہے تھے۔ یہ ان کے باہمی الفت اور محبت کو دیکھ کر آتش پا ہو گیا۔ اس نے کہا ''بنو قیلہ ایک جگہ جمع ہو چکے ہیں۔ بخدا! جب یہ ایک جگہ اکٹھے ہوتے ہیں تو ہمیں قرار نصیب نہیں ہوتا''۔ اس نے ایک یہودی نوجوان سے کہا ''ان کے پاس جا۔ ان میں بیٹھ جا۔ یوم بعاث کا ذکر چھیڑ دے اور اس جنگ کے متعلق اشعار پڑھ''۔ اس نوجوان نے اسی طرح کیا اس وقت ایک قبیلہ نے کہا ''ہمارے شاعر نے اس طرح کہا تھا''۔ دوسرے نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا ''ہمارے شاعر نے اس طرح کہا تھا''۔ وہ باہم جھگڑنے لگے۔ انہوں نے جنگ کا اعلان کیا۔ انہوں نے کہا ''اے اوس قبیلہ کے لوگو! اے خزرج قبیلہ کے لوگو! پھر وہ جنگ کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے ہتھیار سجا لئے تھے اور قتال کے لئے جنگ بندی کر لی تھی۔ یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک بھی پہنچ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین کے ہمراہ ان کی طرف تشریف لے

گئے۔ آپ نے فرمایا "اے مسلمانوں کے گروہ! اللہ اللہ! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ جاہلیت کی پکار! کیا تم جاہلیت کی پکار کے ساتھ یوں جنگ کرنے لگے ہو۔ جبکہ ابھی میں تمہارے سامنے ہوں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی طرف ہدایت دی ہے اور زمانۂ جاہلیت کا امر تم سے دور کر دیا ہے۔ اس نے تمہیں کفر سے بچا لیا ہے اور تمہارے دلوں کو باہم جوڑ دیا ہے"۔ اس وقت اوس اور خزرج کو احساس ہو گیا کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ یہ دشمن کا مکروفریب ہے۔ وہ رونے لگے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو گلے لگا لیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ واپس آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے شاس بن قیس کے بارے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا (آل عمران: 99)

"اے اہل کتاب! تم کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے اسے جو ایمان لا چکا۔ تم چاہتے ہو کہ اس راہ (راست) کو ٹیڑھا بنا دو"۔ (جمال القرآن)

اللہ تعالیٰ نے انصار کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل کی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۝ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْھَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَھْتَدُوْنَ ۝ (آل عمران)

"اے ایمان والو! اگر تم کہا مانو گے ایک گروہ کا اہل کتاب سے (تو نتیجہ یہ ہوگا کہ) لوٹا کر چھوڑیں گے تمہیں تمہارے ایمان قبول کرنے کے بعد کافروں میں۔ اور یہ ہو سکتا ہے کہ تم (اب پھر) کفر کرنے لگے حالانکہ تم وہ ہو کہ پڑھی جاتی ہیں تم پر اللہ کی آیتیں اور تم میں اللہ کا رسول بھی تشریف فرما ہے اور جو مضبوطی سے پکڑتا ہے اللہ (کے دامن) کو تو ضرور پہنچایا جاتا ہے اسے سیدھی راہ تک۔ اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے جیسے حق ہے اس سے ڈرنے کا اور (خبردار) نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ اور مضبوطی سے پکڑ لو اللہ کی رسی سب مل کر اور جدا جدا نہ ہونا اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت (جو اس نے) تم پر فرمائی جب کہ تم تھے (آپس میں) دشمن۔ پس اس نے الفت پیدا کر دی تمہارے دلوں میں۔ تو بن گئے تم اس کے احسان سے بھائی بھائی اور تم (کھڑے) تھے دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر۔ تو اس نے بچا لیا تمہیں اس (میں گرنے) سے یونہی بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیتیں تا کہ تم ہدایت پر ثابت رہو"۔ (جمال القرآن)

روح کے متعلق سوال

یہودیوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے متعلق سوال کیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے

فرمایا "میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ مدینہ طیبہ میں رواں دواں تھا۔ آپ ﷺ کے پاس شاخ خرما تھی۔ آپ ﷺ یہودیوں کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا "ان سے کوئی بات نہ پوچھنا ورنہ تمہیں ناپسندیدہ جواب سننا پڑے گا" دوسری روایت کے مطابق انہوں نے کہا "ورنہ تمہیں وہ ایک ایسا جواب مرحمت فرمائیں گے جو تمہارے لئے دلیل ہوگی کہ وہ نبی امی ﷺ ہیں۔ تم ان کی نبوت کا انکار کرتے ہو"۔ وہ اٹھ کر حضور ﷺ کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا "ابوالقاسم! روح کیا ہے؟ ہمیں روح کے متعلق بتائیں"۔ آپ خاموش ہو گئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں سمجھا کہ نزول وحی ہو رہا ہے"۔ آپ نے فرمایا

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (بنی اسرائیل:85)

"یہ دریافت کرتے ہیں آپ سے روح کی حقیقت کے متعلق۔ (انہیں) بتائیے روح میرے رب کے حکم سے ہے"۔ (جمال القرآن)

یہودیوں نے کہا "ہم اپنی کتاب تورات میں اسی طرح پاتے ہیں" پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ یہ آیت طیبہ مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل ہوئی جب قریش مکہ نے آپ سے اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے متعلق پوچھا تھا۔ ممکن ہے کہ اس آیت طیبہ کا نزول دوبارہ ہوا ہو۔ جب یہودیوں نے آپ سے روح کے متعلق سوال کیا تو حضور ﷺ خاموش ہو گئے۔ آپ منتظر تھے کہ کیا اس جواب کے علاوہ کسی اور جواب کا نزول ہوتا ہے جو آپ نے قریش مکہ کو مرحمت فرمایا تھا یا پہلے جواب کا نزول ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعینہا پہلی آیت طیبہ نازل کی۔ آپ نے اسی آیت طیبہ کو تلاوت فرمایا یہودیوں نے کہا "ہم اپنی کتاب تورات میں اسی طرح پاتے ہیں"۔

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی نو آیات

ایک دفعہ دو یہودی حضور اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق پوچھا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ (بنی اسرائیل:101)

"اور ہم نے عطا فرمائی تھیں موسیٰ (علیہ السلام) کو نو روشن نشانیاں"۔ (جمال القرآن)

آپ ﷺ نے ان سے فرمایا "وہ نو نشانیاں یہ ہیں تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ بدکاری نہ کرو۔ اس نفس کو قتل نہ کرو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، مگر حق کے ساتھ۔ چوری نہ کرو۔ بری شخص کو سلطان کے پاس نہ لے جاؤ۔ سود نہ کھاؤ۔ پاکباز عورت پر بہتان نہ لگاؤ۔ اے یہود! تمہارے لئے یہ خاص حکم ہے کہ ہفتہ کے متعلق سرکشی نہ کرو"۔ ان دونوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک اور پاؤں مبارک چومے اور کہا "ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں"۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا "پھر تم اسلام قبول کیوں نہیں کر لیتے؟" انہوں نے کہا "ہمیں خطرہ ہے کہ اگر ہم نے اسلام قبول کر لیا تو یہودی ہمیں جان سے مار ڈالیں گے"۔ نو آیات کی یہ تفسیر اس تفسیر کے منافی نہیں جس میں کہا گیا ہے کہ اس

سے مراد نو معجزات ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے۔ وہ نو معجزات یہ ہیں ''عصا مبارک، ید بیضاء، قحط، پھلوں میں کمی، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون''۔ وہ نشانیاں تکلیف، توحید، اس کے اصول اور امر دین کی طرف رجوع پر دلالت کرتی ہیں۔ جبکہ یہ آیات حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں۔ کوئی مانع نہیں کہ ان سے حسیہ اور معنویہ، ظاہریہ اور باطنیہ آیات مراد ہوں۔

سب سے بڑی شہادت

اس آیت طیبہ

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران)

''شہادت دی اللہ تعالیٰ نے (اس بات کی کہ) بے شک نہیں کوئی خدا سوائے اس کے اور (یہی گواہی دی) فرشتوں نے۔ اور اہل علم نے (ان سب نے یہ بھی گواہی دی کہ وہ) قائم فرمانے والا ہے عدل و انصاف کو نہیں کوئی معبود سوائے اس کے (جو) عزت والا حکمت والا ہے بے شک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے''۔ (جمال القرآن)

کے نزول کے متعلق کہا گیا ہے کہ سرزمین شام سے دو علماء مدینہ طیبہ آئے۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے علم نہ تھا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ''یہ شہر اس شہر سے کتنی مشابہت رکھتا ہے جہاں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو گا۔ انہیں بتایا گیا کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر اس مبارک شہر میں جلوہ گر ہو چکے ہیں۔ آپ اسی شہر خنک میں رونق افروز ہیں۔ وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے پوچھا ''کیا آپ محمد (عربی صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں''۔ آپ نے فرمایا ''ہاں'' انہوں نے کہا ''ہم آپ سے ایک مسئلہ پوچھتے ہیں۔ اگر آپ نے ہمیں بتا دیا تو ہم اسلام لے آئیں گے''۔ آپ نے فرمایا ''پوچھ لو'' انہوں نے عرض کی ''ہمیں اس سب سے بڑی شہادت کے بارے بتائیں جو کتاب الٰہی میں موجود ہے''۔ اس وقت مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل ہوئی۔ آپ نے یہ آیت مبارکہ انہیں پڑھ کر سنائی وہ دونوں ایمان لے آئے۔

سورۃ اخلاص کا نزول

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ آپ کے پاس حاضر ہوا۔ انہوں نے کہا ''ہمیں بتائیں کہ آپ کا رب کس چیز سے بنا ہوا ہے؟'' یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید غصہ آیا۔ حتیٰ کہ آپ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ حضرت جبرائیل امین حاضر خدمت ہوئے۔ انہوں نے عرض کی ''آپ اس معاملے کو آسان لیجئے'' اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاخلاص نازل کی۔ جس میں ہے کہ وہ ذات باری تعالیٰ جلال اور کمال کی صفات میں یکتا ہے۔ وہ جسم سے منزہ ہے۔ واجب الوجود لذاتہ ہے۔ یعنی اس کی ذات ہی اس کے وجود کا تقاضا کرتی ہے۔ وہ غیر سے مستغنی ہے۔ باقی سارے اس کے محتاج ہیں۔

ایک اور قول کے مطابق جب نجران کے وفد نے تثلیث کے بارے گفتگو کی اور مسلمانوں سے مناظرہ کیا تو مسلمانوں نے ان سے پوچھا "کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھاتے تھے؟" انہوں نے کہا "وہ کھانا نہیں کھاتے تھے" اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے بطلان کے لئے سورۃ الاخلاص نازل کی۔ کیونکہ "الصمد" وہ ہوتا ہے جس کا پیٹ نہ ہو اور وہ کھانے کا محتاج نہ ہو۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الاتقان" میں لکھا ہے "سورۃ الاخلاص کا نزول کئی بار ہوا۔ یہ ایک دفعہ مکہ مکرمہ کے مشرکین کے جواب میں نازل ہوئی۔ جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا "ہمیں اپنے رب کے اوصاف بتائیں" ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن سلام کے سوال کے جواب میں نازل ہوئی۔ جب انہوں نے کہا "محمد عربی! صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کا نسب بیان کریں" اور ایک دفعہ یہ مدینہ طیبہ میں اہل کتاب کے جواب میں نازل ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن سلام کی گواہی

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہود کے جید علماء میں سے تھے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے ان کا نام "حصین" تھا۔ اسلام قبول کر لینے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔ یہ حضرت یوسف الصدیق علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان عالی شان میں ان کی تعریف کی ہے۔

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنۢ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ عَلَىٰ مِثۡلِهِۦ فَـَٔامَنَ وَٱسۡتَكۡبَرۡتُمۡ (الاحقاف:10)

"حالانکہ گواہی دے چکا ہے ایک گواہ بنی اسرائیل سے اس کی مثل پر اور وہ ایمان بھی لے آیا اور تم نے تکبر کیا"۔ (جمال القرآن)

ان کا تعلق بنو قینقاع کے یہودیوں سے تھا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے دن مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے تھے۔ آپ حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر تشریف فرما تھے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے آپ کا یہ فرمان فیض ترجمان سنا "اے لوگو! اسلام پھیلاؤ، صلہ رحمی کرو، کھانا کھلاؤ، رات کو نماز پڑھو جبکہ لوگ سوئے ہوں، تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے"۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو لوگ جلدی جلدی آپ کی زیارت کے لئے گئے۔ میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے آپ کے روئے تاباں کی زیارت کی تو میں پکار اٹھا "یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا"۔ کیونکہ آپ کی صورت مبارک اور ہیئت پاکیزہ کو دیکھ کر ہی اہل دانش اندازہ کر لیتے ہیں کہ یہ جھوٹے نہیں۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں "میں نے سنا آپ فرما رہے تھے۔ "اے لوگو! سلام پھیلاؤ......"

اس وقت میں نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں"۔ آپ پیغام حق لے کر تشریف لائے ہیں۔ پھر میں اپنے اہل خانہ کے پاس آیا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ میں اپنا اسلام یہود سے چھپاتا تھا۔ پھر میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر آیا۔ میں نے آپ سے عرض کی "یہودی جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار اور سردار کا فرزند ہوں۔ ان میں

سے سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑے عالم کا نور نظر ہوں۔ یا رسول اللہ! یہود کے آنے سے پہلے آپ مجھے چھپا دیں۔ آپ انہیں بلائیں اور اس سے قبل کہ انہیں میرے اسلام کا علم ہو ان سے میرے متعلق پوچھیں۔ یہود ایک جھوٹی قوم ہے۔ اگر انہیں میرے اسلام کے بارے علم ہو گیا تو یہ مجھ پر بہتان لگائیں گے۔ آپ ان سے پختہ عہد لے لیں کہ اگر میں نے آپ کی اتباع کر لی اور آپ پر ایمان لے آیا تو وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اور آپ کی کتاب زندہ پر ایمان لے آئیں گے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ آپ کے پاس آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا "اے گروہ یہود! تمہارے لئے ہلاکت! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں تم جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں۔ اور سچا پیغام لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ اسلام لے آؤ"۔ یہود نے کہا "ہم نہیں جانتے" آپ نے انہیں تین بار یہی فرمایا اور انہوں نے تین بار یہی جواب دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابن سلام تم میں سے کیسا شخص ہے؟" انہوں نے کہا "وہ ہمارا سردار، ہمارے سردار کا فرزند ہے وہ سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے۔ وہ ہم میں سے بہترین اور بہترین شخصیت کا نور نظر ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہارا کیا خیال ہے اگر وہ یہ گواہی دے دے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اس کتاب پر ایمان لے آئے جو مجھ پر نازل ہوئی ہے تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟ یہودیوں نے کہا "ہاں" حضور فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ آپ نے فرمایا "ابن سلام! باہر آ جاؤ"۔ وہ باہر آئے۔ آپ نے فرمایا "عبداللہ بن سلام! کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں۔ تم دیکھتے ہو کہ میرا ذکر جمیل تورات اور انجیل میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے عہد لیا تھا کہ تم مجھ پر ایمان لاؤ گے۔ اور تم میری اتباع کرو گے"۔ حضرت ابن سلام نے عرض کی "ہاں! اے گروہ یہود! تمہارے لئے بربادی ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں تم خوب جانتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اور وہ حق کا پیغام لے کر آئے ہیں"۔

دوسری روایت میں ہے "تم خوب جانتے ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں تم تورات میں آپ کا اسم مبارک اور اوصاف جلیلہ پاتے ہو"۔ یہودیوں نے کہا "تم نے جھوٹ بولا ہے۔ تم ہم سب سے برے اور سب سے برے کی اولاد ہو"۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مجھے یہی اندیشہ تھا۔ میں نے آپ سے عرض نہیں کی تھی کہ یہود ایک مکار اور جھوٹی قوم ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو باہر نکال دیا۔ میں نے اپنے اسلام کا اظہار کر دیا"۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات طیبات نازل کیں۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَ اسْتَكْبَرْتُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۠ (سورۃ الاحقاف)

"فرمائیے کیا تم نے کبھی اس پر غور کیا کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کا انکار کر دو (اس کا انجام کیا ہو گا) حالانکہ گواہی دے چکا ہے ایک گواہ بنی اسرائیل سے اس کی مثل پر اور وہ ایمان بھی لے آیا اور تم نے تکبر کیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ظالم لوگوں کو"۔ (جمال القرآن)

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ (آل عمران:113)

"اہل کتاب سے ایک گروہ حق پر قائم ہے یہ تلاوت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی رات کے اوقات میں"۔ (جمال القرآن)

كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (سورۃ الرعد)

"اللہ تعالیٰ بطور گواہ کافی ہے میرے اور تمہارے درمیان۔ اور وہ لوگ (بطور گواہ کافی ہیں) جن کے پاس کتاب کا علم ہے"۔ (جمال القرآن)

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ (القصص)

"جن کو ہم نے عطا فرمائی کتاب (نزول) قرآن سے پہلے وہ اس پر ایمان لائے ہیں اور جب یہ ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اس کے ساتھ۔ بے شک یہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے۔ ہم اس سے پہلے ہی سر تسلیم خم کر چکے تھے یہ لوگ ہیں جنہیں دیا جائے گا ان کا اجر دو مرتبہ"۔ (جمال القرآن)

اَوَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ (سورۃ الشعراء)

"کیا نہیں تھی ان (مشرکین مکہ) کے لئے آپ کی سچائی کی یہ دلیل کہ جانتے ہیں آپ کو بنی اسرائیل کے علماء"۔ (جمال القرآن)

خصائص الکبریٰ میں امام سیوطی نے ابن عساکر سے روایت تحریر کی ہے کہ حضرت ابن سلام نے مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ سے ملاقات کی۔ یہ ہجرت نبویہ سے پہلے کی بات ہے۔ حضور ﷺ نے ان سے کہا "کیا تم ابن سلام اہل یثرب کے عالم ہو؟" انہوں نے عرض کی "ہاں!" آپ نے فرمایا "میں تمہیں اس ذات والا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر تورات نازل کی کیا تورات میں میرے اوصاف موجود ہیں؟" انہوں نے عرض کی "آپ اپنے رب کا نسب بیان کریں" آپ نے توقف فرمایا۔ حضرت جبرائیل امین سورۃ الاخلاص لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ ابن سلام نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں وہ آپ کو اور آپ کے دین متین کو سارے ادیان پر غلبہ عطا کرے گا۔ میں تورات میں آپ کا وصف اس طرح پاتا ہوں "اے نبی مکرم ﷺ! ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں...... یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابن سلام نے مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کر لیا تھا مگر اپنا اسلام مخفی رکھا تھا۔ البتہ اس روایت کے متعلق کیا کہا جائے گا۔ جو انہوں نے یہ فرمایا "جب میں نے آپ کا چہرہ والضحیٰ دیکھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ کسی کذاب کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کس طرح آپ کے اوصاف اور اسم مبارک جان لیا اور دوسری بار اسلام کیوں قبول کیا؟ ان سوالات کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے دوسری بار مدینہ طیبہ میں یہود پر حجت قائم کرنے کے لئے اسلام قبول کیا۔

حضرت میمون بن یامین کی گواہی

میمون بن یامین بھی یہودیت کے سردار تھے ان کے ساتھ بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آیا تھا جس طرح کا واقعہ حضرت ابن سلام کے ساتھ پیش آیا تھا۔ حضرت میمون حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ یہود کی طرف پیغام بھیجیں۔ مجھے ان کا ثالث بنائیں وہ میری طرف لوٹ آئیں گے"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اندر داخل کر کے چھپا دیا۔ یہود کی طرف پیغام بھیجا۔ یہود آئے تو آپ نے فرمایا "ایک ایسا شخص اختیار کر لو جو ہمارے اور تمہارے مابین ثالث بن جائے" یہودیوں نے کہا "ہم میمون بن یامین پر راضی ہیں"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا "باہر نکل آؤ"۔ وہ باہر نکلے اور کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں" مگر انہوں نے ان کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا حضرت امام بوصیری نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

عرفواہ و انکرواہ ظلما کتمہ الشھادۃ الشھداء

انہوں نے آپ کو پہچانا اور آپ کا انکار کر دیا اور ظلم کرتے ہوئے گواہوں نے گواہی چھپا دی۔

او نور الالہ تطفئہ الافواہ و ھو الذی بہ یستضاء

کیا رب تعالیٰ کے نور کو منہ بجھا سکتے ہیں حالانکہ اسی ذات سے ہی نور کی التجاء کی جاتی ہے۔

کیف یھدی الا لہ منھم قلوبا حشوھا من حبیبہ البغضاء

اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو کیسے ہدایت دے گا۔ جو اس کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض کی وجہ سے سخت ہو گئے ہوں۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (البقرہ:40)

"اے اولاد یعقوب! یاد کرو میرا وہ احسان جو کیا میں نے تم پر اور پورا کرو تم میرے (ساتھ کئے ہوئے) وعدہ کو میں پورا کروں گا تمہارے (ساتھ کئے ہوئے) وعدہ کو"۔ (جمال القرآن)

کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودی علماء سے فرمایا "میرا وہ وعدہ پورا کرو جو میں نے تم سے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق لیا کہ تم ان کی تصدیق کرو۔ ان کی اتباع کرو۔ میں وہ وعدہ پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا ہے۔ میں تمہارے بوجھ اور اغلال ختم کر دوں گا۔ تم سب سے پہلے کفر کرنے والے نہ بنو تمہارے پاس وہ علم ہے جو کسی اور کے پاس نہیں ہے۔ تم اس حق کو نہ چھپاؤ کہ تم میرے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جانتے ہو۔ ان کے حیات آفرین پیغام سے آگاہ ہو۔ تم اس کتاب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر پاتے ہو۔ جو تمہارے پاس موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام کے اسلام کے متعلق ایک اور روایت بھی بیان کی جاتی ہے۔ اس میں قدرے تفصیل مذکور ہے۔ انہوں نے فرمایا "ایک شخص میرے پاس آیا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے متعلق مجھے بتایا۔ میں کھجور کی چوٹی پر کچھ کام کر رہا تھا۔ میری پھوپھو نیچے بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے متعلق سنا تو میں نے باآواز بلند تکبیر کہی۔ میری پھوپھو نے مجھے کہا "اگر تم حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے متعلق سنتے تو اس سے زیادہ بلند آواز میں تکبیر

نہ کہتے'' میں نے کہا''پھوپھو! وہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے بھائی ہی ہیں۔ وہ انہی کے دین پر ہیں۔ وہ انہی کی طرح کا روح پرور پیغام لے کر آئے ہیں''۔ انہوں نے کہا''میرے بھتیجے! کیا وہ وہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کے متعلق ہم کہا کرتے تھے کہ وہ قرب قیامت تشریف لائیں گے''۔ میں نے کہا''ہاں!'' میں آپ کے اوصاف حمیدہ اور اسم گرامی جانتا تھا۔ میں مہر بلب رہا۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی''میں آپ سے تین امور کے متعلق پوچھنے لگا ہوں۔ جنہیں صرف ایک سچا نبی ہی جان سکتا ہے۔ ❶ قیامت کی ابتداء کیسے ہوگی۔ ❷ اہل جنت سب سے پہلے کیا کھائیں گے؟ ❸ بچہ اپنی ماں یا باپ سے مشابہت کیوں رکھتا ہے؟ حضور مجسم علم و حکمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا''مجھے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے ابھی ابھی ان سوالات کے جوابات بتا دیئے ہیں''۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے عرض کی''وہ تو یہودیوں کے دشمن ہیں۔ کیونکہ وہ ہلاکت اور خسف لے کر آئے تھے۔ یا اس لئے کہ یہودیوں کے راز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دیتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا''قیامت کا آغاز ایک آگ سے ہوگا جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کر دے گی۔ سب سے پہلا کھانا جو جنتیوں کو دیا جائے گا وہ مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہوگا۔ یہ کھانا انتہائی لذیذ ہوگا۔ اگر آدمی کا پانی عورت کے پانی پر سبقت لے جائے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر سبقت لے جائے تو بچہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے۔

علمائے یہود کے سوالات

علمائے یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سے سوالات کئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جوابات مرحمت فرما دیئے۔ ایک مرتبہ انہوں نے سوال کرتے ہوئے کہا''ہمیں نبی کی علامت کے متعلق بتائیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا''نبی کی آنکھیں سو جاتی ہیں مگر اس کا دل نہیں سوتا''۔ یہودیوں نے پوچھا''تورات کے نزول سے قبل حضرت اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) نے کون سے کھانا خود پر حرام کر رکھا تھا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا''میں اس ذات بابرکات کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ پر تورات نازل کی۔ کیا تم جانتے ہو کہ اسرائیل سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام کی ذات والا ہے۔ وہ ایک دفعہ شدید بیمار ہو گئے۔ علالت طوالت اختیار کر گئی۔ انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا دی تو وہ اپنا پسندیدہ مشروب اور پسندیدہ کھانا خود پر حرام کر لیں گے''۔ گوشت میں سے سب سے زیادہ اونٹ کا گوشت اور مشروبات میں سے سب سے زیادہ اونٹوں کا دودھ پسند تھا۔ انہوں نے عرض کی''مولا! میں یہ دونوں اشیاء خود پر حرام کرتا ہوں''۔

دوسرے قول کے مطابق حضرت یعقوب علیہ السلام عرق النساء کی مرض میں مبتلاء تھے۔ جب وہ اونٹوں کا گوشت یا دودھ استعمال فرماتے تو یہ مرض شدت اختیار کر جاتا۔ اس آیت طیبہ

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ (آل عمران: 93)

''سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کے لئے مگر وہ جسے حرام کیا اسرائیل نے اپنے آپ پر''۔

(جمال القرآن)

کے نزول کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہودیوں نے حضور ﷺ سے کہا "آپ کیسے کہتے ہیں کہ آپ ملت ابراہیمی پر ہیں۔ حالانکہ آپ اونٹوں کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کا دودھ پیتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر حرام تھیں۔ حتیٰ کہ اس کی انتہاء ہم پر ہوئی۔ ہم آپ سے اور دیگر افراد سے زیادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریبی ہیں"۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے یہ آیت طیبہ نازل کی کہ یہ اشیاء حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے آپ پر خود حرام کر رکھی تھیں وہ حضرت ابراہیم اور حضرت نوح علیہما السلام کے بعد میں آئے تھے۔ یہ چیزیں ان دونوں پر حرام کیسے ہو سکتی تھیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۹۳﴾ (آل عمران)

"آپ فرماؤ لاؤ تورات پھر پڑھو اسے اگر تم سچے ہو"۔ (جمال القرآن)

روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے علمائے یہود میں سے ایک شخص سے کہا "کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں"۔ اس نے کہا "نہیں" آپ نے فرمایا "کیا تو تورات پڑھتا ہے؟" اس نے کہا "ہاں!" آپ نے فرمایا "انجیل پڑھتا ہے؟" اس نے کہا "ہاں" آپ نے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھا "کیا تو تورات اور انجیل میں میرا ذکر خیر پاتا ہے؟" اس نے کہا "ہم آپ کا ذکر جمیل پاتے ہیں۔ آپ کے اوصاف حمیدہ اور ہجرت گاہ کا تذکرہ پاتے ہیں۔ جب آپ کا ظہور ہوا تو ہمیں اندیشہ ہوا کہ شاید آپ ہی وہ ہوں۔ ہم نے غور و فکر کیا تو محسوس ہوا کہ آپ وہ نہیں ہیں"۔ آپ نے فرمایا "وہ کیوں؟" اس نے کہا "وہاں مرقوم ہے کہ آپ کے ساتھ ستر ہزار افراد ایسے ہوں گے جن پر حساب اور عتاب نہ ہوگا۔ آپ کے ہمراہ تو قلیل تعداد میں لوگ ہیں" آپ ﷺ نے فرمایا "مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ میں وہی ہوں۔ اور میری امت کے لوگ ستر ہزار اور ستر ہزار سے زائد ہوں گے"۔ ایک اور یہودی نے آپ سے پوچھا "یہ رعد اور برق کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا "رعد اس فرشتے کی آواز ہے جو بادل پر موکل ہے جبکہ برق آگ کا تازیانہ ہے جس سے بادل کو جہاں چاہتا ہے لے جاتا ہے۔

اس آیت طیبہ

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا (البقرہ:106)

"جو آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا فراموش کر دیتے ہیں"۔ (جمال القرآن)

کے نزول کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہود "النسخ" کا انکار کرتے تھے۔ وہ کہتے "کیا تم محمد عربی ﷺ کو نہیں دیکھتے وہ اپنے صحابہ کو کسی ایک چیز کا حکم دیتے ہیں۔ پھر انہیں اس سے روک دیتے ہیں۔ ایک دن انہیں ایک بات کہتے ہیں۔ دوسرے دن اسی سے رجوع کر لیتے ہیں؟

انہوں نے بکواس کرتے ہوئے کہا "اس شخص کا مطمع نظر تو صرف عورتیں اور نکاح ہے۔ اگر یہ نبی ہوتے جس طرح کہ یہ گمان کرتے ہیں تو نبوت انہیں خواتین کی طرف توجہ کرنے کی فرصت ہی نہ دیتی۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً (الرعد:38)

''اور بے شک ہم نے بھیجے کئی رسول آپ سے پہلے اور بنائیں ان کے لئے بیویاں اور اولاد''۔ (جمال القرآن)

محصن بدکار کی سزا

روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک سو ازواج اور نو سو لونڈیاں تھیں۔ یہودیوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس محصن کے متعلق پوچھا جس نے کسی محصنہ سے بدکاری کی ہو۔ کیونکہ خیبر کے ایک شادی شدہ مرد نے شادی شدہ عورت سے بدکاری کی تھی۔ اہل خیبر نے انہیں ان کے شرف کی وجہ سے انہیں سنگسار نہ کرنا چاہا۔ انہوں نے اپنا وفد بنو قریظہ کی طرف بھیجا تاکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھیں۔ اس وفد نے بنو قریظہ سے کہا ''جس شخص کا یثرب میں ظہور ہوا ہے۔ اس کی کتاب میں رجم کی سزا موجود نہیں۔ بلکہ جلاوطنی ہے۔ تم ان سے اس کے متعلق پوچھو۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔ مگر انہوں نے آپ کا فرمان قبول نہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علماء سے فرمایا ''میں تمہیں اس ذات والا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر تورات نازل کی کہ کیا تم تورات میں پاتے نہیں کہ جو مرد یا عورت شادی شدہ ہو اور وہ بدکاری کرے تو اس پر رجم ہے''۔ علمائے یہود نے انکار کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا ''تم نے جھوٹ بولا ہے''۔ اس کتاب یعنی تورات میں رجم کی آیت موجود ہے۔ تم تورات لے کر آؤ اور اسے پڑھو''۔ وہ تورات لے کر آئے علمائے یہود میں سے ایک عالم نے آیہ رجم پر ہاتھ رکھ دیا۔ حضرت ابن سلام نے اسے فرمایا ''اس جگہ سے ہاتھ اٹھا لو'' اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے آیہ رجم موجود تھی۔

بعض روایات میں ہے۔ کعب بن اشرف، سعید بن عمرو اور مالک بن صلت وغیرہ بیت مدارس میں جمع ہوئے۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تھے۔ اس وقت ایک یہودی شادی شدہ مرد نے ایک یہودن شادی شدہ عورت سے بدکاری کی تھی۔ ان علماء نے کہا ''اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کوڑے مارنے کا حکم دیا تو ہم اس پر عمل پیرا ہو جائیں گے۔ اور ان کا یہ فتویٰ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے سمجھیں گے''۔ ہم کہیں گے ''تیرے انبیاء میں سے ایک نبی نے یہ فتویٰ دیا ہے'' اگر انہوں نے رجم کا حکم دیا تو ہم ان کی مخالفت کریں گے۔ کیونکہ ہم نے تورات کی مخالفت کر دی ہے'' آپ کی مخالفت کرنا ہمارے لئے کون سے مشکل کام ہے۔

صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی کہ ان میں سے ایک شادی شدہ مرد نے شادی شدہ عورت سے بدکاری کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا ''تم تورات میں کیا حکم پاتے ہو؟'' انہوں نے عرض کی ''ہم وہاں پاتے ہیں کہ ہم ان کے چہرے کالے کریں اور انہیں گدھوں پر اس حال میں سوار کریں کہ ان کے منہ ان کی پشتوں کی طرف ہوں اور انہیں گھمائیں۔ پھر انہیں کھجور کی چھال کے کوڑے ماریں جس پر تارکول ملا ہوا ہو''۔

حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا ''تم نے جھوٹ بولا ہے۔ تورات میں رجم کی آیت موجود ہے۔ لے آؤ تورات اور اسے کھولو''۔ ان میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ آیہ رجم پر رکھ دیا اور اس سے پہلے اور بعد کی آیات پڑھ دیں۔ حضرت عبداللہ بن

سلام نے اسے کہا ''اپنا ہاتھ اٹھا'' اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے رجم کی آیت تھی۔انہوں نے کہا ''محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے سچ فرمایا ہے۔تورات میں رجم کی آیت موجود ہے''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب یہ یہودی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے تو انہوں نے کہا ''ابوالقاسم! محصن مرد اور محصنہ عورت اگر بدکاری کریں تو ان کی سزا کے بارے آپ کا کیا خیال ہے؟'' حضور سید عالم ﷺ نے ان سے پوچھا ''تورات میں اس کے متعلق کیا حکم ہے؟'' انہوں نے کہا ''تورات کو چھوڑیں۔آپ اپنا حکم بتائیں''۔آپ نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔مگر یہودیوں نے انکار کر دیا۔حضور سید کائنات ﷺ نے ان کے ساتھ بات تک نہ کی حتیٰ کہ آپ بیت المدارس تشریف لے آئے۔اس کے دروازہ میں کھڑے ہو گئے۔فرمایا ''اے گروہ یہود! خود میں سے سب سے زیادہ عالم کو میری طرف بھیجو''۔انہوں نے عبداللہ بن صوریا، ابن یاسر بن اخطب اور وہب بن یہود کو باہر نکالا۔انہوں نے کہا ''یہ ہمارے علماء ہیں'' حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا ''میں تمہیں اس رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر تورات نازل کی۔تم اس محصن کے بارے تورات میں کیا حکم پاتے ہو جس نے بدکاری کی''۔انہوں نے کہا ''اس کا چہرہ کالا کر دیا جائے گا اور اسے علیحدہ کر دیا جائے گا''۔حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم نے جھوٹ بولا ہے تورات میں آیہ رجم موجود ہے''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے ان سے یہ سوال کیا تو ایک جوان کے علاوہ سب نے یہی جواب دیا۔وہ مہر بلب رہا۔حضور اکرم ﷺ نے اصرار فرمایا تو اس نے کہا ''بخدا! آپ نے بہت اصرار کیا ہے ہم تورات میں رجم کی آیت پاتے ہیں۔لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بدکاری کرنے والا بڑا معزز ہے جسے رجم نہیں کیا جا سکتا۔اگر یہ عمل قبیح کسی کم مرتبہ شخص سے صادر ہوتا تو ہم اسے ضرور رجم کرتے''۔اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا ''میں نے تورات کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے'' یہ جوان عبداللہ بن صوریا تھا۔روایت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے انہیں رجم کا حکم دیا اور اہل یہود نے انکار کر دیا تو حضرت جبرائیل امین نے عرض کی ''یا رسول اللہ! اپنے اور ان کے مابین عبداللہ بن صوریا کو بطور ثالث مقرر فرمائیں''۔حضرت جبرائیل امین نے اس کا حلیہ بھی بیان کر دیا۔حضور داعیٔ اعظم ﷺ نے یہود سے فرمایا ''کیا تم اس جوان کو جانتے ہو جو ابھی تک بے ریش ہے۔اس کی رنگت سفید ہے۔جو ایک آنکھ سے محروم ہے جس کا مسکن فدک ہے اور اسے ابن صوریا کہا جاتا ہے'' یہود نے کہا ''ہاں! وہ روئے زمین پر تورات کا سب سے بڑا عالم ہے'' وہ اس کی ثالثی پر رضامند ہو گئے۔حضور ﷺ نے اسے فرمایا ''میں تمہیں اس رب تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر تورات نازل کی۔سمندر شق کیا۔تمہارے اوپر کوہ طور بلند فرمایا۔تمہیں نجات بخشی اور فرعون کو ہلاک کیا۔تم پر بادل سے سایہ کیا۔من او سلویٰ تم پر اتارا۔اس نے تم پر ایسی کتاب نازل کی جس میں حلال اور حرام کا تذکرہ ہے۔کیا تم اس میں یہ حکم پاتے ہو کہ محصن مرد اگر بدکاری کرے تو اس کی سزا رجم ہے''۔اس جوان نے کہا ''ہاں'' یہود کے احمق اس پر ٹوٹ پڑے۔اس نے کہا ''مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ اگر میں نے اس کی تکذیب کی تو ہم پر عذاب نازل ہو جائے گا''۔

دوسری روایت کے مطابق اس نے کہا "مجھے اس ذات کریمانہ کی قسم جس کا آپ نے واسطہ دیا ہے اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ اگر میں نے جھوٹ بولا تو تورات جلا دے گی تو میں آپ کے سامنے یہ اعتراف نہ کرتا۔ محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم آپ پر نازل ہونے والی کتاب حکیم میں یہ حکم کس طرح ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "جب چار عادل شخص یہ گواہی دیں کہ زانی نے زانیہ کی شرم گاہ میں آلہ تناسل اس طرح داخل کر دیا تھا جس طرح سرچو سرمہ دانی میں داخل ہوتا ہے تو اس پر حد واجب ہو جاتی ہے" ابن صوریا نے کہا "مجھے اس ذات والا کی قسم جس نے موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر تورات نازل کی۔ اللہ تعالیٰ نے تورات میں اسی طرح حکم نازل فرمایا ہے۔

ان متفرق روایات کو جمع کرنا کس طرح ممکن ہے؟ اس سوال کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ اس طرح کا واقعہ کئی بار رونما ہوا۔ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ ایسا واقعہ ایک ہی دفعہ رونما ہوا تھا تو پھر اس کا جواب یہ ہے کہ یہود بارگاہ رسالت میں کئی بار حاضر ہوئے اور آپ کے اور یہودی علماء کے مابین مختلف محافل میں مختلف گفتگو ہوتی رہی۔ بعض راویوں نے کسی ایک مجلس کی گفتگو اور بعض نے دوسری مجلس کی گفتگو روایت کر دی۔ اس طرح عبارتوں میں بھی اختلاف ہو گیا۔ جو کسی کو یاد رہ گیا اس نے وہی روایت کر دیا۔ بعض نے لفظاً اور بعض نے معناً روایت کیا۔ بعض روایات میں ہے کہ ابن صوریا نے حضور ﷺ سے بعض ان امور کے متعلق سوالات کیے۔ جنہیں وہ آپ کی نبوت کی علامت سمجھتا تھا۔ آپ نے ان سب کے جوابات مرحمت فرما دیئے۔ جب اس کے ہاں آپ کی نبوت و رسالت حق ثابت ہو گئی تو اس نے کہا "اشهد ان لا اله الا الله و اشهد انك رسول الله النبی الامی" اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابن صوریا نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ امام سہیلی اور ایک جماعت نے یہی مؤقف اختیار کیا ہے۔

الحافظ ابن حجر لکھتے ہیں "میں کسی ایک بھی ایسی صحیح روایت سے آگاہ نہیں جس سے عبداللہ بن صوریا کا اسلام ثابت ہوتا ہو" جب رجم کا حکم متحقق ہو گیا تو حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا "گواہ لے کر آؤ" چار گواہ حاضر خدمت ہو گئے۔ انہوں نے اسی طرح گواہی دی جس طرح اوپر تذکرہ ہوا ہے۔ آپ نے ان کے متعلق حکم دیا تو انہیں مسجد نبوی کے دروازہ کے پاس رجم کر دیا گیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا "میں نے مرد کو دیکھا وہ عورت پر جھک رہا تھا۔ تاکہ اسے پتھروں سے بچائے"۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَىٰةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ (سورۃ المائدۃ: 44)

"بے شک اتاری ہم نے تورات اس میں ہدایت اور نور ہے"۔ (جمال القرآن)

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّـٰلِمُونَ ۝ (سورۃ المائدہ)

"اور جو فیصلہ نہ کرے اس (کتاب) کے مطابق جسے اتارا اللہ نے تو وہی لوگ ظالم ہیں"۔ (جمال القرآن)

فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَـٰفِرُونَ ۝ (سورۃ المائدہ)

"تو وہی لوگ کافر ہیں"۔ (جمال القرآن)

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿﴾ (المائدہ)

''تو وہی لوگ فاسق ہیں''۔ (جمال القرآن)

عمرو بن میمون نے کہا ہے ''میں نے بنو آدم کے علاوہ زمانہ جاہلیت میں جانوروں میں بھی رجم دیکھا ہے۔ میں یمن میں اپنے اہل خانہ کے لئے بکریاں چرا رہا تھا۔ ایک بندر آیا۔ اس کے ساتھ بندریا تھی۔ بندر نے اس کا ہاتھ تھاما اور سو گیا۔ کچھ دیر بعد ایک اور بندر آیا جو اس بندر سے چھوٹا تھا۔ اس نے بندریا کو اشارہ کیا۔ اس نے بندر کے سر کے نیچے سے ہاتھ نکالا اور اس بندر کے ساتھ ہو گئی۔ پھر واپس آ گئی۔ یہ بندر گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے بندریا کو سونگھا اور بلند آواز سے چیخ ماری۔ بہت سے بندر اکٹھے ہو گئے۔ یہ بندر چیخنے لگا اور اس بندریا کی طرف اشارے کرنے لگا وہ بندریا دائیں بائیں جانے لگی۔ وہ دوسرے بندر کو بھی لے آئے۔ انہوں نے ایک گھڑا کھودا اور ان دونوں کو رجم کر دیا۔ میں نے بھی ان کے ساتھ انہیں پتھر مارے''۔

بعض علماء نے اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر یہ روایت درست ہے تو وہ جنات میں سے تھے کیونکہ صرف جن و انس مکلف ہیں'' علماء یہود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ صفات بیان کرنے سے گریز کرتے تھے جو تورات میں تھیں۔ تا کہ ان کا خرچہ نہ بند ہو جائے۔ کیونکہ یہ ان کی عوام کے ذمہ تھا کہ تورات کے علماء کو نفقہ دیں۔ انہیں خدشہ دامن گیر ہوا کہ اگر ان کی عوام ایمان لے آئی تو ان کا نفقہ بند ہو جائے گا۔ وہ اہل ایمان سے کہتے تھے ''ان درویش صفت مہاجرین پر خرچ نہ کرو۔ ہمیں تمہارے متعلق تنگ دستی کا خدشہ ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿﴾ (النساء)

''جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو بھی بخل کرنے کا اور چھپاتے ہیں جو عطا فرمایا ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل (وکرم) سے اور تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب''۔ (جمال القرآن)

ان کی کتب میں تھا کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مبارک سرگیں اور قامت مبارکہ درمیانی ہو گی۔ گیسوئے پاک گھنگریالے ہوں گے۔ آپ کا چہرہ بہت خوبصورت ہو گا۔ مگر انہوں نے یہ فرمان الٰہی تبدیل کر دیا انہوں نے کہا ''ہم پاتے ہیں کہ آپ طویل القامت ہوں گے۔ آپ کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی۔ بال سیدھے ہوں گے''۔ انہوں نے یہ بات اپنے پیروکاروں کو بتائی۔ انہوں نے کہا ''یہ اس نبی کے اوصاف ہیں جو آخری زمانہ میں مبعوث ہوں گے''۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (سورۃ البقرہ:174)

''بے شک وہ لوگ چھپاتے ہیں جو اللہ نے نازل کیا''۔ (جمال القرآن)

یہود جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کرتے تو کہتے ''رعنا سمعك واسمع غير مسمع'' پھر مذاق اڑاتے۔ کیونکہ یہ یہود کی زبان میں ایک قبیح گالی تھی۔ جب مسلمانوں نے یہ کلمات سنے تو انہوں نے گمان کیا کہ شاید اہل کتاب ان کلمات سے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم کرتے ہیں۔ مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی یہی کلمات استعمال کرنے لگے۔ ایک روز

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ یہود کی اس سازش کو سمجھ گئے۔ اس وقت یہودی ہنس رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا "اے اللہ تعالیٰ کے دشمنو! اگر اس محفل کے بعد تم میں سے کسی شخص کی زبان سے ایسے کلمات سنے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا"۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا (سورۃ البقرہ: 104)

"اے ایمان والو! (میرے حبیب سے کلام کرتے وقت) مت کہا کرو "راعنا" بلکہ کہو "انظرنا"۔ (جمال القرآن)

ایک روایت میں ہے کہ جب یہود نے دیکھا کہ صحابہ کرام بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہوتے اور آپ ان سے ارشاد فرماتے تو وہ عرض کرتے یا رسول اللہ رَاعِنَا ہماری طرف نظر کرم فرمائیں تاکہ ہم آپ کا فرمان سمجھ سکیں"۔ یہ ایک عبرانی لفظ تھا۔ جس کے ساتھ یہودی گالی دیتے تھے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کو یہ لفظ استعمال کرتے ہوئے سنا تو وہ بھی یہ لفظ استعمال کرنے لگے۔ مگر نیت فاسد تھی۔ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہود سے یہی لفظ سنا تو انہوں نے کہا "خدا تعالیٰ کے دشمنو! تم پر لعنت! مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ اگر میں نے تم میں سے کسی شخص کو حضور جان عالم کے لئے یہ لفظ استعمال کرتے ہوئے سنا تو اس کی گردن اڑا دوں گا"۔ یہود نے کہا "کیا تم یہ لفظ استعمال نہیں کرتے" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

یہود کی ایک جماعت اپنے بچے لے کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی "محمد عربی! صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہمارے ان بچوں پر کوئی گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا "نہیں" انہوں نے کہا "اس ذات کی قسم جس کی آپ قسم اٹھاتے ہیں۔ ہم بھی ان بچوں کی طرح ہیں۔ ہم جو گناہ دن کے وقت کرتے ہیں وہ رات کے وقت ڈھانپ دیا جاتا ہے۔ جو گناہ ہم سے رات کے وقت صادر ہوتا ہے وہ دن کے وقت ڈھانپ دیا جاتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ (النساء: 49)

"کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف جو پاکباز بتاتے ہیں اپنے آپ کو"۔ (جمال القرآن)

یہودی علماء میں سے ابن صوریا (اسلام لانے سے قبل) شاس بن قیس اور کعب بن اسد نے کہا "ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے ہیں۔ شاید انہیں فتنہ میں مبتلا کر سکیں" وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی "محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم آپ جانتے ہیں کہ ہم یہود کے علماء ہیں۔ ان کے اشراف ہیں۔ اگر ہم نے آپ کی اتباع کر لی تو سارے یہودی آپ کے پیروکار بن جائیں گے۔ ہمارے اور ہماری قوم کے مابین جھگڑا ہے۔ ہم آپ کو ثالث بناتے ہیں اگر آپ نے ہمارے حق میں فیصلہ کر دیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے" مگر آپ نے انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَ اَنِ احْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ (المائدہ: 49)

"اور یہ کہ فیصلہ فرمائیں آپ ان کے درمیان اس کے مطابق جو نازل فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اور نہ پیروی کریں

ان کی خواہشات کی"۔(جمال القرآن)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا"ایک یہودی سوداگر تھا۔اس نے اذان سنی۔جب مؤذن نے یہ کلمات طیبات کہے"اشھد ان محمد رسول اللہ"اس نے کہا"اللہ تعالیٰ جھوٹے کو رسواء کرے"دوسری روایت کے مطابق اس نے کہا"اللہ تعالیٰ جھوٹے کو جلا دے"اس کی ملازمہ آگ لے کر آئی۔وہ اور اس کے اہل خانہ سو رہے تھے۔ایک شرارہ گر پڑا اس نے سارا گھر جلا دیا۔وہ شخص اور اس کے اہل خانہ جل گئے۔جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا(البقرہ:245)

"کون ہے جو دے اللہ تعالیٰ کو قرض حسن"۔(جمال القرآن)

تو حیی بن اخطب نے کہا"ہمارا رب ہم سے قرض مانگتا ہے۔فقیر ہی غنی سے کچھ مانگتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ(آل عمران:181)

"بے شک سنا اللہ نے قول ان(گستاخوں)کا جنہوں نے کہا کہ اللہ مفلس ہے حالانکہ ہم غنی ہیں"۔(جمال القرآن)

اس آیت طیبہ کے نزول کے بارے ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیت المدارس میں تشریف لے گئے۔اور فنحاص بن عازوراء سے کہا"اللہ تعالیٰ سے ڈر۔اسلام لے آ۔تو خوب جانتا ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں"۔اس نے کہا"ابو بکر! اللہ تعالیٰ کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔بلکہ وہ ہمارا محتاج ہے"۔یہ گستاخی سن کر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور فنحاص کے چہرہ پر زور سے تھپڑ مارا۔فرمایا"اگر وہ معاہدہ نہ ہوتا جو ہمارے اور تمہارے مابین ہے تو میں تیری گردن اڑا دیتا"۔فنحاص نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں شکایت کی۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی گستاخی کا ذکر کیا مگر اس نے انکار کر دیا۔اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

اس کا شان نزول اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر کو فنحاص کی طرف اپنا نامہ گرامی دے کر بھیجا۔یہ بنو قینقاع کے یہودیوں کا سردار تھا اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بعد اس کا مرتبہ تھا۔آپ نے اس نامہ گرامی میں اسے اسلام لانے،نماز پڑھنے،زکوۃ دینے اور رب تعالیٰ کو قرض حسنہ دینے کا حکم دیا۔جب فنحاص نے نامہ گرامی پڑھا تو اس نے کہا"تمہارا رب محتاج ہو گیا ہے۔ہم عنقریب اس کی مدد کریں گے"۔

ایک اور روایت میں ہے۔اس نے کہا"ابو بکر! تم گمان کرتے ہو کہ ہمارا رب ہم سے اموال بطور قرض لیتا ہے۔صرف فقیر ہی غنی سے قرض لیتا ہے۔جو کچھ تم کہہ رہے ہو اگر یہ سچ ہے تو اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں"۔اس کی یہ گستاخی سن کر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فنحاص کے چہرہ پر زوردار تھپڑ رسید کیا۔آپ نے اسے فرمایا"میرا ارادہ تھا کہ تمہارا سر جسم سے جدا کر دیتا۔تمہاری گردن زنی سے مجھے یہ امر روکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا نامہ گرامی دے کر بھیجا ہے"فنحاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا"تم نے

اس کو تھپڑ کیوں مارا" انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم اس نے ایک عظیم قول کیا۔ اس تیرہ بخت نے گمان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور یہ غنی ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے لئے غصہ آ گیا"۔ فنحاص نے کہا "بخدا! میں نے اس طرح نہیں کہا" اس وقت یہ آیت طیبہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تصدیق کے لئے نازل ہوئی۔ بعض یہودیوں نے اپنے بعض علماء سے کہا "ہم کہتے ہیں "اللہ تعالیٰ فقیر ہے ہم غنی ہیں۔ کیونکہ وہ ہمارے اموال بطور قرض لیتا ہے" اس عالم نے کہا "اگر وہ اپنی ذات کے لئے قرض لیتا ہے تو وہ فقیر ہے۔ اگر وہ تمہارا افقراء کے لئے قرض مانگتا ہے۔ پھر اس پر تمہیں بدلہ دیتا ہے تو وہ غنی حمید ہے"۔

منافقین

یہود کی ایک جماعت کے ساتھ اوس اور خزرج کے منافق بھی مل گئے تھے۔ یہ اپنے آباء کے دین پر ہی تھے۔ مگر انہوں نے قتل کے خوف سے اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔ کیونکہ وہاں اسلام کا غلبہ ہو چکا تھا اور ان کی قوم اس دین متین پر جمع ہو چکی تھی۔ خفیہ طور پر ان کی ہمدردیاں یہود کے ساتھ تھیں۔ ظاہری طور پر مسلمانوں کے ساتھ تھے۔ یہ منافق تھے۔

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں میں منافقین کی تعداد تین سو تھی۔ ان میں سے ایک جلاس بن سوید بن صامت تھا۔ ایک دن اس نے کہا "اگر یہ شخص سچا ہے تو پھر ہم گدھے سے بھی زیادہ شریر ہیں"۔ حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بکواس سن لی۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ یتیم تھے۔ جلاس کی کفالت میں تھے۔ یہ غریب تھے۔ جلاس ہی ان پر احسان کرتا تھا۔ ایک رات جلاس آیا۔ اپنے بستر پر لیٹ گیا اس نے کہا "جو کچھ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ اگر وہ سچ ہے تو ہم گدھے سے بھی برے ہیں"۔ حضرت عمیر نے اس سے فرمایا "جلاس! تو مجھے سارے لوگوں سے پسندیدہ ہے۔ تیرے احسانات سارے لوگوں سے زیادہ ہیں۔ تو نے ایسی بات کی ہے۔ اگر وہ کسی کو بتاؤں تو تم ذلیل و رسوا ہو جاؤ گے۔ اگر میں اس پر خاموش رہوں تو میں اپنا دین برباد کر دوں گا۔ ان میں سے پہلی بات دوسری پر مجھ پر آسان تر ہے"۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گئے اور جلاس کی یہ گستاخی گوش گزار کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاس کی طرف پیغام بھیجا۔ مگر جلاس نے کہا "بخدا! عمیر نے میری طرف جھوٹ منسوب کیا ہے۔ میں نے یہ بات نہیں کی"۔ حضرت عمیر نے اسے فرمایا "تو نے یہ بات کی ہے۔ تو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر لے۔ ورنہ اس امر کے متعلق قرآن پاک نازل ہو جائے گا"۔ جلاس نے منبر پاک کے پاس قسم اٹھائی کہ اس نے یہ بات نہیں کی۔ اس نے کہا "مولا! جھوٹے کی تکذیب اور سچے کی تصدیق اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کر دے"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آمین" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ (التوبہ:74)

جلاس نے اعتراف کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی توبہ قبول کر لی۔ اس نے اپنی توبہ کو عمدہ کیا۔ اس نے اپنی وہ بھلائی نہ روکی جو حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کرتا تھا"۔

منافقین میں سے ایک منافق نبتل بن حارث بھی تھا۔ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شیطان کو دیکھنا چاہے وہ

نبتل بن حارث کو دیکھ لے"۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی محفل میں بیٹھا کرتا تھا۔ پھر آپ کی بات چیت منافقین تک پہنچاتا تھا۔ یہ منافقین سے کہتا تھا کہ حضور ﷺ کانوں کے کچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت طیبہ نازل کی۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ (سورۃ التوبہ:61)

"اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو (اپنی بدزبانی سے) اذیت دیتے ہیں نبی (کریم) کو اور کہتے ہیں وہ کانوں کا کچا ہے فرمایئے وہ سنتا ہے جس میں بھلا ہے تمہارا"۔ (جمال القرآن)

حضرت جبرائیل امین بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ کے پاس ایک ایسا شخص بیٹھا ہے۔ اس کا حلیہ اس طرح ہے۔ وہ آپ کی باتیں لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ اس کا جگر گدھے کے جگر سے زیادہ غلیظ ہے۔ وہ آپ کی باتیں منافقین تک پہنچاتا ہے"۔

عبداللہ بن ابی منافقین کا سردار تھا۔ یہ اپنے نفاق میں مشہور تھا۔ اس لئے کسی سیرت نگار نے بھی اسے صحابہ میں شمار نہیں کیا۔ یہ مدینہ طیبہ کے اشراف میں سے تھا۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے قبل اس کے لئے تاج بنایا جارہا تھا۔ اس میں موتی ٹانکے جارہے تھے۔ تاکہ اسے مملکت کا والی بنایا جاسکے۔ آل قحطان کے انصار اسے اپنا بادشاہ بنانا چاہتے تھے۔ کیونکہ عرب میں سے صرف قحطان ہی تاج پہنتے تھے۔ اس کے تاج کا صرف ایک نگ باقی رہ گیا تھا جو سمعون یہودی کے پاس تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ قباء سے مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوتے وقت آپ نے تالیف قلبی کرتے ہوئے عبداللہ کے ہاں قیام کا ارادہ کیا۔ ابن ابی کپڑے میں لپٹا ہوا بیٹھا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ حضور ﷺ ان کے ہاں جلوہ افروز ہونے لگے ہیں تو اس سیاہ بخت نے کہا "ان کے ہاں قیام کریں جنہوں نے آپ کو بلایا ہے"۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ! اس کی بات کا برا نہ منائیں۔ جب آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو بنوخزرج اسے اپنا بادشاہ بنانا چاہتے تھے۔ جب رب تعالیٰ نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ یہاں تشریف لے آئے تو اس نے وہی رویہ اختیار کیا جس کا آپ نے مشاہدہ فرمایا"۔ حضور ﷺ نے اسے معاف کر دیا۔ آپ ﷺ سے ایک دن کسی نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کاش! آپ کسی روز تالیف قلبی کرتے ہوئے ابن ابی کے ہاں تشریف لے چلیں۔ تاکہ اس کے دیگر ساتھیوں کو اسلام لانے کا یہ چیز سبب بن سکے اور ان کے نفاق کا اختتام ہو سکے"۔ حضور ﷺ دراز گوش پر سوار ہو کر اس کی طرف تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ جب حضور اکرم اس کے ہاں تشریف فرما ہوئے تو اس نے کہا "مجھ سے دور ہو جائیں۔ مجھے آپ کے گدھے کی بو سے اذیت ہو رہی ہے"۔ ایک انصاری صحابی نے کہا "بخدا! حضور ﷺ کے دراز گوش کی خوشبو تمہاری بو سے بہت عمدہ ہے"۔ یہ سن کر ابن ابی کی قوم کے ایک شخص کو غصہ آ گیا۔ یہ دونوں ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے۔ ان کے مابین کھجور کے ڈنڈوں، ہاتھوں اور جوتوں سے لڑائی ہونے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا (الحجرات:9)

"اور اگر اہل ایمان کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو"۔ (جمال القرآن)

بخاری شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے ساتھ ابن ابی کے پاس سے گزرے اس نے کہا "ابن ابی کبشہ نے ہمیں ان شہروں میں بہت اذیت دی ہے" اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ گستاخی سن لی۔ اس نے اجازت مانگی کہ وہ اپنے باپ کا سر آپ کی خدمت میں پیش کریں" آپ نے فرمایا "ہرگز نہیں! بلکہ اپنے باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو" عبداللہ بن ابی بہت خوبصورت تھا۔ جسم بھی بھاری بھرکم تھا۔ فصیح بھی تھا۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ (المنافقون: 4)

"اور جب آپ انہیں دیکھیں تو ان کے جسم آپ کو بڑے خوشنما معلوم ہوں گے"۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ دراز گوش پر سوار ہوئے۔ اس پر پالان تھا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار فرمایا۔ آپ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ یہ غزوہ بدر سے قبل کا واقعہ ہے۔ آپ ایک محفل کے پاس سے گزرے اس میں ابن ابی بھی تھا۔ یہ اس کے اظہار اسلام سے قبل کی بات ہے۔ اس محفل میں مسلمان، مشرکین، بت پرست اور یہودی بھی تھے۔ مسلمانوں میں حضرت عبداللہ رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ دراز گوش کے چلنے سے غبار اڑا تو ابن ابی نے چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ پھر کہا "ہمیں گرد آلود نہ کرو" حضور ﷺ نے اہل محفل کو سلام کیا انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔ انہیں قرآن پاک سنایا۔ ابن ابی نے کہا "اے انسان! جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں یہ عمدہ نہیں۔ اگر یہ حق ہے بھی تو ہمیں ہماری محفل میں سنا کر ہمیں اذیت نہ دیں۔ اپنی قیام گاہ کی طرف جائیں جو آپ کے پاس آئے اسے یہ کلام سنائیں"۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے "ہاں! یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہم اس کی وجہ سے ہی پردے میں رہے۔ ہمیں آپ کا کلام از حد پسندیدہ ہے"۔ مسلمان، مشرکین اور یہود ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے حتیٰ کہ قریب تھا کہ قتل عام شروع ہو جاتا۔ حضور ﷺ انہیں لگاتار پرسکون کرتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ سارے خاموش ہو گئے۔ حضور سید المرسلین ﷺ اپنے دراز گوش پر سوار ہوئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! آپ نے سماعت نہیں فرمایا کہ ابن ابی نے کیا کہا۔ یا رسول اللہ! اس سے درگزر فرمائیں۔ اس کی اصلاح فرمائیں۔ مجھے اس ذات والا کی قسم جس نے آپ پر کتاب حکیم نازل کی۔ جب آپ تشریف لائے تو اس علاقہ کے لوگ اسے تاج پہنانے کا ارادہ کر چکے تھے۔ جب اس نے حق کو رد کیا تو اس کی آرزو پوری نہ ہو سکی۔ اس لئے اس نے یہ رویہ اختیار کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس سے درگزر فرمایا۔

ابن ابی منافقین کا سردار تھا۔ اس کے باپ کا نام ابی اور ماں کا نام سلول تھا۔ یا دادی کا نام سلول تھا۔ وہ روایت بھی اس کے نفاق پر دلالت کرتی ہے جسے امام ثعلبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابن ابی ایک روز اپنے ساتھیوں کے ہمراہ باہر نکلا۔ راستہ میں اسے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ملے۔ ابن ابی نے ساتھیوں سے کہا "ذرا دیکھنا میں ان بے وقوفوں کو کیسے لوٹاتا ہوں" اس نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما۔ اس نے کہا "صدیق کو خوش آمدید! بنو تیم کے سردار، شیخ الاسلام، ثانی فی الغار، اپنا مال اور جان حضور ﷺ کے لئے نثار کرنے والے!" پھر اس نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما۔ اس

نے کہا "بنو عدی کے سردار الفاروق کو مرحبا! جو دین الٰہی میں بہت قوی ہیں۔ جنہوں نے حضور ﷺ کے لئے اپنا مال اور جان نثار کی"۔ پھر اس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا۔ کہا "اے حضور اکرم ﷺ کے چچازاد، آپ کے داماد! اور بنو ہاشم کے سردار آپ کو خوش آمدید! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "عبداللہ! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور منافقت نہ کرو۔ منافقین ساری مخلوق الٰہی سے زیادہ شریر ہیں"۔ عبداللہ نے ان سے کہا "ابوالحسن! ذرا ٹھہریں۔ کیا آپ مجھے اس طرح کہہ رہے ہیں۔ بخدا! ہمارا ایمان تمہارے ایمان کی طرح اور ہماری تصدیق تمہاری تصدیق کی طرح ہے" پھر یہ جدا ہو گئے۔ ابن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا "تم نے دیکھا میں نے کیا کیا۔ اس کے ساتھیوں نے اس کی تعریف کی"۔ مسلمان حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا ۚ وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ (البقرہ: 14)

"اور جب ملتے ہیں ایمان والوں سے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں اپنے شیطانوں کے پاس تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں"۔ (جمال القرآن)

اس سیاہ قسمت نے کہا تھا۔

لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ (سورۃ المنافقون: 8)

"اگر ہم لوٹ کر گئے مدینہ میں تو نکال دیں گے عزت والے وہاں سے ذلیلوں کو"۔ (جمال القرآن)

اللہ تعالیٰ نے اس فرمان کے ساتھ جواب ارشاد فرمایا:

وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ (المنافقون: 8)

"حالانکہ (ساری) عزت تو صرف اللہ کیلئے، اس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کیلئے ہے"۔ (جمال القرآن)

مختصر یہ کہ حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ میں منافقین اور یہودیوں سے بہت سی اذیتیں برداشت کیں۔ مگر یہ اہل مکہ کی طرف سے ملنے والی اذیتوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ آپ مدینہ طیبہ میں پہلے روز سے ہی غلبہ، دفاع اور قوت کے ساتھ تھے۔ یہود نے آپ کے ساتھ جھگڑنے اور بے جا سوال کر کے آپ کو اذیت دی۔ ارشاد ربانی ہے۔

لَن يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى (آل عمران: 111)

"(کچھ) نہ بگاڑ سکیں گے تمہارا سوائے ستانے کے"۔ (جمال القرآن)

یہودیوں کے اکثر سوالات کے جوابات حضرت جبرائیل امین لے کر حاضر خدمت ہو جاتے۔ پہلے پہلے آپ منافقین اور یہود کی اذیتوں پر صبر فرماتے رہے۔ جب اسلام کو تقویت ملی تو آپ کو جہاد کا اذن مل گیا۔ مکہ مکرمہ میں آپ کو ان اذیتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا تھا پھر رب تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا (المومن: 51)

"بے شک ہم (اب بھی) مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور مومنین کی"۔ (جمال القرآن)

غزوات

2 ہجری ماہ صفر کی 12 تاریخ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہاد کا اذن دے دیا۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جہاد کے اذن کے بارے یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ﴿۳۹﴾ (الحج)

''اذن دے دیا گیا ہے (جہاد کا) ان (مظلوموں) کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس بناء پر کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر پوری طرح قادر ہے''۔ (جمال القرآن)

اس روایت کو امام نسائی نے صحیح سند کے ساتھ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ امام احمد، امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضور مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما ہو گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''انہوں نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے شہر سے باہر نکال دیا ہے۔ اب وہ ضرور ہلاک ہوں گے۔ اس وقت مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''یہ پہلی آیت طیبہ ہے جو جہاد کے متعلق نازل ہوئی۔ دوسری روایت کے مطابق سب سے پہلے یہ آیت طیبہ اتری جس میں جہاد کا اذن تھا۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ (البقرہ:190)

''لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے لڑتے ہیں''۔ (جمال القرآن)

ایک اور روایت کے مطابق اس ضمن میں یہ آیت طیبہ اتری۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (التوبہ:111)

''یقیناً اللہ نے خرید لی ہیں ایمانداروں سے''۔ (جمال القرآن)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حالت میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے کہ انہیں پیٹا گیا ہوتا۔ وہ زخمی ہوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں صبر کرنے کا حکم دیتے۔ آپ فرماتے ''صبر کرو، مجھے ابھی جہاد کا حکم نہیں ملا'' حتیٰ کہ آپ نے ہجرت فرمائی تو رب تعالیٰ نے آپ کو جہاد کا حکم دے دیا۔ جہاد کے حکم میں تاخیر میں یہ حکمت کارفرما نظر آتی ہے کہ جب تک مسلمان مکہ مکرمہ میں تھے تو وہاں مشرکین کی تعداد زیادہ تھی۔ اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو وہاں اذن جہاد دے دیتا۔ جبکہ ان کی تعداد قلیل تھی تو وہ ان پر شاق گزرتا۔ جب اہل شرک نے بغاوت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باہر نکالا اور آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ میں قرار پذیر ہو گئے آپ کے پاس مہاجرین اور انصار جمع ہو گئے وہ آپ کی نصرت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مدینہ طیبہ دارالسلام بن گیا تو رب تعالیٰ نے دشمن کے ساتھ جہاد کرنے کا اذن دے دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف سرایا بھیجے۔ خود بھی جہاد

کے لئے تشریف لے گئے۔ جس جنگ میں حضور ﷺ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی اسے محدثین اور اہل سیر غزوہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ جس جنگ میں آپ نے بنفس نفیس شرکت نہ کی بلکہ اپنے صحابہ کرام کو بھیجا اسے سریہ اور بعث کہتے ہیں۔ البتہ بعض سرایا کو بھی غزوہ کہا جاتا ہے جیسا کہ غزوۂ موتہ، غزوۂ ذات السلاسل۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لگاتار دشمن سے جہاد فرماتے رہے حتیٰ کہ لوگ دین متین میں گروہ در گروہ داخل ہو گئے۔ فتح مکہ کے بعد لوگ اطراف و اکناف سے سر تسلیم خم کئے حاضر خدمت ہو گئے وہ غزوات جن میں آپ نے بنفس نفیس شرکت کی ان کی تعداد 29 ہے ان کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔

غزوۂ ودان، غزوۂ بواط، غزوہ العشیرہ، غزوہ صفوان (اسے غزوہ بدر الاولیٰ بھی کہا جاتا ہے)، غزوہ بدر الکبریٰ، غزوہ بنی سلیم، غزوہ بنی قینقاع، غزوہ السویق، غزوہ قرا قرۃ الکدر، غزوہ غطفان (اسے غزوہ ذی امر بھی کہتے ہیں)، غزوہ بحران، غزوۂ احد، غزوہ حمراء الاسد، غزوہ بنی نضیر، غزوہ ذات الرقاع (اسے غزوۃ عارب اور غزوہ بنی ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے)، غزوہ بدر الآخیرہ (اسے غزوہ بدر الموعد بھی کہا جاتا ہے)، غزوہ دومۃ الجندل، غزوہ بنی مصطلق (اسے غزوۃ المریسیع بھی کہا جاتا ہے)، غزوہ خندق، غزوہ بنی قریظہ، غزوہ بنی لحیان، غزوہ الحدیبیہ، غزوہ ذی قرد، غزوہ خیبر، غزوہ وادی القریٰ، غزوہ عمرۃ القضاء، غزوہ فتح مکہ، غزوہ حنین والطائف، غزوہ تبوک۔

البتہ وہ سرایا جن میں آپ نے اپنے صحابہ کرام کو جہاد کے لئے بھیجا ان کی تعداد تینتالیس ہے۔ دوسری روایت کے مطابق ان کی تعداد ستر سے بھی زیادہ ہے۔ ان سب کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آرہی ہے۔ علامہ الحلبی نے ''السیرۃ'' میں لکھا ہے۔

''اس امر میں کوئی اخفاء نہیں کہ آپ دس سال سے کچھ زائد عرصہ مکہ مکرمہ میں قیام فرمارہے۔ آپ جنگ کے بغیر ہی اہل مکہ کو دعوت اسلام دیتے رہے۔ مکہ مکرمہ میں اہل مکہ اور مدینہ طیبہ میں یہودیوں کی اذیتوں پر صبر کرتے رہے۔ صحابہ کرام بھی دامن صبر تھامے رہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ابھی یہی حکم تھا۔ ارشاد ربانی ہے۔

فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ (النساء: 81)

''پس رخ (انور) موڑ لیجئے ان سے''۔

وَاصْبِرْ (الکہف: 28)۔

''اور روکے رکھیے''۔ (جمال القرآن)

اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ نصرت اور فتح کا وعدہ کیا۔ جب آپ کے پیروکاروں کی تعداد کثیر ہو گئی وہ آپ کی محبت کو اپنے آباء، اولاد اور بیویوں کی محبت پر ترجیح دیتے تھے۔ اہل شرک کفر و تکذیب پر ہی مصر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہاد کا اذن مرحمت فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً (النساء: 77)

''کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف جنہیں جب کہا گیا کہ روکو اپنے ہاتھوں کو اور قائم کرو نماز اور ادا کرو

زکوٰۃ (ان باتوں کو تو مان لیا) پھر جب فرض کیا گیا جہاد تب ایک گروہ ان میں سے ڈرنے لگ گیا لوگوں سے ڈرا جاتا ہے جیسے خدا سے یا اس سے بھی زیادہ''۔ (جمال القرآن)

اس آیت طیبہ کی تفسیر میں روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جن میں حضرات عبدالرحمٰن بن عوف، مقداد بن اسود، قدامہ بن مظعون اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم شامل تھے یہ مشرکین سے بہت زیادہ اذیتیں برداشت کرتے تھے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! جب ہم مشرک تھے تو ہم عزت کے ساتھ رہتے تھے۔ جب ہم نے اسلام قبول کر لیا تو یہ مشرکین ہمیں ذلیل کرنے لگے ہیں۔ ہمیں ان کے ساتھ جہاد کرنے کا اذن مرحمت فرما دیں''۔ آپ نے ان سے فرمایا ''ان سے اپنے ہاتھ روک لو مجھے ان کے ساتھ جہاد کرنے کا اذن نہیں ملا''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ ہجرت فرما ہوئے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا تو بعض پر شاق گزرا تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت طیبہ نازل کی۔

صحابہ کرام مکہ مکرمہ میں اور ہجرت کے بعد اذن قتال ملنے سے قبل انتہائی محتاط تھے۔ کیونکہ سارا عرب ان کے بالمقابل کھڑا تھا۔ حتیٰ کہ انہوں نے مسلمانوں کو تھکا دیا۔ مسلمان اسلحہ میں ہی صبح و شام کرتے تھے۔ وہ کہتے ''تم دیکھتے ہو ہم کس طرح شب و روز بسر کرتے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا کوئی خوف نہیں''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا (النور:55)

''وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور نیک عمل کئے کہ وہ ضرور خلیفہ بنائے گا انہیں زمین میں جس طرح اس نے خلیفہ بنایا ان کو جو ان سے پہلے تھے۔ اور مستحکم کر دے گا ان کے لئے ان کے دین کو جسے اس نے پسند فرمایا ہے ان کے لئے اور وہ ضرور بدل دے گا انہیں ان کی حالت خوف کو امن سے۔ وہ میری عبادت کرتے ہیں۔ کسی کو میرا شریک نہیں بناتے''۔ (جمال القرآن)

پھر جہاد کا اذن دے دیا گیا۔ مگر حرمت والے مہینے میں اجازت نہ تھی۔ ارشاد ربانی ہے۔

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (التوبۃ:5)

''پھر جب گزر جائیں حرمت والے مہینے تو قتل کرو مشرکین کو جہاں بھی تم پاؤ انہیں''۔ (جمال القرآن)

پھر اللہ تعالیٰ نے مطلق حکم دے دیا۔ ارشاد فرمایا

قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً (سورۃ التوبہ:36)

''جنگ کرو تمام مشرکوں سے''۔ (جمال القرآن)

پھر کفار کے ساتھ آپ کا امر تین اقسام میں منقسم ہو گیا۔ (۱) جنگ کرنے والے کفار۔ جب یہ اپنے شہروں میں ہوں تو ہر سال علی الکفایہ ان کے ساتھ جہاد کرنا واجب ہے۔ (۲) اہل عہد۔ مگر جزیہ کی ادائیگی کا معاہدہ نہ ہوتا۔ آپ نے ان کے ساتھ

اس شرط پر صلح کی کہ وہ آپ کے ساتھ نہ تو جنگ کریں گے اور نہ ہی آپ کے خلاف دشمن کی مدد کریں گے۔ وہ اپنے کفر پر ہی رہیں گے۔ ان کے خون اور اموال محفوظ رہیں گے۔ ② اہل ذمہ۔ ان کیساتھ جزیہ ادا کرنے پر معاہدہ ہوا تھا۔ بعض علماء نے ایک اور قسم کا اضافہ کیا ہے کہ جو اپنا بچاؤ کرتا ہوا اسلام میں داخل ہوا۔ یہ منافق تھے۔ ان کے متعلق آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ ان کے ظاہر کو قبول کریں اور ان کے باطن کو رب تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔ آپ ان سے اعراض ہی فرماتے تھے۔ سوائے ان امور کے جن کا تعلق شریعت اسلامیہ کے ساتھ ہوتا۔ آپ نے قریش کے تجارتی قافلہ کے ساتھ تعرض کرنے سے ابتداء کی تاکہ اس طرح جہاد کا آغاز ہو سکے۔ اور صحابہ کرام کے قلوب جہاد پر آہستہ آہستہ تقویت پکڑتے جائیں اور اس سے حاصل کردہ مال سے تقویت حاصل کریں۔ آپ نے سب سے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک سریہ میں بھیجا۔ یہ سریہ رمضان المبارک یا ربیع الاول 2ھ میں ہوا تھا۔ آپ نے تیس مہاجرین صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ قریش کے اس قافلہ سے تعرض کریں جو شام سے مکہ مکرمہ جا رہا تھا۔ تاکہ اسے اس کے مقصد سے روک دیں۔ اس قافلہ میں ابوجہل تھا۔ سواروں کی تعداد تین سو تھی۔ دوسرے قول کے مطابق ایک سو بتیس تھی۔ جب صحابہ کرام "العیص" تک پہنچے تو وہاں اس قافلہ کو جا لیا۔ فریقین جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ صف بندی ہو گئی۔ پھر مجدی بن عمرو الجہنی نے فریقین میں صلح کرا دی۔ صحابہ کرام واپس آ گئے اور قتال کی نوبت نہ آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مجدی کے متعلق فرمایا "وہ میمون النقیبہ، مبارک الامر یا رشید الامر ہے"۔ جب اس مجدی کا وفد بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کپڑے عطا فرمائے۔ اس مجدی کے اسلام کے بارے کسی کو خبر نہیں۔ نہ ہی کسی سیرت نگار نے اسے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ البتہ اس صلح میں اس نے بنیادی کردار ادا کیا۔ اس واقعہ میں مسلمانوں کی تعداد قلیل تھی۔ کفار تعداد میں زیادہ تھے۔ یہ مسلمانوں اور کفار کی پہلی جنگ تھی اس میں کافروں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ یہ صلح حال کی ستر پوشی اور اہل اسلام کی شوکت کی بقاء کے لئے تھی۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجدی کے بارے فرمایا "وہ میمون النقیبہ، مبارک الامر یا رشید الامر" ہے۔ اس سریہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف مہاجر صحابہ کرام کو بھیجا کسی ایک بھی انصاری صحابی کو نہ بھیجا۔ بلکہ غزوۂ بدر تک کسی بھی جنگی مہم میں انہیں نہ بھیجا۔ کیونکہ انہوں نے بیعت کرتے وقت عرض کی تھی کہ وہ اپنے شہر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کریں گے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ وہ شہر سے باہر نکل کر بھی آپ کے ہمراہ جنگ آزما ہوں گے حتیٰ کہ وہ بتدریج اسی امر پر عمل پیرا ہو گئے۔ اس پر راضی ہو گئے اور ان کے نفوس اسی پر خوش ہو گئے اور مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر بھی انہوں نے آپ کے ہمراہ جنگ کی۔ ایک اور قول کے مطابق اس سریہ میں انصار کی ایک جماعت بھی شامل تھی۔

سریہ حضرت عبیدہ بن الحرث بن المطلب

یہ سریہ ماہ شوال کو بطن رابغ کی طرف پیش آیا۔ اس وقت ہجرت کو آٹھ ماہ گزر چکے تھے۔ اس سریہ میں ستر یا اسی مہاجرین نے شرکت کی۔ ان میں ایک بھی انصاری صحابی نہ تھے۔ یہ ابوسفیان سے ملے یا مکرز بن حفص یا عکرمہ بن ابی جہل سے ملے۔ مشرکین تعداد میں دو سو تھے۔ باہم قتال کی نوبت نہ آئی۔ البتہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک تیر پھینکا یہ اسلام میں

پھینکا گیا پہلا تیر تھا۔ دوسرے قول کے مطابق انہوں نے ترکش کھولا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آگے نکل گئے اور ترکش میں موجود سارے تیر چلا دیئے۔ ان کے ترکش میں بیس تیر تھے۔ ہر تیر نے کسی انسان یا سواری کو زخمی کیا پھر مسلمان واپس آگئے۔ مسلمانوں کی قوت وشوکت کا اظہار ہو گیا۔ حضرت مقداد بن عمرو اور حضرت عتبہ بن غزوان مشرکین سے نکل کر مسلمانوں کی طرف آگئے یہ مسلمان تھے۔ اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ والا تک پہنچنے کے لئے نکلے تھے۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو رمضان المبارک میں بھیجا گیا۔ اس وقت ہجرت کو سات ماہ ہونے کو تھے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو شوال میں بھیجا گیا۔ اس وقت ہجرت کو آٹھ ماہ ہونے والے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں حضرات کا جھنڈا ایک ساتھ ہی باندھا۔ مگر کسی امر کی وجہ سے حضرت عبیدہ کی مہم ماہ شوال تک مؤخر ہو گئی۔

سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

یہ سریہ الخرار کی طرف تھا۔ یہ حجاز کی ایک وادی تھی جو جحفہ کی طرف جاتی تھی۔ یہ مہم ذوالقعدہ میں رونما ہوئی۔ ہجرت نبوی کو تقریباً نو ماہ ہونے کو تھے۔ اس مہم میں مہاجرین کے بیس شہسوار شامل تھے۔ انہوں نے قریش کے قافلہ کے ساتھ تعرض کیا۔ یہ ان کے تعاقب میں نکلے اور پانچویں صبح الخرار جا پہنچے۔ انہیں علم ہوا کہ قریش کا قافلہ کل ہی وہاں سے گزرا تھا۔ مسلمان واپس آگئے اور جنگ کی نوبت نہ آئی۔ وہ پہلا غزوہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس شرکت فرمائی وہ غزوۂ ودان تھا۔

غزوۂ ودان

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ غزوات کے علم میں دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات اس طرح سیکھتے تھے جس طرح قرآن پاک کی سورتیں سیکھتے تھے"۔ حضرت اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہمیں والد گرامی غزوات اور سرایا کا علم سکھاتے تھے۔ ساتھ ہی فرماتے "نور نظر! یہ تمہارے آباء کا شرف ہے۔ ان کا ذکر ضائع مت کرو۔ وہ پہلا غزوہ جس میں آپ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی وہ غزوۂ ودان ہے۔ بعض سیرت نگاروں نے اسے غزوۂ ودان اور بعض نے اسے غزوہ الابراء کہا ہے کیونکہ یہ دونوں مقامات وادی الفرع میں قریب قریب ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غزوہ کے لئے تشریف لے گئے تو صفر کے بارہ روز گزر چکے تھے۔ ہجرت کو ایک سال ہونے کو تھا۔ آپ قریش اور بنو ضمرہ کا قصد کئے ہوئے تھے۔ بعض سیرت نگاروں کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف قریش کے قافلہ کے قصد سے عازم سفر ہوئے۔ جب آپ نے بنو ضمرہ سے ملاقات کی تو ان کے ساتھ صلح کر لی۔ آپ ستر شہسواروں کے ہمراہ عازم سفر ہوئے۔ یہ صحابہ سارے مہاجرین ہی تھے ان میں سے ایک بھی انصاری نہ تھا۔ آپ کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی قافلہ آگے نکل گیا۔ آپ کے اور بنو ضمرہ کے مابین صلح ہو گئی۔ اس صلح کی شرائط یہ تھیں "بنو ضمرہ آپ کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے۔ آپ کے خلاف لشکر کشی نہیں کریں گے نہ ہی آپ کے خلاف کسی دشمن کی مدد کریں گے اور اگر ان کے ساتھ جو جنگ کریگا تو آپ ان کی اعانت فرمائیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی انہیں نصرت کے لئے بلائیں

گے اور وہ آپ کے جواب میں لبیک کہیں گے"۔

آپ نے ان کے سردار مخشی بن عمرو ضمری کے ساتھ معاہدہ کیا اور یہ معاہدہ طے پایا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"یہ عہد نامہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بنوضمرہ کے لئے ہے۔ ان کے اموال اور ان کی جانیں محفوظ ہوں گی۔ اگر کسی نے ان پر حملہ کر دیا تو ان کی نصرت کی جائے گی۔ بشرطیکہ وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ نہ کریں۔ یہ معاہدہ اس وقت تک کے لئے ہے جب تک سمندر صوف کو تر کرتا رہے گا۔ حضور ﷺ جب بھی انہیں نصرت کے لئے بلائیں گے تو وہ آپ کی آواز پر لبیک کہیں گے"۔

آپ کا جھنڈا سفید تھا۔ علمبردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر عامل بنایا۔ پھر آپ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ اس مہم میں آپ کے پندرہ روز صرف ہوئے یہ آپ کا پہلا غزوہ تھا۔

غزوہ بواط

بواط جہینہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ یہ "ینبع" کے قریب ہے۔ آپ اس غزوہ کے لئے ربیع الاول یا ربیع الآخر میں تشریف لے گئے۔ ہجرت مدینہ کو 13 ماہ گزر چکے تھے۔ آپ کے ہمراہ دوسو مہاجر صحابہ کرام تھے۔ آپ قافلۂ قریش کے قصد سے تشریف لے گئے۔ یہ قافلہ دو ہزار افراد اور پانچ سو اونٹوں پر مشتمل تھا۔ اس میں امیہ بن خلف سمیت قریش کے ایک سو افراد شامل تھے۔ آپ دشمن سے نبرد آزما نہ ہو سکے۔ آپ واپس تشریف لے آئے اس غزوہ میں آپ کے علمبردار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے حضرت سعد بن معاذ کو مدینہ طیبہ پر اپنا عامل مقرر کیا۔

غزوۃ العشیرۃ

عشیرہ بنو مدلج کے ایک چشمہ کا نام تھا یہ جگہ اسی طرف منسوب ہوتی تھی۔ آپ جمادی الاولی یا جمادی الاخری میں اس غزوہ کے لئے تشریف لے گئے۔ ہجرت مدینہ کو سولہ ماہ گزر چکے تھے۔ آپ کے ہمراہ ایک سو یا دوسو مہاجر مجاہدین تھے۔ ان کے ہمراہ تیس اونٹ تھے۔ آپ قریش کے اس قافلہ کے تعاقب میں نکلے تھے جو مکہ مکرمہ سے شام کے لئے عازم سفر ہوا تھا۔ قریش نے اس کارواں کے لئے اپنے اموال جمع کئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کارواں میں پانچ ہزار دینار اور ایک ہزار اونٹ تھے۔ اس قافلہ کا قائد ابوسفیان تھا۔ اس کے ہمراہ ستائیس یا انتیس افراد تھے۔ ان میں مخرمہ بن نوفل اور عمرو بن عاص بھی شامل تھے۔ مگر آپ کے پہنچنے سے قبل وہ کارواں نکل چکا تھا۔ یہ وہی کارواں تھا جس کی واپسی غزوۂ بدر کا سبب بنی۔ اس غزوۂ میں آپ کے علمبردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے آپ نے حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد المخزومی رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا عامل مقرر کیا۔ اس غزوہ میں آپ نے بنو مدلج بن کنانہ اور بنوضمرہ کے حلیفوں کے ساتھ صلح کی۔

امام واقدی نے لکھا ہے "ان تینوں غزوات میں حضور ﷺ قریش کے مختلف کارواں کے تعاقب میں نکلے تھے جو شام

کی طرف جا رہے تھے یا وہاں سے آ رہے تھے۔ اسی وجہ سے غزوۂ بدر بھی رونما ہوا تھا۔ اس طرح غزوۂ بدر سے قبل آپ نے جو سرایا بھیجے تھے ان کا بھی یہ مدعا تھا"۔ پھر آپ واپس تشریف لے آئے اور قافلہ نہ مل سکا۔

غزوۂ بدر الاولیٰ

امام ابن اسحاق لکھتے ہیں "جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ العشیرۃ سے واپس تشریف لائے آپ چند دن ہی مدینہ طیبہ قیام فرما رہے کہ کرز بن جابر فہری نے مدینہ طیبہ کی چراگاہ پر حملہ کر دیا۔ یہ قریش کے رؤسا میں سے تھا۔ پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور درجۂ صحابیت پر فائز ہوئے۔ انہیں ایک سریہ کا امیر بھی بنایا گیا۔ فتح مکہ کے روز ان کے سر پر شہادت کا تاج سجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عازم سفر ہو کر سفوان پہنچ گئے۔ یہ بدر کی طرف ہی ایک جگہ کا نام تھا۔ مگر کرز بن جابر بچ نکلا۔ اس غزوہ کو بدر الاولیٰ کہا جاتا ہے۔ آپ واپس تشریف لے آئے اس غزوۂ میں آپ کے علمبردار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا عامل مقرر فرمایا۔

سریہ امیر المؤمنین عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

ان کا شمار سابقون الاولون صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک سریہ میں بھیجا"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں تم پر ایسا شخص امیر کرنے لگا ہوں جو بھوک اور پیاس پر تم سب سے زیادہ صابر ہوگا"۔ آپ نے ہم پر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور انہیں امیر المؤمنین کے لقب سے نوازا۔ اسلام میں سب سے پہلے انہیں ہی امیر المؤمنین کہا گیا۔ یہ قول اس قول کے منافی نہیں کہ سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین کہا گیا کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خلفاء میں سے سب سے پہلے انہیں امیر المؤمنین کہا گیا۔ یہ سریہ ماہ رجب میں رونما ہوا۔ ہجرت کو تقریباً سترہ ماہ گزر چکے تھے۔ حضرت عبداللہ بن جحش کے ہمراہ اسی یا بارہ مجاہدین تھے۔ یہ نخلہ کی طرف گئے یہ جگہ مکہ مکرمہ سے ایک رات کی مسافت پر ہے۔ یہ مکہ مکرمہ اور طائف کے مابین ہے۔ دو دو سوار کو ایک ایک اونٹ بطور سواری ملا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ایک مکتوب گرامی لکھ کر دیا۔ اور حکم دیا کہ وہ اسے نہ دیکھیں حتیٰ کہ دو دن کی مسافت طے کر لیں۔ پھر اسے پڑھیں اور جو کچھ اس میں مکتوب ہو اس کے مطابق عمل پیرا ہوں۔ اور صحابہ میں سے کسی کو بھی اپنے ساتھ جانے پر مجبور نہ کریں"۔ جب وہ دو دن چلے تو مکتوب گرامی کھول کر پڑھا۔ اس میں مرقوم تھا۔

"جب تم یہ خط پڑھو تو آگے روانہ ہو جاؤ حتیٰ کہ نخلہ فروکش ہو جاؤ۔ یہ مکہ اور طائف کے مابین ایک مقام ہے۔ وہاں قریش کے قافلہ کا انتظار کرو اور ہمیں اس سے آگاہ کرو"۔

انہوں نے خط مبارک پڑھا اور سر تسلیم خم کر دیا۔ پھر اپنے ساتھیوں کو اس خط کے متعلق بتایا اور انہیں بتایا کہ وہ کسی کو بھی اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہیں کریں گے۔ مگر ان میں سے ایک صحابی بھی پیچھے نہ رہے وہ حجاز کے راستے چلنے لگے۔ جب نجران

پہنچے تو حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہما کا اونٹ گم ہو گیا۔ وہ اس کی جستجو میں پیچھے رہ گئے۔ حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھی آگے نکل گئے۔ وہ نخلہ فروکش ہوئے۔ قریش کے کارواں کا انتظار کرتے رہے۔ ان کا کارواں ان کے پاس سے گزرا وہ کشمش، چمڑے اور دیگر سامان تجارت اٹھائے ہوئے تھے۔ اس قافلہ میں عمرو بن حضرمی، عثمان بن عبداللہ، نوفل بن عبداللہ اور حکم بن کیسان شامل تھے۔ یہ ان مجاہدین کے قریب ہی فروکش ہوئے۔ یہ مجاہدین کو دیکھ کر ڈر گئے۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے ایسا عمل کیا جس سے ان کا خوف دور ہو گیا۔ ان کے بعض دوستوں نے اپنے سر منڈوا لئے اور ان کے قریب تر ہو گئے۔ جب قریش کے افراد نے مسلمانوں کو اس حالت میں دیکھا تو وہ مطمئن ہو گئے۔ انہوں نے کہا "یہ تو عمرہ کرنے آئے ہیں" انہوں نے اپنے جانور چرنے کے لئے چھوڑ دیئے اور خود کھانا پکانے میں مصروف ہو گئے۔ مسلمانوں نے باہم مشاورت کی اور کہا "ہم رجب کے آخری دن میں ہیں یا شعبان کے پہلے دن میں۔ انہیں اس روز کے متعلق شک ہوا کہ کیا وہ ماہ حرام میں سے ہے یا نہیں۔ انہوں نے کہا "اگر ہم نے انہیں قتل کر دیا تو ہم حرمت کی رداء کو چاک کریں گے اور اگر ہم نے انہیں چھوڑ دیا تو یہ حرم مکہ میں داخل ہو جائیں گے۔ اور ہم انہیں کچھ نہ کر سکیں گے۔ پھر انہوں نے خود کو ان پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی۔ اور ان کے قتل پر اتفاق کر لیا۔ انہوں نے عمرو بن حضرمی کو قتل کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن واقد رضی اللہ عنہ نے تیر مار کر اسے قتل کر دیا۔ مسلمانوں نے عثمان بن عبداللہ المخزومی اور حکم بن کیسان کو قیدی بنا لیا۔ باقی لوگ بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے قافلہ ہانک لیا۔ یہ اسلام میں پہلا مال غنیمت تھا۔ یہ پہلا قتل تھا جو نصرت اسلام کے لئے ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ بن جحش نے اس مال غنیمت میں سے خمس نکالا۔ بقیہ اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔ یہ ان کا اجتہاد تھا۔ دوسرے قول کے مطابق انہوں نے یہ سارا مال بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے بعد اسے تقسیم کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کرام سے فرمایا "میں نے ماہ حرام میں تمہیں قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا" یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سخت پشیمان ہوئے۔ انہوں نے گمان کیا کہ وہ ہلاک ہو گئے ہیں۔ دیگر صحابہ کرام نے بھی ان صحابہ کرام پر عتاب کیا۔ قریش باتیں کرنے لگے۔ انہوں نے کہا "محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ماہ حرام میں خونریزی کرتے ہیں اور مال لیتے ہیں" یہودیوں نے اس واقعہ سے آپ کے خلاف فال پکڑی۔ عمرو بن حضرمی کو حضرت واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے واصل جہنم کیا تھا۔ یہودیوں نے کہا (عمرو سے) "عمرت الحرب" اور واقد سے "وقدت الحرب" رب تعالیٰ نے یہ بدفالی ان یہودیوں نے نصیب میں ہی لکھ دی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَ اِخْرَاجُ اَھْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (البقرہ: 217)

"وہ پوچھتے ہیں آپ سے کہ ماہ حرام میں جنگ کرنے کا حکم کیا ہے آپ فرمایئے کہ لڑائی کرنا اس میں بڑا گناہ ہے۔ لیکن روک دینا اللہ کی راہ سے اور کفر کرنا اس کے ساتھ اور (روک دینا) مسجد حرام سے اور نکال دینا اس میں

بسنے والوں کو اس سے، اس سے بھی بڑے گناہ ہیں۔ اللہ کے نزدیک اور فتنہ (وفساد) قتل سے بھی بڑا گناہ ہے"۔

(جمال القرآن)

یہ آیت طیبات اس عمل کی تائید میں ہیں جو کچھ اس سریہ میں ہوا تھا۔ اس سریہ کے متعلق حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تعدون قتلا فی الحرام عظیمة واعظم منه لو یرٰی الرشد راشد

تم ماہ حرام میں قتل کو بڑا گناہ شمار کر رہے ہو۔ حالانکہ اگر کوئی ہدایت یافتہ راہ ہدایت کو دیکھے تو اس سے بھی بڑے گناہ

صدود کم عما یقول محمد و کفر به واللہ راءٍ و شاهد

یہ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے تمہاری مخالفت اور آپ سے کفر۔ اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ اس کا گواہ ہے۔

واخراجکم من مسجد اللہ اهله لئلا یرٰی لِلّٰہِ فی البیت ساجد

اور تمہارا اللہ کی مسجد سے اس میں بسنے والوں کو نکال دینا۔ تاکہ بیت اللہ میں اللہ کے حضور سجدہ کرنے والا کوئی نظر نہ آئے۔

فانا وان عیرتمونا بقتله وارجف بالاسلام باغٍ و حاسد

اگرچہ تم نے ہمیں قتل کی عار دلائی اور سرکش اور حسد کرنے والوں نے اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کیا۔

سقینا من ابن الحضرمی رماحنا بنخلة لما او قد الحرب واقد

لیکن ہم نے وادیٔ نخلہ میں ابن حضرمی کے خون سے اپنے نیزوں کو سیراب کیا جب واقد نے جنگ بھڑکائی۔

دما وابن عبداللہ عثمان بیننا ینازعه غل من القید عاقد

عثمان بن عبداللہ ہمارے پاس ہے۔ تسمے کے خون آلود طوق نے اسے جکڑ رکھا ہے۔

قریش نے اپنے دو قیدیوں عثمان بن عبداللہ مخزومی اور حکم بن کیسان کا فدیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہم ان کا فدیہ اس وقت تک قبول نہیں کریں گے حتیٰ کہ ہمارے ساتھی (حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عتبہ بن غزوان) واپس نہ آجائیں۔ اگر تم نے انہیں شہید کر دیا ہے تو ہم تمہارے ان ساتھیوں کو تہ تیغ کر دیں گے" چند روز کے بعد یہ دونوں حضرات سعد بن وقاص اور عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہما واپس آگئے۔ حضرت حکم بن کیسان نے تو اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہی قیام فرما رہے حتیٰ کہ بئر معونہ کے روز جام شہادت نوش کیا البتہ عثمان مکہ مکرمہ چلا گیا اور وہاں حالت کفر میں مرا۔

مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ (الاعراف: 186)

"جسے گمراہ کر دے اللہ تعالیٰ تو نہیں کوئی ہدایت دینے والا اسے"۔ (جمال القرآن)

اسی سال رجب میں خانہ کعبہ کو مسلمانوں کا قبلہ بنا دیا گیا۔ وہ پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ شعبان المعظم میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے۔ پھر صدقہ فطر واجب ہوا۔ اسی ماہ میں مال کی زکوٰۃ فرض ہوئی۔ دوسرے قول کے مطابق 9ھ میں زکوٰۃ فرض ہوئی۔ ایک اور قول کے مطابق ہجرت سے قبل زکوٰۃ فرض ہوئی۔

غزوۂ بدر الکبریٰ

اہمیت

اس غزوہ کو غزوۂ بدر العظمیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت طیبہ میں اسے یوم الفرقان کے نام سے یاد فرمایا ہے۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ (انفال:41)

''اور اس پر جسے ہم نے اتارا اپنے (محبوب) بندہ پر فیصلہ کے دن جس روز آمنے سامنے ہوئے تھے دونوں لشکر''۔

(جمال القرآن)

کیونکہ اس روز اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے مابین فرق کر دیا۔ اسے یوم البطشۃ الکبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝ (الدخان)

''پوری شدت سے پکڑیں گے (اس روز) ہم (ان سے) بدلہ لے لیں گے''۔ (جمال القرآن)

اسی روز اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت نصیب فرمائی۔ اہل اسلام کو تقویت بخشی۔ کفر کو رسوا کیا مسلمانوں کی قلت اور دشمن کی کثرت کے باوجود دشمن کو ذلیل کیا۔ یہ اسلام کے ساتھ عنایت ربانی کی واضح دلیل ہے۔ اگرچہ دشمن غرق آہن تھا۔ اس کی تعداد کثیر تھی۔ گھوڑے نشان زدہ تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت و تکریم بخشی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سرخرو فرمایا۔ شیطان اور اس کے گروہ کو رسواء کر دیا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر احسان جتلاتے ہوئے فرمایا:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (آل عمران:123)

''بے شک مدد کی تھی تمہاری اللہ تعالیٰ نے (میدان) بدر میں حالانکہ تم بالکل کمزور تھے''۔ (جمال القرآن)

لب لباب یہ ہے کہ اس غزوہ کا شمار اسلام کے عظیم ترین غزوات میں ہوتا ہے اسی سے اسلام کا غلبہ ہوا۔ اس کے وقوع کے بعد اسلام کا نور آفاق میں پھیل گیا۔ اس کے ظہور کے وقت اللہ تعالیٰ نے کفار کو ذلیل کر دیا اور مسلمانوں کے سروں پر سچی عزتوں کا تاج سجایا اور ان کا شمار ابرار میں ہونے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر سے فرمایا:

''جو چاہو کرو۔ میں نے تمہارے لئے جنت لازم قرار دے دی ہے۔ یا تمہارے گناہ معاف کر دیئے ہیں''۔

مسلمانوں کی روانگی

رمضان المبارک کے بارہ دن گزر چکے تھے۔ ہجرت کو انیس ماہ ہونے کو تھے۔ ہفتہ کے روز مسلمان عازم سفر ہوئے۔ حضور ﷺ کی معیت میں انصار بھی عازم سفر ہوئے۔ اس سے قبل کسی غزوہ میں وہ آپ کے ہمراہ روانہ نہیں ہوئے تھے۔ غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والے خوش بخت صحابہ کرام کی تعداد 313 یا 314 یا 315 تھی۔ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ حضور ﷺ اس قافلہ کے تعرض سے عازم سفر ہوئے جس کے تعاقب میں آپ پہلے روانہ ہوئے تھے حتی کہ جب آپ العشیرہ پہنچے تو وہ کارواں آگے جا چکا تھا۔ آپ اس کارواں کا انتظار فرماتے رہے کہ شام سے واپس آئے۔ اس کی واپسی پر آپ نے مسلمانوں کو دعوت دی۔ فرمایا ''یہ اہل قریش کا قافلہ ہے جس میں کثیر اموال ہیں۔ اس کی طرف نکلو۔ شاید رب تعالیٰ تمہیں وہ بطور مال غنیمت عطا فرما دے''۔ صحابہ کرام نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔ بعض صحابہ کرام پیچھے رہے کیونکہ ان کا گمان تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے جنگ کا ارادہ نہیں کیا۔ اس کی وجہ سے حضور ﷺ نے ان پر تہمت نہیں لگائی۔ بلکہ آپ نے فرمایا ''جس کی سواری اس کے پاس موجود ہے وہ ہمارے ہمراہ ہو جائے''۔ جس کی سواری اس سے دور تھی آپ نے اس کا انتظار نہ کیا۔ ابوسفیان کو ایک شخص ملا۔ اس نے اسے بتایا کہ حضور ﷺ تمہارے شام جاتی دفعہ بھی تمہارے ساتھ تعرض کا ارادہ رکھتے تھے۔ اور اب بھی آپ تمہارے قافلہ کی واپسی کے منتظر ہیں'' جب ابوسفیان واپس آیا اور اس کا کارواں سرزمین حجاز کے قریب پہنچا تو وہ مختلف خبروں کی ٹوہ میں لگ گیا۔ جو قافلہ بھی اسے ملتا وہ اس سے حضور اکرم ﷺ کے متعلق پوچھتا۔ وہ حضور اکرم ﷺ سے بہت خوفزدہ تھا۔ اس نے اس کارواں سے سنا کہ حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام سمیت تمہارے لئے اور تمہارے کارواں کے لئے عازم سفر ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر اسے خوف اور ڈر نے آلیا۔ اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو بیس مثقال دیئے تا کہ وہ مکہ مکرمہ جائے۔ وہ اپنے اونٹ کے کان اور ناک کاٹ دے۔ اپنا کجاوہ الٹا کر دے۔ اپنی قمیص کو آگے پیچھے سے پھاڑ دے جب وہ مکہ مکرمہ پہنچ جائے اور قریش اس کے پاس آ جائیں تو وہ انہیں بتائے کہ محمد عربی ﷺ اور ان کے صحابہ نے اس کارواں پر چڑھائی کر دی ہے'' اس کارواں میں سارے قریش کے اموال تھے حتی کہ کہا جاتا ہے کہ خویطب بن عبدالعزیٰ کے علاوہ ہر قریشی مرد اور قریشی عورت کی اس میں ایک مثقال یا اس سے زائد کی سرمایہ کاری تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کارواں میں پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار اونٹ تھے۔ ان کا قائد ابوسفیان تھا۔ اس کے ہمراہ مخرمہ بن نوفل اور عمرو بن العاص بھی تھے۔ اس کارواں میں 29 یا 27 افراد تھے۔ ضمضم جلدی سے عازم سفر ہوا۔

عاتکہ کا خواب

عاتکہ حضور ﷺ کی پھوپھی اور حضرت عبدالمطلب کی نور نظر تھیں۔ ان کے اسلام لانے میں علماء کا اختلاف ہے۔ انہوں نے ایک خواب دیکھا جس نے انہیں خوفزدہ کر دیا۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت عباس کو بلایا اور انہیں کہا ''بھائی! میں نے آج رات ایک خوفزدہ کرنے والا خواب دیکھا ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ آپ کی قوم کو مصیبت اور شر کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جو

کچھ میں بیان کرنے لگی ہوں۔ اسے مخفی رکھنا" ایک اور روایت کے مطابق انہوں نے کہا "میں اس وقت تک آپ سے خواب بیان نہیں کروں گی حتیٰ کہ آپ مجھ سے یہ وعدہ کریں کہ وہ خواب کسی سے بیان نہیں کریں گے۔ اگر کفار قریش نے یہ خواب سن لیا تو وہ ہمیں اذیت دیں گے اور ہمیں ان سے غیر پسندیدہ گفتگو سننا پڑے گی"۔ جب حضرت عباس نے یہ وعدہ کیا تو انہوں نے کہا "میں نے ایک سوار دیکھا ہے جو اونٹ پر سوار تھا۔ وہ الابطح پر کھڑا ہو گیا۔ اس نے باآواز بلند کہا "اے دھوکا اور بے وفائی کرنے والو! تین ایام کے بعد اپنی اپنی قتل گاہوں کی طرف نکلو" میں نے دیکھا لوگ اس سوار کے اردگرد جمع تھے۔ پھر وہ سوار مسجد حرام میں داخل ہوا۔ کچھ اس کے اردگرد اور کچھ اس کے پیچھے تھے۔ پھر میں نے اسی اونٹ کو دیکھا وہ خانہ کعبہ کے چھت پر تھا۔ وہ اسی طرح چیخا۔ پھر میں نے اسی اونٹ کو کوہ ابی قبیس کی چوٹی پر دیکھا وہ اسی طرح چلایا۔ پھر اس نے ایک چٹان کو دیکھا اور اسے لڑھکا دیا وہ چٹان نیچے آنے لگی۔ پہاڑ کے نیچے پہنچ کر وہ ٹوٹ گئی مکہ مکرمہ کے ہر ہر گھر میں اس کا ایک ایک ٹکڑا گرا"۔

حضرت عباس نے کہا "بخدا! یہ تو ایک عظیم خواب ہے۔ تم اسے مخفی رکھو۔ کسی کو اس کے متعلق نہ بتانا" پھر حضرت عباس باہر آئے وہ ولید بن عتبہ سے ملے۔ یہ ان کا دوست تھا۔ اس نے اس خواب کا تذکرہ کیا۔ اس سے اسے مخفی رکھنے کو کہا۔ ولید نے اس کا تذکرہ اپنے باپ سے کر دیا۔ اس نے دیگر لوگوں کو اس کے متعلق بتا دیا۔ اس طرح یہ خبر پھیل گئی۔ حضرت عباس نے کہا "میں صبح سویرے طواف کرنے کی نیت سے گیا۔ ابوجہل قریش کے ایک گروہ میں بیٹھ کر عاتکہ کے خواب کے متعلق باتیں کر رہا تھا۔ جب ابوجہل نے مجھے دیکھا تو اس نے کہا "ابوالفضل! طواف سے فارغ ہو کر ہمارے پاس آنا"۔ میں طواف سے فارغ ہو کر اس کے پاس گیا اور وہیں بیٹھ گیا۔ ابوجہل نے کہا "بنوعبدالمطلب! تم میں یہ نبیہ کب سے پیدا ہو گئی ہے" میں نے پوچھا "کیا ہوا؟" اس نے کہا "وہ خواب جو عاتکہ نے دیکھا ہے"۔ میں نے کہا "اس نے کیا دیکھا ہے؟" اس نے کہا "بنو عبدالمطلب! کیا تم اس بات پر راضی نہ تھے کہ تمہارے مرد ہی نبوت کا دعویٰ کرتے حتیٰ کہ تمہاری خواتین نے بھی نبوت کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا ہے"۔ دوسری روایت کے مطابق اس نے کہا "بنو ہاشم! کیا مردوں کے جھوٹ پر راضی نہ ہوئے حتیٰ کہ تمہاری عورتیں بھی جھوٹ بولنے لگیں"۔ پھر ابوجہل نے کہا "عاتکہ نے اپنے خواب کے متعلق گمان کیا ہے کہ اس شخص نے کہا "تین روز کے اندر اندر نکلو۔ ہم تین روز تک انتظار کریں گے۔ اگر یہ حق ہوا تو ٹھیک اور اگر تین دن گزر گئے اور اس خواب میں سے کچھ بھی نمودار نہ ہوا تو ہم تمہارے خلاف نوشتہ لکھیں گے کہ تم سارے عرب سے زیادہ جھوٹے ہو"۔ حضرت عباس نے کہا "مجھے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا"۔ میں نے اس خواب کا انکار کرتے ہوئے کہا "عاتکہ نے کوئی خواب نہیں دیکھا"۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے ابوجہل سے کہا "اے بزدل! جھوٹ تمہارا اور تمہارے اہل خانہ کا وطیرہ ہے"۔ دیگر اہل محفل نے کہا "ابوالفضل! آپ نہ جاہل ہیں اور نہ ہی فحش گو ہیں"۔ پھر حضرت عباس کو عاتکہ کی طرف سے بہت سی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ جب ان کی خواب کا تذکرہ پھیل گیا۔ حضرت عباس نے فرمایا "جب شام ہوئی تو بنوعبدالمطلب کی ہر خاتون میرے پاس آئی۔ اس نے مجھے کہا "تم نے اس فاسق اور خبیث کو کھلی چھٹی دے دی کہ وہ تمہارے مردوں کے

متعلق جو چاہے بکتا رہے۔ پھر وہ خواتین کی ناموس پر حملے کرنے لگا اور تم یہ سب کچھ سنتے رہے۔ یہ سب کچھ سن کر بھی تمہاری غیرت مشتعل نہ ہوئی''۔ میں نے ان سے کہا ''تم اس خبیث کے ساتھ تعرض نہ کرو۔ اگر اس نے دوبارہ اس طرح کی حرکت کی تو میں اسے تہ تیغ کر دوں گا''۔ عاتکہ کے خواب کو تین روز گزر چکے تھے۔ میں سخت غصہ میں تھا۔ میں مسجد میں داخل ہوا۔ مجھے ابو جہل خبیث نظر آ گیا۔ میں اس کی سمت بڑھنے لگا۔ میں اس سے تعرض چاہتا تھا تا کہ اس کی بعض بکواسات کا جواب دوں۔ اچانک وہ مسجد کے دروازہ کی طرف دوڑ پڑا۔ میں نے دل میں کہا ''اس لعین کو کیا ہوا ہے۔ کیا یہ میرے خوف سے ڈر کر دوڑ رہا ہے۔ اس نے وہ آواز سن لی تھی جسے میں نہیں سن سکا تھا۔ ضمضم الغفاری وادی کے دامن میں اپنے اونٹ پر کھڑا تھا۔ اس نے اس کا ناک اور کان کاٹ دیئے تھے۔ اپنا کجاوہ الٹا کر دیا تھا۔ اپنی قمیص پھاڑ دی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا ''اے گروہ قریش! اللطیمہ اللطیمہ! یعنی اس کارواں کی خبر لو جو خوشبو اور ریشم اٹھائے ہوئے تھا۔ جس میں تمہارے اموال تھے جس کا قائد ابو سفیان تھا۔ محمد عربی اور ان کے صحابہ نے اس کارواں پر ہلہ بول دیا ہے۔ مجھے امید نہیں کہ تم اس کارواں کو پا سکو''۔ دوسری روایت کے مطابق اس نے کہا ''اگر محمد عربی نے اس پر حملہ کر دیا تو پھر تم کبھی بھی کامیاب نہ ہو سکو گے مدد! مدد!۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''پھر اس امر نے مجھے بھی اور ابو جہل کو بھی مصروف کر دیا لوگ جلدی جلدی تیاری کرنے لگے۔ وہ بہت زیادہ خوفزدہ ہو گئے تھے بالخصوص عاتکہ کے خواب نے انہیں بہت زیادہ ڈرا دیا تھا''۔

اہل مکہ کی تیاری

روایت ہے کہ قریش مکہ نے کہا ''کیا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ کاروان ابن حضرمی کے قافلہ کی طرح ہوگا۔ بخدا! اس کا نتیجہ انہیں معلوم ہو جائے گا''۔ قریش مکہ کا ہر شخص یا تو بذات خود اس جنگ میں شرکت کرنے جا رہا تھا یا اپنی جگہ کسی اور شخص کو بھیج رہا تھا۔ ان کے طاقتور نے کمزور کی مدد کی۔ قریش کے سردار لوگوں کو عازم سفر ہونے پر ابھارنے لگے۔ سہیل بن عمرو نے کہا ''کیا تم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل یثرب میں سے ان کے ساتھیوں کو اسی طرح چھوڑ دو گے کہ وہ تمہارے اموال لوٹتے رہیں۔ تم میں سے جسے مال کی ضرورت ہے اس کے لئے میرا مال حاضر ہے جسے قوت کی ضرورت ہے تو میری قوت حاضر ہے''۔ سرداران قریش میں سے صرف ابولہب ہی پیچھے رہا تھا۔ اسے عاتکہ کے خواب سے اندیشہ تھا۔ وہ کہتا تھا ''عاتکہ کا خواب سچا ہے'' اس نے اپنی جگہ عاص بن ہشام بن مغیرہ کو بھیجا۔ اس نے اس کے چار سو دراہم دینے تھے۔ ابولہب نے اس کا قرضہ معاف کر دیا۔ اس نے اسے کہا ''جنگ کے لئے جاؤ، میری دیت تم لے لینا'' یہ ہشام اسی غزوہ میں واصل جہنم ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے واصل جہنم کیا تھا۔

امیہ بن خلف نے بھی پیچھے رہ جانے کا ارادہ کیا۔ یہ جسیم و ثقیل عمر رسیدہ شخص تھا۔ یہ اپنی قوم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ عقبہ بن ابی معیط انگیٹھی لے کر اس کے پاس آیا۔ جس میں بخور جل رہا تھا۔ اس نے وہ انگیٹھی اس کے سامنے رکھی اور کہا ''ابو علی! اس کی خوشبو لو۔ کیونکہ تم عورتوں میں سے ہو''۔ امیہ نے اسے کہا ''اللہ تعالیٰ تجھے اور جو کچھ تو لے کر آیا ہے اسے برباد کرے''۔ عقبہ نادان تھا۔ ابو جہل نے ہی اسے اس طرح کرنے پر ابھارا تھا۔ ابو جہل امیہ بن خلف کے پاس آیا۔ اس نے اسے کہا ''ابا

صفوان! جب لوگوں نے دیکھا کہ تو پیچھے رہ گیا ہے تو تو اس وادی کا سردار ہے تو وہ بھی تمہارے ساتھ پیچھے رہ جائیں گے۔ ایک دن یا دو دن ہمارے ساتھ چلو پھر واپس آ جانا" اس کے پیچھے رہ جانے کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ وہ عمرہ کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے امیہ کے ہاں قیام فرمایا۔ امیہ جب بھی تجارت کی غرض سے شام جاتا تو مدینہ طیبہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاں ہی قیام کرتا۔ حضرت سعد نے امیہ سے کہا "میرے لئے کوئی مناسب وقت دیکھ تاکہ میں بیت اللہ کا طواف کر سکوں"۔ امیہ نے کہا "دو پہر کے وقت" اسی اثناء میں کہ حضرت سعد محو طواف تھے کہ ابوجہل وہاں آ گیا۔ اس نے کہا "یہ طواف کرنے والا کون ہے" حضرت سعد نے فرمایا "میں سعد بن معاذ ہوں" ابوجہل نے کہا "تم امن کے ساتھ مصروف طواف ہو۔ حالانکہ تم نے محمد عربی اور ان کے ساتھیوں کو پناہ دی ہے۔ بخدا! اگر تم ابوصفوان کے ہمراہ نہ ہوتے تو تم اپنے اہل خانہ کے پاس صحیح وسالم نہ پہنچ سکتے"۔ یہ دونوں لڑنے لگے۔ حضرت سعد کی آواز بلند ہوئی۔ امیہ نے حضرت سعد سے کہا "اپنی آواز کو ابوالحکم کی آواز سے بلند نہ کرو۔ وہ اس وادی کے لوگوں کا سردار ہے"۔ وہ انہیں خاموش کرانے لگا۔ حضرت سعد نے امیہ سے کہا "مجھ سے دور ہو جا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ آپ تجھے قتل کر دیں گے" امیہ نے پوچھا "مجھے" انہوں نے کہا "ہاں" امیہ نے پوچھا "مکہ مکرمہ میں" حضرت سعد نے جواب دیا "میں نہیں جانتا" امیہ نے کہا "بخدا! محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا" قریب تھا کہ وہ ڈر اور خوف کی وجہ سے اپنے کپڑوں میں ہی پیشاب کر دیتا"۔ وہ اپنی بیوی کے پاس آیا۔ اس نے اسے کہا "کیا تو نہیں جانتی کہ مجھے میرے مدنی بھائی نے کیا کہا ہے؟ اس نے پوچھا "اس نے کیا کہا ہے؟" امیہ نے کہا "اس کا گمان ہے کہ اس نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا وہ مجھے قتل کر دیں گے" اس عورت نے کہا "بخدا! محمد عربی نے کبھی جھوٹ نہیں بولا"۔

جب ابوسفیان کا قاصد آیا اور امیہ نے جنگ کے لئے جانے کا ارادہ کیا تو اس کی عورت نے اسے کہا "کیا تجھے علم نہیں کہ تجھے اس مدنی بھائی نے کیا کہا تھا"۔ امیہ نے کہا "میں نہیں جاؤں گا"۔ جب امیہ نے نہ جانے کا عزم مصمم کر لیا بلکہ رب تعالیٰ کی قسم اٹھائی کہ وہ ہرگز نہیں جائے گا۔ وہ مکہ سے باہر نہیں نکلے گا۔ تو عقبہ بن ابی معیط اس کے پاس آ گیا۔ پھر وہ اس نیت سے عازم سفر ہوا کہ وہ کچھ دنوں بعد واپس آ جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان عالی شان کا معنی یہ ہے کہ آپ اس کے قتل کا سبب بنیں گے۔ ورنہ آپ نے صرف اس کے بھائی ابی بن خلف کو قتل کیا۔ اس لئے ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت سعد نے امیہ سے کہا "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی تجھے قتل کر دیں گے" بعض اہل مکہ نے تیروں سے فال گری کی۔ وہ تیر نکلے جنہیں وہ پسند نہیں کرتے تھے۔ امیہ بن خلف، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، زمعہ بن اسود اور حکیم بن حزام نے فال پکڑی۔ جب وہ تیر نکلا جس پر لکھا تھا "یہ عمل نہ کر" تو انہوں نے مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا۔ ان کے پاس ابوجہل آیا اور انہیں عازم سفر ہونے پر ابھارا۔ عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث نے ان کی مدد کی۔

روایت ہے کہ وہ عداس جس نے طائف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل کیا تھا اور آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی تھی اس نے اپنے دونوں سردار عتبہ اور شیبہ سے کہا "میرے والدین تم پر نثار!

تم اپنی قتل گاہوں کی طرف ہانکے جارہے ہو' انہوں نے نہ جانے کا ارادہ کرلیا۔ مگر ابو جہل ان سے برابر اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ وہ اس نیت سے عازم سفر ہوئے کہ وہ واپس آجائیں گے۔

روانگی

جب مشرکین مکہ تیاری سے فارغ ہوئے۔ دو یا تین روز تیاری میں بسر ہوئے۔ انہوں نے روانگی پر اتفاق کرلیا۔ ان کی تعداد 950 تھی۔ یا ایک ہزار تھی۔ ایک سو گھوڑے تھے۔ ان پر ایک سو زرہیں تھیں۔ یہ ان کے علاوہ تھیں جو پیادہ لوگوں نے پہن رکھی تھیں۔ مشرکین کا علمبردار سائب بن یزید تھا۔ پھر یہ دولت اسلام سے سرفراز ہوا۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نسب میں پانچویں باپ ہیں۔ یہ تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے ان کے ہمراہ لونڈیاں تھیں۔ جو دف بجا بجا کر مسلمانوں کی ہجو کررہی تھیں۔ یہ روانگی کے وقت انتہائی تکبر اور غرور کے نشے میں مخمور تھے۔ جیسے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝
(الانفال)

''جو نکلے تھے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور (محض) لوگوں کے دکھلاوے کے لئے اور روکتے تھے اللہ کی راہ سے اور اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اسے (اپنے علم اور قدرت سے) گھیرے ہوئے ہے''۔ (جمال القرآن)

اس لشکر کو کھلانے والے بارہ افراد تھے۔ ان میں سے ہر ایک ہر روز دس اونٹ ذبح کرتا تھا۔ ان کے بارے رب دو جہاں نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ (الانفال:36)

''بے شک کافر خرچ کرتے ہیں اپنے مال تا کہ روکیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے اور یہ آئندہ بھی (اسی طرح) خرچ کریں گے پھر ہوجائے گا یہ خرچ کرنا ان کے لئے باعث حسرت و افسوس۔ پھر وہ مغلوب کردیئے جائیں گے''۔

لشکر کو کھلانے والے بارہ افراد درج ذیل تھے۔ ابوجہل، عتبہ، شیبہ، حکیم بن حزام، عباس بن عبدالمطلب، ابوالبختری، زمعہ بن اسود، ابی بن خلف، امیہ بن خلف، نضر بن حارث، نبیہ، منبہ، ابنا حجاج۔ دوسری روایت کے مطابق یہ آیت طیبہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے اس لشکر کی تیاری میں رقم خرچ کی تھی۔ جنہوں نے غزوۂ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کی تھی۔ ممکن ہے ان دونوں قسم کے افراد کے بارے اس کا نزول ہوا ہو۔

ابلیس، سراقہ کی شکل میں

جب کفار کے لشکر نے مکہ مکرمہ سے روانہ ہونے کا ارادہ کیا۔ قریش اور کنانہ کے مابین عداوت تھی۔ کیونکہ قریش نے کنانہ کا ایک بوڑھا قتل کردیا تھا۔ قریش کا ایک خوبرو جوان کنانہ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

پھر مقتول کے بھائی نے کنانہ کے سردار پر غلبہ پالیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کی تلوار لا کر خانہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ آویزاں کر دی۔ وقت صبح قریش نے عامر کی تلوار دیکھ لی اور اسے پہچان لیا۔ انہیں اس کے قاتل کا بھی علم ہو گیا۔ قریب تھا کہ کنانہ کا یہ خوف انہیں عازم سفر ہونے سے روک دیتا۔ انہیں خوف تھا کہ بنو کنانہ ان کے بعد مکہ مکرمہ پر دھاوا نہ بول دیں۔ ابلیس لعین سراقہ بن مالک المدلجی کی شکل میں ان کے پاس آیا۔ یہ بنو کنانہ کے سرداروں میں سے تھا۔ اس نے قریش سے کہا "میں تمہیں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ تمہیں اپنے پیچھے کنانہ کی طرف سے کسی ناپسندیدہ امر کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا"۔ ابلیس ان کے ہمراہ عازم سفر ہوا۔ اس نے ان کے ساتھ وعدہ کیا کہ بنو کنانہ ان کی نصرت کے لئے آرہے ہیں۔ شیطان نے ان کے لئے یہ امر حسین اور آسان کر کے پیش کیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ

(الانفال:48)

"اور یاد کرو جب آراستہ کر دیئے ان کے لئے شیطان نے ان کے اعمال اور انہیں کہا کہ کوئی غالب نہیں آسکتا"۔

ابوسفیان کا قافلہ

جب ضمضم مکہ مکرمہ کی طرف عازم سفر ہو گیا تو ابوسفیان انتہائی محتاط ہو گیا۔ اس نے ساحل کا راستہ اختیار کیا۔ سرعت رفتاری سے چلا حتیٰ کہ وہ مسلمانوں سے دور نکل گیا۔ جب اسے اپنی حفاظت کا یقین ہو گیا تو اس نے قریش کی طرف پیغام بھیجا اور انہیں واپس آجانے کے لئے کہا۔ اس وقت قریش مقام جحفہ پر خیمہ زن تھے۔ مگر ابوجہل نے انہیں روک دیا اس نے کہا "بخدا" ہم واپس نہیں جائیں گے حتیٰ کہ ہم میدان بدر میں پہنچیں گے۔ وہاں تین روز تک ٹھہریں گے۔ اونٹ ذبح کریں گے کھانا کھائیں گے۔ شراب پئیں گے۔ لونڈیاں آلات موسیقی سے ہمارے دل بہلائیں گی۔ اہل عرب ہمارے بارے سنیں گے۔ وہ ہماری اس لشکر کشی کے متعلق سنیں تو ان کے دلوں میں ہماری دھاک بیٹھ جائے گی۔ اسی ریا کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں اشارہ کیا ہے۔

خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ (الانفال:47)

"جو نکلے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور (محض) لوگوں کو دکھلاوے کے لئے"۔

جب ابوسفیان نے ابوجہل کی یہ باتیں سنیں تو اس نے کہا "یہ نحوست اور بدبختی ہے" کیونکہ قوم قریش اپنے اموال بچانے کے لئے نکلی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال بچا دیئے تھے۔ ابوجہل کی یہ بات سن کر قریش میں سے بنو زہرہ واپس آگئے۔ ان کی تعداد ایک سو یا تین سو تھی۔ اس لئے کہا جاتا تھا "بنو زہرہ میں سے ایک شخص بھی غزوہ بدر میں قتل نہیں ہوا تھا۔ دوسرے قول کے مطابق اس غزوہ میں ان کے دو افراد کام آئے تھے۔ بنو زہرہ کا قائد اخنس بن شریق الثقفی تھا۔ یہ ان کا حلیف تھا۔ اس نے انہیں کہا "اے بنو زہرہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے اموال بچا لئے ہیں۔ اس نے تمہارے صاحب مخرمہ بن نوفل کو نجات دی ہے۔ تم اس کی اور اس کے مال کی حفاظت کے لئے عازم سفر ہوئے تھے۔ واپس لوٹ چلو۔ تمہیں کسی مقصد کے بغیر عازم

سفر ہونے کی ضرورت نہیں۔ ابو جہل جو کچھ کہتا ہے اسے کہنے دو"۔ ابو جہل نے اسے کہا تھا "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ ہم انہیں الامین کہا کرتے تھے۔ لیکن بنو عبدالمطلب میں سقایہ، رفادہ اور مشورہ تھا۔ پھر اگر نبوت بھی ان کی آگئی تو ہمارے لئے کیا بچے گا۔ جبکہ ہم ان کے ساتھ دوڑنے والے گھوڑوں کی مانند تھے"۔ اخنس بنو زہرہ کو لے کر واپس آگیا۔ اخنس نے اسلام قبول کیا تھا یا نہیں۔ اس میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ اکثر سیرت نگاروں کے نزدیک اس نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بھی تالیف قلبی کرتے ہوئے عطا فرمایا تھا۔ پھر انہوں نے اسلام عمدہ کیا۔

دوسرے قول کے مطابق یہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اسلام کا اظہار کیا اس نے کہا "رب تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں" پھر یہ بھاگ گیا۔ پھر یہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا اور ان کی کھیتی جلا دی۔ اسی کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ (البقرہ)

"اور اے (سننے والے) لوگوں سے وہ بھی ہے کہ پسند آتی ہے تجھے اس کی گفتگو دنیاوی زندگی کے بارے میں اور وہ گواہ بناتا رہتا ہے اللہ کو اس پر جو اس کے دل میں ہے حالانکہ وہ حق کا سخت ترین دشمن ہے اور جب وہ حاکم بن جاتا ہے تو سرتوڑ کوشش کرتا ہے کہ ملک میں فساد برپا کر دے اور تباہ کر دے کھیتوں کو اور نسل انسانی کو اور اللہ تعالیٰ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا اور جب کہا جائے اسے کہ (میاں) خدا سے ڈرو تو اکساتا ہے اسے غرور گناہ پر پس اس کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے"۔

امام حلبی نے "الاصابۃ" کے حوالے سے لکھا ہے "اس امر میں کوئی مانع نہیں کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہو۔ پھر مرتد ہو گیا ہو۔ پھر اسلام لے آیا ہو" پھر بنو ہاشم نے واپس آجانے کا عزم کیا تو ابو جہل نے ان کے ساتھ شدید سلوک کیا۔ اس نے قریش سے کہا "یہ گروہ ہم سے جدا نہ ہونے پائے۔ حتیٰ کہ ہم واپس آجائیں" وہ مسلسل عازم سفر رہے۔ حتیٰ کہ وہ "عدوۃ القصویٰ" پانی کے قریب خیمہ زن ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کی روانگی

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عازم سفر ہونے لگے تو آپ نے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر الاوسی رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا عامل مقرر کیا۔ نماز پڑھانے کے فرائض حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائے۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کو قباء اور اہل عالیہ پر اپنا نائب مقرر فرمایا۔ تاکہ انہیں منافقین کی طرف سے کسی نقصان کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ آپ نے سفید جھنڈا باندھا۔ اسے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ آپ کے آگے آگے دو سیاہ پرچم تھے۔ ان میں سے ایک حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دوسرا حضرت سعد بن معاذ یا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ مدینہ طیبہ سے ایک میل مسافت طے کر لینے

کے بعد آپ نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا۔ اور چھوٹے بچوں کو واپس لوٹا دیا۔ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ بدری صحابہ کرام کی تعداد تین سو تیرہ یا تین سو چودہ یا تین سو پندرہ تھی۔ مسلمانوں کے ہمراہ ستر اونٹ تھے۔ جن پر وہ باری باری سوار ہو رہے تھے۔ مسلمانوں کے پاس دو گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑا حضرت مرثد اور دوسرا گھوڑا حضرت مقداد یا حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کے پاس پانچ گھوڑے تھے۔ ان میں سے دو گھوڑے حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور ایک گھوڑا حضرت مرثد، ایک گھوڑا حضرت زبیر اور ایک گھوڑا حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کے پاس تھا۔ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ قریش کے لشکر کی تعداد 950 یا 1000 تھی۔ ایک سو گھوڑے اور ان پر ایک سو زرہیں تھیں۔ ان کے علاوہ زرہ پوش پیادہ بھی تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو شمار کیا تو آپ بہت مسرور ہوئے۔ آپ نے فرمایا "طالوت کے ان ساتھیوں کی تعداد بھی یہی تھی جنہوں نے ان کے ساتھ نہر عبور کی تھی"۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روانگی کا عزم فرمایا تو اپنی زرہ زیب تن فرمائی "العصب" شمشیر براں حمائل کی۔ جب اپنے صحابہ کرام کو ملاحظہ فرمایا تو یہ دعا فرمائی "مولا! یہ پیادہ ہیں انہیں سواری عطا فرما۔ یہ عریاں ہیں انہیں کپڑے عطا فرما۔ یہ بھوکے ہیں انہیں سیر فرما۔ یہ تنگ دست ہیں انہیں فراخ رزق عطا فرما"۔ صحابہ کرام میں سے جو بھی واپس آیا اس کے پاس ایک یا دو اونٹ تھے۔ عریاں جسم کو کپڑے مل گئے۔ انہیں قریش کے زاد راہ سے کھانا مل گیا۔ انہیں قیدیوں کے فدیے ملے جن سے وہ غنی بن گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عازم سفر ہو کر "الروحاء" تک پہنچے۔ یہ مدینہ منورہ سے چالیس میل دور ایک کنویں کا نام تھا۔ اس جگہ آپ کو لشکر کفار کی روانگی کی خبر ملی۔ وہ اپنے قافلہ کے دفاع کے لئے عازم سفر ہوئے تھے۔ آپ نے دو شخص بھیجے تھے تاکہ وہ ابوسفیان کے قافلہ کے بارے میں معلومات لیں۔ وہ دونوں مقام بدر تک پہنچے۔ انہوں نے پانی کے قریب ایک ٹیلے کے پاس پڑاؤ کیا وہ پانی پلانے لگے۔ انہوں نے دو لونڈیوں کو باتیں کرتے ہوئے سنا۔ ایک دوسرے سے کہہ رہی تھی "اگر کارواں کل یا پرسوں پہنچ گیا تو میں ان کی خدمت کر کے تمہارا قرض ادا کر دوں گی"۔ یہ دونوں صحابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ گئے اور جو کچھ سنا تھا عرض کیا۔

باہم مشاورت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشاورت کی کہ کیا قافلہ کا تعاقب کیا جائے یا کفار قریش کے ساتھ جنگ کی جائے جو کارواں کے دفاع کے لئے نکلے ہیں۔ یعنی آپ نے صحابہ کرام کو اختیار دیا کہ یا تو وہ کارواں کے لئے آگے چلیں یا کفار قریش کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے۔ آپ نے صحابہ کرام کو قریش کی روانگی کے بارے بتایا۔ آپ نے انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کیا ہے یا تجارتی کارواں یا قافلہ قریش! قافلہ کے ساتھ تعرض کرنا صحابہ کرام کو زیادہ پسندیدہ تھا۔ تاکہ اس سے جو مال ملے اس سے وہ گھوڑے اور اسلحہ خرید سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآىِٕفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (الانفال)

''اور یاد کرو جب وعدہ فرمایا تم سے اللہ نے ایک کا ان دو گروہوں میں سے کہ وہ تمہارے لئے ہے اور تم پسند کرتے تھے کہ بے ہتھ گروہ تمہارے حصہ میں آئے اور اللہ چاہتا تھا کہ حق کو حق کر دے اپنے ارشادات سے اور کاٹ دے کافروں کی جڑ''۔

ایک اور روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے ہوئے فرمایا ''قوم قریش تیز رفتاری سے آرہی ہے۔ تمہارا کیا مشورہ ہے۔ کیا تمہیں قافلہ اس لشکر سے زیادہ پسندیدہ ہے'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی ''ہاں!'' یعنی ہمیں قافلہ دشمن سے ملاقات کی نسبت زیادہ پسندیدہ ہے۔ ایک گروہ نے عرض کی ''یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں اس جنگ کے بارے پہلے بتایا ہوتا تاکہ ہم بھرپور تیاری کر کے آتے۔ ہم تو صرف قافلہ قریش کے لئے نکلے ہیں''۔ ایک اور روایت میں ہے انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! آپ قافلہ کا تعاقب کریں دشمن کو چھوڑ دیں۔ یہ سن کر آپ کے چہرۂ انور کی رنگت متغیر ہو گئی۔ ابوایوب نے کہا ہے کہ یہ آیت طیبہ اسی کے متعلق نازل ہوئی۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ (الانفال)

''جس طرح نکال لایا آپ کو آپ کا رب آپ کے گھر سے حق کے ساتھ اور بے شک اہل ایمان کا گروہ (اس کو) ناپسند کرنے والا تھا''۔

ابونعیم نے ''الدلائل'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''اہل مکہ کا کارواں شام سے آیا۔ حضور ﷺ اس کے ارادہ سے عازم سفر ہوئے۔ یہ خبر اہل مکہ تک پہنچ گئی۔ وہ تیزی سے قافلہ کی طرف نکلے۔ قافلہ مسلمانوں سے آگے نکل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کیا تھا۔ کارواں کا مل جانا صحابہ کو زیادہ پسندیدہ اور آسان تر تھا۔ اس سے زیادہ مال غنیمت ملنے کی توقع تھی۔ ایک اور روایت میں ہے ''حضور سپہ سالار اعظم ﷺ نے لوگوں سے مشاورت کی۔ مہاجرین نے بڑی عمدہ گفتگو کی۔ پھر آپ نے مشورہ مانگا تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہوں نے بہت عمدہ گفتگو کی۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے انہوں نے بھی انتہائی زیبا گفتگو کی۔ انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم وہ قریش ہیں۔ ان کی عزت ہے جب سے وہ معزز ہوئے ہیں وہ ذلیل نہیں ہوئے۔ جب سے انہوں نے کفر کیا ہے وہ اسلام نہیں لائے۔ بخدا! وہ آپ سے ضرور جہاد کریں گے آپ ان کے لئے خوب تیاری کر لیں''۔

پھر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ اٹھے۔ وہ عرض پیرا ہوئے ''یا رسول اللہ! آپ وہ کچھ کر گزریئے جو رب تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم آپ کو اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے کہا تھا۔

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝ (المائدۃ)

''پس جاؤ تم اور تمہارا رب اور دونوں لڑو (ان سے) ہم تو یہاں ہی بیٹھیں گے''۔

بلکہ آپ بھی تشریف لے چلیں۔ آپ کا رب بھی۔ اور جہاد کریں۔ ہم آپ کے ہمراہ جہاد کریں گے''۔

دوسری روایت کے مطابق انہوں نے عرض کی "بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے اور پیچھے جہاد کریں گے۔ مجھے اس ذات والا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر آپ ہمیں برک الغماد (حبشہ کا ایک شہر) تک لے چلیں تو ہم ضرور آپ کے ہمراہ چلیں گے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعائے خیر سے نوازا۔ حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں نے دیکھا کہ یہ کلمات سن کر آپ کا روئے تاباں خوشی سے کھل اٹھا"۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب ہم مدینہ طیبہ میں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا "مجھے ابوسفیان کے کارواں کے بارے بتایا گیا ہے۔ کیا تم اس کی طرف جاؤ گے شاید اللہ تعالیٰ وہ ہمیں بطور مال غنیمت عطا فرمادے اور ہمیں سلامتی بھی عطا فرمائے"۔ ہم نے کہا "ضرور! ہم عازم سفر ہوئے۔ جب ہم ایک دن یا دو دن کی مسافت طے کر چکے تو آپ نے فرمایا "کفار مکہ کو ہمارے بارے علم ہو گیا ہے۔ اب قتال کی تیاری کرو" ہم نے عرض کی "بخدا! ہمارے پاس تو اس قوم کے ساتھ لڑائی کرنے کی طاقت نہیں"۔ آپ نے اپنا فرمان دوبارہ سنایا تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کی "ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے کہا تھا۔

اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (المائدہ)

"ہم تو یہاں ہی بیٹھیں گے"۔

بلکہ ہم کہیں گے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ جہاد کریں گے۔ حضرت ابوایوب نے فرمایا "ہم گروہ انصار نے تمنا کی کہ کاش ان جذبات کا اظہار ہم نے کیا ہوتا۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۪ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ (انفال)

"جس طرح نکال لایا آپ کو آپ کا رب آپ کے گھر سے حق کے ساتھ اور بے شک اہل ایمان کا ایک گروہ (اس کو) ناپسند کرنے والا تھا"۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار فرمایا "اے لوگو! مجھے مشورہ دو! آپ انصار کا ارادہ فرمائے ہوئے تھے۔ کیونکہ جب انہوں نے عقبہ کے مقام پر بیعت کی تھی تو انہوں نے عرض کی تھی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کی نصرت سے عہدہ برآ نہیں حتیٰ کہ آپ ہمارے شہر پہنچ جائیں۔ جب آپ ہمارے ہاں رونق افروز ہوں گے تو آپ کی نصرت ہمارے ذمہ ہے ہم ہر اس چیز سے آپ کا دفاع کریں گے جس سے ہم اپنی جانوں، اولاد اور خواتین کا دفاع کرتے ہیں۔ آپ کو خدشہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ انصار آپ کی ہمیشہ نصرت کے وجوب کو نہ سمجھیں اور وہ صرف اس وقت نصرت کرنا واجب سمجھیں جب کوئی دشمن اچانک مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہو۔ اور اس وقت نصرت کرنا لازم نہ سمجھیں جب آپ سفر کر کے دشمن کی طرف جائیں۔ آپ نے یہ فرمایا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یہ اوس بلکہ سارے انصار کے سردار تھے۔ امام زرقانی نے لکھا ہے "یہ انصار میں اس مقام و منصب پر تھے جس پر مہاجرین میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی تھی" انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم بخدا! گویا آپ ہمارا ارادہ فرما رہے ہیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں!" انہوں نے عرض کی

"یارسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لائے۔ ہم نے آپ کی تصدیق کی اور ہم نے یہ گواہی دی کہ آپ جو پیغام حیات بخش لے کر آئے ہیں وہ حق ہے۔ ہم نے آپ کی ہر بات سننے اور اطاعت بجانے پر آپ سے عہد اور معاہدے کئے۔ یارسول اللہ! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے۔ آپ کر گزریئے" دوسری روایت کے مطابق وہ عرض پیرا ہوئے "شاید آپ کو یہ خدشہ ہے کہ انصار آپ کی مدد صرف ان کے شہروں میں ہی کریں گے۔ میں سارے انصار کی طرف سے عرض کر رہا ہوں اور ان کی طرف سے جواب دے رہا ہوں شاید آپ کسی اور امر کے لئے عازم سفر ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے کوئی اور امر پیدا کر دیا ہے۔ آپ جو چاہیں کریں۔ جس سے چاہیں رشتہ منقطع کریں۔ جس سے چاہیں رشتہ جوڑیں۔ جس سے چاہیں صلح کر لیں۔ جس سے چاہیں عداوت رکھیں۔ ہمارے اموال میں سے جو چاہیں لے لیں۔ جو چاہیں ہمیں عطا فرما دیں۔ ہم سے جو آپ لیں گے وہ ہمیں اس سے پیارا لگے گا جو آپ چھوڑیں گے۔ آپ ہمیں جو حکم دیں گے ہم اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں ہم آپ کے ساتھ چلیں گے۔ مجھے اس ذات والا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ اگر آپ ہمیں اس سمندر کے کنارے لے چلیں۔ پھر ہمیں کود جانے کا حکم دیں تو ہم سارے سمندر میں چھلانگ لگا دیں گے۔ ہم میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہے گا۔ دشمن سے ملاقات کرنا ہمیں ناپسند نہیں۔ ہم جنگ کے وقت صبر کرتے ہیں۔ ملاقات کے وقت سچ کا اظہار کرتے ہیں۔ شاید رب تعالیٰ ہماری طرف سے ایسے اعمال کا اظہار کرائے کہ آپ کی چشمان مقدس کو ٹھنڈک نصیب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ آپ عازم سفر ہو جائیں"۔

ابن مردویہ کی روایت میں ہے "ہم آپ کے دائیں بائیں، آگے پیچھے مصروف جہاد ہوں گے۔ ہم ان لوگوں کی طرح نہیں ہوں گے جنہوں نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو کہا تھا۔

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ (المائدہ)

"پس جاؤ تم اور تمہارا رب اور دونوں لڑو (ان سے) ہم تو یہاں ہی بیٹھیں گے"۔

بلکہ آپ بھی تشریف لے چلیں اور آپ کا رب بھی۔ ہم بھی آپ کی پیروی کریں گے۔

حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "محفوظ موقف یہ ہے کہ یہ بات حضرت مقداد نے عرض کی تھی۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وہی بات کی جو پہلے مرقوم ہو چکی ہے۔ امام مسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے بھی ایسے ہی جذبات کا اظہار کیا جیسے جذبات کا اظہار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور سید کائنات، جان کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے اپنی اپنی رائے عرض کی۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! شاید آپ ہمارا ارادہ فرما رہے ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے اگر آپ ہمیں سمندر میں کود جانے کا حکم دیں تو ہم اس میں چھلانگیں لگا دیں گے۔ اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم برک الغماد تک اپنے جگر پگھلا ڈالیں تو ہم اسی طرح کر ڈالیں گے"۔

"المواہب" میں ہے "یہ عرض تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مشہور ہے"۔

حضرت حافظ ابن الحجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "ان دونوں روایات کو جمع کرنا ممکن ہے کہ آپ نے ان سے دوبار مشورہ لیا ہو۔ ایک دفعہ قافلہ قریش کے آتے وقت۔ اس وقت حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے یہ عرض کی ہو اور دوسری بار قافلہ کے نکل جانے کے بعد آپ نے مشاورت کی ہو تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ گزارش کی ہو...... الطبرانی کی روایت کے مطابق حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ کے وقت اسی طرح کے جذبات کا اظہار کیا تھا۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی یا نہیں۔ اس میں علماء کرام کا اختلاف ہے"۔

امام زرقانی لکھتے ہیں "حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر کے لئے تیاری کر رکھی تھی۔ وہ انصار کے گھروں میں جاتے اور انہیں خروج پر ابھارتے۔ لیکن عازم سفر ہونے سے قبل سانپ نے انہیں ڈس لیا۔ وہ مدینہ منورہ میں ہی رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اگرچہ حضرت سعد نے اس غزوہ میں شرکت نہیں کی۔ لیکن وہ اس کے لئے حریص تھے" پھر آپ نے ان کے لئے اسی طرح حصہ نکالا جس طرح حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے لئے حصہ نکالا تھا۔ وہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی عیادت کے لئے پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ بیمار تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے بھی حصہ نکالا۔ ان دونوں حضرات کو بدری صحابہ کرام میں شمار کیا جاتا ہے اگرچہ انہوں نے اس غزوہ میں شرکت نہیں کی۔

نزول اجلال

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا "اللہ کا نام لے کر آگے روانہ ہو جاؤ۔ تمہیں بشارت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کیا ہے۔ یا قافلۂ قریش یا لشکر قریش۔ یعنی اگر کارواں آگے نکل گیا ہے تو دوسرا گروہ ضرور شکست خوردہ ہوگا۔ کیونکہ رب تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ آپ نے اپنے اس فرمان عالی شان سے اس طرف اشارہ فرمایا "بخدا! گویا کہ میں اب بھی قوم قریش کے گرنے کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں"۔ جب آپ میدان بدر میں پہنچے تو آپ نے صحابہ کرام کو کفار کی قتل گاہیں دکھائیں۔

امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں غزوۂ بدر میں قتل ہونے والوں کی قتل گاہیں دکھائیں۔ آپ نے فرمایا "کل فلاں اس جگہ قتل ہوگا ان شاء اللہ! آپ نے زمین پر اپنا دست اقدس رکھا اور فرمایا "یہاں یہاں فلاں فلاں قتل ہوگا۔ کوئی مقتول اس جگہ سے ذرہ بھر بھی آگے پیچھے نہ ہوا جہاں آپ نے اشارہ فرمایا تھا۔

پھر آپ نے مقام بدر کے قریب نزول فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو مختلف خبریں لانے کے لئے بھیجا۔ وہ قریش کے ایک کارواں کے پاس پہنچے۔ اس کے پاس نبیہ اور منبہ کا غلام اور بنو عاص کا غلام تھا۔ وہ انہیں لے کر لشکر اسلامی میں آ گئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔ صحابہ کرام نے ان سے پوچھا "تم کون ہو؟" انہوں نے سمجھا کہ شاید ابوسفیان کے قافلہ کے غلام ہیں۔ انہوں نے کہا "ہم قریش کے لئے پانی لانے کی خدمت پر مامور ہیں۔ انہوں نے ہمیں پانی لانے کے لئے بھیجا تھا"۔ صحابہ کرام نے انہیں مارا۔ جب انہیں شدید مار پڑی تو

انہوں نے کہا "ہمارا تعلق ابوسفیان کے قافلہ کے ساتھ ہے"۔ صحابہ کرام نے انہیں چھوڑ دیا۔ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا "جب ان غلاموں نے سچ بولا تو تم نے انہیں مارا۔ جب انہوں نے جھوٹ بولا تو تم نے انہیں چھوڑ دیا۔ انہوں نے سچ ہی کہا تھا کہ ان کا تعلق قریش کے ساتھ ہے"۔ پھر آپ نے ان سے فرمایا "مجھے قریش کے بارے بتاؤ" ان غلاموں نے کہا "قریش ریت کے اس ٹیلے کے پیچھے ہیں"۔

حضور جان کائنات ﷺ نے پوچھا "وہ تعداد میں کتنے ہیں؟" غلاموں نے عرض کی "بہت زیادہ۔ وہ تعداد میں کثیر اور ان کی گرفت مضبوط ہے"۔ حضور ﷺ نے پوچھا "ان کی تعداد کیا ہے؟" غلاموں نے عرض کی "ہمیں معلوم نہیں"۔ حضور ﷺ نے پوچھا "وہ ہر روز کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟" انہوں نے عرض کی "ایک دن نو اور ایک دن دس" آپ نے فرمایا ان کی تعداد نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہے۔ پھر آپ نے ان سے پوچھا "سرداروں میں سے کون کون لشکر کفار میں شامل ہے" انہوں نے عرض کی "عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، زمعہ بن اسود، ابوجہل، نضر بن حارث اور سہیل بن عمرو" حضور ﷺ نے صحابہ کرام کی طرف توجہ فرما ہو کر فرمایا "مکہ مکرمہ نے اپنے جگر کے پارے تمہاری طرف پھینک دیئے ہیں"۔

قریش نے عدوۃ القصوی دور کے کنارے کو اپنی خیمہ گاہ بنایا تھا۔ جبکہ مسلمان ایک سرخ ٹیلے پر فروکش ہوئے تھے جس میں پاؤں اور جانوروں کے کھر دھنس جاتے تھے۔ مشرکین مکہ نے جلدی کی اور بدر کے سارے گڑھوں پر قبضہ کر لیا۔ درمیان میں بڑا سا کنواں کھودا اور سارا پانی اسی گڑھے میں جمع کر لیا تا کہ وہ خود بھی اس سے پانی پئیں اور اپنے جانوروں کو بھی پلائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب بھی ڈال دیا تھا جب شدت خوف کی وجہ سے ان کے گھوڑے ہنہناتے تو وہ ان کے چہروں پر مارتے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر امن اور نیند طاری فرما دی تھی۔ نیند اس قدر شدید تھی کہ مسلمان اسے روک نہیں سکتے تھے۔ مسلمانوں نے اس حالت میں صبح کی کہ ان میں بعض محدث اور بعض جنبی تھے۔ کیونکہ جب وہ سوئے تو ان میں سے اکثریت کو احتلام ہو گیا۔ انہیں پیاس لگی ہوئی تھی وہ پانی تک نہیں پہنچ سکتے تھے کیونکہ مشرکین پانی تک پہلے پہنچ چکے تھے۔ شیطان نے بعض کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا "تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم حق پر ہو۔ تم میں اللہ تعالیٰ کا نبی (کریم ﷺ) موجود ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو۔ حالانکہ مشرکین پانی پر غالب آچکے ہیں تم پیاسے ہو۔ تم محدث اور جنبی ہو۔ دشمن صرف یہ انتظار کر رہا ہے کہ پیاس تمہاری گردن توڑ کر رکھ دے۔ تمہارے اعضاء کمزور کر دے اور وہ تمہارے بارے جیسے چاہیں فیصلہ کریں"۔

اللہ رب العزت نے بارش بھیجی اس سے وادی بہہ پڑی۔ مسلمانوں نے جی بھر کر پانی پیا۔ وادی کے کنارے پر مسلمانوں نے حوض بنا لئے۔ غسل کیا۔ وضو کیا اور اپنے جانوروں کو پانی پلایا۔ اپنے مشکیزے بھر لئے۔ بارش سے گرد و غبار بیٹھ گیا۔ ریت جم کر پختہ ہو گئی حتیٰ کہ اس پر قدم اور کھر جمنے لگے۔ مسلمانوں سے شیطانی وسوسہ دور ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعین کا مکر دور کر دیا۔ مسلمانوں کے نفوس خوش ہو گئے۔ اس بارش سے مشرکین کو نقصان ہوا کیونکہ ان کی طرف زمین نرم تھی۔

اس طرح کیچڑ ہی کیچڑ ہو گیا۔ چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ یُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ یُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَ لِیَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ یُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ (الانفال)

''اللہ نے ڈھانپ دیا تمہیں غنودگی سے۔ تا کہ باعث تسکین ہو اس کی طرف سے اور اتارا تم پر آسمان سے پانی تا کہ پاک کر دے تمہیں اس سے اور دور کر دے تم سے شیطان کی نجاست اور مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور جما دے اس سے تمہارے قدموں کو''۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''اس رات خوب بارش برسی۔ ہم درختوں کے نیچے چلے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات اپنے رب تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہے'' دوسری روایت کے مطابق آپ ساری رات وہاں نماز پڑھتے رہے اور اپنے سجدوں میں ''یاحی یاقیوم'' کا ورد کرتے رہے۔ حتیٰ کہ صبح ہو گئی''۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''مسلمانوں کو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کے روز نیند آ گئی تھی۔ یہ ان کے اطمینان قلبی کی علامت تھی۔ غزوۂ بدر میں جنگ سے قبل رات کے وقت صحابہ کرام خوب سوئے تھے۔ جبکہ غزوۂ احد میں انہیں قتال کے وقت اونگھ آ گئی تھی''۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جنگ کی صفوں میں اونگھ آ جانا ایمان کی علامت ہے۔ جبکہ نماز میں اونگھ آ جانا نفاق کی علامت ہے'' کیونکہ جہاد کی صفوں میں اونگھ آ جانا دل کے ثبات کی علامت ہے۔ جبکہ نماز میں نیند آ جانا نماز کے لئے عدم اہتمام پر دلالت ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''فجر طلوع ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے آواز دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درختوں کے نیچے سے آپ کے پاس جمع ہونے لگے۔ آپ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا۔ اپنے خطبہ میں جہاد پر ابھارا۔ حمد و ثناء کے بعد آپ نے فرمایا ''امابعد! میں تمہیں اس چیز پر ابھارتا ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ابھارا ہے''۔ پھر فرمایا ''مشکل کی گھڑی میں صبر ایسی شئی ہے جس سے رب تعالیٰ اندوہ ختم کر دیتا ہے اور اس سے وہ غم کو مٹا دیتا ہے''۔

ابن اسحاق رقمطراز ہیں ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کی طرف جانے میں جلدی کی۔ حتیٰ کہ بدر کے سب سے قریبی چشمہ پر قبضہ فرمایا اور اسی جگہ نزول اجلال فرمایا۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یارسول اللہ! کیا اس جگہ اترنے کا حکم آپ کو رب تعالیٰ نے دیا ہے جس سے تقدیم و تاخیر ممکن نہیں یا یہ رائے، جنگ اور چال ہے'' آپ نے فرمایا ''بلکہ یہ رائے، جنگ اور چال ہے''۔ انہوں نے عرض کی ''فروکش ہونے کے لئے یہ جگہ مناسب نہیں۔ آپ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ اٹھیں۔ حتیٰ کہ قوم مشرک کے قریبی کنویں کے پاس تشریف لے چلیں۔ ہم اس کنویں پر قبضہ کر لیں گے۔ بقیہ سارے کنویں بند کر دیں گے۔ پھر وہاں ایک حوض بنا لیں گے جسے ہم پانی سے بھر دیں گے جس سے ہم پانی پئیں گے۔ لیکن دشمن کو پانی نصیب نہ ہو سکے گا''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تمہاری رائے بہت صائب ہے''۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت جبرائیل امین آئے اور عرض کی ''درست رائے وہی ہے جس کی طرف حضرت حباب رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا ہے'' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ

کرام سمیت اٹھے اور دشمن قوم کے قریبی کنویں کے پاس فروکش ہو گئے پھر ایک کنواں کو کھودنے کا حکم دیا۔ کنواں کھودا گیا اس پر ایک حوض بنایا گیا۔ اسے پانی سے بھر دیا گیا۔ ایک اور روایت کے مطابق مسلمان اٹھ کر اپنے دشمن کی طرف گئے اور پانی کے کنوؤں پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کنویں کو ختم کر دیا جو دشمن کی طرف تھا۔ کفار کو پیاس لگنے لگی۔ نصرت الٰہی آ گئی۔ یہ اقدام حضرت حباب رضی اللہ عنہ کے اشارہ کے بعد کیا گیا۔

ایک خواب

قریش کے ہمراہ ایک شخص تھا۔ جس کا نام جہم بن صلت تھا۔ یہ بنو مطلب بن عبد مناف میں سے تھا۔ اسے غزوۂ خیبر کے سال دولت اسلام سمیت لینے کا شرف نصیب ہوا۔ جب مشرکین میدان بدر میں فروکش ہو گئے تو اسے نیند آ گئی پھر گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا "کیا تم نے وہ گھڑ سوار دیکھا ہے جو مجھ پر کھڑا تھا"۔ ساتھیوں نے کہا "نہیں!" اس نے کہا "میرے سر پر ایک سوار کھڑا تھا۔ اس نے کہا "ابوجہل، عتبہ، شیبہ، زمعہ، ابوالبختری، امیہ بن خلف، فلاں فلاں قتل ہو گئے۔ اس نے ان سارے سرداروں کے نام لئے جو غزوۂ بدر میں واصل جہنم ہوئے۔ پھر اس نے کہا "سہیل بن عمرو، فلاں، فلاں کو قیدی بنا لیا گیا" اس نے ان سارے لوگوں کو شمار کیا جنہیں اس غزوۂ میں اسیر بنایا گیا۔ پھر میں نے اس سوار کو دیکھا۔ اس نے اپنے اونٹ کو ضرب لگائی اور اسے لشکر گاہ میں بھیج دیا۔ لشکر گاہ کے ہر ہر خیمہ کو اس کا خون لگ گیا"۔ یہ خواب سن کر اس کے ساتھیوں نے کہا "یہ شیطان نے تمہارے ساتھ کھیل کھیلا ہے"۔ جب اس خواب کا تذکرہ لشکر کفار میں پھیلا اور ابوجہل نے اس کے متعلق سنا تو اس نے کہا "تم بنو ہاشم کے جھوٹ کے ساتھ ساتھ بنو مطلب کے جھوٹ کو بھی لے آئے ہو۔ تم کل دیکھو گے کہ قتل کون ہوتا ہے"۔ دوسری روایت کے مطابق ابوجہل نے کہا "یہ بنو مطلب کا دوسرا نبی ہے۔ اسے کل علم ہو جائے گا کہ مقتول کون ہے ہم یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے صحابہ؟"

جب قریش مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہوئے تو سب سے پہلے ابوجہل نے ان کے لئے اونٹ ذبح کئے۔ اس نے مرالظہران کے مقام پر دس اونٹ ذبح کئے۔ ان اونٹوں میں سے ایک اونٹ نحر ہو جانے کے بعد اٹھا اور ساری لشکر گاہ کا چکر لگایا۔ اس کا خون سارے خیموں کو لگ گیا۔ اس جگہ سے بنو عدی واپس لوٹ آئے۔ انہوں نے اس سے فال پکڑی اور واپس آ گئے۔

عریش مبارک

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس جگہ جلوہ افروز ہو گئے جہاں حضرت حباب رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا تھا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے لئے عریش نہ بنا دیں جہاں آپ تشریف فرما رہیں ہم آپ کے پاس آپ کی سواری چھوڑ جائیں گے۔ پھر ہم دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہو جائیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح اور غلبہ نصیب فرمایا تو ہمیں پسند بھی یہی ہے۔ اگر نتیجہ اس کے برعکس ہوا تو آپ اپنی سواری پر سوار ہو جائیں اور مدینہ طیبہ تشریف لے جائیں۔ ہماری پیچھے ایسی قوم ہے ہم جس سے زیادہ آپ سے محبت نہیں کرتے۔ اگر آپ نے دشمن کے ساتھ جنگ کی تو ان میں سے

ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے آپ کا تحفظ فرمائے گا۔ وہ آپ کے ساتھ خلوص کا مظاہرہ کریں گے اور آپ کے ساتھ جہاد کریں گے" یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ اور فرمایا "سعد! رب تعالیٰ عمدہ فیصلہ فرمائے گا" پھر ایک بلند ٹیلے پر آپ کے لئے عریش بنا دیا گیا۔ اس میں آپ تشریف فرما ہو گئے اور آپ کے پاس حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "مجھے بتاؤ۔ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے عرض کی "آپ" انہوں نے فرمایا "سب سے بہادر ترین ذات سیدنا ابو بکر کی ہے"۔

جس روز غزوۂ بدر رونما ہوا اس دن ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے عریش بنایا۔ ہم نے کہا "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کون رہے گا؟ تاکہ کوئی مشرک آپ پر حملہ نہ کر سکے"۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ بخدا! ہم میں سے سوائے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اور کوئی آگے نہ بڑھا۔ وہ تلوار سونتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر کھڑے تھے۔ جو بھی آپ پر حملہ کرنے کی کوشش کرتا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس پر حملہ کر دیتے۔

روایت ہے کہ جب گھمسان کی جنگ شروع ہوئی تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی انصار کی ایک جماعت کے ساتھ عریش کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ اس روز ثابت قدم رہے جس روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تھا اور انہوں نے اہل ردۃ کے ساتھ جہاد کیا۔ عریش خیمہ نما تھا۔ جس میں سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ السید السمہودی لکھتے ہیں "آپ کا عریش اسی جگہ تھا جہاں مسجد بدر ہے۔ یہ مسجد کھجوروں کے پاس معروف ہے۔ چشمہ اسی کے قریب ہے۔

مسلمانوں کی قوت کا اندازہ

وقت صبح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفیں درست فرمائیں۔ قریش آپ کے پیچھے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں دعا گو ہوئے۔

"مولا! یہ قریش ہیں۔ یہ تیرے ساتھ لڑنے اور تیرے رسول (مکرم) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلانے کے لئے آ گئے ہیں۔ مولا! وہ نصرت فرما جس کا تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے"۔

جب قریش مطمئن ہو گئے تو انہوں نے عمیر بن وہب الجمحی کو بھیجا۔ بعد میں اس عمیر نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ قریش نے اسے کہا "ہمیں مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ لگا کر بتاؤ"۔ اس نے اپنے گھوڑے پر مسلمانوں کی لشکر گاہ کا چکر لگایا۔ پھر قریش کے پاس لوٹ گیا۔ اس نے کہا "مسلمانوں کا لشکر کم و بیش تین سو افراد پر مشتمل ہے لیکن تم مجھے مہلت دو۔ تاکہ میں دیکھوں کہ ان کے کچھ افراد کمین گاہوں میں نہ بیٹھے ہوں یا انہوں نے اپنی مدد کے لئے کچھ افراد چھپا نہ رکھے ہوں"۔ وہ وادی میں دور تک گیا۔ وہ کفار کی طرف واپس آیا اس نے ان سے کہا "میں نے اور کچھ نہیں دیکھا۔ لیکن اے گروہ قریش! میں نے ایسی اونٹنیاں دیکھی ہیں جن پر موتیں سوار ہیں۔ یثرب کے اونٹ اپنے اوپر یقینی موت اٹھائے ہوئے ہیں۔ میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جس کے پاس بچاؤ کا کوئی سامان نہیں اور ان کی تلواروں کے علاوہ ان کی کوئی پناہ گاہ نہیں۔ کیا تم انہیں دیکھتے نہیں ہو۔ کہ وہ

گونگے بنے ہوئے ہیں۔ وہ کوئی بات نہیں کر رہے۔ وہ زہریلے سانپوں کی طرح پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ بخدا! میں یہ دیکھ رہا ہوں۔ ان میں سے ایک شخص بھی قتل نہیں کیا جائے گا جب تک کہ تم میں سے ایک شخص مقتول نہ ہو جائے گا۔ اگر انہوں نے اپنی گنتی کے مطابق تمہارے آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا تو اس کے بعد زندگی میں کیا لطف باقی رہے گا۔ میں نے اپنی رائے تمہیں بتا دی ہے۔ اب تم جس طرح مناسب سمجھتے ہو کرو"۔

جب حکیم بن حزام نے یہ بات سنی تو وہ لوگوں میں گھوما۔ وہ عتبہ بن ربیعہ کے پاس آیا۔ اس نے کہا "ابوالولید! تم قریش میں سے عمر رسیدہ، سردار اور قابل اتباع سمجھے جاتے ہو۔ کیا تم ایسا کارنامہ کرنے کے لئے تیار ہو کہ تمہیں ہمیشہ ہمیشہ یاد کیا جائے؟ اس نے پوچھا "وہ کون سا عمل ہے؟ حکیم نے کہا "لوگوں کو لے کر واپس چلے جاؤ"۔ دوسری روایت کے مطابق حکیم نے عتبہ سے کہا "تم لوگوں کے درمیان چلو۔ اپنے حلیف عمرو بن حضرمی کے خون کا بوجھ اٹھالو (جسے حضرت واقد بن عبداللہ نے نخلہ کے مقام پر واصل جہنم کیا تھا) اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قافلہ سے جو سامان ملا تھا۔ اس کا بوجھ بھی اٹھالو" عتبہ نے کہا "ٹھیک ہے۔ میں نے اس طرح کر دیا ہے وہ میرا حلیف ہے۔ مجھ پر اس کی دیت بھی ہے اور اس کے مال کا جو زیاں ہوا ہے وہ بھی میں ہی برداشت کروں گا۔ اے حکیم! تو نے کتنی اچھی بات کی ہے اور کتنی اچھی بات کی طرف دعوت دی ہے؟ عتبہ اپنے سرخ اونٹ پر سوار ہو گیا اور قریش کی صفوں میں گھس گیا۔ اس نے کہا "اے میری قوم! میری اطاعت کرلو۔ ابن حضرمی اور اس مال کے علاوہ تمہارا کوئی مطالبہ نہیں جو اس سے چھینا گیا تھا۔ میں اس کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ میں تمہیں ان چہروں کا واسطہ دیتا ہوں۔ جو چراغوں کی طرح ضوفشاں ہیں (یعنی قریش کے چہرے) کہ تم ان کو ان چہروں کی مانند سمجھو جو سانپ کی آنکھوں کی طرح ہیں (یعنی انصار کے چہرے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کفار قوم میں دیکھا۔ یہ اپنے اونٹ پر سوار تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر اس قوم میں سے کسی شخص کے پاس بھلائی ہے تو اس سرخ اونٹ والے کے پاس ہے۔ اگر کفار اس کی بات مان لیں تو فائدے میں رہیں گے"۔

امام ابن اسحاق نے رقم کیا ہے کہ عتبہ نے کہا "اے گروہ قریش! تم محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کر کے کیا کرو گے۔ اگر تم انہیں قتل کرو گے تو وہ سب تمہارے قریبی رشتہ دار ہی ہیں۔ پھر تم زندگی میں ایک دوسرے کا منہ تک دیکھنا گوارا نہ کرو گے۔ کسی نے کسی کا بھائی قتل کیا ہوگا۔ کسی کا بیٹا اور کسی کا چچا تہ تیغ کیا ہوگا۔ یا اس کے قبیلہ کا کوئی فرد موت کے گھاٹ اتارا گیا ہوگا۔ تم واپس لوٹ چلو۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر عرب کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔ اگر کسی اور نے بڑھ کر ان کا کام تمام کر دیا تو یہی تمہارا مقصد ہے اور اگر نتیجہ اس کے برعکس ہوا تو ان کو ملتے ہوئے تمہیں کسی ندامت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ اے میری قوم! آج کی یہ بزدلی مجھ پر آنے دو۔ کہہ دو عتبہ بزدل ہے۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ عتبہ بزدل نہیں ہے" پھر عتبہ نے حکیم سے کہا "ابن حنظلیہ (ابوجہل) کے پاس جاؤ اور اسے اس امر کے بارے بتا"۔ حکیم نے کہا "میں ابوجہل کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اپنی زرہ تھیلے سے نکال کر اسے صحیح کر رہا تھا۔ میں نے اسے کہا "ابوالحکم! مجھے عتبہ نے تمہارے پاس اس مقصد کے لئے بھیجا ہے"۔ یہ سن کر ابوجہل نے کہا "عتبہ کا سانس پھول گیا ہے" پھر ابوجہل عتبہ کے پاس

آیا۔ اس نے کہا ''اگر یہ بات تیرے علاوہ کسی اور نے کی ہوتی تو میں اسے زور سے پکڑ لیتا۔ بخدا! ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے حتیٰ کہ رب تعالیٰ ہمارے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین فیصلہ کر دے''۔

دوسری روایت کے مطابق حکیم یہ پیغام لے کر ابوجہل کے پاس گیا۔ اس نے اسے بتایا تو اس نے کہا ''بخدا! عتبہ اس طرح کی بات نہ کرتا۔ بخدا! اس نے دیکھا ہے کہ محمد عربی اور ان کے ساتھی ایک اونٹ کا نوالہ ہیں۔ ان میں اس کا بیٹا ابو حذیفہ ہے۔ اس لئے وہ تمہیں ڈرا رہا ہے''۔ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کا شمار سابقین اولین میں ہوتا ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ابوجہل نے عتبہ کی رائے کو لوگوں میں خراب کر دیا۔ اس نے عمرو بن حضرمی کے بھائی کی طرف پیغام بھیجا۔ اسے کہا ''یہ تیرا حلیف ہے۔ یہ لوگوں کو واپس لے جانا چاہتا ہے۔ یہ تیرے بھائی کا خون رائیگاں کرنا چاہتا ہے۔ اٹھ اور اپنے بھائی کے قتل کا واسطہ دے'' عامر اٹھا اس نے پیچھے سے اپنی چادر اٹھا دی۔ اپنے سر پر مٹی ڈالی۔ اور بآواز بلند پکارنے لگا ''واعمراہ''، واعمراہ! یہ سن کر جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔ لوگ جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ ابلیس لعین مشرکین کے ہمراہ رہا۔ وہ سراقہ کی شکل میں تھا۔ وہ ان سے کہہ رہا تھا ''آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ میں تمہارا نگہبان ہوں''۔

آغاز جنگ

اسود مخزومی صفوں سے باہر آیا۔ یہ بدخواہ اور شریر انسان تھا۔ اس نے کہا ''میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر رکھا ہے کہ میں مسلمانوں کے حوض سے ضرور پانی پیوں گا یا اسے گرا دوں گا یا مجھے موت آلے گی''۔ جب یہ حوض کی طرف بڑھا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کی طرف بڑھے اور حوض تک پہنچنے سے پہلے ہی اسے جالیا۔ انہوں نے ضرب کاری لگائی اور اس کی پنڈلی کاٹ کر رکھ دی۔ وہاں سے خون بہنے لگا۔ پھر وہ اس نیت سے حوض کی سمت بڑھا کہ وہ اپنی قسم پوری کر لے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے تلوار کا وار کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس اسود کے باپ کا نام عبدالاسد مخزومی تھا۔ یہ حضرت عبداللہ بن عبدالاسد المخزومی کا بھائی تھا۔ اسود پہلا مقتول تھا جو غزوۂ بدر میں سب سے پہلے قتل ہوا۔ یہ سب سے پہلے روز حشر اپنا نامۂ اعمال اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑے گا۔ جبکہ اس کے بھائی حضرت عبداللہ بن عبدالاسد المخزومی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اپنا نامۂ اعمال اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑیں گے۔ اس امر کا تذکرہ متعدد احادیث طیبہ میں ہے۔

پھر عتبہ بن ربیعہ نے اپنے سر کے لئے خود تلاش کیا۔ اس کا سر اتنا بڑا تھا کہ لشکر کفار میں کسی کا خود بھی اسے پورا نہ آسکا۔ اس نے اپنے سر پر چادر لپیٹ لی۔ پھر اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر صفوں سے باہر نکلا اور مبارزت کی دعوت دی۔ انصار میں سے تین افراد حضرات عوف، معاذ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم میدان کارزار میں نکلے۔ عتبہ اور اس کے ساتھیوں نے پوچھا ''تم کون ہو؟'' انہوں نے کہا ''ہمارا تعلق انصار کے ساتھ ہے'' انہوں نے کہا ''تم ایک معزز مدمقابل ہو لیکن ہم اپنی قوم سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ پھر انہوں نے بآواز بلند کہا ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہماری قوم میں سے ہمارے مدمقابل بھیجو''۔ آپ نے انصاری صحابہ کرام کو واپس بلا لیا۔ پھر فرمایا ''عبیدہ! اٹھو۔ حمزہ! اٹھو، علی! اٹھو۔ جب یہ حضرات قدسیہ اٹھ کر کفار کے سامنے گئے تو انہوں نے پوچھا ''تم کون ہو؟'' انہوں نے اپنے اپنے نام لئے۔ حضرت عبیدہ نے فرمایا ''میں

عبیدہ ہوں'' حضرت حمزہ نے فرمایا ''میں حمزہ ہوں'' حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا ''میں علی ہوں'' انہوں نے کہا ''اب ٹھیک ہے۔ معزز مدمقابل! حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ عمر میں بقیہ دونوں حضرات سے بڑھ کر تھے۔ انہوں نے عتبہ کو جالیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو جالیا۔ یہ ابن اسحاق کی روایت ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عتبہ کی طرف اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ شیبہ کی طرف جھپٹے۔ جبکہ اس بات پر سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مدمقابل ولید ہی تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ولید کو جہنم واصل کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو موت کے گھاٹ اتارا۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور شیبہ میں باہم شمشیر زنی ہوتی رہی۔ ہر ایک نے دوسرے کو تھکا دیا۔ حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما نے پلٹ کر شیبہ پر حملہ کر کے اسے موت کی وادی میں دھکیل دیا۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر صحابہ کرام کے پاس لے گئے۔ ان کے گھٹنے پر زخم آیا۔ واپسی پر مقام صفراء پر ان کا وصال ہو گیا۔ ان کی قبر انور صفراء اور حمراء کے مابین معروف ہے۔

صحابہ کرام حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر بارگاہ رسالت پناہ میں لے گئے۔ اس وقت ان کی پنڈلی سے گودا باہر نکل رہا تھا۔ صحابہ کرام نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طرف لٹا دیا۔ آپ نے اپنا قدم مبارک آگے بڑھایا تو انہوں نے قدم مبارک پر اپنا رخسار رکھ دیا۔ عرض کی ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کیا میں شہید ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں! تم شہید ہو''۔ انہوں نے عرض کی ''کاش! اس وقت جناب ابو طالب زندہ ہوتے تو وہ جان لیتے کہ ہم ان کے اس شعر کے زیادہ مستحق ہیں۔

و نسلمه حتی نصرع حوله و نذهل عن ابنائنا والحلائل

تمہارا گمان ہے کہ ہم آپ کو قریش کے سپرد کر دیں گے، نہیں! حتیٰ کہ ہم تو آپ کے اردگرد پچھاڑے جائیں اور ہم اپنی اولاد اور خواتین کو بھول جائیں۔

فان یقطعوا رجلی فانی مسلم ارجی به عیشا من الله عالیا

والبسنی الرحمان من فضل منه لباسا من الاسلام غطی المساویا

اگر ان مشرکین نے میری ٹانگ کاٹ دی ہے تو میں مسلمان ہوں۔ مجھے رب تعالیٰ سے گراں قدر زندگی کی امید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے اسلام کا ایسا لباس عطا کیا ہے جس نے ساری خطاؤں کو ڈھانپ دیا ہے۔

اس واقعہ سے حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت آشکارا ہو رہی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ (الحج:19)

''یہ دو فریق ہیں جو جھگڑ رہے ہیں اپنے رب کے بارے میں''۔

ان افراد کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے غزوۂ بدر میں جنگ آزمائی کی تھی۔ پھر انہوں نے اوپر مذکور چھ افراد کا تذکرہ کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں وہ سب سے پہلا شخص ہوں گا جو روز حشر رحمان رب تعالیٰ کے سامنے جاؤں گا۔ یہ آیت طیبہ ہمارے بارے ہی نازل ہوئی ہے''۔

اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کارفرماتھی کہ اس نے قتال سے قبل مسلمانوں کو مشرکین کی نگاہوں میں کم دکھایا۔ تاکہ وہ آگے بڑھیں۔ جب جنگ شروع ہوگئی تو کفار کو مسلمان کثیر نظر آنے لگے تاکہ ان پر رعب طاری ہوجائے۔ اور انہیں کمزوری آلے۔ قتال کے وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نظروں میں مشرکین کو کم کر دکھایا۔ تاکہ ان کی جرأت و شجاعت میں اضافہ ہو جائے۔ اسی لئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "مشرکین غزوۂ بدر کے روز ہماری نگاہوں میں کم نظر آئے۔ حتیٰ کہ میں نے ایک شخص سے کہا "کیا ان کی تعداد ستر کے قریب ہے؟" اس نے کہا "میرے خیال میں ان کی تعداد ایک سو کے قریب ہے"۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ (الانفال:44)

"اور یاد کرو جب اللہ نے دکھایا تمہیں لشکر کفار جب تمہارا مقابلہ ہوا تمہاری نگاہوں میں قلیل اور قلیل کر دیا تمہیں ان کی نظروں میں"۔

پھر فرمایا:

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ (آل عمران:13)

"بے شک تھا تمہارے لئے (عبرت کا) نشان (ان) دو گروہوں میں جو ملے تھے (میدان بدر میں) ایک گروہ لڑتا تھا اللہ کی راہ میں اور دوسرا کافر تھا دیکھ رہے تھے (مسلمان انہیں) اپنے سے دو چند (اپنی) آنکھوں سے"۔

روایت ہے کہ قباب بن اشیم اس روز مشرکین کے ہمراہ تھے۔ پھر انہیں دولت اسلام سمیٹ لینے کی سعادت ملی۔ انہوں نے اس روز دل میں کہا تھا "اگر مکہ مکرمہ کی عورتیں باہر نکل آئیں تو وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کو واپس لوٹا دیں گے"۔ ان ہی سے روایت ہے "جب غزوۂ خندق کے بعد میں نے اسلام قبول کرلیا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق عرض کی"۔ صحابہ کرام نے فرمایا "آپ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ اس مسجد میں ہیں"۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں صحابہ کرام میں سے آپ کو پہچان نہ سکا۔ میں نے آپ کو سلام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا "قباب! تم وہی ہو نا جس نے غزوۂ بدر کے روز اس طرح کہا تھا "اگر قریش کی خواتین باہر نکل آئیں تو وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کو واپس لوٹا سکتی ہیں"۔ حضرت قباب نے کہا "مجھے اس ذات والا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ یہ فقرہ نہ تو میری زبان پر آیا تھا نہ ہی میرے لبوں پر آیا تھا۔ اور نہ ہی کسی نے مجھ سے یہ سنا تھا۔ یہ تو صرف میرے دل میں پیدا ہوا تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ جو پیغام لے کر آئے ہیں وہ حق ہے"۔

آپ کا حضرت قباب کی اس بات سے آگاہ ہو جانا آپ کا معجزہ ہے۔

حضرت سواد کا عشق انگیز واقعہ

امام ابن اسحاق نے تحریر کیا ہے کہ جب عتبہ، شیبہ اور ولید موت کی وادی میں چلے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عریش سے باہر

تشریف لائے۔ تاکہ صفیں درست فرمائیں۔ آپ کے دست اقدس میں ایک تیر تھا جس پر پھل اور پر نہ تھا۔ آپ حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے۔ یہ بنونجار کے حلیف تھے یہ صفوں سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ آپ نے وہ تیر ان کے پیٹ پر لگایا اور فرمایا "سواد! صف میں سیدھے ہو جاؤ"۔ انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ! آپ نے مجھے تکلیف دی ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق اور عدل کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ آپ مجھے قصاص دیں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بطن اقدس سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا "قصاص لے لو"۔ "حضرت سواد رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن مبارک کے ساتھ چمٹ گئے اور اس کے بوسے لینے لگے" آپ نے فرمایا "سواد! کس چیز نے تمہیں اس عمل پر برانگیختہ کیا؟" انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ! معرکہ حق و باطل سامنے ہے۔ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس آخری وقت میں میری جلد آپ کی مبارک جلد کے ساتھ مس ہو جائے"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعائے خیر کی۔

جب صفیں سیدھی ہو گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر دشمن تمہاری طرف بڑھنے لگے تو اسے تیر پھینک کر دور کر دو۔ زیادہ دور سے تیر اندازی نہ کرو کیونکہ دور سے تیر اندازی کرنے سے نشانہ غالباً خطا جاتا ہے۔ اس وقت تلواریں نہ سونتو جب تک وہ تمہارے بالکل قریب نہ آجائیں"۔ آپ نے صحابہ کرام کو خطبہ ارشاد فرمایا۔ انہیں جہاد اور صبر پر ابھارا۔ پھر عریش میں تشریف لے آئے۔ فریقین ایک دوسرے کی سمت بڑھے۔ قریش میں سے بعض لوگ آگے بڑھے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کی طرف آنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انہیں چھوڑ دو"۔ جس نے بھی اس حوض سے پانی پیا وہ اسی روز مقتول ہوا۔ سوائے حکیم بن حزام کے۔ انہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا اور اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔ وہ جب قسم اٹھاتے تو اس طرح قسم اٹھاتے "نہیں! مجھے اس ذات والا کی قسم! جس نے مجھے غزوۂ بدر کے روز نجات دی"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ اس وقت تک مشرکین پر حملہ نہ کریں حتیٰ کہ آپ حکم دے دیں" آپ کو نیند کی اونگھ نے آلیا۔ آپ جاگے۔ رب تعالیٰ نے مشرکین کو آپ کی نگاہوں میں کم کر دکھایا تھا۔ آپ نے اپنے صحابہ کرام کو بتایا یہ ان کی ثابت قدمی کے لئے تھا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عریش کے دروازہ پر اپنی تلوار سونتے کھڑے تھے۔ ان کے ہمراہ انصار کی ایک جماعت تھی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عریش میں جلوہ افروز تھے اور کوئی اندر موجود نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے تھے۔ کہ وہ اپنا نصرت کا وعدہ پورا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذۡ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحۡدَى الطَّآٮِٕفَتَيۡنِ اَنَّهَا لَـكُمۡ (الانفال: 7)

"اور یاد کرو جب وعدہ فرمایا تم سے اللہ تعالیٰ نے ایک کا ان دو گروہوں میں سے کہ وہ تمہارے لئے ہے"۔

جب لوگوں میں صف بندی ہو گئی تو قطبہ بن عامر نے مسلمانوں اور مشرکوں کے مابین ایک پتھر پھینکا۔ اس نے کہا "میں راہ فرار اختیار نہیں کروں گا حتیٰ کہ یہ پتھر بھی راہ فرار اختیار کر لے"۔

غزوۂ بدر میں پہلا شہید

حضرت مجع رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ یہ مسلمانوں کی لشکر گاہ سے باہر نکلے۔ عامر بن حضرمی نے انہیں

تیر مار کر شہید کر دیا۔ حضرت مجع رضی اللہ عنہ اس غزوہ کے پہلے شہید تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''مجع سید الشہداء ہیں''، یعنی غزوۂ بدر کے شہداء کے سردار ہیں۔ پھر حضرت عمرو بن صمام نے جام شہادت نوش کیا۔ یہ انصار کے پہلے شہید تھے۔ پھر حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کیا۔ ان کی والدہ ماجدہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئیں۔ یہ غزوۂ بدر سے بعد کی بات ہے۔ یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی پھوپھو تھیں۔ انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے حارثہ کے بارے بتائیں۔ اگر وہ جنت میں ہے تو اس پر کبھی نہیں رووں گی۔ صرف غم واندوہ کا اظہار کروں گی۔ اگر وہ آگ میں ہے تو میں جب تک زندہ ہوں اس پر روتی رہوں گی''۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ام حارثہ! جنت ایک نہیں، بلکہ کئی جنتیں ہیں۔ اور حارثہ فردوس اعلیٰ میں ہے'' وہ واپس آگئیں۔ وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھیں ''واہ، واہ! حارثہ! دوسری روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''کیا جنت صرف ایک ہے؟ نہیں! جنتیں بہت سی ہیں۔ مجھے اس ذات والا کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے حارثہ فردوس اعلیٰ میں ہے''۔ پھر آپ نے پانی بھرا برتن منگوایا۔ اس میں اپنا دست اقدس ڈالا اور کلی کی۔ پھر ام حارثہ کو پکڑا دیا آب حیات کو وہ نوش جاں کر گئیں۔ پھر انہوں نے وہ برتن اپنی نور نظر کو پکڑا دیا۔ انہوں نے بھی اس میں سے پانی پیا۔ آپ نے انہیں بقیہ پانی پہلوؤں پر چھڑکنے کا حکم دیا۔ پھر وہ واپس آگئیں۔ مدینہ طیبہ کی کوئی خاتون ان سے زیادہ خوش وخرم نہ تھی۔

اس حارثہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے التجاء کی تھی کہ آپ ان کے لئے شہادت کی التجاء کریں۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حارثہ سے پوچھا ''حارثہ! تم نے صبح کیسے کی؟'' انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! میں نے حق کے ساتھ رب تعالیٰ پر ایمان لاتے ہوئے صبح کی'' آپ نے فرمایا ''دیکھو! تم کیا کہہ رہے ہو۔ ہر بات کی کوئی نہ کوئی حقیقت ہوتی ہے''۔ وہ عرض کناں ہوئے ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی۔ میں رات کو بیدار رہا۔ دن کے وقت روزہ رکھا۔ اب گویا کہ میں عرش الٰہی کو عیاں دیکھ رہا ہوں۔ گویا کہ میں اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ ایک دوسرے کی زیارت کر رہے ہیں۔ میں اہل آتش کو دیکھ رہا ہوں وہ آگ میں جمع ہو رہے ہیں'' آپ نے فرمایا ''تمہیں نور بصیرت عطا کر دیا گیا ہے۔ اسے لازم پکڑے رکھو تم ایک پاکباز انسان ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان تمہارے دل میں بو دیا ہے'' انہوں نے عرض کی ''میرے لئے شہادت کی دعا کریں'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے شہادت کی دعا کی۔

جب عتبہ، شیبہ اور ولید قتل ہوئے تو ابوجہل نے کہا ''ہمارے لئے عزیٰ ہے اور تمہارے لئے کوئی عزیٰ نہیں'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے کہا ''اللہ تعالیٰ ہمارا مولا ہے اور تمہارا مولا کوئی نہیں ہمارے شہداء جنت میں جبکہ تمہارے مقتول آگ کے حوالے ہیں'' عنقریب یہ تذکرہ آئے گا کہ ابوسفیان نے بعینہ یہی الفاظ غزوۂ احد میں بھی کہے تھے اور اسے اسی طرح جواب دیا گیا تھا۔

پرسوز دعائیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب تعالیٰ کو واسطہ دینے لگے کہ وہ وعدہ پورا کرے جو اس نے آپ کے ساتھ کیا تھا۔ حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کے روز اپنے عریش میں جلوہ افروز تھے۔ آپ نے یہ دعا مانگی ''مولا! میں تجھے تیرے عہد اور وعدہ یاد دلاتا ہوں۔ اگر یہ گروہ ہلاک کر دیا گیا تو پھر تیری عبادت نہیں کی جائے گی'' دوسری روایت کے مطابق آپ نے عرض کی ''اگر اہل ایمان کا یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی'' ایک اور روایت کے مطابق آپ نے عرض کی ''اگر اہل شرک اس گروہ پر غالب آ گئے تو شرک غالب آ جائے گا اور تیرے لئے تیرا دین قائم نہ رہ سکے گا'' کیونکہ آپ کو علم تھا کہ آپ آخری نبی ہیں اگر آپ اور آپ کے صحابہ شہید ہو گئے تو اس شریعت مطہرۃ کے مطابق عبادت کرنے والا کوئی نہ بچے گا'' ایک اور روایت کے مطابق آپ نے عرض کی ''مولا! مجھے چھوڑ نہ دینا۔ نہ ہی مجھے رسواء کرنا۔ میں تجھے وہ وعدہ یاد دلاتا ہوں جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے''۔

آپ لگاتار اپنے رب تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے۔ آپ قبلہ رو اور ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ مبارک شانوں سے ردائے پاک گر گئی۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چادر مبارک اٹھائی اور آپ کے مبارک کندھوں پر رکھ دی۔ پھر آپ کے پیچھے سے آپ کے ساتھ چمٹ گئے عرض کی ''یا نبی اللہ! آپ نے رب تعالیٰ کو واسطہ دینے میں حد کر دی ہے۔ وہ عنقریب اپنا وعدہ پورا کر دے گا۔ وہ ضرور آپ کی مدد کرے گا۔ اور آپ کے روئے پاک کو تابانیاں بخشے گا'' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس طرح اس لئے عرض کیا تھا۔ کیونکہ ان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اصرار پر تھکاوٹ گراں گزر رہی تھی کیونکہ وہ نرم دل تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت کرتے تھے۔ دوسرا موقف یہ ہے کہ اس وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مقام رجا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام خوف پر فائز تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یہ دونوں مقام فضیلت میں برابر ہیں۔

امام سہیلی لکھتے ہیں ''بعض علماء کرام لکھتے ہیں کہ مقام خوف تقاضا کرتا تھا کہ ممکن ہے کہ اس روز نصرت نہ آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ نصرت کا وعدہ تو کیا تھا۔ لیکن یہ وعدہ اس واقعہ کے ساتھ مختص نہ تھا بلکہ مجمل تھا۔ اگر اس کا مؤخر ہونا فرض کر لیا جائے تو یہ اس امر کے منافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ کچھ عطا کر دیا ہو جس کا آپ سے وعدہ کیا ہو۔ البتہ پہلا مؤقف زیادہ مناسب ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''ہم نے کسی کو اس قدر اصرار کرتے اور واسطہ دیتے نہیں سنا تھا جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے روز اصرار کیا اور واسطہ دیا''۔

امام نسائی اور امام حاکم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''غزوۂ بدر کے روز میں نے کچھ دیر قتال کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ ریز تھے اور سجدہ میں ''یا حی اور یا قیوم'' کا ورد کر رہے تھے۔ میں واپس آیا اور برسر پیکار رہا۔ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کو اسی حالت پر پایا۔ میں نے چار دفعہ اسی طرح کیا''۔ حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ بدر کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ آپ کو کثیر نظر آئے۔ مسلمانوں کی طرف دیکھا تو وہ قلیل نظر آئے۔ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تلوار سونتے آپ کی دائیں سمت کھڑے تھے۔ جو بھی آپ پر حملہ کرنے کی جسارت کرتا وہ اس پر جھپٹ پڑتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدے میں یہ دعا مانگ رہے تھے ''مولا! مجھے چھوڑ نہ جانا۔ مولا!

مجھے رسوانہ کرنا۔ مولا! میں تجھے وہ وعدہ یاد دلاتا ہوں جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے"۔

صحیح میں ہے کہ غزوۂ بدر کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم عریش میں تھے۔ آپ کے ساتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آگئی پھر تبسم ریز اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابوبکر! آپ کو بشارت ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے پاس آگئی ہے۔ یہ جبرائیل امین ہیں۔ ان کے پاؤں پر گرد وغبار ہے" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو خوش کرنے کے لئے یہ مژدۂ جانفزا سنایا۔ جب قتال کا آغاز ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان دعا کرنے میں مشغول ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ (الانفال:9)

"یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے تو سن لی اس نے تمہاری فریاد (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں"۔

یعنی یکے بعد دیگرے لگاتار فرشتے آرہے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے روز اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہزار ملائکہ کے ساتھ مدد کی۔ پانچ سو فرشتے حضرت جبرائیل امین اور پانچ سو فرشتے حضرت میکائیل کی قیادت میں تھے۔ اسی طرح روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین ہزار ملائکہ کے ساتھ آپ کی نصرت کی۔ ایک ہزار جبرائیل امین کے ساتھ، ایک ہزار حضرت میکائیل کے ساتھ اور ایک ہزار حضرت اسرافیل کے ساتھ تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک ہزار ملائکہ کے ساتھ نصرت کا وعدہ کیا۔ پھر اس وعدہ میں دو ہزار ملائکہ کا اضافہ کر دیا گیا۔ ایک اور قول ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے تین ہزار ملائکہ سے پھر پانچ ہزار ملائکہ کے ساتھ آپ کی نصرت فرمائی۔ ارشاد ربانی ہے۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۝

"جب آپ فرما رہے تھے مومنوں سے کیا یہ تمہیں کافی نہیں کہ تمہاری مدد فرمائے تمہارا رب تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں"۔ (آل عمران)

یعنی ایک ہزار حضرت جبرائیل کے ساتھ۔ ایک ہزار حضرت میکائیل کے ساتھ اور ایک ہزار حضرت اسرافیل کے ساتھ تھے۔ ارشاد ربانی ہے۔

بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝ (آل عمران)

"ہاں کافی ہے بشرطیکہ تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور (اگر) آدھمکیں تم پر تیزی سے۔ اس وقت تو مدد کرے گا تمہاری تمہارا رب پانچ ہزار نشان والے فرشتوں سے"۔

ایک قول کے مطابق غزوۂ بدر کے روز ایک ہزار، اور غزوۂ احد میں تین ہزار ملائکہ کے ساتھ آپ کی نصرت کی گئی۔ پھر

پانچ ہزار کا وعدہ پورا کر دیا گیا بشرطیکہ مسلمان صبر کریں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ فرشتے انسانوں کی شکلوں میں تھے۔ ایک فرشتہ انسانی شکل میں صف کے آگے چلتا وہ کہتا "تمہیں مژدہ ہو! اللہ تعالیٰ مشرکین پر تمہاری مدد کر رہا ہے" مسلمان گمان کرتے کہ یہ انسان ان میں سے ہی کوئی ایک ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ فرشتے مسلمانوں سے کہتے "ثابت قدم رہو۔ بلاشبہ تمہارا دشمن قلیل ہے اور ارشاد ربانی ہے۔

وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا (الانفال:44)

"اور یاد کرو جب اللہ نے دکھایا تمہیں لشکر کفار جب تمہارا مقابلہ ہوا تمہاری نگاہوں میں قلیل"۔

حتیٰ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ کھڑے شخص سے پوچھا "تمہارے خیال کے مطابق ان کی تعداد ستر ہے؟ اس نے کہا "مجھے تو ان کی تعداد ایک سو کے لگ بھگ لگتی ہے"۔

امام بیہقی نے حضرت حکیم بن حزام سے روایت کیا ہے "غزوۂ بدر کے روز آسمان سے چیونٹیوں کی طرح کی کوئی چیز گری اس نے افق کو گھیر لیا۔ وادی اس چیز سے لبریز ہو گئی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اس چیز کے ساتھ ہی آپ کی تائید کی گئی ہے۔ یہی ملائکہ تھے"۔ حسن سند کے ساتھ حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے مشرکین کی شکست سے قبل دیکھا۔ اس وقت لوگ باہم نبرد آزما تھے۔ میں نے سیاہ ٹڈیوں کی مانند کوئی چیز دیکھی جو پھیلتی گئی۔ حتیٰ کہ اس نے وادی کو بھر دیا۔ مجھے اس میں ذرہ بھر شک نہ رہا کہ وہ ملائکہ تھے۔ اور قوم قریش کو انہی کی وجہ سے شکست ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ملت بیضاء کے شرف وقدر کی وجہ سے ملائکہ نازل ہوئے۔ ورنہ حضرت جرائیل جیسا ایک فرشتہ بھی اتنی قوت رکھتا تھا کہ وہ اپنے پر کے ایک حصہ سے کفار کو ملیا میٹ کر دے۔ جس طرح کہ انہوں نے قوم لوط کے ساتھ کیا تھا۔ قوم صالح کو ایک چیخ کے ساتھ برباد کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل قریہ کی ہلاکت کے بارے فرمایا:

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ۝ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ۝ (یٰسین)

"اور نہ اتارا ہم نے اس کی قوم پر اس (کی شہادت) کے بعد کوئی لشکر آسمان سے اور نہ ہی اس کی ضرورت تھی، نہ تھی مگر ایک گرج پس وہ بجھے ہوئے کوئلے بن گئے"۔

آسمان سے اتنا زیادہ لشکر اتارنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کے لئے تھا۔ دیگر انبیاء کرام میں سے کسی نبی کو بھی اس شرف کے ساتھ مختص نہیں کیا گیا۔ غزوۂ بدر میں فرشتوں نے اہل ایمان کے بعض افعال میں شرکت کی تھی۔ تاکہ وہ فعل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی طرف ہی منسوب ہو۔ اور دشمن یہ جان کر ڈر جائے کہ ملائکہ بھی ان کے ساتھ قتال کر رہے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ (الانفال:12)

"سو تم مارو (ان کی) گردنوں کے اوپر اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر بند پر"۔

روایت ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان ملائکہ کے مابین حائل نہ ہوتا جو غزوۂ بدر کے روز اترے تھے تو اہل زمین ان کی گرج اور آواز کی شدت سے مرجاتے۔ مرسل روایت میں ہے "ابلیس کو اتنا رسوا اور ذلیل کبھی نہیں دیکھا گیا جتنا وہ عرفہ کے روز رسوا ہوتا ہے مگر غزوۂ بدر کے روز بھی اسے اسی طرح ذلیل ورسواء دیکھا گیا۔ روایت ہے کہ ابلیس سراقہ بن مالک کی شکل میں آیا۔ شیطانوں کا ایک گروہ اس کے ساتھ تھا یعنی مشرک جنات بنو مدلج کے افراد کی اشکال میں اس کے ہمراہ تھے۔ ابلیس مشرکین سے کہہ رہا تھا۔

لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ (الانفال:48)

"اور (انہیں) کہتا کہ کوئی غالب نہیں آسکتا تم پر آج ان لوگوں میں سے اور میں نگہبان ہوں تمہارا"۔

پہلے گزر چکا ہے کہ ابلیس نے ان مشرکین سے اس وقت بھی یہی کہا تھا جب عازم سفر ہوتے وقت انہیں بنو کنانہ کی طرف سے خطرہ دامن گیر ہوا تھا۔ اس وقت یہ تنہا تھا۔ ممکن ہے اس کے دیگر ساتھی بعد میں اس کے ساتھ مل گئے ہوں۔ جب ابلیس لعین نے حضرت جبرائیل امین اور دیگر ملائکہ کو دیکھا۔ اس وقت اس کا ہاتھ حارث بن ہشام مخزومی کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے جلدی سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑایا اور الٹے پاؤں بھاگ گیا۔ اس کا لشکر اس کے پیچھے پیچھے تھا حارث نے کہا "سراقہ! تیرا تو گمان تھا کہ تو ہمیں پناہ دیئے ہوئے تھا۔ اس نے کہا

إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۞ (الانفال)

"میں بری الذمہ ہوں تم سے میں دیکھ رہا ہوں وہ جو تم نہیں دیکھ رہے میں تو ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے"۔

حارث اس کے ساتھ چمٹ گیا۔ اس نے کہا "بخدا! مجھے تو یثرب کی چمگادڑوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آرہا"۔ ابلیس نے اس کے سینے پر مارا، جس کی وجہ سے حارث نیچے گر پڑا اور ابلیس اس کے سامنے بھاگ گیا۔ حارث کہتے ہیں "مجھے اسلام لانے کے بعد علم ہوا کہ وہ ابلیس تھا"۔

امام سہیلی رقمطراز ہیں "جب قریش کے بقیہ افراد بھاگ کر مکہ مکرمہ میں چلے گئے تو انہوں نے سراقہ کو مکہ مکرمہ میں پایا۔ انہوں نے اسے کہا "سراقہ! تو نے صفیں چیریں اور ہمیں شکست ہوگئی"۔ سراقہ نے کہا "بخدا! مجھے تمہارے کسی معاملہ کا علم نہیں۔ نہ ہی میں وہاں موجود تھا"۔ اہل مکہ نے اس کی تصدیق نہ کی۔ حتیٰ کہ وہ اسلام لے آئے اور شیطان لعین کے متعلق نازل ہونے والا کلام الٰہی سن لیا۔ اس وقت انہیں علم ہوگیا کہ وہ ابلیس لعین تھا۔ روایت ہے کہ جب اس نے حارث کے سینے پر ضرب لگائی تو یہ آگے بڑھتا گیا حتیٰ کہ سمندر میں جا گرا اس نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے۔ اور کہا "مولا! تیرا وہ وعدہ جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے۔ مولا! میں تجھ سے اس مہلت کا سوال کرتا ہوں۔ یعنی تو نے کہا تھا

إِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ۞ (الاعراف)

"بے شک تو مہلت دیئے ہوئے میں سے ہے"۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کے متعلق لکھا ہے۔

سرنا و ساروا الی بدر لحینهم لو یعلمون یقین العلم ما ساروا

و لا هم بغرور ثم اسلمهم ان الخبیث لمن والاه غدار

ہم بھی اور قریش مکہ بھی میدان بدر کی طرف عازم سفر ہوئے۔ اگر انہیں اپنے انجام کا یقینی علم ہوتا تو وہ سفر پر روانہ نہ ہوتے۔ ابلیس نے دھوکہ سے قریش کی راہ نمائی کی۔ پھر انہیں سپرد کر دیا یہ خبیث ہر اس شخص سے دھوکہ کرتا ہے جس سے پیار کرتا ہے۔

جب ابلیس الٹے پاؤں پلٹ گیا تو ابوجہل نے کہا "اے گروہ قریش! سراقہ کی بزدلی تمہیں پست ہمت نہ کر دے۔ اس نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کر رکھا تھا۔ عتبہ، شیبہ اور ولید کا قتل تمہیں بے حوصلہ نہ کر دے۔ انہوں نے جلدی کی تھی۔ لات و عزیٰ کی قسم! ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے حتیٰ کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو رسیوں سے باندھ نہ لیں۔ انہیں قتل نہ کرو۔ بلکہ انہیں ہاتھوں سے پکڑ لو"۔

ایک روایت کے مطابق مسلمانوں کے ہمراہ ستر مسلمان جنات تھے۔ لیکن یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے قتال کیا تھا۔ بلکہ صرف مدد کرنے پر مامور تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل امین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یا محمد! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے جدا نہ ہوں حتیٰ کہ آپ راضی ہو جائیں"۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم عریش سے باہر تشریف لائے۔ مسلمانوں کو جہاد پر ابھارا۔ آپ نے فرمایا "مجھے اس ذات والا کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ آج جو مسلمان بھی صبر کرتے ہوئے اجر و ثواب کے حصول کی امید کرتے ہوئے حملہ کرتے ہوئے نہ کہ پیٹھ پھیرتے ہوئے جہاد کرے گا اور شہید ہو جائے گا رب تعالیٰ اسے جنت عطا فرمائے گا۔ حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ اس وقت کھجوریں کھا رہے تھے۔ انہوں نے کہا "بخ! بخ! میرے اور میرے جنت میں داخلہ کے درمیان صرف اتنا امر ہے کہ یہ مجھے قتل کر دیں" پھر کھجوریں اپنے ہاتھ سے پھینک دیں۔ اپنی تلوار لی۔ اور قوم مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے لگے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَسَارِعُوٓا۟ إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا ٱلسَّمَٰوَٰتُ وَٱلْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۳﴾

"اور دوڑو بخشش کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے ہے اور (دوڑو) جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے جو تیار کی گئی ہے پرہیزگاروں کے لئے"۔ (آل عمران)

یہ سن کر حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا "بخ! بخ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم نے تعجب کا اظہار کیوں کیا"۔ انہوں نے کہا "یہ امید کرتے ہوئے کہ میں بھی اہل جنت میں سے ہو جاؤں"۔ انہوں نے کھجوریں لیں اور انہیں جلدی جلدی چبانے لگے۔ انہوں نے کہا "بخدا! اگر میں اتنی دیر میں بھی زندہ رہا حتیٰ کہ میں یہ کھجوریں کھا لوں تو یہ ایک طویل زندگی

ہوگی۔ انہوں نے وہ کھجوریں پھینک دیں اور یہ کہتے ہوئے میدان کارزار میں کود پڑے۔

رکضا الی اللہ بغیر زاد الا التقی و عمل المعاد

والصبر فی اللہ علی الجہاد و کل زاد عرضۃ النفاد

غیر التقی و البر والرشاد

اے میرے نفس! اللہ تعالیٰ کی طرف بغیر کسی زادِراہ کے تیزی سے بڑھو۔ صرف تقویٰ، آخرت کے لئے نیک عمل اور جہاد میں صبر بہترین زادِراہ ہے۔ ہر قسم کا زادِراہ ختم ہونے والا ہے۔ بجز تقویٰ، نیکی اور راست روی کے۔

پھر لگاتار برسرِ پیکار رہے حتیٰ کہ جام شہادت نوش کر گئے۔

مشت خاک

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی بھر سنگریزے لئے۔ دوسری روایت کے مطابق مٹھی بھر مٹی لی۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''مجھے مٹی پکڑاؤ'' پھر قریش کی طرف رخ انور کیا اور فرمایا ''چہرے برباد ہو جائیں۔ مولا! ان کے دلوں میں رعب ڈال دے اور ان کے قدم اکھیڑ دے'' پھر وہ مشت خاک مشرکین کی طرف پھینک دی۔ ہر مشرک کی آنکھیں اس مٹی سے بھر گئیں۔ دوسری روایت کے مطابق ان کے منہ اور ناک بھی خاک سے بھر گئے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ کدھر جائیں۔ انہیں شکست ہوگئی۔ مسلمان ان کا تعاقب کرنے لگے۔ کسی کو تہ تیغ کر رہے تھے اور کسی کو قیدی بنا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال: 17)

''اور (اے محبوب) نہیں پھینکی آپ نے (وہ مشت خاک) جب آپ نے پھینکی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی''۔

اسی طرح کا معجزہ غزوۂ احد اور غزوۂ حنین میں بھی رونما ہوا۔ اس طرح متفرق روایات جمع کرنا ممکن ہوگیا۔ اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بنفس نفیس قتال کیا۔ پہلے یہ عریش میں مصروف دعا تھے۔ پھر مصروف جہاد ہو گئے۔ جب آپ عریش سے باہر تشریف لائے تو فرمایا

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ (القمر)

''عنقریب پسپا ہوگی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے''۔

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ جب مشرکین کو شکست ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم شمشیر براں لے کر ان کے تعاقب میں نکلے۔ آپ مذکورہ بالا آیت طیبہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ یہ آیت طیبہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ جب لشکر کفار کو غزوۂ بدر میں عبرتناک شکست ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تو میں نے سوچا ''اس سے مراد کون سا لشکر ہے؟ جب میدان بدر میں قریش کو شکست ہوئی۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ تلوار سونت کر مشرکین کے تعاقب میں تھے۔ آپ یہ آیت طیبہ پڑھ رہے تھے۔ یہ آیت طیبہ غزوۂ بدر کے بارے تھی'' (الطبرانی فی الاوسط)

امام بوصیری نے اس مشت خاک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ورمی بالحصی فاقصد جیشا مالعصا عندہ وما الالقاء

آپ نے وہ سنگریزے پھینکے اور اسے لشکر تک پہنچا دیا۔ نہ تو عصا آپ کے پاس تھا نہ ہی پھینکنا آپ کی طرف سے تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا ''جس نے جس کافر کو واصل کیا اس کا سامان اسی کو ملے گا۔ جس نے کسی کو قیدی بنالیا تو وہ اسے ہی ملے گا'' جب صحابہ کرام مشرکین کو قید کرنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھے۔ آپ نے فرمایا ''سعد! شاید تمہیں مسلمانوں کا یہ طریقہ پسند نہیں آیا؟'' انہوں نے عرض کی ''ہاں! یا رسول اللہ! یہ پہلا واقعہ ہے جس میں رب تعالیٰ نے اہل شرک کو مبتلا کیا ہے۔ انہیں کثرت اور شدت سے قتل کرنا مجھے ان کے زندہ رکھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے''۔

حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی آزمائش

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا ''میں بنو ہاشم کے افراد کو جانتا ہوں۔ انہیں اس سفر پر مجبور کیا گیا ہے۔ انہیں ہمارے ساتھ جنگ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ تم میں سے جو بنو ہاشم میں سے کسی فرد کو پائے تو اسے قتل نہ کرے بلکہ قیدی بنالے۔ آپ نے فرمایا ''جو ابوالبختری بن ہشام کو ملے تو اسے قتل نہ کرے۔ جو عباس بن عبدالمطلب سے ملے تو انہیں بھی قتل نہ کرے'' حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''کیا ہم اپنے آباء، بیٹوں، بھائیوں اور قبیلہ کو تہ تیغ کریں اور عباس کو چھوڑ دیں۔ اگر میں نے انہیں پالیا تو انہیں ضرور تہ تیغ کروں گا'' انہوں نے یہ بات اس لئے کہی تھی کیونکہ ان کا باپ عتبہ، چچا شیبہ اور بھائی ولید پہلے دعوت مبارزت میں موت کے گھاٹ اتر چکے تھے۔ ان کا قبیلہ بنو عبد شمس تھا ان میں سے بھی ایک جماعت تہ تیغ ہو چکی تھی۔ حضرت ابوحذیفہ کی یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''ابو حفص! کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے چہرہ پر تلوار کا وار کیا جائے گا'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''بخدا! یہ پہلا دن تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ابوحفص کی کنیت سے یاد فرمایا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اجازت دیں میں ابوحذیفہ کا سر تن سے جدا کر دوں۔ بخدا! وہ منافق ہو گیا ہے'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار فرمایا۔ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ''بخدا! اس روز میری زبان سے جو کلمہ نکل گیا مجھے اس کی وجہ سے اپنے انجام کے بارے میں خطرہ رہا۔ مجھے ہمہ وقت اس کے متعلق اندیشہ رہتا شاید میری شہادت اس کا کفارہ بن جائے'' یہ یمامہ کے روز مسیلمہ کذاب کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس معرکۂ حق و باطل میں 450 صحابہ کرام یا 600 صحابہ کرام نے شہادت کا تاج زریں پہنا۔

حضرت مجذر ابوالبختری سے ملے۔ اس سے کہا ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں تیرے قتل سے منع فرمایا ہے'' اس نے پوچھا ''میرے اس دوست کے بارے کیا حکم ہے؟'' اس کے ہمراہ اس کا رفیق راہ تھا۔ جو مکہ مکرمہ سے اس کے ساتھ ہی عازم سفر ہوا تھا۔ اسے جنادہ بن ملیحہ کہا جاتا تھا۔ حضرت مجذر نے کہا ''بخدا! ہم تیرے ساتھی کو نہیں چھوڑیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں

صرف تیرے بارے حکم دیا ہے" ابوالبختری نے کہا "ایسا نہیں ہوسکتا۔ میں اور یہ اکٹھے ہی مریں گے۔ مکہ معظمہ کی خواتین باتیں نہ بناتی رہیں کہ میں نے زندگی کا لالچ کرتے ہوئے اپنے دوست کو چھوڑ دیا تھا"۔ ابوالبختری نے حضرت مجذر کے ساتھ لڑائی شروع کردی۔ انہوں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر وہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض گزار ہوئے "یارسول اللہ! مجھے اس ذات والا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں نے انتہائی کوشش کی کہ ابوالبختری کو قیدی بنالوں اور اسے آپ کی خدمت میں پیش کردوں۔ مگر اس نے انکار کردیا۔ وہ صرف قتال کرنے پر مصر تھا۔ میں نے اسے قتل کردیا"۔

غزوۂ بدر میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے دشمنوں کی طرف سے شرکت کی تھی۔ اسلام قبول کرنے سے قبل ان کا نام عبدالکعبہ یا عبدالعزیٰ تھا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ یہ قریش میں سے بہادر ترین شخص تھے سب سے بہترین تیر انداز تھے۔ یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے سب سے بڑے تھے یہ مزاح بھی کرتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد انہوں نے اپنے والد گرامی سے کہا "غزوۂ بدر میں آپ کئی بار میرے نشانے کی زد میں آئے۔ مگر میں نے آپ سے اعراض ہی کیا"۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اگر تم ایک بار ہی میرے نشانہ پر آجاتے تو میں ہرگز اعراض نہ کرتا" یہ روایت اس روایت کے منافی نہیں جس میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر کے روز دعوت مبارزت دی۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس کی دعوت مبارزت کے جواب میں آنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابوبکر! ہمیں اپنے آپ سے لطف اندوز ہونے دو۔ کیا تمہیں خبر نہیں کہ تم میرے کانوں اور آنکھوں کی جگہ ہو" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ (الانفال: 24)

"اے ایمان والو لبیک کہو اللہ اور (اس کے) رسول کی پکار پر جب وہ رسول بلائے تمہیں اس امر کی طرف جو زندہ کرتا ہے تمہیں"۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسی عبدالرحمٰن نے غزوۂ احد میں دعوت مبارزت دی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس کے جواب کے لئے اٹھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بیٹھ جاؤ۔ ہمیں اپنے آپ سے لطف اندوز ہونے دو۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ تم میری سماعت اور بصارت کی جگہ ہو" اس وقت مذکور بالا آیت طیبہ نازل ہوئی۔ ممکن ہے یہ آیت طیبہ کئی بار نازل ہوئی ہو۔ بعض سیرت نگاروں نے دوسری بار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اٹھنا بعید از قیاس قرار دیا ہے کیونکہ غزوۂ بدر میں یہ آیت طیبہ نازل ہوچکی تھی۔ شاید غزوۂ احد کے ذکر میں بعض راویوں کو اشتباہ لازم آیا ہو۔ بعض مفسرین نے اس آیت کا شان نزول اس طرح بیان کیا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نازیبا کلمات سے یاد کرتے تھے۔ ایک دن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ کلمات سن لئے۔ انہوں نے ابوقحافہ کو ایک تھپڑ مارا۔ جس سے وہ نیچے گر پڑے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا "دوبارہ اس طرح نہ کرنا" انہوں نے عرض کی

''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر اس وقت میرے پاس تلوار ہوتی تو میں انہیں قتل کر دیتا''۔

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما صلح حدیبیہ کے دورانیہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ مدنیہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ 53ھ میں وصال کیا۔ مکہ مکرمہ سے چھ میل دوران کا وصال ہوا۔ لوگوں نے انہیں اٹھا کر مکہ مکرمہ پہنچایا۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ آئیں۔ ان کی قبر پر تشریف لے گئیں اور ان کے لئے دعائے خیر کی۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا۔ انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے شروع میں وصال فرمایا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور خلیفہ کے بارے علم نہیں کہ وہ اپنے باپ کی زندگی میں مسند خلافت پر بیٹھا ہو۔ غزوۂ بدر میں ہی حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو قتل کیا تھا۔ یہ مشرک تھا اور قتل کے ارادہ سے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی سمت بڑھا تھا۔ حضرت ابو عبیدہ بھاگ گئے تاکہ ان کا باپ واپس چلا جائے لیکن وہ واپس نہ گیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ (المجادلۃ: 22)

''تو ایسی قوم نہیں پائے گا جو ایمان رکھتی ہو اللہ اور قیامت پر (پھر) وہ محبت کرے ان سے جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی خواہ وہ (مخالفین) ان کے باپ ہوں یا ان کے فرزند ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے کنبہ والے ہوں''۔

امیہ بن خلف کا قتل

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں امیہ بن خلف سے ملا۔ وہ زمانہ جاہلیت میں میرا دوست تھا۔ اس کے ہمراہ اس کا بیٹا علی بھی تھا۔ یہ اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔ میرے پاس زرہیں تھیں۔ جنہیں میں نے مشرک قوم سے چھینا تھا۔ میں انہیں اٹھائے ہوئے تھا۔ جب امیہ نے مجھے دیکھا تو اس نے مجھے میرے پہلے نام ''عبد عمرو'' سے پکارا۔ میں نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے مجھے عبدالالہ کے نام سے پکارا تو میں نے اسے جواب دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا نام عبدالرحمن رکھا تو اس امیہ نے مجھے کہا ''کیا تم نے وہ نام چھوڑ دیا ہے جو تمہارے والد نے رکھا تھا'' میں نے کہا ''ہاں'' اس نے کہا ''میں رحمان کو تو نہیں جانتا۔ لیکن میں تمہیں ''عبدالالہ'' سے بلایا کروں گا'' اس نے مجھے اسی نام سے پکار کر کہا ''کیا تمہیں مجھے گرفتار کرنے میں رغبت نہیں۔ میں تمہارے لئے ان زرہوں سے بہتر ہوں جو تمہارے پاس ہیں'' میں نے کہا ''ہاں!'' میں نے وہ زرہیں پھینک دیں اور امیہ اور علی کا ہاتھ پکڑ لیا اس نے کہا ''میں نے آج جتنا عبرت ناک دن نہیں دیکھا'' پھر مجھے کہا ''عبدالالہ! وہ ذات کون ہے جس نے اپنے سینے پر شتر مرغ کا پر سجا رکھا ہے''۔ میں نے کہا ''وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں'' اس نے کہا ''انہوں نے ہی آج ہماری درگت بنائی ہے'' میں ان دونوں کو لے کر چلا

رہا تھا کہ اچانک حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ہمیں دیکھ لیا۔ یہی امیہ انہیں مکہ مکرمہ میں اذیتیں دیتا تھا تاکہ یہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''انصار! یہ کفر کا سرغنہ امیہ ہے۔ اگر یہ نجات پا گیا تو میں نہیں بچ سکوں گا''۔ میں نے کہا ''بلال! میرے قیدیوں سے اس طرح کر رہے ہو'' مگر انہوں نے بار بار کہا ''اگر امیہ بچ گیا تو میں نہیں بچ سکوں گا'' انہوں نے بآواز بلند کہا ''اے اللہ تعالیٰ کے انصار! یہ کفر کا سرغنہ امیہ ہے۔ اگر وہ بچ گیا تو میں نہیں بچ سکوں گا''۔ صحابہ کرام نے ہمارا گھیراؤ کر لیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے نیام سے تلوار نکالی اور علی بن امیہ کی ٹانگ پر ماردی''۔ یہ ضرب کاری علی کے لگی تو وہ زمین پر گر پڑا۔ امیہ نے اتنی بلند چیخ ماری کہ میں نے آج تک اس جیسی چیخ نہیں سنی تھی''۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انصار کو بآواز بلند پکارا تو مجھے خدشہ دامن گیر ہوا کہ انصار ہمیں آملیں گے۔ میں نے امیہ کا بیٹا آگے کر دیا تاکہ انصار اس کے ساتھ مشغول ہو جائیں۔ انہوں نے اسے تہ تیغ کر دیا اور ہمیں آملے امیہ بھاری بھر کم انسان تھا۔ میں نے اسے کہا ''نیچے بیٹھ جا'' وہ نیچے بیٹھ گیا میں نے اپنا آپ اس پر گرا دیا۔ تاکہ اس کا دفاع کر سکوں۔ انہوں نے تلواروں سے اسے میرے نیچے سے نکال لیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان میں سے کسی کی تلوار میرے پاؤں پر بھی لگی۔ حضرات معاذ بن عفراء، خارجہ بن زید، حبیب بن اساف رضی اللہ عنہم نے حضرت بلال کے ساتھ مل کر امیہ کو واصل جہنم کیا''

ابن اسحاق لکھتے ہیں ''امیہ کے بیٹے علی کو حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حبیب بن اساف نے جہنم کی وادی میں دھکیلا''۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت بلال پر رحم کرے۔ میری زرہیں بھی چلی گئیں اور میرے قیدیوں کی وجہ سے بھی مجھے اذیت ملی۔ مجھے نہ زرہیں نہ ہی قیدی مل سکے'' جب امیہ واصل جہنم ہو گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مبارک دی''۔ مبارکباد کے اشعار میں سے ایک شعر یہ ہے۔

هنيا زادك الرحمان خيراً فقد ادركت ثارك يا بلال

اے بلال! آپ کو مبارک باد! اللہ تعالیٰ آپ کی بھلائی میں اضافہ کرے۔ آپ نے اپنا بدلہ لے لیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''نوفل بن خویلد کو کون جانتا ہے؟'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''میں نے اسے قتل کر دیا ہے'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور فرمایا ''ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جن نے میری دعا قبول کی'' جب فریقین کی صفیں درست کی جارہی تھیں تو اسی نوفل نے بآواز بلند کہا تھا ''قریش! آج رفعت و بلندی کا دن ہے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی ''مولا! میری طرف سے نوفل بن خویلد کو کافی ہو جا''۔

ابوجہل کا قتل

امام مسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں غزوہ بدر میں مجاہدین کی صف میں کھڑا تھا۔ میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا۔ میرے دونوں طرف انصار کے نوخیز جوان تھے۔ ان میں سے ایک نے مجھے سے کہا ''چچا! کیا آپ ابوجہل کو جانتے ہیں؟'' میں نے کہا ''ہاں!'' تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا'' مجھے علم ہوا

ہے کہ وہ میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نازیبا کلمات سے یاد کرتا ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے۔ میرا جسم اس کے جسم سے جدا نہ ہو گا حتیٰ کہ ہم میں سے پہلے مرنے والا مر جائے"۔ دوسرے نوجوان نے بھی مجھے اسی طرح سرگوشی کی۔ مجھے ان کی اس بات پر تعجب ہوا جلد ہی مجھے ابوجہل نظر آ گیا۔ وہ لوگوں میں گھوم رہا تھا۔ میں نے ان نوخیز جوانوں سے کہا "یہ ہے وہ شخص جس کے متعلق تم پوچھ رہے تھے"۔ وہ تلواریں لے کر اس پر جھپٹ پڑے حتیٰ کہ اسے فنا کے گھاٹ اتار دیا (موت کے قریب کر دیا)۔ عنقریب آئے گا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر تن سے جدا کیا تھا۔ پھر یہ نوجوان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ابوجہل کے قتل کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا "تم میں سے کس نے اسے تہ تیغ کیا ہے؟ دونوں نے کہا "میں نے" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کر لی ہیں؟" وہ عرض پیرا ہوئے "نہیں" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کی تلواریں دیکھیں اور فرمایا "تم دونوں نے اسے واصل جہنم کیا ہے" اس کا سامان سوائے تلوار کے انہیں عطا کر دیا۔ تلوار حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دی۔

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب فریقین برسر پیکار ہو گئے تو ابوجہل یہ رجز پڑھتے ہوئے آیا۔

ما تنقم الحرب العوان منی بازل عامین حدیث سنی
لمثل هذا ولدتنی امی

یہ شدید جنگ مجھ سے کیا انتقام لے سکتی ہے۔ میں نوجوان اور توانا اونٹ ہوں۔ جو پورے عالم شباب پر ہے۔ میری ماں نے مجھے ایسی ہی جنگوں کے لئے جنم دیا ہے۔

اللہ رب العزت نے ابوجہل کو ذلت و رسوائی کا مزہ چکھایا اور اسے بری طرح قتل کیا۔ اس امر کو اس کے لئے حسرت بنا دیا۔ حدیث مبارک میں ہے "اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کو قتل کر دیا ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا"۔ جب جنگ ختم ہوئی مشرکین کو عبرتناک شکست ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ابوجہل کو مقتولوں میں تلاش کیا جائے" آپ نے فرمایا "اگر تمہیں ابوجہل کو تلاش کرنے میں کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے تو اس کے جسم سے کپڑا ہٹانا اور اس کے گھٹنے پر زخم کا نشان دیکھ لینا۔ ایک روز میں اور ابوجہل عبداللہ بن جدعان کے دستر خوان پر اکٹھے ہو گئے۔ وہاں بہت زیادہ بھیڑ تھی۔ ہم دونوں اس وقت بچے تھے۔ میں عمر میں اس سے زیادہ تھا میں نے اسے دھکا دیا۔ وہ گھٹنے کے بل گر پڑا۔ اس کا ایک گھٹنا زخمی ہو گیا۔ اس کا نشان ابھی تک باقی ہے"۔ بعض سیرت نگاروں کے اس قول سے یہی مراد ہے "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوجہل کے ساتھ زور آزمائی کی تو اسے پچھاڑ دیا"۔ صحابہ کرام مقتولوں میں ابوجہل کو تلاش کرنے لگے۔ ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے ابوجہل کو دیکھا اس میں آخری رمق باقی تھی۔ میں اسے پہچان گیا۔ میں نے اپنی ٹانگ اس کی گردن پر رکھ دی۔ پھر اسے کہا "اے اللہ تعالیٰ کے دشمن! رب تعالیٰ نے تجھے رسوا کیا ہے" ابوجہل نے کہا "اس نے کس طرح مجھے رسوا کیا ہے؟ کیا اس شخص کے لئے عار ہے جسے تم نے قتل کر دیا ہو" دوسری روایت کے مطابق اس نے کہا "تم نے قوم کے سردار کو قتل کر دیا ہے تو اس میں میرے لئے کیا عار ہے" پھر اس نے کہا "کاش! ان کسانوں

(انصار) کے علاوہ کوئی اور قوم مجھے قتل کرتی"۔ پھر اس نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا "آج نصرت اور کامیابی کس کے حصہ میں آئی؟" انہوں نے کہا "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے"۔ پھر اس نے پوچھا "وہ طویل اجسام والے کون تھے جو ہمیں قتل کر رہے تھے یا قیدی بنا رہے تھے"۔ انہوں نے فرمایا "وہ فرشتے تھے" ابوجہل نے کہا "ہم پر وہی غالب آئے ہیں۔ تم نہیں"۔ یہ اس کے کفر اور سرکشی کی انتہاء ہے۔ کہ اس کے لئے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ گئی۔ پھر بھی وہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا۔ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کی گردن پر چڑھ گئے۔ اس کے سینے پر چڑھے تا کہ اس کا سر کاٹ لیں۔ اس نے کہا "ارے بکریاں چرانے والے! تم مشکل گھاٹی پر چڑھے ہو"۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں نے اس کا سر کاٹنے کے لئے تلوار چلائی مگر وہ کارگر ثابت نہ ہوئی۔ اس نے میرے چہرے کی طرف تھوکا اور کہا "یہ میری تلوار لو اور میری گردن جڑ سے کاٹ ڈالو" اس نے یہ اس لئے کہا تا کہ مرنے کے بعد اس کی گردن طویل نظر آئے"۔ پھر اس نے کہا "محمد عربی (فداہ روحی وابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہنا میں ساری زندگی ان سے عداوت کرتا رہا۔ آج ان کی دشمنی شدید ترین ہے"۔ جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کا سر کاٹا اور حضور سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور ابوجہل کی یہ بات عرض کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس طرح دربار خداوندی میں میں سب سے زیادہ معزز ہوں۔ اسی طرح میری امت دیگر امم سے زیادہ معزز ہے۔ اسی طرح اس امت کا فرعون بھی دیگر امتوں کے فرعونوں سے شدید اور غلیظ ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا فرعون جب غرق ہونے لگا تو اس نے کہا "میں ایمان لایا کہ اس ہستی کے علاوہ کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے"۔ مگر اس امت کے فرعون کی موت کے وقت اس کی عداوت اور کفر میں اضافہ ہی ہوا"۔

دوسری روایت میں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں نے ابوجہل کا سر بارگاہ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابوجہل کا سر ہے" آپ نے تین بار اس طرح کہا "اللہ الذی لا الہ غیرہ" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ "یعنی اس رب تعالیٰ کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں"۔ میں نے عرض کی "ہاں! اس رب تعالیٰ کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں"۔ پھر میں نے ابوجہل کا سر آپ کے سامنے پھینک دیا۔ آپ نے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے پانچ بار سجدہ کیا۔ یا دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر رب تعالیٰ کی اس طرح حمد و ثناء بیان کی "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اسلام کو عزت بخشی۔ اہل اسلام کو عزت دی اللہ اکبر! ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندۂ (خاص) کی نصرت کی اور تنہا گروہوں کو شکست سے دوچار کیا"۔

ابوجہل نے حضرت ابن مسعود کی طرف تھوکا اور کہا "میری تلوار لے لو" کے بارے یہ کہا جاتا ہے کہ جب انصار نے اسے تہ تیغ کیا تو مذبوح جانور کی طرح اس میں حرکت باقی رہ گئی تھی۔ انصار اسے چھوڑ گئے۔ پھر اس کی روح واپس آ گئی حتیٰ کہ اس نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مذکورہ بالا گفتگو کی۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا"۔

ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ابوجہل نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا "میں تمہیں قتل کر دوں گا"۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "بخدا! میں نے نیند میں دیکھا ہے کہ میں نے سخت کڑوا اندرائن پکڑا ہے اور اسے تیرے دونوں کندھوں

کے مابین رکھ دیا۔ میں نے خود کو دیکھا کہ میں تیرے کندھوں پر ضربیں لگا رہا ہوں۔ اگر میرا یہ خواب سچا ہے تو پھر میں تیری گردن روندھ ڈالوں گا۔ میں تجھے اس طرح ذبح کر دوں گا جس طرح بکری ذبح کی جاتی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ابوجہل کو قتل کرنے میں ان کے خواب کی بھی تصدیق ہے۔ روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کو اس حالت میں پایا کہ وہ عرق آہن تھا وہ اوندھا پڑا تھا۔ وہ حرکت نہیں کر رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا "میں نے اس کی گدی سے زرہ اٹھائی اور وہاں تلوار کی ضرب کاری لگائی"۔

امام الطبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں ابوجہل تک پہنچا وہ بچھاڑا ہوا پڑا تھا۔ اس نے خود پہن رکھا تھا اس کے پاس عمدہ تلوار تھی۔ میری تلوار اتنی اچھی نہ تھی۔ میں اس کے بال نوچنے لگا۔ مجھے وہ وقت یاد آ گیا جب مکہ مکرمہ میں وہ میرے بال نوچتا تھا۔ میں نے اس کی تلوار لی۔ اس نے اپنا سر اٹھایا اس نے پوچھا "شکست کسے ہوئی ہے"۔

میں نے اس سے تلوار چھین لی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو اسے کوئی زخم نہیں لگا تھا۔ اس کی گردن، ہاتھوں اور کندھوں پر جل جانے کے نشانات تھے۔ اس پر مجھے کوئی زخم نظر نہ آیا"۔ یہ روایت اس روایت کے منافی نہیں جس میں ہے کہ ابن جموح نے اس کی ٹانگ کاٹی تھی اور ابن عفراء نے اس پر ضرب کاری لگائی تھی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور آپ کو ان نشانات کے بارے بتایا۔ آپ نے فرمایا "وہ ملائکہ کی ضربوں کے نشانات تھے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہم اپنے سامنے کسی مشرک کو پڑا ہوا دیکھتے۔ ہم اسے دیکھتے تو اس کا ناک اکھڑا ہوتا۔ اس کے چہرہ پھٹا ہوتا جس طرح کہ کسی کو کوڑوں سے مارا جاتا ہے۔ وہ جگہ سبز ہو چکی ہوتی۔ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے غزوہ بدر میں دیکھا کہ اگر ہم میں سے کوئی اپنی تلوار سے کسی مشرک کی طرف اشارہ کرتا تو اس کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی اس کا سر تن سے جدا ہو کر گر پڑتا"۔ روایت ہے کہ ملائکہ کو علم نہ تھا کہ انسانوں کو کیسے قتل کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے اس فرمان کے ساتھ سکھایا۔

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ (الانفال)

"سو تم مارو (ان کی) گردنوں کے اوپر اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر بند پر"۔

صحابہ کرام کالے نشان سے پہچان لیتے تھے کہ ان کے مقتول کون سے تھے اور ملائکہ نے کن کو قتل کیا تھا۔ کیونکہ ملائکہ کے مقتولین پر سیاہ نشانات تھے۔ بعض روایات میں سبز نشانات بتایا گیا ہے۔ ان روایات میں کوئی تضاد نہیں۔ کیونکہ زیادہ سبز ہونے کی وجہ سے بعض اوقات انہیں سیاہ کہہ دیا گیا ہے۔ یہ نشانات مشرکین کے اس وقت پڑتے تھے جب ملائکہ ان کے سر، ہاتھ جدا کر دیتے تھے۔ روایت ہے کہ ملائکہ کی بعض ضربیں کفار کے کندھوں، چہروں اور ناکوں پر تھیں۔ اکثر ضربیں گردنوں اور پوروں پر تھیں۔ بعض مفسرین نے اعناق کی تفسیر سروں سے کی ہے۔ گردنوں پر ضرب بعض اوقات انہیں جدا کر دیتی اور بعض اوقات جدا نہ کرتی۔ دونوں حالتوں میں سیاہ نشان ضرور ہوتا۔ تاکہ پہچان ہو سکے کہ یہ ملائکہ کی ضرب سے مرا ہے۔

روایت ہے کہ حضور ﷺ مقتولین بدر پر کھڑے ہوئے۔ ابوجہل کو تلاش کیا۔ آپ نے اسے نہ پایا۔ آپ نے یہ دعا مانگی "مولا! مجھے اس امت کے فرعون سے عاجز نہ کرنا" مختلف صحابہ کرام اس کی لاش کی تلاش میں گئے۔ حتیٰ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے پالیا۔

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "ہمارے لئے ابوجہل کو کون تلاش کرے گا؟" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کی تلاش میں نکلے۔ انہوں نے اسے اس حالت میں پایا کہ حضرت ابن عفراء رضی اللہ عنہ کی ضرب نے اس کا کام تمام کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ دوسری روایت کے مطابق انہوں نے ابوجہل کی داڑھی پکڑی اور کہا "تو ابوجہل ہے" جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو ابوجہل کے قتل کی بشارت دی تو عقیل نے ان سے کہا (عقیل بن ابی طالب نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ وہ حضور ﷺ کے پاس قیدی تھے) "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے اسے کب قتل کیا ہے؟" ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا "اے اللہ کے دشمن! تو کذاب اور گناہ گار ہے۔ بخدا! میں نے ابوجہل کو قتل کر دیا ہے" عقیل نے پوچھا "اس کی علامت کیا ہے؟" میں نے کہا "اس کی ران پر اس طرح دائرہ ہے جس طرح اونٹ کے بال کاٹنے سے دائرہ بن جاتا ہے" عقیل نے کہا "ہاں! بخدا! وہ زخم کا نشان ہے"۔ یہ نشان اسے حضور اکرم ﷺ نے لگایا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا حضور اکرم ﷺ کو ابوجہل کے قتل کے بارے بتانا اور اس کا سر لے کر حاضر خدمت ہونے میں کوئی منافات نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ پہلے انہوں نے آپ کو اس کے قتل کے متعلق بتایا ہو پھر اس لعین کا سر لے کر حاضر خدمت ہو گئے ہوں۔ عقیل نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو جھٹلایا۔ شاید یہ تکذیب ابوجہل کے قتل کی اصل میں ہو۔ اس کا اعتقاد ہو کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ وہ اپنی قوم کے ساتھ زندہ ہے۔ یا تکذیب اس بارے ہو کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے قاتل نہیں۔ اور اسے ان کے علاوہ دیگر انصار نے تہ تیغ کیا ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے ابوجہل کا سر اپنے سامنے پھینکا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلنے لگے۔ حتیٰ کہ ابوجہل کی لاش کے پاس کھڑے ہو گئے۔ پھر اس طرح رب تعالیٰ کی تعریف کی "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ جس نے تجھے (اے اللہ کے دشمن) رسوا کیا ہے۔ یہ اس امت کا فرعون اور کفر کا سرغنہ تھا" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "حضور اکرم ﷺ نے مجھے ابوجہل کی تلوار عطا فرمائی۔ وہ تلوار چھوٹی اور عریض تھی اس پر چاندی کی گرہیں تھیں"۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "ہر امت کا فرعون ہوتا تھا۔ اس امت کا فرعون ابوجہل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قتل کر دیا"

ایک اور روایت میں ہے کہ اسے ابن عفراء (ابن جموح) نے تہ تیغ کیا اسے ملائکہ نے قتل کیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر قلم کر دیا۔ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے ابوجہل کو دیکھا۔ اس کے اردگرد لوگ تھے۔ وہ کہہ رہے تھے "ابوالحکم! اس کی طرف نہ جاؤ" میں نے ان کی آواز سنی۔ اس سمت بڑھا۔ اور ابوجہل پر حملہ بول دیا۔ اس پر ضرب لگائی اور اس کی نصف پنڈلی کاٹ کر رکھ دی۔ بخدا! مجھے یوں لگا جس طرح گٹھلی توڑنے والے پتھر کے نیچے گٹھلی ٹوٹتی ہے۔ عکرمہ نے میرے بازو پر وار کیا اور میرا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ وہ جلد کے ساتھ میرے جسم کے ساتھ لٹک رہا تھا۔ وہ

میرے جہاد میں رکاوٹ ڈال رہا تھا۔ جب اس نے مجھے اذیت دی تو میں نے اس پر اپنا پاؤں رکھا اور زور لگا کر اپنے بازو سے جدا کر دیا۔ میں وہ ہاتھ لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس پر لعاب دہن لگایا اور میرے بازو کے ساتھ جوڑ دیا وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔" حضرت ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک بحیات رہے۔ وہ صحیح و سالم تھے۔ ان کی ضرب کے بعد حضرت معوذ آئے۔ اور ابو جہل کے کاری ضرب لگائی اسے نیچے پچھاڑ دیا۔ اس طرح کہ اس میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اس طرح ساری روایات کو جمع کرنا ممکن ہو گیا۔ جن میں سے بعض میں ہے کہ ابو جہل کو حضرت ابن جموح نے، بعض میں ہے کہ اس لعین کو ابن عفراء اور بعض میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے واصل جہنم کیا تھا۔ یہ حضرت معوذ لگاتار داد شجاعت دیتے رہے حتیٰ کہ جام شہادت نوش کر گئے۔

بعض روایات میں ہے کہ ابن جموح، معاذ اور معوذ نے ابو جہل کو قتل کیا۔ شاید حضرت معاذ نے حضرت معوذ کی اعانت کی اور اس کام میں ان کے ساتھ شمولیت کی۔ حدیث مبارک میں ہے "اللہ تعالیٰ عفراء کے دونوں بیٹوں پر رحم کرے۔ وہ اس امت کے فرعون کو قتل کرنے میں شریک تھے" آپ سے عرض کی گئی "یا رسول اللہ! ان کے ساتھ اور کس نے اسے جہنم واصل کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" ملائکہ نے" عفراء ان کی والدہ کا نام تھا۔ جبکہ باپ کا نام حارث تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ معاذ بن عمرو ابن جموح ان کی والدہ کی طرف سے بھائی تھا۔ یہ دونوں حارث سے تھے۔ عمرو بن جموح نے عفراء سے شادی کر لی۔ لہٰذا ابن جموح کے بارے یوں کہنا صحیح ہے کہ وہ عفراء کا بیٹا ہے۔ اس طرح روایات میں کوئی تضاد نہ رہا۔ اس لئے سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" اللہ تعالیٰ عفراء کے بیٹوں پر رحم فرمائے۔ انہوں نے اس امت کے فرعون اور کفر کے سرغنہ کے قتل میں شرکت کی"۔ ابو جہل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سخت عداوت اور حسد رکھتا تھا۔ آپ نے جتنی اذیتیں ابو جہل کی طرف سے برداشت کیں کسی اور کی طرف سے اتنی تکالیف نہ جھیلیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم عمر ہی تھا۔ بعثت سے قبل باہمی مصاحبت بہت زیادہ تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو ابو جہل سب لوگوں سے بڑھ کر آپ سے حسد اور عداوت کرنے لگا وہ اسی طرح رہا حتیٰ کہ غزوۂ بدر کے روز واصل جہنم ہوا۔ اس روز کو یوم البطشۃ الکبریٰ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ابو جہل لوگوں کو جنگ پر ابھارتا تھا۔ جب یہ مکہ مکرمہ سے نکلنے لگا تو اس نے اور قریش کے دیگر سرداروں نے خانہ کعبہ کے پردوں کو پکڑا اور یہ دعا مانگی "مولا! دو گروہوں سے جو اعلیٰ ہے، دو لشکروں سے جو معزز ہے اور دو گروہوں سے جو مکرم ہے اور دو دینوں میں سے جو افضل ہے۔ اس کی نصرت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ (الانفال:19)

"(اے کفار) اگر تم فیصلہ کے طلب گار تھے تو (لو) آ گیا تمہارے پاس فیصلہ"۔

جب غزوۂ بدر کے روز دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو ابو جہل نے کہا "مولا! ہم میں سے جو زیادہ قطع رحمی کرنے والا ہے۔ اسے کل ہلاک کر دے جو تیرے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہے اس کی نصرت فرما"۔ اس وقت مذکورہ بالا

آیت طیبہ نازل ہوئی۔

ایک اور روایت کے مطابق ابوجہل نے غزوۂ بدر کے روز کہا "مولا! دو دینوں میں سے جو تجھے پسندیدہ ہے اور جس پر تو راضی ہے اس کی مدد کر۔ دو دینوں میں سے جو بہترین ہے اس کی نصرت فرما۔ مولا! ہمارا دین پرانا ہے۔ محمد عربی ﷺ کا دین نیا ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی۔ یہ دعا اس کے خلاف تھی۔ اس کے حق میں نہ تھی۔ تاکہ رب تعالیٰ حق کو حق کر دکھائے اور باطل کو باطل کر دے۔ خواہ مجرم اسے ناپسند کریں۔ اس کا سر پہلا سر ہے جسے اسلام میں اٹھایا گیا۔

فرشتے

غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والے ملائکہ نے سفید عمامے پہن رکھے تھے۔ انہوں نے انہیں اپنے پیچھے لٹکا رکھا تھا۔ جبکہ حضرت جبرائیل امین کا عمامہ زرد تھا یا وہ سرخ تھا۔ ایک اور قول کے مطابق بعض ملائکہ کے عمامے زرد بعض کے سفید، بعض کے کالے اور بعض کے سرخ تھے۔ اس طرح ساری روایات کو جمع کرنا ممکن ہے۔ بلکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں اس کی صراحت موجود ہے۔ انہوں نے فرمایا "غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والے ملائکہ کے عمامے زرد، سرخ، کالے اور سفید تھے۔ انہوں نے انہیں اپنے کندھوں کے درمیان لٹکا رکھا تھا"۔ اس روز حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے زرد عمامہ پہن رکھا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا "بعض ملائکہ اترے ہیں۔ ان کے عماموں کا رنگ حضرت زبیر کے عمامہ کی مانند ہے" حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس روز شدید قتال کیا۔ حتیٰ کہ ایک شخص ان کے اس زخم میں اپنا ہاتھ ڈال سکتا تھا۔ جو ان کی کمر پر تھا۔ اس روز انصار کا شعار "احد احد" تھا جبکہ مہاجرین کا شعار "یَا مَنْصُوْرُ اَمِتْ" تھا۔ دوسری روایت کے مطابق مہاجرین کا شعار بھی "احد احد" ہی تھا۔ ملائکہ کے گھوڑے ابلق اور نشان زدہ تھے۔ دوسری روایت کے مطابق ان کی رنگت سرخ اور سفید تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا "بنو غفار کے ایک شخص نے مجھے بیان کیا ہے۔" "میں اور میرا چچازاد جنگ کا منظر دیکھنے کے لئے آئے۔ حتیٰ کہ ہم ایک پہاڑ پر چڑھ گئے۔ ہم اس وقت حالت شرک پر تھے۔ ہم منتظر تھے کہ فتح کس کے نصیب میں آتی ہے اور ہم بھی مال غنیمت حاصل کرنے والوں کے ساتھ مال غنیمت حاصل کریں۔ ہم اسی مقام پر تھے کہ اچانک ایک بادل آیا اس میں گھوڑے کے ہنہنانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے کسی کہنے والے کو سنا "خیزوم! آگے بڑھو" میرے چچازاد کے دل کا پردہ پھٹ گیا اور اس جگہ مر گیا۔ قریب تھا کہ میں بھی مر جاتا" خیزوم حضرت جبرائیل امین کے گھوڑے کا نام تھا۔ مرسل روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل امین سے پوچھا "ملائکہ میں سے کس نے یوم بدر کو "اَقْدِمْ خَيْزُوْمُ" کہا تھا۔ انہوں نے عرض کی "میں سارے اہل آسمان کو نہیں جانتا"۔

ابن کثیر نے لکھا ہے "یہ اثر اس شخص کے قول کو رد کرتا ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ خیزوم حضرت جبرائیل امین کے گھوڑے کا نام تھا۔ یہ بات بھی بعید از قیاس نہیں کہ کسی اور فرشتے کے حضرت جبرائیل امین نے گھوڑے کو کہا ہو "اَقْدِمْ خَيْزُوْمُ" مگر حضرت جبرائیل امین بھی اس فرشتے کو نہ جانتے ہوں۔ ایک اور روایت میں ہے "ہم نے ایک بادل دیکھا۔ ہم نے اس میں افراد اور ہتھیاروں کی آواز سنی۔ ہم نے ان میں سے کسی کی آواز سنی۔ وہ اپنے گھوڑے سے کہہ رہا تھا "خیزوم! آگے بڑھو" یہ

بادل حضور ﷺ کے دائیں سمت اتر گیا۔ پھر اور بادل آیا۔ وہ حضور ﷺ کے بائیں جانب اتر گیا یہ منظر دیکھ کر میرا چچازاد مر گیا۔ میں بھی مرنے کے قریب تھا لیکن میں بچ گیا۔ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ یہ واقعہ عرض کیا اور اسلام قبول کر لیا''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ''وہ بادل جس نے بنی اسرائیل پر میدان تیہ میں سایہ کیا تھا غزوۂ بدر کے روز اس میں فرشتے آئے تھے''۔ انہی سے روایت ہے کہ ایک مسلمان شخص ایک مشرک کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ مشرک اس کے آگے آگے بھاگ رہا تھا۔ اچانک اس نے کوڑے کی آواز سنی۔ ''اَقْدِمْ یَا حَیْزُوْمُ'' کی آواز سنی۔ اچانک مسلمان نے مشرک کو دیکھا تو وہ نیچے گرا پڑا تھا۔ ہم نے اسے دیکھا کہ اس کی ناک ٹوٹی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ پھٹا ہوا تھا۔ گویا کہ اس پر کوڑے کی ضرب لگی تھی۔ وہ جگہ سیاہی مائل سبز ہو چکی تھی۔ وہ انصاری صحابی بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا ''تم نے سچ کہا ہے کہ وہ آسمانی مدد تھی''۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''غزوۂ بدر کے روز تیز ہوا چلی۔ میں نے اس قدر تیز ہوا نہیں دیکھی تھی۔ پھر دوسری بار پھر تیسری بار تیز ہوا چلی۔ پہلی دفعہ حضرت جبرائیل تھے جو ایک ہزار ملائکہ کے ساتھ حضور ﷺ کے سامنے اترے۔ دوسری بار حضرت میکائیل تھے جو ایک ہزار ملائکہ کے ساتھ حضور سپہ سالار اعظم ﷺ کے دائیں طرف اترے۔ تیسری بار حضرت اسرافیل تھے جو ایک ہزار ملائکہ کے ساتھ حضور ﷺ کے بائیں طرف اترے''۔

حضرت امام مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک روز حضور ﷺ کے دائیں اور بائیں دو افراد دیکھے۔ انہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے اس قدر سفید آدمی نہ اس سے پہلے نہ ہی بعد میں دیکھے تھے۔ وہ آپ ﷺ کے دائیں بائیں شدت سے قتال کر رہے تھے''۔ ان سے مراد حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام تھے۔

بعض معجزات

حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ اس کے ساتھ جہاد کر رہے تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں ایک لکڑی عطا فرمائی اور فرمایا ''عکاشہ اسی کے ساتھ جہاد کرو'' جب انہوں نے وہ لکڑی حضور ﷺ کے دست اقدس سے لی اور اسے لہرایا تو وہ تلوار بن گئی۔ وہ تلوار طویل اور انتہائی سفید تھی۔ انہوں نے اس کے ساتھ جہاد کیا حتیٰ کہ مسلمانوں کو فتح نصیب ہو گئی۔ اس تلوار کو ''العون'' کہا جاتا تھا۔ یہ تلوار حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے پاس ہی رہی۔ انہوں نے اس کے ساتھ سارے غزوات میں شرکت کی۔ جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد ہمایوں میں انہوں نے اہل ردۃ کے ساتھ جہاد کیا تو وہ جام شہادت نوش کر گئے۔ شہادت کے وقت بھی یہ تلوار ان کے پاس تھی۔ پھر یہ ان کی اولاد میں نسل در نسل آتی رہی۔ عنقریب تذکرہ ہوگا کہ غزوۂ احد میں حضرت عبد اللہ بن جحش کے لئے اس طرح کا معجزہ رونما ہوا تھا۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ہے کہ وہ حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔ اسی طرح حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ حضور اکرم ﷺ

کے دست اقدس میں کھجور کی شاخ تھی۔ آپ نے وہی انہیں عطا فرما دی آپ نے فرمایا "اسی کے ساتھ شمشیر زنی کرو"۔ وہ شاخ خرما ایک عمدہ تلوار بن گئی وہ ان ہی کے پاس رہی۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو تلوار کی ضرب لگی تو ان کا ایک حصہ علیحدہ ہو گیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حصہ پر لعاب دہن لگایا اور اسے باندھ دیا وہ بالکل درست ہو گیا۔ حضرت رفاعہ بن مالک رضی اللہ عنہ کے تیر لگا تو ان کی آنکھ زخمی ہو گئی۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگایا اور اس کے لئے دعا کی تو وہ بالکل ٹھیک ہو گئی۔

مشرکین کی لاشیں

پھر حضور نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ مشرکین کی لاشیں جمع کر کے ایک گڑھے میں پھینک دی جائیں۔ صحابہ کرام نے ان کی لاشیں اس گڑھے میں پھینک دیں البتہ امیہ بن خلف کی لاش اس کی زرہ میں ہی پھول چکی تھی۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے حرکت دی تو اس کے اعضاء علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ انہوں نے اس جگہ پر ہی اس پر پتھر اور مٹی پھینک دی۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں "حضور تاجدار حرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی لاشیں گڑھے میں پھینکیں۔ انہیں دفن نہ کیا۔ آپ نے ناپسند فرمایا کہ ان مشرکین کی لاشوں کی وجہ سے صحابہ کرام تکلیف میں پڑیں۔ انہیں گھسیٹ کر اس گھڑے میں پھینکنا آسان تھا۔ اس میں ایک اشارہ یہ بھی ہے کہ حربی کو دفن کرنا واجب نہیں"۔

جب حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے باپ عتبہ کو اس گڑھے میں پھینکا گیا تو ان کی رنگت متغیر ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً سمجھ گئے۔ آپ نے فرمایا "ابو حذیفہ! شاید تمہارے دل میں اپنے باپ کے متعلق کوئی گمان گزرا ہے"۔ انہوں نے عرض کی "نہیں! یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میرا باپ صائب الرائے حلیم اور صاحب فضل تھا۔ مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔ جب میں نے دیکھا کہ یہ کفر پر مرا ہے تو اس کی وجہ سے میں غمزدہ ہو گیا"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کو دعائے خیر سے نوازا۔

روایت ہے کہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو دعوت مبارزت دے کر تہ تیغ کرنے کا ارادہ کیا۔ جب اس نے مبارزت طلب کی۔ مگر حضور جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کر دیا"۔ جب مشرکین کی لاشوں کو اس گڑھے میں پھینکے ہوئے تین روز گزر گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم گڑھے کے پاس تشریف لائے۔ اس کے کنارے پر کھڑے ہو کر مشرکین کے نام لے کر فرمانے لگے "یا فلاں بن فلاں! یا فلاں بن فلاں! کیا تم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (معظم) صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کو سچا پایا ہے۔ میں نے تو اپنے رب تعالیٰ کے وعدہ کو سچ پایا ہے"۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے ان کے نام لے کر فرمایا "اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! اے امیہ بن خلف، اے ابوجہل بن ہشام! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیہ بن خلف کا نام لیا۔ حالانکہ وہ اس گڑھے میں نہ تھا۔ کیونکہ وہ اس گڑھے کے قریب ہی تھا۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ نے ان سے فرمایا "تم اپنے نبی کے لئے کتنا برا قبیلہ تھے۔ تم نے مجھے جھٹلایا جبکہ دوسرے لوگوں نے میری تصدیق کی تم نے مجھے شہر سے نکالا جبکہ دوسرے لوگوں نے مجھے پناہ دی۔ تم نے میرے ساتھ جنگ کی جبکہ دوسرے لوگوں نے میری نصرت کی"۔ حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان اجسام سے کیسے مخاطب ہیں حالانکہ ان میں ارواح نہیں ہیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں جو کچھ ان سے کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ تو نہیں سن رہے۔ لیکن وہ جواب دینے پر قادر نہیں ہیں"۔ ایک اور روایت میں ہے "وہ اسی طرح سنتے ہیں جس طرح تم سنتے ہو لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے"۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کو زندہ کیا حتیٰ کہ انہوں نے حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا یہ ان کے لئے زجر و توبیخ اور ندامت و حسرت کے لئے تھا"۔ ان کے زندہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان کی ارواح کا ان کے اجسام کے ساتھ تعلق شدید ہو گیا تھا حتیٰ کہ وہ دنیا میں زندوں کی مانند ہو گئے۔ کیونکہ روح کا جسم سے جدا ہو جانے کے بعد اس کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے۔ وہ اسی تعلق کے واسطہ سے آنے والے کو جانتی ہے۔ اس کے ساتھ انس کرتی ہے۔ اس کے سلام کا جواب دیتی ہے اس سے میت اس طرح زندہ نہیں ہوتی جس طرح وہ دنیا میں زندہ تھی۔ انبیائے کرام، شہداء اور صالحین میں تو یہ تعلق اس طرح شدید ہوتا ہے کہ وہ اس طرح ہوتے ہیں جس طرح دنیا میں زندہ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تردید نہیں کرتا۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔ کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ان مشرکین کو اس طرح نہیں سنا سکتے کہ وہ دعوت حق کو قبول کر لیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

سماع موتی کلام الخلق قاطبة جاءت به عندنا الآثار فی الکتب

سارے لوگوں کا مؤقف یہی ہے کہ مردے سنتے ہیں۔ ہمارے پاس اس نظریہ کے بارے بہت سے دلائل ہیں جو کتب میں مذکور ہیں۔

وایة النفی معناها سماع هدی لا یقبلون ولا یصغون للادب

آیت طیبہ میں ہدایت کے سننے کی نفی ہے کہ نہ کفار ہدایت کی بات کو غور سے سنتے ہیں اور نہ اسے قبول کرتے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ حضور نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مشرکین کو اس وقت اس طرح پکارا جب ابھی گڑھے میں نہیں پھینکا گیا تھا۔ ممکن ہے آپ نے انہیں کئی بار پکارا ہو۔ ایک دفعہ انہیں گڑھے میں پھینکنے سے قبل اور دوسری بار انہیں وہاں پھینکنے کے بعد۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے صرف چار کے نام لئے۔ بقیہ بیس کے نام نہ لئے کیونکہ مذکور چاروں کا شمار بڑے روسائے قریش میں ہوتا تھا۔ اس گڑھے میں پھینکے جانے والے بقیہ مشرکین بنو عبد مناف میں سے چھ تھے۔ (1) عبیدہ (2) عاصی (3) حنظلہ بن ابی سفیان (4) ولید بن عتبہ (5) حارث بن عامر (6) طعیمہ بن عدی۔ سارے قریش میں سے ایسے چودہ مشرکین تھے جنہیں اس گڑھے میں پھینکا گیا۔ نوفل بن عبد، زمعہ، عقیل بن اسد، عاص بن ہشام، ابوقیس بن ولید، نبیہ، منبہ، علی بن امیہ، عمرو بن عثمان، مسعود بن ابی امیہ، قیس بن فاکہ، اسود بن عبد الاسد، ابوالعاص بن قیس، امیہ بن رفاعہ، اگر ان بیس کو ان چار کے ساتھ ملایا جائے تو یہ تعداد چوبیس بن جاتی ہے۔ حضرت علامہ ابن جابر اندلسی نے غزوۂ بدر کے بارے کیا خوب اشعار لکھے ہیں۔ ان میں سے بعض اشعار یہ ہیں۔

بدا یوم بدر وھوکا لبدر حولہ کواکب فی افق المواکب تنجلی

آپ وہ ماہ تمام ہیں جس کے ارد گرد ستارے ہوں۔ آپ غزوۂ بدر کے روز عازم سفر ہوئے اور جماعت کے افق پر جلوہ افروز ہوئے۔

و جبرائیل فی جند الملائك دونہ فلم تغن اعداد العدو المخذل

حضرت جبرائیل امین بھی ملائکہ کے لشکر کے ساتھ حاضر ہو گئے شکست خوردہ دشمن کی کثرت نے اسے کوئی فائدہ نہ دیا۔

رمی بالحصی فی اوجہ القوم رمیۃ فشردھم مثل النعام بمجھل

آپ نے مشرک قوم کی طرف سنگریزے پھینکے اور بدکے ہوئے شتر مرغ کی طرح انہیں منتشر کر دیا۔

و جاء لھم بالمشرفی فسلموا فجادلہ بالنفس کل مجندل

آپ نے تلوار کے ساتھ ان کے ساتھ جنگ کی۔ انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور پچھاڑے ہوئے نے آپ کے لئے اپنے نفس کی سخاوت کی۔

عبیدۃ سل عنھم و حمزۃ و استمع حدیثھم فی ذالك الیوم من علی

حضرت عبیدہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کے متعلق پوچھو اور اس مبارک دن کے بارے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے غور سے سنو۔

ھموا عتبوا بالسیف عتبہ اذا غدا فذاق الولید الموت لیس لہ ولی

جب عتبہ نے سرکشی کی تو ان صحابہ کرام نے تلوار کے ساتھ اس کا کام تمام کر دیا۔ ولید کو بھی موت چکھا دی۔ اس کا سرپرست کوئی نہ تھا۔

و شیبہ لما شاب خوفا تبادرت الیہ العوالی بالخضاب المعجل

شیبہ جب خوف سے بوڑھا ہو گیا نیزوں نے جلد خضاب لگانے کے لئے اس کی طرف جلدی کی۔

وجاء ابوجھل محقق جھلہ غداۃ تردی بالردی عن تذلل

ابو جہل آیا۔ اس کی جہالت سچ ثابت ہوئی اور وہ ذلت و رسوائی سے برباد ہو گیا۔

واضحی قلیبا فی القلیب و قومہ یؤمونہ فیہ الی شر منھل

وہ اور اس کی قوم گڑھے میں اوندھے گرے وہ وہاں سب سے بڑے گھاٹ کا ارادہ کئے ہوئے تھے۔

و جاء خیر الانام موبخا ففتح من اسماعھم کل مقفل

حضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جھڑکنے کے لئے تشریف لائے اور ان کے کانوں کے سارے قفل کھول دیئے۔

واخبر ما انتم باسمع منھم و لکنھم لا یھتدون لمقول

آپ نے فرمایا "صحابہ! تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں۔ مگر انہیں جواب دینے پر قدرت نہیں"

سلا عنھم یوم السلا اذا تضاحکو فعاد بکاء عاجلا لم یؤجل

آپ نے اس روز کے بدلے کفار سے آرام پایا۔ جب انہوں نے آپ پر اونٹ کی اوجھڑی پھینکی تھی۔ آپ نے جلدی ان کا رونا واپس کر دیا اور آپ خوفزدہ نہ تھے۔

الم یعلموا علم الیقین بصدقه ولکنهم لا یرجعون لمعقل

کیا انہیں آپ کی صداقت کا یقینی علم نہ تھا لیکن وہ اپنی عقل کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔

فیاخیر خلق الله جاهك ملجیٔ و حبك ذخری فی الحساب و موئل

اے ساری مخلوق سے بہترین ذات والا! آپ کا بلند مقام ہماری پناہ ہے اور آپ کی محبت حساب و پناہ میں ہمارا ذخیرہ ہے۔

علیك صلاة یشمل الآل عرفها و اصحابك الاخیار اهل التفضل

آپ پر ایسا درود پاک ہے جس کی خوشبو آپ کی اولاد اطہار اور اہل تفضل و احسان صحابہ کرام کو محیط ہے۔

علامہ ابن مرزوق نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک دفعہ میدان بدر سے گزرے۔ انہوں نے وہاں ایک شخص کو دیکھا جسے عذاب دیا جا رہا تھا۔ وہ درد کی شدت سے کراہ رہا تھا۔ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کے پاس سے گزرے تو اس نے آواز دی "عبداللہ!" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا "مجھے علم نہیں کہ وہ میرا نام جانتا تھا یا اس نے مجھے اس طرح کہا جس طرح ایک آدمی دوسرے آدمی کو بلاتا ہے۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے کہا "مجھے پانی پلاؤ" میں نے اسے پانی پلانے کا ارادہ کیا تو مجھے اس سیاہ شخص نے کہا جو اسے عذاب دینے پر مامور تھا "اسے پانی نہ پلاؤ۔ یہ ان مشرکین میں سے ہے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدان بدر میں قتل کیا تھا" امام زرقانی لکھتے ہیں "یہ ابوجہل تھا۔ اس روایت کو طبرانی اور ابن ابی الدنیا وغیرہما نے بھی نقل کیا ہے۔ ابن مندہ کی روایت میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا "اسی اثناء میں کہ میں میدان بدر میں سے گزر رہا تھا۔ اچانک ایک گڑھے سے ایک شخص نکلا۔ اس کی گردن میں زنجیر تھی۔ اس نے مجھے آواز دی "عبداللہ! مجھے پانی پلاؤ" میں نہیں جانتا کہ وہ میرے نام سے آگاہ تھا یا اس نے مجھے اس طرح بلایا تھا جس طرح ایک آدمی دوسرے کو بلاتا ہے۔ اس گڑھے سے ایک اور شخص باہر نکلا۔ اس کے ہاتھ میں کوڑا تھا۔ اس نے مجھے صدا دی "عبداللہ! اسے پانی نہ پلانا۔ یہ کافر ہے" پھر اس نے اس کے کوڑا مارا اور اسے اسی گڑھے میں لے گیا۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کے بارے بتایا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا "کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی "ہاں!" آپ نے فرمایا "وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ابوجہل تھا۔ روز حشر تک اسے اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا" ابن ابی دنیا نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا "میں میدان بدر سے گزرا۔ میں نے ایک شخص دیکھا وہ زمین سے نکلا۔ دوسرے شخص نے اسے گرز سے مارا حتیٰ کہ وہ زمین کے اندر چلا گیا وہ دوبارہ نکلا تو اس نے اسی طرح دوبارہ اسے مارا۔ پھر اسی طرح کئی بار ہوا"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "وہ ابوجہل تھا۔ روز حشر تک اسے اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا"۔ اس مبارک غزوہ میں ستر مشرکین تہ تیغ ہوئے۔ ستر ہی قیدی بنے۔ ان ستر مقتولوں میں سے چوبیس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

قیدی

قیدیوں میں سے افضل حضرت عباس تھے۔ یہ حضور اکرم ﷺ کے چچا تھے۔ عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث بھی گرفتار ہو کر آئے تھے۔ بعد میں ان سب نے اسلام قبول کر لیا۔ ان کا تعلق بنو ہاشم سے تھا۔ قریش کے ان قیدیوں میں سے ان فرخندہ بخت افراد کو اسلام لانے کی سعادت ملی۔ ابو العاص بن ربیع۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی نور نظر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار تھے۔ فتح مکہ سے تھوڑا عرصہ قبل اسلام لے آئے۔ حضور ﷺ نے ان کی بہت تعریف فرمائی اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا انہیں واپس لوٹا دی۔ ابو عزیز زرارہ بن عمیر۔ یہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے یہ فدیہ دینے کے بعد اسلام لے آئے۔ سائب بن عبید۔ انہوں نے بھی فدیہ دینے کے بعد اسلام قبول کر لیا۔ عدی بن خبار، سائب بن جیش، ابو وداعہ سہمی، سہیل بن عمرو عامری۔ انہوں نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کر لیا۔ خالد بن ہشام مخزومی عبداللہ بن سائب، مطلب بن حنطب، عبداللہ بن ابی بن خلف انہوں نے بھی فتح مکہ کے روز اسلام قبول کر لیا تھا۔ جنگ جمل میں جام شہادت نوش کیا۔ عبداللہ بن زمعہ، وہب بن عمر جمحی، قیس بن سائب مخزومی، قسطاس امیہ بن خلف کا غلام، ولید بن ولید۔

''المواہب'' میں ہے کہ مؤرخین کا خیال ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بہت پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔ مگر وہ اپنا اسلام چھپاتے رہے۔ وہ مسلمانوں کی اس فتح پر بہت خوش و خرم تھے۔ جب تک یہ مکہ مکرمہ میں رہے حضور جان عالم ﷺ انہیں ایسے رازوں سے آگاہ فرماتے رہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس وقت بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے جب آپ نے خود کو قبائل پر پیش کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ قبائل کو آپ ﷺ کی نصرت پر ابھارتے تھے۔ جس طرح کہ وہ انصار کی بیعت العقبہ کے وقت موجود تھے۔ یہ سارے امور ان کے اسلام پر دلالت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ہی انہیں مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کا حکم فرمایا تھا۔ تاکہ وہ قریش کے راز آپ تک پہنچاتے رہیں۔ جب مشرکین مکہ جنگ کے لئے عازم سفر ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لئے ان سے پیچھے رہنا ممکن نہ رہا۔ اسی لئے حضور ﷺ نے غزوہ بدر کے روز فرمایا تھا ''تم میں سے جو عباس سے ملاقات کرے تو انہیں قتل نہ کرے وہ مجبور ہو کر آئے ہیں'' حضور ﷺ کا ان سے فدیہ طلب کرنا اس مؤقف کے منافی نہیں ہے۔ ان کا ظاہری عمل تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے آئے تھے۔ یہ اس امر کے منافی نہیں کہ وہ مجبور ہو کر آئے ہوں۔ حضور سید کائنات ﷺ نے ان کی ظاہری حالت کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ کیا تاکہ صحابہ کرام کے قلوب کو تسکین ملے۔ کیونکہ آپ نے ان کے آباء، بیٹوں اور قبائل سے فدیہ لیا تھا''۔

روایت ہے کہ قریش حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مقروض تھے۔ انہیں خدشہ تھا کہ اگر انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کر دیا تو قریش ان کا قرض ادا کرنے سے انکار کر دیں گے۔ وہ حضور ﷺ کے اذن سے اپنا اسلام مخفی رکھتے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کے ساتھ نرمی کرتے ہوئے اور ان کے مال کے ضیاع کے خدشہ سے صحابہ کرام کو بھی ان کے اسلام کے متعلق نہ بتایا۔ ان کا اسلام مخفی رکھنے میں یہ حکمت تھی کہ وہ قریش کی خبریں آپ تک پہنچاتے رہیں۔ اسی لئے جب فتح مکہ کے روز اسلام کو غلبہ نصیب ہوا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا۔ یہ بات اس امر کے منافی نہیں کہ انہوں نے اپنا اسلام مخفی رکھا

اور غزوہ بدر کے بعد اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔ کیونکہ انہوں نے اہل مکہ کے لئے فتح مکہ تک اپنا اسلام مخفی رکھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کثرت سے ہجرت کی اجازت مانگتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں لکھا ''تمہارا مکہ مکرمہ میں قیام کرنا ہی تمہارے لئے بہتر ہے'' ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی اجازت آپ سے طلب کی تو آپ نے فرمایا ''چچا جان! اسی جگہ ٹھہرے رہیں جس جگہ آپ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ پر ہجرت اسی طرح ختم فرمادے گا جس طرح اس نے مجھ پر نبوت ختم کی'' پھر اسی طرح ہوا جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ انہوں نے مہاجرین میں سے سب سے آخر میں ہجرت کی۔ انہوں نے ابواء کے مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سفر کے بارے علم نہ تھا۔ وہ آپ کے ساتھ واپس آ گئے۔

حضرت کعب بن عمرو انصاری سلمی رضی اللہ عنہ نے آپ کو گرفتار کیا۔ ان کی کنیت ابو یسر تھی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی ''ابو یسر نے آپ کو کیسے گرفتار کر لیا حالانکہ وہ پست قد ہیں۔ اگر آپ چاہتے تو انہیں اپنے ہاتھ میں دبوچ سکتے تھے'' انہوں نے فرمایا ''جب میں نے ان کے ساتھ ملاقات کی تو وہ مجھے الخندمہ الاشم (مکہ مکرمہ کا بہت بڑا پہاڑ) نظر آئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی حضرت عباس کو قیدی بنا کر لے آئے۔ حضرت عباس نے کہا ''بخدا! مجھے اس شخص نے قید نہیں کیا۔ مجھے تو اس شخص نے گرفتار کیا ہے۔ جس کے سر سے دونوں طرف سے بال گر چکے تھے۔ وہ سارے لوگوں سے زیادہ حسین تھا۔ وہ ابلق گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے بعد میں اسے کہیں نہ دیکھا'' انصاری نے عرض کی ''یا رسول اللہ! انہیں میں نے ہی گرفتار کیا ہے'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''خاموش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ایک معزز فرشتہ کے ذریعہ تمہاری مدد کی ہے'' دوسری روایت کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا ''تم نے انہیں کیسے گرفتار کیا؟'' انہوں نے کہا ''اللہ تعالیٰ نے ایک معزز فرشتے کے ذریعے میری مدد کی تھی''۔ گرفتار کر لینے کے بعد صحابہ کرام نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی رسیاں کس دیں۔ جس طرح انہوں نے دیگر قیدیوں کی رسیاں کسی تھیں۔ حضرت عباس کراہنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کراہنے کی آواز سن لی۔ جس کی وجہ سے آپ سو نہ سکے۔ آپ سے عرض کی گئی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ کس لئے سو نہ سکے؟'' آپ نے فرمایا ''حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کراہنے کی وجہ سے'' ایک شخص اٹھا اور اس نے وہ رسیاں ڈھیلی کر دیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایک طویل شخص تھے۔ ان سے فدیہ لے لینے اور ان کے اظہار اسلام کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قمیص پہنانا چاہی مگر صحابہ کرام کو ایسی قمیص دستیاب نہ ہو سکی جو انہیں پوری آ جاتی۔ عبداللہ بن ابی نے اپنی قمیص دے دی۔ اسی لئے جب ابن ابی مرا یہ منافقین کا سردار تھا تو اس کے نور نظر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ ان کا شمار فضلاء صحابہ کرام میں ہوتا تھا۔ انہوں نے آپ سے قمیص طلب کی تاکہ اس میں اپنے باپ کو کفن دے سکیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی دلجوئی کرتے ہوئے انہیں اپنی قمیص عطا فرمادی۔ اس سے دیگر منافقین کی تالیف قلبی بھی مقصود تھی۔ اور اس قمیص کا بدلہ چکانا بھی مقصود تھا جو ابن ابی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر چار سو اوقیہ چاندی فدیہ لاگو کیا۔ ایک اور روایت میں ایک سو اوقیہ اور ایک اور

روایت میں چالیس اوقیہ سونے کا ذکر ہے۔ آپ نے ان سے عقیل بن ابی طالب کا فدیہ اسی اوقیہ چاندی اور نوفل بن حارث کا اتنا فدیہ بھی ان سے ہی لیا۔

ایک اور روایت کے مطابق آپ ﷺ نے ان سے فرمایا "عباس! اپنا، اپنے بھتیجوں عقیل اور نوفل کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ ادا کرو"۔ انہوں نے اپنا فدیہ ایک سو اوقیہ چاندی اور عقیل، نوفل اور عتبہ کا چالیس اوقیہ چاندی فدیہ ادا کیا۔ انہوں نے عرض کی "حضور! آپ نے تو مجھے غریب کر دیا ہے۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں رہا۔ اب میں لوگوں سے سوال کرتا رہوں گا"۔ حضور ﷺ نے فرمایا "وہ مال کہاں ہے جو تم نے اپنی زوجہ ام الفضل کو عطا کیا تھا۔ اور اسے کہا تھا "اگر میں اس معرکہ میں کام آجاؤں تو یہ فضل، عبد اللہ اور قثم کے لئے ہے۔ فضل کے لئے اتنا اور عبد اللہ کے لئے اتنا ہے"۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی "بخدا! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اس مال کو یا میں جانتا تھا یا ام الفضل میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ رب العزت کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اور آپ اللہ کے بندۂ (خاص) اور رسول (مکرم) ہیں"۔ ایک اور روایت میں ہے انہوں نے حضور سید عالم ﷺ سے عرض کی "آپ نے مجھے قریش میں سے سب سے زیادہ غریب کر دیا ہے" آپ نے ان سے فرمایا "آپ قریش میں سے سب سے زیادہ غریب کیسے ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے ام الفضل کو سونے کی گولیاں دی تھیں۔ تم نے اسے کہا تھا "اگر میں قتل ہو جاؤں تو میں تمہارے لئے اتنا کچھ چھوڑے جا رہا ہوں جو تمہیں مستغنی کر دے گا" دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا "وہ مال کہاں ہیں جو آپ نے اور ام فضل نے دفن کیا تھا"۔ علم کی یہ وسعتیں دیکھ کر انہوں نے عرض کی "میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو اس سے آگاہ کیا ہے" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں کلمہ شہادت پڑھا۔ یہ روایت اس مؤقف کے منافی نہیں کہ وہ پہلے اسلام قبول کر چکے تھے۔ وہ اپنا اسلام مخفی رکھے ہوئے تھے اور حضور اکرم ﷺ جانتے تھے۔ بعض روایات سے بھی اسی مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی "ہم سے فدیہ کیوں لیا جاتا ہے۔ حالانکہ ہم مسلمان تھے" دوسری روایت میں ہے "میں مسلمان تھا لیکن قوم قریش نے مجھے مجبور کیا" حضور ﷺ نے فرمایا "جو کچھ تم کہہ رہے ہو۔ اسے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اگر تم سچے ہوئے تو رب تعالیٰ اس کی جزاء تمہیں عطا فرما دے گا لیکن تمہارا ظاہری معاملہ یہی ہے کہ تم ہمارے خلاف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل کی۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ قُل لِّمَن فِىٓ أَيْدِيكُم مِّنَ ٱلْأَسْرَىٰٓ إِن يَعْلَمِ ٱللَّهُ فِى قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ أُخِذَ مِنكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ (الانفال: 70)

"اے نبی (کریم) آپ فرمائیے ان قیدیوں سے جو تمہارے قبضہ میں ہیں اگر جان لی اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں کوئی خوبی تو عطا فرمائے گا تمہیں بہتر اس سے جو لیا گیا ہے تم سے اور بخشے گا تمہارے (قصور)"۔

جب یہ آیت طیبہ نازل ہوئی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی "میری خواہش ہے کہ آپ اس مال سے دوگنا مجھ سے لیتے جس قدر آپ نے لیا تھا"۔

اللہ رب العزت نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ انہیں عظیم مال عطا کیا حتیٰ کہ ان کے پاس ایک سو غلام ہو گئے۔ ہر غلام کے پاس مال تھا جس سے وہ تجارت کرتا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے "مجھے درگاہ خداوندی سے مغفرت و بخشش کی بھی امید ہے"۔ ایک اور قول کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے صرف عقیل کا فدیہ عطا کیا نوفل کا فدیہ ادا نہ کیا۔ کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے چچا زاد نوفل حارث سے فرمایا "نوفل! اپنا فدیہ ادا کرو" اس نے عرض کی "میرے پاس کچھ بھی نہیں جس سے اپنا فدیہ ادا کروں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے مال سے یا اپنے نیزوں سے فدیہ ادا کرو" حضرت حارث نے عرض کی "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو علم نہیں تھا کہ مکہ مکرمہ میں میرے نیزے ہیں" انہوں نے اپنا فدیہ ادا کیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا فدیہ ادا نہ کیا۔

نضر بن حارث العبدری بھی ان قیدیوں میں شامل تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ عداوت رکھتا تھا۔ یہ قرآن پاک کو اساطیر الاولین (پہلے لوگوں کے افسانے) کہا کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا "اگر ہم چاہیں تو اس طرح کا کلام کہہ لیں" یہ قید میں تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا۔ نضر نے اپنے ایک قیدی ساتھی سے کہا "بخدا! محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قتل کر دیں گے۔ آپ مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہے ہیں جن میں موت ہے" اس قیدی نے کہا "بخدا! تو یہ اس لئے کہہ رہا ہے کیونکہ تو ان سے مرعوب ہے" پھر نضر سے حضرت مصعب بن عمیر البدری رضی اللہ عنہ نے کہا "مصعب! تم میرے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو۔ اپنے صاحب سے کہو کہ وہ مجھے بھی میرے قیدی ساتھیوں کی طرح کر دیں۔ بخدا! وہ مجھے قتل کر دیں گے" حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تو اللہ تعالیٰ کے کلام کے بارے وہ کچھ کہا کرتا تھا جو کہا کرتا تھا"۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو انہوں نے نضر کا سر تن سے جدا کر دیا۔

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ اس نضر کا ایک بھائی تھا۔ اسے بھی نضر ہی کہا جاتا تھا۔ اس نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کر لیا تھا۔ غزوہ حنین میں شرکت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی تالیف قلبی کی تھی۔

جب اس نضر کی گردن زدنی ہوئی اور اس کی موت کی خبر اس کی بہن قتیلہ تک پہنچی۔ ایک اور قول کے مطابق یہ اس کی نور نظر تھی۔ پھر اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اس نے نضر کا یہ مرثیہ کہا۔

یا راکبا ان الاثیل مظنة　　من صبح خامسة وانت موفق

اے سوار مقام اثیل کے متعلق مجھے پانچویں روز کی صبح سے بدگمانی ہے اور تو بڑے ٹھیک وقت پر آیا ہے۔

ابلغ بها میتا بان تحیة　　ماان تزال بها النجائب تخفق

وہاں کی ایک میت کو پیغام پہنچا دینا کہ اسے سلام ہو جب تک عمدہ اونٹنیاں وہاں تیزی سے آتی جاتی رہیں۔

منی الیك و عبرة مسفوحة　　جادت بوا کفها واخری تخنق

اسے میری طرف سے سلام دینا۔ آنکھوں سے آنسو موسلا دھار بارش کی طرح رواں ہیں اور انہیں سخت کینہ بھی ہے۔

هل یسمعنی النضر ان نادیته　　ام کیف یسمع میت لاینطق

اگر میں پکاروں تو کیا نضر میری پکار سنے گا یا وہ مردہ کیسے سن سکتا ہے جو بول نہیں سکتا۔

أمحمد ولانت نجل نجيبة　فی قومها والفحل فحل معرق

اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم) اے اپنی قوم کی شریف عورت کی بہترین اولاد اور شریف تو وہی ہوتا ہے جو نسلاً شریف ہو۔

ما كان ضرك لو مننت و ربما　من الفتى و هو المغيظ المحنق

اگر آپ احسان کرتے اور اسے چھوڑ دیتے تو آپ کا کیا نقصان ہوتا اور ایسا بہت کم ہوا ہے کہ نوجوان ایسی حالت میں احسان کرے جبکہ وہ غصہ سے بھرا کینہ ور ہو۔

او كنت قابل فدية فلينفق　باعزما يغلو به ما ينفق

یا آپ فدیہ قبول کر لیتے تو مصارف جتنے زیادہ سے زیادہ دشوار ترین ہوتے وہ ضرور خرچ کئے جاتے۔

فالنضر اقرب من اسرت قرابة　واحقهم ان كان عتق يعتق

کیونکہ نضر ان تمام لوگوں سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہے جن کو آپ نے اسیر کیا اور ان سب سے زیادہ حق دار ہے کہ اگر آزادی ممکن ہو تو آزاد کر دیا جائے۔

ظلت سيوف بنى ابيه تنوشه　لِلّٰه ارحام هناك تشقق

اس کے بھائیوں کی تلواریں اسے ٹکڑے ٹکڑے کرتی رہیں۔ ہائے خدایا! وہاں قرابتوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے رہے۔

صبرا يقاد الى المنية متعبا　رسف المقيد وهو عان موثق

اسے موت کی جانب اس حالت میں کھینچا جاتا ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہیں۔ وہ تھکا ماندہ ہے بیڑیوں میں مشکل سے پاؤں اٹھا رہا ہے اور زنجیروں میں ہے۔

ایک اور روایت میں ''أمحمد'' والاشعر اس طرح ہے۔

أمحمد يا خير ضنء كريمة　فی قومها والفحل فحل معرق

اے محمد عربی! اے اپنی قوم کی کریم عورت کی بہترین اولاد! شریف تو وہی ہوتا ہے جو نسلاً شریف ہو۔

جب سرور کائنات رحمت عالم ﷺ نے یہ اشعار سنے تو آپ گریہ بار ہو گئے۔ آپ نے فرمایا ''اگر نضر کو قتل کرنے سے پہلے اس عورت کے یہ اشعار مجھ تک پہنچ جاتے تو اس پر احسان کرتا''۔

ان قیدیوں میں عقبہ بن ابی معیط بھی تھا۔ یہ بھی حضور ﷺ کا شدید دشمن تھا۔ یہ حضور اکرم ﷺ کا مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔ عرق الظبیۃ کے مقام پر آپ کے حکم سے اس کی گردن اڑا دی گئی۔ جب یہ لایا گیا تو اس نے کہا ''محمد عربی! ﷺ بچی کا وارث کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا ''آگ'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب عقبہ کو قتل کرنے کے لئے لایا گیا تو اس نے بآواز بلند کہا ''اے گروہ قریش! مجھے تمہارے سامنے کس لئے قتل کیا جا رہا ہے؟'' آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تیرے کفر اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تیری جرأت کرنے کی وجہ سے" دوسری روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیونکہ تو نے میرے چہرہ انور کی طرف تھوک پھینکنے کی جسارت کی تھی" پہلے گزر چکا ہے کہ یہ عقبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کثرت سے بیٹھتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے ضیافت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس ضیافت پر دعوت دی۔ آپ نے اس کا کھانا کھانے سے انکار فرما دیا حتیٰ کہ وہ کلمہ طیبہ پڑھ لے۔ اس نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا۔ ابی بن خلف اس کا دوست تھا۔ اس نے اسے عتاب کیا اور کہا "عقبہ! کیا تو صابی ہو گیا ہے" عقبہ نے کہا "مگر انہوں نے میرا کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ وہ میرے گھر میں تھے۔ مجھے ان سے حیاء آئی میں نے کلمہ پڑھ لیا۔ میں نے وہ کلمہ دل سے نہیں پڑھا تھا"۔ ابی نے اس سے کہا "مجھ پر تیرا چہرہ اس وقت تک دیکھنا حرام ہے حتیٰ کہ تو محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کر کے ان کی گردن روندھ ڈالے۔ ان کے چہرہ انور پر تھوک پھینکے اور ان کی آنکھ پھوڑ دے (نعوذ باللہ منہ) اس نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی حالت میں تھے۔ اس بدبخت نے اسی طرح کیا جب اس نے آپ کی طرف تھوک پھینکنے کی ناپاک جسارت کی تو وہ تھوک اس کی طرف لوٹ آیا۔ اس سے اس کا چہرہ جل گیا۔ پھر مرنے تک اس کے چہرہ پر اس کا اثر باقی رہا۔ اس کم بخت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اونٹ کی اوجھڑی پھینکنے کی جرأت کی تھی۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی حالت میں تھے۔ یہ انتہائی نادان اور فاجر تھا۔ اسی کے متعلق یہ آیت طیبہ اتری۔

يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۞ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۞ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ (الفرقان)

"اور اس روز ظالم (فرط ندامت سے) کاٹے گا اپنے ہاتھوں کو (اور) کہے گا کاش! میں نے اختیار کیا ہوتا رسول (مکرم) کی معیت میں (نجات) کا راستہ۔ ہائے افسوس کاش نہ بنایا ہوتا میں نے فلاں کو اپنا دوست۔ واقعی اس نے بہکا دیا مجھے اس قرآن سے اس کے میرے پاس آ جانے کے بعد"۔

روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مکہ مکرمہ میں فرمایا تھا "میں نے جب بھی مکہ مکرمہ سے باہر تجھ سے ملاقات کی میں تیرا سر تن سے جدا کر دوں گا"۔

ایک اور روایت کے مطابق عقبہ نے کہا "مجھے آپ کے سامنے کیوں تہ تیغ کیا جا رہا ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تیرے فسق و فجور، کفر اور ذات خداوندی سے کفر کرنے کی وجہ سے" ایک روایت کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا "تیرا تعلق قریش سے نہیں۔ تو تو اہل صفوریہ میں سے ایک یہودی ہے"۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے باپ کا دادا امیہ شام کی طرف گیا۔ اس نے ایک یہودی عورت سے بدکاری کی۔ جس کا خاوند صفوریہ سے تھا۔ اس سے ذکوان پیدا ہوا۔ یہ یہودی کے بستر پر پیدا ہوا۔ ابو معیط کا باپ یہی تھا۔ جاہلیت کے فیصلہ کے مطابق اس نے اسے اپنے خاندان کے ساتھ ملا دیا۔ عقبہ کو کس نے واصل جہنم کیا۔ اس میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑائی۔ یہی روایت صحیح ہے۔ دوسرے قول کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے واصل جہنم کیا تھا۔ ممکن ہے ان دونوں حضرات نے

اسے موت کے گھاٹ اتارا ہو۔ ایک روایت کے مطابق اسے قتل کرنے کے بعد درخت کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔

ابن قتیبہ نے روایت کیا ہے کہ طعیمہ بن عدی جو مطعم بن عدی کا بھائی تھا۔ وہ بھی اسیران بدر میں سے تھا۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی گردن اڑانے کا بھی حکم دیا تھا۔ جس طرح کہ نضر اور عقبہ کا سرتن سے جدا کر دیا گیا تھا۔ البتہ اہل سیرو مغازی کے نزدیک صحیح مؤقف یہ ہے کہ طعیمہ بن عدی غزوۂ احد میں مارا گیا تھا۔ اس طعیمہ کے قتل کی وجہ سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔

اسیران بدر کے بارے مشاورت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیران بدر کے متعلق صحابہ کرام سے مشاورت کی۔ آپ نے فرمایا ''ان قیدیوں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے'' دوسری روایت کے مطابق آپ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مشاورت کی کہ ان قیدیوں کو قتل کرنے یا ان سے فدیہ لینے میں سے کون سے امر زیادہ مناسب ہے''۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم وہ آپ کے خاندان اور آپ کی قوم کے افراد ہیں''۔ دوسری روایت کے مطابق انہوں نے عرض کی ''وہ آپ کے چچازاد، اہل خاندان اور بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر فتح عطا فرمائی ہے۔ ان کے خلاف آپ کی نصرت فرمائی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان کی جان بخش دیں۔ اور ان سے فدیہ لے لیں۔ ہم ان سے جو فدیہ لیں گے وہ ہمارے لئے کفار کے خلاف طاقت بن جائے گا۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ کے طفیل ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔ وہ ہمارے دست و بازو بن جائیں''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ابن خطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟'' انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے آپ کو جھٹلایا۔ آپ کو مکہ مکرمہ سے باہر نکلنے پر مجبور کیا۔ آپ کے ساتھ جنگ کی۔ میری رائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کے برعکس ہے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ میرا قریبی رشتہ دار میرے حوالے کریں۔ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ عقیل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیں۔ وہ اس کی گردن اڑا دیں۔ عباس کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کریں۔ وہ ان کی گردن اڑا دیں تا کہ یہ جان لیں کہ ہمارے دلوں میں کفار کے لئے رحم کے جذبات نہیں ہیں۔ یہ ان کے سردار، سرغنہ اور قائد ہیں''۔ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''ایسی وادی تلاش کرو جس میں بہت سی لکڑیاں ہوں۔ میں اس میں آگ لگا کر مشرکین کو اس میں پھینک دیتا ہوں''۔

روایت ہے کہ جب حضرت عمر فاروق یوں عرض گزار ہوئے تو آپ نے ان سے اعراض فرمایا۔ پھر اپنا فرمان دہرایا۔ فرمایا ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان مشرکین پر تسلط عطا فرمایا ہے'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ان مشرکین کی گردنیں اڑا دیں'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا۔ تینوں بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی طرح عرض کی۔ آپ ہر بار ان سے اعراض فرماتے رہے۔ آپ تو مشرکین کے ساتھ اس وقت بھی رحمت و رأفت سے پیش آتے رہے جب وہ آپ کو اذیت دیتے تھے۔ اب تو آپ کو ان پر قدرت حاصل تھی۔ پھر سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے۔ عرض گزار ہوئے ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میری رائے یہ ہے کہ آپ ان

مشرکین سے درگزر فرمائیں۔ ان سے فدیہ قبول فرمالیں"۔ یہ مشورہ سن کر آپ کا غم وحزن جاتا رہا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کوئی مشورہ بھی منقول نہیں۔ علامہ زرقانی رقمطراز ہیں "جب شیخان سے اختلاف کی وجہ سے انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر دیکھا تو انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ یا آپ کے لئے کوئی مصلحت ظاہر نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ آپ اس کا تذکرہ کرتے۔ جب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "میرے لئے ایسی وادی تلاش کرو جو لکڑیوں سے بھرپور ہو۔ میں مشرکین کو اس میں دھکیل کر آگ لگا دیتا ہوں" حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن لی۔ انہوں نے ان سے کہا "تم نے صلہ رحمی قطع کر دی" دوسری روایت کے مطابق انہوں نے کہا "تمہاری ماں تم پر روئے" آپ کاشانہ اقدس کے اندر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نے فرمایا "بعض لوگوں کے دل اللہ تعالیٰ بہت نرم کر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ دودھ سے بھی نرم ہوتے ہیں بعض لوگوں کے دل وہ سخت کر دیتا ہے وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوتے ہیں"۔ پھر آپ باہر تشریف لائے تو فرمایا "ابوبکر! ملائکہ میں تمہاری مثال میکائیل ہیں۔ وہ رحمت لے کر نازل ہوتے ہیں۔ انبیاء میں سے تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے درگاہ ربانیہ میں عرض کی۔

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (ابراہیم)

"پس جو کوئی میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی (تو اس کا معاملہ تیرے سپرد ہے) بے شک تو غفور رحیم ہے"۔

عمر فاروق! ملائکہ میں تمہاری مثال حضرت جبرائیل امین ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر عذاب، شدت اور انتقام لے کر نازل ہوتے ہیں۔ انبیاء میں سے تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے عرض کی

رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ۝ (نوح)

"اے میرے رب نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا"۔

اسی طرح انبیائے کرام میں تمہاری مثال حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے عرض کی

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ (یونس: 88)

"اے ہمارے رب برباد کر دے ان کے مالوں کو"۔

اگر تم دونوں کسی ایک رائے پر متفق ہو جاتے تو میں تمہاری مخالفت نہ کرتا"۔ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل کیا۔ آپ نے فرمایا "ان میں سے کوئی بھی فدیہ کے بغیر رہا نہ ہو۔ یا ان کی گردن اڑا دی جائے"۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ! سوائے سہیل بن بیضاء کے۔ میں نے اسے سنا وہ اسلام کا تذکرہ کر رہا تھا"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ مجھے خدشہ دامن گیر ہوا کہ ابھی مجھ پر پتھروں کی بارش ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ آپ نے فرما دیا "سوائے سہیل بن بیضاء کے" اللہ رب العزت نے یہ آیت طیبہ نازل کی

مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ ؕ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا ۖۗ وَاللّٰهُ یُرِیْدُ

الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ ؗ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ (الانفال)

''نہیں مناسب نبی کے لئے کہ ہوں اس کے پاس جنگی قیدی یہاں تک کہ غلبہ حاصل کر لے زمین میں تم چاہتے ہو دنیا کا سامان اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے (تمہارے لئے) آخرت اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب (اور) دانا ہے اگر نہ ہوتا حکم الٰہی پہلے سے (کہ خطا اجتہادی معاف ہے) تو ضرور پہنچتی تمہیں بوجہ اس کے جو تم نے لیا بڑی سزا سو کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی حلال (اور) پاکیزہ اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے''۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گریہ بار تھے۔ انہوں نے عرض کی ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مجھے بتائیں کہ آپ اور آپ کے یہ صاحب کس لئے گریہ کناں ہیں۔ اگر مجھے رونا آیا تو میں روؤں گا۔ ورنہ تمہارے رونے کی وجہ سے رونے والوں جیسا منہ بناؤں گا'' آپ نے فرمایا ''قیدیوں پر فدیہ لاگو کرنے کی وجہ سے میں رو رہا ہوں''۔ ایک اور روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا ''قریب تھا کہ ہم پر اس وجہ سے عذاب عظیم نازل ہو جاتا جو ہم نے عمر بن خطاب سے اختلاف کیا تھا۔ اگر عذاب نازل ہو جاتا تو عمر کے علاوہ اور کوئی نہ بچتا''۔ دوسری روایت میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر ہے۔ کیونکہ انہوں نے بھی مشرکین کو قتل کرنا قید کرنے سے زیادہ پسند کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن رواحہ کا ذکر نہ کیا۔ کیونکہ انہوں نے مشرکین کو آگ میں جلانے کا اشارہ دیا تھا۔ مگر شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ان آیات بینات میں اس امر کی دلیل ہے کہ انبیائے کرام کے لئے اجتہاد کرنا جائز تھا۔ کیونکہ جو فعل وحی الٰہی سے صادر ہوتا ہے اس پر عتاب نہیں ہوتا۔ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ''اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مَا كَانَ لِنَبِيٍّ سے مراد ہے کہ اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے علاوہ...... البتہ آپ کو اختیار ہے کہ آپ چاہیں تو انہیں قتل کر دیں یا ان سے فدیہ لے لیں''۔ اعمش نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ میں ہے کہ اگر پہلے سے طے شدہ نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر میں سے کسی کو عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا'' حدیث پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا ''تمہیں کیا علم شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر سے فرمایا ہو'' جو چاہو کرو'' اس آیت طیبہ میں سب سے عمدہ بات یہ کی گئی ہے کہ اس میں خلاف اولیٰ کے عتاب پر سرزنش کی گئی ہے۔ انہیں قتل کرنا بہتر تھا۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ یہ امر رونما ہو کر رہے گا۔ تمہیں دونوں امور میں اختیار ہے۔ اس نے اس جائز فعل پر تمہارا مواخذہ نہیں کیا جو تمہارے مقدر میں تھا۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے قبل یہ تمہارے مقدر میں لکھ دیا تھا۔ اس آیت طیبہ میں کفار کے لئے تخویف، شدید وعید اور اسلام کے لئے ان میں ترغیب مقصود ہے۔ نیز اہل ایمان کو کفار کو قتل کرنے پر برانگیختہ کرنا ہے۔ اس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید ہے یہ مقام ان مقامات میں سے ایک ہے جن میں قرآن پاک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق اترا۔ ایسے مقامات تیس سے زائد ہیں۔ میں نے ان کے لئے علیحدہ تالیف رقم کی ہے۔

امام حاکم نے صحیح سند سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضرت جبرائیل امین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی "اپنے صحابہ کرام کو اختیار دیں چاہیں تو مشرکین کو قتل کریں۔ چاہیں تو ان سے فدیہ لے لیں۔ دوسری صورت میں آئندہ سال ان میں سے اتنے ہی صحابہ شہید ہوں گے"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "ہم فدیہ لے لیتے ہیں اور ہم میں سے بعض کے سروں پر آئندہ سال شہادت کا تاج سج جائے گا"۔ دوسری روایت کے مطابق انہوں نے عرض کی "ہم ان سے فدیہ لے لیتے ہیں۔ آئندہ سال ہم میں سے ستر خوش نصیب جنت میں داخل ہو جائیں گے" آپ نے قیدیوں سے فدیہ لے لیا۔ جب قیدیوں سے فدیہ لینا طے پا گیا تو آپ نے ان قیدیوں کو متفرق صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا تا کہ وہ انہیں مدینہ طیبہ لے چلیں حتیٰ کہ ان کا خاندان ان کا فدیہ بھیج دے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ نے مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد یہ قیدی صحابہ کرام میں تقسیم فرمائے تھے۔ اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے۔

"ابو عزیز بن عمیر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی تھے"۔ انہوں نے کہا "میرے بھائی میرے پاس سے گزرے۔ ایک انصاری صحابی مجھے گرفتار کر رہے تھے"۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا "اسے مضبوطی سے کس دو۔ اس کی ماں بڑی مالدار عورت ہے۔ شاید وہ تمہیں گراں بہا فدیہ دے کر اسے چھڑا لے" انہوں نے کہا "جب صحابہ کرام میدان بدر سے واپس آئے تو میں ایک انصاری گروہ میں تھا۔ جب صبح و شام کھانے کا وقت آتا تو وہ مجھے روٹی دیتے اور خود کھجوریں کھا لیتے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو ہمارے بارے خاص حکم دیا تھا"۔ جب ان کے بھائی نے انصاری صحابی سے کہا "اس کی رسیاں خوب کسنا تو انہوں نے کہا "بھائی! اسے تمہارا یہ حکم میرے متعلق ہے؟" پھر ان کی ماں نے چار ہزار درہم بطور فدیہ بھیجے پھر حضرت ابو عزیز رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔

قریش نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ قیدیوں کا فدیہ جلدی نہ بھیجیں تا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھی زیادہ فدیہ طلب نہ کریں۔ لیکن مطلب بن ابی وداعۃ السہمی نے ان کے اس فیصلہ کی طرف توجہ نہ دی۔ رات کے وقت خفیہ عازم سفر ہوا مدینہ طیبہ پہنچا اور اپنے باپ کا فدیہ چار ہزار درہم پیش کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو وداعۃ کو قیدی دیکھا تو فرمایا "مکہ مکرمہ میں اس کا ایک دانا تاجر بیٹا ہے گویا کہ وہ تمہارے پاس آ رہا ہے تا کہ اپنے باپ کا فدیہ ادا کرے" مطلب آیا اور اپنے باپ کا فدیہ ادا کر دیا یہ سب سے پہلا قیدی تھا جس کا فدیہ ادا کیا گیا۔ ابو وداعہ کا نام حارث تھا۔ پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ بعض سیرت نگاروں نے انہیں صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔ پھر دیگر قریش نے بھی اپنے اپنے قیدیوں کے فدیے بھیج دیئے۔ ان کے فدیے ان کے اموال کے حساب سے تھے۔ بعض کا فدیہ چار ہزار بعض کا تین ہزار بعض کا دو ہزار اور بعض کا ایک ہزار درہم تھا۔ جو شخص اپنا فدیہ ادا نہیں کر سکتا تھا لیکن وہ لکھ سکتا تھا۔ مدینہ منورہ کے دس بچے اس کے سپرد کئے گئے تا کہ وہ انہیں کتابت سکھائے۔ جب اس نے انہیں کتابت سکھا دی تو یہی اس کا فدیہ بن گیا۔ جبیر بن مطعم حاضر خدمت ہوئے۔ ابھی تک انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ انہوں نے بدر کے قیدیوں کے بارے گفتگو کی۔ آپ نے انہیں فرمایا "اگر تمہارا عمر رسیدہ باپ زندہ ہوتا۔ ان قیدیوں کے بارے بات چیت کرتا تو ہم ضرور اسے فائدہ دیتے" کیونکہ مطعم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت

پناہ دی تھی جب آپ طائف سے واپس تشریف لائے تھے۔ اس نے معاشرتی مقاطع کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ یہ غزوۂ بدر سے پہلے ہی مر گیا۔ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ کو اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ابو العاص بن ربیع بھی قیدیوں میں تھے۔ انہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔ یہ ان کی خالہ ہالہ بنت خویلد کے فرزند تھے۔ یہ ہالہ حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ ابو العاص ان کی کنیت تھی۔ نام لقیط یا مقسم یا ہشیم تھا۔ یہ اپنی کنیت سے ہی مشہور تھے۔ ان کا باپ ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف تھا۔ جب حضرت ابو العاص قید ہوئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا ہار بطور فدیہ بھیجا۔ یہ ہار حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ جب ان کا عقد نکاح ہوا تو انہوں نے یہ ہار انہیں عطا فرما دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہار دیکھا تو آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا ''اگر پسند کرو تو زینب کا ہار واپس کر دو اور ابو العاص کو آزاد کر دو'' صحابہ کرام نے اس طرح کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص کو اس شرط پر آزاد کر دیا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے دیں گے۔ اس وقت تک مسلمان خاتون کا کافر مرد کے ساتھ نکاح حرام نہیں ہوا تھا۔ یہ بعد میں حرام ہوا۔ کیونکہ شرعی احکام تدریجاً نازل ہوئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ کے اہل خانہ اور نوران نظر نے اسلام قبول کر لیا۔ لیکن ابو العاص نے اسلام قبول نہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق نہ کی۔ کفار مکہ ابو العاص کو ترغیب دیتے تھے۔ وہ انہیں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کے لئے کہتے۔ وہ انہیں کہتے ''ہم قریش کی جس عورت سے تم چاہو گے تمہاری شادی کر دیں گے'' مگر ابو العاص نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا ''بخدا! میں اپنی زوجہ کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ مجھے ان کے بدلے قریش کی کوئی خوبصورت عورت ملے''۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو العاص کو اچھے الفاظ سے یاد فرماتے تھے۔ جب ابو العاص مکہ مکرمہ پہنچے تو انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ کو مدینہ طیبہ جانے کی اجازت دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ اور ایک اور انصاری صحابی کو اس مقصد کے لئے بھیج دیا تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا تھا ''تم مکہ مکرمہ کی فلاں جگہ ٹھہر جانا حتیٰ کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تمہارے پاس سے گزریں تو انہیں مدینہ طیبہ لے آنا'' جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہونے کا ارادہ کیا تو ان کے ساتھ کنانہ بن ربیع بھی نکلا۔ یہ ابو العاص کا بھائی تھا۔ اس نے اپنا اونٹ ان کے سامنے کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہو گئیں۔ اس نے اپنا ترکش اور کمان لی۔ پھر دن کے وقت انہیں لے کر عازم سفر ہو گیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہودج میں تھیں شکم اطہر میں بچہ تھا۔ قریش کے افراد کو ان کے سفر کے بارے علم ہو گیا۔ وہ ان کے تعاقب میں نکلے۔ انہیں ذو طوی کے مقام پر جا لیا۔ سب سے پہلے ہبار بن اسود حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف گیا۔ اس نے اونٹ کے پہلو میں نیزہ مارا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نیچے گر پڑی اور حمل ضائع ہو گیا۔ پھر کنانہ بن ربیع نے اونٹ بٹھایا اپنا ترکش لیا۔ کمان سنبھالی اور کہا ''بخدا! تم میں سے جو شخص بھی میرے قریب آئے گا میں تیر ماردوں گا۔ ابو سفیان قریش کے چند افراد کے ہمراہ اس کے پاس آیا اور کہا ''ہم سے تیر روکو تا کہ ہم تم سے بات کر سکیں'' پھر اس نے کہا ''تمہارا یہ فعل درست نہیں۔ تم اعلانیہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر عازم سفر ہوئے ہو۔ لوگوں نے اسے اپنی ذلت

سمجھا ہے۔ اسے اپنی کمزوری اور ناتوانی سمجھا ہے۔ تمہاری زندگی کی قسم! ہمیں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو روکنے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن تم اسے لے کر واپس آجاؤ۔ جب ہر طرف خاموشی چھا گئی تو پوشیدہ طور پر انہیں لے کر عازم سفر ہو جانا اور انہیں ان کے والد محترم تک پہنچا آنا"۔ کنانہ نے اس طرح کیا جب کچھ دن گزر گئے تو رات کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر نکلا اور حضرت زید بن حارثہ اور ان کے ساتھی کے حوالے کر دیا۔

دوسری روایت میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "کیا تم مکہ مکرمہ نہیں جاتے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر نہیں آجاتے"۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! ضرور" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "یہ میری مبارک انگوٹھی لے جاؤ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دے دینا" حضرت زید رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے۔ وہ جستجو کرتے رہے حتیٰ کہ انہیں ایک چرواہا ملا۔ انہوں نے پوچھا "کس کی بکریاں چراتے ہو؟" اس نے کہا "ابو العاص کی" انہوں نے پوچھا "یہ بکریاں کس کی ہیں؟" چرواہے نے کہا "حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی" حضرت زید رضی اللہ عنہ نے چرواہے سے گفتگو کی۔ پھر فرمایا "کیا اگر میں تمہیں کچھ عطا کروں اور وہ حضرت زینب کو دے دو تو کسی کو اس چیز کے بارے بتاؤ گے تو نہیں" اس نے کہا "تم وہ چیز مجھے دے دو۔ میں کسی کو نہیں بتاؤں گا" حضرت زید رضی اللہ عنہ نے وہ مبارک انگوٹھی اسے دے دی۔ چرواہا وہ انگوٹھی حضرت زینب کے پاس لے گیا۔ وہ انہیں پیش کر دی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وہ انگوٹھی پہچان لی۔ انہوں نے فرمایا "یہ انگوٹھی تمہیں کس نے دی ہے؟" اس نے عرض کی "ایک شخص نے" انہوں نے فرمایا "تم نے وہ شخص کہاں چھوڑا ہے؟" چرواہے نے کہا "فلاں جگہ" حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر سکون ہو گئیں۔ وہ رات کے وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئیں۔ وہ انہیں مدینہ طیبہ لے آئے۔ اس وقت غزوۂ بدر کو ایک ماہ گزر چکا تھا۔ یہ روایت اس روایت کے منافی نہیں جس میں ہے کہ ان کے ساتھ کنانہ بھی عازم سفر ہوا۔ اور اس نے انہیں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ عازم سفر ہوتے وقت کنانہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی ہو۔ پھر حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ وہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نکاح اول پر ہی انہیں لوٹا دیا۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ نے ان کا دوبارہ نکاح کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت امامہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنی کمر پر اٹھا کر نماز پڑھتے تھے۔ جب یہ جوان ہوئیں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد ان سے نکاح فرما لیا۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا "مجھے خدشہ ہے کہ میرے وصال کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تمہیں پیغام نکاح دیں گے۔ اگر تمہیں ضرورت ہے تو میں نے تمہارے لئے مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب کو پسند کیا ہے" جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اور حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کی عدت گزر گئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں پیغام نکاح بھیجا۔ ایک لاکھ دینار حق مہر دینا چاہا۔ حضرت امامہ رضی اللہ عنہا نے حضرت مغیرہ بن نوفل کی طرف پیغام بھیجا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھے پیغام نکاح بھیجا ہے۔ اگر تمہیں اس امر کی احتیاج ہے تو رابطہ کرو" حضرت مغیرہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ان کا رشتہ مانگا اور انہوں نے ان کا نکاح حضرت مغیرہ سے کر دیا۔ ایک اور روایت کے مطابق ان کے والد کی وصیت کے

مطابق حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ ان دونوں روایات کو جمع کرنا ممکن ہے۔

قیدیوں میں عمرو بن ابی سفیان بن حرب بھی تھا۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھائی تھا۔ اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا۔ ابوسفیان سے کہا گیا ''اپنے بیٹے عمرو کا فدیہ ادا کرو'' اس نے کہا ''کیا علی میرا خون اور میرا مال جمع کر لے گا؟'' حنظلہ کو انہوں نے قتل کر دیا اور عمرو کا فدیہ میں ادا کروں۔ اسے ان کے پاس ہی رہنے دو۔ وہ جب تک چاہیں اسے اپنے پاس ٹھہرا رکھیں''۔ ابوسفیان مکہ مکرمہ میں ہی تھا کہ حضرت سعد بن نعمان وفد کی صورت میں عمرہ کرنے آئے۔ ابوسفیان نے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں ان کے بیٹے کے بدلے محبوس کر دیا۔ بنو عمرو بن عوف بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور آپ کو حضرت سعد بن نعمان رضی اللہ عنہ کے بارے بتایا۔ انہوں نے آپ سے التجاء کی کہ آپ عمرو بن ابی سفیان انہیں عطا کریں۔ تاکہ وہ اس کے بدلے اپنے ساتھی کو قید سے نجات دلائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح کیا وہ عمرو کو ابوسفیان کے پاس لے گئے۔ اس نے حضرت سعد کو آزاد کر دیا۔ اس عمرو کے متعلق کسی نے نہیں بتایا کہ اس نے اسلام قبول کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ شرک پر ہی مرا۔

ان قیدیوں میں سہیل بن عمرو العامری بھی تھا۔ یہ قریش کے سرداروں اور ان کے فصحاء اور بلغاء میں سے تھا۔ یہ قریش کے سامنے تقریریں کرتا تھا اور انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے پر ابھارتا تھا۔ جب یہ قیدی بن کر آیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی ''آپ مجھے اجازت دیں میں سہیل کے دانت توڑ دوں۔ یہ اپنی زبان باہر نکالتا رہے مگر گفتگو نہ کر سکے''۔ کیونکہ سہیل کا اوپر والا ہونٹ پھٹا ہوا تھا۔ ایسے شخص کے دانت اگر نکال دیئے جائیں تو وہ گفتگو نہیں کر سکتا۔ یہ آپ کے خلاف کبھی بھی تقریر نہیں کر سکے گا''۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں اس کا مثلہ نہیں کروں گا ورنہ رب تعالیٰ میرا مثلہ کر دے گا۔ اگر میں نبی ہوں ممکن ہے عنقریب یہ ایسے مقام پر کھڑا ہو کہ تم اس کی مذمت نہ کرو'' پھر اسی طرح ہوا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ حضرت سہیل ایمان لے آئے۔ اپنا اسلام عمدہ کیا۔ ان کا شمار فضلاء صحابہ کرام میں سے ہونے لگا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ اکثر اہل مکہ نے اسلام سے رجوع کرنے کا ارادہ کیا تو یہی حضرت سہیل رضی اللہ عنہ انہیں تقریر کرنے کے لئے اٹھے۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی خبر دی۔ ایسی تقریر کی کہ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو ثابت قدم کر دیا۔ انہوں نے بالکل اسی طرح کی تقریر کی جس طرح کی تقریر حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس روز مدینہ طیبہ میں کی تھی۔ جس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تھا۔ حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نے اپنی تقریر میں فرمایا ''اے لوگو! جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کرتا ہے اسے جان لینا چاہئے کہ آپ کا وصال ہو گیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو وہ زندہ ہے اسے موت نہیں۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ (الزمر)

''بے شک آپ نے بھی (دنیا سے) انتقال فرمانا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے''۔

اس نے فرمایا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ

وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ (آل عمران)

''اور نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر (اللہ کے) رسول۔ گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول۔ تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیئے جائیں پھر جاؤ گے تم الٹے پاؤں (دین اسلام سے) اور جو پھرتا ہے الٹے پاؤں تو نہیں بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ بھی اور جلدی اجر دے گا اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو''۔

بخدا! میں جانتا ہوں کہ دین حق سورج کے مشرق و مغرب تک پہنچے گا۔ تم اپنے رب پر توکل کرو۔ اللہ تعالیٰ کا دین متین قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلمہ مکمل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین حق کی نصرت فرمانے والا ہے۔ وہ اپنے دین کو تقویت بخشنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے میں سے بہترین (سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) پر جمع کر دیا ہے۔ اس سے دین اسلام کی قوت میں اضافہ ہو گا۔ ہم نے جس کو مرتد ہوتے ہوئے دیکھا اس کا سر قلم کر دیں گے'' لوگ واپس لوٹ آئے اور وہ اس امر سے رک گئے جس کا ارادہ کئے ہوئے تھے۔ حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کا اس جگہ کھڑا ہو کر تقریر کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ آپ نے کئی سال قبل اس کی خبر دے دی تھی۔ غزوۂ بدر کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''ایک روز یہ اس جگہ کھڑا ہو گا کہ تم اس کی مذمت نہیں کرو گے''۔ جب یہی سہیل قیدی بنے تو مکرز بن حفص ان کا فدیہ ادا کرنے آئے۔ جب فدیہ کا تقرر ہو گیا اور صحابہ کرام نے اسے فدیہ ادا کرنے کے لئے کہا تو اس نے کہا ''میرے پاس اس جگہ تو کچھ بھی نہیں تم مجھے سہیل کی جگہ رکھ لو اور اسے آزاد کر دو۔ حتیٰ کہ یہ اپنا فدیہ تمہارے پاس بھیج دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سہیل کو آزاد کر دیا اور مکرز کو اس کی جگہ گرفتار کر لیا حتیٰ کہ سہیل فدیہ لے کر آ گئے۔

قیدیوں میں ولید بن ولید بھی تھے۔ یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ ہشام اور خالد نے ان کا فدیہ ادا کیا۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ جب لوگوں نے اس کے متعلق عتاب کیا تو انہوں نے کہا ''مجھے سخت ناپسند تھا کہ میرے بارے میں یہ گمان کیا جاتا کہ میں نے قید سے تنگ آ کر اسلام قبول کر لیا ہے''۔ جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو ہشام اور خالد نے انہیں محبوس کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے قنوت میں دعا مانگتے تھے۔ ''مولا! ولید بن ولید کو نجات عطا فرما'' پھر انہیں نجات مل گئی اور یہ عمرۃ القضاء میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل گئے۔

وہب بن عمیر جمحی بھی قیدیوں میں سے تھے۔ انہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ انہیں حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ نے قیدی بنایا تھا۔ یہ مدینہ طیبہ میں قیدیوں کے ہمراہ رہے۔ ان کا باپ عمیر قریش کے شیاطین میں سے تھا۔ یہ مکہ مکرمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو اذیتیں دیتا تھا۔ ایک دن عمیر صفوان بن امیہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ یہ دونوں حجر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ قریش کی اس مصیبت کا تذکرہ کر رہے تھے جو انہیں غزوۂ بدر میں پہنچی۔ صفوان نے کہا ''بخدا! ان کے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہیں رہی''۔ کیونکہ صفوان کا باپ امیہ اور بھائی علی اس روز مارے گئے تھے۔ عمیر نے اسے کہا ''تو نے سچ کہا ہے۔ بخدا! اگر مجھ پر وہ قرض نہ ہوتا جسے میں ابھی تک ادا نہیں کر سکا اور میرے اہل و عیال نہ ہوتے جن کے بارے خدشہ مجھے دامن گیر ہے تو میں محمد (عربی صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر انہیں ختم کر دیتا (نعوذ باللہ منہ) میرا معقول بہانہ بھی ہے۔

میرا بیٹا ان کے ہاتھوں گرفتار ہے" صفوان نے یہ موقعہ غنیمت سمجھا۔ اس نے کہا "تیرا قرضہ مجھ پر رہا۔ میں اسے ادا کر دوں گا۔ تیرے اہل خانہ میرے اہل خانہ کے ساتھ رہیں گے۔ میں ہمیشہ ان کے ساتھ ہمدردی کرتا رہوں گا"۔ عمیر نے کہا "میرا یہ معاملہ مخفی رکھنا"۔ انہوں نے باہم وعدہ کیا۔ عمیر نے اپنی تلوار لی۔ اسے زہر میں بجھایا اور عازم سفر ہو کر مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ اسی اثناء میں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ یوم بدر کے بارے مصروف گفتگو تھے۔ جب عمیر نے مسجد نبوی کے دروازہ پر اپنی اونٹنی بٹھائی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ لیا۔ اس نے گردن کے ساتھ تلوار حمائل کر رکھی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن! یہ کتا! عمیر بن وہب! بخدا! یہ کوئی شر لے کر ہی آیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی "یا نبی اللہ! یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن عمیر بن وہب ہے۔ یہ اپنی تلوار حمائل کئے آیا ہے" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اسے میرے پاس لے آؤ" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے۔ اس کی تلوار کے پرتلہ سے اسے پکڑا۔ وہاں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا "تم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آجاؤ۔ آپ کے پاس بیٹھ جاؤ۔ اس خبیث سے امن نہیں"۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسے بارگاہ رسالت مآب میں لے گئے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے تلوار کے پرتلہ سے پکڑا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا "عمر! اسے چھوڑ دو"۔ عمیر! میرے قریب آجا" عمیر آپ کے قریب گیا اس نے کہا "انعموا صباحاً" یہ زمانہ جاہلیت کا سلام تھا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے سلام سے نوازا ہے جو تمہارے اس سلام سے بہتر ہے۔ "السلام علیکم" کہنا اہل جنت کا سلام ہے۔ عمیر! کس لئے آیا ہے؟ اس نے عرض کی "میں اس قیدی کے لئے آیا ہوں جو تمہارے ہاتھوں گرفتار ہے تم اس پر احسان کرو" آپ نے فرمایا "اس تلوار کا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا "اللہ تعالیٰ تلواروں کو رسوا کرے۔ کیا انہوں نے ہمیں کچھ فائدہ دیا"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سچ سچ بتاؤ کس مقصد کے لئے آئے ہو؟" اس نے کہا "صرف اس مقصد کے لئے آیا ہوں" آپ نے فرمایا "تو اور صفوان حجر میں بیٹھے۔ پھر تم نے بدر کے مقتولین کے بارے گفتگو کی۔ تو نے کہا "اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا۔ میرے اہل و عیال نہ ہوتے تو میں محمد (عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کر دیتا۔ صفوان نے تیرے قرض اور اہل و عیال کا بوجھ اٹھایا حتی کہ تو مجھے قتل کر دے لیکن اللہ تعالیٰ میرے اور تیرے اس ارادہ کے مابین حائل ہے"۔ عمیر نے عرض کی "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم! ہم تو ویسے ہی اسے جھٹلاتے رہے۔ جو آپ کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے اور جو آپ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ ہم اس کی تکذیب کرتے رہے۔ اس امر کو یا میں جانتا تھا یا صفوان۔ مجھے یقین ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو اس خبر سے آگاہ فرمایا ہے۔ ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت دی اور مجھے ادھر لے آیا"۔ پھر انہوں نے حق کی گواہی دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اپنے بھائی کو دین سکھاؤ۔ اسے قرآن پاک سکھاؤ۔ اس کا قیدی اس کے لئے آزاد کر دو"۔ صحابہ کرام نے اسی طرح کیا، حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے لخت جگر نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عمیر نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں شدید اذیتیں دے کر نور خدا کو بجھانا چاہتا تھا۔ میں اسے ستاتا تھا جو اس دین کے ساتھ وابستہ ہو جاتا تھا۔ مجھے پسند ہے کہ آپ مجھے اذن دیں۔

میں مکہ مکرمہ جاؤں۔ اہل مکہ کو اس چشمۂ صافی کی طرف دعوت دوں۔ شاید رب تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرما دے۔ ورنہ میں انہیں ان کے دین کے متعلق انہیں اسی طرح اذیتیں دوں گا۔ جس طرح میں آپ کے صحابہ کو ان کے دین کی وجہ سے اذیتیں دیتا تھا"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اذن دے دیا۔ وہ مکہ مکرمہ چلے گئے۔ جب حضرت عمیر مکہ مکرمہ سے عازم سفر ہوئے تھے اس وقت سے صفوان اہل مکہ سے کہہ رہا تھا" اس واقعہ کی وجہ سے خوش ہو جاؤ جو عنقریب رونما ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ سے تم یوم بدر کو بھول جاؤ گے" یہی صفوان ہر کارواں سے عمیر کے متعلق پوچھتا تھا۔ ایک سوار آیا اس نے اسے حضرت عمیر کے اسلام کے متعلق بتایا۔ صفوان نے قسم اٹھائی کہ وہ کبھی بھی حضرت عمیر سے گفتگو نہیں کرے گا۔ نہ اسے فائدہ دے گا اور نہ ہی اس کے ساتھ ہمدردی کرے گا۔ جب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ آئے وہ پہلے اپنے گھر گئے صفوان کے پاس نہ گئے۔ اسلام کا اظہار کیا۔ اسلام کی طرف دعوت دی۔ یہ بات صفوان تک پہنچ گئی۔ اس نے کہا" مجھے اس وقت علم ہو گیا تھا جب وہ سیدھا میرے پاس نہ آیا کہ وہ صابی ہو گیا ہے میں اس کے ساتھ کبھی بھی کلام نہ کروں گا۔ نہ اسے اور نہ ہی اس کے اہل خانہ کو فائدہ دوں گا"۔ پھر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ صفوان کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے باآواز بلند کہا" صفوان! تو ہمارے سرداروں میں سے ایک سردار ہے۔ ہم جوان پتھروں کی عبادت کرتے اور ان کے لئے ذبح کرتے تھے کیا یہ دین ہے؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے بندے اور رسول ہیں"۔ صفوان نے جواب میں بات تک نہ کی۔ یہی حضرت عمیر رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے فتح مکہ کے روز صفوان کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پناہ طلب کی تھی پھر یہ صفوان بھی دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جعرانہ کے مقام پر مال غنیمت تقسیم فرمایا اور بکریوں سے لبریز وادی صفوان کو عطا کر دی۔ صفوان نے کہا" میں گواہی دیتا ہوں کہ بادشاہ خوشدلی سے اس قدر سخاوت نہیں کرتے انبیائے کرام ہی اس طرح سخاوت کے دریا بہا سکتے ہیں اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ! انہوں نے اپنا اسلام عمدہ کیا۔ ان کا شمار فضلاء صحابہ کرام میں ہونے لگا۔ انہیں سید البطحاء کہا جاتا تھا۔ یہ قریش کے فصحاء میں سے تھے۔

حضور سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض مشرکین کو فدیہ کے بغیر آزاد کر دیا۔ ان میں سے ایک ابو عزہ عمرو الجمحی شاعر بھی تھا۔ یہ اپنے شعروں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اذیت دیتا تھا۔ اس نے عرض کی" یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں تنگ دست ہوں میری اولاد کثیر ہے۔ آپ مجھ پر احسان فرمائیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر احسان فرمایا۔ دوسری روایت کے مطابق اس نے عرض کی" میری پانچ بیٹیاں ہیں۔ ان کے لئے مجھ پر رحم فرمائیں" آپ نے اس پر احسان فرماتے ہوئے اسے آزاد کر دیا۔ اس سے عہد لیا کہ وہ آپ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرے گا جب یہ مکہ معظمہ پہنچا تو اس نے کہا" میں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کر دیا ہے" یہ دوبارہ اپنے اشعار میں مسلمانوں کو اذیت دینے لگا۔ غزوۂ احد میں یہ مشرکین کے ساتھ نکلا۔ یہ مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا تھا۔ یہ غزوۂ احد میں بھی گرفتار ہو گیا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی گردن اڑا دینے کا حکم دیا۔ اس نے عرض کی" مجھے آزاد کر دیں مجھے چھوڑ دیں۔ میں توبہ کرتا ہوں" آپ نے فرمایا "مؤمن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا"۔ اس کی گردن اڑا دی گئی۔ اس کا سر اٹھا کر مدینہ طیبہ لایا گیا۔ اس کے متعلق

یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

وَ اِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ (الانفال:71)

''اور اگر آپ سے دھوکہ بازی کی (تو حیران کیوں ہو) انہوں نے تو دھوکہ کیا ہے اللہ سے پہلے ہی (اس لئے) تو اللہ نے قابو دے دیا تمہیں ان پر''۔

اہل مدینہ کو مژدہ جانفزا

جب حضور ﷺ مشرکین کی لاشوں کو گڑھے میں پھینکنے سے فارغ ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اہل عالیہ (مدینہ طیبہ کے قریب ایک جگہ) کی طرف اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اہل سافلہ کی طرف اس شاندار فتح کی بشارت دے کر بھیجا۔ آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی ''القصواء'' یا ''العضباء'' پر سوار کیا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اہل عالیہ میں یہ صدا لگانے لگے ''اے گروہ انصار! حضور ﷺ کی سلامتی تمہیں مبارک ہو۔ مشرکین کا قتل اور ان کا قیدی بن جانا مبارک ہو''۔ اسی طرح حضرت زید بن حارثہ نے اہل سافلہ میں ندا دی۔ انہوں نے کہا ''فلاں قتل ہو گیا۔ فلاں قیدی بن گیا''۔ اللہ تعالیٰ کا دشمن کعب بن اشرف ان دونوں کو جھٹلانے لگا۔ اس نے کہا ''اگر محمد عربی ﷺ نے انہیں تہ تیغ کر دیا ہے تو زمین کا اندرونی حصہ اس کے ظاہر سے بہتر ہے''۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''فتح کی خبر اس وقت مدینہ طیبہ پہنچی جب ہم لخت جگر مصطفیٰ ﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر انور پر مٹی ڈال رہے تھے۔ یہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ وقت وصال ان کی عمر بیس برس تھی۔ ان کے بعد حضور جان عالم ﷺ نے اپنی دوسری نور نظر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ جب ان کا بھی وصال ہو گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا ''عثمان کا نکاح کرا دو۔ اگر میری اور (غیر شادی شدہ) بیٹی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی ان سے کر دیتا۔ میں نے وحی الٰہی کے مطابق ان کا نکاح کیا تھا''۔ دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا ''اگر میرے پاس چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیتا حتیٰ کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتی''۔

علامہ حلبی نے لکھا ہے ''حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی والدہ آپ کی پھوپھی اروی بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھی۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ خوشخبری لے کر آئے تو ایک منافق نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''تمہارے ساتھی اس طرح متفرق ہوئے ہیں کہ اب وہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکیں گے۔ محمد عربی ﷺ شہید ہو چکے ہیں۔ ان کے صحابہ مغلوب ہو چکے ہیں۔ یہ ان کی اونٹنی ہے جس پر زید بن حارثہ سوار ہیں۔ رعب کی وجہ سے نہ جانے وہ کیا کہہ رہے ہیں''۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''مجھے اس منافق کی اس بکواس کا علم ہوا۔ میں اپنے والد گرامی قدر کے پاس آیا۔ جب وہ تنہا ہو گئے تو میں نے اس منافق کی اس بات کے بارے پوچھا۔ میں نے عرض کی ''جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں کیا وہ سچ ہے؟ انہوں نے فرمایا ''نور نظر! اللہ کی قسم! وہ سچ ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں''۔ یہ سن کر میرے دل کو تقویت نصیب ہوئی۔ میں اس منافق کے پاس گیا میں نے کہا ''تو حضور سید الانبیاء

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے غلط افواہ پھیلا رہا تھا۔ جب آپ تشریف لائیں گے تو ہم تجھے آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔ پھر تیری گردن اڑادی جائے گی"۔ اس منافق نے کہا "میں نے لوگوں کو یوں کہتے ہوئے سنا ہے"۔

مدینہ طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ نمائی

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ جب "الصفراء" گھاٹی سے باہر نکلے تو آپ نے مال غنیمت تقسیم کیا۔ آپ کے منادی نے یہ اعلان کیا "جس نے جسے قتل کیا ہو اس کا سامان اسے ملے گا۔ جس نے جس کو گرفتار کیا وہ قیدی اسی کا ہو گا۔ آپ نے غزوۂ بدر کے دوران بھی اسی طرح فرمایا تھا تاکہ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی جاسکے۔ آپ نے ان صحابہ کرام کے لئے بھی حصہ نکالا جو آپ کے حکم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے جو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لئے پیچھے رہ گئے تھے۔ انہیں اہل بدر میں شمار کیا جاتا ہے۔ اگرچہ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت نہیں کی جس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ آپ نے ان کے لئے مال غنیمت میں سے حصہ بھی نکالا۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بھی ایسے افراد میں تھے جو اس غزوہ میں شرکت نہ کر سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مدینہ پر اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی افراد میں سے تھے۔ آپ نے انہیں اہل قباء اور اہل عالیہ پر نائب مقرر فرمایا تھا۔ ان حضرات میں سے بعض ایسے بھی تھے جن کو آپ نے دشمن کی خبر لینے اور جاسوسی کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ وہ اس وقت واپس آئے جب یہ معرکۂ حق و باطل ختم ہو چکا تھا۔ وہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما تھے۔ حضرت حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ نے بھی اس غزوہ میں شرکت نہ کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بنو عمرو بن عوف پر امیر مقرر کیا تھا۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو صحابہ کرام آپ سے ملاقات کرنے اور شاندار فتح کی مبارکباد دینے کے لئے باہر نکل آئے۔ انہوں نے آپ سے ملاقات کی۔ جب آپ مدینہ طیبہ داخل ہوئے تو بچیوں نے یہ اشعار پڑھ کر آپ کا استقبال کیا۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

ہم پر ثنیۃ الوداع سے ماہ چہاردہم طلوع ہوا۔

وجب الشکر علینا ما دعا للہ داعی

ہم پر اس وقت تک اس نعمت کبریٰ کا شکر ادا کرنا واجب ہے جب تک رب تعالیٰ کی طرف سے بلانے والے دعوت دیتا رہے۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے آپ سے ملاقات کی اور عرض کی "ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ جس نے آپ کو فتح اور ظفر مندی عطا فرمائی اور آپ کی چشمان مقدس کو ٹھنڈک عطا فرمائی"۔

اہل مکہ کو خبر

حیسمان بن ایاس الخزاعی نے سب سے پہلے اہل مکہ کو قریش کی اس مصیبت کی خبر سنائی۔ وہ مکہ مکرمہ آیا اور جو حالات

دیکھ کر آیا تھا وہ بیان کرنے لگا اس نے کہا ''عتبہ، شیبہ، ابوجہل، امیہ فلاں اور فلاں سارے قتل ہو گئے۔ فلاں فلاں قیدی بن گئے صفوان بن امیہ حجر میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا ''بخدا! اس کی عقل کام نہیں کر رہی۔ اس سے میرے متعلق پوچھو'' لوگوں نے اس سے صفوان کے متعلق پوچھا'' لوگوں نے کہا ''صفوان بن امیہ کے ساتھ کیا ہوا؟'' اس نے کہا'' وہ حجر میں بیٹھا ہوا ہے'' بخدا! میں نے اس کا باپ اور بھائی قتل ہوتے دیکھے ہیں۔ پھر سفیان بن حارث آئے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد تھے۔ یہ آپ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ انہوں نے آپ کے ساتھ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا۔ یہ پہلے مشرک تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ بہت زیادہ عداوت رکھتے تھے۔ پھر اسلام لے آئے اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہجرت کی۔ انہوں نے اس وقت ابواء کے مقام پر آپ سے ملاقات کی جب آپ فتح مکہ کے لئے آرہے تھے۔ جب ابوسفیان بن حارث اہل مکہ کے پاس آئے تو ابولہب نے ان سے قریش کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا ''میرے قریب آجا۔ میرے پاس بڑی اندوہناک خبر ہے۔ بخدا! جب ہم مسلمانوں سے ملے تو وہ ہمارے کندھوں پر سوار ہو گئے۔ انہوں نے جیسے چاہا ہمیں قتل کیا۔ جیسے چاہا ہمیں قیدی بنایا۔ لیکن میں لوگوں پر ملامت نہیں کرتا۔ ہم نے سفید مرد دیکھے جو آسمان اور زمین کے مابین ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔ بخدا! ان کا مقابلہ کوئی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ پھر انہوں نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ انہوں نے فرمایا'' میں نے ابولہب سے کہا'' وہ ملائکہ تھے'' ابولہب نے یہ سن کر ہاتھ اٹھایا اور میرے چہرے پر زور سے تھپڑ مارا۔ میں اس کے ساتھ لڑنے لگا۔ اس نے مجھے پکڑا اور مجھے زمین پر پٹخ دیا۔ پھر مجھ پر بیٹھ کر مجھے مارنے لگا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت ام فضل اٹھیں۔ ان کا نام لبابہ بنت حارث ہلالیہ تھا۔ یہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ ان کا شمار اولین اہل ایمان میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ایک لکڑی لی اور ابولہب کے سر پر دے ماری۔ اسے زخمی کر دیا۔ انہوں نے اسے کہا'' کیا تو انہیں کمزور سمجھ رہا ہے کہ ان کا مالک ادھر موجود نہیں'' حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' ابولہب ذلیل ورسوا ہو کر چلا گیا''۔ پھر اس واقعہ کے بعد وہ سات دن ہی زندہ رہ سکا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ایک پھنسی پیدا کر دی۔ اہل عرب اس پھنسی سے بدفالی لیتے تھے۔ وہ کہتے کہ یہ متعدی ہو جاتی ہے ابولہب کی بیوی اور اس کے بیٹے اس سے پہلو تہی کرنے لگے حتیٰ کہ وہ موت کے گھاٹ اتر گیا۔ مرنے کے بعد تین روز تک وہ اس طرح پڑا رہا کہ کوئی اس کے قریب تک نہ جاتا تھا۔ جب اس کے اہل خانہ کو خدشہ ہوا کہ لوگ اس کی وجہ سے اسے برا بھلا کہیں گے تو انہوں نے اس کے لئے ایک گھڑا کھودا۔ اس میں ابولہب کو پھینک کر اوپر پتھر پھینک دیئے۔ ابولہب کی اولاد میں سے حضرت عتبہ اور حضرت معتب کو فتح مکہ کے روز اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ غزوۂ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ ان کی بہن حضرت درہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ انہیں بھی صحابیت کا درجہ نصیب ہوا۔ البتہ عتیبہ حالت کفر میں مر گیا۔ اس نے جب لخت جگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طلاق دی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے بددعا کی تو شام کے راستہ میں ایک شیر نے اسے چیر پھاڑ دیا۔ آپ نے اس کے لئے یہ بددعا کی ''مولا! اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط فرما''۔ جب اہل مکہ کو مشرکین کے قتل

اور قید ہو جانے کی تحقیق ہوئی تو انہوں نے اپنے مقتولوں پر بہت زیادہ نوحہ کیا۔ وہ ایک ماہ تک نوحہ کرتے رہے۔ عورتوں نے اپنے بال اکھیڑ پھینکے۔ ایک مقتول کی سواری یا گھوڑا لایا جاتا اسے پردوں سے ڈھانپ دیا جاتا اور عورتیں اس کے اردگرد نوحہ کرتیں۔ وہ گلیوں میں نکل جاتیں۔ پھر مشرکین کو مشورہ دیا گیا کہ وہ اس طرح نوحہ خوانی نہ کریں۔ اگر محمد عربی ﷺ اور ان کے ساتھیوں تک یہ خبر پہنچ گئی تو تم پر ہنسیں گے۔ اپنے مقتولوں پر نہ روؤ۔ حتیٰ کہ ہم مسلمانوں سے بدلہ لے لیں۔ اور ہمیں ان مقتولوں سے صبر نصیب ہو سکے۔

نجاشی کا عمل

جب نجاشی تک حضور ﷺ کی فتح و کامرانی کی خبر پہنچی تو وہ بہت زیادہ خوش ہوا۔ اس نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اور ان کے ساتھیوں کو بلایا۔ جب وہ اس کے دربار میں پہنچے تو انہوں نے اسے پایا کہ وہ مٹی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پرانے کپڑے پہن رکھے تھے۔ صحابہ کرام نے پوچھا "شاہ والا! آپ نے یہ حلیہ کیوں بنا رکھا ہے؟" بادشاہ نے ان سے کہا "میں تمہیں ایسی خبر سنانے لگا ہوں جو تمہیں خوش کر دے گی۔ تمہاری سرزمین کی طرف سے میرے پاس میرا ایک جاسوس آیا ہے۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے دین کی مدد کی ہے۔ اس نے ان کے فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں دشمن کو ہلاک کر دیا ہے۔ اس نے بہت سے مشرکین کے نام لئے۔ میدان بدر میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ اس میدان میں بہت سے اراک کے درخت ہیں۔ میں وہاں اپنے آقا کی بکریاں چراتا تھا۔ میرے مالک کا تعلق بنو ضمرہ سے تھا۔" حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا "شاہ ذی شان! آپ مٹی پر کیوں بیٹھے ہیں۔ اور یہ بوسیدہ کپڑے کیوں پہن رکھے ہیں؟" بادشاہ نے کہا "میں نے اس حیات آفرین پیغام میں پایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام پر نازل کیا۔ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ جب وہ اپنے بندوں پر نعمت کرے تو وہ اس کے لئے عاجزی کا اظہار کریں"۔ دوسری روایت کے مطابق بادشاہ نے کہا "جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کے پروردگار کی طرف سے کوئی نعمت ہوتی تو ان کی تواضع میں اضافہ ہو جاتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی یہ نصرت فرمائی تو میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے اس تواضع کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے میدان بدر میں مشرکین کو جڑ سے اکھیڑ کر رکھ دیا ہے"۔

مشرکین مکہ نے کہا "ہم ان مسلمانوں سے اپنا بدلہ لے سکتے ہیں جو سرزمین حبشہ میں ہیں۔ ہم نجاشی کے پاس جاتے ہیں تاکہ وہ وہاں موجود مسلمانوں کو ہمارے حوالے کر دے اور ہم اپنے مقتولین کے عوض انہیں قتل کر ڈالیں"۔ قریش نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو حبشہ بھیجا۔ (بعد میں یہ دونوں مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے) تاکہ نجاشی مسلمانوں کو ان کے حوالے کر دے۔ قریش نے ان کے ہمراہ نجاشی اور اس کے درباریوں کے لئے تحائف بھی بھیجے۔ مگر یہ دونوں حبشہ سے خائب و خاسر واپس لوٹ آئے۔ یہ واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تیسری بار بھی حبشہ گئے تھے یہ واقعہ عنقریب آئے گا۔ وہاں ان کے اسلام لانے کا واقعہ بھی بیان ہو گا۔

شہدائے بدر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مؤید و منصور مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ اس شاندار فتح نے آپ کے سارے دشمن لرزہ براندام ہو گئے۔ بہت سے اہل مدینہ مشرف باسلام ہو گئے۔ عبداللہ بن ابی بھی ظاہراً اسلام میں داخل ہو گیا۔ یہودیوں نے کہا ''آپ وہی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کا تذکرہ ہم تورات میں پاتے ہیں'' بہت سے یہودی دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے باقی اپنے کفر پر ہی ڈٹے رہے۔

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ (الاعراف: 186)

''جسے گمراہ کردے اللہ تو نہیں کوئی ہدایت دینے والا اسے''۔

غزوۂ بدر میں چودہ خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سروں پر شہادت کا تاج سجایا گیا۔ ان میں چھ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے تھے۔ انصار میں سے چھ کا تعلق بنو خزرج سے اور دو کا تعلق اوس کے ساتھ تھا۔ مہاجرین شہداء میں سے حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب رضی اللہ عنہ تھے۔ عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ مقابلہ کرتے وقت ان کی ٹانگ کٹ گئی تھی۔ انہوں نے صفراء کے مقام پر وصال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔ حضرت مجع رضی اللہ عنہ کے سر پر بھی اسی روز شہادت کا تاج سجا۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے ہی جام شہادت نوش کیا تھا۔ اس امت بیضاء کے شہداء میں سے روز حشر سب سے پہلے انہیں ہی پکارا جائے گا۔ انہوں نے عامر بن حضرمی کا تیر لگنے کی وجہ سے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی روز شہادت کی قبائے رنگین زیب بدن کی۔ یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو کمسن ہونے کی وجہ سے واپس لوٹانا چاہا تو یہ رونے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روتے ہوئے دیکھا تو انہیں اذن عطا فرمادیا۔ وقت شہادت ان کی عمر سولہ برس تھی۔ اسی طرح حضرت صفوان بن بیضاء الفہری، حضرت ذوالشمالین عمیر (یا حارث) اور ایک روایت کے مطابق عمرو بن عبد عمرو اللیثی خزاعی نے بھی اسی روز جام شہادت نوش کیا تھا۔ خزرجی انصاری صحابہ کرام میں سے حضرت عوف بن عفراء، حضرت حارث بن سراقہ، حضرت یزید بن حارث، حضرت رافع بن معلّٰی، حضرت عمیر بن حمام نے اور اوس انصاری صحابہ کرام میں سے حضرت سعد بن خیثمہ اور حضرت مبشر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہم اجمعین نے جام شہادت نوش کیا۔ میدان بدر کو ان سب کی آخری آرام گاہ کا شرف بننے کی شہادت ازلی نصیب ہوئی لیکن حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو مقام صفراء یا روحاء میں دفن کیا گیا۔ کیونکہ ان کا وصال بعد میں ہوا۔

امام طبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''وہ خوش نصیب جنہوں نے غزوۂ بدر میں جام شہادت نوش کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو جنت میں سبز پرندوں میں رکھا۔ وہ جنت میں سیر کرتے رہتے ہیں۔ وہ جنت میں محو سیر تھے کہ رب تعالیٰ نے انہیں اوپر سے دیکھا۔ اس نے فرمایا ''اے میرے بندو! تم کیا چاہتے ہو؟'' انہوں نے عرض کی ''مولا! اس نعمت سے بالا بھی کوئی نعمت ہے؟'' اس نے پھر فرمایا ''تم کیا چاہتے ہو؟'' چوتھی بار رب تعالیٰ نے اسی طرح فرمایا تو انہوں نے عرض کی ''ہماری ارواح کو ہمارے اجسام میں لوٹا دے۔ ہمیں اسی طرح شہید کر دیا جائے جس طرح ہم

پہلے شہید ہوئے تھے"۔

"المواہب" میں ہے۔ان صحابہ کرام کے سروں پر شہادت کا تاج زرنگار سج گیا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ پر قدح نہیں ہو سکتی جو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا کہ انہیں قریش پر فتح اور کامیابی حاصل ہو گی۔اس نے ارشاد فرمایا

وَاِذْ یَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآىِٕفَتَیْنِ (الانفال:7)

"اور یاد کرو جب وعدہ فرمایا تم سے اللہ نے ایک کا ان دو گروہوں سے"۔

کیونکہ اس نے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ ان میں سے کسی کے سر پر شہادت کا تاج نہیں سجایا جائے گا۔اس لئے یہ وعدہ ان کی شہادت کے منافی نہیں۔وعدہ پورا ہو گیا۔وہ اس وعدہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر غالب آگئے۔اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔اس نے اپنے وعدہ کے مطابق اہل ایمان کی مدد کی۔الحمد للہ علی ذالك۔

میدان بدر میں فتح ونصرت کی علامت

اس غزوہ میں ستر مشرکین واصل جہنم ہوئے۔ستر مشرکین ہی قیدی بنے۔امام بخاری نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

"المواہب" اور اس کی شرح میں ہے کہ ابن مرزوق نے "البردۃ" کی شرح میں لکھا ہے "عرصہ طویل گزر جانے کے باوجود غزوۂ بدر کی نشانیاں ابھی تک باقی ہیں۔میں نے کئی حجاج کرام سے سنا ہے کہ جب وہ میدان بدر سے گزرے تو انہوں نے اس طرح طبل کی آواز سنی جس طرح بادشاہوں کے لئے طبل بجایا جاتا ہے۔وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اہل ایمان کی نصرت کی علامت ہے۔بعض اوقات میں نے ان لوگوں کا انکار کر دیا اور بعض اوقات اس کی تاویل کی کہ وہ سخت زمین ہے۔ممکن ہے وہاں جانوروں کے سموں سے اس طرح آواز آتی ہو جس طرح طبل بجایا جاتا ہے۔ان حاجیوں نے مجھے بتایا کہ وہ جگہ نرم ہے۔سخت نہیں ہے وہاں اکثر اونٹ چلتے ہیں۔اونٹوں کے چلنے سے زمین میں آواز پیدا نہیں ہوتی"۔"پھر جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام فرمایا۔میں اس نور فشاں زمین تک پہنچا۔میں اپنی سواری سے نیچے اتر آیا۔میرے ہاتھ میں ام غیلان کا عصا تھا۔میں یہ خبر بھول چکا تھا جو میں حاجیوں سے سنا کرتا تھا۔وہ مجھے بالکل یاد نہ تھی۔میرے ہمراہ صرف ایک خادم تھا۔اس نے مجھے کہا "کیا تم طبل کی آواز سن رہے ہو؟" جب میں نے یہ سنا تو مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔مجھے وہ خبر یاد آگئی جو حاجی مجھے بتاتے تھے۔ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔میں نے طبل کی آواز سنی۔میں فرح وہیبت سے مدہوش سا تھا۔مجھے ذرا شک گزرا میں نے کہا "شاید ہوا میرے اس عصا سے ٹکرا رہی ہو جو میرے ہاتھ میں تھا۔میں زمین پر بیٹھ گیا یا مضبوطی سے کھڑا ہو گیا یا میں نے یہ سب کچھ کیا۔میں نے حقیقی طور پر طبل کی آواز سنی۔مجھے کوئی شک نہ رہا کہ وہ طبل کی آواز تھی۔یہ آواز یمن کی طرف سے آ رہی تھی۔جبکہ ہم مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے تھے۔ہم میدان بدر میں ہی فروکش ہو گئے۔میں اس روز اس طبل کی آواز یکے بعد دیگرے سنتا رہا۔میں نے تجربہ کیا کہ وہ آواز سارے لوگ نہیں سن سکتے"۔

علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ تاریخ الخمیس کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "جب میں 936ھ میں میدان بدر میں اترا۔میں

نے بدھ کے روز نماز فجر ادا کی۔ ماہ شعبان کے ابتدائی ایام تھے۔ ہم نے وہاں ایک روز قیام کیا۔ میں نے اس طبل کی آواز سنی۔ وہ آواز ایک بلند و بالا ٹیلے سے آ رہی تھی۔ وہ ٹیلہ بدر کے شمال کی طرف تھا۔ میں اس ٹیلے کے نیچے اترا میں نے ٹیلے کے دامن میں بڑے طبل کی آواز سنی۔ بلاشبہ وہ طبل ہی کی آواز تھی۔ وہ آواز کئی بار آئی۔ دیگر لوگوں نے بھی وہ آواز اسی طرح سنی جس طرح میں نے سنی تھی۔ کبھی یہ آواز ہمارے نیچے سے آنے لگتی۔ پھر رک جاتی کبھی یہ آواز ہمارے پیچھے سے آنے لگتی کبھی یہ آواز ہمارے سامنے اور کبھی ہمارے شمال کی سمت سے آنے لگتی۔ وہ وقت بھی بڑا خوش گوار تھا۔ جس میں تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔

اہل بدر کی فضیلت

اہل بدر کی فضیلت میں بہت سی روایات اور آثار ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ اہل بدر کو کیسے سمجھتے ہیں؟" آپ نے فرمایا "تمام مسلمانوں سے افضل" حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے عرض کی "غزوہ بدر میں شرکت کرنے والے فرشتے بھی اسی طرح ہیں" ایک اور روایت میں ہے "غزوہ بدر میں شرکت کرنے والے ملائکہ ان ملائکہ سے افضل ہیں جو پیچھے رہ گئے تھے"۔

امام طبرانی نے جید سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو اپنا دیدار کرایا اور فرمایا "جو چاہو کرو میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے یا تمہارے لئے جنت واجب کر دی ہے"۔ یعنی تمہاری سابقہ اور آئندہ لغزشوں کو معاف کر دیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فرمان اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ رب تعالیٰ نے ان صحابہ کرام کو مستقبل میں گناہوں سے محفوظ کر دیا تھا۔ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ ان سے کسی ناز یبا امر کا صدور ہو گیا تو فوراً وہ در توبہ پر جھک گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا یا ایسی چیز پائی گئی جس سے ان کے گناہوں کی پردہ پوشی ہو گئی۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ گناہوں کو ان کے لئے مباح کر دیا گیا یا انہیں گناہوں پر انہیں ابھارا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اہل بدر کی بہت زیادہ تکریم کرتے تھے۔ اور انہیں دوسروں پر ترجیح دیتے تھے۔ روایت ہے کہ بدری صحابہ کرام کی ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئی۔ آپ ایک جگہ تشریف فرما تھے جگہ تنگ تھی۔ آپ کے ہمراہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت تھی۔ بدری صحابہ کرام سلام عرض کرنے کے بعد کھڑے رہے۔ تاکہ دوسرے صحابہ کرام ان کے لئے جگہ بنائیں۔ مگر صحابہ کرام بیٹھے رہے۔ بدری صحابہ کرام کا اس طرح کھڑا رہنا سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑا شاق گزرا۔ آپ نے بیٹھے ہوئے صحابہ کرام میں سے جو اہل بدر میں سے نہ تھے۔ آپ نے انہیں فرمایا "اے فلاں! اٹھو۔ اے فلاں اٹھو" آپ نے اس شخص کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھ لئے تھے جسے آپ نے کھڑا کیا تھا۔ آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اپنے بھائی کے لئے محفل میں جگہ بنائی" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا۟ فِى ٱلْمَجَٰلِسِ فَٱفْسَحُوا۟ يَفْسَحِ ٱللَّهُ لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ ٱنشُزُوا۟ فَٱنشُزُوا۟ (المجادلہ: 11)

"اے ایمان والو جب تمہیں کہا جائے کہ (آنے والوں کے لئے) جگہ کشادہ کرو مجلس میں تو کشادہ کر دیا کرو اللہ

تمہارے لئے کشادہ فرمائے گا جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہوا کرو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو"۔

بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بدری صحابہ کرام کے لئے اٹھنے لگے اور انہیں جگہ دینے لگے۔

بہت سے علماء کرام نے بیان کیا ہے کہ شہداء بدر کے مبارک ناموں کو پڑھنا اور ان کے وسیلہ سے دعا مانگنا انہیں لکھنا اٹھانا اور گھروں میں لٹکانا حفاظت، نصرت، فتح اور دشمن کے مکر و فریب اور ظالموں کے ظلم سے سلامتی کا ذریعہ ہے۔ ان اسماء مبارکہ کے بہت سے فوائد اور خواص ہیں۔ میں نے اہل بدر کے مناقب کے ساتھ ساتھ شہدائے بدر کے اسماء کے خواص پر علیحدہ تالیف رقم کی ہے۔ اسی طرح غزوۂ بدر پر ایک علیحدہ کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب میں یہی تفصیل کافی ہے"۔

غزوۂ بنی سُلیم

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ بدر سے واپس تشریف لائے تو مدینہ منورہ میں صرف سات راتیں قیام فرما رہے۔ پھر آپ بنو سلیم کے ساتھ جہاد کرنے کے ارادہ سے تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ میں حضرت سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ نمازوں کی امامت حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی۔

جس غزوہ میں بھی سپہ سالار اعظم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا اس میں صرف نمازوں کی امامت ہی ان کے سپرد کی کیونکہ وہ نابینا تھے اور نابینا کا فیصلہ درست نہیں ہوتا۔ اس امر کے متعلق اور بھی اقوال ہیں۔

تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔ عَلَم اٹھانے کی سعادت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حاصل کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو سلیم کے چشموں میں سے ایک چشمہ تک پہنچے جسے "الکدر" کہا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تین دن قیام فرما رہے۔ پھر مدینہ منورہ واپس آگئے۔ ان کے ساتھ جنگ کرنے کی نوبت نہ آئی۔ بنو سلیم بھاگ کر پہاڑوں پر چڑھ گئے ان کے مویشی اسی جگہ ہی تھے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر قبضہ کر لیا۔ انہیں مدینہ طیبہ لے آئے "صرار" کے مقام پر انہیں تقسیم فرمایا (صرار مدینہ طیبہ سے تین میل دور ایک جگہ کا نام ہے) ان مویشیوں میں پانچ سو اونٹ بھی تھے۔ اس مہم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پندرہ روز صرف ہوئے۔

غزوۂ بنی قینقاع

بنو قینقاع کی عہد شکنی

بنو قینقاع یہودیوں کا مشہور قبیلہ تھا۔ ان کے گھر "عالیہ" کی سمت بطحان کے پاس تھے۔ یہ قبیلہ یہودیوں کے سارے قبائل سے بہادر تھا۔ یہ سنارے تھے۔ یہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی کے حلیف تھے۔

جب غزوہ بدر رونما ہوا تو انہوں نے بغاوت و حسد کا اظہار کیا۔ انہوں نے عہد شکنی کی۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو قینقاع، بنو قریظہ اور بنو نضیر کے ساتھ معاہدہ کیا تھا کہ وہ نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کریں گے نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خلاف دشمن کی مدد کریں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ رہیں گے۔ آپ ﷺ کے مخالف کے ساتھ تعاون نہیں کریں گے۔ ایک قول کے مطابق ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ حضور ﷺ کی اس وقت مدد کریں گے جب آپ کسی دشمن سے نبرد آزما ہوں گے۔ بنوقینقاع نے سب سے پہلے اس معاہدہ کو توڑا کیونکہ ان کے سینوں میں سرور کائنات ﷺ کے ساتھ دشمنی وعداوت کے شعلے سب سے زیادہ تھے۔

ان کی عہد شکنی اور دھوکہ دہی کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مقام بدر میں سکونت پذیر ایک انصاری صحابی کی زوجہ بنوقینقاع کے بازار میں آئیں۔ وہ ایک برتن فروخت کرنا چاہتی تھیں۔ وہ ان کے ایک سنارے کے پاس گئیں وہاں یہودیوں کے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس خاتون محترمہ کو چہرے سے نقاب ہٹانے کے لیے کہا مگر اس عظیم خاتون نے انکار کر دیا۔ سنارا اس خاتون کے کپڑے کی ایک طرف گیا۔ کپڑے کی ایک سمت کو اس خاتون کی پشت کے ساتھ باندھ دیا۔ دوسری روایت کے مطابق اسے کانٹے کے ساتھ باندھ دیا۔ مگر اس خاتون کو علم نہ ہو سکا۔ جب وہ اٹھ کر جانے لگی تو اس کی شرم گاہ ننگی ہو گئی۔ یہودی ہنسنے لگے۔ وہ خاتون یہودیوں کی اس کارستانی پر چیخ پڑی۔ وہاں ایک غیرت مند مسلمان بھی تھا اس نے سنارے پر حملہ آور ہو کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہودیوں نے اس باغیرت مسلمان پر حملہ کر دیا اور اسے شہید کر دیا۔ اہل اسلام نے مسلمانوں سے یہودیوں کے خلاف مدد طلب کی۔ یہودیوں کی ان نازیبا حرکات پر مسلمانوں کو سخت غصہ آیا۔ مسلمان ہر سمت سے آنے لگے۔ اس واقعہ کی خبر نبی مکرم ﷺ تک بھی پہنچ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ہم نے انہیں یہاں ٹھہرنے کی اجازت اس لیے تو نہیں دی"۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ پہلے ان کے حلیف تھے۔ پھر انہوں نے بھی ان سے برأت کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے فرمایا "میں اللہ رب العزت اور اس کے رسول معظم ﷺ کے ساتھ دوستی لگاتا ہوں۔ ان کفار کی دوستی سے میں برأت کا اعلان کرتا ہوں۔ مگر عبداللہ بن ابی ان یہودیوں کے ساتھ چمٹا رہا۔ اس نے اس طرح برأت کا اظہار نہ کیا۔ جس طرح حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اسی واقعہ کے متعلق یہ آیات قرآنیہ نازل ہوئیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥١﴾ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَن تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِندِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسَرُّوا فِي أَنفُسِهِمْ نَادِمِينَ ﴿٥٢﴾ وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ ﴿٥٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٤﴾ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (المائدہ)

''اے ایمان والو! نہ بناؤ یہود و نصاریٰ کو (اپنا) دوست (اور مددگار) وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جس نے دوست بنالیا انہیں تم میں سے سو وہ انہیں میں سے ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔ سو آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے کہ وہ دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں یہود و نصاریٰ کی طرف۔ کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم پر کوئی گردش نہ آجائے۔ وہ وقت دور نہیں جب اللہ تعالیٰ (تمہیں) دے دے فتح کامل یا (ظاہر کر دے کامیابی کی) کوئی بات اپنی طرف سے تو پھر ہو جائیں گے اس پر جو انہوں نے چھپا رکھا تھا اپنے دلوں میں نادم، اور اس وقت کہیں گے ایمان والے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے قسمیں اٹھائیں تھیں اللہ کی سخت سے سخت کہ وہ یقیناً تمہارے ساتھ ہیں۔ اکارت گئے ان کے اعمال اور ہو گئے وہ (سراسر) نقصان اٹھانے والے۔ اے ایمان والو! جو پھر گیا تم میں سے اپنے دین سے (تو اس کی بدنصیبی) سو عنقریب لے آئے گا اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم محبت کرتا ہے اللہ ان سے اور وہ محبت کرتے ہیں اس سے۔ ملامت کرنے والے کی ملامت سے یہ (محض) اللہ کا فضل (و کرم) ہے نوازتا ہے اسے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی کشادہ رحمت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔ تمہارا مددگار تو صرف اللہ اور اس کا رسول (پاک) ہے اور ایمان والے ہیں جو صحیح صحیح نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور (ہر حال میں) وہ بارگاہ الٰہی میں جھکنے والے ہیں اور (یاد رکھو) جس نے مددگار بنایا اللہ تعالیٰ کو اور رسول کریم ﷺ کو اور ایمان والوں کو (تو وہ اللہ تعالیٰ کے گروہ سے ہیں اور) بلاشبہ اللہ کا گروہ ہی غالب آنے والا ہے''۔

تاجدار عرب و عجم ﷺ نے ان یہودیوں کو جمع فرمایا اور انہیں فرمایا ''اے گروہ یہود! اللہ رب العزت سے ڈرو کہ وہ کہیں تم پر ایسا عذاب نازل نہ کر دے جس طرح کا عذاب اس نے قریش پر نازل کیا۔ اسلام قبول کر لو تم خوب جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں۔ یہ بات تم اپنی کتاب میں بھی پاتے ہو۔ تمہارا رب تعالیٰ کے ساتھ یہ عہد بھی ہے'' یہودیوں نے کہا: محمد عربی ﷺ! آپ ہمیں اپنی قوم قریش کی مانند سمجھتے ہیں مگر یہ بات آپ کو دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ آپ نے ایسی قوم کے ساتھ معرکہ آزمائی کی ہے جو فن حرب سے نا آشنا تھی۔ آپ نے ان پر فتح حاصل کر لی۔ بخدا! اگر ہم نے آپ کے ساتھ جنگ کی تو آپ جان لیں گے کہ ہم کتنے بہادر ہیں''۔

دوسری روایت میں ہے۔ یہودیوں نے کہا ''آپ کو ابھی تک ہم جیسی قوم سے واسطہ ہی نہیں پڑا''۔ کیونکہ بنی قینقاع سارے یہودیوں سے شجاع تھے ان کے پاس مال و دولت کے بھی انبار تھے۔ سرکشی اور بغاوت میں بھی سب سے آگے تھے۔ اللہ رب العزت نے ان کے متعلق یہ قرآنی آیات نازل کیں۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ

فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ ۚ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ (آل عمران)

''(اے میرے رسول) فرمادو ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا کہ عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے اور ہانکے جاؤ گے جہنم کی طرف اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ بیشک تھا تمہارے لیے عبرت کا نشان (ان) دو گروہوں میں جو ملے تھے (میدان بدر میں) ایک گروہ لڑتا تھا اللہ کی راہ میں اور دوسرا کافر تھا۔ دیکھ رہے تھے (مسلمان) انہیں اپنے سے دوچند (اپنی آنکھوں سے) اور اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے اپنی نصرت سے جس کی چاہتا ہے۔ یقیناً اس واقعہ (بدر) میں بہت بڑا سبق ہے آنکھ والوں کے لیے۔

پھر یہودی اپنے قلعوں میں قلعہ بند ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ پندرہ روز تک ان کا سخت محاصرہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصف شوال کو ان کی طرف تشریف لے گئے۔ ذوالقعدہ کا چاند نمودار ہونے تک وہیں جلوہ افروز رہے۔ اسلام کا جھنڈا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ حضرت ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ اللہ رب العزت نے یہودیوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ چار سو یہودی زرہ کے بغیر تھے جبکہ تین سو نے زرہیں پہن رکھی تھیں۔ انہوں نے سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ آپ ان کے رستہ سے ہٹ جائیں۔ انہیں مدینہ طیبہ سے جلاوطن کر دیں ان کی عورتیں اور بچے ان کے پاس ہی رہیں۔ جبکہ اموال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہی ہوں گے جن میں ان کا اسلحہ بھی شامل تھا۔ وہ کھجوروں کے باغات اور اپنی زمینیں بھی دینے کے لیے تیار تھے۔ انہی شرائط پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ صلح کر لی۔ ان کے اموال کا خمس نکالا گیا۔ چار حصے مومن مجاہدین کے لیے رکھے گئے۔ پانچواں حصہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مختص ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ بنوقینقاع کے یہودی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر راضی ہو گئے۔ آپ نے ان کے کندھے باندھنے کا حکم دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے قتل کا ارادہ فرمائے ہوئے تھے۔ عبداللہ بن ابی نے ان کے بارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات چیت کی۔ اس نے اصرار کرتے ہوئے عرض کی ''محمد عربی! صلی اللہ علیک وسلم میرے موالی پر احسان فرمائیں'' آپ نے اس سے اعراض فرمایا۔ عبداللہ بن ابی نے پیچھے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ میں ہاتھ ڈال لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تیرے لیے ہلاکت! مجھے چھوڑ دے'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت غصے میں ہو گئے۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام نے غصہ کی سرخی آپ کے چہرۂ انور پر دیکھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تیرے لیے ہلاکت! مجھے چھوڑ دے'' اس نے کہا ''بخدا! میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ آپ میرے موالی پر احسان فرمادیں۔ ان میں سے چار سو زرہ کے بغیر اور تین سو زرہ پوش ہیں۔ وہ ہر سرخ اور سیاہ سے میرا دفاع کرتے ہیں۔ مگر آپ ایک دن میں ان سب کی گردنیں اڑا دیں گے۔ اللہ کی قسم! میں ایسا انسان ہوں جو گردشِ زمانہ سے ڈرتا ہے'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''انہیں چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے۔ ان کے ہمراہ منافق پر بھی لعنت کرے'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان یہودیوں کو قتل نہ کیا۔ آپ نے ابن ابی سے فرمایا: انہیں لے لے۔ اللہ تمہارے لیے ان میں برکت نہ

ڈالے" یہ ارشاد ربانی اسی واقعہ کے متعلق ہے:

فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَن تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ

"سو آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں (نفاق) کا مرض ہے کہ دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں یہود و نصاریٰ کی طرف کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم پر کوئی گردش نہ آ جائے"۔(المائدہ:52)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان یہودیوں کو جلاوطنی کا حکم دے دیا۔ جلاوطنی کا کام حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا۔ آپ نے انہیں تین دن کی مہلت دی۔ انہوں نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ وہ انہیں تین روز سے زیادہ مہلت دیں۔ مگر انہوں نے فرمایا "نہیں! ایک لحہ کی بھی مزید مہلت نہیں" وہ یہودی شام کی بستی اذرعات کی طرف چلے گئے۔ ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ وہ سارے ہلاک ہو گئے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن ابی سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے لیے ان میں برکت نہ ڈالے"۔

یہ بھی روایت ہے کہ یہودیوں کی جلاوطنی سے قبل ابن ابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاشانہ اقدس میں حاضر ہوا تا کہ ان کی جلاوطنی کو روکے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاشانہ اقدس کے اندر تشریف لے گئے۔ اس نے اندر جانے کی کوشش کی تو صحابہ کرام نے اسے روک دیا۔ اس نے اپنا چہرہ دیوار پر دے مارا۔ اسے زخمی کر لیا پھر غصہ کی حالت میں واپس لوٹ گیا۔ بنوقینقاع نے کہا "ہم اس شہر میں نہیں ٹھہر سکتے جس میں ابوالحباب (ابن ابی) کے ساتھ ایسا سنگدلانہ سلوک کیا جائے۔ اس کی مدد نہ کی جائے" انہوں نے جلاوطنی کی تیاری شروع کر دی۔

بعض روایات کے مطابق یہود کو جلاوطن کرنے کی مہم حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی۔ ممکن ہے اس امر میں حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما دونوں شریک ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان یہودیوں کے گھروں میں بہت سا اسلحہ پایا۔ کیونکہ یہ سارے یہودیوں سے زیادہ ثروت مند اور فن حرب سے آشنا تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اسلحہ سے تین کمانیں لیں۔ ایک کو "الکتوم" کہا جاتا تھا کیونکہ جب اس سے تیراندازی کی جاتی تھی تو اس سے آواز نہیں نکلتی تھی۔ دوسری کمان کو "الروحاء" جبکہ تیسری کمان کو "البیضاء" کہا جاتا تھا۔ آپ نے دو زرہیں لیں جن میں سے ایک کو "السغدیہ" دوسری کو "فضہ" کہا جاتا تھا۔ "السغدیہ" کے بارے روایت ہے کہ یہی وہ زرہ تھی جسے حضرت داؤد علیہ السلام نے اس وقت زیب بدن کر رکھا تھا جب انہوں نے جالوت کو قتل کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین نیزے اور تین تلواریں بھی لیں۔ ایک زرہ حضرت محمد بن مسلمہ کو دوسری حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کو عنایت فرمائی۔ باقی مال و دولت اور اسلحہ صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا۔

ابوعفک یہودی کا قتل

"المواہب" میں ابوعفک کے قتل کا تذکرہ غزوۂ بنوقینقاع سے پہلے ہے۔ انہوں نے لکھا ہے "حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ ماہ شوال میں ابوعفک کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے گئے۔ ابوعفک ایک عمر رسیدہ یہودی تھا اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ وہ لوگوں کو حضور شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے پر ابھارتا تھا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اشعار بھی کہتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا "اس خبیث کو کون واصل جہنم کرے گا؟ حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی "میں نے نذر مانی ہوئی ہے کہ میں ابوعفک کو جہنم رسید کروں گا یا خود شہید ہو جاؤں گا" وہ موقعہ کی تاڑ میں رہے۔ ایک گرم رات تھی۔ ابوعفک اپنے گھر کے صحن میں سویا ہوا تھا۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو اس کے بارے علم ہو گیا۔ وہ اس کے پاس آئے۔ اس کے جگر پر اپنی تلوار رکھی۔ پھر اس پر وزن ڈالا حتیٰ کہ اسے اس کے جسم میں داخل کر دیا۔ اللہ کا دشمن ابوعفک چیخ پڑا۔ کفر و تمرد میں اس کے ساتھی دوڑ کر اس کے پاس گئے۔ وہ اسے اندر لے گئے مگر وہ مر گیا۔ انہوں نے قبر کھود کر اسے دفن کر دیا۔ حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو گئے اور ابوعفک کی موت کا مژدۂ جانفزاء سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دعائے خیر سے نوازا۔

غزوۂ سویق

ابوسفیان کی نذر

جب میدانِ بدر میں کفارِ قریش کو عبرت ناک ہزیمت اٹھانی پڑی تو ابوسفیان نے قسم اٹھائی کہ وہ نہ عورت کو ہاتھ لگائے گا اور نہ ہی خوشبو لگائے گا حتیٰ کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بدلہ لے لے۔ وہ اپنی قسم پوری کرنے کے لیے دو سو سواروں کو لے کر نکلا۔ وہ مدینہ طیبہ سے ایک برید (12 میل) دور ٹھہرا۔ پھر یہودیوں کے قبیلہ بنونضیر کے پاس آیا۔ بنونضیر کے رئیس حیی بن اخطب کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ رات کا وقت تھا۔ اس کے دروازہ پر دستک دی۔ اس نے خوف کی وجہ سے دروازہ نہ کھولا۔ ابوسفیان واپس آ گیا۔ بنونضیر کے سردار سلام بن مشکم کے پاس گیا۔ سلام بن مشکم یہودیوں کے مالی امور کا نگران تھا۔ یہودی اپنے مشکل حالات کے لیے مال و دولت اسی کے پاس جمع کرتے تھے۔ ابوسفیان نے اس سے اجازت طلب کی۔ اس نے ابوسفیان کو اجازت دے دی۔ اس کی خوب ضیافت کی۔ پھر ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے پاس گیا۔ قریش کے کچھ لوگ مدینہ طیبہ کے گرد و نواح میں بھیجے۔ انہوں نے نخلستان کو جلا دیا۔ نخلستان میں معبد بن عمرو اور انصار کے ایک حلیف کو پایا تو انہیں قتل کر دیا۔ پھر واپسی کی راہ لی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعاقب کرنا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس جانکاہ حادثہ کا علم ہوا تو آپ مہاجرین و انصار میں سے دو سو مجاہدین لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں نکلے۔ جب آپ اس غزوہ کے لیے روانہ ہوئے تو ذوالحجہ کے پانچ دن گزر چکے تھے۔ حضرت بشیر بن عبدالمنذر انصاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھی چھپ چھپ کر بھاگتے جا رہے تھے۔ وہ ستو کی بوریاں پھینکتے جا رہے تھے۔ ان کا زادِ راہ ستو ہی تھا۔ مسلمان وہ بوریاں اٹھاتے جا رہے تھے۔ مشرکینِ مکہ جان بچا کر بھاگ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پانچ ایام اس مہم میں صرف ہوئے۔ ابوسفیان نے اپنی اس مہم کے بعد سمجھا کہ اس نے اپنی قسم پوری کر دی ہے۔

ایک مسئلہ کی وضاحت

بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ ابوسفیان نے نذر مانی کی وہ غسل جنابت نہیں کرے گا حتیٰ کہ محمد عربی ﷺ سے بدلہ لے لے۔ یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کفار جنابت سے غسل کیا کرتے تھے۔ اسی لیے علامہ امیری نے لکھا ہے "وضو کی آیت میں غسل کا تذکرہ نہ ہونے میں یہی حکمت کارفرما ہے کیونکہ جنابت سے غسل اسلام سے قبل بھی معروف تھا۔ یہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے دین کی باقی ماندہ چیزوں میں سے تھا۔ اس کا تعلق پرانی شریعتوں کے ساتھ تھا"۔ بعض علماء نے فرمایا ہے: "کفار زمانہ جاہلیت میں جنابت سے غسل کیا کرتے تھے۔ اپنے مردوں کو غسل دیتے تھے۔ مردوں کو کفن دیتے تھے۔ ان کی نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ ان کی نماز جنازہ یہ تھی کہ مردہ کا ولی کھڑا ہو جاتا تھا۔ مردے کو چارپائی پر رکھا جاتا۔ ولی مردہ کے محاسن بیان کرتا۔ اس کی تعریف میں رطب اللسان ہوتا۔ پھر کہتا "اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے" پھر اسے دفن کر دیا جاتا"۔

علامہ امیری کے اس قول سے ملتا جلتا قول امام سہیلی نے بھی کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے "غسل جنابت زمانہ جاہلیت میں بھی معمول تھا۔ یہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے دین کے باقی ماندہ امور میں سے تھا۔ جس طرح کہ حج اور نکاح ان میں باقی تھے۔ حدث اکبر کفار مکہ میں معروف تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَإِنْ كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا "وہ اس فرمان کی شرح کے محتاج نہ تھے جبکہ حدث اصغر ان کے ہاں قبل از اسلام معروف نہ تھا اس لیے انہیں یوں نہیں کہا گیا: وَإِنْ كُنتُمْ مُحْدِثِينَ فَتَوَضَّئُوا" بلکہ انہیں "فَاغْسِلُوا" کہا گیا۔

دیگر علماء نے اس امر کی تردید کی ہے کہ کفار میں غسل جنابت کا کوئی ثبوت نہیں۔ انہوں کہا ہے "ابوسفیان نے کہا ہے کہ وہ خوشبو اور عورت کو مس نہیں کرے گا اس سے اس کی مراد خواتین سے لطف اندوز نہ ہونا تھا۔ بعض راویوں نے ابوسفیان کے اس قول کو بدل کر یوں بیان کیا ہے کہ وہ جنابت سے غسل نہیں کرے گا کیونکہ یہ لفظ اہل اسلام کے نزدیک عورتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے بولا جاتا تھا۔ ابوسفیان نے جو قصد کیا تھا اس کی مراد پوری ہو گئی۔ حقیقتِ حال رب العزت ہی جانتا ہے۔

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا عقدِ نکاح

حضرت سیدہ نساء العالمین کی فضیلت

آپ رضی اللہ عنہا لخت جگر مصطفیٰ (ﷺ) ہیں۔ آپ بانوئے تاجدار ہل اتی ہیں۔ آپ زہراء اور بتول ہیں۔ آپ دنیا کی ساری خواتین حتیٰ کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے بھی افضل ہیں۔ المقریزی، الزرکشی، السیوطی نے اپنی کتب شرح نقایہ اور شرح جمع الجوامع میں واضح دلائل کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عیاں کی ہے۔ ان میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ یہ امت مرحومہ دیگر امم سے افضل ہے۔ صحیح مؤقف کے مطابق حضرت مریم رضی اللہ عنہا نبیہ نہ تھیں بلکہ اجماع ہے کہ عورت کبھی بھی نبیہ نہیں بنی۔ حضور ﷺ نے فرمایا "مریم اپنے زمانہ کی خواتین میں سے افضل تھیں جبکہ جگر گوشہ مصطفیٰ ﷺ اپنے زمانہ کی خواتین سے افضل ہیں۔ (ترمذی)

حضور ﷺ نے فرمایا "میری نور چشم! کیا آپ راضی نہیں ہیں کہ آپ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں" انہوں نے عرض کی "والدگرامی! مریم کہاں گئیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "وہ اپنے زمانہ کی خواتین کی سردار تھیں (ابن عبدالبر) طبرانی نے اس سند سے روایت کیا ہے جو شیخین کی شرط پر ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے علاوہ اور کسی شخصیت کو کبھی نہیں دیکھا جو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے افضل ہو"۔

شادی مبارک

آپ رضی اللہ عنہا کی 2 ہجری کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے شادی ہوئی۔ سعادتوں اور برکتوں سے لبریز یہ مبارک نکاح، صفر یا محرم یا رجب یا رمضان المبارک میں ہوا۔ اس وقت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک 15 سال پانچ ماہ یا پندرہ سال ساڑھے چھ ماہ تھی۔ حضرت جگر گوشۂ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا کے وصال تک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسری شادی نہیں کی۔

- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ کے لیے حاضر ہوئے۔ مگر حضور ﷺ خاموش رہے۔ کوئی جواب ارشاد نہ فرمایا۔ دوسری روایت کے مطابق حضور ﷺ نے فرمایا "حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے بارے فیصلہ ربانی کا انتظار کریں" دونوں حضرات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ مبارک طلب کرنے کا مشورہ دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا" آپ نے اس امر کی طرف میری توجہ مبذول کی ہے جس سے میں غافل نہیں تھا" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں فرحت وانبساط سے چادر گھسیٹتے ہوئے چلا۔ میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا اور حضرت سیدہ نساء العالمین رضی اللہ عنہا کا مبارک رشتہ طلب کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کی "میرے پاس صرف میرا گھوڑا اور زرہ ہے" آپ ﷺ نے فرمایا "گھوڑے کے بغیر تو کوئی چارۂ کار نہیں۔ البتہ زرہ فروخت کردو" میں نے وہ زرہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فروخت کر دی۔ انہوں نے اس کی قیمت 480 دراہم دی" علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو واپس کر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ زرہ اور دراہم لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ والا میں حاضر ہو گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بہت سی دعاؤں سے نوازا"۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دراہم لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنی مبارک آغوش میں رکھا۔ پھر ان سے مٹھی بھر دراہم لیے اور فرمایا: بلال! ان سے ہمارے لیے خوشبو خریدو"۔ پھر حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے لیے سامانِ جہیز تیار کرنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے بان کی چارپائی اور چمڑے کا گدا تیار کیا، جس میں کھجور کے پتے تھے۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "جب حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا تمہارے کاشانہ اقدس میں جلوہ افروز ہوں تو کچھ نہ کرنا حتیٰ کہ میں آجاؤں" حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو بھیجا۔ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کاشانہ اقدس صاف کیا۔ آپ ﷺ نے نماز عشاء ادا کی۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ کاشانہ مرتضوی میں بھیج دیا۔ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کاشانہ اقدس کے ایک کونہ میں جبکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

دوسرے کونہ میں بیٹھ گئے۔ پھر حضور ﷺ جلوہ افروز ہوئے فرمایا: کیا میرے بھائی موجود ہیں؟ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا عرض کناں ہوئیں "وہ آپ ﷺ کے بھائی ہیں؟ حالانکہ آپ نے ان کے ساتھ اپنی نورِ نظر کی شادی کر دی ہے" آپ ﷺ نے فرمایا: وہ منصب ومنزلت میں میرے بھائی کی طرح ہیں۔ یہ چیز مجھے روکتی نہیں کہ میں اپنی لختِ جگر کی شادی ان سے کردوں" آپ ﷺ اندر تشریف لے آئے۔ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سے فرمایا "پیالہ میں پانی لے کر آؤ" حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا شرم وحیاء کا پیکر بن کر پیالہ کی طرف گئیں۔ اس میں پانی لے کر حاضرِ خدمت ہوئیں۔ آپ نے پیالہ پکڑا اس سے پانی لیا۔ منہ مبارک میں ڈالا، اس میں لعاب دہن ملایا، پھر وہ پانی پیالہ میں ڈال دیا۔ پھر حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سے فرمایا "آگے آؤ" وہ آگے آئیں تو ان کے سینۂ اقدس اور سر پر وہ پانی چھڑکا اور یہ دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

"مولا! میں اپنی نورِ نظر اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں"۔

پھر آپ ﷺ نے حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو کمر مبارک اپنی طرف کرنے کا حکم دیا تو آپ ﷺ نے کندھوں کے مابین پانی چھڑکا پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اسی طرح کیا۔

ایک اور روایت کے مطابق آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "پانی لاؤ" انہوں نے فرمایا "میں جانتا تھا کہ آپ کا ارادہ کیا ہے؟ میں اٹھا۔ پیالہ پانی سے لبریز کیا اور اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے وہ پیالہ پکڑا اس میں لعاب مبارک ملایا۔ پھر اسے میرے سر اور سینہ پر چھڑک دیا۔ پھر مجھے فرمایا "کمر مبارک میری طرف کرو" پھر پانی میرے شانوں کے درمیان چھڑکا۔ پھر وہی دعا مانگی جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔ پھر انہیں فرمایا: اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اور اس کی برکت کے ساتھ اپنی اہلیہ محترمہ کے پاس چلے جائیں"۔

ایک اور روایت کے مطابق آپ ﷺ نے ایک برتن میں وضو فرمایا۔ وہ پانی حضرت فاطمۃ الزہراء اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے اوپر انڈیل دیا اور یہ دعا مانگی:

"مولا! ان دونوں میں اور ان دونوں کی اولاد میں برکت فرما"۔

ایک روایت کے مطابق آپ نے "شبلیھما" کا لفظ استعمال کیا "شبل" شیر کے بچے کو کہتے ہیں۔ گویا آپ ﷺ نے مستقبل سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا کہ ان کے ہاں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی ولادت مبارک ہو گی۔ آپ نے ان دونوں کے لیے "شبلین" کا لفظ استعمال فرمایا۔

ایک اور روایت کے مطابق آپ ﷺ نے پانی منگوایا۔ اس میں لعاب دہن ملایا۔ پھر اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مبارک جبین پر چھڑکا۔ ان کے کندھوں کے درمیان چھڑکا۔ انہیں سورۃ الاخلاص اور سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر دم کیا"۔

مذکورہ بالا ساری روایات کو جمع کرنا ممکن ہے۔ کیونکہ احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ سارے افعال سرانجام دیے ہوں۔ جبکہ بعض راویوں نے بعض روایات پر ہی اقتصار کر لیا ہو۔

ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کرنے کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کا رشتہ طلب کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں اپنی لختِ جگر کی شادی تم سے کر دوں"۔

طبرانی نے ثقہ راویوں سے یہ روایت مرفوعاً نقل کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ رب العزت نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کر دوں"۔

حضرت انس سے روایت ہے "پھر آپ نے کچھ ایام کے بعد مجھے یاد فرمایا: مجھے فرمایا "حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، عبدالرحمان بن عوف اور کچھ انصار رضی اللہ عنہم کو بلاؤ۔ جب یہ حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس وقت وہاں موجود نہ تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَحْمُوْدُ بِنِعْمَتِهٖ، اَلْمَعْبُوْدُ بِقُدْرَتِهٖ، اَلْمُطَاعُ بِسُلْطَانِهٖ، اَلْمَرْهُوْبُ مِنْ عَذَابِهٖ وَسَطْوَتِهٖ، اَلنَّافِذُ اَمْرُهٗ فِيْ سَمَائِهٖ وَاَرْضِهٖ، اَلَّذِيْ خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِهٖ وَمَيَّزَهُمْ بِاَحْكَامِهٖ وَاَعَزَّهُمْ بِدِيْنِهٖ وَاَكْرَمَهُمْ بِنَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ اسْمُهٗ وَتَعَالَتْ عَظَمَتُهٗ وَجَعَلَ الْمُصَاهَرَةَ سَبَبًا لَاحِقًا وَاَمْرًا مُفْتَرَضًا وَشَبَّحَ بِهِ الْاَرْحَامَ وَاَلْزَمَ بِهِ الْاَنَامَ، فَقَالَ عَزَّ مَنْ قَالَ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا فَاَمْرُ اللّٰهِ يَجْرِيْ اِلٰى قَضَائِهٖ وَقَضَاؤُهٗ يَجْرِيْ اِلٰى قَدَرِهٖ وَلِكُلِّ قَضَاءٍ قَدَرٌ وَلِكُلِّ قَدَرٍ اَجَلٌ وَلِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ رب العزت نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنی لختِ جگر فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا عقدِ نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کروں۔ گواہ رہو۔ میں نے چار سو مثقال چاندی حق مہر پر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا ہے۔ اگر علی اس پر راضی ہوں"۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کا ایک طشت منگوایا۔ پھر فرمایا "چلے جاؤ" ہم چلے آئے۔ اتنے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی حاضر خدمت ہو گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر مسکرائے۔ پھر فرمایا "مجھے رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں چار سو مثقال چاندی حق مہر پر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کر دوں۔ کیا آپ راضی ہیں؟ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں راضی ہوں" پھر آپ نے فرمایا:

"تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں۔ اس نعمت اور احسانات پر اس کا شکر ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ رب العزت کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں۔ یہ ایک ایسی شہادت ہے جو اس ذات کریمانہ تک پہنچے گی اور اسے راضی کر دے گی۔ اس اللہ رب العزت کے لیے ساری تعریفیں ہیں جسے موت نہیں۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی وابی وامی) ہیں جنہوں نے اپنی نورِ چشم کا عقد نکاح چار سو مثقال چاندی حق مہر پر کر دیا ہے۔ اسے غور سے سنو جو کچھ وہ کہتے ہیں گواہ بن جاؤ"۔ صحابہ کرام عرض کناں ہوئے "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کیا ارشاد فرما رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "گواہ رہو میں نے ان کا

عقد نکاح کر دیا ہے'' (ابن عساکر)۔

پھر آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی:

جَمَعَ اللهُ شَمْلَهُمَا وَعَزَّ جَدَّكُمَا وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا وَأَخْرَجَ مِنْكُمَا كَثِيرًا طَيِّبًا

''اللہ رب العزت تمہارے متفرق امور جمع کرے۔ تمہاری کوشش کو سعادت مند کرے۔ تم دونوں میں برکت ڈالے۔ تم سے بہت زیادہ اور طیب (اولاد اطہار) پیدا کرے''۔

حضرت ابوالحسن بن شاذان سے روایت ہے۔ جب حضور ﷺ نے حضرت علی کرم وجہہ الکریم کا عقد نکاح کیا تو آپ وہاں موجود نہیں تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ یوں دعا گو ہوئے:

جَمَعَ اللهُ شَمْلَهُمَا وَجَعَلَ نَسْلَهُمَا مَفَاتِيحَ الرَّحْمَةِ وَمَعَادِنَ الْحِكْمَةِ وَأَمْنَ الْأُمَّةِ

''اللہ رب العزت ان کے پراگندہ امور کو جمع کرے۔ ان کی نسل پاک کو رحمت کی چابیاں، حکمت کے معادن اور امت کے لیے امن بنائے''۔

جب شیر خدا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو حضور ﷺ نبی کریم ﷺ نے تبسم ریز ہوتے ہوئے فرمایا ''مجھے رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں اپنی لخت جگر فاطمۃ رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح تم سے کروں۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں چار سو مثقال چاندی حق مہر پر تمہارا عقد نکاح کر دوں'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں اس پر راضی ہوں'' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ ریز ہو گئے۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا تو نبی محترم ﷺ نے فرمایا:

بَارَكَ اللهُ لَكُمَا وَبَارَكَ فِيكُمَا وَأَعَزَّ جَدَّكُمَا وَأَخْرَجَ مِنْكُمَا الْكَثِيرَ الطَّيِّبَ

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اللہ کی قسم! اللہ رب العزت نے ان دونوں پاکیزہ ہستیوں سے کثیر اور اطیب اولاد پیدا کی تھی''۔

طبرانی اور خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت لکھی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''اللہ رب العزت نے کبھی کوئی نبی مبعوث نہیں کیا مگر اس کی اولاد اسی کی صلب میں رکھی۔ البتہ میں اس سے مستثنیٰ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے میری اولاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مبارک صلب میں رکھی''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدم موجودگی میں آپ کا عقد نکاح اس امر پر محمول ہوگا کہ حضور ﷺ آپ کے وکیل تھے یا یہ کہ حضور ﷺ نے عقد نکاح کا ارادہ نہیں فرمایا تھا بلکہ اس کا اظہار فرمایا تھا۔ پھر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حاضر خدمت ہو گئے تو عقد نکاح کیا۔ یا یہ کہ یہ حضور نبی کریم ﷺ کی تخصیص ہے کیونکہ آپ اہل ایمان کی جانوں کے ان سے بڑھ کر حق دار ہیں۔ آپ کے لیے روا ہے کہ آپ جس کے لیے چاہیں جس سے چاہیں نکاح کر دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نان جو، کھجور اور حسیس سے دعوت ولیمہ کیا (حسیس وہ کھانا ہوتا تھا جس میں کھجوروں کو گھی کے ساتھ

ملا دیا جاتا تھا پھر انہیں اچھی طرح ملایا جاتا تھا) ایک اور روایت کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ولیمہ کے لیے ایک بکری پیش کی اور انصار کی ایک جماعت نے جَو کا آٹا پیش کیا۔

حضرت سیدہ نساء العالمین کا جہیز

حضرت سیدہ نساء العالمین رضی اللہ عنہا کے جہیز میں درج ذیل اشیاء شامل تھیں۔

(1) ایک بستر جس میں اون بھری ہوئی تھی، (2) ایک مشکیزہ، (3) ایک چمڑے کا تکیہ، جس میں کھجور کے پتے تھے، (4) ایک بنی ہوئی چار پائی۔ رات کے وقت یہی چار پائی استعمال میں آتی تھی۔ اوپر بکرے کے چمڑے کی چادر ہوتی تھی۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لیے ایک چادر ہوتی تھی۔ جب وہ اسے طولاً اوڑھتے تھے تو ان کی مبارک کمروں پر وہ نہیں ہوتی تھی جب اسے عرضاً استعمال کرتے تھے تو ان کے سروں پر چادر نہیں آتی تھی۔

روایت ہے کہ رخصتی کے تین دن بعد تک سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف نہ لے گئے۔ جبکہ چوتھے روز صبح صبح آپ ان کے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ایک لحاف میں لیٹے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اسی حالت میں لیٹے رہو" آپ ان کے سروں پر کھڑے ہوگئے پھر اپنے قدمین شریفین اور مبارک پنڈلیاں ان دونوں کے درمیان داخل کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قدم مبارک پکڑا اور اسے اپنے سینہ سے لگایا تا کہ اس کو گرم کریں۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے دوسرا مبارک قدم پکڑا اسے اپنے سینہ پر رکھ دیا تا کہ اسے گرم کریں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے اور میرے چچا زاد کے لیے چمڑے کی ایک چٹائی ہی ہے۔ ہم اسی پر سوتے ہیں۔ اسی پر ہی کھانا تناول کرتے ہیں۔ دن کے وقت اسی کے ساتھ مدافعت کرتے ہیں" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "نور چشم! صبر کریں۔ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ کے ہمراہ اس طرح رہے کہ ان کے پاس صرف ایک ہی اونی چادر تھی"۔

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے زیادہ چکی چلانے کی وجہ سے ہاتھوں میں پڑنے والے زخموں کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں قیدی پیش کیے گئے۔ حضرت سیدہ بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات نہ ہو سکی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ساری بات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتائی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو ام المومنین نے حضرت سیدہ کی ساری بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش گزار کی۔ حضرت سیدۂ عالم رضی اللہ عنہا نے فرمایا "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ جبکہ ہم اپنے بستروں میں لیٹ چکے تھے۔ میں اٹھنے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! "اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے مابین ہی جلوہ افروز ہو گئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے پاؤں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کیا میں تم دونوں کو اس سے بہتر چیز نہ بتادوں جس کا تم نے سوال کیا ہے؟ ہم نے گزارش کی "ضرور" آپ نے فرمایا: وہ ایسے

کلمات ہیں جنہیں حضرت جبرائیل امین نے مجھے سکھایا ہے۔ جب تم رات کے وقت اپنے بستر پر جانے لگو تو تینتیس بار اللہ اکبر، تینتیس بار سبحان اللہ اور تینتیس بار الحمدللہ پڑھ لیا کرو۔ یہ کلمات تمہارے خادم سے بہتر ہیں"۔

حضرت سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کے وصال تک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسری شادی نہیں فرمائی۔ جب انہوں نے جویریہ بنت ابی جہل کو پیغام نکاح دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا "بنو ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کردیں۔ میں انہیں ہرگز یہ اجازت نہیں دوں گا۔ میں انہیں ہرگز اذن نہیں دوں گا۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہی ارادہ ہے تو وہ یہ صورت ہے کہ وہ میری لخت جگر کو طلاق دے دیں اور ان کی بیٹی سے نکاح کرلیں۔ میری بیٹی تو میری لخت جگر ہے جو چیز انہیں مضطرب کرتی ہے وہ مجھے بھی بے چین کردیتی ہے۔ جو چیز انہیں اذیت دیتی ہے وہ مجھے بھی تکلیف دیتی ہے۔ اللہ کی قسم! نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نور نظر اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام نکاح رد کردیا۔ حضرت ابوداؤد نے لکھا ہے "حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی حیات طیبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دوسرا نکاح کرنا رب تعالیٰ نے حرام قرار دیا تھا۔ کیونکہ ارشاد ربانی ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر:7)

"جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں عطا فرمادیں وہ لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ"۔

بعض علماء کرام نے یہ امر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر نوران نظر کے ساتھ بھی خاص کیا ہے۔ البتہ ممکن ہے کہ یہ صرف حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ہی خصوصیت ہو۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث طیبہ ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب میں جتنی احادیث بیان کی گئی ہیں کسی اور صحابی کی فضیلت میں اتنی احادیث طیبہ بیان نہیں کی گئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خارجی اور ان کے علاوہ بہت سے لوگ آپ کے دشمن تھے۔ ان کے جواب میں ہر صحابی نے وہ حدیث بیان کردی جو اسے یاد تھی اور جس سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت آشکارہ ہوتی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی صحابی کے بارے اتنی آیات قرآنیہ نازل نہیں ہوئیں جتنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئیں۔ آپ کی شان میں تین سو آیات طیبہ نازل ہوئیں"۔ حضرت ابن عباس سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے جو کچھ بھی تفسیر میں سے سیکھا ہے میں نے وہ سب کچھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہی سیکھا ہے"۔

میں نے ارادہ کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ پر ایک علیحدہ تالیف لکھوں۔ واللہ اعلم

سریہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ

گستاخ رسول کا عبرتناک انجام

اسی سریہ میں ایک یہودی کعب بن اشرف لعنۃ اللہ علیہ کو کیفر کردار تک پہنچایا گیا۔ جس وقت یہ سریہ ظہور پذیر ہوا تو ربیع

الاول کے چودہ ایام گزر چکے تھے۔ ہجرت مصطفیٰ ﷺ کو پچیس ماہ ہونے کو تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو چار صحابہ کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ کعب بن اشرف یہودی کو جہنم واصل کریں۔

ابن اسحاق کی روایت کے مطابق کعب بن اشرف یہودیوں کا حنیف تھا۔ اس کا باپ بنونبہان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے جاہلیت میں کسی شخص کو قتل کر ڈالا۔ وہ مدینہ طیبہ آ گیا بنونضیر کا حلیف بن گیا۔ ان میں صاحب شرف ہو گیا۔ عقیلہ بنت ابی الحقیق سے شادی کر لی۔ اسی سے کعب پیدا ہوا۔ کعب ایک طویل اور جسیم شخص تھا۔ اس کا پیٹ اور سر بہت بڑا تھا۔ یہ قادر الکلام عربی تھا۔ یہ اپنے مال کی فراوانی کی وجہ سے حجاز کے یہودیوں کا سردار بن گیا۔ یہ علمائے یہود کو عطیات دیتا تھا۔ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا تھا۔ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے تو بنوقینقاع اور بنوقریظہ کے علماء کعب بن اشرف کے پاس آئے تاکہ وہ انہیں عطیات عطا کرے۔ کعب نے ان سے پوچھا: اس شخص کے بارے تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ علماء نے کہا ''وہ ایسی ذات بابرکات ہیں جن کے ہم منتظر تھے۔ ہم نے ساری علامات ان میں پائی ہیں'' کعب نے ان سے کہا ''تم بہت سی بھلائی سے محروم کر دیے گئے ہو۔ تم اپنے اہل و عیال کے پاس لوٹ جاؤ، میرے مال میں اور بھی بہت سے حقوق ہیں'' علماء خائب و خاسر واپس آ گئے۔ پھر اس کے پاس گئے۔ اسے کہا ''ہم نے اس شخص کے بارے جو کچھ تمہیں پہلے بتایا تھا وہ ہم نے جلدی میں کہہ دیا تھا۔ جب ہم نے اپنے دیگر علماء سے پوچھا تو ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہوا یہ وہ شخص نہیں جن کے ہم منتظر تھے'' یہ سن کر کعب ان سے راضی ہو گیا۔ ان کے ساتھ صلہ رحمی کی اور ان میں سے ہر ایک کو کچھ مال دیا۔

یہ تیرہ بخت اپنے اشعار میں حضور ﷺ کی ہجو بیان کرتا تھا اور مشرکین قریش کو آپ ﷺ کے شہید کرنے پر ابھارتا تھا۔ حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کو لوگوں کے ساتھ تالیف قلبی کا حکم دیا گیا تھا۔ ان کی اذیتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ہے:

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (آل عمران)

''اور یقیناً تم سنو گے ان سے جنہیں دی گئی کتاب تم سے پہلے اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا اذیت دینے والی بہت باتیں اور اگر تم (ان دل آزاریوں پر) صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے''۔

جب آپ مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے تو وہاں کے باشندے مختلف قبائل میں منقسم تھے۔ ان کے احوال اور عقائد مختلف تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں کلمۂ اسلام پر جمع کر کے ان کی اصلاح کرنے کا ارادہ فرمایا۔ مشرکین اور یہودی مسلمانوں کو بہت زیادہ اذیتیں دیتے تھے۔ مگر مسلمان صبر کا دامن تھامے ہوئے تھے۔ کعب بن اشرف سارے لوگوں سے زیادہ حضور ﷺ اور مسلمانوں کو اذیتیں دیتا تھا۔ حضور ﷺ نے معاہدہ کر رکھا تھا کہ یہودی آپ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کریں گے۔ مگر یہودیوں نے یہ معاہدہ توڑ دیا۔ وہ حضور ﷺ اور آپ کے جانثار صحابہ کرام کو دشنام طرازی کرتے تھے۔

کعب کی عداوت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی شاندار فتح اور کفار کی ہولناک شکست کی بشارت سنانے کے لیے صحابہ کرام مدینہ منورہ پہنچے تو اسی کعب نے کہا " کیا یہ سب کچھ سچ ہے۔ کیا محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو تہ تیغ کر دیا ہے جن لوگوں کے یہ نام لے رہے ہیں۔ وہ تو بہت صاحب شرف اور لوگوں کے بادشاہ تھے۔ اللہ کی قسم! اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو تہ تیغ کر دیا ہے تو پھر زمین کا شکم ہمارے لیے اس کی پشت سے بہتر ہے"۔

جب اسے اس خبر کا یقین ہو گیا اور قیدیوں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھا تو یہ ذلیل و رسوا ہو گیا۔ وہ قریش مکہ کی طرف گیا۔ وہ ان کے مقتولین پر آہ و بکا کر رہا تھا۔ وہ لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ لڑنے پر ابھار رہا تھا۔ یہ مکہ مکرمہ میں مطلب بن ابی وداعہ سہمی کے ہاں ٹھہرا۔ اس کے پاس اس کی بیوی عاتکہ بنت اسید بن ابی العیص بھی تھی۔ اس نے اس کی بڑی تکریم کی۔ یہ لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف برانگیختہ کرنے لگا۔ یہ ہجو یہ اشعار پڑھتا تھا۔ یہ خبر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گئی۔ آپ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ انہوں نے مطلب اور اس کی زوجہ کی ہجو بیان کی (بعد میں ان دونوں نے اسلام قبول کر لیا) جب عاتکہ تک یہ اشعار پہنچے تو اس نے کعب کا کجاوہ باہر پھینک دیا۔ اس نے کہا: ہمارا اور اس یہودی کا کیا تعلق؟ وہ اس کے گھر سے باہر نکل آیا۔ وہ ایک قوم سے دوسری قوم کے پاس جاتا رہا۔ وہ اسی طرح کرتا رہا جس طرح اس نے عاتکہ کے ہاں کیا تھا۔ اس کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گئی۔ آپ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ انہوں نے ان لوگوں کی ہجو بیان کی۔ ان لوگوں نے کعب کے ساتھ وہی سلوک کیا جو عاتکہ نے کیا تھا۔ پھر وہ مدینہ طیبہ واپس آ گیا۔ وہ اپنی غزلوں میں عفت مآب مسلمان خواتین کا ذکر کرتا۔ وہ برائی کے ساتھ عصمت شعار خواتین کا ذکر کرتا۔ جب اس نے اس اذیت سے باز آنے سے انکار کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " ہمیں کعب بن اشرف سے کون نجات دلائے گا۔ اسے کون کیفر کردار تک پہنچائے گا؟ وہ اعلانیہ ہماری ہجو اور عداوت بیان کرتا ہے۔ وہ مکہ مکرمہ کے مشرکین کے پاس گیا۔ اس نے انہیں ہمارے ساتھ جنگ کرنے پر جمع کیا"۔

دوسری روایت میں ہے " اس سیاہ بخت نے خانہ کعبہ کے پردوں کے پاس قریش کے ہمراہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا معاہدہ کیا۔ جب کعب ابھی مکہ مکرمہ میں ہی تھا اس وقت ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو اس کی کارستانیوں سے آگاہ فرما دیا تھا۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا " یہ بات مجھے رب تعالیٰ نے بتائی ہے " پھر یہ آیات طیبات تلاوت کیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۝ (النساء)

" کیا نہیں دیکھا تم نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا حصہ کتاب سے۔ وہ اعتقاد رکھنے لگے ہیں جبت اور طاغوت پر اور کہتے ہیں ان کے بارے جنہوں نے کفر کیا کہ یہ کافر زیادہ ہدایت یافتہ ہیں ان سے جو ایمان لائے۔ یہی وہ (بدنصیب) ہیں جن پر لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ نے اور جس پر لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ تو ہرگز نہیں پائے

گا تو اس کا کوئی مددگار"۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ دشمن (کعب) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کی ہجو کرتے ہوئے اٹھا۔ یہ اہل ایمان کے دشمنوں کی مدح کرتا تھا۔ انہیں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی ترغیب دلاتا تھا۔ اس بدبخت نے اسی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ قریش کے پاس گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قوت طلب کی۔ ابوسفیان اور دیگر مشرکین نے کہا "تمہارے نزدیک ہمارا دین پسندیدہ ہے یا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کا دین؟ تیری رائے میں کون سا دین زیادہ ہدایت یافتہ اور حق کے زیادہ قریب ہے؟ کعب نے کہا "تمہارا دین زیادہ ہدایت یافتہ اور افضل ہے" اس وقت اللہ رب العزت نے مذکورہ بالا آیات نازل کیں۔ حضرت عروہ نے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ یہ آیات کعب بن اشرف کے بارے نازل ہوئیں ہیں۔ امام احمد کی نقل کردہ روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کعب مکہ مکرمہ آیا تو قریش مکہ نے اسے کہا: تم اس بدمزاج اور قوم سے قطع تعلق کرنے والے کو نہیں دیکھتے۔ وہ گمان کرتا ہے کہ وہ ہم سے بہتر ہے جبکہ ہم حاجیوں کے خدام اور بیت اللہ کے نگران اور حاجیوں کو پانی پلانے والے ہیں" کعب نے کہا: تم ان سے بہتر ہو"۔ انہی دشمنان خدا کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ (سورۃ الکوثر) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا ۔۔۔ الخ۔ (النساء:52)

امام ابن اسحاق نے تحریر کیا کہ جب کعب قریش کے پاس گیا تو اس کے ہمراہ درج ذیل افراد بھی تھے۔

حیی بن اخطب، سلام بن ابی الحقیق، ابورافع، ربیع، عمارہ اور ھوذہ۔ جب یہ مکہ معظمہ پہنچے تو قریش نے کہا "یہ یہود کے علماء ہیں سابقہ کتب کے علماء ہیں۔ ان سے پوچھ لو کہ کیا تمہارا دین بہتر ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین عمدہ ہے؟ قریش مکہ نے ان سے یہی سوال کیا۔ انہوں نے کہا "تمہارا دین بہتر ہے تم ان سے اور ان کے پیروکاروں سے بہتر ہو" اس وقت ان آیات بینات کا نزول ہوا۔ علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ بیضاوی نے اسی لیے فرمایا ہے کہ یہ آیات کعب، اور یہودیوں کے اس گروہ کے متعلق نازل ہوئیں جو مکہ مکرمہ کی طرف گئے تھے۔ امام بیضاوی نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ ان علمائے یہود نے قریش مکہ کو مطمئن کرنے کے لیے کفار کے معبودان باطلہ کو سجدہ بھی کیا تھا۔

کعب بن اشرف کی عداوت اور معاہدہ توڑنے کے بارے ایک اور واقعہ بھی ہے۔ وہ یہ کہ ایک دفعہ کعب نے کھانا تیار کرایا اور یہودیوں کی ایک جماعت سے اتفاق کر لیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت ولیمہ پر بلا رہا ہے۔ جب آپ آجائیں تو آپ کو شہید کر دینا" پھر اس نے آپ کو دعوت دی۔ آپ بعض صحابہ کرام کے ساتھ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ کے تشریف فرما ہو جانے کے بعد حضرت جبرائیل امین نے ان کی مخفی سازش سے آپ کو آگاہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت جبرائیل امین آپ کو پروں سے پردہ کیے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے آپ کو غائب پایا تو وہ بھی منتشر ہو گئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کعب کو قتل کرنے کے لیے کون اپنے آپ کو پیش کرے گا" کیونکہ اس قتل کے اسباب متفرق تھے۔ اس لیے ان تمام کو جمع کرنا ممکن ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کعب کو کون واصل جہنم کرے گا تو

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں" دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے عرض کی "وہ اسے کیفر کردار تک پہنچائیں گے" آپ نے فرمایا "اگر تم میں طاقت ہے تو یہ کام کر گزرو" پھر فرمایا: اگر یہ کام کرنا ہے تو عجلت سے کام نہ لینا حتیٰ کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرلو" انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے فرمایا "کعب کے پاس جاؤ اس کے پاس تنگدستی کی شکایت کرو اور اسے کہو کہ وہ تمہیں کچھ غلہ ادھار دے دے" حضرت محمد بن مسلمہ تین روز تک ٹھہرے رہے۔ وہ نہ کچھ کھاتے تھے، نہ پیتے تھے۔ وہ صرف اتنا کھاتے اور پیتے تھے جس سے روح اور جسم کا رشتہ قائم رہ سکے۔ اس چیز کا تذکرہ بارگاہ نبوت میں کیا گیا۔ آپ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا اور فرمایا "تم نے کھانا پینا کیوں ترک کر دیا ہے؟" انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں نے ایک وعدہ آپ سے کیا ہے۔ نہ جانے اسے پورا کرسکوں یا کہ نہیں" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ذمہ صرف کوشش کرنا ہے" پھر حضرت ابن مسلمہ حضرات ابونائلہ، عباد بن بشر، حرث بن اوس اور ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہم کے پاس گئے۔ ان سے اس وعدہ کا تذکرہ کیا جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تھا۔ انہوں نے ان کی صدا پر لبیک کہا۔ انہوں نے کہا: ہم سب مل کر اسے واصل جہنم کریں گے" پھر یہ سب بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ عرض کناں ہوئے "یارسول اللہ! اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں کہ ہم کعب سے خلاف واقعہ گفتگو کریں تاکہ ہم اسے قتل کرسکیں" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تمہارے لیے ایسی بات کرنا روا ہے جس کے علاوہ تمہارے لیے اور کوئی چارہ کار نہ ہو۔ آپ نے ان کے لیے جھوٹ بولنا مباح قرار دیا کیونکہ یہ جنگ کی دھوکہ دہی سے ہے۔ گویا کہ انہوں نے یہ اجازت طلب کی تھی۔ کیونکہ انہیں گمان تھا کہ آپ انہیں یوں کرنے سے روک دیں گے۔ کیونکہ کعب مسلمانوں کو قتل کرنے پر ابھارتا تھا۔ اس کے قتل میں مسلمانوں کے لیے نجات تھی۔ اس لیے آپ نے اسے قتل کرنے کے لیے حضرت ابن مسلمہ اور ان کے ساتھیوں کو ایسی کلام کرنے کی اجازت دے دی۔ انہوں نے اپنی زبانوں سے اپنا دفاع کیا حالانکہ ان کے دل ایمان کے ساتھ مطمئن تھے۔ اگر یہ عذر نہ ہوتا تو اس طرح کا تعرض کرنا کفر تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے مباح قرار دیا یہ آپ کا مقام و منصب ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور کہا "اس شخص (حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم سے صدقہ کا سوال کیا ہے۔ ہمارے پاس تو اتنا کچھ بھی نہیں جسے ہم کھا سکیں"۔

دوسری روایت کے مطابق انہوں نے کہا "ہمارے نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے صدقہ مانگا ہے، ہمارے پاس مال نہیں جسے ہم صدقہ کرسکیں۔ انہوں نے ہمیں تھکا دیا ہے۔ میں تمہارے ہاں غلہ ادھار مانگنے آیا ہوں" کعب نے کہا "بخدا! تم اس شخص سے ضرور اکتا جاؤ گے"۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے اس شخص کی پیروی کرلی ہے۔ ہم اسے چھوڑنا نہیں چاہتے حتیٰ کہ ہم دیکھ لیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ تم ہمیں ایک یا دو وسق غلہ دے دو یا ہمیں کچھ کھانا ادھار دے دو" کعب نے کہا: تمہارا کھانا کہاں ہے؟ انہوں نے کہا "ہم نے سارا کھانا اس شخص پر اور اس کے صحابہ پر خرچ کر دیا ہے" کعب نے کہا: کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم اس باطل کو پہچان سکو جسے تم نے اپنا رکھا ہے" پھر اس نے کچھ غلہ ادھار دینے کی

حامی بھر لی۔کعب نے کہا''اپنی عورتیں بطور رہن میرے پاس رکھو'' انہوں نے کہا''ہم اپنی خواتین تمہارے ہاں کیسے بطور رہن رکھیں۔جبکہ تم سارے عرب سے زیادہ حسین ہو۔ہم تم سے امن میں نہیں۔کون سی عورت تمہارا حسن و جمال دیکھ کر امن میں رہ سکتی ہے؟ حضرت ابن مسلمہ کا اسے یوں جواب دینا از روئے مذاق تھا۔اگرچہ کعب خوبصورت بھی تھا۔کعب نے کہا: اپنے بیٹے میرے پاس بطور رہن رکھو'' حضرت ابن مسلمہ نے کہا: ہم اپنے بیٹے تمہارے ہاں بطور رہن کیسے رکھیں جب انہیں کوئی اذیت پہنچی تو انہیں کہا جائے گا کہ انہیں ایک یا دو وسق غلہ کے عوض بطور رہن رکھا گیا تھا۔یہ بات ہمارے لیے باعث عار ہے۔ہم تمہارے پاس اپنا اسلحہ بطور رہن رکھتے ہیں۔حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ ہمیں اس کی کتنی ضرورت ہے؟ کعب نے کہا: بالکل درست ہے۔حضرت ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس لیے کی تا کہ اس کے پاس ان کا اسلحہ لے کر آنا اسے ناگوار نہ گزرے'' کعب نے حضرت ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ وعدہ کر لیا۔پھر حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہ کعب کے پاس گئے انہوں نے اسے کہا: کعب! تیرے لیے ہلاکت! میں ایک ضروری کام کے لیے تمہارے پاس آیا ہوں۔میں ضروری کام تمہیں بیان کرنے لگا ہوں تم اسے مخفی رکھنا'' کعب نے کہا: ضرور! حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔اس شخص (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ہمارے پاس آنا گویا کہ مصیبتوں میں سے ایک مصیبت ہے۔سارا عرب ہمارا دشمن بن گیا ہے۔وہ سارے ایک کمان سے تیراندازی کر رہے ہیں۔ہمارے راستے منقطع ہو گئے ہیں۔حتیٰ کہ اہل و عیال بھوکے مرنے لگے ہیں۔جانیں تھک گئیں ہیں ہم بھی تھک گئے ہیں۔ہمارے اہل و عیال بھی چکنا چور ہو گئے ہیں۔کعب نے کہا: میں اشرف کا فرزند ہوں۔ابن سلامہ! میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ عنقریب معاملہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح میں جانتا ہوں'' حضرت ابو نائلہ نے کہا: میری تمنا ہے کہ تم ہمارے ہاں غلہ فروخت کرو۔ہم کچھ چیز تمہارے ہاں بطور رہن رکھتے ہیں۔ہم تمہیں اعتماد کرنے کے لیے کہتے ہیں، نیز احسان بجالانے کے لیے کہتے ہیں۔میرے بعض ساتھیوں کی بھی یہی رائے ہے جو میری ہے۔میرا ارادہ ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کو بھی تمہارے پاس لے آؤں۔تم ان کے پاس غلہ فروخت کرو۔ان پر احسان کرو۔ہم اسلحہ بطور رہن تمہارے پاس رکھ دیں گے کیونکہ اس میں زیادہ وفائے عہد ہے'' کعب نے بھی کہا: اسلحہ بطور رہن رکھنے میں وعدہ کی زیادہ پاسداری ہے'' حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہ کعب کے رضاعی بھائی تھے۔جبکہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس کے رضاعی بھتیجے تھے۔حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت ابو نائلہ کعب کے پاس آئے۔ان کے ہمراہ حضرت عباد بن بشر، حضرت حرث بن اوس اور حضرت ابو عبس بن جبر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ان سب کا تعلق اوس سے تھا۔جب یہ صحابہ کرام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقیع الغرقد تک الوداع کہنے کے لیے آئے۔انہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا''اللہ تعالیٰ کے مبارک نام سے روانہ ہو جاؤ۔مولا! ان کی مدد فرما'' پھر آپ اپنے کاشانہ اقدس میں لوٹ آئے۔یہ رات کا وقت تھا۔چاندنی رات تھی۔یہ صحابہ کرام روانہ ہوئے حتیٰ کہ کعب کے حلقہ تک پہنچے۔کعب کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔پہلے حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے اسے آواز دی۔پھر دیگر صحابہ کرام نے اسے پکارا۔کعب نے ان کی آواز پہچان لی۔وہ جھٹ سے اٹھا، اس کی دلہن نے اسے پکڑ لیا۔اس نے کہا: تم ایک جنگ جو انسان ہو۔جنگ آزما لوگ اس وقت یوں نہیں جاتے'' کعب نے اسے کہا: یہ ابو نائلہ ہیں۔اگر وہ مجھے سوئے

ہوئے پاتے تو مجھے اس طرح بیدار نہ کرتے" اس کی بیوی نے کہا: بخدا! مجھے اس آواز میں شر نظر آرہا ہے" دوسری روایت میں ہے۔ اس عورت نے کہا "میں ایسی آواز سنتی ہوں گویا کہ اس میں سے خون ٹپک رہا ہے" کعب نے کہا: یہ میرا رضاعی بھتیجا محمد بن مسلمہ اور رضاعی بھائی ابو نائلہ ہیں۔ اگر کریم کو رات کے وقت بلایا جائے تو وہ ضرور جواب دیتا ہے" وہ نیچے اترا۔ صحابہ کرام نے اس کے ہمراہ کچھ دیر گفتگو کی، پھر انہوں نے کہا "ابن اشرف! کیا تم ہمارے ساتھ شعب العجوز تک چلتے ہو، ہم بقیہ رات وہیں گفتگو کریں گے؟ کعب نے کہا: اگر تم پسند کرو" وہ سب چلنے لگے۔ وہ کچھ دیر چلے، پھر حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے اس کے سر میں ہاتھ ڈالا، پھر اپنا ہاتھ سونگھا اور کہا "میں نے آج تک اتنا خوشبو آور عطر نہیں سونگھا" پھر وہ کچھ دیر چلے حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا، حتیٰ کہ کعب مطمئن ہو گیا۔ کچھ دیر بعد انہوں نے اسی طرح کیا، اس کے بالوں کو زور سے پکڑ لیا اور کہا: اللہ کے دشمن کی گردن اڑا دو"۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: جب کعب آئے گا تو میں اس کے بالوں سے پکڑوں گا۔ جب تم دیکھ لو کہ میں نے اس کے بالوں کو خوب پکڑ لیا ہے تو اس کی گردن اڑا دینا" کعب ان کے پاس آیا اس سے عمدہ خوشبو آرہی تھی۔ حضرت ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آج تک اتنی عمدہ خوشبو نہیں سونگھی۔ کعب نے کہا: میرے پاس عرب کی ساری عورتوں سے زیادہ عطر استعمال کرنے والی اور سب سے زیادہ حسین عورت ہے" حضرت ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں تمہارا سر سونگھ لوں" کعب نے کہا: بالکل! انہوں نے اس کا سر سونگھا، پھر اس کے ساتھیوں نے بھی سونگھا" ممکن ہے حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت ابو نائلہ دونوں نے اس کا سر سونگھا ہو۔ کعب مشک وعنبر کی خوشبو لگاتا تھا۔ وہ یہ خوشبو کنپٹیوں تک لگاتا تھا۔ جب حضرت ابو نائلہ یا حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما نے اسے زور سے پکڑ لیا تو صحابہ کرام اس پر تلواروں سے حملہ آور ہو گئے۔ اللہ کے دشمن نے زوردار چیخ ماری، اس کی بیوی دو دفعہ چلائی۔ اے آل قریظہ، اے آل قریظہ! ہر قلعہ کے اوپر آگ روشن کردی گئی۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس کے پیٹ پر تلوار رکھی، اس پر زور ڈالا تو وہ نیچے سے نکل گئی۔ اللہ کا دشمن گر پڑا۔ انہوں نے اس کا سر جدا کیا۔ اسے توبرے میں رکھا۔ یہودی ہر طرف سے جمع ہو گئے۔ صحابہ کرام نے غیر معروف راستہ اختیار کیا۔ جب وہ بقیع الغرقد تک پہنچے تو انہوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی۔ اس رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے۔ جب صحابہ کرام کی تکبیر سماعت فرمائی تو آپ نے بھی تکبیر کہی آپ کو معلوم ہو گیا کہ کعب کو جہنم واصل کر دیا گیا ہے۔ پھر وہ صحابہ کرام بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو گئے اور کعب کے قتل کا مژدہ سنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "یہ چہرے کامران ہوں" انہوں نے عرض کی "آپ کا روئے تاباں بھی سرخرو ہو" انہوں نے کعب کا سر آپ کے سامنے پھینک دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل پر رب تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت حرث بن اوس رضی اللہ عنہ کو تلوار کی دھار لگی۔ جس سے ان کا سر یا ٹانگ زخمی ہو گئی۔ حتیٰ کہ وہاں سے خون بہنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے زخم پر لعاب دہن لگایا جس کے بعد انہیں اذیت نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے دشمن کے قتل ہو جانے کے بعد یہودی ڈرنے لگے۔ مدینہ طیبہ کے ہر یہودی کو اپنے بارے خدشہ تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ وقت صبح حضور ﷺ نے فرمایا "تم جس یہودی پر قابو پالو اسے واصل جہنم کر دو" یہ سن کر یہودی خوف کھانے لگے۔ انہیں اس واقعہ کے بارے گفتگو کرنے کی بھی طاقت نہ تھی۔ انہیں خدشہ تھا کہ کہیں ان کے ساتھ بھی اسی طرح نہ ہو جس طرح کعب کے ساتھ ہوا تھا۔

ایک اور روایت میں ہے "اس واقعہ کے بعد یہودی خوفزدہ ہو گئے۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی "ہمارا سردار قتل کر دیا گیا ہے" حضور ﷺ نے ان کے سامنے کعب کے کرتوت بیان کیے۔ انہیں بتایا کہ وہ کس طرح آپ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے لوگوں کو ابھارتا تھا اور مسلمانوں کو کیسی اذیتیں دیتا تھا۔ یہ سن کو یہودی ڈر گئے۔ وہ بات تک نہ کر سکے۔ پھر حضور ﷺ نے انہیں صلح کرنے کی طرف دعوت دی وہ معاہدہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔ اسی واقعہ کے متعلق حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے اشعار لکھے ہیں:

صَرَخْتُ بِهٖ فَلَمْ يُعْرِضْ لِصَوْتِي ‏ ‏ ‏ وَوَافٰى طَالِعاً مِنْ رَأْسِ خَدْرِ

فَعُدْتُ لَهٗ فَقَالَ مَنِ الْمُنَادِیْ ‏ ‏ ‏ فَقُلْتُ اَخُوْكَ عُبَادُبْنُ بِشْرِ

وَهٰذَا دِرْعُنَا رِهْنًا فَخُذْهَا ‏ ‏ ‏ لِشَهْرٍ وَفٰى اَوْ نِصْفُ شَهْرِ

فَقَالَ مَعَاشِرٌ سَغِبُوْا اَوْ جَاعُوْا ‏ ‏ ‏ وَمَا عَدِمُوا الْغِنٰى مِنْ غَيْرِ فَقْرِ

فَاَقْبَلَ نَحْوَنَا يَهْوِیْ سَرِيْعًا ‏ ‏ ‏ وَقَالَ لَنَا لَقَدْ جِئْتُمْ لِاَمْرِ

وَفِیْ اَيْمَانِنَا بِيْضٌ حِدَادٌ ‏ ‏ ‏ مُجَرَّبَةٌ بِهَا الْكُفَّارَ نَفْرِیْ

فَعَانَقَهٗ ابْنُ مَسْلَمَه الْمُرَادِیْ ‏ ‏ ‏ بِهِ الْكُفَّارُ كَاللَّيْثِ الْهِزَبْرِ

وَشَدَّ بِسَيْفِهٖ صَلْتًا عَلَيْهِ ‏ ‏ ‏ فَقَطَّرَهٗ اَبُوْعَبَسٍ بْنِ جَبْرِ

وَكَانَ اللّٰهُ سَادِسَنَا فَاُبْنَا ‏ ‏ ‏ بِاَنْعَمِ نِعْمَتِهٖ وَاَعَزِّ نَصْرِ

وَجَاءَ بِرَأْسِهٖ نَفَرٌ كِرَامٌ ‏ ‏ ‏ هُمُ نَاهِيْكَ مِنْ صِدْقٍ وَبِرِّ

"میں نے اسے پکارا۔ اس نے میری آواز سے اعراض نہ کیا، وہ پردہ کی آڑ سے باہر جھانکنے لگا۔ میں نے دوبارہ آواز دی تو اس نے کہا: آواز دینے والا کون ہے؟، میں نے کہا: تیرا بھائی عباد بن بشر ہے۔ یہ ہماری زرہیں ہیں انہیں بطور رہن رکھ لو، یہ رہن پورے ایک ماہ کے لیے یا نصف ماہ کے لیے ہے میں نے کہا یہ ایسے قبائل ہیں جو بھوک اور قحط سالی میں مبتلاء ہیں، انہوں نے فقر کے بغیر غنی کو گم نہیں کیا۔ وہ جلدی سے اتر کر ہماری طرف آ گیا، اس نے کہا تم میرے پاس کسی ناگزیر امر کے لیے آئے ہو۔ ہمارے ہاتھوں میں سفید تیز دھار والی تلواریں تھی، جنہیں کفار پر آزمایا گیا تھا وہ غالب تھیں۔ حضرت ابن مسلمہ نے اس کے ساتھ معانقہ کیا، ان کی وجہ سے کفار کو ہلاک کر دیا گیا وہ جری شیر تھے۔ انہوں نے اس تلوار کے ساتھ اس پر حملہ کر دیا جو انہوں نے سونت رکھی تھی، حضرت ابوعبس نے بھی اس پر ہلہ بول دیا۔ اللہ رب العزت نے اپنی بہت زیادہ نعمت اور غالب نصرت کے

ساتھ ہمیں سرخرو کیا۔ معزز لوگ اس خبیث کا سر لے کر آئے وہ صدق اور پاکبازی میں تمہارے لیے کافی ہیں''۔

کعب کا اس طرح عبرت ناک انجام تک پہنچنا اور قتل ہو جانا غیر قانونی ہرگز نہیں تھا کیونکہ اس نے حضور ﷺ کے معاہدہ کو توڑا۔ آپ ﷺ کی ہجو بیان کی اور آپ کو برے الفاظ سے یاد کیا۔ حالانکہ اس نے یہ معاہدہ کر رکھا تھا کہ وہ حضور ﷺ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرے گا۔ پھر وہ آپ ﷺ کے دشمنوں کی مدد کرنے لگا بلکہ انہیں مسلمانوں پر چڑھائی کرنے کے لیے ہر قسم کا تعاون پیش کیا۔

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے رقم کیا ''حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی گفتگو میں کسی امان کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ کعب کے ساتھ خرید و فروخت جیسے معاملات پر گفتگو کی۔ اس کے پاس حالات کی سنگینی کی شکایت کی۔ ان کی گفتگو میں کسی عہد یا امان کا ذکر نہیں۔ نہ کسی کے لیے یہ روا ہے کہ وہ یہ کہے کہ کعب کو دھوکا سے قتل کیا گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک شخص نے یہی بات کی تو آپ نے اس کی گردن اڑا دینے کا حکم دیا۔ اس کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔ یہ دھوکا اور دغا تو اس وقت ہوتا جب امان موجود ہوتی۔ کعب نے تو حضور ﷺ کے معاہدہ کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ اور ان کے رفقاء نے بھی اسے کوئی امان نہیں دی تھی۔ بلکہ کعب ان کے ساتھ مانوس ہو گیا۔ انہوں نے کسی عہد اور امان کے بغیر اس سے نجات پائی۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: کعب محارب تھا۔ امام بخاری نے اس کا ذکر اس عنوان کے تحت کیا ہے ''انقلك باهل الحرب والكذب فی الحرب''۔

غزوۂ غطفان

اس مبارک غزوہ کو غزوہ ذی امر بھی کہا جاتا ہے۔ اسے غزوۂ انمار کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ یہ نجد کے گرد و نواح کا علاقہ ہے۔ جب یہ غزوہ رونما ہوا تو ربیع الاول کے بارہ روز گزر چکے تھے۔ ہجرت کو پچیس ماہ بیت چکے تھے۔

سبب

اس غزوہ کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بنو ثعلبہ اور بنو محارب ایک جگہ اکٹھے ہو رہے تھے، وہ مسلمانوں پر شب خون مارنا چاہتے تھے۔ دعثور بن حرب المحاربی نے ان قبائل کو جمع کیا تھا۔ بعض سیرت نگاروں نے اس کا نام غورث بن حرث لکھا ہے۔ حضور ﷺ 450 مجاہدین لے کر ان کی سرکوبی کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ جب انہوں نے حضور ﷺ کی تشریف آوری کے متعلق سنا تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھاگ گئے۔ ان میں سے ایک شخص مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا، جسے حبار بن حبان کہا جاتا تھا، اسے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ اس نے دشمنوں کے حالات بتاتے ہوئے عرض کی ''وہ آپ سے معرکہ آزما نہیں ہوں گے۔ جب انہوں نے آپ کی آمد کے متعلق سنا تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے ہیں۔ میں آپ کے ہمراہ جانے کی سعادت حاصل کرتا ہوں'' حضور ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے اسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تاکہ آپ

اسے احکام شریعت سے آگاہ کریں۔ وہ شخص حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کو خفیہ راستے سے اپنے لوگوں کے پاس لے گیا۔ مسلمان ایک چشمہ پر پہنچے جسے ذوامر کہا جاتا تھا۔ حضور ﷺ نے لشکر سمیت وہیں پڑاؤ کیا۔ وہاں بہت زیادہ بارش برسی۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرام کے کپڑے گیلے ہو گئے۔ حضور ﷺ نے اپنے ملبوسات مبارکہ اتارے اور انہیں خشک ہونے کے لیے درخت پر لٹکا دیا اسی درخت کے نیچے خود بھی استراحت فرما ہو گئے۔ یہ جگہ مشرکین کے قریب ہی تھی۔ وہ پہاڑوں کی بلند و بالا چوٹیوں سے مسلمانوں کو دیکھ رہے تھے۔ مسلمان اپنے امور میں مصروف تھے۔

عجیب معجزہ نمائی

مشرکین نے اپنے سردار اور شجاع شخص دعثور سے کہا "محمد عربی ﷺ تنہا ہیں۔ فوراً جا کر انہیں شہید کر دو" وہ شمشیر بے نیام لے کر آیا۔ وہ حضور ﷺ کے سر اقدس پر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا: آج مجھ سے آپ کو کون بچائے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ۔ حضرت جبرائیل امین نے اس کے سینہ پر مارا۔ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ وہ خود بھی پشت کے بل نیچے گر پڑا۔ اس کی شمشیر براں حضور نبی مکرم ﷺ نے پکڑ لی۔ اسے فرمایا: مجھ سے تجھے کون بچائے گا؟ اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے رسول مکرم ہیں" نبی اکرم ﷺ نے اس کی تلوار واپس کر دی۔ وہ اپنی قوم کے پاس آیا۔ انہیں اسلام کے چشمۂ صافی کی طرف بلانے لگا۔ اس نے انہیں بتایا "اس نے ایک طویل شخص دیکھا جس نے اس کے سینہ پر مکا مارا۔ جس کی وجہ سے وہ پشت کے بل گر پڑا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ فرشتہ ہے۔ میں نے دولت اسلام سمیٹ لی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول محترم ہیں۔ میں ان کے خلاف لشکر کشی نہیں کروں گا" اس کے سبب رب تعالیٰ نے بہت سی مخلوق کو ہدایت عطا فرمائی۔ یہ آیات طیبات اس وقت نازل ہوئیں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ (المائدہ: 11)

"اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی۔ پختہ ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ تو اللہ تعالیٰ نے روک دیا ان کے ہاتھوں کو تم سے"۔

دوسری روایت کے مطابق یہ آیات طیبات بنو نضیر کے بارے اس وقت نازل ہوئیں جب انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ فریب کرنے کی کوشش کی۔ ایک قول کے مطابق یہ آیات کفار مکہ کے بارے اس وقت نازل ہوئیں جب وہ اور مسلمان عسفان کے مقام پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے۔ مسلمانوں نے صلاۃ الخوف ادا کی تھی۔ امام قشیری نے لکھا ہے "بعض اوقات ایک قصہ کے بارے کسی آیت کا نزول ہوتا پھر کسی دوسرے موقع پر بھی وہی آیت نازل کی جاتی"۔

پھر حضور ﷺ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہونے کی نوبت نہ آئی۔ اس غزوہ میں گیارہ روز صرف ہوئے۔

غزوۂ بحران

بحران "الفرع" کے گرد و نواح میں ایک جگہ کا نام ہے۔ اس غزوۂ کو غزوہ بنی سُلیم بھی کہا جاتا ہے۔ حضور سپہ سالار اعظم ﷺ تین سو مجاہدین لے کر بنو سلیم کی سرکوبی کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت ابن ام مکتوم کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ آپ ﷺ تک یہ اطلاع پہنچی تھی کہ بنو سلیم کا انبوہ کثیر بحران کے مقام پر جمع ہو رہا ہے۔ آپ تیز رفتاری کے ساتھ ان تک پہنچ گئے۔ ان تک پہنچنے سے قبل آپ کو ایک شخص ملا۔ اس نے بتایا کہ وہ لوگ منتشر ہو گئے ہیں۔ آپ نے اس شخص کو روک لیا۔ جب آپ بنو سلیم تک پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ بنو سلیم بکھر چکے تھے۔ آپ ﷺ واپس لوٹ آئے۔ معرکہ آزمائی کی نوبت نہ آئی۔ آپ نے اس شخص کو آزاد کر دیا۔ اس مہم میں دس روز صرف ہوئے۔

اسی سال حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ عقد نکاح ہوا کیونکہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو چکا تھا۔ ان کا وصال اس روز ہوا جب دو شخص بدر کی شاندار فتح کی بشارت لے کر آئے تھے۔ اسی سال شعبان کے ماہ مبارک میں حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کاشانہ نبوی میں داخل ہوئیں۔ حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ ان کے پہلے خاوند تھے۔ جن کے سر پر غزوۂ بدر کے روز تاج شہادت سجایا گیا تھا۔ اسی سال رمضان المبارک میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو ام المومنین بننے کا شرف نصیب ہوا۔

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

"القردہ" نجد کے ایک چشمہ کا نام ہے۔ اس سریہ کا سبب یہ ہے کہ قریش اس راستہ سے ڈر گئے جس پر وہ ملک شام جایا کرتے تھے۔ جب واقعہ بدر رونما ہوا تو انہیں کئی خدشات نے گھیر لیا۔ انہوں نے تجارت کے لیے عراق کا رستہ اختیار کیا۔ ایک تجارتی کارواں عازم سفر ہوا۔ جس میں ابوسفیان بن حرب، صفوان بن امیہ اور حویطب بن عبد العزیٰ شامل تھے۔ ان کے ہمراہ بہت سی چاندی تھی۔ حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان کے ہمراہ ایک سو مجاہدین بھیجے۔ اسی چشمہ پر ان کی ملاقات اسی کارواں کے ساتھ ہو گئی۔ کارواں میں موجود لوگ بھاگ گئے۔ سامان سمیت اونٹ مسلمانوں کے ہاتھ لگ گئے۔ مسلمان سامان سمیت اونٹ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں لے کر آئے۔ حضور ﷺ نے اس مال غنیمت کا خمس نکالا۔ خمس کی قیمت بیس ہزار درہم تھی۔ یہ سریہ 3ھ جمادی الآخر میں رونما ہوا۔

غزوۂ اُحد

کفار قریش کی تیاری

اُحد مدینہ طیبہ کا ایک مشہور پہاڑ ہے۔ یہ غزوہ ماہ شوال 3ھ بروز ہفتہ کو رونما ہوا تھا۔ شوال کے گیارہ دن گزر چکے تھے۔ اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ جب قریش مکہ کو میدان بدر میں ضرب کاری لگی تو عبداللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ ابن ابی جہل، صفوان بن

امیہ اور دیگر اشراف قریش ابوسفیان کے پاس گئے۔ان کے علاوہ ہر وہ شخص ابوسفیان کے پاس گیا جس کا اس تجارتی کارواں میں حصہ تھا جو غزوۂ بدر کا سبب بنا تھا۔یہ کارواں ابھی تک دارالندوہ میں اسی طرح پڑا تھا۔اس کا نفع تقسیم نہیں کیا گیا تھا۔ان لوگوں نے ابوسفیان سے کہا "محمد عربی نے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔تمہارے عمدہ لوگوں کو تہ تیغ کر دیا ہے۔اسی مال سے ان کے خلاف مدد لو۔ان کے خلاف جنگ کرو۔شاید ہم اپنے اس زخم کاری کا ان سے بدلہ لے سکیں۔شاید ہمارے نفسوں کو تسکین نصیب ہو سکے۔اس کارواں کے نفع سے ایک لشکر جرار تیار کر کے محمد عربی پر حملہ آور ہو جاؤ"۔

ابوسفیان نے کہا: میں پہلے اس پکار پر لبیک کہتا ہوں۔بنو عبد مناف میرے ہمراہ ہیں۔وہ اپنے مال کا نفع اس کام کے لیے مختص کر دیتے ہیں" اس کاروان کے تجارتی سامان کا اصل سرمایہ مالکوں کو واپس کر دیا گیا۔اصل سرمایہ پچاس ہزار دینار تھا۔جبکہ نفع کو مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کے لیے مختص کر دیا گیا۔ایک دینار پر ایک دینار نفع ہوا تھا۔قریش مکہ نے بھرپور انداز سے تیاری شروع کر دی۔کنانہ اور تہامہ کے قبائل نے بھی ان کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔صفوان بن امیہ نے ابوعزہ انجمی سے کہا: ابوعزہ! تو ایک شاعر ہے۔اپنی زبان کے ساتھ ہماری مدد کر۔تیرا میرے ذمہ یہ وعدہ رہا کہ اگر تو جنگ سے بسلامت واپس آ گیا تو میں تجھے غنی کر دوں گا۔اگر تو قتل ہو گیا تو تیری بیٹیوں کو اپنی بیٹیوں کے ساتھ ملالوں گا۔تنگی اور آسانی میں انہیں ایسے ہی حالات کا سامنا کرنا پڑے گا جیسے میری اپنی بیٹیوں کو سامنا کرنا پڑے گا"۔

ابوعزہ نے کہا: محمد عربی ﷺ نے مجھ پر بڑا احسان فرمایا ہے۔انہوں نے غزوۂ بدر میں مجھے آزاد فرمایا ہے۔مجھ سے وعدہ لیا ہے کہ میں ان کے خلاف کسی کی مدد نہیں کروں گا۔صفوان نے کہا: تو صرف اپنی زبان کے ساتھ ہماری مدد کر" ابوعزہ اور مسافع اپنے اشعار کے ساتھ لوگوں کو جنگ کی ترغیب دلانے لگے۔کیا مسافع نے اسلام قبول کر لیا تھا؟ اس میں اختلاف ہے۔ابوعزہ کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔حضور ﷺ نے حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو ابوعزہ کی گردن اڑا دی گئی۔

جبیر بن مطعم نے حبشی غلام "وحشی" کو بلایا۔یہ وحشی نیزہ پھینکنے کا ماہر تھا۔اس کا نشانہ کم ہی خطا جاتا تھا۔جبیر بن مطعم نے اسے کہا "لوگوں کے ساتھ عازم سفر ہو جاؤ، اگر تم نے میرے چچا طعیمہ بن عدی کے بدلہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تو تم آزاد ہو" کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر کے روز طعیمہ کو واصل جہنم کیا تھا۔ایک قول کے مطابق اس کے سردار طعیمہ کی بیٹی نے کہا: اگر تو نے میرے باپ کے بدلہ میں حضرت محمد عربی یا حضرت علی یا حضرت حمزہ کو شہید کر دیا تو تم آزاد ہو کیونکہ پوری قوم میں ان کے علاوہ مجھے اور کوئی کفو نظر نہیں آتا"۔

لشکر قریش کی روانگی

قریش کا لشکر جرار اپنے سورماؤں، آلات موسیقی، شراب اور لونڈیوں کے ساتھ روانہ ہوا۔قریش کی خواتین میں سے پندرہ عورتیں اپنے خاوندوں کے ساتھ عازم سفر ہوئیں۔ان میں ہند بنت عتبہ، ابوسفیان کی بیوی، ام حکیم بنت طارق، عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی، فاطمہ بنت ولید، حرث بن ہشام کی زوجہ، ربطہ بنت منبہ السہمیہ، عمرو بن عاص کی زوجہ شامل تھیں۔ان کے

علاوہ اور بھی بہت سی خواتین تھیں جو مقتولین بدر پر نوحہ کناں تھیں۔ وہ لشکر کو قتال پر ابھار رہی تھیں۔ وہ انہیں شکست نہ کھانے اور راہ فرار اختیار نہ کرنے پر ابھار رہی تھیں۔ جب یہ لشکر مکہ مکرمہ سے روانہ ہوا تو شوال کے پانچ ایام گزر چکے تھے۔

حضرت عباس کا مکتوب

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف خط لکھا۔ اس میں لشکر قریش اور ان کی روانگی کے متعلق لکھا۔ قریش نے حضرت عباس کو بھی روانگی کے لیے کہا تھا۔ مگر انہوں نے معذرت کر لی تھی۔ انہوں نے ان کی کسی قسم کی مالی مدد بھی نہیں کی تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خط پہنچا تو آپ قباء میں تشریف فرما تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بنو غفار میں سے ایک شخص کو یہ خط دے کر بھیجا۔ اسے اس شرط پر اجرت دی کہ وہ شب و روز سفر کر کے تین دن میں مدینہ طیبہ جائے گا۔ جب یہ مکتوب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ نے اس کی مہر شق کی اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ انہوں نے آپ کو پڑھ کر سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''وہ اس خط کو مخفی رکھیں''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے اور انہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے خط کے بارے بتایا۔ آپ نے فرمایا ''بخدا! مجھے امید ہے کہ بہتر ہوگا'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی حکم فرمایا ''اس خط کو مخفی رکھیں''۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے تشریف لائے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے انہیں کہا ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابھی ابھی کیا کہا ہے؟'' حضرت سعد نے فرمایا ''ام محمد! تجھے اس خبر سے کیا سروکار؟'' ان کی زوجہ نے کہا ''جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے کہا ہے، میں نے وہ سن لیا ہے'' پھر انہوں نے ساری بات سنا دی جسے سن کر انہوں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ اس کا ہاتھ پکڑا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ اس کے معاملہ کے بارے عرض کرتے ہوئے عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجھے اندیشہ ہے کہ یہ خبر پھیل جائے گی۔ آپ سمجھیں گے کہ شاید میں نے پھیلائی ہے۔ حالانکہ آپ نے مجھے پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا ہے'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اپنی زوجہ سے درگزر کرو''۔

لشکر قریش روانہ ہوا۔ وہ تعداد میں تین ہزار تھے۔ ان میں دو سو گھوڑے تھے۔ سات سو زرہ پوش تھے۔ ان میں سے وہ احابیش بھی شامل تھے جنہوں نے قریش کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا۔ یہ بنو مصطلق اور بنو لھون بن خزیمہ تھے۔ یہ حبیش (مکہ مکرمہ کے زیریں علاقہ کا پہاڑ) کے پاس جمع ہوئے۔ انہوں نے قسم اٹھائی کہ وہ قریش کے ساتھ ہیں۔ جب تک رات تاریک رہے گی۔ دن روشن رہے گا۔ جب تک کوہ حبیش اپنے جگہ پر برقرار رہے گا۔ اس پہاڑ کی وجہ سے انہیں ''احابی'' بھی کہا جاتا ہے۔ دوسری روایت کے مطابق انہیں اجتماع کی وجہ سے احابیش کہا جاتا ہے۔

قریش کے ہمراہ ابو عامر بھی نکلا۔ اس کے ہمراہ اوس کے ستر گھڑ سوار تھے۔ ابو عامر راہب پہلے مدینہ منورہ میں تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخالف اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا منکر تھا۔ اس سے قبل یہ راہبانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ یہ گمان کرتا تھا کہ وہ مبعوث کیے جانے والے نبی کا منتظر ہے۔ لوگوں سے اس نبی مکرم کے محامد و مکارم بیان کرتا تھا۔ یہ لوگوں سے کہتا تھا کہ اس نبی کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی۔ انصار کے لیے آپ کے اوصاف حمیدہ

عیاں ہو گئے اور انہوں نے آپ کی پیروی کر لی تو ابو عامر آپ ﷺ سے حسد کرنے لگا۔ اس نے آپ کی نبوت کا انکار کیا۔ اس کا اوس میں وہی مقام تھا جو خزرج میں ابن ابی کا تھا۔ ان دونوں نے حضور ﷺ سے حسد کیا۔ مگر عبداللہ بن ابی ظاہری طور پر اسلام میں داخل ہو گیا، مگر ابو عامر مدینہ طیبہ سے حالت کفر میں نکل گیا۔ حضور ﷺ نے اس کے لیے یہ بددعا کی ''یہ تنہا اور دھتکارا ہوا مرے گا''۔ اللہ رب العزت نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ حضور ﷺ نے اسے راہب کی جگہ فاسق کہا۔ اسی ابو عامر کے فرزند ارجمند حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا شمار فضلاء صحابہ کرام میں ہوتا تھا۔ غزوۂ اُحد میں انہیں قبائے شہادت نصیب ہوئی۔ غسیل ملائکہ یہی حنظلہ ہیں۔ ابو عامر فاسق حالت کفر میں تنہائی اور بے کسی کی موت مرا۔ یہ روم میں مرا تھا۔ آپ ﷺ کی بددعا قبول ہوئی تھی۔ جب آپ ﷺ نے مکہ فتح فرمایا تو یہ روم کی طرف بھاگ گیا۔

قریش مکہ بھرپور تیاری کرنے کے بعد روانہ ہوئے۔ ابو سفیان ان کا قائد تھا۔ وہ انہیں لے کر چلا۔ حتیٰ کہ وہ مدینہ طیبہ کے سامنے کوہ اُحد کی وادی میں فروکش ہوئے۔ جب قریش مکہ کا لشکر کوہ اُحد کی وادی میں پہنچا تو بدھ کا دن اور شوال کی بارہ تاریخ تھی۔ وہ وہاں بدھ، جمعرات اور جمعہ تین ایام ٹھہرے رہے۔ حضور ﷺ ہفتہ کی صبح کو اس وادی میں جلوہ افروز ہوئے۔ اس وقت نصف شوال گزر چکا تھا۔ جو صحابہ کرام غزوۂ بدر میں شرکت نہیں کر سکے تھے انہیں حد درجہ افسوس تھا۔

حضور ﷺ کا مبارک خواب

مدینہ طیبہ سے عازم سفر ہونے سے قبل حضور ﷺ نے ایک خواب دیکھا۔ یہ جمعہ کی رات تھی۔ وقت صبح آپ نے فرمایا ''بخدا! میں نے عمدہ خواب دیکھا ہے۔ میں نے ذبح ہوتی ہوئی گائے دیکھی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ میری تلوار میں دندانے پڑ گئے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ مضبوط زرہ میں ڈال دیا ہے۔ میں نے خود کو دیکھا ہے کہ گویا کہ میں مینڈھے کے پیچھے ہوں''۔ جہاں تک گائے کا تعلق ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ میرے صحابہ کرام میں سے بعض کے سروں پر شہادت کا تاج سجایا جائے گا۔ تلوار کی دھار میں دندانے دیکھنے کا مفہوم یہ ہے کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص شہید ہو گا۔ مضبوط زرہ کی تعبیر میں نے مدینہ طیبہ سے کی ہے۔ میں نے مینڈھے کی تعبیر یہ کی ہے کہ میں لشکر کے سردار کا قتل کروں گا''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کا خواب سچ کر دکھایا۔ آپ کے اہل بیت میں سے جس فرخندہ فال شخص کے سر پر شہادت کا تاج سجا وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے طلحہ بن عثمان العبدری کو قتل کیا۔ یہ مشرکین کا علمبردار تھا۔ یہ لشکر کا قائد اور ان کا سردار تھا۔

حضرت عروہ بن زبیر اور ایک گروہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ آپ ﷺ کی شمشیر مبارک کی دھار کو دندانے لگنے کی تعبیر آپ کے روئے تاباں کا زخمی ہونا ہے۔ دشمن نے آپ ﷺ کے چہرۂ والضحیٰ پر ضرب لگائی، رخسار مبارک پر چوٹ لگی۔ دانت مبارک شہید ہو گئے اور نچلے ہونٹ پر بھی زخم آیا۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا ''مدینہ طیبہ میں ہی ٹھہرے رہو اگر مشرکین مدینہ منورہ کے اندر گھس آئے تو ہم ان کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔ گھروں کی چھتوں پر سے تیر اندازی کریں گے'' دوسری روایت میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''مناسب سمجھو تو مدینہ طیبہ میں ہی ٹھہرے رہو۔ وہ جہاں بھی ہوں گے تم

انہیں دعوت جنگ دے لوگے۔ اگر انہوں نے قیام کیا تو یہ قیام ان کے لیے اذیت ناک بن جائے گا۔ اگر وہ مدینہ طیبہ کے اندر داخل ہو گئے تو ہم ان کے ساتھ مقابلہ کریں گے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشاورت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشاورت کے لیے عبداللہ بن ابی کی طرف بھی پیغام بھیجا۔ مقصود تالیف قلب تھا۔ اس سے قبل اس سے کبھی بھی مشاورت نہیں کی گئی تھی۔ عبداللہ بن ابی کی رائے وہی تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے تھی۔ ان لوگوں نے عرض کی جو غزوۂ بدر میں شرکت نہیں کر سکے تھے اور انہیں شرکت نہ کرنے پر از حد افسوس تھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم تو اس دن کے منتظر تھے۔ ہمیں لے کر دشمن کی طرف تشریف لے چلیں۔ وہ ہمیں بزدل نہیں پائیں گے"۔

ابن ابی نے عرض کی "یا رسول اللہ! مدینہ طیبہ میں ہی جلوہ افروز رہیں دشمن کی طرف نہ نکلیں۔ بخدا! ہم کبھی بھی دشمن کی طرف نکل کر نہیں گئے مگر ہمیں نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ ہم نے جب اندر رہ کر دفاع کیا ہے ہم نے دشمن کو رسوا کیا ہے۔ یا رسول اللہ! انہیں چھوڑ دیں اگر وہ وہیں ٹھہرے رہے تو ان کا ٹھہرنا کتنا تکلیف دہ ہوگا۔ اگر وہ مدینہ منورہ کے اندر داخل ہو گئے تو مردان کے سامنے آ کر ان سے لڑیں گے جبکہ عورتیں اور بچے چھتوں سے ان پر پتھر پھینکیں گے۔ وہ اسی طرح خائب و خاسر واپس لوٹ جائیں گے جس طرح آئے ہیں"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیر دل چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن عبادہ، حضرت نعمان بن مالک اور انصار کے ایک گروہ نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں خدشہ ہے کہ دشمن سمجھے گا کہ ہم بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مدینہ طیبہ سے باہر نہیں نکلے۔ وہ اسے اپنی جیت سمجھیں گے"۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے مزید عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اس ذات کریمانہ کی قسم! جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے۔ میں کھانے کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا حتیٰ کہ میں مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر دشمن سے معرکہ آزما ہو جاؤں"۔ حضرت نعمان نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں جنت سے محروم نہ فرمائیں۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے میں ضرور جنت میں داخل ہوں گا" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ذرا رکو! حضرت نعمان نے عرض کی "میں اللہ رب العزت اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں" دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے عرض کی "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ میں جنگ کے روز راہ فرار اختیار نہیں کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم نے سچ کہا ہے" اس روز ان کے سر پر شہادت کا تاج سجا دیا گیا۔ آپ نے ان صحابہ کرام کی رائے کی موافقت کی۔ اگرچہ ابتدا میں اسے ناپسند فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ جس امر کا فیصلہ کر لے وہ ہو کر رہتا ہے۔

سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُحد کی طرف روانگی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو نماز جمعہ پڑھائی۔ انہیں وعظ و نصیحت کی۔ کوشش اور اجتہاد کا حکم دیا۔ ان کے ساتھ وعدہ

کیا کہ نصرت الٰہیہ انہی کے ساتھ ہے بشرطیکہ انہوں نے صبر کا دامن پکڑے رکھا۔ آپ نے صحابہ کرام کو دشمن کے ساتھ جنگ آزما ہونے کے لیے تیاری کا حکم دے دیا۔ یہ حکم سن کر صحابہ کرام بہت زیادہ مسرور ہوئے، کیونکہ دنیا اور اس کی زیب و زینت ان کا مقصد حیات نہ تھا۔ یہ فیصلہ سن کر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کا شوق ان کے دلوں میں انگڑائیاں لینے لگا۔ جنات النعیم کی طرف جلدی جانے کی تمنا بیدار ہوگئی۔ پھر آپ نے نماز عصر پڑھائی۔ لوگ جمع ہو چکے تھے۔ بلند محلوں کے لوگ بھی پہنچ چکے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس کے اندر گئے۔ آپ کے ہمراہ دنیا، برزخ، موقف، حوض اور جنت کے دو ساتھی بھی تھے۔ انہوں نے عمامہ شریف، کپڑے اور تلوار حمائل کرنے میں آپ کی اعانت کی۔ صحابہ کرام باہر صف باندھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باہر تشریف لانے کے منتظر تھے۔ صحابہ کرام نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما سے کہا ''تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجبور کیا ہے کہ آپ جنگ کے لیے باہر نکلیں۔ معاملہ آپ کی طرف ہی لوٹا دو'' حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اوس کے سردار تھے۔ ان کا انصار میں مقام و منصب وہی تھا جو مہاجرین میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا''۔

امام زرقانی نے تحریر کیا ہے ''حضرت سعد انصار میں سے افضل تھے'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زرہ مبارک پہنے ہوئے تھے، تلوار حمائل کیے ہوئے تھے۔ باہر نکل کر جنگ کرنے کے حامیوں کو ندامت محسوس ہوئی۔ انہوں نے عرض کی ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرنا ہمارے لیے کسی طرح بھی روا نہ تھا۔ آپ جیسے پسند فرمائیں کریں'' دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے عرض کی ''اگر آپ پسند فرمائیں تو مدینہ طیبہ کے اندر رہ کر ہی دشمن سے مقابلہ کریں'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ایک نبی جب اسلحہ زیب بدن کرلے تو اس کے لیے روا نہیں کہ اسے اتارے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے دشمنوں کے مابین فیصلہ کردے''۔

آپ نے حضرت ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ اوس کا جھنڈا باندھا، وہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ خزرج کا جھنڈا باندھا تو وہ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ یا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ پھر پوچھا ''مشرکین کا علمبردار کون ہے؟'' عرض کی گئی ''طلحہ بن ابی طلحہ العبدری'' آپ نے فرمایا ''ہم وفاء کرنے کے ان سے زیادہ مستحق ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لیا اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ قصی نے القیادہ، اللواء، الحجابہ، السقایہ، الرفادہ اور دار الندوہ سب کچھ اپنے بیٹے عبدالدار کو دیا تھا۔ عبدالدار کی موت کے بعد بنو عبدالدار اور بنو عبد مناف میں اختلاف ہو گیا۔ پھر انہوں نے اتفاق کرلیا کہ لواء، حجابہ اور ندوہ بنو عبدالدار کے پاس رہیں گے جبکہ قیادہ، سقایہ اور رفادہ بنو عبد مناف کے پاس رہیں گے۔ یہ واقعہ پہلے تفصیل سے گزر چکا ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ہم وفاء کرنے کے زیادہ مستحق ہیں''۔

شرح زرقانی میں ہے ''جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو آپ نے اسلام کا علم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ لشکر اسلامی میں ایک سو زرہ پوش تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ''السکب'' گھوڑے پر سوار تھے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ پیدل روانہ ہوئے۔ حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما آپ کے آگے آگے بھاگ رہے تھے۔

ان دونوں کے بارے ہی مکہ مکرمہ میں ہاتف غیبی نے کہا تھا:

فَاِنْ یُسْلِمِ السَّعْدَانِ یُصْبِحُ مُحَمَّدٌ بِمَکَّۃَ لَا یَخْشیٰ خِلَافَ الْمُخَالِفِ

اگر سعدان یعنی حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کر لیا تو محمد عربی مکہ مکرمہ میں اس طرح ہو جائیں گے کہ انہیں کسی مخالف کی مخالفت کا اندیشہ نہیں رہے گا۔

یہ دونوں حضرات زرہ پہنے ہوئے تھے۔ لشکر میں بعض کمسن بچے بھی تھے جیسا کہ حضرت اسامہ بن زید، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوسعید خدری، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت نافع بن خدیج، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم۔ آپ نے انہیں واپس بھیج دیا۔ پھر حضرت رافع بن خدیج کو اجازت مرحمت فرما دی۔ جب انہیں اذن جہاد مل گیا تو حضرت سمرہ بن جندب نے اپنے سوتیلے باپ سے کہا "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رافع کو اجازت مرحمت فرما دی ہے۔ جبکہ مجھے اجازت نہیں ملی حالانکہ میں کشتی میں انہیں پچھاڑ سکتا ہوں" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے انہیں کشتی لڑنے کا حکم دیا۔ حضرت سمرہ نے حضرت رافع کو پچھاڑ دیا۔ آپ نے انہیں بھی اجازت عطا فرما دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کے ساتھ یہودیوں کی ایک جماعت دیکھی۔ آپ نے پوچھا: کیا انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے؟ آپ سے گزارش کی گئی "نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا "انہیں واپس لوٹ جانے کا حکم دو" ہم مشرکین سے مشرکین کے خلاف مدد نہیں مانگتے" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک ہزار افراد تھے۔ پھر عبداللہ بن ابی اور اس کے تین سو منافقین ساتھی جدا ہو گئے۔ مسلمانوں کی تعداد سات سو رہ گئی۔ مشرکین کی تعداد تین ہزار تھی۔ جب عبداللہ بن ابی واپس جانے لگا تو اس نے کہا "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری مخالفت کی ہے۔ انہوں نے بچوں اور ایسے لوگوں کی رائے اختیار کی ہے جن کی کوئی رائے ہی نہیں۔ ہم اپنے آپ کو کیوں قتل کریں۔ لوگو! لوٹ چلو" حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عمرو نے انہیں کہا "میں تمہیں اللہ رب العزت کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم اپنی قوم اور اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسوا نہ کرو، جبکہ دشمن سامنے موجود ہے" منافقین نے کہا "اگر ہمیں جنگ کا طریقہ آتا تو ہم ضرور ان کی اتباع کرتے" جب منافقین نے انکار کیا تو مسلمانوں نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرے عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تم سے مستغنی کر دے گا"۔

حضرت موسیٰ بن عقبہ نے فرمایا "جب ابن ابی اور اس کے ساتھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہو گئے تو مسلمانوں میں سے دو گروہوں کے پاؤں ڈگمگائے۔ انہوں نے بزدلی کے اظہار کا ارادہ کیا۔ وہ دو قبائل بنو حارثہ اور بنو سلمہ تھے" صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ بنو سلمہ اور بنو حارثہ کے بارے نازل ہوئی۔

اِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا (آل عمران: 122)

"جب ارادہ کیا دو جماعتوں نے تم میں سے کہ ہمت ہار دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ دونوں کا مددگار تھا"۔

انہوں نے کہا: کاش! یہ آیت نازل نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا دفاع کرنے والا تھا۔ حضرت حافظ ابن حجر نے رقم کیا ہے "اگرچہ اس آیت کریمہ کے ظاہر میں ان دونوں قبائل کے لیے عتاب نظر

آتا ہے۔ مگر اس کی ابتداء میں عتاب ہے جبکہ آخری حصہ میں ان کے لیے شرف ہے"۔

حضرت ابن اسحاق نے لکھا ہے وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا کا معنی ہے کہ جو انہوں نے پست ہمتی کا اظہار کیا جبکہ اللہ تعالیٰ اسے دور کرنے والا تھا کیونکہ وہ شیطانی وسوسہ تھا۔ یہ ان کی دینی کمزوری نہیں تھی"۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سید انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کوہ اُحد کی طرف تشریف لے گئے اور منافقین آپ کا ساتھ چھوڑ کر واپس آ گئے تو آپ کے صحابہ کرام دو فریقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک فریق کہتا تھا کہ ہم ان کے ساتھ جنگ کریں گے۔ دوسرے فریق کا مؤقف تھا کہ ہم ان کے ساتھ جہاد نہیں کریں گے۔ اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا (النساء:88)

"سو کیا ہو گیا ہے تمہیں کہ منافقوں کے بارے تم دو گروہ بن گئے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اوندھا کر دیا ہے انہیں بوجہ ان کرتوتوں کے جو انہوں نے کیے ہیں"۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے روانہ ہوئے، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وادی کے کنارے کی طرف گھاٹی میں فروکش ہو گئے۔ کوہ اُحد کو پس پشت رکھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز صبح پڑھائی۔ احد کے دامن میں مسلمانوں نے صف بندی کی۔ مشرکین نے "سبخہ" کے مقام پر صفیں بنالیں۔ مشرکین کے گھڑسوار دستہ کے میمنہ پر خالد بن ولید مقرر تھے۔ میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل تھے۔ پیادہ دستوں کی کمان صفوان بن امیہ کے ہاتھ میں تھی۔ دوسری روایت کے مطابق یہ کمان عمرو بن عاص کے ہاتھ میں تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ خالد بن ولید کے سامنے آ جائیں۔ مسلمانوں کے پاس صرف ایک یا دو گھوڑے تھے۔ علامہ حلبی نے لکھا ہے کہ غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کے ہمراہ پچاس گھوڑے تھے یہ مؤقف درست نہیں۔

تیر انداز دستہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو تیر انداز دستے کا امیر مقرر کیا۔ اس روز انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔ یہ دستہ پچاس افراد پر مشتمل تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستہ کو بلند ٹیلے پر مقرر فرمایا اور فرمایا "ہمارے پیچھے سے ہمارا دفاع کرو۔ دشمن ہمارے پیچھے سے ہم پر حملہ آور نہ ہو سکے۔ ان پر تیر اندازی شروع کر دینا۔ جس جگہ تیر گر رہے ہوں اس جگہ گھوڑے نہیں آتے۔ جب تک تم اپنی جگہ پر ثابت قدم رہو گے ہمیں غلبہ حاصل رہے گا۔ مولا! میں تجھے ان پر گواہ بناتا ہوں"۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا "اگر تم ہمیں دیکھو کہ ہمیں پرندے اُچک رہے ہیں تو پھر بھی اپنی جگہ سے ہٹنا نہیں حتیٰ کہ میں تمہاری طرف پیغام بھیج دوں۔ اگر تم دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست سے دوچار کر دیا ہے تو پھر بھی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرنا خواہ ہم ان کے مقتولوں کو پاؤں تلے روندھ رہے ہوں" ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا "اگر تم ہمیں دیکھو کہ ہم شہید ہو رہے ہیں پھر بھی ہماری مدد کے لیے نہیں آنا اور اگر تم دیکھو کہ ہم مال غنیمت جمع کر رہے ہیں تو پھر بھی ہمارے ساتھ شرکت نہ کرنا۔ مولا! میں ان پر تجھے گواہ بناتا ہوں"۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی شمشیر زنی

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شمشیر قاطع نکالی اور فرمایا ''اس شمشیر براں کا حق کون ادا کرے گا؟ اس پر یہ شعر رقم تھا:

فِي الْجُبْنِ عَارٌ وَفِي الْإِقْدَامِ مَكْرُمَةٌ وَالْمَرْءُ بِالْجُبْنِ لَا يَنْجُو مِنَ الْقَدَرِ

''بزدلی میں ندامت ہے، پیش قدمی میں عزت ہے اور بزدلی کے ساتھ آدمی تقدیر سے نجات نہیں پاسکتا''۔

کئی صحابہ کرام اٹھے۔ ہاتھ آگے بڑھائے۔ ان میں سے ہر صحابی عرض کناں تھا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ تلوار حاصل کرنے کی سعادت میں حاصل کروں گا'' ان صحابہ کرام میں حضرات ابوبکر، عمر فاروق، علی المرتضیٰ اور زبیر رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے کسی کو بھی تلوار عنایت نہ کی۔ حتیٰ کہ حضرت ابودجانہ سماک ابن اوس انصاری رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ گزارش کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اس تلوار کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اسے دشمن پر اتنا چلایا جائے کہ یہ ٹیڑھی ہوجائے'' انہوں نے عرض کی ''یارسول اللہ! یہ تلوار میں لوں گا'' آپ نے فرمایا ''شاید جب میں تمہیں یہ شمشیر بے نیام عطا کردوں تو تم دشمنوں کی صفوں کے پیچھے شمشیر زنی کرو'' انہوں نے عرض کی ''نہیں! یارسول اللہ!'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تلوار عنایت فرمادی۔ حضرت ابودجانہ شجاع انسان تھے، جنگ کے وقت اترا کر چلتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انہیں یہ تعجب خیز چال چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ''یہ ایسی چال ہے جس سے رب تعالیٰ نفرت کرتا ہے مگر ایسی جگہ اس سے مستثنیٰ ہے''۔

اس واقعہ میں یہ دلیل نہیں کہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام سے زیادہ بہادر تھے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تلوار عنایت نہیں کی تھی۔ بلکہ یہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی۔ شاید وحی الٰہی کی بناء پر ہوتا کہ انصار کی فضیلت وشان عیاں ہو کہ آپ نے ان میں سے ایک شخص کو یہ تلوار عطا فرمائی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جب تاجدار عرب وعجم نے وہ تلوار مجھے عطا نہ فرمائی اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو دے دی تو میں نے کہا ''بخدا! میں دیکھوں گا کہ ابودجانہ آج اس کے ساتھ شجاعت وجرأت کے کیسے کارنامے رقم کرتے ہیں'' میں ان کے تعاقب میں رہا۔ انہوں نے اپنی سرخ پٹی نکالی جس کی ایک طرف ''نَصْرٌ مِّنَ اللهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ'' اور اس کی دوسری طرف ''اَلْجَبَانَةُ فِي الْحَرْبِ عَارٌ وَمَنْ فَرَّ لَمْ يَنْجُ مِنَ النَّارِ'' لکھا ہوا تھا، انہوں نے وہ پٹی اپنے سر پر باندھی۔ انصار نے فرمایا ''انہوں نے ''عصابۃ الموت'' کو نکال لیا ہے'' وہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے باہر نکل آئے:

أَنَا الَّذِي عَاهَدَنِي خَلِيلِي وَنَحْنُ بِالسَّفْحِ لَدَى النَّخِيلِ

أَلَّا أَقُومَ الدَّهْرَ فِي الْكَيُّولِ أَضْرِبْ بِسَيْفِ اللهِ وَالرَّسُولِ

''میں وہی ذات ہوں جس کے ساتھ میرے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت وعدہ کیا تھا جب ہم کھجوروں کے پاس دامن کوہ میں تھے کہ میں کبھی بھی آخری صفوں میں جنگ نہیں کروں گا۔ میں اللہ رب العزت اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار کے ساتھ شمشیر زنی کرتا رہوں گا''۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ جس دشمن کا سامنا کرتے اسے تہ تیغ کر دیتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ مشرکین کی کھوپڑیاں چیرتے جا رہے تھے"۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مشرکین میں سے ایک شخص تھا وہ ہمارے جس زخمی کو بھی دیکھتا اسے شہید کر دیتا۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اور وہ شخص ایک دوسرے کے قریب ہوتے گئے۔ میں نے رب تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ انہیں ایک دوسرے کے قریب کر دے۔ وہ ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔ باہم شمشیرزنی ہونے لگی۔ مشرک نے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ پر وار کیا جسے انہوں نے اپنی ڈھال سے روک دیا۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے اسے شمشیر قاطع کی ایسی ضرب لگائی کہ اسے جہنم واصل کر دیا۔ پھر میں نے انہیں دیکھا انہوں نے ہند بنت عتبہ کے سر پر تلوار لہرائی۔ پھر تلوار کا رخ موڑ لیا۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ایک انسان دیکھا جو لوگوں کو جنگ کی ترغیب دے رہا تھا۔ میں نے اس کا ارادہ کیا جب اس پر تلوار کا وار کرنے لگا تو اس نے "ہائے ہلاکت" کہا، میں نے جان لیا کہ وہ عورت ہے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک شمشیر کی شان وفضیلت اس سے برتر سمجھی کہ اس سے کسی عورت کو قتل کروں" حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: تلوارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کرنے کے بعد وہ میدان جنگ میں اتر آئے۔ میں نے ان کا تعاقب کیا۔ وہ جس کے پاس سے گزرتے اسے پاش پاش کر دیتے۔ اس سے مشرکین کے سروں کو چیرتے جا رہے تھے۔ جب وہ کند ہو جاتی تو پتھر سے اسے تیز کر لیتے۔ پھر اس سے دشمن پر وار کرنے لگتے۔ گویا کہ وہ درانتی تھی۔ حتیٰ کہ وہ پہاڑ کے دامن تک پہنچ گئے۔ وہاں مشرکین کی خواتین بیٹھی ہوئیں تھیں۔ ان میں ہند بنت عتبہ بھی تھی۔ وہ گا کر مشرکین کو ابھار رہی تھیں۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اس پر حملہ آور ہو گئے۔ اس نے "ہائے ہلاکت" پکارا۔ مگر کوئی اس کی مدد کو نہ آیا۔ انہوں نے تلوار نیچے کر لی۔ میں نے انہیں کہا "آپ کی شمشیرزنی کی ہر ادا مجھے نرالی لگی۔ مگر آپ نے عورت کو قتل نہیں کیا" انہوں نے فرمایا "مجھے یہ بات ناگوار گزری کہ میں ایسی عورت پر اس تلوار سے وار کروں جس کا حامی وناصر کوئی نہ ہو"۔

ابو عامر فاسق سب سے پہلے میدان جنگ میں کودا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے "فاسق" فرمایا ہے کیونکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو اس نے آپ سے حسد کیا اور آپ کا انکار کر دیا، یہ مکہ مکرمہ کی طرف چلا گیا۔ یہ قریش سے وعدہ کرتا تھا کہ اگر اس نے اپنی قوم سے ملاقات کر لی تو اس میں سے دو افراد بھی نہیں رہیں گے جو مسلمانوں کے ہمراہ لڑیں یہ اپنے ساتھیوں سمیت لشکر قریش سے باہر نکلا اس نے بآواز بلند کہا "یا معشر اوس! میں ابو عامر ہوں" اوس نے کہا: اللہ تعالیٰ تجھے بامراد نہ کرے" جب ابو عامر نے اپنی قوم کا یہ رویہ دیکھا تو کہا "اب میرے بعد میری قوم کو شر نے آلیا ہے" اس نے مسلمانوں کے ساتھ سخت جنگ کی۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام نے اس پر اور اس کے ساتھیوں پر پتھروں کی بارش کر دی حتیٰ کہ وہ واپس لشکر کفار میں آ گئے۔

مشرک خواتین کا جوش وولولہ

مشرک خواتین دف بجا کر گانے لگیں۔ وہ کفر کے سورماؤں کو جنگ پر ابھار رہی تھیں۔ وہ انہیں غزوۂ بدر کے مقتولوں کو یاد کرا رہی تھیں۔ وہ کہہ رہی تھیں:

وَيْهًا بَنِي عَبْدِ الدَّارِ وَيْهًا حُمَاةَ الْأَدْبَارِ ضَرْبًا بِكُلِّ بَتَّارِ

''واہ! اے عبدالدار کے بیٹو! واہ! اے پشتوں کی حفاظت کرنے والو! ہر کاٹنے والی تیز تلوار کے ساتھ دشمن پر ضرب کاری لگاتے چلو''۔

وہ یہ اشعار بھی پڑھ رہی تھیں:

نَحْنُ بَنَاتِ الطَّارِقِ نَمْشِي عَلَى النَّمَارِقِ
الدُّرُّ فِي الْمَخَانِقِ وَالْمِسْكُ فِي الْمَفَارِقِ
مَشْيَ الْقَطَا الْبَوَارِقِ إِنْ تُقْبِلُوْا نُعَانِقِ
نُفَرِّشِ النَّمَارِقَ أَوْ تُدْبِرُوْا نُفَارِقُ
فِرَاقَ غَيْرِ وَامِقِ

''ہم معزز لوگوں کی بیٹیاں ہیں، ہم نرم اور گداز قالینوں پر چلتی ہیں۔ موتی ہمارے گلوں میں ہیں، اور کستوری ہماری مانگوں میں ہے۔ قطا پرندہ بجلیوں پر چلا، اگر آگے بڑھو گے تو ہم تمہارے ساتھ معانقہ کریں گی۔ ہم تمہارے لیے نرم قالین بچھائیں گی، اگر تم نے پیٹھ پھیری تو ہم تم سے جدا ہو جائیں گی''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان خواتین کے یہ اشعار اور ان کی ترغیب ملاحظہ فرماتے تو یہ دعا مانگتے:

اَللّٰهُمَّ بِكَ اَجُوْلُ وَبِكَ اَصُوْلُ وَفِيْكَ اُقَاتِلُ حَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

''اے اللہ! میں تیری قوت کے ساتھ ہی دشمن پر ہلہ بولتا ہوں۔ تیری قوت کے ساتھ ہی ان پر حملہ کرتا ہوں، تیری رضا کے لیے ان پر حملہ کرتا ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے''۔

صف بندی ہو رہی تھی تو ابوسفیان نے آواز لگائی ''اوس اور خزرج کے گروہ! ہمارے اور ہمارے چچازادوں کے سامنے سے ہٹ جاؤ، ہم تم سے تعرض نہیں کریں گے'' اس کا رویہ دیکھ کر انصار نے اُسے انتہائی برے الفاظ سے یاد کیا۔

مبارزت

مشرکین کی صفوں میں سے ایک شخص باہر نکلا۔ اس نے دعوت مبارزت دی۔ مگر اس کے مقابلہ کے لیے کوئی نہ نکلا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اٹھ کر اس کی طرف گئے۔ وہ جھپٹ کر اس کے اونٹ پر ہی سوار ہو گئے۔ وہیں اس کے ساتھ معرکہ آزما ہو گئے۔ وہ دونوں اونٹ پر ہی لڑنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جو پہلے زمین پر گر پڑے گا وہ قتل ہو جائے گا'' مشرک پہلے نیچے گر پڑا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس پر گر پڑے اور اسے ذبح کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بہت تعریف فرمائی۔ آپ نے فرمایا ''ہر نبی کا حواری ہوتا ہے، میرا حواری زبیر ہے۔ اگر حضرت زبیر اس کی مبارزت کا جواب دینے کے لیے نہ نکلتے تو میں خود اس کے مقابلہ کے لیے نکلتا کیونکہ اس کے ساتھ مقابلہ کے لیے کوئی بھی نہیں نکل رہا تھا''۔

مشرکین کی صفوں میں سے ایک اور شخص باہر نکلا، یہ مشرکین کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ تھا، اس نے کئی بار مقابلہ کی دعوت دی

مگر مسلمانوں میں سے کوئی بھی اس کی طرف نہ گیا۔ اس نے کہا: اصحاب محمد! تمہیں گمان ہے کہ تمہاری تلواروں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم کی آگ میں بھیجے گا۔ جبکہ ہماری تلواروں کی وجہ سے تمہیں جنت عطا کرے گا۔ کیا تم میں سے کوئی ہے جو اپنی تلوار سے مجھے جہنم میں یا میں اپنی تلوار سے اسے جنت میں داخل کر دوں۔ لات و عزیٰ کی قسم! اگر یہ بات تمہارے ہاں حق ہوتی تو تم میں سے کوئی ضرور میرے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے نکلتا"۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلے۔ باہم شمشیر زنی ہونے لگی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تیزی سے آگے بڑھ کر تلوار ماری اور اس کی ٹانگ کاٹ کر رکھ دی، وہ زمین پر گر پڑا۔ اس کی شرم گاہ عریاں ہو گئی۔ اس نے کہا: چچازاد! میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور صلہ رحمی کا واسطہ دیتا ہوں"۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ واپس لوٹ آئے۔ اس کا سر تن سے جدا نہ کیا۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا: علی المرتضیٰ! آپ نے اس کا سر تن سے جدا کیوں نہ کیا؟ انہوں نے فرمایا "اس نے میرے سامنے اپنی شرم گاہ کر دی اور صلہ رحمی کا سوال کیا تو مجھے اس پر ترس آ گیا۔ مجھے علم ہو گیا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اسے موت کے گھاٹ اتار دے گا"۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا "آپ نے اس کا سر تن سے جدا کیوں نہ کیا" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "اس نے مجھے رب تعالیٰ اور صلہ رحمی کا واسطہ دیا" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جاؤ اسے قتل کرو" وہ واپس آئے، اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

مشرکین کا جھنڈا طلحہ کے بھائی عثمان ابن ابی طلحہ نے اٹھایا۔ یہی عثمان ابو شیبہ ہے جس کی اولاد کو بنو شیبہ کہا جاتا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس پر حملہ آور ہوئے۔ اس کا ہاتھ اور کندھا کمر تک کاٹ کر رکھ دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ واپس لوٹے، وہ کہہ رہے تھے "اَنَا ابْنُ سَاقِي الْحَجِيْجِ" میں حاجیوں کو پانی پلانے والے عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اب مشرکین کا علم عثمان کے بھائی ابو سعید بن ابی طلحہ نے اٹھا لیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تیر مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر یہ جھنڈا مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے اٹھا لیا۔ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے تیر مار کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر مشرکین کا جھنڈا اخو مسافع حارث بن طلحہ نے اٹھا لیا۔ حضرت عاصم نے تیر مار کر اسے بھی جہنم واصل کر دیا۔ ان دونوں کی ماں بھی ان کے ہمراہ تھی۔ اس کا نام سعدانہ تھا۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کو جب بھی تیر لگا تو وہ اپنی ماں کے پاس آیا۔ اپنا سر اس کی گود میں رکھا۔ اس نے پوچھا: بیٹا! تمہیں تیر کس نے مارا ہے۔ وہ کہتا: ایسے شخص نے مجھے تیر مارا ہے جو تیر مارتے وقت کہتا تھا "لو! میں ابن ابی افلح ہوں" ان کی ماں نے نذر مانی کہ اگر اسے حضرت عاصم کا سر مل گیا تو وہ اس میں شراب پیئے گی۔ اس نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا سر لے کر آنے والوں کو ایک سو اونٹ انعام دینے کا وعدہ کیا۔ اب جھنڈا کلاب بن طلحہ نے اٹھا لیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے جہنم واصل کر دیا۔ اب جھنڈا جلاس بن طلحہ نے اٹھا لیا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اسے موت کی وادی میں پہنچا دیا۔ مسافع، کلاب، جلاس اور حرث، طلحہ بن ابی طلحہ کے بیٹے تھے۔ یہ سارے اپنے باپ اور چچاؤں کی طرح مارے گئے۔ پھر یہ جھنڈا ارطاہ بن شرحبیل نے اٹھا لیا۔ یہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا چچازاد تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کیا۔ پھر مشرکین کا علم ابو زید بن عمرو نے اٹھا لیا۔

قزمان نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر جھنڈا شرحبیل بن ہاشم نے اٹھالیا۔ اسے بھی قزمان نے موت کی وادی میں دھکیل دیا۔ پھر یہ جھنڈا ان کے حبشی غلام صواب نے اٹھالیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کا کام بھی تمام کر دیا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص نے اسے مار دیا تھا۔ پھر وہ جھنڈا پڑا رہا۔ حتیٰ کہ وہ جھنڈا عمزہ بنت علقمہ نے اٹھا لیا۔ اس نے اسے قریش کے لیے اٹھالیا۔ مشرکین اس کے اردگرد جنگ کرنے لگے۔ جنگ سے قبل ابوسفیان نے کہا تھا ''اے بنو عبدالدار! غزوۂ بدر کے روز تم نے ہمارا جھنڈا چھوڑ دیا تھا جو نقصان ہمیں برداشت کرنا پڑا۔ تم نے وہ دیکھ لیا۔ فتح و شکست کا انحصار جھنڈے پر ہوتا ہے۔ جب جھنڈا گر پڑے تو شکست کو روکا نہیں جاسکتا۔ یا تو علمبرداری کا حق ادا کر دو۔ یا اسے ہمارے لیے چھوڑ دو۔ ہم اسے تمہاری طرف سے کافی ہو جائیں گے''۔ انہوں نے ابوسفیان سے وعدہ کرتے ہوئے کہا ''ہم اپنا جھنڈا تمہارے حوالے کر دیتے ہیں۔ جب کل ہم نبرد آزما ہوں گے تو تمہیں علم ہو جائے گا کہ ہم کیسے کارنامے سرانجام دیتے ہیں'' ابوسفیان یہی سننا چاہتا تھا۔ جب مشرکین کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ واصل جہنم ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو بشارت دی کہ لشکر کا مینڈھا یہی تھا جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خواب میں دیکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: میں نے تعبیر یہ کی ہے کہ میں اس لشکر کے مینڈھے کو ذبح کروں گا وہ یہی تھا''۔

اتنے زیادہ علمبرداروں کی موت کے بعد مشرکین کا لشکر بکھر گیا۔ مسلمان تیزی سے شمشیرزنی کرنے لگے حتیٰ کہ مشرکین اپنی جگہ سے ہٹنے لگے۔ اس روز مسلمانوں کا شعار ''اَمِتْ اَمِتْ'' تھا اس کا معنی ''ان پر موت طاری کر'' تھا۔ اس سے نصرت واعانت جیسا شگون بھی مراد تھا۔ اسی کے ساتھ مسلمان ایک دوسرے کو پہچان بھی لیتے تھے۔ کفار کا شعار یالِلعزیٰ تھا۔ یہ وہ درخت تھا جس کی کفار پوجا پاٹ کرتے تھے۔ ان کا شعار یالِلھبل بھی تھا۔ یہ خانہ کعبہ کے اندر بت تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ خانہ کعبہ کے دروازہ کے پاس تھا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر دعوت مبارزت کے لیے باہر نکلے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تلوار لہراتے ہوئے ان سے مقابلہ کرنے کے لیے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اپنی تلوار نیام میں کرلو۔ اپنی جگہ لوٹ جاؤ' ہمیں خود سے لطف اندوز ہولینے دو'' اسی عبدالرحمٰن نے غزوۂ بدر کے روز بھی دعوت مبارزت دی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد جب لوگ مرتد ہو گئے تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تلوار لہراتے ہوئے اہل عرب کے مرتدین کے ساتھ قتال کرنے نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی سواری کی زمام پکڑلی اور فرمایا ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں آپ کو اسی طرح کہتا ہوں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو احد کے روز فرمایا تھا ''اپنی تلوار نیام میں کرلیں اپنے آپ کی وجہ سے ہمیں تکلیف نہ دیں۔ مدینہ طیبہ لوٹ چلیں، بخدا! اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو اسلام کا کوئی نظام باقی نہ رہے گا'' حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔ لشکر روانہ ہو گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر کے ساتھ تھے۔

تیراندازوں کی لغزش

ابتداء میں تین بار مشرکین کے گھڑسوار دستوں نے اس ٹیلے کے راستہ سے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی۔ مگر مسلمانوں کے تیر انہیں وہیں روک دیتے۔ دیگر مسلمان مشرکین پر حملہ آور ہو گئے، وہ انہیں تہ تیغ کرنے لگے۔ جب جنگ کی

بھی خوب گرم ہو گئی، ہندا پنی ساتھی خواتین کے ساتھ اٹھی۔ دف لیے اور مردوں کے پیچھے وہ اشعار پڑھنے لگیں جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ پھر اللہ رب العزت نے مسلمانوں پر اپنی نصرت نازل کی۔ وہ کفار کا قتل عام کرنے لگے جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ (آل عمران: 152)

''اور بیشک سچ کر دکھایا تم سے اللہ نے اپنا وعدہ جبکہ تم قتل کر رہے تھے کافروں کو اس کے حکم سے''۔

حتیٰ کہ کفار شکست سے دوچار ہو گئے۔ کفار پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ انہیں کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔ ان کی عورتیں ''ہائے ہلاکت'' پکار رہی تھیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''بخدا! میں ہند بنت عتبہ اور اس کی ساتھیوں کی عریاں پنڈلیوں کی پازیبیں گویا کہ اب بھی دیکھ رہا ہوں۔ جب کہ وہ بھاگ رہی تھیں۔ مسلمانوں نے کفار کا تعاقب کیا۔ انہیں بھگا دیا۔ مسلمان ان کا مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ وہ جنگ سے غافل ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا ''مال غنیمت حاصل کرو تمہارے ساتھی مشرکین پر غالب آ چکے ہیں۔ اب تم کس کے انتظار میں ہو''۔ حضرت عبداللہ نے ان سے فرمایا ''کیا تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان فراموش کر چکے ہو کہ اس جگہ سے حرکت نہیں کرنا'' مگر حضرت عبداللہ کے ساتھیوں نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا ''بخدا! ہم ضرور صحابہ کرام کے پاس جائیں گے اور مال غنیمت جمع کریں گے۔ اب مشرکین کو شکست ہو چکی ہے۔ اب یہاں ٹھہرنے کا کوئی مقصد نہیں'' جب یہ تیرانداز مسلمانوں کے ساتھ مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے تو مشرکین پلٹ کر ان پر حملہ آور ہو گئے۔ گویا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی مخالفت کی سزا تھی۔ خالد بن ولید نے وہ ٹیلہ دیکھا، اب وہ تیراندازوں سے خالی تھا۔ چند تیرانداز ہی وہیں تھے۔ انہوں نے اپنے گھڑسوار دستہ کا رخ ٹیلے کی طرف کر دیا۔ عکرمہ بن ابی جہل بھی ان کے پیچھے آ گئے۔ انہوں نے بقیہ تیراندازوں پر حملہ کر دیا۔ ان کی تعداد دس سے بھی کم تھی۔ انہیں شہید کر دیا۔ انہوں نے تیراندازوں کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر کو بھی شہید کر دیا۔ مسلمانوں میں ہزیمت کے اثرات عیاں ہونے لگے۔

حضرت ابن حجر نے لکھا ہے ''اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان پر عمل پیرا نہ ہونے کی سزا تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً (الانفال: 25)

''اور ڈرتے رہو اس فتنہ سے (جو اگر برپا ہو گیا تو) نہ پہنچے گا صرف انہی کو جنہوں نے ظلم کیا تم میں سے''۔

اسی لیے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۞ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِىْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ (آل عمران)

''اور بیشک سچ کر دکھایا تم سے اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ، جبکہ تم قتل کر رہے تھے کافروں کو اس کے حکم سے، یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے اور جھگڑنے لگے (رسول کے) حکم کے بارے میں اور نافرمانی کی تم نے، اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے دکھایا تھا تمہیں جو تم پسند کرتے تھے۔ بعض تم میں طلبگار ہیں دنیا کے اور بعض تم میں طلبگار ہیں آخرت کے۔ پیچھے ہٹا دیا تمہیں ان کے تعاقب سے تاکہ آزمائے تمہیں اور بیشک اس نے معاف فرمایا تم کو اور اللہ تعالیٰ بہت فضل و کرم فرمانے والا ہے مومنوں پر۔ یاد رکھو جب تم دور بھاگے جا رہے تھے اور مڑ کر دیکھتے بھی نہ تھے کسی کو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں بلا رہے تھے پیچھے سے پس اللہ تعالیٰ نے پہنچایا تمہیں غم کے بدلے غم''۔

اللہ رب العزت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس نے ان کی لغزش معاف فرما دی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ۔ الخ (آل عمران:152)

ابلیس لعین مسلمانوں سے کہنے لگا ''اللہ کے بندو! میں تمہیں دوسری سمت (دور کی سمت) سے بچنے کے لیے کہتا ہوں۔ ان کے قریبی ان کے دور والوں کے ساتھ لڑنے لگے۔ دونوں گروہ باہم مختلط ہو گئے۔ وہ ایک دوسرے کی پہچان نہ کر سکے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس جگہ سے ایک بالشت بھر بھی آگے پیچھے نہ ہوئے۔ جس جگہ آپ مشرکین کی ہزیمت کے وقت تھے۔ جیسا کہ امام زرقانی نے وضاحت کی ہے۔ اس بھگدڑ میں مسلمان کفار کو نہ پہچان سکے۔ وہ اپنا شعار بھی بھول گئے۔ وہ شعار ''اَمِتْ اَمِتْ'' تھا۔ یہی ان کی باہمی پہچان کا ذریعہ تھا۔ مسلمان ایک دوسرے کو شہید کرنے لگے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یمان اسی غلط فہمی میں شہید ہو گئے۔ ان کے فرزند نے کہا ''اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے'' انہوں نے اپنے والد گرامی کی دیت بھی نہ لی۔ مشرکین نے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ مشرکین اپنے شعار، یاللعزیٰ، یاللھبل، پکارنے لگے۔ وہ مسلمانوں کو شہید کرنے لگے، وہ خود امن میں تھے۔ مسلمان ہر اعتبار سے علیحدہ ہو چکے تھے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس روز جرأت و بہادری کے کئی کارنامے رقم کیے۔ آپ نے شرک کے 31 سورماؤں کو تہ تیغ کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دو تلواروں سے شمشیر زنی کر رہے تھے۔ وہ دونوں ہاتھوں سے تلواریں چلا رہے تھے۔ وہ فرما رہے تھے ''میں اللہ کا شیر ہوں'' سباع بن عبد العزیٰ الخزاعی دعوت مبارزت پکارتے ہوئے نکلا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ انہوں نے کہا ''اے ختنہ کرنے والی عورت کے بچے میری طرف آ۔ کیونکہ اس کی ماں انخش کے والد شریق کی لونڈی تھی۔ وہ مکہ مکرمہ میں ختنے کیا کرتی تھی۔ پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا ''کیا تو اللہ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کرتا ہے اور ان کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے'' پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر اس شدت کے ساتھ حملہ کیا کہ ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ یہ آخری مقتول تھا جسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کی زرہ حاصل کرنے کے لیے نیچے جھکے، جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کا بیان ہے ''ان کے پیٹ پر سے زرہ ہٹی۔ میں نے اپنا نیزہ لہرایا، جب مجھے تسلی ہو گئی تو میں نے نیزہ دے مارا۔ وہ نیزہ آپ کی ناف کے نیچے اندر گھس گیا۔ آپ میری طرف بڑھے، پھر نیچے

گر پڑے حتیٰ کہ آپ کی روح عالم بالا کو پرواز کرگئی۔ میں آپ کے پاس آیا، اپنا نیزہ اٹھایا، پھر لشکر کی ایک سمت ہو کر بیٹھ گیا کیونکہ اس کے علاوہ میرا اور کوئی مقصود نہ تھا۔ یہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر میں طعیمہ بن عدی کو واصل جہنم کیا تھا۔ طعیمہ کی بیٹی نے وحشی سے کہا تھا "اگر تو نے محمد عربی، حضرت حمزہ یا حضرت علی کو قتل کر دیا تو تم آزاد ہو"۔

دوسری روایت میں ہے کہ وحشی نے کہا "مجھے میرے آقا جبیر بن مطعم نے کہا "اگر تو نے میرے چچا کے عوض حضرت حمزہ کو قتل کر دیا تو آزاد ہو" ان دونوں روایات میں تضاد نہیں، ممکن ہے کہ طعیمہ کی بیٹی اور جبیر بن مطعم دونوں نے یہ بات کی ہو"۔

بعض روایات میں ہے کہ وحشی نے کہا: میں غزوۂ احد کے روز نکلا؛ جنگ و جدال میرا مدعا نہیں تھا، میں صرف حضرت حمزہ کو شہید کرنا چاہتا تھا" یہ وحشی حبشی چھوٹا نیزہ پھینکنے میں بڑا ماہر تھا۔ انہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا اور مسیلمہ کذاب کو اسی نیزہ کے ساتھ جہنم واصل کیا۔ وہ کہتے تھے "مجھے امید ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا کفارہ مسیلمہ کذاب کو قتل کرنا ہو جائے گا" یہ اس بات کے منافی نہیں کہ مسیلمہ کو حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم یا حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہما نے موت کے گھاٹ اتارا ہو۔ ممکن ہے کہ وحشی نے اپنا نیزہ پھینکا ہو۔ پھر ان دونوں نے تلوار کے ساتھ اس کا کام تمام کر دیا ہو۔ اس وقت مسیلمہ کی عمر 51 برس تھی۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے غزوۂ اُحد کے روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے شدید قتال کیا۔ یہ مجاہدین اسلام کے علمبردار تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے شہادت کا تاج زیب سر کر لیا۔ ان کی شکل کا ایک فرشتہ آیا۔ اس نے جھنڈا اٹھا لیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا۔ شاید ان کی شہادت کے ظاہر اور عیاں ہونے سے قبل یہ جھنڈا فرشتے نے اٹھایا ہو۔ جب شہادت کی خبر عام پھیل گئی تو یہ جھنڈا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا تھا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عبداللہ بن قمہ نے شہید کیا تھا۔ اس نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گمان کیا تھا کیونکہ ہتھیار سجانے کے بعد حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملتے جلتے تھے۔ ابن قمہ نے یہ بُری خبر اڑا دی "محمد عربی شہید ہو گئے ہیں"۔

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد کے روز اسلام کا جھنڈا اٹھایا ہوا تھا۔ ان کا دایاں بازو کٹ گیا تو انہوں نے دوسرے ہاتھ میں جھنڈا پکڑ لیا، وہ یہ آیت کریمہ تلاوت کر رہے تھے:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران: 144)

"اور نہیں محمد (مصطفیٰ) مگر (اللہ کے) رسول، گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول"۔

جب بایاں بازو کٹ گیا تو علم اسلام کو سینے سے لگا لیا۔ وہ اسی آیت کریمہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ حضرت محمد بن شرحبیل نے کہا "یہ آیت کریمہ اس روز نازل نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ جب انہوں نے سنا کہ محمد عربی کو شہید کر دیا گیا ہے تو رب تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ ان کی زبان پر رواں کر دی"۔

ایک روایت یہ ہے کہ یہ خبر پھیلانے والا "جانِ عالم شہید ہوگئے" ابن قمیہ نہیں بلکہ ابلیس تھا۔ وہ حضرت جعال بن سراقہ ضمری رضی اللہ عنہ کی شکل میں متشکل ہوگیا۔ یہ ایک پاکباز شخص تھے۔ انہوں نے ابتداء ہی سے اسلام قبول کرلیا تھا۔ مسلمان ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے انہیں شعور بھی نہ ہوا۔ بعض مسلمان مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ گئے۔ دیگر مسلمان منتشر ہوگئے۔ وہ باہم ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے "اس روز مسلمانوں کے تین گروہ بن گئے تھے۔ ایک گروہ بھاگ کر مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ وہ جنگ ختم ہونے کے بعد واپس آئے۔ ان کی تعداد بہت قلیل تھی۔ انہی کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ (آل عمران: 155)

"بیشک وہ لوگ جو پیٹھ پھیر گئے تھے تم میں سے اس روز جب مقابلہ میں نکلے تھے وہ دونوں لشکر تو پھسلا دیا انہیں شیطان نے بوجہ ان کے کسی عمل کے۔ اور بیشک (اب) معاف فرما دیا اللہ تعالیٰ نے انہیں"۔

صحابہ کرام کا ایک گروہ کہ جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کے بارے سنا تو وہ متحیر ہوگئے۔ ان میں سے ہر ایک کا مدعا یہی تھا کہ اتنا جہاد کرے حتیٰ کہ وہ شہید ہوجائے۔ صحابہ کرام کی اکثریت کا تعلق اسی گروہ کے ساتھ تھا۔ تیسرا گروہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم تھا۔ جب دوسرے گروہ کو علم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیات ہیں تو وہ بھی اس تیسرے گروہ کے ساتھ آکر مل گئے۔

بعض صحابہ کرام حضرت جعال بن سراقہ رضی اللہ عنہ پر جھپٹے تاکہ انہیں قتل کردیں۔ مگر انہوں نے اس قول سے برأت کا اظہار کردیا جسے شیطان نے بآواز بلند کہا تھا۔ وہ انہی کی شکل میں متشکل تھا۔ حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ جب یہ آواز آئی تو حضرت جعال ان کے ساتھ ان کے پہلو میں تھے۔

موسیٰ بن عقبہ نے لکھا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعض صحابہ کرام نہ دیکھ سکے۔ وہ آپس میں مختلط ہوگئے اور انہوں نے بلند آواز سے پکارنے والے کو سنا تو بعض منافقین نے کہا "اگر اس امر میں ہمارا کچھ عمل دخل ہوتا تو ہمیں یہاں اس طرح قتل نہ کیا جاتا"۔ کچھ منافقین نے کہا "اگر وہ نبی ہوتے تو اس طرح قتل نہ ہوتے۔ اپنے پہلے دین پر لوٹ چلو" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۔۔۔۔ الخ (آل عمران: 144)

ان منافقین میں سے ایک شخص نے کہا "کاش! ہمارا کوئی قاصد عبداللہ بن ابی کے پاس جائے، وہ ہمارے لیے ابوسفیان سے پناہ طلب کرے۔ اے قوم! محمد عربی شہید ہو چکے ہیں۔ تم اپنی قوم کے پاس لوٹ چلو تاکہ وہ تمہیں پناہ دے۔ اس سے قبل کہ کفار تمہارے پاس آکر تمہیں قتل کر ڈالیں وہ گھروں میں داخل ہو جائیں گے"۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اے قوم! اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو ان کا رب تو قتل نہیں ہوا۔ جس چیز پر آپ نے جان قربان کر دی ہے اسی پر تم بھی جان نچھاور کر دو''۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی گواہی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے دی۔ صحابہ کرام کی کثیر تعداد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس بات سے اتفاق کر لیا۔ یہ وہی مجسمہ صدق اور پیکر یقین اہل ایمان تھے۔ جن کے دلوں میں ایمان جاگزیں ہو چکا تھا۔

ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق، حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور دیگر مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے پاس آئے۔ انہوں نے فرمایا ''اگر جانِ کائنات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو پھر تم ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ اسی مقصد پر جان نثار کر دو جس پر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جان وار دی ہے'' پھر وہ دشمن کے ساتھ معرکہ آزما ہو گئے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''ہم نے اس روز حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے جسم پر تلوار کے ستر نشانات دیکھے تھے۔ ان کی بہن کے علاوہ کوئی اور انہیں پہچان نہ سکا۔ ان کی بہن نے انہیں انگلیوں کے پوروں سے پہچان لیا۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میرے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر کے روز شرکت نہ کر سکے، انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکا اگر اللہ تعالیٰ نے میری ملاقات دشمن سے کرا دی تو اللہ تعالیٰ انہیں دکھائے گا کہ میں کیسے کارنامے رقم کرتا ہوں'' جب غزوۂ احد کا دن آیا اور مسلمانوں کو اس آفت کا سامنا کرنا پڑا تو انہوں نے گزارش کی ''مولا! صحابہ کرام نے جو کچھ کیا ہے میں تیری بارگاہ میں اس کی معذرت پیش کرتا ہوں۔ جو کچھ ان مشرکین نے کیا ہے میں اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں''۔ پھر وہ آگے بڑھے انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ انہوں نے کہا ''سعد! جنت! بخدا! میں جنت کی خوشبو پہاڑ سے پرے سونگھ رہا ہوں''۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جو کچھ انہوں نے کہا میں اس کی توصیف کرنے کی طاقت نہیں رکھتا'' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہم نے ان کے جسم پر تلواروں، نیزوں اور تیروں کے اسی سے زیادہ زخم دیکھے۔ ہم نے انہیں اس حالت میں پایا کہ وہ شہید ہو چکے تھے۔ ان کا مثلہ کیا گیا تھا۔ ان کی محترمہ بہن نے انہیں انگلیوں کے پوروں سے پہچان لیا''۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد میں شرکت نہیں کی تھی۔ انہوں نے یہ بات حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے سنی تھی۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی بات کی طرح کی گفتگو حضرت ثابت بن دحداح رضی اللہ عنہ نے بھی کی تھی۔ انہوں نے فرمایا ''اے معشر انصار! محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے، اسے موت نہیں۔ اپنے دین کی طرف سے جہاد کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح وظفر مندی عطا کرے گا۔ وہی تمہارا حامی وناصر ہے''۔ انصار کا ایک گروہ اٹھ کر ان کے پاس گیا، انہوں نے ان کے ساتھ مل کر خالد بن ولید، عمرو بن عاص، عکرمہ بن ابی جہل اور ضرار بن خطاب کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ خالد بن ولید نے ان پر نیزہ کے

ساتھ حملہ کیا اور انہیں شہید کر دیا۔ ان کے ساتھ اور بھی بہت سے انصاری صحابہ کرام شہید ہو گئے۔

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثابت قدمی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نازک وقت میں انتہائی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے نہ تو راہ فرار اور نہ ہی ہزیمت اختیار کی۔ آپ اپنی جگہ سے بالشت بھر بھی نہ ہٹے۔ ابن سعد نے لکھا ہے" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کمان سے تیر برساتے رہے حتیٰ کہ کمان ٹوٹ گئی۔ پھر آپ دشمن پر پتھر برسانے لگے آپ مشرک قوم کے سب سے زیادہ قریب تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے" جب جنگ کی بھٹی خوب گرم ہو جاتی تھی تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنا دفاع کیا کرتے تھے" یعنی آپ ساری قوم کے آگے دشمن کے سامنے ہوتے تھے۔ صحابہ کرام آپ کے پیچھے ہوتے تھے" امام بیہقی نے حضرت مقداد بن اسود سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" مجھے اس ذات کریمانہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالشت بھر بھی آگے پیچھے نہ ہوئے۔ آپ دشمن کے بالکل سامنے تھے۔ صحابہ کرام کا گروہ کبھی آپ کے پاس آجاتا اور کبھی منتشر ہو جاتا۔ میں نے کئی دفعہ آپ کی زیارت کی۔ آپ اپنی کمان سے تیر پھینک رہے تھے۔ پھر پتھر مارنے لگے حتیٰ کہ دشمن آپ سے دور چلا گیا"۔

ابو یعلی نے حسن سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے" جب احد کے روز لوگ علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو میں نے شہداء میں دیکھا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھا۔ میں نے کہا" اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راہ فرار تو اختیار نہیں کر سکتے۔ آپ مجھے شہداء میں بھی نظر نہیں آئے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ جو کچھ ہم نے کیا ہے اس کی وجہ سے رب تعالیٰ ہم پر ناراض ہو گیا ہے۔ اس نے اپنے نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوپر اٹھا لیا ہے۔ اب میرے لیے بھلائی یہی ہے کہ میں جہاد کروں حتیٰ کہ شہید ہو جاؤں" میں نے اپنی تلوار کا نیام پھاڑ دیا مشرک قوم پر حملہ آور ہو گیا۔ انہوں نے مجھے راستہ دے دیا۔ اچانک میں نے ان کے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر لی۔ آپ ان کے ساتھ معرکہ آزما تھے"۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حاکم نے مستدرک میں امام مسلم کی شرائط پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا" جب غزوۂ احد کے روز مسلمانوں کو اس آفت کا سامنا کرنا پڑا تو میں نے کہا" میں اپنے نفس کو مصروف پیکار رکھوں گا حتیٰ کہ یا تو میں شہید ہو جاؤں یا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کر لوں" میں اسی حالت میں تھا حتیٰ کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون تھا۔ مشرکین اس کی طرف آئے، حتیٰ کہ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اس ذات نے اپنے دست اقدس میں کنکریاں لیں۔ پھر انہیں دشمن کی طرف پھینک دیا، وہ اپنے پچھلے پاؤں واپس لوٹ گئے۔ حتیٰ کہ وہ پہاڑ کے پاس آگئے۔ اس ذات اقدس نے کئی بار یہی عمل دہرایا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کون تھا۔ اس کے اور میرے درمیان حضرت مقداد رضی اللہ عنہ تھے۔ میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے اس ذات کے بارے پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک حضرت مقداد رضی اللہ عنہ

نے کہا ''سعد! یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو آپ کو یاد فرما رہے ہیں'' میں نے پوچھا: آپ کہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں؟ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کیا۔ میں کھڑا ہو گیا، گویا کہ مجھے کسی اذیت کا سامنا کرنا ہی نہیں پڑا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ میں تیر اندازی کرنے لگا۔ میں نے دعا مانگی ''مولا! یہ تیرا تیر ہے اسے اپنے دشمن تک پہنچا دے'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی ''مولا! سعد کی دعا قبول کر لے۔ اس کی تیر اندازی درست فرما۔ اس کی دعائیں قبول فرما'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے۔ انہوں نے فرمایا ''جب میرے ترکش سے تیر ختم ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے ترکش سے تیر عطا فرمائے۔ حتیٰ کہ لوگ آپ سے دور چلے گئے''۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے خود کو دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے تیر عطا کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے ''میرے والدین کریمین آپ پر فدا! تیر اندازی کرو'' حتیٰ کہ آپ نے مجھے ایک تیر عطا فرمایا جس کا پر نہ تھا۔ آپ نے فرمایا ''اسے بھی دشمن پر برسا دو'' روایت ہے کہ اس روز حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار تیر پھینکے، ہر بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں فرماتے ''تیر پھینکو! میرے والدین کریمین تم پر فدا ہوں'' آپ نے یہ کلمات ایک ہزار دفعہ فرمائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کے متعلق نہیں سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو ''فِدَاكَ اَبِي وَاُمِّي'' یہ روایت اس روایت کے منافی نہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خندق کے روز انہی کلمات سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی سعادت اندوز کیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد میں بھی فخر کرتے تھے۔ فرماتے تھے ''یہ میرے ماموں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ کوئی شخص مجھے ان کی طرح کا ماموں تو دکھائے''۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو زہرہ سے تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا تعلق بھی بنو زہرہ سے ہی تھا۔ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ''میں صبیح، ملیح، فصیح کو کیوں نہیں دیکھ رہا''۔

اس مشکل وقت میں آپ کے ساتھ چودہ افراد ثابت قدم رہے۔ سات کا تعلق مہاجرین صحابہ کرام کے ساتھ تھا۔ ان میں حضرات ابوبکر، عمر فاروق، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد، طلحہ، زبیر اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم تھے۔ اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ثابت قدم رہے۔

فتح الباری میں ہے ''صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اس روز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ثابت قدم رہے۔ بعض راویوں نے آپ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ حضرت مصعب بن عمیر کے بعد علمبردار آپ ہی تھے۔ اس لیے یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی کہ آپ بھی ثابت قدم رہے۔ سات انصاری صحابہ کرام یہ تھے۔ حضرات ابودجانہ، حباب بن منذر، عاصم بن ثابت، حرث بن صمہ، سہل بن حنیف، سعد بن معاذ، اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم۔ بعض نے حضرت سعد بن عبادہ کا اور بعض نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما کا اضافہ کیا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس روز آپ کے سامنے تیس صحابہ کرام ثابت قدم رہے۔ سب یہ کہہ رہے تھے ''میرا چہرہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر قربان، میری جان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان پر نثار، آپ پر سلام، آپ ہمیشہ سلامت رہیں''۔

امام حاکم کے نزدیک حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بھی ثابت قدم رہے۔ ان روایات میں اختلاف نہیں کیونکہ احادیث کا اختلاف

احوال کے اختلاف کی وجہ سے ہے، کیونکہ یہ حضرات جدا جدا مصروف جہاد تھے۔ جب پیٹھ پھیری جس نے پیٹھ پھیری اور شیطان نے صدا لگائی تو ہر کوئی اپنے آپ میں مصروف ہو گیا، پھر جب انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے علم ہوا تو سب آپ کی طرف لوٹ آئے، پھر دوبارہ مصروف قتال ہو گئے۔

بعض سیرت نگاروں نے حضرات جابر بن عبد اللہ، عمار اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا ذکر بھی ان صحابہ کرام میں کیا ہے جو ثابت قدم رہے۔ بعض روایات میں ہے کہ قریش میں سے صرف دو اور سات انصاری صحابہ کرام ثابت قدم رہے۔ شاید یہ تعداد حالات کے اختلاف کے اعتبار سے مختلف اوقات میں ہو۔

جب صحابہ کرام منتشر ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں یوں پکارنے لگے "فلاں! میری طرف آؤ، فلاں! میری طرف آؤ۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تیر ہر سمت سے آپ کی طرف آ رہے تھے، مگر اللہ رب العزت انہیں دوسری طرف پھیر رہا تھا۔ اللہ رب العزت نے اپنے اس فرمان کے ساتھ اسی طرح اشارہ کیا ہے:

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ (آل عمران: 153)

"یاد کرو جب تم دور بھاگے جا رہے تھے اور مڑ کر دیکھتے بھی نہ تھے کسی کو اور رسول کریم تمہیں بلا رہے تھے پیچھے سے"۔

بعض روایات میں ہے کہ اسی روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ، اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ"۔ میں نبی برحق ہوں کوئی جھوٹ نہیں، میں عبد المطلب کا فرزند دلبند ہوں۔ میں عواتک کا لخت جگر ہوں۔

امام حلبی نے لکھا ہے "صحیح بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ حنین کے روز اس طرح فرمایا تھا، اگرچہ تعدد سے مانع کوئی چیز نہیں۔

اسی روز حضرت ابو طلحہ، زید بن سہیل انصاری رضی اللہ عنہما بھی ثابت قدم رہے تھے۔ یہ اپنی ڈھال سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کر رہے تھے۔ یہ ایک ماہر تیر انداز تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ترکش ان کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے کہا "میری جان آپ کی جان پر فدا، میرا چہرہ آپ کے چہرۂ اقدس پر نثار، وہ لگاتار تیر اندازی کرتے رہے۔ ایک شخص ترکش لے کر گزرا۔ اس میں تیر تھے۔ آپ نے اسے فرمایا "اسے ابو طلحہ کے سامنے رکھ دو"۔

انہوں نے اسی روز دو یا تین کمانیں توڑیں تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرک قوم کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ تاکہ دیکھیں کہ تیر کہاں گرتے ہیں؟ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر فدا! آپ جھانک کر نہ دیکھیں آپ کو دشمن کا تیر نہ لگ جائے۔ میری گردن آپ کی گردن پر فدا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اپنا سینہ آگے کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لگاتار تیر اندازی فرما رہے تھے، حتیٰ کہ کمان کا سرا ٹوٹ گیا۔ دوسری روایت کے مطابق کمان کا وتر (تیر پھینکنے کی جگہ) ٹوٹ گیا۔ آپ کے ہاتھ میں بالشت بھر ٹکڑا رہ گیا۔ آپ نے حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ سے کمان لی، تاکہ اس کا وتر لگائیں۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وتر اس تک نہیں پہنچتا" تو آپ نے فرمایا "اسے کھینچو یہ پہنچ جائے

گا" حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں وتر کو کھینچتا رہا حتیٰ کہ وہ کمان تک پہنچ گیا۔ میں نے اس سے ایک دو لپیٹیں بھی دیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے سب سے زیادہ قریب تھے"۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بھی ایک ماہر تیر انداز تھے۔ یہ بھی اس روز حضور تاجدار حرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ثابت قدم رہے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر موت پر بیعت کی تھی۔ وہ آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے، حتیٰ کہ لوگ آپ سے دور چلے گئے۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تیر اندازی کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے "انہیں تیر پکڑاؤ"۔

حضرت ام عمارہ نسیبہ رضی اللہ عنہا بھی اس روز ثابت قدم رہیں۔ یہ حضرت زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ وہ فرماتی تھیں "میں غزوۂ احد کے روز نکلی تاکہ میں دیکھوں کہ لوگوں نے کیا کیا ہے۔ میرے پاس مشکیزہ تھا۔ میں اس سے زخمیوں کو پانی پلا رہی تھی۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ ہوا مسلمانوں کے حق میں چل رہی تھی۔ جب مسلمانوں پر آفت پڑی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔ میں آپ کے سامنے جنگ کرنے لگی۔ میں تلوار سے آپ کا دفاع کر رہی تھی۔ میں کمان سے تیر پھینک رہی تھی، حتیٰ کہ مجھے زخم کاری آ گیا"۔ روایت ہے کہ ان کے شانہ پر گہرا زخم تھا۔ جس کا نشان کافی گہرا تھا۔ ان سے پوچھا گیا کہ یہ زخم کس نے لگایا؟ انہوں نے فرمایا: ابن قمئہ نے۔ جب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور چلے گئے تو ابن قمئہ آیا وہ کہہ رہا تھا "میری راہ نمائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک کرو۔ اگر وہ بچ گئے تو میں نہیں بچ سکوں گا"۔ میں اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما اس کے سامنے آ گئے۔ اس نے مجھے یہ ضرب لگائی میں نے بھی اس پر کئی وار کیے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے دشمن نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں"۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا احد کے روز نکلیں۔ ان کے ہمراہ ان کے خاوند حضرت زید بن عاصم اور نوران نظر حضرات حبیب اور عبداللہ بھی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا "اہل بیت! اللہ تعالیٰ تم میں برکت ڈالے" حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دعا فرمائیں وہ ہمیں جنت میں آپ کی رفاقت عطا فرمائے" آپ نے یہ دعا مانگی "مولا! انہیں جنت میں میرا رفیق بنا دے" اس وقت حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "اب مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ مجھے دنیا میں کس مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا کے بارے فرمایا "میں نے جب بھی اپنے دائیں یا بائیں دیکھا تو میں نے حضرت نسیبہ کو اپنے سامنے جہاد کرتے ہی دیکھا۔ انہیں اس روز نیزہ، تلوار اور تیر کے بارہ زخم لگے تھے۔ یہ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہونے والی جنگ میں بھی شریک تھیں۔ ان کے فرزند حضرت عبداللہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کی طرح مسیلمہ کو قتل کرنے میں شریک تھے۔ حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے "میں نے یمامہ کے دن جہاد کیا۔ میرا ہاتھ کٹ گیا۔ میں مسیلمہ کو قتل کرنا چاہتی تھی۔ مگر میرے لیے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ حتیٰ کہ میں نے خبیث کو مقتول دیکھا۔ میرا فرزند اس کے کپڑوں کے ساتھ اپنی تلوار صاف کر رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا "کیا تم نے اسے قتل کیا ہے؟" اس نے کہا "ہاں" میں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے نیزہ پھینکنے کے بعد اس پر تلوار کا وار کیا تھا۔ روایت ہے کہ مسیلمہ کو قتل کرنے میں حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

اطمینان اور تسلی کی اونگھ

حضرت کعب بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے اس روز خود کو چودہ صحابہ کرام میں پایا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں حاضر خدمت تھے۔ ہم سب کو اونگھ نے آلیا، کیونکہ اونگھتا وہی ہے جو مطمئن ہو۔ ہم میں سے ہر ایک خراٹے لے رہا تھا۔ ڈھالیں آپس میں ٹکرا رہی تھیں۔ میں نے حضرت بشر بن البراء رضی اللہ عنہ کی تلوار دیکھی وہ ان کے ہاتھ سے گر پڑی، مگر انہیں علم تک نہ ہوا'' غزوۂ بدر میں پہلے گزر چکا ہے کہ صحابہ کرام کو قتال کی رات اونگھ نے آلیا تھا۔ روایت ہے کہ صف جہاد میں اونگھ کا آجانا ایمان ہے، جبکہ نماز میں اونگھ کا آنا شیطان کی طرف سے ہے۔

مسلمانوں کا ایک گروہ انتشار کا شکار ہو چکا تھا۔ ان میں سے بعض مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ ان سے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ملیں۔ وہ ان کے چہروں پر مٹی پھینکنے لگیں۔ انہوں نے انہیں کہا ''یہ سوت ہے اسے کاتو، مجھے اپنی تلوار دو'' بعض مسلمان مدینہ طیبہ میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ پھر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ام ایمن نے ان سے کیسے ملاقات کر لی حالانکہ ان کے بارے روایت ہے کہ وہ مجاہدین کو پانی پلا رہی تھیں۔ یہ بھی روایت ہے کہ حباب بن فرقد نے تیر مارا وہ حضرت ام ایمن کے لگا۔ وہ زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ ان کا کپڑا اٹھ گیا، یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا دشمن ہنسنے لگا۔ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بڑی گراں گزری۔ آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بغیر پر کے تیر دیا اور فرمایا: اسے پھینکو'' وہ سیدھا اللہ کے دشمن کے جا لگا۔ جس سے اس کی شرم گاہ ننگی ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے لگے حتیٰ کہ آپ کے مبارک دندان نظر آنے لگے۔ پھر فرمایا ''حضرت سعد نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کا بدلہ لے لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعا قبول کرے'' دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے یہ دعا مانگی ''مولا! سعد کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرما'' جب بھی وہ تجھ سے دعا مانگیں'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے مدینہ طیبہ اور لشکر اسلامی میں ہونے میں کوئی منافات نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اس وقت مجاہدین سے نکل کر مدینہ طیبہ آگئیں ہوں''۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے اس روز جرأت و بہادری کی کئی داستانیں رقم کیں۔ انہوں نے اپنی ذات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ڈھال بنا رکھا تھا۔ سارے تیر ان کی پشت پر لگ رہے تھے۔ وہ آپ پر جھکے ہوئے تھے، حتیٰ کہ ان کی پشت پر تیر بہت زیادہ ہو گئے۔ اس روز حضرت عمارہ بن زیاد بن السکن رضی اللہ عنہ نے بھی انتہائی جرأت کا مظاہرہ کیا تھا۔ حتیٰ کہ انہیں کاری زخم آگیا جو ان کے لیے جان لیوا ثابت ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا مبارک قدم آگے بڑھایا، انہوں نے قدم مبارک پر رخسار رکھ دیا، یوں جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

اس روز حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی جرأت بھی دیدنی تھی۔ حتیٰ کہ ابن قمۂ نے انہیں شہید کر دیا۔ اس نے گمان کیا کہ شاید یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ وہ مشرکین کے پاس گیا اور اس نے کہا ''میں نے محمد عربی کو شہید کر دیا ہے'' اور ایک روایت کے مطابق حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کا قاتل امیہ بن خلف کا بھائی تھا۔ یہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذیتیں دیا کرتا تھا۔

ابی بن خلف کا قتل

روایت ہے کہ روزِ احد ابی بن خلف حضور ﷺ کی طرف گیا۔ وہ کہہ رہا تھا "محمد عربی کہاں ہیں؟ اگر وہ بچ گئے تو میں نہیں بچ سکوں گا"۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اس کے سامنے گئے تو اس نے آپ کو شہید کر دیا۔ صحابہ کرام اس کے سامنے آئے تو حضور ﷺ نے فرمایا "اس کا رستہ چھوڑ دو"۔ حضور ﷺ نے اس کی طرف توجہ کی اور فرمایا "کذاب! اب بھاگ کر کہاں جاتا ہے"۔ حضور ﷺ نے حضرت حرث بن صمہ یا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما سے نیزہ لیا اور ابی کی طرف پھینک دیا، جس سے اس کی گردن پر ہلکی سی خراش آئی۔ اس خراش سے خون بھی نہ نکلا۔ وہ واپس پلٹا، وہ یہ کہہ رہا تھا "بخدا! مجھے حضور نے قتل کر دیا ہے" اسے کہا گیا: بخدا! تیرا دل ختم ہو گیا ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ اسے کہا گیا: کیا تیری عقل گم ہو گئی ہے؟ اگر یہ خراش ہم میں سے کسی کی آنکھ کو بھی لگتی تو اسے نقصان نہ ہوتا" اس نے کہا: مجھے لات وعزیٰ کی قسم! اگر یہ ضرب ذوالحجاز کے لوگوں کو لگائی جاتی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اگر یہ ضرب ربیعہ اور مضر کے قبائل کو لگائی جاتی یا اگر روئے زمین کے سارے لوگوں کو لگائی جاتی تو سارے مرجاتے"۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں مجھے فرمایا تھا "میں تجھے قتل کر دوں گا" بخدا! اگر اپنا لعاب دہن مجھ پر پھینک دیتے تو میں پھر بھی مرجاتا" یہی ابی مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ سے کہتا تھا "محمد عربی! (فداہ روحی!) میرے پاس ایک گھوڑا ہے، میں اسے روزانہ بارہ مد مکئی کھلاتا ہوں۔ میں اس پر بیٹھ کر آپ کو شہید کروں گا" حضور ﷺ نے اسے فرمایا "ان شاء اللہ! میں تجھے قتل کروں گا" اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کے فرمان کو سچ کر دکھایا۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ابی بن خلف نے جب غزوۂ بدر کے قیدیوں کا فدیہ ادا کیا تو اس نے کہا "بخدا! میرے پاس ایک گھوڑا ہے۔ میں ہر روز اسے بارہ مد مکئی کھلاتا ہوں۔ میں اس پر سوار ہو کر محمد عربی کو شہید کروں گا۔ یہ خبر حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا "میں اسے قتل کروں گا، ان شاء اللہ"۔ ان روایات کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ حضور ﷺ اور ابی نے یہ بات کئی بار دہرائی ہوگی۔ آپ ﷺ نے اس کی ہنسلی کی ہڈی ملاحظہ کی۔ آپ نے اس جگہ نیزہ مارا جس نے اس کی ایک پسلی توڑ کر رکھ دی۔ دوسری روایت کے مطابق اس سیاہ قسمت کو آپ کا نیزہ لگا تو وہ کئی بار چکر کھا کر گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ وہ اس بیل کی طرح ڈکارنے لگا جسے ذبح کیا جا رہا ہو۔ جب آپ نے چھوٹا نیزہ لیا تو بڑے جوش سے جھری، حتیٰ کہ آپ ﷺ کے اردگرد موجود صحابہ کرام آپ ﷺ سے دور ہو گئے، پھر آپ ﷺ نے ابی کی طرف رخ انور کیا اور اس کی گردن پر نیزہ مار دیا۔ ان امور میں باہم کوئی مخالفت نہیں کہ اسے آپ کے نیزہ سے خراش آئی ہو اور آپ نے اس نیزہ کے ساتھ شدید جھرجھری لی ہو۔ ممکن ہے کہ نیزہ سے اسے صرف خراش آنا یہ صرف ظاہری اعتبار سے ہو اور اس نیزہ کا درد باطن میں بہت شدید ہو۔ یہ عذاب کے اعتبار سے شدید ہوتا کہ یہ آپ کا معجزہ بن جائے۔ اس کا اپنے گھوڑے پر کئی بار چکر کھا کر نیچے گرنے سے اس ضرب کی شدت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اس کا بیل کی طرح ڈکارنا بھی اس شدت کی

دلیل ہے۔ گردن پر نیزہ لگنے سے پسلی کا ٹوٹ جانا بھی معجزات میں سے ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بغل کے نیچے نیزہ مارا۔ اس کی ایک پسلی ٹوٹ گئی۔ ممکن ہے کہ نیزہ ہنسلی کی ہڈی سے بغل تک نکل گیا ہو۔ حتیٰ کہ اس نے اس کی پسلی کی ہڈی کو توڑ کر رکھ دیا۔ ابی بن خلف کے علاوہ اس سے پہلے یا بعد میں آپ کے دست اقدس سے اور کوئی قتل نہیں ہوا۔ جب مشرکین مکہ واپس آ رہے تھے تو یہ بدبخت سرف کے مقام پر مر گیا۔ یہ مقام اس کے لیے بڑا مناسب تھا۔ کیونکہ وہ مسرف تھا۔ دوسری روایت کے مطابق وہ وادی رابغ میں مرا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں بطن رابغ میں عازم سفر تھا۔ رات پرسکون ہو چکی تھی۔ اچانک بھڑکتی ہوئی آگ مجھے نظر آئی۔ میں اس کی طرف گیا تو مجھے ایک شخص نظر آیا۔ وہ اس آگ سے نکل رہا تھا، اس نے زنجیر پہنی ہوئی تھی۔ وہ اسے کھینچتا جا رہا تھا اور پیاس، پیاس پکار رہا تھا۔ اس نے مجھے صدا دی "عبداللہ!" مجھے علم نہیں کہ اس نے میرا نام جان لیا تھا۔ یا اس طرح مجھے پکارا تھا جس طرح ایک اجنبی کسی دوسرے اجنبی کو پکارتا ہے۔ میں نے اس کی طرف توجہ کی، اس نے مجھے پانی پلانے کے لیے کہا۔ میں نے اسے پانی پلانے کا ارادہ کیا تو مجھے اس کو عذاب دینے والے شخص نے کہا "اسے پانی نہیں پلانا" اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا ہے۔ یہ ابی بن خلف لعنۃ اللہ ہے"۔ (بیہقی)

حدیث طیبہ سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ جس شخص کو کسی نبی نے قتل کیا یا اس زمانہ کے نبی کے حکم سے قتل کیا گیا ہو اسے اس وقت سے لے کر نفخ صور تک عذاب دیا جاتا ہے۔ سب سے شدید عذاب اسے ملتا ہے جسے کسی نبی نے قتل کیا ہو" دوسری روایت میں ہے "اس شخص پر رب تعالیٰ کا غصہ بڑا سخت ہوتا ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا ہو"۔ اہل آتش کے لیے ہلاکت ہو کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کے بندوں پر شفقت اور لطف کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ انہیں کسی عظیم امر کی وجہ سے ہی کسی شخص کو قتل کرنا پڑتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو لطف، رفق اور بندوں پر شفقت کے اعتبار سے سب سے اکمل تھے۔

پہلے بھی یہ واقعہ گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بدر کے مقام سے گزرے۔ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جسے عذاب دیا جا رہا تھا۔ وہ کراہ رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا: اس نے صدا لگائی "اے عبداللہ!" میں نے اس کی طرف توجہ کی تو اس نے مجھے کہا "مجھے پانی پلاؤ" میں اسے پانی پلانا ہی چاہتا تھا تو مجھے اس سیاہ شخص جو اسے عذاب دینے پر مامور تھا نے کہا "عبداللہ! اسے پانی نہیں پلانا۔ یہ وہ مشرک ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یعنی آپ کے صحابہ کرام) نے قتل کیا ہے" (طبرانی فی الاوسط) ممکن ہے کہ یہ واقعہ کئی بار ظہور پذیر ہوا ہو بلکہ امام جلال الدین سیوطی نے خصائص الکبریٰ میں اس طرح کے کئی واقعات ذکر کیے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جو شخص مقام بدر میں حضرت ابن عمر کو نظر آیا تھا۔ وہ ابو جہل تھا۔ اسے قیامت تک اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیتیں

ابو عامر فاسق نے اس لشکرگاہ میں جگہ جگہ گڑھے کھود رکھے تھے۔ وہ اسے جنگی چال سمجھتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں گر پڑے۔ آپ کے گھٹنوں پر خراشیں آئیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کا دست اقدس پکڑ لیا۔

حضرت طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو اوپر اٹھایا تو آپ اس گڑھے سے باہر نکل آئے۔ اس گڑھے میں گرنے کا سبب یہ تھا کہ ابن قمئہ لعنۃ اللہ نے آپ پر تلوار کا وار کیا۔ اس وار نے اس کے علاوہ اور کوئی اثر نہ کیا کہ تلوار آپ کے شانہ اقدس پر بوجھل پڑی۔ جس سے آپ کو ایک ماہ یا اس سے زائد مدت تک تکلیف محسوس ہوتی رہی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی عتبہ نے آپ پر پتھر پھینکا جس سے آپ کے سامنے والے دو اوپر اور دو نیچے کے دانت زخمی ہو گئے۔ آپ کا نچلا لب مبارک زخمی ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عتبہ کے لیے بددعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وہ دعا قبول فرمائی۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو قتل کر دیا۔ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب میں نے عتبہ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہ سنگدلانہ سلوک دیکھا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! عتبہ کہاں گیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طرف اشارہ کیا۔ میں اسی سمت بڑھا۔ اسے جالیا۔ تلوار کی ایک ہی ضرب سے اس کا سر جدا کر دیا۔ میں گھوڑے سے نیچے اترا، میں نے اس کا سر گھوڑا اور تلوار لی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سب کچھ پیش کر دیا۔ آپ نے مجھے فرمایا "اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو"۔

ابن مندہ نے جو یہ لکھا ہے کہ عتبہ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے اس بات سے استدلال کیا ہے کہ زمعہ کی لونڈی کے بیٹے نے کہا کہ وہ عتبہ کا بیٹا ہے۔ مگر اس میں عتبہ کے اسلام کی کوئی دلیل نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ عہد اس کے کفر میں ہوا اور زمعہ کی لونڈی اس سے حاملہ ہوئی ہو۔ ابن مندہ کے اس قول کا ابونعیم نے شدت سے رد کیا ہے۔ انہوں نے حضرت ابن مسیب کے اس فرمان سے رد کیا ہے کہ جب عتبہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک شہید کر دیے اور آپ کے چہرۂ انور کو زخمی کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی "مولا! ایک سال بھی نہ گزرنے پائے کہ یہ حالت کفر میں مر جائے" ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ یہ حالت کفر میں مر گیا۔

ابن حجر نے لکھا ہے کہ ابن مندہ کا عتبہ کو صحابہ میں شمار کرنا ان کی غلطی ہے۔ آثار میں ایسی کوئی روایت نہیں جو اس کے اسلام پر دلالت کرتی ہو۔ بلکہ اس بات کی صراحت مذکور ہے کہ وہ کفر پر مرا تھا۔ اسے صحابہ میں شمار کرنا درست نہیں۔

امام ابن اسحاق نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب میرے بھائی عتبہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہ سنگدلانہ سلوک کیا تو اسے قتل کرنے سے زیادہ کسی اور کو قتل کرنا مجھے عزیز نہ تھا۔ اس کے بارے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کافی ہو گیا" اس شخص پر اللہ تعالیٰ کا شدید غضب ہو جس نے اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کو زخمی کیا۔ یہ روایت بھی صحیح ہے کہ عتبہ کی نسل سے جو بچہ بھی پیدا ہوتا جب وہ بلوغت کی حد تک پہنچتا تو اس کے منہ سے بو آنے لگتی اور اس کے دو اوپر کے اور دو نیچے کے سامنے والے دانت ٹوٹ جاتے۔ یہ بات اس کی نسل میں معروف تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ عبد اللہ ابن قمئہ نے آپ کے چہرۂ انور کو زخمی کیا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ عبد اللہ بن شہاب زہری امام زہری کے دادا نے غزوہ احد کے روز کفار کی طرف سے شرکت کی۔ انہوں نے آپ کی طلعتِ زیبا کو زخمی کیا تھا پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ جبکہ ابن قمئہ نے آپ کے رخسار مبارک کو زخمی کیا تھا۔ آپ کے خود کے دو حلقے آپ کے رخسار مبارک میں پھنس

گئے۔ چہرۂ انور پر خون بہنے لگا۔ مشرکین نے آپ ﷺ پر پتھر مارے۔ جس سے آپ ایک گڑھے میں گر پڑے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے آپ کو سہارا دے کر سیدھا کھڑا کیا۔

صحیح بخاری میں حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضرت طلحہ کا ہاتھ دیکھا، وہ شل تھا۔ اسی ہاتھ کے ساتھ انہوں نے غزوۂ احد کے روز حضور ﷺ کا دفاع کیا تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ غزوۂ احد کے روز حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو 35 یا 39 زخم آئے تھے۔ ان کی دو انگلیاں بھی مفلوج ہو گئی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب بھی غزوۂ احد کا ذکر فرماتے تو فرماتے "وہ سارا دن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا"۔

امام نسائی اور امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "مشرکین حضور ﷺ کے قریب پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا: ان کا مقابلہ کون کرے گا؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "میں" ان کے ساتھ اور بھی انصاری صحابہ تھے۔ جو شہید ہو گئے۔ حضرت طلحہ نے شدید قتال کیا حتیٰ کہ ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور ﷺ نے فرمایا "اگر تم بسم اللہ کہتے تو ملائکہ تمہیں اٹھا لیتے، لوگ تمہاری طرف دیکھ رہے ہوتے حتیٰ کہ تم آسمان کی فضا میں داخل ہو جاتے"۔

حضرت ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ نے خود کی دو کڑیاں نکالنے کی کوشش کی جو آپ ﷺ کے رخسار مبارک میں تھیں۔ انہوں نے دانتوں سے وہ کڑیاں نکالنے کی کوشش کی۔ اسی سعی میں ان کے سامنے کے دو دانت بھی نکل گئے۔ بعض صحابہ کرام نے فرمایا ہے کہ جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کے دو دانت گر گئے تو حضرت ابوعبیدہ اھتم (سامنے کے دو دانت جڑ سے نکلے ہوئے ہونا) ہو گئے۔ اور کوئی اھتم آپ سے بڑھ کر حسین نظر نہیں آتا تھا۔ یہ ھتم آپ کے چہرے کے حسن میں اضافہ ہی کرتا تھا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت عقبہ بن وہب رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرۂ انور سے خود کی کڑیاں نکالی تھیں۔ تیسری روایت میں ہے کہ یہ سعادت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حاصل کی تھی۔ ممکن ہے ان تینوں حضرات نے یہ سعادت عظمیٰ حاصل کی ہو۔ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے آپ کے زخم پر منہ رکھ کر خون مبارک چوسا۔ پھر اسے نگل گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "جس کا خون میرے خون مبارک سے مل گیا اسے آگ نہیں چھو سکتی"۔

دوسری روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا "جو اہل جنت میں سے ایک شخص کو دیکھنا چاہتا ہو وہ اس مالک بن سنان کو دیکھ لے۔ یہ اسی غزوہ میں شہید ہو گئے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا "جسے پسند ہو کہ وہ ایسے شخص کی زیارت کرے جسے آتش جہنم نہ چھو سکے وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے"۔

جب ابن قمئہ نے حضور ﷺ پر تیر مارا تو اس نے کہا "یہ لو! میں ابن قمئہ ہوں" حضور ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل و رسوا کرے" آپ اپنے چہرۂ انور سے خون مبارک صاف کرنے لگے "اللہ تعالیٰ نے ابن قمئہ پر ایک جنگلی مینڈھا مسلط کر دیا۔ اس نے سینگ مار مار کر ابن قمئہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ تاکہ اس کی رسوائی، تکلیف اور عذاب میں اضافہ ہو۔ حضور ﷺ اپنے روئے تاباں سے خون مبارک صاف کرنے لگے۔ آپ فرما رہے تھے "وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس نے

اپنے نبی مکرم ﷺ کے چہرۂ انور کو زخمی کیا حالانکہ وہ انہیں ان کے رب تعالیٰ کی طرف بلا رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ (آل عمران)

''نہیں ہے آپ کا اس معاملہ میں کوئی دخل چاہے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے اور چاہے تو عذاب دے انہیں پس بیشک وہ ظالم ہیں''۔

امام اوزاعی نے لکھا ہے ''جب غزوۂ احد کے روز آپ ﷺ زخمی ہو گئے تو آپ ﷺ نے کوئی چیز لی اور اس سے اپنا خون مبارک جذب کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر خون مبارک نیچے زمین پر گر پڑا تو ان کفار پر آسمان سے عذاب نازل ہو جائے گا۔ پھر یہ دعا مانگی ''مولا! میری قوم کو معاف کر دے یہ جانتی نہیں'' آپ ﷺ نے کفار کی طرف سے معذرت پیش کی۔ آپ ﷺ نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں آہ وزاری کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں مہلت دے حتیٰ کہ وہ یا ان کی اولاد میں کوئی ایمان لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اس امید کو پورا کر دیا۔ آپ ﷺ کی دعا یہ تھی کہ مشرکین شرک سے توبہ کر لیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے شرک کو معاف کرنے کی دعا نہ کی۔ کیونکہ ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ (النساء:48)

''بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس بات کو کہ شرک کیا جائے اس کے ساتھ''۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ (توبہ:113)

''درست نہیں ہے نبی کیلئے اور نہ ایمان والوں کیلئے کہ مغفرت طلب کریں مشرکوں کے واسطے''۔

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ غزوۂ احد کے روز حضور ﷺ کے روئے تاباں پر تلوار کی ستر ضربیں لگیں۔ مگر رب تعالیٰ نے آپ کو سب سے بچا لیا۔ ان ضربوں سے مشرکین کی مراد بر نہ آئی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضور ﷺ کا روئے تاباں کیسے زخمی ہو گیا آپ کے دندان مبارک کیسے ٹوٹ گئے حالانکہ رب غفور نے آپ سے فرمایا:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ:67) ''اور اللہ بچائے گا آپ کو لوگوں کے شر سے''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت طیبہ بعد میں نازل ہوئی۔ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ آیت مبارکہ پہلے نازل ہو چکی تھی تو اس سے مراد قتل سے تحفظ ہے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں ''اس امر میں کوئی اخفاء نہیں ہے کہ ہر نبی کا اس کی تبلیغ وارشاد پر اتنا اجر ہوتا ہے جتنا اسے مخالفین کی طرف سے مشقت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انہیں اس کی ہدایت کا اجر وثواب بھی ملتا ہے جو اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر کسی اور نبی کے اطاعت گزار امتی بھی نہیں اور نہ ہی اتنے کثیر کسی اور نبی کے مخالفین ہیں۔ لہٰذا اس اعتبار سے بھی آپ اجر وثواب میں سب سے بڑھ کر ہیں''۔

مژدہ باد! جانِ عالم خیریت سے ہیں

اس بھگدڑ اور شیطانی صدا کے بعد سب سے پہلے آپ کو پہچاننے والی شخصیت حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ ان تینوں میں سے ایک ہیں جن کا ذکر اس آیت طیبہ میں کیا گیا ہے:

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ...... الخ (توبہ: 118)

حضرت کعب نے فرمایا "میں نے جانِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی چشمانِ مقدس سے پہچانا جو خود کے نیچے تاباں اور درخشاں تھیں۔ میں نے باآواز بلند پکارا "اے مسلمانوں کے گروہ! تمہیں بشارت ہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہیں"۔ بعض صحابہ کرام نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب ابلیس لعین نے کہا "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو ہمیں کوئی شک وشبہ نہ رہا کہ یہ حق ہے۔ ہماری یہی کیفیت رہی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سعدین، حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کے درمیان سے جلوہ افروز ہوئے۔ جب آپ آگے بڑھے تو ہم نے آپ کو آپ کے مبارک شانوں سے پہچان لیا۔ ہمارے سرور وانبساط کی کوئی حد نہ رہی گویا کہ ہمیں کوئی تکلیف پہنچی ہی نہیں تھی۔ جب صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کر لی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ اٹھ کر گھاٹی کی طرف چلے گئے۔ ان صحابہ کرام میں حضرات ابوبکر، عمر، علی، طلحہ، زبیر، حرث بن صمہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے"۔

خصائص عشرہ میں ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ غزوۂ احد کے روز ثابت قدم رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر موت کی بیعت کی۔ رافضیوں کا یہ بکواس کرنا کہ غزوہ احد کے روز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ سارے صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے درست نہیں۔ بلکہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اور بھی صحابہ کرام تھے۔

عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ کا قتل

عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ اپنے ابلق گھوڑے پر سوار ہو کر آیا۔ وہ غرق آہن تھا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف آ رہا تھا۔ وہ گھاٹی کی سمت بڑھ رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "اگر آپ بچ گئے تو میں نہیں بچ سکوں گا" حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ عثمان کا گھوڑا پھسل کر ان گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں جا گرا جنہیں ابو عامر نے کھودا تھا۔ حضرت حرث بن صمہ رضی اللہ عنہ چل کر عثمان بن عبداللہ کی طرف گئے۔ کچھ دیر باہم شمشیر زنی ہوتی رہی۔ پھر حضرت حرث رضی اللہ عنہ نے اس کی ٹانگوں پر ضرب کاری لگائی۔ جس کی وجہ سے وہ بیٹھ گیا۔ حضرت حرث نے آگے بڑھ کر اس کا سر قلم کر دیا۔ اس کی زرہ اور خود حاصل کر لیا۔ حضور تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ساری تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس نے اسے ہلاک کیا" اس کے بعد عبید بن ابو جابر عامری دوڑتا ہوا آیا۔ حضرت حرث رضی اللہ عنہ نے اس کے کندھے پر وار کیا جس سے وہ زخمی ہو گیا اس کے ساتھی اسے اٹھا کر لے جانے لگے۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اسے تلوار سے ذبح کر دیا۔ پھر وہ آ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ساتھ مل گئے۔

چٹان پر جلوہ نمائی

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چٹان پر چڑھنے کی سعی فرمائی جو اس گھاٹی میں تھی۔ مگر آپ اس چٹان پر نہ چڑھ سکے۔ کیونکہ آپ کے سر اقدس اور چہرۂ انور سے بہت سا خون مبارک نکل چکا تھا۔ آپ نے دو زرہیں بھی پہن رکھی تھیں۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے۔ آپ ان کے اوپر چڑھ کر چٹان پر چڑھ گئے اور فرمایا "آج طلحہ نے خود پر جنت لازم کر لی ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنا حسین سلوک کیا ہے" روایت ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی ٹانگ میں لنگڑا پن تھا۔ انہوں نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا تو آرام سے بالکل سیدھے ہو کر چلے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہو اس کے بعد ان کا وہ لنگڑا پن بالکل ختم ہو گیا۔ پھر کبھی یہ تکلیف عود کر نہ آئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت پیاس لگی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لائے تاکہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کو دھوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی نوش نہ فرمایا کیونکہ زیادہ ٹھہرنے کی وجہ سے اس میں بو پیدا ہو چکی تھی۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ پانی کی جستجو میں نکلے۔ مگر انہیں پانی نہ ملا۔ پھر دور تک گئے اور میٹھا پانی لے کر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی نوش فرمایا اور ان کے لیے دعائے خیر کی۔

عفت مآب خواتین

مدینہ منورہ کی عصمت شعار خواتین آ گئیں۔ ان کے ہمراہ خاتون جنت حضرت سیدہ نساء العالمین رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گلے لگا لیا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم دھونے لگیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خون مبارک دھونے کے لیے پانی ڈال رہے تھے کہ خون زیادہ بہنے لگا۔ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے جب یہ منظر دیکھا تو چٹائی کا ایک ٹکڑا لیا، اسے آگ میں جلایا، حتیٰ کہ وہ راکھ بن گئی۔ وہ راکھ لی اور اسے زخم پر رکھ دیا جس سے خون مبارک رک گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی میں تھے کہ قریش کا ایک گروہ پہاڑ پر چڑھ آیا۔ ان میں خالد بن ولید بھی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی "مولا! انہیں ہم پر غالب نہیں آنا چاہیے۔ مولا! ہمارے پاس کوئی قوت نہیں مگر تیرے ساتھ ہی" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مہاجرین کی ایک جماعت لے کر ان کے ساتھ جہاد کیا حتیٰ کہ وہ سارے پہاڑ سے نیچے اتر گئے۔ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ (آل عمران)

"اور نہ (تو) ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی سربلند ہو گے اگر تم سچے مومن ہو"۔

بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اس گروہِ قریش کو واپس لوٹاؤ" حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا۔ میں نے اسے ایک شخص پر چلا دیا۔ وہ تیر نشانہ پر لگا وہ مر گیا۔ میں نے دوسرا تیر نکالا وہ بعینہٖ وہی تیر تھا جو میں پہلے چلا چکا تھا۔ میں نے اسے دوسرے شخص پر چلا دیا۔ میں نے

دوسرے شخص کو بھی مار ڈالا۔ میں نے ایک اور تیر نکالا، یہ بعینہ وہی تیر تھا جو میں چلا چکا تھا۔ میں نے اسے چلا کر ایک اور شخص کو مار ڈالا۔ میں نے چوتھا تیر نکالا، وہ بعینہ وہی تیر تھا جیسے میں نے پہلے چلایا تھا اس طرح میں نے ایک اور مشرک کو موت کے گھاٹ اتار دیا''۔

وہ چٹان سے نیچے اتر گئے۔ میں نے کہا ''یہ مبارک تیر ہے'' وہ میرے پاس میرے ترکش میں ہی رہتا تھا۔ میرے ترکش سے جدا نہیں ہوتا تھا'' پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: غزوۂ احد کے روز میں تیر اندازی کر رہا تھا۔ ایک حسین سفید چہرے والا آدمی مجھے وہی تیر لا کر دے رہا تھا حتیٰ کہ جنگ کے بعد میں نے اسے نہ دیکھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ فرشتہ تھا''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس روز نماز ظہر بیٹھ کر ادا فرمائی تھی۔ دیگر مسلمان آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔ پھر یہ منسوخ ہو گیا۔ دوسری روایت کے مطابق ان صحابہ کرام نے بیٹھ کر نماز پڑھی جو زخمی تھے۔ اس روز حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو تلوار، نیزہ اور تیر کے ستر سے زائد زخم آئے تھے۔ ان کی انگلی یا پورا بھی کٹ گیا۔

امام بخاری نے حضرت قیس بن ابی حازم سے روایت لکھی ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ دیکھا جس کے ساتھ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کیا تھا، وہ شل تھا'' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا اتنا خون نکلا کہ ان پر غشی طاری ہو گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس آ گئے۔ ان کے چہرہ پر پانی چھڑکا حتیٰ کہ انہیں افاقہ ہو گیا۔ انہوں نے پوچھا ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''آپ خیریت سے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی مجھے بھیجا ہے'' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''الحمد للہ! ساری تکالیف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قلیل ہیں'' اس روز حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بیس سے زائد زخم آئے۔ ان کے چہرہ پر بھی زخم آیا تھا۔ حضرت کعب بن مالک کو سترہ زخم آئے تھے۔

حضرت اصیرم بن عبدالاشہل کی شہادت

اس روز انہیں بھی قبائے شہادت نصیب ہوئی۔ یہ اسلام کے منکر تھے۔ بنو عبداللہ الاشہل کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ احد کے لیے روانہ ہوئے تو یہ بھی مدینہ طیبہ آئے۔ اپنی قوم کے متعلق پوچھا۔ انہیں بتایا گیا کہ وہ میدان احد میں ہے۔ اسلام کی حقانیت ان کے لیے عیاں ہو گئی۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر اپنی تلوار، نیزہ اور خود لیا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ حتیٰ کہ لوگوں میں گھس گئے۔ بھرپور جہاد کیا حتیٰ کہ انہیں کئی کاری زخم آئے۔

جب بنو عبدالاشہل میدانِ جہاد میں اپنے شہداء کی تلاش میں تھے انہیں حضرت اصیرم بھی نظر آ گئے۔ انہوں نے ان سے پوچھا: تمہیں کون سی چیز یہاں لے کر آئی ہے۔ اپنی قوم کی نصرت یا اسلام میں رغبت'' انہوں نے فرمایا ''اسلام میں رغبت رکھتے ہوئے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں۔ پھر میں میدانِ جہاد میں آیا اور مجھے یہ کاری زخم لگے'' پھر یہ ان کے ہاتھوں میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انہوں نے اس بات کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اصیرم جنتی ہے'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ''مجھے اس شخص کے بارے بتاؤ جس نے

ایک نماز بھی نہیں پڑھی مگر جنت میں داخل ہو گیا" وہ حضرت اصیرم رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ غسیل ملائکہ

یہ ابو عامر فاسق کے فرزند دلبند تھے۔ ابو عامر کو ابن صیفی بھی کہا جاتا تھا۔ یہ تذکرہ پہلے ہو چکا ہے کہ ابو عامر مدینہ طیبہ سے نکلا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوری چاہتا تھا۔ یہ کفار قریش کے پاس آیا اور غزوۂ احد میں ان کی طرف سے لڑا۔ اس کے لخت جگر حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے باپ کو قتل کر دیں۔ مگر آپ نے منع فرمایا تھا۔ آپ نے ابو عامر کے لیے بددعا کی کہ وہ تنہائی اور بے کسی کے عالم میں مرے" اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس دعا کو شرف قبولیت عطا کیا۔ فتح مکہ کے بعد یہ شام کی طرف نکل گیا وہاں بے کسی اور تنہائی میں مر گیا۔

امام سبکی نے یہ شعر لکھا ہے:

وَمَاتَ ابْنُ صَيْفِي عَلَى الصِّفَةِ الَّتِي ذَكَرْتُ وَحِيْدًا بَعْدَ طَرْدٍ وَّ غُرْبَةٍ

"ابن صیفی اسی طرح مرا جس طرح میں نے ذکر کیا تھا، وہ دھتکار دینے اور جلا وطنی کے بعد تنہائی کے عالم میں مرا"۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے ابو سفیان کے گھوڑے کو مارا، وہ زمین پر گر پڑا۔ وہ چیخا۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اس کے اوپر چڑھ گئے۔ وہ اسے ذبح کرنا چاہتے تھے۔ انہیں شداد بن اسود نے دیکھا۔ اس نے ان پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تمہارے صاحب (حنظلہ) کو ملائکہ غسل دے رہے ہیں"۔

دوسری روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا "میں نے ملائکہ دیکھے، وہ آسمان اور زمین کے درمیان بارش کے پانی کے ساتھ چاندی کے برتنوں سے حنظلہ کو غسل دے رہے تھے۔ میں نے ان کی زوجہ محترمہ (جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین کی بیٹی تھیں۔ یہ پکی سچی مومنہ تھیں) سے پوچھا تو انہوں نے کہا "یہ جنبی حالت میں روانہ ہو گئے تھے" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اسی لیے ملائکہ نے انہیں غسل دیا تھا"۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے اسی رات کو بطور شب زفاف بسر کیا تھا۔ جس رات کی صبح کو غزوۂ احد رونما ہوا تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت مانگ لی تھی۔ جب انہوں نے نماز صبح ادا کی وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا چاہتے تھے۔ ان کی زوجہ محترمہ ان کے ساتھ چمٹ گئیں۔ انہوں نے ان کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کر لیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے دشمن کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے نکلنے کا اعلان کر دیا۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جلدی کی وجہ سے غسل بھی نہ کر سکے"۔

دوسری روایت میں ہے۔ حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی کو لبیک کہا تو یہ حالت جنابت میں تھے۔ دوسری روایت کے مطابق انہوں نے اپنی ایک طرف دھولی تھی پھر باہر نکل آئے۔ دوسری سمت نہ دھو سکے۔ اسی لیے ملائکہ نے انہیں غسل دیا۔ روایت میں ہے کہ انہیں تلاش کیا گیا تو صحابہ کرام نے دیکھا کہ ان کے سر سے پانی کے قطرات گر رہے تھے۔ حالانکہ ان کے قریب پانی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان عالی شان کی تصدیق کے لیے ہی تھا۔

اس رات ان کی زوجہ محترمہ نے ایک خواب دیکھا کہ آسمان پھٹ گیا ہے۔ حضرت حنظلہ اندر چلے گئے ہیں۔ پھر آسمان مل گیا ہے۔ جب وہ غزوۂ احد کے لیے جانے لگے تو انہوں نے اپنی قوم کے چار افراد اس بات پر گواہ بنالیے کہ انہوں نے ان کے ساتھ شب زفاف بسر کرلی ہے۔ انہیں خدشہ تھا کہ یہ کہیں شہید نہ ہو جائیں اور بچے کے نسب میں جھگڑا نہ ہونے لگے۔ حضرت جمیلہ نے فرمایا "میں نے آسمان کو دیکھا کہ وہ پھٹ گیا ہے اور حضرت حنظلہ اندر چلے گئے ہیں۔ پھر آسمان مل گیا ہے" حضرت حنظلہ کے ہاں حضرت عبداللہ بن حنظلہ پیدا ہوئے یہ وہی عبداللہ ہیں جنہیں اہل مدینہ نے اس وقت اپنا ولی بنایا تھا اور ان کی بیعت کی تھی جب انہوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑی تھی۔ واقعۃ الحرہ رونما ہونے کا سبب یہی تھا۔

جب کفار نے شہدائے احد کا مثلہ کیا تو انہوں نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ نہیں کیا تھا کیونکہ ان کا باپ ابو عامر ان کے ساتھ تھا۔ روایت ہے کہ جب حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کفار مکہ نے شہداء کا کس طرح مثلہ کردیا تھا۔ تو انہوں نے بھی مشرکین کے مردوں کا مثلہ کرنا چاہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "قریش اہل امانت ہیں جس نے ان کے ساتھ عداوت رکھتے ہوئے گڑھے کھودے اللہ تعالیٰ ان میں اسے ہی گرادے گا۔ اگر تمہاری زندگی نے وفاء کی تو تم عنقریب دیکھو گے کہ ان کے اعمال کے ساتھ تمہارے عمل کو اور ان کے افعال کے ساتھ تمہارے فعل کو بھی حقیر سمجھا جائے گا۔ اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ قریش تکبر کرنے لگیں گے تو میں انہیں بتادیتا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ان کیلئے کیا اجر و ثواب ہے"۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "بخدا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ہی غصہ آیا تھا" آپ نے فرمایا "تم نے سچ کہا ہے۔ یہ اپنے نبی (محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے بری قوم تھی" روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش مکہ کے لیے بددعا کرنے کا ارادہ فرمایا، یا ان کے لیے کئی بار بددعا کی یا لگاتار بددعا کرنا چاہی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت طیبہ نازل کی:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ (آل عمران: 128) (نہیں ہے آپ کا اس معاملہ میں کوئی دخل)

اس کے بعد آپ نے ان کے لیے بددعا نہ کی۔ آپ نے فرمایا "اگر میں ان پر فتحیاب ہو گیا تو میں ان کے چالیس افراد کا مثلہ کروں گا" اس وقت یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ﴿١٢٦﴾ (النحل)

"اور اگر تم (انہیں) سزا دینا چاہو تو انہیں سزا دو لیکن اس قدر جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر تم (ان کی ستم رانیوں) پر صبر کرو تو یہ صبر ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لیے"۔

آپ نے فرمایا "اب میں حصول ثواب کے لیے صبر کروں گا"۔

مشرکین کا ایک شخص آیا۔ وہ غرق آہن تھا۔ اس نے کہا "میں ابن عویف ہوں" حضرت رشید الفارسی الانصاری نے شمشیر مار کر اس کا کندھا زخمی کردیا۔ انہوں نے کہا "یہ لو! میں فارسی غلام ہوں" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے اور سماعت فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا "تم نے یوں کیوں نہ کہا "یہ لو! میں انصاری غلام ہوں" اس ضرب کے ساتھ اس مشرک کا کام تمام

ہو گیا تھا۔ پھر اس مقتول کا بھائی کتے کی طرح دوڑتا ہوا آیا، وہ کہہ رہا تھا ''میں ابن عویف ہوں'' حضرت رشید نے اس کے سر پر ضرب کاری لگائی۔ اس نے خود پہن رکھا تھا۔ انہوں نے اس کا سر چیر کر رکھ دیا۔ انہوں نے فرمایا ''یہ لو! میں انصاری غلام ہوں'' یہ سن کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا پڑے اور فرمایا ''ابو عبداللہ! تم نے عمدہ فعل سرانجام دیا ہے'' حالانکہ اس دن ان کا کوئی بچہ نہ تھا۔ لیکن پھر بھی سرور کائنات نے انہیں ''ابو عبداللہ'' کی کنیت سے پکارا۔

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی ٹانگ میں بہت زیادہ لنگڑا پن تھا۔ ان کے چار جوان بیٹے تھے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ غزوات میں شرکت کیا کرتے تھے۔ جب غزوۂ احد کا دن آیا تو انہوں نے اپنے والد گرامی کو روکنے کی سعی کی۔ انہوں نے عرض کی ''والد گرامی مرتبت! اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور کر دیا ہے'' وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ عرض کی ''میرے فرزندوں نے مجھے روک دیا ہے کہ میں آپ کے ہمراہ نہ نکلوں۔ بخدا! میں چاہتا ہوں کہ اپنے اس لنگڑے پن سے جنت کو روندھ ڈالوں'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''رب تعالیٰ نے آپ کو معذور کر دیا ہے۔ آپ پر جہاد فرض نہیں ہے'' انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا ''اگر تم مجھے میدان وغا میں جانے سے نہ روکو تو تمہیں کیا ہو جاتا ہے۔ شاید رب تعالیٰ مجھے منصبِ شہادت پر فائز کر دے'' انہوں نے اپنے ہتھیار لیے۔ باہر نکلے۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا مانگی ''مولا! مجھے جامِ شہادت عطا فرما۔ اور مجھے اپنے اہل خانہ کی طرف خائب و خاسر نہ لوٹا'' اسی غزوہ میں وہ شہید ہو گئے۔ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''مجھے اس ذات کریمانہ کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے کہ تم میں ایسے افراد موجود ہیں اگر وہ رب تعالیٰ پر قسم اٹھالیں تو وہ انہیں ضرور اس قسم سے بری کر دے۔ ان میں سے ایک حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ میں نے انہیں دیکھا وہ اپنے لنگڑے پن سے جنت روندھ رہے تھے''۔

روایت ہے کہ انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں راہ خدا میں جہاد کروں پھر میں شہید ہو جاؤں تو کیا میں جنت میں جاؤں گا تو میری یہ ٹانگ درست ہو گی'' آپ نے فرمایا ''گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں تم اس صحیح ٹانگ کے ساتھ جنت میں چل رہے ہو'' ان دونوں روایات کو جمع کرنا ممکن ہے کہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ پہلے اپنی لنگڑی ٹانگ کے ساتھ جنت کو روندھ ڈالیں گے۔ پھر ان کی یہ ٹانگ درست کر دی جائے گی۔

متفرق معجزات

غزوۂ احد کے بعد حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ کو زخم آیا۔ وہ ان کے رخسار پر بہہ پڑی۔ انہوں نے اسے اپنے ہاتھ پر رکھا اور اسے بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا ''اگر چاہو تو صبر کرو تمہارے لیے جنت ہے۔ اگر پسند کرو تو میں اسے لوٹا دیتا ہوں۔ میں رب تعالیٰ سے دعا مانگوں گا۔ تم اس میں سے کچھ بھی مفقود نہ پاؤ گے''۔ انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاشبہ جنت ایک جمیل جزاء ہے اور جلیل عطا ہے مگر میں ایسا شخص ہوں جو عورتوں سے

محبت کرتا ہے مجھے خدشہ ہے کہ وہ مجھے کانا کہیں گی۔ وہ مجھے دور ہٹادیں گی، بلکہ آپ میری آنکھ لوٹادیں اور میرے لیے رب تعالیٰ سے جنت کا سوال بھی کریں" آپ نے فرمایا "قتادہ! میں اسی طرح کرتا ہوں" دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے عرض کی "میری ایک بیوی ہے۔ میں اس سے محبت کرتا ہوں، مجھے خدشہ ہے کہ وہ مجھے دیکھ کر مجھ سے نفرت کرنے لگے گی" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھ اپنے دست اقدس میں رکھی۔ پھر اسے اس کی جگہ میں لگا دیا" پھر یہ دعا مانگی "مولا! اسے جمال عطا فرما" طبرانی نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں اپنے چہرے کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور سے تیر ہٹار ہا تھا۔ آخر میں ایک تیر میری آنکھ پر لگ گیا جس کی وجہ سے میری آنکھ کا ڈھیلا نیچے گر پڑا۔ میں نے اسے ہاتھ پر رکھا اور دوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ جب آپ نے اسے میرے ہاتھ میں دیکھا تو آپ کی چشمانِ مقدس سے آنسو بہنے لگے۔ آپ نے دعا مانگی "مولا! قتادہ کو بچالے۔ جس طرح اس نے تیرے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کا دفاع کیا ہے" آپ نے وہ ڈھیلا آنکھ کی جگہ پر رکھ دیا۔ آپ نے دعا مانگی "مولا! اس آنکھ کو دوسری آنکھ سے حسین اور تیز بین بنادے" اگر ان کی دوسری آنکھ کو آشوب ہو جاتا تو یہ آنکھ اس سے محفوظ رہتی تھی"۔

ایک اور روایت ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھیں بہہ پڑی تھیں، مگر یہ راویوں کا تصرف ہے۔ بلکہ حضرت دارقطنی نے فرمایا ہے کہ اس روایت میں عمار بن نصر منفرد ہو گئے۔ امام نووی نے لکھا ہے راویوں نے غلطی کی ہے۔ ان کی صرف ایک آنکھ زخمی ہوئی تھی۔ اصمعی نے ابو معشر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی نسل کا ایک شخص آیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا: تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟ اس نے یہ اشعار پڑھے:

اَنَا ابْنُ الَّذِی سَالَتْ عَلَی الْخَدِّ عَیْنُہٗ　　فَرُدَّتْ بِکَفِّ الْمُصْطَفٰی اَیُّمَا رَدِّ

فَعَادَتْ　کَانَتْ　لِاَوَّلِ　اَمْرِھَا　　فَیَاحُسْنَ مَاعَیْنٌ وَیَاحُسْنَ مَاخَدِّ

"میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کے رخسار پر اس کا ڈھیلا بہہ پڑا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس نے اسے عمدہ طریقے سے اسی جگہ لوٹا دیا۔ یہ ڈھیلا پہلے کی طرح ہو گیا وہ آنکھ کتنی حسین تھی وہ رخسار کتنا خوبصورت تھا"۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا:

تِلْکَ الْمَکَارِمُ لَا قَعْبَانَ مِنْ لَبَنٍ　　شِیْبَا بِمَاءٍ فَعَادَ اَبْعُدَ اَبْوَالًا

"وہ خوبیاں ایسی نہ تھیں کہ دودھ کے دو بڑے پیالے ہوں جن میں پانی ملا ہوا ہو پھر بعد میں پیشابوں کی شکل اختیار کر لیں"۔

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "توسل کرنے والوں کو اسی طرح توسل کرنا چاہیے" انہوں نے اس شخص کے ساتھ صلہ رحمی کی اور اسے عمدہ انعام دیا۔

حضرت ابورہم الغفاری رضی اللہ عنہ کی گردن میں تیر لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں لعاب دہن لگایا تو زخم بالکل مندمل ہو گیا۔

حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجور کی شاخ عطا فرمائی۔ وہ ان کے ہاتھ میں جا کر تلوار بن گئی۔ انہوں نے اسی تلوار کے ساتھ جہاد کیا۔ حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔ ابو الحکم بن الحسن بن شریق نے انہیں شہید کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابو حکم کا سر قلم کر دیا۔ حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ اس تلوار کو ''عرجون'' کہا جاتا تھا۔ یہ نسل در نسل ان کی ملکیت میں آتی رہی، حتیٰ کہ اسے معتصم بن رشید کے زمانہ میں بغداد میں دوسو دیناروں کے عوض فروخت کر دیا گیا۔ اسی طرح کا معجزہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ غزوۂ بدر میں بھی رونما ہوا تھا۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کو ''عون'' اور حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار کو ''عرجون'' کہا جاتا ہے۔

شہدائے احد کا مثلہ

مشرک مرد و خواتین مسلمانوں کے شہداء کا مثلہ کرنے میں مصروف ہو گئے۔ وہ ان کے کان، ناک اور شرم گاہیں کاٹ رہے تھے۔ ان کے پیٹ چیر رہے تھے۔ ان کا گمان تھا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ کرام کو شہید کر دیا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے وصال فرما جانے کے بعد وحشی ان کے پاس آیا، اس نے اپنا نیزہ اٹھالیا، حضرت حمزہ کا کلیجہ نکالا اور اسے ہند بنت عتبہ کے پاس لے گیا۔ اس سے کہا: یہ تمہارے باپ کے قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ ہے'' وہ کلیجہ لے کر اسے چبانے لگی۔ مگر اسے نگل نہ سکی۔ اس نے اسے پھینک دیا۔ اس نے اپنے کپڑے اور زیورات وحشی کو دے دیے اور مکہ مکرمہ جا کر دس دینار دینے کا وعدہ کیا۔ روایت ہے کہ عورتیں ہند کے ساتھ نکلیں، وہ مسلمانوں کے شہداء کا مثلہ کرنے لگیں۔ وہ ان کے کان اور ناک کاٹ کر ان کے ہار بنانے لگیں۔ ہند نے نذر مانی تھی کہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ کھائے گی۔ کیونکہ انہوں نے اس کے باپ کو قتل کیا تھا۔ وحشی نے ان کے دل کا ٹکڑا نکالا، اس نے وہ ٹکڑا چبایا، مگر اسے نگل نہ سکی۔ ہند نے وہ پارہ وہاں پھینک دیا۔

مشرکین کی واپسی

جب ابوسفیان نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو وہ پہاڑی پر چڑھا۔ پھر باآواز بلند چلایا ''تیروں سے فال لینا بہت عمدہ رہا بلاشبہ جنگ ڈول کی مانند ہے۔ حنظلہ کے بدلے حنظلہ، یوم احد روز بدر کے بدلے۔ ہبل تیری شان بلند ہو'' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ابوسفیان مکہ مکرمہ سے نکلنے لگا تو اس نے ایک تیر پر ''نعم'' دوسرے پر ''لا'' لکھا۔ پھر ہبل بت کے قریب قرعہ اندازی کی۔ نعم والا تیر نکل آیا۔ وہ احد کی طرف روانہ ہو گیا اس لیے اس نے کہا تھا ''ہبل کی شان بلند ہو'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''ابوسفیان کو جواب دو۔ اسے یوں کہو ''اللہ اعلیٰ واجل'' اللہ تعالیٰ بلند و برتر ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہم اور تم برابر نہیں ہیں'' ہمارے شہداء جنت میں جبکہ تمہارے مقتول جہنم میں ہیں'' ابوسفیان نے کہا ''ہمارے لیے عزیٰ ہے۔ تمہارے لیے کوئی عزیٰ نہیں'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اسے یوں کہو'' اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے جبکہ تمہارا مددگار کوئی نہیں''۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ہند بنت عتبہ بلند ٹیلے پر چڑھ گئی اس نے باآواز بلند یہ اشعار پڑھے:

نَحْنُ جَزَيْنَا كم بِيَوْمِ بَدْرٍ وَالْحَرْبُ بَعْدَ الْحَرْبِ ذَاتُ سُعْرِ

''اے مسلمانو! ہم نے یوم بدر کا بدلہ چکا دیا ہے۔ جنگ کے بعد جنگ آگ کے شعلوں کی طرح بھڑکتی ہے۔

مَاكَانَ نَحْنُ عُتْبَةَ لِي مِنْ صَبْرٍ وَلَا اَخِي وَعَمِّي وَبِكْرِي

مجھے اپنے باپ عتبہ، بھائی ولید اور چچا شیبہ اور اپنے بیٹے حنظلہ سے صبر نہیں آتا تھا۔

شَفَيْتُ نَفْسِي وَقَضَيْتُ نَذْرِي شَفَيْتَ وَحْشِيُّ غَلِيْلَ صَدْرِي

میں نے اپنا دل ٹھنڈا کر لیا اور اپنی نذر پوری کر لی۔ اے وحشی! تو نے میرے سینے کی جلن ٹھنڈی کر دی۔

فَشُكْرُ وَحْشِيٍّ عَلَيَّ عُمْرِي حَتّٰى تَرِمَّ اَعْظُمِي فِي قَبْرِي

مجھ پر ساری زندگی وحشی کا شکر ادا کرنا لازم ہے۔ حتیٰ کہ قبر میں میری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں''۔

حضرت ہند بنت اثاثہ کے اشعار

خُزِيْتِ فِي بَدْرٍ وَبَعْدَ بَدْرٍ يَابِنْتَ وَقَّاعٍ عَظِيْمِ الْكُفْرِ

اے انتہائی گھٹیا اور پرلے درجے کے کافر کی بیٹی! تو بدر میں رسواء ہوئی اور غزوۂ بدر کے بعد بھی۔

صَبَّحَكِ اللّٰهُ غَدَاةَ الْفَجْرِ الْهَا شِمِيِّيْنَ الطِّوَالِ الزُّهْرِ

اللہ تعالیٰ علی الصبح دراز قد اور خوش اخلاق ہاشمیوں کو تیرے پاس لے آیا۔

بكل قطاع حسام يفرى حمزة ليثي وعلى صقرى

میرے شیر حضرت حمزہ اور میرے شاہین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما تیز کاٹنے والی تلوار کے ساتھ تمہارے سو قلم کر رہے تھے۔

اذا ترام شيب وابوك عذرى فخضبا منه صواحى النحر

جب شیبہ اور تیرے باپ عتبہ نے میرے ساتھ بدعہدی کا ارادہ کیا تو ان دونوں نے ان کے سینوں کے کھلے اطراف کو لہولہان کر دیا۔

ونذرك السوفشہ نذر

اور تیرا بری نذر ماننا کتنی بری نذر ہے

امام زرقانی تحریر کرتے ہیں کہ حافظ ابو الربیع نے ''الاکتفاء'' میں لکھا ہے ''ہند کا یہ قول اس وقت کا ہے جب کفر اس کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ انتقام اس میں اضطراب پیدا کر رہا تھا۔ غم اسے جلا رہا تھا۔ شیطان اسے گفتگو پر مجبور کر رہا تھا۔ پھر رب تعالیٰ نے اسے اسلام اور اپنی عبادت کی طرف نور ہدایت عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے آتش جہنم سے بچانے اور دارالاسلام میں داخل کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس کے حالات درست ہو گئے۔ اس کے اقوال تبدیل ہو گئے۔ حتیٰ کہ اسی ہند نے عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پہلے سارے خیموں میں سے آپ کا خیمہ مجھے سب سے زیادہ مبغوض تھا۔ مگر آج آپ کا خیمہ مجھے

سارے خیموں سے بڑھ کر محبوب ہے" حضرت ہند اور حضرت ابوسفیان نے عام الفتح کو اسلام قبول کیا۔ حضرت ابوسفیان نے غزوۂ طائف میں شرکت کی۔ ان کی آنکھ کو نقصان پہنچا۔ وہ آنکھ کا ڈھیلا لے کر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو گئے، حضور ﷺ نے ان سے فرمایا "اگر پسند کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بہتر آنکھ عطا فرما دیتا ہے، اگر اس سے بھی بہتر آنکھ جنت میں لینا چاہتے ہو تو اسے پھینک دو" انہوں نے عرض کی "جنت میں اس سے بہتر آنکھ" انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جنگ یرموک میں شرکت کی۔ یہ لوگوں کو قتال پر ابھارتے تھے۔ یوں کہتے تھے "اللہ اکبر" اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو، وہ تمہاری مدد کرے گا" پھر ان کی دوسری آنکھ کو بھی نقصان پہنچا۔ حضرت ابوسفیان نے 31ھ یا 34ھ میں وصال فرمایا۔ ان کی عمر 88 برس تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ پہلے مجبوری کے عالم میں اسلام میں داخل ہوئے۔ حضور ﷺ نے تالیف قلب فرمائی، حتیٰ کہ ان کا سینہ اسلام کے لیے کھل گیا۔ انہوں نے اور ان کی زوجہ ھند نے اپنا اسلام بہت عمدہ کیا۔ اسلام لانے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا "اب تمہارے یہ اقوال "انعمت فعال، اعل ھبل" کہاں ہیں؟ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا "اللہ تعالیٰ نے ہم سے جاہلیت کا امر ختم کر دیا ہے اور ہمیں اسلام کی طرف ہدایت دی ہے۔ حضرت ابوسفیان یا کسی اور صحابی کے بارے طعن آمیز گفتگو کرنے والے کی بات نہ سنو۔ حضور ﷺ نے فرمایا "میرے اصحاب اور میرے سسرال کے بارے رب تعالیٰ سے ڈرو"۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے سسر ہیں۔

خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل بھی غزوۂ احد کے روز لشکر قریش کے ساتھ آئے تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ ان کی دشمنی سب سے زیادہ شدید تھی۔ پھر انہوں نے دولت اسلام سمیٹ لی اور اپنے اسلام کو بہت عمدہ کیا۔ حتیٰ کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی کفار پر سونتی ہوئی تلوار بن گئے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی حالت یہ تھی کہ جب مصحف کھولتے تو چیخ پڑتے اور کہتے "یہ رب العالمین کا کلام ہے"۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا بِرَسُوْلِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

ابوسفیان نے غزوۂ احد کے دن کہا "جنگ ڈول کی طرح ہے" دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا "ایک دن ہمارے حق میں، ایک دن ہمارے خلاف ہوتا ہے کسی دن ہمیں مسرت اور کسی دن ہمیں دکھ نصیب ہوتا ہے"۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَ تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ

"اگر لگی ہے تمہیں چوٹ تو (بدر میں) لگ چکی ہے (تمہارے دشمن) قوم کو بھی ایسی چوٹ اور ہم یہ (ہار جیت) کے دن پھراتے رہتے ہیں انہیں لوگوں میں"۔ (آل عمران: 140)

پھر ابوسفیان نے کہا "تم دیکھو گے کہ کفار نے شہداء کا مثلہ کر دیا ہے۔ میں نے نہ تو اس کا حکم دیا تھا۔ نہ ہی اس سے مجھے اذیت ہوئی" دوسری روایت میں ہے "بخدا! نہ میں اس پر راضی تھا نہ ہی ناراض۔ نہ میں نے اس کا حکم دیا تھا۔ نہ ہی منع کیا تھا۔ اسے نہ پسند کیا تھا نہ ہی ناپسند۔ اس سے نہ میں خوش ہوا ہوں نہ ہی غمناک"۔

روایت ہے کہ احابیش کا سردار ابوسفیان کے پاس سے گزرا۔ اس نے دیکھا کہ ابوسفیان حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جبڑے پر

نیزے کی آنی سے کچوکے لگا رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "نافرمان نے اپنی مخالفت کا مزہ چکھا ہے۔ اپنی قوم کے دین کو ترک کرنے کا مزہ چکھا ہے"، حلیس نے کہا "بنو کنانہ! دیکھو نا یہ قریش کا سردار اپنے چچازاد کے ساتھ کیا کر رہا ہے؟ ابوسفیان نے کہا "میرا یہ عمل ایک لغزش ہے۔ اسے مخفی رکھو" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو جواب دیا تو ابوسفیان نے کہا "عمر! ادھر آؤ" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمر! جاؤ دیکھو وہ کیا کہتا ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ابوسفیان کے پاس آئے، اس نے کہا: عمر! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں؟ حضرت عمر فاروق نے کہا: بخدا! نہیں۔ آپ اب بھی تیری گفتگو سماعت فرما رہے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا: تم ابن قمئہ سے زیادہ سچے اور پاکباز ہو" ابن قمئہ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ اس نے انہیں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھتے ہوئے کہا تھا: میں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دیا ہے"۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلانے سے قبل ابوسفیان نے آواز دی تھی "کیا اس قوم میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں؟ اس نے تین بار ہی صدا دی، مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دینے سے منع کر دیا تھا۔ پھر اس نے کہا "کیا اس قوم میں ابن ابی قحافہ موجود ہیں؟ پھر اس نے پوچھا: کیا قوم میں عمر موجود ہیں؟ پھر ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں کی طرف توجہ کی اور کہا "یہ سارے قتل ہو گئے ہیں، تم انہیں کافی ہو گئے ہو۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود کو نہ روک سکے۔ انہوں نے کہا "اللہ کے دشمن! تو نے جھوٹ بولا۔ جن کو تو نے آواز دی ہے، وہ سب زندہ ہیں، وہ چیز ابھی زندۂ جاوید ہے جو تجھے اذیت دیتی ہے" پھر ابوسفیان نے کہا "آئندہ سال ہماری اور تمہاری جنگ کی جگہ مقام بدر ہے" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے یوں جواب دو "بالکل! آئندہ ہماری اور تمہاری ملاقات کی جگہ بدر ہے"۔

مشرکین کی روانگی

پھر مشرکین کی قوم روانہ ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایک کو بھیجا، ان سے فرمایا "مشرک قوم کے تعاقب میں نکلو، ذرا دیکھو کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ ان کا ارادہ کیا ہے؟ اگر وہ گھوڑوں کو لے کر چلے اور اونٹوں پر سوار ہوئے تو وہ مکہ مکرمہ کا ارادہ کیے ہوں گے۔ اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اونٹوں کو ویسے لے کر چلے تو وہ مدینہ طیبہ پر یلغار کا ارادہ کیے ہوں گے۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے اگر انہوں نے مدینہ منورہ کا ارادہ کیا تو میں ضرور ان کا تعاقب کروں گا اور انہیں مقابلہ کی دعوت دوں گا" حضرت علی المرتضیٰ یا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا "میں مشرکین کے تعاقب میں نکلا تاکہ دیکھوں کہ وہ کیا کرتے ہیں، وہ گھوڑوں کو لے چلے اور اونٹوں پر سوار ہوئے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ کا رخ کیا۔ پہلے انہوں نے مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کا اراہ کیا لیکن صفوان نے انہیں اس طرح کرنے سے منع کر دیا۔

شہدائے احد کی خبر گیری

مشرک قوم کے چلے جانے کے بعد مسلمان اپنے شہداء کی خبر گیری کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت سعد بن

ربیع رضی اللہ عنہ کی خبر کون لے کر آئے گا۔ کیا وہ زندہ ہیں یا شہید ہو گئے ہیں؟ کیونکہ حضور ﷺ نے دیکھا کہ نیزے ان میں گھونپے جا رہے تھے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کے لیے ان کی خبر گیری کر کے آتا ہوں" حضور ﷺ نے فرمایا "اگر سعد بن ربیع کو دیکھو تو میری طرف سے انہیں سلام کہو۔ اس کے بعد انہیں کہو کہ حضور ﷺ آپ سے فرما رہے ہیں کہ کیا حال ہے؟ حضرت ابی نے انہیں تلاش کیا۔ انہوں نے انہیں زخمی حالت میں پایا، ان پر نزع کا عالم تھا۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا "مجھے حضور ﷺ نے حکم دیا کہ میں تم کو دیکھوں کیا تم بحیات ہو کہ شہید ہو گئے ہو" انہوں نے فرمایا "مجھے نیزہ کے بارہ زخم آئے ہیں۔ انہوں نے میرا کام کر دیا ہے۔ میری طرف سے حضور ﷺ کو سلام پیش کرنا۔ پھر عرض کرنا "سعد بن ربیع کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزائے خیر دے جو اس نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے دی ہو"۔ اپنی قوم کو بھی میری طرف سے سلام پیش کرنا۔ پھر کہنا کہ سعد بن ربیع تم سے کہتا ہے کہ اگر جانِ جاں کو کوئی اذیت پہنچی اور تم میں آنکھ جھپکنے کی قوت بھی ہوئی تو درگاہِ ایزدی میں تمہارا کوئی عذر مقبول نہ ہو گا" اس کے بعد ان کا وصال ہو گیا۔ میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا اور شہادت کی خبر دی۔ دوسری روایت میں ہے۔ حضرت سعد بن ربیع نے فرمایا "میری قوم کو میرا اسلام دینا اور انہیں کہنا: تمہیں سعد بن ربیع کہتا ہے کہ عقبہ کی شب جو عہد تم نے حضور ﷺ سے کیا تھا اس کے بارے رب تعالیٰ سے ڈرنا۔ بخدا! بارگاہِ ربوبیت میں تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہو گا" حضور ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ انہوں نے حالتِ حیات اور حالتِ شہادت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے لیے خلوص کا اظہار کیا"۔

سید الشہداء کی لاش پاک کی تلاش

پھر حضور ﷺ اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے۔ ایک شخص نے آپ سے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ! میں نے انہیں ان چٹانوں کے پاس دیکھا تھا۔ وہ یہ فرما رہے تھے "میں اللہ تعالیٰ کا شیر ہوں۔ اس کے رسول مکرم ﷺ کا شیر ہوں۔ مولا! میں تیری بارگاہ میں برأت کا اظہار کرتا ہوں جو کچھ ابو سفیان اور اس کے ساتھی لے کر آئے ہیں۔ میں اس کی معذرت پیش کرتا ہوں جو صحابہ کرام نے کیا ہے" حضور ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ نے انہیں وادی کے دامن میں دیکھا۔ آپ کا پیٹ مبارک شق کر دیا گیا تھا۔ آپ کا مثلہ کیا گیا تھا، آپ کے کان اور ناک کاٹ دیئے گئے تھے۔ یہ منظر اتنا دردانگیز تھا کہ کسی اور چیز سے آپ کے قلب انور کو اتنی اذیت نہ ہوئی جتنی اذیت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی مبارک لاش کو دیکھ کر ہوئی تھی۔ آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا "اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ بہت زیادہ نیکیاں کرنے والے تھے۔ بہت زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ بخدا! اب میں ان مشرکین کے ستر افراد کا مثلہ کروں گا" صحابہ کرام نے حضور ﷺ کی یہ حالت دیکھی تو انہوں نے کہا: اگر کسی دن ہمیں ان مشرکین پر فتح ہوئی تو ہم ان کے مردوں کا اس طرح مثلہ کریں گے کہ عرب میں سے کسی نے اس طرح کا مثلہ نہ کیا ہو گا" اس وقت ان آیات بینات کا نزول ہوا:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ (نحل)

''اگر تم (انہیں) سزا دینا چاہو تو انہیں سزا دو لیکن اس قدر جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر تم ان کی ستم (رانیوں پر) صبر کرو تو یہ صبر ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لیے اور آپ صبر فرمایئے اور نہیں ہے آپ کا صبر مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور رنجیدہ نہ ہوا کریں ان (کی ہٹ دھرمی) پر اور نہ غمزدہ ہوا کریں ان کی فریب کاریوں سے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبر فرمایا۔ مثلہ کرنے سے روک دیا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیا'' بعض علماء نے فرمایا ''یہ آیت طیبہ مکی ہے۔ امام حلبی نے تحریر کیا ہے ''ممکن ہے کہ اس کا نزول کئی بار ہوا ہو''۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم نے اتنا شدت سے گریہ بار کبھی نہ دیکھا تھا جتنا زیادہ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر گریہ بار ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قبلہ کی طرف کیا۔ پھر نماز جنازہ کے لیے قیام فرما ہوئے۔ آپ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے حتیٰ کہ ہچکی بندھ گئی۔ آپ پر غشی طاری ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا ''اے اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم کے چچا! اے اللہ تعالیٰ کے رسول معظم کے شیر، اے حمزہ! اے نیک امور بجالانے والے! اے مصائب دور کرنے والے! اے حمزہ! اے چہرۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تکالیف دور کرنے والے! جب آپ نے یہ محاسن ومحامد بیان کیے تو آپ آہ و بکا نہیں کر رہے تھے۔ یہ تو مرنے والے کے محاسن بیان کرنا ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت کے بین نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ مخصوص انداز ہوتا ہے اور اس کے ساتھ آہ و بکا بھی ہوتی ہے یہ تو مرنے والے کے محاسن اور خوبیوں کا تذکرہ ہوتا ہے۔ یہ اس وقت مکروہ ہے جب کہ از راہ تکبر وتفاخر ہو اور مرنے والے میں اس طرح کی کوئی خوبی یا وصف نہ پایا جاتا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''حضرت جبرائیل امین میرے پاس آئے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ساتوں آسمانوں کے مکینوں میں یہ لکھا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیر ہیں''۔

حضرت صفیہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ کا غم واندوہ

حضور شفیع مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو منع فرمایا تھا کہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت زبیر کی والدہ ماجدہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک نہ دیکھنے دیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''امی جان! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ واپس چلی جائیں'' انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ کے سینہ پر مکا مارا اور کہا ''کیوں؟ مجھے یہ خبر مل چکی ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ کیا گیا ہے۔ میں اس پر صبر کروں گی اور اجر وثواب کی امید رکھوں گی'' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور ساری صورت حال بتادی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ان کا راستہ چھوڑ دو'' حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آئیں۔ انہوں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور مغفرت کی دعا کی۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے ملیں۔ ان سے پوچھا ''حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے کیا کیا گیا؟ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی مبارک لاش دکھادی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا ''مجھے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی عقل زائل ہو جانے کا خدشہ ہے'' آپ نے اپنا دست اقدس ان کے سینہ پر رکھا اور ان کے لیے دعا کی۔ ''انہوں نے، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ

راجعُونَ پڑھا اور رونے لگیں۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں روکا تو انہوں نے فرمایا ''میں واپس نہیں جاؤں گی حتیٰ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرلوں'' جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئیں تو عرض کی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری ماں کا لخت جگر حمزہ کہاں ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''وہ دیگر شہداء میں ہے'' انہوں نے عرض کی ''میں اسے دیکھے بنا واپس نہ جاؤں گی'' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ انہیں منع کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''انہیں چھوڑ دو'' جب انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش دیکھی تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ جب وہ روتیں ان کے رونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمانِ مقدس سے بھی گہر ہائے آبدار گرنے لگتے۔

شہدائے اُحد کی تکفین وتدفین

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان مبارک سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پاک کو ڈھانپ دیا گیا۔ آپ نے فرمایا ''کیا کفن ہے؟ ایک انصاری صحابی نے اپنی چادر پیش کی۔ دوسرے انصاری صحابی نے بھی اپنی چادر پیش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے جابر! یہ چادر تمہارے باپ کے لیے جبکہ یہ چادر میرے محترم چچا کے لیے ہے'' ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت حمزہ کے لیے دو کپڑے اپنے ساتھ لے کر آئیں تھیں۔ ایک کپڑا حضرت حمزہ کے لیے جبکہ دوسرا کسی انصاری شہید کے لیے مخصوص کیا گیا۔ شاید وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد ماجد ہی ہوں'' ایک اور روایت کے مطابق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دھاری دار چادر سے کفن دیا گیا۔ جب اسے کھینچ کر ان کے سر کو ڈھانپا جاتا تو مبارک پاؤں ننگے ہو جاتے۔ جب پاؤں مبارک ڈھانپے جاتے تو سر اقدس عریاں ہو جاتا۔ صحابہ کرام نے ان کے سر کے اوپر وہ چادر کر دی جبکہ پاؤں مبارک پر اذخر گھاس ڈال دی۔ یا حرمل ڈال دیا''۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ احد کے روز حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے سر اقدس پر تاج شہادت سجایا گیا۔ انہیں دو چادروں سے کفن دیا گیا۔ اگر ان کا سر اقدس ڈھانپا جاتا تو پاؤں مبارک ننگے ہو جاتے اگر پاؤں مبارک پر چادر کی جاتی تو سر ننگا ہو جاتا'' دوسری روایت میں ہے کہ جب وہ شہید ہوئے تو ان کے پاس صرف ایک دھاری دار چادر تھی جس سے جب سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں مبارک عریاں ہو جاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ان کا سر اقدس ڈھانپ دو اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو'' اسلام لانے سے قبل حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں انتہائی خوبرو جوان تھے۔ عمدہ لباس زیب تن کرتے تھے۔ بہترین خوشبو استعمال کرتے تھے۔ جب اسلام قبول کیا تو ساری عیش وعشرت ترک کر دی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک دن روزہ رکھا ہوا تھا۔ انہیں کھانا پیش کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا ''حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، وہ مجھ سے بہتر تھے۔ ایک چادر کے علاوہ اور کوئی کپڑا دستیاب نہ ہو سکا۔ جس میں انہیں کفن دیا جاتا۔ اگر ان کا سر انور ڈھانپا جاتا تو پاؤں مبارک عریاں ہو جاتے۔ اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر اقدس ننگا ہو جاتا۔ اب ہمارے لیے دنیا میں کتنی آسائش پیدا ہو گئی ہے۔ اس میں کس قدر نعمتوں سے نوازا گیا ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ اس دنیا میں ہی ہماری

نیکیوں کی جزاء ہمیں دے دی گئی ہے" پھر وہ رونے لگے حتیٰ کہ انہوں نے کھانا چھوڑ دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "اس روز کپڑے قلیل ہو گئے۔ شہدائے احد کثیر ہو گئے۔ ایک، دو، یا تین شہداء کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیا گیا۔ پھر انہیں ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے فرمایا "اگر مجھے صفیہ اور دیگر خواتین کی آہ و بکا کا اندیشہ نہ ہوتا۔ اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ حضرت صفیہ غمزدہ ہوں گی اور میرے بعد سنت قائم ہو جائے گی تو ہم حمزہ کو چھوڑ دیتے۔ انہیں دفن نہ کرتے حتیٰ کہ پرندوں اور درندوں کے پیٹوں سے ان کا حشر ہوتا"۔ دوسری روایت میں ہے کہ انہیں درندے کھا جاتے۔ روز حشر ان کے پیٹوں سے ہی ان کا حشر ہوتا، تا کہ غضب الٰہی کی شدت کا اظہار اس شخص کے لیے ہو جاتا جس نے ان کے ساتھ یہ بہیمانہ سلوک کیا ہے" پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ادا کی۔ آپ نے چار تکبیریں کہیں، پھر دوسرے شہداء لائے گئے، انہیں یکے بعد دیگرے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھا گیا۔ پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہر ایک کی نماز جنازہ ادا کی جاتی۔ پھر اسے اٹھا لیا جاتا، حتیٰ کہ آپ نے بہتر صحابہ کرام کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ آپ نے شہداء کو غسل نہ دیا (1)۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ ادا نہ کی۔ صحیح بخاری میں یہ روایت مذکور ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہدائے اُحد کو دفن کرنے کا حکم دیا، ان پر نہ نماز جنازہ پڑھی نہ ہی انہیں غسل دیا گیا" یہ روایت ان روایات سے زیادہ اثبت ہے جن میں نماز جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے"۔ یا پھر یہ کہ "الصلوٰۃ" دعا کے معنی میں ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کو بھی اسی معنی پر محمول کرتے ہیں" آپ نے فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ سال بعد شہدائے احد کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ جس طرح کہ آپ میت پر دعائے خیر فرماتے تھے" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی گویا کہ آپ زندہ اور مرنے والوں کو الوداع فرما رہے تھے۔ آپ کے وصال کا وقت قریب تھا۔ آپ نے انہیں الوداعی سلام کیا تھا۔

امام سہیلی نے لکھا ہے "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نہیں کہ آپ نے غزوات میں شہید ہونے والے کسی صحابی کی نماز جنازہ پڑھی ہو۔ صرف یہ شہدائے احد کے بارے ایک روایت ہے۔ اسی طرح آپ کے بعد آئمہ میں سے بھی کسی نے شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ البتہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے بارے روایت ہے کہ وہ حالت جنابت میں تھے۔ ملائکہ نے انہیں غسل دیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا بھی مثلہ کیا گیا تھا کیونکہ انہوں نے اپنے لیے یہ دعا مانگی تھی۔ غزوۂ احد سے ایک روز قبل انہوں نے عرض کی تھی "مولا! کل میری ملاقات ایسے شخص سے کرانا جو بہت بہادر ہو وہ مجھے شہید کر دے، پھر میری ناک کاٹ دے، پھر میرے کان کاٹ دے۔ جب میں تجھ سے ملاقات کروں تو تو پوچھے "عبداللہ! تیرے ناک اور کانوں کو کیوں کاٹ دیا گیا؟ میں کہوں "تیرے اور تیرے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے" اللہ تعالیٰ فرمائے "تو نے سچ کہا ہے"۔

1۔ احناف کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ان کی دلیل یہ حدیث شریف ہے "عن عقبہ بن عامر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج یوما وصلی علی اہل احد صلوٰتہ علی المیت"۔ حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے اور شہدائے احد کی نماز جنازہ پڑھی۔

(صحیح البخاری: جلد: 1 ص: 179)

یہ موت کی وہ تمنا نہیں جس سے منع کیا گیا ہے۔ ایسی موت کی تمنا کرنے سے روکا گیا ہے جو اس نقصان کی وجہ سے ہو جس کا سامنا اس شخص کو کرنا پڑ رہا ہو۔ یہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار غزوۂ احد کے روز ٹوٹ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کھجور کی شاخ عطا فرمائی، وہ شاخ خرما ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ انہیں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ان کے ماموں تھے۔ کیونکہ ام عبداللہ امیمہ بنت عبدالمطلب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن جحش کو ابوالحکم بن شریق الثقفی نے شہید کیا تھا۔ اسی روز ابوالحکم بھی مارا گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے موت کی وادی میں دھکیلا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''عبداللہ بن عمرو اور عمرو بن جموح رضی اللہ عنہما کو ایک ہی قبر میں دفن کرو۔ کیونکہ ان کے درمیان دوستی تھی'' حضرت عبداللہ بن عمرو حضرت جابر رضی اللہ عنہما کے والد گرامی قدر تھے۔ جبکہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بہن سے ہوئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر زخم آیا تھا۔ ان کا ہاتھ ان کے چہرے پر تھا۔ ان کے چہرے سے ہاتھ ہٹایا گیا تو وہاں سے خون پھوٹ نکلا۔ ہاتھ اسی جگہ لوٹایا گیا تو خون رک گیا۔ حضرت عبداللہ اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہما کی قبر انور کو سیلاب نے نقصان دیا، قبر انور کھودی گئی تو انہیں اسی طرح تروتازہ پایا گیا گویا کہ ان کا وصال کل ہی ہوا ہو۔ ان میں کچھ بھی تغیر رونما نہ ہوا تھا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ان کے جسم سے ہٹایا گیا۔ پھر چھوڑا گیا تو وہ اپنی جگہ پر دوبارہ چلا گیا۔ یہ واقعہ غزوۂ احد سے چھیالیس سال بعد کا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شہدائے احد کے مقبرہ کے درمیان سے نہر نکالنا چاہی اور انہوں نے شہداء کو منتقل کرنے کا حکم دیا تو ہم شہداء احد کے پاس آئے۔ ہم نے انہیں نکالا تو وہ تروتازہ تھے۔ ان کے اعضاء اطراف میں مڑ جاتے تھے۔ اس وقت غزوۂ احد کو تقریباً چالیس سال گزر چکے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مبارک قدم پر کدال لگ گئی، وہاں سے خون نکلنے لگا۔ ان کی قبور سے مشک جیسی خوشبو آتی تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس وقت غزوۂ احد کو پچاس برس گزر چکے تھے۔ مدینہ طیبہ کی زمین شوریدہ اور دلدلی تھی۔ جس میں میت ایک رات میں متغیر ہو جاتی تھی۔ شہدائے احد کے اجسام میں کوئی تغیر و تبدل نہیں آیا۔ کیونکہ زمین کسی معرکہ میں شہید ہونے والے لوگوں کے جسموں کو نہیں کھاتی۔ جس طرح کہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مطہرہ کو نہیں کھاتی۔ بعض راویوں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ زمین قاریٔ قرآن، باعمل عالم اور مؤذن کے اجسام نہیں کھاتی۔ طبرانی کی وہ حدیث مبارک بھی اسی کی تائید کرتی ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''اجر و ثواب کی نیت سے اذان دینے والا مؤذن خون میں لتھڑے ہوئے شخص کی طرح ہے۔ وہ اس شہید کی طرح ہے جسے قبر میں کیڑا نہیں کھاتا'' شیخ التتائی المالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے:

لم تاکل الارض جسما للنبی ولا لعالم وشهید قتل معترك

ولا لقاری قرآن ومحتسب اذا انه لا له مجری الفلك

''زمین نبی مکرم علیہ السلام کے جسم اطہر کو نہیں کھاتی نہ ہی عالم اور نہ ہی معرکہ میں شہید ہونے والے کے جسم کو کھاتی ہے۔ نہ ہی

قاریٔ قرآن اور موذن کے اجسام کو کھاتی ہے جب کہ وہ فلک کو رواں کرنے والے معبود برحق کی رضا کے لیے اذان دے"۔

حضرت خارجہ بن زید اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہما کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا، کیونکہ یہ ان کے بھتیجے تھے۔ روایت ہے کہ حضرت خارجہ رضی اللہ عنہ کو نیزوں نے آلیا، انہیں دس سے زائد زخم آئے۔ صفوان بن امیہ ان کے پاس سے گزرا۔ اس نے انہیں پہچان لیا، اس نے انہیں شہید کردیا۔ اس نے کہا "اب میرے دل کو شفاء نصیب ہوئی ہے جب کہ میں نے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے افضل صحابہ (کرام) کو تہ تیغ کیا ہے۔ میں نے حضرات خارجہ بن زید، اوس بن ارقم اور ابونوفل (رضی اللہ عنہم) کو شہید کیا ہے"۔ اسی صفوان نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کرلیا تھا۔ لوگ اپنے اپنے شہداء کو اٹھا کر مدینہ طیبہ لے گئے تھے تاکہ انہیں مدینہ طیبہ میں دفن کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منادی ان کے پاس گیا، وہ کہہ رہا تھا "شہداء کو ان کی قتل گاہوں کی طرف واپس لے چلو" منادی نے ایک شخص کو پایا جسے دفن نہیں کیا گیا تھا، اسے واپس لوٹا دیا گیا، جسے دفن کردیا گیا تھا اسے وہیں رہنے دیا گیا۔

شانِ شہداء احد

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ احد کے شہداء کے بارے فرمایا "میں ان پر گواہ ہوں۔ جس زخمی کو کوئی بھی راہِ خدا میں زخم لگایا گیا روز حشر اللہ تعالیٰ اسے اس طرح اٹھائے گا کہ اس کے زخم سے خون رواں ہوگا۔ اس کا رنگ خون کی مانند ہوگا جبکہ خوشبو مشک کی سی ہوگی"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب غزوۂ احد میں تمہارے بھائیوں کے سروں پر شہادت کا تاج سجایا گیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے پیٹوں میں رکھا۔ وہ جنت کی نہروں پر جاتے ہیں۔ وہ جنت کے پھل کھاتے ہیں۔ سونے کی ان قندیلوں میں ان کا بسیرا ہے جو عرش الٰہی کے سایہ میں معلق ہیں۔ جب انہوں نے عمدہ کھانا اور بہترین مشروب دیکھا، خوبصورت مسکن دیکھا تو انہوں نے کہا "کاش ہمارے بھائی جان لیتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ کتنا عمدہ سلوک کیا ہے۔ تاکہ وہ جہاد سے روگرداں نہ ہوتے، جنگ سے پیٹھ نہ پھیرتے" اللہ رب العزت نے فرمایا "میں تمہاری جانب سے انہیں یہ پیغام پہنچا دیتا ہوں" اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان آیات بینات کا نزول کیا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿١٦٩﴾ فَرِحِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١٧٠﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٧١﴾

"اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے اللہ کی راہ میں وہ مُردہ ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس، اور رزق دیے جاتے ہیں۔ شاد ہیں ان نعمتوں سے جو عنایت فرمائی ہیں انہیں اللہ نے اپنے فضل وکرم سے اور خوش ہو رہے ہیں بسبب ان لوگوں کے جو ابھی تک نہیں آملے ان سے۔ ان سے پیچھے رہ جانے والوں سے کہ نہیں ہے کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہیں۔ خوش ہو رہے ہیں اللہ کی نعمت اور اس کے فضل پر اور اس پر کہ اللہ ضائع نہیں کرتا اجر ایمان والوں کا"۔ (آل عمران)

حضور نبی مکرم ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اللہ رب العزت نے تمہارے والد گرامی کو ہم کلامی کا شرف عطا فرمایا۔ اس نے فرمایا "مجھ سے مانگو میں تمہیں عطا کروں گا" انہوں نے عرض کی "تو مجھے دنیا میں بھیج دے۔ اپنے رستہ میں دوبارہ شہید ہونے کی توفیق عطا فرما" اللہ رب العزت نے فرمایا "یہ بات طے ہے کہ شہداء دنیا میں واپس نہیں جائیں گے" انہوں نے عرض کی "مولا! میرے پیچھے رہ جانے والوں کو میری طرف سے پیغام دے دے" اللہ تعالیٰ نے ان آیات طیبات کا نزول فرمایا جو اوپر مذکور ہوئیں ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "میرے والد گرامی شہید ہو گئے تو میں رونے لگا۔ ان کے چہرہ سے کپڑا اٹھا کر انہیں دیکھنے لگا۔ صحابہ کرام مجھے روکنے لگے۔ حضور ﷺ نے مجھے منع نہیں فرمایا۔ آپ نے فرمایا "خواہ ان پر روؤ یا رونا بند کر دو۔ ملائکہ ان پر اپنے پروں سے سایہ کناں تھے حتیٰ کہ وہ چلے گئے ہیں"۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس غزوہ میں شرکت نہیں کی تھی۔ وہ بعد میں میدان احد میں پہنچے تھے۔ حضرت بشیر بن عفرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا "غزوۂ احد کے روز میرے والد گرامی شہید ہو گئے۔ حضور ﷺ میرے پاس سے گزرے۔ میں رو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا "کیا تم اس پر راضی نہیں کہ عائشہ تمہاری ماں اور میں تمہارا باپ بن جاؤں" حضور ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے۔ اس کا خاوند، بھائی، والد اور بیٹا غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ جب اسے ان کی شہادت کی خبر ملی تو اس نے پوچھا: حضور ﷺ کیسے ہیں؟ صحابہ کرام نے کہا "الحمد للہ! آپ خیر و عافیت سے ہیں۔ ام فلاں! آپ اس طرح ہیں جس طرح تم پسند کرتی ہو" اس نے کہا "مجھے آپ کی زیارت کراؤ" جب اس نے آپ کی زیارت کی تو وہ فوراً پکار اٹھی "آپ کی زیارت سے بہرہ مند ہو جانے کے بعد ہر مصیبت چھوٹی ہے" ایک اور روایت میں ہے کہ وہ عورت اپنے بھائی، خاوند، بیٹے اور باپ کے پاس سے گزری۔ وہ سب شہید پڑے تھے۔ وہ جب بھی کسی شہید کے متعلق پوچھتی وہ کہتی: یہ کون ہے؟ اسے کہا گیا، یہ تمہارا بھائی ہے، خاوند، بیٹا اور والد گرامی ہیں"۔ اس نے کوئی آہ وفغاں نہ کی بلکہ وہ کہنے لگی "یا رسول! میرے والدین آپ پر فدا! جب آپ سلامت ہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں"۔

ملائکہ کی حاضری

اس بات میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا میدانِ احد میں ملائکہ نے قتال کیا تھا یا نہیں۔ حضرت مجاہد نے کہا ہے "ملائکہ حاضر ہوئے تھے۔ مگر انہوں نے قتال نہیں کیا تھا، انہوں نے صرف غزوۂ بدر میں قتال کیا تھا" حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا "میں نے غزوۂ احد کے دن حضور ﷺ کے دائیں بائیں دو اشخاص دیکھے، جنہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ وہ شدید قتال کر رہے تھے۔ ہم نے انہیں نہ پہلے دیکھا تھا نہ ہی بعد میں۔ وہ حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل تھے" امام بیہقی نے لکھا ہے "ان روایات میں کوئی اختلاف نہیں کہ ملائکہ نے غزوۂ احد کے روز مسلمانوں کی طرف سے قتال نہ کیا ہو، بلکہ صرف حضور ﷺ کی طرف سے ہی قتال کیا ہو۔ لیکن حضرت حرث بن صمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے گھاٹی میں مجھ سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے بارے استفسار فرمایا، میں نے عرض کی "میں نے

انہیں پہاڑ کے دامن میں دیکھا ہے" حضور ﷺ نے فرمایا "ملائکہ ان کے ساتھ مل کر قتال کر رہے ہیں" حضرت حرث رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی طرف واپس آیا ان کے سامنے مقتول پڑے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا: کیا ان سب کو آپ نے تہ تیغ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا "اس اس کو تو میں نے قتل کیا ہے، مگر دیگر مقتولوں کو ایسی ذاتوں نے قتل کیا ہے، جنہیں میں نے نہیں دیکھا" میں نے کہا "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ نے سچ فرمایا ہے" بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اس روز ملائکہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی طرف سے قتال کیا تھا۔ جبکہ غزوۂ بدر میں سارے مسلمانوں کی طرف سے جہاد کیا تھا۔ پہلے یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو ان کی شکل کے فرشتہ نے وہ جھنڈا اٹھا لیا۔ روایت ہے کہ جب فرشتہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی شکل میں متشکل ہو گیا اور علم اسلام تھاما تو حضور ﷺ نے فرمایا "مصعب! آگے بڑھو! فرشتے نے آپ کی طرف توجہ کی اور عرض کی "میں مصعب نہیں ہوں" حضور ﷺ سمجھ گئے کہ یہ فرشتہ ہے۔

روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جب حضور ﷺ سے یہ سنا "مصعب آگے بڑھو" تو انہوں نے عرض کی "کیا مصعب شہید نہیں ہو گئے؟" آپ نے فرمایا "ہاں! ایک فرشتہ اس کی جگہ آ گیا ہے۔ اس کا نام بھی مصعب ہے" اس کے بعد حضور ﷺ نے جھنڈا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ دوسری روایت میں حضرت ابوروم رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔ ممکن ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے کچھ وقت کے لیے جھنڈا اٹھایا ہو۔

مدینہ طیبہ کی طرف واپسی

جب حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ جانے کا ارادہ کیا تو اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ سارے صحابہ کرام میدان احد سے باہر نکل آئے۔ وہ آپ کے اردگرد تھے۔ ان میں سے اکثریت زخمیوں کی تھی۔ آپ کے ہمراہ چودہ صحابیات بھی تھیں۔ آپ نے انہیں فرمایا "صف بندی کر لو حتیٰ کہ میں رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کروں" مردوں نے آپ کے پیچھے صفیں بنا لیں، مردوں کے پیچھے خواتین نے صفیں بنا لیں۔ آپ نے یوں حمد و ثناء کے گہرہائے آبدار لوٹائے "پروردگار! ساری تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ مولا! جسے تو کشادہ کرے، اس کو کوئی قبض کرنے والا نہیں۔ اور جسے تو تنگ کرے اسے کشادہ کرنے والا کوئی نہیں۔ جسے تو گمراہ کر دے۔ اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں جسے تو ہدایت دے اسے گمراہ کرنے والا کوئی نہیں۔ جسے تو روک لے وہ کوئی دے نہیں سکتا اور جو تو عطا فرمائے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جسے تو دور کر دے اسے کوئی قریب کرنے والا کوئی نہیں اور جسے تو قریب کر دے اسے کوئی دور کرنے والا نہیں۔۔۔۔۔۔ الخ۔

پھر آپ ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف توجہ فرما ہوئے۔ راستہ میں آپ ﷺ کو ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی بہن اور آپ کی پھوپھی زادہ حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا ملیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا "حصول ثواب کے لیے صبر کرو" انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ! کس کے سر پر شہادت کا تاج سجا" آپ نے فرمایا "تمہارے ماموں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے سر پر" انہوں نے کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ اللہ تعالیٰ انہیں مغفرت عطا کرے۔ انہیں شہادت مبارک ہو" پھر آپ نے فرمایا "حصول ثواب کے لیے صبر کرو" انہوں نے عرض کی "قبائے شہادت کسے نصیب ہوئی" آپ نے فرمایا "تمہارے

بھائی عبداللہ بن جحش کو'انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔انہیں شہادت کی مبارک باد دی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا''حصول اجر وثواب کے لیے صبر کرو'انہوں نے عرض کی''کس نے جام شہادت نوش کیا؟ آپ نے فرمایا''تمہارے خاوند مصعب بن عمیر نے''حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا چلانے لگیں''ہائے غم واندوہ!''جب حضرت حمنہ کی اپنے خاوند کی شہادت کی خبر سن کر آہ وبکا آپ نے سماعت فرمائی اوران کے بھائی اور ماموں کی شہادت پران کی ثابت قدمی ملاحظہ کی تو فرمایا''عورت کے دل میں اس کے خاوند کا خاص مقام ہوتا ہے''آپ نے ان سے پوچھا''تم نے اس قدر غم واندوہ کا اظہار کیوں کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی''مجھے ان کے فرزندوں کی یتیمی یاد آ گئی تھی۔آپ میرا مواخذہ نہ فرمائیں''آپ نے حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا کے لیے دعائے خیر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ان پر شفیق بنا دے''حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا۔وہ ان کی اولاد سے سارے لوگوں سے بڑھ کر صلہ رحمی کرتے تھے۔ان کے ہاں محمد بن طلحہ پیدا ہوئے۔

مدینہ طیبہ میں جلوہ افروزی

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضور ﷺ کی طرف دوڑتی ہوئی آئیں۔حضور ﷺ ابھی تک اپنے گھوڑے پر ہی تشریف فرما تھے۔ان کے فرزند دلبند گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی''یارسول اللہ ﷺ! امی جان! آپ ﷺ نے فرمایا''انہیں خوش آمدید! آپ ﷺ ان کے لیے رک گئے۔جب وہ قریب ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کے فرزند ارجمند حضرت عمرو بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر تعزیت کی۔انہوں نے عرض کی''آپ کو صحیح و سالم دیکھ کر یہ مصیبت قلیل لگنے لگی ہے''آپ ﷺ نے حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا سے فرمایا''ام سعد! خوش ہو جاؤ، اپنے اہل خانہ کو بشارت دو کہ ان کے شہداء جنت میں اکٹھے بیٹھے ہوئے ہیں۔انہوں نے اپنے اہل خانہ کے بارے شفاعت کی ہے'' حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا نے عرض کی''یارسول اللہ ﷺ! ہم راضی ہیں۔اس مژدۂ جانفزاء کے بعد ان پر کون روئے گا؟ پھر عرض کی''یارسول اللہ ﷺ! جو پیچھے رہ گئے ہیں ان کے لیے دعا فرمائیں۔آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی''مولا! ان کے دلوں کے حزن کو دور فرما۔ان کی مصیبت پر انہیں اجر عطا فرما۔انہیں بہترین جانشین بنا''۔

حضور ﷺ نے سماعت فرمایا کہ انصار کی عصمت شعار خواتین اپنے شوہروں، بیٹوں اور بھائیوں پر آہ وفغاں کر رہی تھیں۔آپ نے فرمایا''حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں''آپ کی مازاغ کے کحل والی سرگیں آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔شاید حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور لخت جگر مدینہ میں نہ تھے۔حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی اور اپنی قوم کی خواتین کو حکم دیا کہ وہ حضور ﷺ کے کاشانہ اقدس میں جائیں اور مغرب سے لے کر عشاء تک حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر گریہ وزاری کریں۔اسی طرح حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اپنی اور اپنی قوم کی پاکیزہ خواتین کو حکم دیا کہ وہ حضور ﷺ کے کاشانہ اقدس میں جائیں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر روئیں۔جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے آپ کو گھوڑے سے نیچے اتارا۔آپ ان کے ساتھ ہی ٹیک لگائے کاشانہ اقدس میں داخل ہو گئے۔

پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان مغرب دی۔جب حضور ﷺ نماز مغرب ادا فرمالینے کے لیے کاشانہ اقدس سے باہر

تشریف لائے تو آہ و بکاء سماعت فرمائی۔ استفسار فرمایا: یہ کیا ہے؟ آپ سے عرض کی گئی "انصار کی خواتین حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر آہ و بکا کر رہی ہیں" آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ ان سے اور ان کی اولاد سے راضی ہو" خواتین کو اپنے اپنے گھروں میں جانے کی اجازت مرحمت فرما دی۔

دوسری روایت کے مطابق آپ رات کا تہائی حصہ گزارنے کے بعد عشاء کی نماز ادا کرنے کے لیے باہر تشریف لائے۔ شفق غائب ہوتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان عشاء دے دی تھی۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادائیگی نماز کے لیے تشریف نہ لائے۔ جب رات کا تہائی حصہ گزر گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! نماز! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے۔ باہر تشریف لائے۔ خواتین انصار ابھی تک مسجد نبوی کے دروازہ کے پاس ہی تھیں۔ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر رو رہی تھیں۔

ان روایات میں اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے جب آپ نماز مغرب کے بعد واپس آئے تو خواتین کا ایک گروہ گریہ وزاری کر رہا ہو اور اب گریہ وزاری کرنے والا گروہ دوسرا طائفہ ہو" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا "اب تم واپس چلی جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ تم نے خوب اظہار ہمدردی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انصار پر رحم کرے۔ ہمدردی کرنا ان کی فطرت میں شامل ہے" اس کے بعد انصار کی عفت مآب خواتین کسی بھی میت پر آہ وزاری کرنے سے قبل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر آہ و فغاں کرتی تھیں۔ پہلے ان پر روتیں۔ پھر اپنے مرنے والے پر روتیں۔ اوس اور خزرج کے جوانوں نے وہ رات کاشانۂ اقدس کے دروازہ پر پہرہ دیتے ہوئے گزاری کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لشکر قریش واپس مدینہ طیبہ کی طرف لوٹ آئے۔ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتینِ انصار کو نوحہ کرنے سے روک دیا تھا۔ انصار نے آپ کی خدمت میں گزارش کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم تک خبر پہنچی ہے کہ آپ نے نوحہ کرنے سے روک دیا ہے۔ اس نوحہ کے ساتھ ہی ہم اپنے مردوں پر روتے ہیں اور کچھ راحت پاتے ہیں۔ ہمیں اس میں کچھ اجازت مرحمت فرمائیں" آپ نے فرمایا "اگر وہ کرنا ہی چاہتی ہیں تو پھر وہ تھپڑ نہ ماریں، رخسار نہ پیٹیں، بال نہ نوچیں اور گریبان چاک نہ کریں"۔

غزوۂ احد میں شہید ہونے والے شہداء کی تعداد 72 ہے۔ جس میں سے چار مہاجر صحابہ کرام تھے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ، حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ۔

دوسری روایت کے مطابق شہداء کی تعداد 80 تھی، جن میں انصار کی تعداد 74 تھی۔ مہاجرین کی تعداد 6 تھی۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے "شاید پانچویں شہید حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے غلام حضرت سعد ہوں۔ اور چھٹے حضرت ثقیف بن عمر، بنو عبد شمس کے حلیف ہوں۔ مشرکین کے مقتولوں کی تعداد 23 بیان کی جاتی ہے۔ مگر یہ تعداد محل نظر ہے۔ روایت ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اکتیس مشرکین کو داصل جہنم کیا تھا، شاید مشرکین نے بعض مقتولوں کو دفن کر دیا ہو، یا انہیں اٹھا کر لے گئے ہوں۔

منافقین کی مسرت و خوشی

جب منافقین نے مسلمانوں کی یہ آہ و بکاء سنی تو انہوں نے عدوات کا اظہار کر دیا۔ منافقین اور یہود بھانت بھانت کی بولیاں بولنے لگے۔ انہوں نے کہا "محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو تخت و تاج کے طلب گار ہیں۔ کسی نبی کو کبھی بھی ایسے حالات کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ انہیں خود بھی زخم آئے، ان کے اصحاب کو بھی زخم آئے اور شہید ہوئے۔ منافقوں نے کہا "اگر یہ شہید ہونے والے ہمارے پاس ہوتے تو وہ اس طرح قتل نہ ہوتے"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایسے منافقین کو تہ تیغ کرنے کی اجازت طلب کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کیا وہ یہ گواہی نہیں دیتے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی "وہ یہ گواہی دیتے ہیں مگر تلوار کے خوف سے دیتے ہیں۔ اب ان کا معاملہ عیاں ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا کینہ عیاں کر دیا ہے" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو اس طرح کی گواہی دے مجھے اس کے قتل سے روک دیا گیا ہے" عبد اللہ بن ابی اپنے فرزند ارجمند حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو جھڑکنے لگا۔ وہ بھی اس غزوہ میں زخمی ہوئے تھے۔ اس کے فرزند نے کہا "جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے لیے کیا ہے وہ بہتر ہے" عبد اللہ بن ابی کی عادت تھی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے منبر پر جلوہ افروز ہوتے تو یہ اٹھتا اور کہتا "لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے سامنے جلوہ افروز ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں عزت و تکریم عطا کی ہے۔ ان کی مدد اور اعانت کرو۔ ان کی بات غور سے سنو اور اطاعت بجالاؤ" پھر یہ بیٹھ جاتا۔ غزوۂ احد کے بعد بھی اس نے اسی طرح کرنا چاہا۔ جب یہ اٹھا تو مسلمانوں نے اسے کپڑوں سے پکڑ لیا۔ انہوں نے کہا "اللہ کے دشمن! بیٹھ جا۔ تو یہ بات کرنے کا اہل نہیں۔ اب تیرا کردار طشت از بام ہو چکا ہے۔ وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے مسجد سے نکل گیا۔ وہ کہہ رہا تھا "گویا کہ میں نے بری بات کی ہے" بعض انصاری صحابہ کرام نے اسے کہا "بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں واپس جاؤ تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے لیے مغفرت طلب کریں" اس سیاہ قسمت نے کہا "بخدا! میں نہیں چاہتا کہ آپ میرے لیے مغفرت طلب کریں"۔

زہرہ گداز حالات میں مضمر حکمتیں

اللہ رب العزت نے سورۂ آل عمران میں غزوۂ احد کا تذکرہ کیا ہے:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (آل عمران: 121)

"اور یاد کرواے محبوب جب صبح سویرے رخصت ہوئے آپ اپنے گھروں سے اور میدان اُحد میں بٹھا رہے تھے مومنوں کو مورچوں پر جنگ کے لیے"۔

اللہ رب العزت نے اس حکمت کا تذکرہ کیا کہ مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی تو انہیں کیسے حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ کی مخالفت کے برے انجام سے ڈرایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیر انداز دستہ کو ٹیلے پر متعین فرمایا۔ پھر انہیں حکم دیا کہ وہ اس جگہ سے نہ ہٹیں۔ ارشاد ربانی ہے:

وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ عَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِیَبْتَلِیَكُمْ ۚ وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (آل عمران)

''اور بے شک سچ کر دکھایا تم سے اللہ نے اپنا وعدہ جبکہ تم قتل کر رہے تھے کافروں کو اس کے حکم سے یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے اور جھگڑنے لگے (رسول کے) حکم کے بارے میں اور نافرمانی کی تم نے اس کے بعد کہ دکھا دیا تھا تمہیں جو تم پسند کرتے تھے بعض تم میں سے طلبگار ہیں دنیا کے اور بعض تم میں سے طلبگار ہیں آخرت کے پھر پیچھے ہٹا دیا تمہیں ان کے تعاقب سے تا کہ آزمائے تمہیں اور بے شک اس نے معاف کر دیا تم کو اور اللہ تعالیٰ بہت فضل و کرم فرمانے والا ہے مومنوں پر''۔

اس غزوہ میں دوسری یہ حکمت کارفرما تھی کہ عادتِ الٰہی یہ ہے کہ وہ اپنے رسل عظام کو آزماتا ہے۔ بالآخر فتح اور کامیابی ان کا مقدر ہی ٹھہرتی ہے۔ اگر ہمیشہ ان کی ہی نصرت کی جاتی تو مسلمانوں میں وہ لوگ بھی شامل ہو جاتے جو ان سے نہیں ہوتے۔ اور سچے اور جھوٹے کی تمیز نہ ہو سکتی۔

وَ لِیَبْتَلِیَ اللّٰهُ مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَ لِیُمَحِّصَ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

''تا کہ آزمائے اللہ جو کچھ تمہارے سینوں میں (چھپا تھا) اور صاف کر دے جو (میل کچیل) تمہارے دلوں میں تھا۔ اللہ خوب جاننے والا ہے دلوں کے رازوں کا''۔ (آل عمران)

اگر ہمیشہ انبیائے عظام علیہم السلام کو ہی غلبہ نصیب ہوتا تو ان کی بعثت کا مقصود پورا نہ ہوتا۔ حکمت یہ دونوں امور جمع ہونے کا تقاضا کرتی ہے تا کہ کھوٹے اور کھرے کی پہچان ہو سکے۔ ارشاد ربانی ہے:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ حَتّٰى یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ

''نہیں ہے اللہ کی شان کے چھوڑ رکھے مومنوں کو اس حال پر جس پر تم اب ہو جب تک الگ الگ نہ کر دے پلید کو پاک سے''۔ (آل عمران: 179)

منافقین کا نفاق اہل ایمان پر مخفی اور مستور تھا، جب یہ واقعہ رونما ہوا تو منافقین کا نفاق ظاہر ہو گیا۔ جس طرح کہ وہ ذلیل و رسوا ہوئے۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا ''اگر ہم جنگ کی رموز سے آشنا ہوتے تو ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے'' جو کچھ منافقین اپنے دلوں میں چھپائے ہوتے تھے اور جو کچھ ان کی زبانوں پر تھا اور جسے وہ مسلمانوں سے مخفی رکھتے تھے۔ وہ سب کچھ ظاہر ہو گیا۔ مسلمانوں کو علم ہو گیا کہ ان کے دشمن ان کے گھروں میں ہی ہیں۔ وہ ان کیلئے بھی تیاری کرنے لگے اور ان سے بچاؤ کرنے لگے۔

ان زہرہ گداز حالات میں یہ حکمت بھی مضمر تھی کہ بعض مقامات پر نصرت کی تاخیر نفس کے تکبر و تفاخر اور بغاوت و سرکشی کو توڑتی ہے۔ جب اہل ایمان کو آزمایا گیا تو انہوں نے صبر کیا۔ منافقین نے جزع و فزع کا اظہار کیا۔ ایک حکمت یہ بھی ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے دار الکرامۃ میں اہل ایمان کے لیے ایسے مناصب اور منازل مقرر کر رکھے ہیں جن پر وہ صرف اپنے اعمال کی بناء پر فائز نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے ابتلاء اور محن کے اسباب پیدا فرما دیے۔ تاکہ مسلمان ان بلند مقامات پر فائز ہو جائیں۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

''کیا تم گمان رکھتے ہو کہ (یونہی) داخل ہو جاؤ گے جنت میں۔ حالانکہ کہ ابھی دیکھا ہی نہیں اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے اور دیکھا ہی نہیں (آزمائش میں) صبر کرنے والوں کو''۔ (آل عمران)

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے۔ ''کیا تم نے گمان کیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور کرامت وعزت کے مقام پر فائز ہو جاؤ گے حالانکہ میں نے تمہیں تکلیف سے آزمایا نہیں۔ مشکل حالات میں تمہیں ڈالا ہی نہیں۔ حتیٰ کہ میں ایمان میں تمہاری صداقت کو دیکھ لوں اور ان مصائب پر تمہارا صبر دیکھ لوں''۔

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ شہادت اولیاء کے بلند ترین مراتب میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں عزت واکرام کے ساتھ اس کی طرف لے گیا۔ ان میں سے بعض کے سروں پر شہادت کا تاج زرنگار سجایا۔ صحابہ کرام دشمن سے آمنا سامنا ہونے سے قبل اس کی تمنا بھی کرتے تھے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ (آل عمران)

''اور تم آرزو کرتے تھے موت کی اس سے پہلے کہ تم اس سے ملاقات کرو۔ پس اب دیکھ لیا تم نے اس کو اور تم (آنکھوں سے) مشاہدہ کر رہے ہو''۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ (آل عمران)

''اگر لگی تمہیں چوٹ تو (بدر میں) لگ چکی ہے (تمہاری دشمن) قوم کو بھی چوٹ ایسی ہی اور یہ (ہار جیت) کے دن ہم پھراتے رہتے ہیں ان لوگوں میں۔ اور یہ اس لیے کہ دیکھ لے اللہ تعالیٰ ان کو جو ایمان لائے اور بنالے تم میں سے کچھ شہید اور اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مجھے اس ذات بابرکات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے اگر ایسے مرد نہ ہوتے جس کے نفوس مجھ سے پیچھے رہ جانا پسند نہ کرتے نہ ہی میں ایسی سواری پاتا جس پر انہیں سوار کرتا تو میں کسی بھی ایسی جنگ میں پیچھے نہ رہتا جو فی سبیل اللہ ہوتی۔ مجھے اس ذات بے ہمتا کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے میری تمنا ہے کہ مجھے راہ خدا میں شہید کیا جائے، پھر مجھے زندہ کیا جائے، پھر شہید کر دیا جائے، پھر زندہ کیا جائے، پھر شہید کیا جائے، پھر زندہ کیا جائے''۔

ان حالات میں ایک مضمر حکمت یہ بھی نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا۔ ان کے لیے ایسے اسباب بنائے جس سے وہ ہلاکت کے گڑھے میں گرے۔ انہوں نے یہ عقیدہ بنالیا کہ انہیں مسلمانوں پر نصرت و فتح یابی نصیب ہوئی۔ جس سے ان کے کفر و تمرد اور سرکشی و بغاوت میں اضافہ ہوگیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو پہلے سے زیادہ ستانے لگے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو صیقل زدہ کردیا۔ اور کافروں کو مٹا کر رکھ دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (آل عمران)

''اور اس لیے کہ نکھار دے اللہ تعالیٰ انہیں جو ایمان لائے اور مٹا دے کافروں کو''۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر یہ غلبہ مسلمانوں کے خلاف ہوتو اس کا مقصود شہادت، تمیز اور صیقل کرنا ہوتا ہے۔ اگر کافروں کے خلاف ہوتو انہیں مٹانا اور ان کے آثار کو ختم کرنا ہوتا ہے''۔

ایک مخفی حکمت یہ بھی ہے کہ جب انبیائے عظام کو بعض دنیوی عوارض مثلاً زخم، تکالیف یا امراض پہنچتی ہیں تو اس سے ایک تو ان کے اجر و ثواب میں اضافہ مقصود ہوتا ہے۔ دوسرا ان کے پیروکاروں کے لیے سنت قائم کرنا مدعا ہوتا ہے تاکہ وہ بھی مصائب و آلام کی سیاہ آندھی میں صبر کا دامن نہ چھوڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (آل عمران)

''گزر چکے ہیں تم سے پہلے (قوموں کے عروج و زوال کے) قاعدے پس سیر کرو زمین میں اور (اپنی آنکھوں سے) دیکھو کہ کیسا انجام ہوا (دعوت حق کو) جھٹلانے والوں کا۔ یہ ایک بیان ہے لوگوں (کے سمجھانے) کے لیے اور ہدایت اور نصیحت ہے پرہیزگاروں کے واسطے اور نہ (تو) ہمت ہارو نہ غم کرو اور تم ہی سربلند ہوگے اگر تم سچے مومن ہو''۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (آل عمران)

''اور کتنے ہی نبی گزرے ہیں کہ جہاد کیا ان کے ہمراہ بہت سے اللہ والوں نے سو نہ ہمت ہاری انہوں نے بوجہ ان تکلیفوں کے جو پہنچیں انہیں اللہ کی راہ میں، اور نہ کمزور ہوئے اور نہ انہوں نے ہار مانی اور اللہ تعالیٰ پیار کرتا ہے تکلیفوں میں صبر کرنے والوں سے۔ اور نہیں تھی ان کی گفتگو بغیر اس کے کہ کہا انہوں نے: اے ہمارے رب! بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں کیں ہم نے اپنے کام میں اور ثابت قدم رکھ ہمیں اور فتح دے ہم کو قوم

کفار پر"۔

امام ابن اسحاق نے تحریر کیا ہے "اللہ رب العزت نے غزوۂ احد کی شان میں سورۂ آل عمران کی ساٹھ آیات نازل کیں۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے عرض کی "مجھے غزوۂ احد کے بارے بتائیں" انہوں نے فرمایا "سورت آل عمران کی ایک سو بیس آیات پڑھ لیں ساری داستانِ عشق و محبت انہیں میں بیان کی گئی ہے"۔

وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۟ (آل عمران)

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

غزوہ حمراء الاسد

حمراء الاسد مدینہ طیبہ سے آٹھ میل دور ایک مقام کا نام ہے۔ اگر ذوالحلیفہ کا قصد کیا جائے تو یہ بائیں سمت آتا ہے۔ یہ غزوہ، غزوۂ احد کے دوسرے روز ظہور پذیر ہوا تھا۔ اس کا مقصد دشمن کا تعاقب اور اس کی جستجو تھا۔ غزوۂ احد ہفتہ کے روز رونما ہوا تھا۔ شوال کے سولہ دن بیت چکے تھے۔ ہجرت کو 32 ماہ گزرنے کو تھے۔ امام واقدی نے لکھا ہے "دشمن کی کثرت کے خوف سے انصار جوان ساری شب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در اقدس کا پہرہ دیتے رہے۔ جب فجر طلوع ہوئی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان صبح دی تو حضرت عبداللہ بن عمر اور مزنی بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ مزنی نے عرض کی کہ وہ ملل سے اپنے اہل خانہ کے پاس سے آیا ہے۔ قریش کا لشکر وہاں خیمہ زن ہے۔ اس نے انہیں یوں کہتے ہوئے سنا ہے "تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ تم نے ان کی طاقت وقوت کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ پھر تم نے انہیں اسی طرح چھوڑ دیا ہے۔ انہیں تباہ نہیں کیا۔ ابھی ان کی کلیدی شخصیات باقی ہیں۔ وہ تمہارے لیے لوگوں کو جمع کریں گے۔ واپس چلو، بقیہ افراد کو بھی جڑ سے اکھیڑ پھینکو"۔ ان کی اس رائے سے صفوان بن امیہ نے اختلاف کرتے ہوئے کہا: اس طرح نہ کرو۔ ان مسلمانوں کو سخت غصہ آیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ بقیہ افراد کو بھی تمہارے خلاف جمع کرلیں گے، واپس لوٹ چلو، تمہیں فتح نصیب ہوگئی ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ اگر تم واپس لوٹے تو تمہارے مقدر میں صرف شکست ہوگی"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "صفوان نے انہیں سیدھا راستہ دکھایا ہے۔ حالانکہ وہ خود ہدایت یافتہ نہیں ہے۔ مجھے اس ذات کریمانہ کی قسم! ان کیلئے پتھروں پر نشانات لگائے جاچکے تھے، اگر وہ واپس لوٹ کر آتے تو وہ گزشتہ کل کی طرح ہوجاتے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات ابوبکر وعمر فاروق رضی اللہ عنہما سے مشاورت کی اور انہیں مزنی کی بات بتائی، ان دونوں نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! دشمن کا تعاقب کریں تاکہ وہ ہماری اولاد پر حملہ آور نہ ہوجائے"۔ جب آپ نے نماز صبح پڑھائی صحابہ کرام زخموں سے چور چور تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ خروج کا اعلان کریں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یوں ندا دی "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں دشمن کا تعاقب کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ آپ کا فرمان ہے کہ

ہمارے ساتھ صرف وہی نکلے جس نے کل غزوۂ احد میں شرکت کی ہو" آپ کا مقصود دشمن کے لیے طاقت وشوکت کا اظہار کرنا تھا۔ تاکہ صحابہ کرام کا زخموں سے چور چور ہونے کے باوجود جہاد کے لیے نکلنے سے دشمن اندازہ لگائے کہ ان میں انتہائی درجہ کی قوت ہے۔ وہ ایمان میں راسخ ہیں۔ اور اپنے نبی مکرم ﷺ سے شدید محبت کرتے ہیں۔ اس سے آپ کا مقصد یہ بھی تھا کہ غزوۂ احد میں شرکت کرنے والے صحابہ کرام کی عظمت کو آشکارا کیا جائے اور تاکہ منافقین مسلمانوں کے ہمراہ نہ آسکیں۔

امام بخاری اور امام مسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب مشرکین چلے گئے تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ وہ کہیں لوٹ کر نہ آجائیں۔ آپ نے فرمایا "ان کے تعاقب میں کون نکلے گا؟ ستر صحابہ کرام نے لبیک کہا۔ ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرات عمر، عثمان، علی، عمار، طلحہ، سعد، ابن عوف، ابوعبیدہ، حذیفہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کی صدا پر لبیک کہا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں "اہل مغازی کے ہاں مشہور یہی ہے کہ جن صحابہ کرام نے غزوۂ احد میں شرکت کی۔ وہ سارے کے سارے غزوہ حمراء الاسد کے لیے نکلے۔ ان کی تعداد سات سو تھی جن میں سے ستر منصب شہادت پر فائز ہو چکے تھے۔

علامہ شامی نے اپنی سیرت کی کتاب میں لکھا ہے "ظاہر بات یہی ہے کہ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اہل مغازی کے اقوال میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ ام المومنین کے فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ ان ستر افراد نے دیگر لوگوں سے پہلے لبیک کہا پھر بقیہ نے بھی شرکت کی۔ آپ دشمن کو بھگانے کے لیے نکلے تھے۔ جبکہ آپ کو اطلاع ملی کہ مشرکین واپس آنا چاہتے ہیں تو آپ انہیں ڈرانے کے لیے عازم سفر ہوئے تاکہ وہ واپس نہ آسکیں۔ نیز یہ کہ جب انہیں آپ کے تعاقب کی خبر ملی تو وہ مسلمانوں کی قوت وشوکت کا کچھ اندازہ کرسکیں۔ انہیں علم ہو جائے کہ انہیں لگنے والے زخموں نے انہیں کمزور نہیں کیا۔ وہ اپنے زخموں کی مرہم پٹی میں مشغول نہیں ہوئے۔ حالانکہ صحابہ کرام کے ہمراہ ایسے بلند اقبال افراد بھی تھے جنہیں ستر سے زائد زخم آئے تھے۔

ابن سعد نے لکھا ہے "حضور ﷺ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آپ زخمی تھے۔ آپ نے تین افراد دشمن کے پیچھے بھیجے۔ ان میں سے دو مشرکین کے ساتھ حمراء الاسد کے مقام پر جا ملے۔ انہوں نے مشرکین کو سنا۔ وہ شور وغل مچا رہے تھے وہ واپسی کا مشورہ دے رہے تھے۔ صفوان انہیں روک رہا تھا۔ انہوں نے دو افراد دیکھے تو انہیں قتل کر دیا۔ حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ راستہ بتانے والے تھے۔ حتیٰ کہ آپ حمراء الاسد کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے۔ آپ نے وہاں دو اشخاص مقتول پائے تو انہیں دفن کر دیا۔

امام نسائی اور طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب مشرکین میدان احد میں واپس لوٹے تو انہوں نے کہا "نہ تو محمد عربی (ﷺ) کو تم نے شہید کیا ہے نہ ہی دوشیزاؤں کو گرفتار کیا ہے۔ تم نے کتنا برا عمل کیا ہے۔ واپس لوٹ چلو" حضور ﷺ نے ان کی یہ بات سن لی۔ آپ نے صدائے جہاد بلند فرمائی تو مسلمانوں نے آپ کی اس مبارک آواز پر لبیک کہا۔ حضور ﷺ انہیں لے کر روانہ ہوئے۔ حتیٰ کہ آپ حمراء الاسد یا بئر ابی عتبہ تک پہنچ

گئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات بینات نازل کیں۔

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿﴾ (آل عمران)

"جنہوں نے لبیک کہا اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر اس کے بعد کہ لگ چکا تھا انہیں گہرا زخم۔ ان کے لیے جنہوں نے نیکی کی ان میں سے اور تقویٰ اختیار کیا اجرِ عظیم ہے"۔

آپ ﷺ اگرچہ زخمی تھے۔ آپ کے روئے تاباں پر خود کی کڑیوں کے زخم تھے۔ دندان مبارک شہید ہو چکے تھے۔ لب مبارک زخمی تھا، مبارک گھٹنوں پر خراشیں آئی تھیں۔ پھر بھی آپ عازم سفر ہو گئے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے فرمایا "طلحہ! تمہارے ہتھیار کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کی "قریب ہی ہیں" وہ گئے اور اپنے ہتھیار لے آئے۔ انہیں ستر سے زائد زخم آئے تھے۔ ایک زخم سینے پر بھی تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں فرمایا "طلحہ! تمہارے گمان کے مطابق مشرکین کہاں ہوں گے؟ انہوں نے عرض کی "سیالہ" کے مقام پر۔ حضور ﷺ نے فرمایا "میرا گمان بھی یہی ہے" اب وہ اس طرح کا حملہ ہم پر نہیں کر سکیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مکہ مکرمہ فتح فرما دے گا" آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا "ابن خطاب! اب قوم قریش ہم پر اس طرح حملہ نہ کر سکے گی حتیٰ کہ ہم حجر اسود کو چوم لیں گے" جب آپ ﷺ حمراء الاسد تک پہنچے وہاں آپ نے سوموار، منگل اور بدھ کے روز قیام فرمایا۔ ان راتوں میں مسلمان پانچ سو مقامات پر آگ جلاتے تھے، وہ آگ دور دراز سے نظر آتی تھی۔ لشکر اسلام اور اس آگ کی خبر ہر جگہ پہنچ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے دشمن کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ اس غزوہ میں علمبردار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے مدینہ طیبہ میں اپنا نائب حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے حمراء الاسد کے مقام پر معبد بن ابی معبد الخزاعی سے ملاقات کی۔ وہ اس وقت مشرک تھا۔ بعد میں مشرف بہ اسلام ہوا۔ بنو خزاعہ مسلمانوں کے رازداں تھے۔ ان کے مسلمان اور کافر حضور ﷺ کے لیے خلوص کا اظہار کرتے تھے۔ وہ سارے حضور ﷺ سے محبت کرتے تھے۔ معبد بن ابی معبد نے عرض کی "محمد عربی! (صلی اللہ علیک وسلم) بخدا! جو تکلیف آپ کو اور آپ کے صحابہ کرام کو پہنچی ہے وہ ہم پر بڑی گراں گزری ہے۔ ہماری تمنا تھی کہ رب تعالیٰ آپ کو رفعتیں عطا فرماتا اور یہ مصیبت کسی اور پر آتی" پھر وہ چلا وہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے ملا۔ وہ "الروحا" کے مقام پر تھے۔ انہوں نے واپس جانے پر اتفاق کر لیا تھا۔ انہوں نے کہا "میدان احد میں ہم نے محمد عربی (ﷺ) کے بڑے بڑے سرداروں کو شہید کیا ہے۔ پھر ہم انہیں جڑ سے اکھیڑے بغیر ہی واپس آ گئے ہیں۔ اب ہم ان پر دوبارہ حملہ کریں گے اور ان سے فارغ ہو جائیں گے"۔ جب ابوسفیان نے معبد کو دیکھا تو اس سے پوچھا "پیچھے کی خبر کیا ہے؟ اس نے کہا "محمد عربی (ﷺ) اپنے صحابہ کو لے کر تمہارے تعاقب میں نکل آئے ہیں۔ میں نے آج تک اتنا بڑا لشکر جرار نہیں دیکھا۔ وہ غصے کی وجہ سے تم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اس روز جو صحابہ کرام پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ بھی ان کے ساتھ مل گئے

ہیں۔انہیں اپنے کیے پر ندامت ہے۔وہ اتنے غیظ وغضب میں ہیں کہ میں نے آج تک اتنا غصہ نہیں دیکھا۔ابوسفیان: اب تمہاری کیا رائے ہے؟ معبد: ابوسفیان! ان کے گھوڑوں کی پیشانیاں دیکھنے سے قبل کوچ کر جاؤ۔ابوسفیان نے کہا: ہم نے تو ارادہ کرلیا تھا کہ ہم ان پر دوبارہ حملہ آور ہو کر انہیں جڑ سے اکھیڑ پھینکیں گے۔معبد نے کہا: میں تمہیں یہ غلطی کرنے سے روکتا ہوں'' قریش مکہ رعب و دبدبہ سے بھر گئے۔وہ مکہ مکرمہ واپس لوٹ آئے''۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا''اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان کے دل میں رعب ڈال دیا۔وہ مکہ مکرمہ لوٹ آیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''ابوسفیان نے تمہارے ساتھیوں کو شہید کیا تھا۔اب رب تعالیٰ نے اس کے دل میں رعب ڈال دیا ہے'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو لے کر مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔صحابہ کرام کو کسی اذیت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔آپ جمعۃ المبارک کو مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے۔اس مہم میں آپ کے پانچ ایام صرف ہوئے۔

واپسی پر آپ نے معاویہ بن مغیرہ کو گرفتار کرلیا۔یہ عبدالملک بن مروان کا دادا تھا۔آپ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔

اس داستان کا لب لباب یہ ہے کہ جب مشرکین مکہ میدانِ احد سے واپس آئے تو معاویہ بن مغیرہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر آیا اور دستک دی۔حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں حضرت عثمان کا چچا زاد ہوں'' انہوں نے فرمایا: وہ تو یہاں موجود نہیں'' معاویہ نے کہا''ان کی طرف پیغام بھیجو۔میرے پاس ان کے اونٹ کی قیمت ہے۔میں نے ان سے اونٹ خریدا تھا'' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آئے۔انہوں نے اسے دیکھا تو فرمایا''تو نے مجھے بھی ہلاک اور خود کو بھی برباد کر دیا ہے'' معاویہ نے کہا: چچا زاد! مجھ پر رحم کرنے کا آپ سے بڑھ کر اور کوئی مستحق نہیں'' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے گھر میں داخل کرلیا اور ایک گوشے میں چھپا دیا۔پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونے کے لیے گھر سے باہر نکلے۔انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا''معاویہ مدینہ طیبہ میں ہے۔اسے تلاش کرو'' صحابہ کرام حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر آئے۔حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو علم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا تو انہوں نے صحابہ کرام کو اس کونے کی طرف اشارہ کیا جہاں معاویہ چھپا ہوا تھا۔صحابہ کرام نے اسے باہر نکالا۔اور اسے لے کر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں آ گئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کی''مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں آپ کی خدمت میں اس کے لیے امان لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔آپ اسے میرے لیے امان عطا فرمائیں'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امان عطا فرما دی۔اسے تین دن کی مہلت دی اور فرمایا''اگر وہ تین ایام کے بعد ادھر پایا گیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا'' آپ حمراء الاسد کی طرف تشریف لے گئے۔معاویہ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلومات اکٹھا کرنے میں مصروف رہا۔تاکہ قریش مکہ کو ان سے آگاہ کرے۔چوتھے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔معاویہ دوڑتے ہوئے باہر نکلا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''تم معاویہ کو فلاں جگہ پاؤ گے اسے قتل کردو'' حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما نے اسے اسی جگہ پایا جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔انہوں نے اسے تہ تیغ کر دیا۔دوسری روایت کے مطابق وہ اسے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں لے کر آئے۔آپ نے اس

کی گردن اڑا دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے اسے تہ تیغ کر دیا"۔

سیرت ابن ہشام میں ہے آپ ﷺ نے ابوعزہ عمرو بن عبداللہ الجمحی کو گرفتار کر لیا۔ اسے غزوۂ بدر میں بھی گرفتار کیا تھا۔ پھر اس کی بچیوں کی وجہ سے فدیہ کے بغیر ہی اسے آزاد کر دیا تھا، یہ شاعر تھا یہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام کی ہجو کرتا تھا۔ لوگوں کو جنگ پر ابھارتا تھا۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ اب وہ دوبارہ ایسے گندے امور میں مشغول نہیں ہوگا۔ جب حضور ﷺ نے اس پر احسان فرمایا، اسے چھوڑ دیا تو یہ مکہ مکرمہ لوٹ آیا۔ اپنے عہد کی پاسداری نہ کی۔ وہ دوبارہ ہجو میں مصروف ہو گیا۔ غزوۂ احد کے روز یہ مشرکین کے ہمراہ نکلا، یہ اپنی حالت پر ہی تھا جب مشرک قوم نے حمراء الاسد میں قیام کیا تو یہ ان کے ساتھ ہی خیمہ زن ہوا۔ پھر مشرکین آگے روانہ ہو گئے۔ اسے سوتا ہوا چھوڑ گئے۔ مسلمانوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ حضور ﷺ نے حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس کے متعلق بتایا تھا جب آپ نے ابوعزہ کو گرفتار کر لیا تو اس نے عرض کی "یارسول اللہ! مجھے معاف فرمائیں، مجھ پر احسان فرمائیں۔ مجھے میری بیٹیوں کے لیے چھوڑ دیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ مجھ سے دوبارہ یہ فعل صادر نہیں ہوگا"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ کی قسم نہیں! اب تجھے معافی نہیں مل سکتی کہ تو اپنے ہاتھ اپنے رخساروں پر رکھ کر مکہ مکرمہ میں جا کر کہے "میں نے دو دفعہ محمد عربی (ﷺ) کو دھوکہ دیا ہے" دوسری روایت میں ہے "تو اپنی داڑھی کو مس کرے اور حجر میں بیٹھ کر کہے "میں نے محمد عربی (ﷺ) کو دھوکہ دیا ہے" دوسرے الفاظ یہ ہیں "میں نے محمد عربی (ﷺ) پر دوبار جادو کیا ہے۔ ایک مومن کو ایک بل سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا۔ زبیر! اس کی گردن اڑا دو۔ دوسری روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا "عاصم بن ثابت" انہوں نے کہا "میں نے اس کی گردن اڑا دی" اس کے متعلق قرآن پاک کی یہ آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَإِنْ يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (انفال)

"اور اگر وہ ارادہ کریں آپ سے دھوکہ بازی کا (تو حیران کیوں ہو) انہوں نے تو دھوکہ کیا ہے اللہ سے پہلے ہی (اسی لیے) تو اللہ نے قابو دے دیا (تمہیں) ان پر اور اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے"۔

اسے قتل کر کے اس کا سر نیزے پر اٹھا کر مدینہ طیبہ لایا گیا۔ یہ پہلا سر تھا جسے نیزہ پر اٹھا کر مدینہ طیبہ لایا گیا، اس میں کوئی مخالفت نہیں کہ پہلا سر کعب بن اشرف کا لایا گیا تھا"۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے اس فرمان "مومن کو ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جا سکتا" کا مفہوم یہ ہے کہ مرد مومن کو انتہائی احتیاط کرنا چاہیے" ایسی نادر و نایاب ضرب المثل آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور سے نہیں سنی گئی۔

اسی سال حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ہجرت کا تیسرا سال تھا۔ نصف رمضان المبارک گزر چکا تھا۔ اسی سال غزوۂ اُحد کے بعد شوال میں شراب حرام کر دی گئی۔

سریہ ابی سلمہ

ہجرت مصطفیٰ ﷺ کو 35 ماہ گزر چکے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ کو "قطن" کی طرف بھیجا۔ یہ فید کی ایک طرف ایک پہاڑ کا نام ہے۔ فید نجد میں بنو اسلم کے ایک چشمہ کا نام ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو 150 مجاہدین کے ہمراہ بھیجا۔ مجاہدین میں حضرت ابو عبیدہ، حضرت سعد، حضرت اسید بن حضیر اور حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔

یہ لشکر طلیحہ اور سلمہ کی جستجو میں نکلا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی کہ یہ دونوں اپنے لوگوں اور حلیفوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے پر اکسا رہے ہیں۔ قیس بن حرث نے انہیں روکا۔ مگر انہوں نے اس کی بات نہ مانی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو سلمہ کو طلب فرمایا۔ ان کے لیے جھنڈا باندھا۔ انہیں حکم دیا اللہ تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔ بنو اسد بن خزیمہ کی سرزمین میں جاؤ اور ان پر حملہ آور ہو جاؤ'' حضرت ابو سلمہ تیزی سے عازم سفر ہوئے۔ وہ ''قطن'' کے قریب پہنچے انہوں نے ایک چراگاہ پر حملہ کر دیا۔ اس میں ان کے چرواہے تھے۔ انہوں نے تین غلام پکڑ لیے۔ باقی بھاگ گئے۔ دوسری روایت میں ہے ''بنو اسد گھروں کو خالی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو بہت سے اونٹ اور بکریاں بطور مال غنیمت ملیں۔ مگر جنگ کی نوبت نہ آئی۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابو سلمہ نے مجاہدین کے تین گروہ بنا لیے۔ ایک گروہ ان کے ساتھ رہا دوسرے دو نے گرد و نواح میں حملہ کر دیا۔ مگر وہ بھی صحیح و سالم واپس آ گئے۔ بہت سی بکریاں اور مویشی بطور مال غنیمت ملے۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ انہیں لے کر مدینہ طیبہ آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غلام ولید بن زید الطائی کو عطا کیا۔ وہ اس سفر میں راہ نما تھا۔ پھر خمس نکالا، بقیہ مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ ہر مجاہد کو سات اونٹ اور کچھ بکریاں حصہ میں آئیں۔ اس مہم میں دس روز صرف ہوئے۔

سریہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اکیلے ہی ایک مہم پر روانہ فرمایا۔ سوموار کا روز تھا، محرم الحرام کے پانچ روز گزر چکے تھے۔ ہجرت کو 35 ماہ گزر چکے تھے۔ آپ نے انہیں سفیان بن خالد کو قتل کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ ''عرنہ'' کے مقام پر تھا۔ یہ جگہ عرفہ کے قریب ہی ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی کہ وہ آپ سے جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کر رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اس کے پاس جاؤ اور اسے قتل کر دو'' انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے لیے اس کا حلیہ بیان کریں حتیٰ کہ میں اسے پہچان لوں'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جب تم اسے دیکھو گے تو خوفزدہ ہو جاؤ گے۔ تم کپکپی محسوس کرو گے۔ تمہیں شیطان یاد آ جائے گا'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''میں لوگوں سے ڈرتا نہیں تھا۔ میں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! میں تو کبھی کسی چیز سے نہیں ڈرا'' آپ نے فرمایا ''اس کے اور تمہارے مابین علامت یہی ہے''۔

میں نے کچھ عرض کرنے کی اجازت مانگی تو فرمایا ''کہو'' میں نے عرض کی ''میں خود کو بنو خزاعہ کی طرف منسوب کروں گا'' میں نے تلوار لی اور سفر پر روانہ ہو گیا۔ میں خود کو بنو خزاعہ کا ایک فرد ظاہر کر رہا تھا۔ جب میں ''عرنہ'' پہنچا تو میں نے اس سے ملاقات کی۔ اس کے پیچھے پیچھے احابیش تھے۔ میں اسے دیکھ کر مرعوب ہو گیا۔ میں اسے پہچان گیا۔ میں نے کہا ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا ہے'' جب میں نے اسے دیکھا تو عصر کا وقت تھا، میں نے نماز عصر پڑھی۔ میں چلا، اسے سر سے اشارہ کیا، پھر اس کے قریب ہو گیا۔ اس نے پوچھا ''تمہارا تعلق کن لوگوں کے ساتھ ہے؟ میں نے کہا: بنو خزاعہ

سے ''میں نے سنا ہے کہ تم محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کر رہے ہو۔ میں آیا ہوں تا کہ تمہارے ساتھ مل جاؤں'' اس نے کہا ''ہاں! میں ان کے لیے لشکر جمع کرنے میں مصروف ہوں'' میں اس کے ہمراہ چلا۔ میں اس سے گفتگو کرنے لگا۔ اسے میری باتیں بڑی شیریں لگیں۔ میں نے اسے کہا ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عجیب دین نکالا ہے۔ اپنے آباء کے دین کو چھوڑ دیا ہے۔ ان کی عقلوں کو نادان کہا ہے۔ اس نے کہا ''وہ مجھ جیسے شخص سے کبھی ملے ہی نہیں'' پھر میں اس کے ہمراہ چلنے لگا۔ وہ اپنے عصا کے ساتھ ٹیک لگا کر چل رہا تھا حتیٰ کہ وہ اپنے خیمہ تک پہنچ گیا۔ اس کے ساتھی جدا ہو کر اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے۔ پہلے وہ اس کے ارد گرد سرگرداں تھے۔ اس نے مجھے کہا ''خزاعہ کے بھائی! میں اس کے قریب ہو گیا۔ اس نے کہا ''بیٹھ جاؤ'' میں اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ جب وہ سو گیا تو میں اس پر حملہ آور ہوا اور اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا''۔

دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں اس کے ساتھ چلتا رہا، جب میرے لیے ممکن ہوا، میں نے اس پر تلوار کا حملہ کیا۔ اسے مار ڈالا۔ اس کا سر لیا۔ پھر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ ایک غار میں داخل ہو گیا۔ ایک گروہ میری جستجو میں روانہ ہوا۔ میں غار میں چھپا ہوا تھا۔ مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا۔ ان کے ہمراہ ایک شخص آیا۔ اس کے پاس بہت بڑا برتن تھا۔ اس نے جوتے ہاتھ میں پکڑ رکھے تھے۔ میں مخفی تھا۔ اس نے اپنا برتن اور جوتے رکھے۔ اور غار کے منہ میں بیٹھ کر پیشاب کرنے لگا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا ''غار میں کوئی نہیں'' وہ واپس آ گئے۔ میں غار سے باہر نکلا۔ میں نے وہ پیا، جو کچھ اس برتن میں تھا۔ میں نے وہ جوتے پہنے، مجھے کسی نے نہ دیکھا۔ پھر انہوں نے اپنے اس ساتھی کو دیکھا مگر وہ انہیں نظر نہ آیا۔ وہ اپنی قوم کے پاس واپس آ گیا۔ میں رات کو چلتا تھا، دن کو چھپا رہتا تھا۔ مجھے خوف تھا کہ متلاشی مجھے ڈھونڈ نہ لیں، حتیٰ کہ میں مدینہ طیبہ آ گیا۔ میں نے مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے فرمایا ''چہرے کامیاب ہوں'' میں نے عرض کی ''یارسول اللہ! آپ بھی سرخرو ہوں''۔ میں نے اس کا سر آپ کے سامنے رکھ دیا۔ اور ساری داستان گوش گزار کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ عصا مجھے عنایت فرمایا اور فرمایا ''اس لاٹھی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ لاٹھی والے جنت میں کم ہی ہوں گے'' وہ عصا ان کے پاس ہی رہا۔ حتیٰ کہ ان کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ یہ عصا ان کے کفن میں رکھ دیا جائے'' اہل خانہ نے اسی طرح کیا۔

وہ اٹھارہ روز مدینہ طیبہ سے غائب رہے۔ ہفتہ کے روز واپس آ گئے۔ محرم الحرام کے سات روز باقی تھے۔ حضرت موسیٰ بن عقبہ نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی سفیان بن خالد کے قتل اور حضرت عبداللہ کی کامیابی کے بارے صحابہ کرام کو بتا دیا تھا۔

واقعہ رجیع

اسے سریہ حضرت عاصم بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ ان خوش نصیبوں میں سے تھے جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی تھی۔ حضرت حسن بن سفیان سے روایت ہے کہ لیلۃ عقبہ یا لیلہ بدر کے روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: تم جہاد کیسے کرتے ہو؟ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے تیر اور کمان

لیے اور عرض کی ''جب دشمن دو سو گز سے قریب ہوں تو تیر اندازی کرنی چاہیے۔ جب اور قریب ہوں تو نیزہ باری کرنا چاہیے۔ حتیٰ کہ نیزے ٹوٹ جائیں۔ جب نیزے شکستہ ہو جاتے ہیں تو ہم انہیں رکھ دیتے ہیں۔ تلواریں پکڑ لیتے ہیں پھر شمشیر زنی ہوتی ہے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جنگ اسی طرح آتی ہے۔ جو قتال کرنا چاہے وہ حضرت عاصم کی طرح قتال کرے''۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے لیلۃ عقبہ، بدر اور احد میں شرکت کی سعادت عظمیٰ حاصل کی۔ انہیں ماہ صفر میں روانہ کیا گیا۔ ہجرت کو 38 ماہ گزر چکے تھے۔ رجیع ہذیل بن ملائکہ کے چشمہ کا نام ہے۔ جو مکہ مکرمہ اور عسفان کے مابین تھا۔ اسی چشمہ کے قریب ہی یہ دردناک سانحہ رونما ہوا تھا۔ اس لیے اسے واقعہ رجیع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

سبب

سفیان بن خالد کے قتل کے بعد بنولحیان عضل اور قارہ کے پاس گئے۔ یہ بنو ہدن کے دو قبائل تھے۔ انہوں نے ان کے لیے اونٹ مقرر کیے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کریں کہ وہ ان کی طرف اپنے چند صحابہ کرام بھیجیں۔ سات افراد بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ وہ اسلام کا اظہار کر رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہم میں اسلام کو پذیرائی نصیب ہو رہی ہے۔ ہمارے پاس اپنے صحابہ کرام میں سے کچھ صحابہ بھیجیں۔ وہ دین کے احکام ہمیں سکھائیں، ہمیں قرآن مجید پڑھائیں۔ اور ہمیں شریعت اسلامیہ سے آگاہ کریں''۔ ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں جاسوس بھیجیں تاکہ آپ کے پاس قریش کی خبریں لے کر آئیں۔ جب یہ افراد حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے ایسے افراد کا مطالبہ کیا جو انہیں دین کی سوجھ بوجھ عطا کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں امور کے لیے چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے ساتھ بھیجا۔ ان صحابہ کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت عاصم بن ثابت، حضرت خبیب بن عدی، حضرت زید بن دثنہ، حضرت عبداللہ بن طارق، حضرت خالد بن بکیر، حضرت معتب بن عبید۔ بعض سیرت نگاروں نے حضرت مغیث بن عوف کا اضافہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔ دوسری روایت کے مطابق امارت کے فرائض حضرت مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ کے سپرد کیے۔ یہ صحابہ کرام روانہ ہوئے۔ جب مقام رجیع پر پہنچے تو ان افراد نے بنو ہذیل کو پکارا تاکہ وہ ان صحابہ کرام کو شہید کرنے میں ان کی مدد کریں۔ صحابہ کرام اپنے خیموں میں آرام فرما تھے۔ صرف وہی صحابہ باہر تھے جو ان کی نگہبانی کر رہے تھے۔ اچانک دو سو افراد شمشیر بکف ان پر حملہ آور ہو گئے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اپنی تلواریں باہر نکالیں تاکہ ان دھوکہ بازوں سے جنگ کریں۔ ان غداروں نے کہا ''بخدا! ہم تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتے، تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے نام پر عہد اور میثاق ہے۔ ہم تمہیں قتل نہیں کریں گے'' انہوں نے یہ بات اس لیے کی کیونکہ وہ ان صحابہ کرام کو قریش کے حوالے کرنا چاہتے تھے۔ تاکہ ان کے عوض رقم بٹوریں۔ کیونکہ انہیں علم تھا کہ قریش کو اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز پسندیدہ نہیں کہ صحابہ کرام میں سے کسی صحابی کو ان کے پاس لایا جائے۔ وہ اسے قتل کریں اور اس کا مثلہ کریں اور بدر و احد کے مقتولوں کا بدلہ لیں۔ صحابہ کرام نے مشرکین کا عہد قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت مرثد، حضرت خالد اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہم نے فرمایا ''بخدا! ہم

کسی مشرک کا عہد قبول نہیں کریں گے" انہوں نے جہاد کیا، حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔ حضرت زید، حضرت خبیب اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم پہاڑ سے اتر آئے خود کو ان کے سپرد کر دیا۔

دوسری روایت میں ہے "جب یہ لوگ رجیع کے پاس خیمہ زن ہوئے۔ عجوہ کھجوریں کھائیں تو ان کے گٹھلیاں زمین پر پھینکیں۔ یہ لوگ رات کو چلتے تھے، دن کو چھپ جاتے تھے۔ کیونکہ قریش اور ھذیل کی طرف سے صحابہ کرام کو خطرہ تھا، کیونکہ ایک تو ان کا علاقہ قریب تھا، دوسرا یہ کہ غزوۂ احد کو رونما ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ نیز سفیان بن خالد بھی ابھی ابھی قتل ہوا تھا۔ بنو ہذیل کی ایک عورت آئی، وہ بکریاں چرا رہی تھی۔ اس نے وہ گٹھلیاں، دیکھیں ان گٹھلیوں کے چھوٹے پن نے اسے تعجب میں ڈال دیا۔ اس نے کہا "یہ تو یثرب کی کھجوریں ہیں۔ اس نے بلند آواز سے اپنی قوم کو پکارا، اس نے کہا "دشمن کی طرف سے کچھ لوگ تمہارے پاس پہنچ چکے ہیں"۔ وہ لوگ ان کی جستجو میں آئے، ان کے نشانات کا تعاقب کیا، انہوں نے دیکھا کہ وہ پہاڑ میں چھپ چکے تھے۔ انہوں نے ان کا گھیراؤ کر لیا۔ انہوں نے کہا "تمہارے لیے عہد و میثاق ہے۔ اگر تم نیچے اتر آؤ تو ہم تم میں سے کسی ایک کو بھی قتل نہیں کریں گے"۔ ان کے اس عہد کی بناء پر حضرت خبیب بن عدی، حضرت زید بن دثنہ اور حضرت عبداللہ بن طارق نیچے اتر آئے۔ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اے قوم! میں دشمن کے عہد کی وجہ سے نیچے نہیں اتروں گا" پھر انہوں نے دعا کی "مولا! ہمارے متعلق اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کر دے" اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی روز اپنے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کے بارے آگاہ کر دیا تھا۔ جب انہوں نے پہاڑ کے نیچے اترنے سے انکار کر دیا تو کفار نے ان پر تیر اندازی کی۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے بھی ان پر تیر اندازی شروع کر دی۔ حتیٰ کہ ترکش خالی ہو گیا۔ ان کے پاس سات تیر تھے۔ ہر تیر کے ساتھ انہوں نے ایک عظیم مشرک کو واصل جہنم کیا۔ پھر نیزہ بازی شروع کر دی۔ حتیٰ کہ ان کا نیزہ ٹوٹ گیا، پھر اپنی شمشیر براں سونت لی۔ انہوں نے عرض کی "مولا! میں نے دن کے آغاز میں تیرے دین کی حفاظت کی ہے۔ دن کے آخری حصہ میں میری جسم کی حفاظت فرمانا" یعنی مشرکین قتل کے بعد ان کا مثلہ نہ کر سکیں" مشرکین نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ انہوں نے رسیاں لیں اور حضرت خبیب بن عدی، حضرت زید بن دثنہ اور حضرت عبداللہ بن طارق کو ان کے ساتھ باندھ دیا۔ حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "یہ تمہارا پہلا دھوکہ ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گا۔ ان شہداء میں میرے لیے عمدہ نمونہ ہے۔ انہوں نے انہیں کھینچا، انہیں ساتھ چلنے پر مجبور کیا، مگر انہوں نے لگاتار انکار کیا۔ مشرکین نے انہیں بھی شہید کر دیا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت ابن طارق رضی اللہ عنہ مشرکین کے ہمراہ چلے، جب وہ مر الظہر ان تک پہنچے تو انہوں نے اپنا ہاتھ باہر نکالا۔ اپنی تلوار لی اور مشرک قوم سے دور چلے گئے۔ مشرکین نے پتھر مار کر انہیں شہید کر دیا۔ وہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو لے کر مکہ مکرمہ گئے اور انہیں فروخت کر دیا۔ جامع اور زہیر نے بنو ہذیل کے دو قیدیوں کے عوض انہیں مکہ مکرمہ میں فروخت کر دیا۔ ایک اور روایت کے مطابق انہوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سیاہ فام لونڈی کے عوض فروخت کیا۔ انہیں بنو حارث بن عمر بن نوفل نے خرید لیا کیونکہ انہوں نے غزوۂ بدر کے روز عامر بن نوفل کو واصل جہنم کیا تھا۔ انہیں عقبہ اور

ابو سیروعہ اور حجیر بن ابو اھاب نے خریدا تھا۔ بعد میں ان تینوں نے اسلام قبول کر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت اختیار کی۔ صفوان بن امیہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو خرید لیا۔ اس نے اپنے باپ امیہ کے بدلہ میں حضرت زید کو شہید کر دیا۔ ان دونوں حضرات کو ذوالقعدہ میں خریدا گیا تھا۔ انہیں قید میں رکھا گیا، حتیٰ کہ اشہر حرام گزر گئے۔ مشرکین مکہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اسی طرح حضرت خبیب رضی اللہ عنہ بھی ان کے ہاں اسیر رہے۔ حتیٰ کہ اشہر حرام گزر گئے۔ پھر مشرکین نے ان کے قتل پر اتفاق کر لیا۔ مشرکین نے پہلے ان کی قید میں سختی کی۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''کریم لوگ اپنے قیدی سے اس طرح کا سلوک نہیں کرتے'' پھر وہ آپ سے حسن سلوک کرنے لگے۔ انہیں ایک عورت کے ہاں پابند سلاسل کر دیا گیا۔ اس عورت کا نام ماویہ تھا، جو حجیر کی لونڈی تھی۔ اس کے ہمراہ اس کا خاوند موہب بھی تھا۔ یہ آل نوفل کا غلام تھا بعد میں ان دونوں کو اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ابن سعد نے حضرت موہب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ''مجھے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''موہب! میرے ساتھ تین باتوں کا عہد کرو۔ مجھے میٹھا پانی پلانا۔ مجھے وہ چیز کھلانے سے بچانا جسے بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ جب یہ مشرکین مجھے قتل کرنے لگیں تو مجھے بتا دینا''۔

حضرت ماویہ نے فرمایا ''حضرت خبیب رضی اللہ عنہ وقت تہجد قرآن پاک پڑھتے تھے۔ جب خواتین قرآن پاک سنتی تو وہ رونے لگتیں اور ان کے لیے رقت پیدا ہو جاتی۔ میں نے عرض کی ''کیا کوئی حاجت ہے؟ انہوں نے فرمایا ''نہیں! سوائے اس کے کوئی حاجت نہیں کہ مجھے میٹھا پانی پلانا۔ مجھے وہ کچھ ہرگز نہ کھلانا جسے بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اور مشرکین جب مجھے قتل کرنے لگیں تو مجھے بتا دینا۔ جب مشرک انہیں قتل کرنے لگے تو میں نے انہیں بتا دیا۔ انہوں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور زینب بنت حرث سے استرا مانگا، تا کہ زیر ناف بال صاف کریں۔ تا کہ شہادت کے وقت یہ ظاہر نہ ہوں، حضرت زینب بنت حرث اپنے چھوٹے سے بچے سے غافل ہو گئیں وہ بچہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔ انہوں نے اسے اپنی ران پر بٹھا لیا جبکہ استرا خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ اس عورت کو خدشہ لاحق ہوا کہ شاید وہ بچے کو قتل کر ڈالیں۔ یہ سوچ کر وہ گھبرا گئی۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''کیا تمہیں خطرہ ہے کہ میں اس بچہ کو قتل کر دوں گا۔ میں اس طرح نہیں کروں گا ان شاء اللہ! میں دھوکہ نہیں دوں گا''۔ زینب کہتی ہے ''اللہ کی قسم! میں نے کوئی قیدی حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سے بہتر نہیں دیکھا۔ بخدا! میں نے انہیں دیکھا۔ وہ آدمی کے سر کے برابر انگور کھا رہے تھے۔ حالانکہ انہیں لوہے کی زنجیریں پہنائی گئیں تھی۔ مکہ مکرمہ میں انگوروں کا موسم بھی نہ تھا''۔ حضرت ماویہ سے بھی اسی طرح کی روایت مروی ہے، انہوں نے فرمایا ''مجھے علم نہیں کہ اس زمین میں اس وقت انگور کا ایک دانہ بھی ہو۔ مگر رب تعالیٰ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو بطور رزق انگور عطا فرمایا''۔

المواہب میں ہے ''یہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی کرامت ہے۔ کفار کے لیے ایک نشانی ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صداقت کی دلیل ہے'' پھر قریش مکہ حضرت خبیب کو لے کر حرم سے باہر نکل گئے تا کہ انہیں حرم سے باہر شہید کریں۔ حضرت خبیب نے فرمایا ''مجھے چھوڑ دو تا کہ میں نماز پڑھ لوں'' انہوں نے انہیں چھوڑا۔ انہوں نے دو رکعتیں

پڑھیں، موسیٰ بن عقبہ نے لکھا ہے ''انہوں نے مسجد تنعیم کی جگہ نماز ادا کی۔ یہ مدینہ طیبہ کی طرف مکہ مکرمہ سے تین میل دور ہے'' نماز پڑھنے کے بعد حضرت خبیب ان کے پاس واپس آگئے۔ انہوں نے کہا: اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم کہو گے کہ میں نے موت کے خوف سے نماز کو لمبا کر دیا ہے تو میں اور نماز پڑھتا'' دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں دو سجدے اور کر لیتا'' پھر انہوں نے یہ دعا مانگی ''مولا! انہیں شمار کر لے، ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ رکھ اور جدا جدا قتل کر'' ابھی ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہا۔

روایت ہے جب انہیں تختۂ دار پر لے جایا گیا تو انہوں نے قبلہ رو ہو کر یہ بددعا کی۔ ان کی بددعا سے ڈر کر ایک شخص زمین کے ساتھ چمٹ گیا۔ ایک سال بعد اس شخص کے علاوہ کوئی بھی باقی نہ بچا۔ جو زمین کے ساتھ چمٹ گیا تھا۔ کہا گیا ہے کہ وہ شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ابن اسحاق نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ''جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا تو میں اپنے والد گرامی کے ساتھ تھا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے بددعا کی تو اس بددعا کے خوف سے میرے والد مجھے زمین کے ساتھ چمٹانے لگے۔ لوگ کہتے تھے ''اگر کسی شخص کے لیے بددعا کی جائے اور وہ شخص پہلو کے بل لیٹ جائے تو اس پر اس بددعا کا اثر نہیں ہوتا'' علامہ زرقانی نے لکھا ہے ''حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی بددعا اس شخص کو لگی جس کے متعلق رب تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ حالت کفر میں مرے گا۔ البتہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ اسلام لے آئے گا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے نہ تو اسے لعنت کی اور نہ ہی اپنی بددعا میں اس کا ارادہ کیا'' ان کی یہ بددعا در اجابت پر قبول ہو گئی۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے بعد ان مشرکین سے جو بھی مرا وہ تنہائی کی حالت میں مرا۔ وہ کسی اجتماع یا لشکر کے بغیر ہی قتل ہو گئے'' دوسری روایت میں ہے، انہوں نے عرض کی ''مولا! مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک میرا پیغام پہنچا دے۔ آپ کو میرا سلام پہنچا دے'' حضرت جبرائیل امین بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور آپ کو ان صحابہ کرام کے بارے بتایا۔ ابن عقبہ نے روایت کیا ہے کہ اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا ''اے خبیب وعلیک السلام! انہیں قریش نے قتل کر دیا ہے'' اس وقت حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے:

ولست ابالی حین اقتل مسلما   علی ای جنب کان فی اللہ مضجعی

اگر مجھے مسلمان ہونے کے جرم میں قتل کیا گیا تو مجھے اس کی ذرہ پرواہ نہیں۔ جب میری لاش صلیب سے گرے گی تو کس پہلو میں گرے گی۔

وذالک فی ذات الالہ وان یشاء   یبارک علی اوصال شلو ممزع

یہ اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ اگر وہ مہربانی فرمائے تو میرے جسم کے کٹے اعضاء پر اپنی برکتیں نازل کر دے۔

لقد جمع الاحزاب حولی والبوا   وما ازصد الاحزاب لی عند مصرعی

کفار کے سارے گروہ میرے اردگرد جمع ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے سارے قبائل کو یہاں اکٹھا کر لیا ہے۔

الی اللہ اشکو غربتی ثم کربتی   یبارک علی اوصال شلو ممزع

میں اپنی غریب الوطنی اور مصیبت کا شکوہ صرف اللہ کی جناب میں کرتا ہوں۔ اور صلیب سے جب میری نعش نیچے گر پڑے گی اور اس کے ساتھ یہ جتھے جو سلوک کریں گے اس کا معاملہ میں اپنے رب تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے ''روایت ہے کہ قریش مکہ نے ان لوگوں کو طلب کیا جن کے آباء اور اقرباء غزوۂ بدر میں مارے گئے تھے۔ چالیس افراد جمع ہو گئے۔ ان کے ہاتھوں میں نیزے اور جنگی ہتھیار تھے۔ قریش نے ان لوگوں سے کہا ''اس شخص نے تمہارے آباء کو قتل کیا تھا انہیں نیزے مار مار کر چھلنی کر دو'' حضرت خبیب نے صلیب پر حرکت کی اور قبلہ رو ہو گئے۔ انہوں نے کہا ''ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے قبلہ رو کر دیا ہے'' مشرکین قریش ان کا چہرہ قبلہ سے نہ پھیر سکے۔ ابن اسحاق نے مذکورہ بالا اشعار کے علاوہ یہ اشعار بھی لکھے ہیں:

لقد جمع الاحزاب حولی والبوا　　قبائلهم واستجمعوا کل مجمع

کفار کے سارے گروہ میرے اردگرد جمع ہیں، انہوں نے اپنے سارے قبائل کو یہاں اکٹھا کر لیا ہے وہ سب کے سب یہاں جمع ہو گئے ہیں۔

وکلهم مبدی العداوۃ جاهد　　علی لانی فی وثاق بمضیع

اور وہ سب کے سب میرے ساتھ دشمنی ظاہر کرنے والے اور اس میں مجھ پر پوری کوشش کرنے والے ہیں۔ کیونکہ میں ہی ایک ہوں جو رسی سے باندھا ہوا ہوں۔

وقد جمعوا ابناء هم ونساء هم　　وقربت من جذع طویل مُمَنَّع

انہوں نے اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی یہاں جمع کر لیا ہے اور پھانسی دینے کے لیے انہوں نے مجھے ایک لمبے مضبوط تنے کے قریب لا کر کھڑا کر دیا ہے۔

وقد خیرونی الکفر والموت دونهم　　وقد هملت عینای من غیر مجزع

اور انہوں نے مجھے کفر اختیار کرنے کے لیے کہا ہے۔ حالانکہ اس کے سامنے موت ہے اور میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔

ومابی حذار الموت انی لمیت　　ولکن حذاری حجم نار ملفع

لیکن یہ جزع وفزع نہیں بلکہ خشیت الٰہی کے آنسو ہیں۔ اور مجھے موت کا کوئی ڈر نہیں۔ میں تو مرنے والا ہوں، لیکن مجھے لپیٹ میں لے لینے والے کو جہنم کی آگ کے شعلوں کا خوف ہے۔

ولست لمبد لعدو تخشعا　　ولا جزعا انی الی اللہ مرجعی

میں دشمن کے سامنے جزع وفزع کا اظہار نہیں کروں گا۔ مجھے گھبراہٹ کیوں ہو میں تو اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جا رہا ہوں۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے ''موت کے وقت اس طرح کے اشعار کہنے سے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی قوت نفس اور ان کی دینی قوت آشکارا ہوتی ہے''۔ دوسری روایت میں ہے ''ابوسروعہ اٹھ کر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی طرف گیا اور انہیں شہید کر دیا۔ ابوسروعہ نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ کہا کرتے تھے ''میں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید نہیں کیا تھا کیونکہ میں

بچہ تھا بلکہ ابومیسرہ العبدری نے نیزہ لیا اور اسے میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا۔ انہیں نیزہ مارا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے" حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے ہر اس مسلمان کے لیے نماز پڑھنا سنت بنائی جسے شہید کیا جا رہا ہو۔ کیونکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں شہادت سے قبل نماز پڑھی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فعل کو مستحسن قرار دیا تھا اور اپنے صحابہ کرام کو آگاہ فرمایا تھا۔ آدمی کا آخری عمل نماز ہونا ایک اچھا فعل ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مشرکین مکہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے انہیں نیزے کی ہلکی سی ضرب لگائی، انہوں نے پوچھا "کیا تم پسند کرتے ہو کہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری جگہ ہوں؟ انہوں نے فرمایا "نہیں" اللہ کی قسم! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ ان کے قدمین شریفین میں کانٹا بھی چبھے"۔ حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کے بارے بھی اسی طرح کی روایت ہے اور ان سے بھی اسی طرح کا جواب منقول ہے۔ حضرت ابوسفیان سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا "میں نے کسی آدمی کو کسی دوسرے کے ساتھ اس طرح محبت کرتے نہیں دیکھا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپ سے محبت کرتے ہیں" حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد قریش مکہ نے کافی مدت انہیں صلیب پر ہی رکھا۔ جوانوں کا ایک گروہ ان کی نعش کی نگرانی پر متعین تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوام اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ دوسری روایت میں حضرت عمرو بن امیہ الضمری کا ذکر ہے۔ وہ اس جگہ آئے جہاں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ صلیب پر لٹکے ہوئے تھے۔ چالیس روز گزرنے کے بعد بھی ان کے جسم میں کوئی تغیر رونما نہیں ہوا تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے گھوڑے پر سوار کیا اور عازم سفر ہو گئے۔ کفار نے ان کا تعاقب کیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی مبارک لاش کو نیچے پھینک دیا۔ اسے زمین نگل گئی۔ حضرت عمرو بن امیہ الضمری نے حضرت خبیب کی لاش پاک کو صلیب سے اُتارا تھا۔

امام احمد نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تنہا ہی قریش کی طرف بھیجا۔ میں حضرت خبیب کی صلیب کے پاس آیا، تاکہ انہیں نیچے اتاروں۔ میں رات کے وقت صلیب پر چڑھا۔ میں نے رسا کاٹا اور انہیں نیچے گرایا۔ میں نے اپنے پیچھے آواز سنی۔ میں نے توجہ کی تو پھر مجھے حضرت خبیب نظر نہیں آئے۔ گویا کہ زمین انہیں نگل گئی۔ آج تک مجھے ان کی کوئی نشانی نظر نہیں آئی"۔

ان دونوں روایات کو جمع کرنا ممکن ہے۔ ممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا ہو پھر حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہما کو بھیجا ہو۔ انہوں نے جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو نیچے اتارا تو یہ دونوں حضرات بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت زبیر نے انہیں گھوڑے پر سوار کرا لیا۔

قریش مکہ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی تلاش میں بعض افراد روانہ کیے۔ تاکہ وہ ان کے جسد اطہر کا کوئی حصہ لے کر آئیں جس سے ان کے قتل کی تصدیق ہو سکے۔ کیونکہ انہوں نے غزوۂ بدر میں ان کے ایک عظیم سردار کو قتل کیا تھا۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ شاید یہ عظیم سردار عقبہ بن ابی معیط تھا جسے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے مارا تھا۔

ابن اسحاق کے قول کے مطابق بدر سے واپسی پر حضرت عاصم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو واصل جہنم کیا تھا۔

دوسری روایت کے مطابق اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مارا تھا۔ شاید ان دونوں حضرات نے اسے موت کی وادی میں پھینکا ہو۔ کیونکہ یہ واقعہ ان دونوں کی طرف منسوب ہے۔ دوسری روایت میں ہے ''جب حضرت عاصم شہید ہو گئے تو بنو ہذیل نے ان کا سر کاٹنے کا ارادہ کیا تا کہ اسے سلافہ بنت سعد کے ہاتھوں فروخت کر دیں۔ یہ مسافع اور جلاس کی ماں تھی۔ غزوہ احد کے روز ان دونوں کو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے واصل جہنم کیا تھا۔ اسی سلافہ نے نذر مانی تھی کہ اگر اس نے حضرت عاصم کا سر حاصل کر لیا تو اسے پیالہ بنا کر اس میں شراب پیئے گی۔ اس نے ان کا سر لانے والے کے لیے ایک سو اونٹ انعام مقرر کیا تھا۔ مگر شہد کی مکھیوں نے بنو ہذیل کو روک دیا، وہ حضرت عاصم کا سر نہ کاٹ سکے۔ شہد کی مکھیاں سائبان کی طرح ان کے پاس آ گئیں۔ وہ ان کی حفاظت کرنے لگیں۔ وہ ان کا سر نہ کاٹ سکے۔

امام بخاری نے روایت کیا ہے ''وہ ان کے گوشت کا کوئی حصہ نہ کاٹ سکے'' ایک اور روایت میں ہے ''اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیاں بھیج دیں، جو سر کاٹنے والے کو کاٹ لیتیں۔ وہ مشرکین اور سر کے مابین حائل ہو گئیں۔ انہوں نے کہا ''ابھی چھوڑ دو رات کے وقت مکھیاں چلی جائیں گی تو ہم ان کا سر کاٹ لیں گے۔ رات کے وقت اللہ تعالیٰ نے سیلاب بھیجا۔ وہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی لاش بہا کر لے گیا'' دوسری روایت کے مطابق سیل رواں نے ان کی مبارک لاش اٹھائی اور جنت میں پہنچا دی۔ پچاس مشرکین کو آتش جہنم کے سپرد کر دیا'' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں سے ان کا تحفظ کیا تا کہ مشرکین ان کا مثلہ نہ کر سکیں۔ حتیٰ کہ مسلمانوں نے ان کی لاش مبارک لے کر اسے دفن کر دیا۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے رب تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ کوئی مشرک انہیں ہاتھ نہ لگائے گا اور نہ ہی وہ کسی مشرک کو ہاتھ لگائیں گے'' اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ وعدہ پورا کر دیا انہیں اپنے رب تعالیٰ کی رحمت پر پورا وثوق تھا۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ کسی مشرک کو مس نہیں کریں گے۔ اس سے مصافحہ وغیرہ نہیں کریں گے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تک جب ان کی خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ عبد مؤمن کی اس کے وصال کے بعد اسی طرح حفاظت کرتا ہے جس طرح وہ اس کی زندگی میں اس کا تحفظ کرتا ہے'' اس میں یہ بھی حکمت مضمر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عبد مؤمن کی دعا کو قبول کرتا ہے۔ اس کی زندگی میں اور اس کے وصال کے بعد اس کے سر پر عزتوں کا تاج سجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی کہ کوئی مشرک ان کے گوشت کو ہاتھ نہ لگا سکے۔ انہوں نے دعا مانگی تھی ''مولا! دن کے آغاز میں میں نے تیرے دین کی حفاظت کی ہے۔ دن کے آخری حصہ میں میرے جسم کو مشرکین سے محفوظ فرما''۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو ان کے قتل سے نہ روکا تا کہ ان کے سر اقدس پر شہادت کا تاج سجائے، مگر ان کے جسم کا تحفظ فرمایا تا کہ ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا جائے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

بئر معونہ کا خونچکاں واقعہ

اس واقعہ کو سریہ منذر بن عمرو الخزرجی رضی اللہ عنہ بھی کہا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت منذر رضی اللہ عنہ کو اہل بئر معونہ کی طرف بھیجا تا کہ وہ انہیں اسلام کی طرف بلائیں۔ بئر معونہ بنو ھذیل کی بستیوں کے پاس ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ جگہ مکہ اور عسفان

کے مابین ہے۔ دوسری روایت کے مطابق یہ جگہ سرزمین بنو عامر اور حرہ بنی سلیم کے پاس ہے۔ یہ دونوں مقامات اس کے قریب ہیں۔ مگر حرہ بنی سلیم اس کے زیادہ قریب ہے۔ علامہ زرقانی نے لکھا ہے "اس میں اختلاف نہیں ہے کہ وہ جگہ بنو ہذیل کی طرف منسوب ہے۔ وہ مکہ اور عسفان کے پاس ہی ہو۔ اور بنو عامر کی زمینوں اور بنو سلیم کی چٹان کے پاس ہو" یہ سریہ ماہ صفر میں پیش آیا تھا۔ ہجرت کو چھتیس ماہ گزر چکے تھے۔ غزوۂ احد کو بھی چار ماہ بیت چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت منذر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت مطلب سلمی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ راستے میں ان کی اعانت کریں۔ یہ سریہ رعل اور ذکوان کی طرف تھا۔ یہ قبائل اس جگہ فروکش تھے۔ بنو سلیم کی ایک وادی رعل کی طرف جبکہ دوسری وادی ذکوان کی طرف تھی۔ اس سریہ کو سریۃ القراء کے نام کے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

ابن اسحاق نے اس سریہ کا سبب یہ لکھا ہے کہ عامر بن مالک بن جعفر عامری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اس کے اسلام اور اس کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ امام ذہبی نے فرمایا "صحیح قول یہ ہے کہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا"۔ یہ ملاعب الاسنہ کے لقب سے معروف تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اسلام پیش کیا، اس نے نہ تو اسلام قبول کیا اور نہ ہی اس سے روگرداں ہوا۔ دوسری روایت کے مطابق اس نے دو گھوڑے اور دو چادریں پیش کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں مشرک کا تحفہ قبول نہیں کرتا" آپ نے اس پر اسلام پیش کیا تو اس نے کہا "اے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آپ کے اس معاملہ کو عمدہ اور اچھا سمجھتا ہوں۔ میری قوم میرے پیچھے ہے، اگر آپ میرے ہمراہ اپنے کچھ صحابہ کرام بھیجیں تو مجھے امید ہے کہ وہ آپ کے امر کی اتباع کریں گے۔ اگر انہوں نے آپ کی پیروی کی تو آپ کے دین متین کو تقویت نصیب ہوگی" دوسری روایت میں ہے اس نے کہا "اگر آپ کسی صحابی کو میری قوم کی طرف بھیجیں، میں انہیں اسلام کی طرف دعوت دوں۔ مجھے امید ہے کہ وہ آپ کی اس دعوت پر لبیک کہیں گے" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا "مجھے صحابہ کرام کے متعلق اہل نجد سے خطرہ ہے" ابو براء نے کہا "میں انہیں پناہ دیتا ہوں آپ بغیر کسی اندیشہ کے صحابہ کرام کو بھیج دیں" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت منذر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان کے ہمراہ ستر قراء صحابہ کرام تھے۔ دوسری روایت کے مطابق ان کی تعداد چالیس تھی۔ حضرت قتادہ نے فرمایا ہے کہ یہ صحابہ کرام دن کو لکڑیاں جمع کرتے تھے اور رات کو نماز پڑھتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "یہ اہل صفہ کے لیے کھانا خریدتے تھے اور انہیں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات مقدسہ کے پاس لاتے تھے۔ یہ رات کے وقت کلام مجید پڑھتے تھے۔ ساری شب بیدار رہتے تھے" صحابہ کرام روانہ ہوئے۔ جب یہ بئر معونہ تک پہنچے تو انہوں نے حضرت صرام بن ملحان (حضرت ام سلیم کے بھائی اور حضرت انس بن مالک کے ماموں تھے) کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گرامی نامہ دے کر عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ یہ ابو براء کا بھتیجا تھا۔ یہ حالت کفر میں مرا۔ یہ وہ عامر بن طفیل اسلمی نہیں جنہیں اسلام لانے کی توفیق ارزانی ہوئی۔ جب حضرت صرام بن ملحان عامر بن طفیل کے پاس پہنچے تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرامی نامہ کو دیکھنا بھی گوارہ نہ کیا۔ بلکہ اتنی سرکشی و بغاوت کی کہ اس قاصد کو ہی شہید کر دیا۔

طبری کی روایت کے مطابق حضرت صرام باہر تشریف لائے، انہوں نے فرمایا "اہل بئر معونہ! میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

تمہاری طرف قاصد ہوں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ پر ایمان لے آؤ" ان میں سے ایک بدقسمت اٹھا۔ اس نے آپ کے پہلو میں نیزہ مارا جو آپ کی دوسری جانب نکل گیا۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت صرام ان سے مصروف گفتگو ہو گئے۔ انہوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا وہ آپ کے پیچھے سے آیا اور آپ کو نیزہ مار دیا۔ انہوں نے فرمایا "اَللّٰهُ أَكْبَرُ! فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ" "اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا ہوں"۔

ابن اسحاق کی روایت کے مطابق عامر بن طفیل نے ہی یہ نیزہ مارا تھا۔ حضرت صرام رضی اللہ عنہ اسی نیزہ سے شہید ہو گئے۔ آپ کا بہت زیادہ خون نکل گیا۔ دشمنوں نے گمان کیا کہ آپ شہید ہو گئے ہیں۔ حضرت ضحاک بن سفیان الکلابی رضی اللہ عنہ جنہیں اسلام لے آنے کی سعادت ازلی نصیب ہوئی تھی، مگر وہ اپنا اسلام پوشیدہ رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی قوم کی ایک عورت سے کہا "اگر یہ صحیح بھی ہو جائے تو یہ ایک بہترین چرواہا بن سکتا ہے" اس نے انہیں اپنے ساتھ ملایا اور خوب علاج معالجہ کیا۔ میں نے اسے یوں کہتے ہوئے سنا:

انا عامر ترجو المودة بيننا وهل عامرالا عدو مداهن

اذا ما رجعنا ثم لم يك وقعة باسيافنا فی عامر او نطاعن

"ابو عامر! کیا ہمارے مابین محبت کی امید کرتے ہو عامر تو صرف ایک چالباز دشمن ہے۔ جب ہم واپس جائیں اور بنو عامر اور ہمارے مابین شمشیر زنی نہ ہوئی یا نیزہ بازی نہ ہوئی تو پھر تو کوئی بات ہی نہ ہوئی"۔

بدبخت قوم ان پر بھی جھپٹ پڑی اور انہیں بھی شہید کر دیا۔ پھر عامر بن طفیل نے بقیہ صحابہ کرام کو شہید کرنے کے لیے بنو عامر کو للکارا۔ مگر انہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا "ہم ابو براء کی پناہ اور ذمہ کو نہیں توڑیں گے کیونکہ اس نے ان کو پناہ دی ہے" عامر نے بنو سلیم، عصیہ، رعل اور ذکوان کے قبائل کو پکارا تو انہوں نے اسکی مدد کرنے کی حامی بھر لی۔ یہ سب لوگ باہر نکل آئے اور صحابہ کرام کا گھیراؤ کر لیا۔ جب صحابہ کرام نے انہیں دیکھا تو انہوں نے بھی تلواریں نکال لیں۔ ان کے ساتھ معرکہ آزما ہو گئے۔ حتیٰ کہ سارے صحابہ کرام شہید ہو گئے، صرف حضرت کعب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بچے۔ دشمن نے انہیں چھوڑ دیا۔ ان میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ وہ بحیات رہے۔ حتیٰ کہ غزوۂ خندق کے روز شہید ہو گئے۔ حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ بھی بچ گئے تھے۔ پہلے انہیں قیدی بنایا گیا، پھر انہیں چھوڑ دیا گیا۔

ابن اسحاق کی روایت کے مطابق حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی حضرت منذر بن محمد رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے اونٹ چرا رہے تھے۔ انہیں کچھ علم نہ تھا کہ ان کے ساتھیوں کے ساتھ کشت و خون کی کیسی ہولی کھیلی گئی۔ مگر انہوں نے ان کی قیام گاہ پر پرندے منڈلاتے ہوئے دیکھے۔ ان دونوں نے کہا "بخدا! یہ پرندے بلاوجہ نہیں منڈلا رہے"۔ وہ دونوں دیکھنے کے لیے آئے۔ انہوں نے ساتھیوں کو خون میں لت پت دیکھا۔ انہیں شہید کرنے والے گھڑسوار وہیں کھڑے تھے۔ انصاری صحابی نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا "تمہاری کیا رائے ہے؟" انہوں نے کہا "میری رائے یہ ہے کہ ہم بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوں اور اس غم انگیز داستان سے آگاہ کریں" انصاری صحابی نے کہا "میں تو خود کو اس جگہ سے جدا نہیں کرتا

چاہتا جہاں حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا ہے" پھر انہوں نے قتال کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو انہوں نے قیدی بنالیا۔ پھر عامر بن طفیل نے انہیں حاصل کر لیا۔ پھر ان کی پیشانی کے بال کاٹ کر انہیں آزاد کر دیا۔ اس کا گمان تھا کہ اس کی ماں نے یہ نذر مان رکھی تھی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس رات یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے اسی شب حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے آپ کو سارے واقعہ سے آگاہ کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا "اس خون چکاں واقعہ کا سبب ابو براء ہے۔ اس نے ہی انہیں اپنی پناہ دی تھی۔ مجھے تو پہلے ہی خدشہ اور اندیشہ تھا" یہ بات براء تک پہنچ گئی، وہ بعد میں اس خون ریز واقعہ کے دکھ میں مر گیا تھا، جو اس کے بھتیجے عامر بن طفیل کے ہاتھوں رونما ہوا تھا۔ اس کے معاً بعد عامر بن طفیل بھی حالت کفر میں مرا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ابو براء کے بیٹوں کو عامر بن طفیل کے خلاف ابھارتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

ألا من مبلغ عنی ربیعا بما قد احدث الحدثان بعدی

ارے کون ہے جو میری طرف سے ربیع کو یہ سندیسہ پہنچادے کہ میرے بعد تم نے کیسے واقعات کا اظہار کیا ہے۔

ابوك ابوالفعال ابوبراء وخالك ماجد حَكَمُ بن سَعْدِ

تمہارا والد ابو براء ہے جو بڑا جنگجو ہے جبکہ تمہارا ماموں حکم بن سعد ہے جو شرف وقدر کا مالک ہے۔

بنی ام البنین الم یرعکم وانتم من ذوائب اهل نجد

اے ام بنین کے بیٹو! کیا پھر بھی تمہیں اس بات کا خیال نہ آیا حالانکہ تم اہل نجد کے چوٹی کے افراد میں شامل ہو"۔

جب ربیعہ تک یہ اشعار پہنچے تو وہ درگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کیا میں عامر کو تلوار یا نیزہ سے قتل کر دوں تو میرے باپ سے یہ داغ دور ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہاں!" ربیعہ واپس آیا، اس نے عامر کو تلوار ماری اور اسے موت کے قریب کر دیا۔ عامر کی قوم نے ربیعہ پر ہلہ بول دیا۔ قوم نے عامر سے کہا "کیا قصاص لے لیں؟" اس نے کہا "میں نے اسے معاف کر دیا ہے"۔

وہ بلند اقبال صحابہ کرام جنہیں بئر معونہ کے مقام پر شہادت نصیب ہوئی ان میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ ان کا جسم اطہر نہ ملا، ملائکہ نے انہیں دفن کر دیا تھا۔ جب انہیں شہید کر دیا گیا تو انہوں نے حضرت عمرو ابن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ یہ ان کے ہاتھوں اسیر تھے۔ عامر بن طفیل نے ان سے پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ عامر نے کہا: میں نے انہیں دیکھا انہیں شہادت کے بعد آسمان کی طرف اٹھالیا گیا، حتیٰ کہ میں نے انہیں زمین و آسمان کے مابین دیکھا، پھر انہیں زمین پر رکھ دیا گیا" اس سے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی تعظیم کو عیاں کرنا اور کفار کو ڈرانا دھمکانا مقصود تھا۔

ابن اسحاقؒ نے حضرت عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب عامر بن طفیل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تو اس نے عرض کی "وہ شخص کون تھا جسے جب شہید کیا گیا تو اسے آسمان کی طرف اٹھالیا گیا، پھر انہیں نیچے اتار دیا گیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا" وہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تھے" حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ بنو کلاب کے جس شخص نے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اس کا نام جبار بن سلمی تھا۔ اس نے نیزہ مار کر انہیں شہید کر دیا۔ جب انہیں نیزہ لگا تو انہوں نے کہا" اللہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا" اس شخص نے کہا" میں نے دل میں سوچا یہ کیسی کامیابی ہے؟ میں حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا" وہ جنت کے ساتھ کامیاب ہوئے" میں نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی یہ سعادت مندی دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔

امام بیہقی نے لکھا ہے" ممکن ہے کہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو پہلے اٹھا لیا گیا ہو۔ پھر رکھ دیا گیا ہو پھر ان کا جسد اطہر مفقود ہو گیا ہو" حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے موصولاً یہ روایت بھی مروی ہے۔ اس میں ہے" میں نے انہیں دیکھا کہ شہید ہو جانے کے بعد انہیں آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا، حتیٰ کہ میں نے انہیں زمین اور آسمان کے درمیان دیکھا" اس روایت میں یہ ذکر نہیں کہ پھر انہیں زمین پر رکھ دیا گیا۔

ابن سعد نے مرفوعاً روایت کیا ہے" ملائکہ نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر کو چھپا لیا، پھر انہیں علیین میں بھیج دیا" امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے" آسمان میں ان کے چھپ جانے کی روایات کافی ہیں اور مختلف طرق سے ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں۔ حضرت جبار بن سلمی نے جو یہ فرمایا ہے کہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو عامر بن طفیل نے شہید کیا تھا ممکن ہے یہ علی سبیل التجوز ہو کیونکہ عامر بن طفیل قوم کا سردار تھا یہ بالاجماع حالت کفر میں مرا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا" میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا غمزدہ کبھی نہیں دیکھا جتنا آپ بئر معونہ کے حادثہ پر غمناک ہوئے تھے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو قتال کے لیے نہیں بھیجا تھا۔ بلکہ وہ تو مبلغ دین بن کر گئے تھے۔ اہل عرب کی یہ پرانی عادت تھی کہ وہ پیغام پہنچانے والے کو قتل نہیں کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قبائل کے لیے ایک مہینہ تک بددعا کی جنہوں نے صحابہ کرام کو بئر معونہ کے مقام پر شہید کیا تھا"۔

دوسری روایت کے مطابق آپ نے چالیس روز تک رعل، ذکوان اور عصیہ کے قبائل کے لیے بددعا کی" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام دیا" ان شہداء نے اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کر لی، وہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اپنے رب سے راضی ہو گئے" ایک اور روایت میں ہے" ہم پڑھا کرتے تھے " بلغوا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا و رضینا عنہ" پھر یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ بلکہ یہ نظم قرآن کی طرح اسی معجز نظام میں نازل ہوئی۔

اس روایت میں بنو لحیان کا ذکر ہے۔ اس واقعہ میں ان کو بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ اصحاب الرجیع کے واقعہ میں شامل تھے۔ کیونکہ ان دونوں واقعات کی خبر ایک ہی رات میں نبی دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب قبائل کا ذکر اپنی بددعا میں فرمایا۔

امام بخاری نے ان دونوں واقعات کا ذکر ایک جگہ اکٹھا ہی کیا ہے۔ جس سے بعض علماء نے یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ ایک ہی قصہ

ہے حالانکہ حقیقت اس طرح نہیں ہے۔ علامہ زرقانی نے لکھا ہے "جب اہل بئر معونہ نے ان صحابہ کرام کو شہید کر دیا تو بخار حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا "رعل، ذکوان اور عصیہ کی طرف چلے جاؤ، انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی نافرمانی کی ہے" بخار نے انہیں آلیا، ان کے سات سو آدمی مار دیے۔ ایک صحابیٔ رسول کے عوض دس افراد کو موت کے گھاٹ اتارا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ان دونوں واقعات (اہل رجیع اور اہل بئر معونہ) کے بارے نہ بتایا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے کثیر واقعات کے متعلق آپ ﷺ کو پہلے ہی آگاہ فرما دیا تھا۔ کیونکہ رب تعالیٰ کے علم میں تھا کہ ان صحابہ کرام کے سروں پر شہادت کا تاج سجایا جائے گا۔

غزوہ بنی النضیر

بنو نضیر حضور ﷺ کو شہید کرنے کی سازش کرتے ہیں

بنو نضیر یہودیوں کا بہت بڑا قبیلہ تھا۔ یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف منسوب ہوتا تھا۔ یہ اہل عرب کے ساتھ ہی سکونت رکھتا تھا۔ اہل سیر کا اختلاف ہے کہ یہ غزوہ کب رونما ہوا تھا۔ ایک گروہ جن میں امام بخاری اور امام زہری بھی شامل ہیں کے مطابق یہ غزوہ، غزوۂ بدر کے بعد اور اُحد سے پہلے ظہور پذیر ہوا تھا۔ ابن اسحاق کے قول کے مطابق یہ غزوہ بئر معونہ کے واقعہ کے بعد ہوا تھا۔ محقق حفاظ نے حضرت ابن اسحاق کے قول کی طرف رجوع کیا ہے۔ ان کے مطابق یہ غزوہ ہجرت کے چوتھے سال ماہ ربیع میں ہوا تھا۔ اس غزوہ کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابھی گزرا ہے کہ عامر بن طفیل نے جب صحابہ کرام کو بئر معونہ کے مقام پر شہید کیا تو حضرت عمرو بن امیہ الضمری کو چھوڑ دیا اس نے اپنی ماں کی نذر کو پورا کرنے کے لیے انہیں آزاد کر دیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ انہوں نے مقام قرقرہ میں بنو عامر کے دو افراد دیکھے۔

ایک اور روایت کے مطابق ان دونوں کا تعلق بنو سلیم کے ساتھ تھا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ سایہ میں فروکش ہو گئے۔ ان دونوں کا حضور ﷺ کے ساتھ معاہدہ تھا مگر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہ تھا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے فرمایا "تمہارا تعلق کس قبیلہ کے ساتھ ہے؟ انہوں نے کہا "بنو عامر کے ساتھ" حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے انہیں چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ سو گئے۔ پھر انہیں قتل کر دیا انہوں نے گمان کیا کہ شاید انہوں نے ان شہداء کا بدلہ لے لیا ہے جنہیں بئر معونہ کے مقام پر قتل کر دیا گیا تھا۔ جب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا "تم نے جن دو افراد کو قتل کیا ہے میں ان کی دیت عطا کروں گا" پھر آپ ﷺ بنو نضیر کی طرف تشریف لے گئے تاکہ ان دو افراد کی دیت میں بنو نضیر سے معاونت لیں جنہیں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا کیونکہ بنو نضیر اور بنو عامر کے مابین معاہدہ تھا تاکہ ان کے حلیفوں کی وجہ سے دیت دینے میں آسانی رہے" بنو نضیر نے کہا "ہاں! ابو القاسم! (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہم آپ کی مدد کریں گے جس طرح آپ پسند فرمائیں گے۔ آپ ہمارے ہاں تشریف لائے ہیں۔ بیٹھیں کھانا کھائیں۔ آپ کی ضرورت پوری کی جائے گی۔ ہم اٹھتے ہیں اور مشاورت کرتے ہیں" پھر وہ مشورہ کرنے کے لیے خلوت میں چلے گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا "تم

پھر کبھی یہ موقع حاصل نہیں کر سکو گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرف دس صحابہ کرام ہیں" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھروں کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کہا "اس گھر کی چھت پر کون چڑھے گا اور آپ پر بڑا سا پتھر پھینک دے گا تا کہ آپ شہید ہو جائیں اور ہم آپ سے نجات پالیں"۔ عمرو بن جحاش بن کعب نے یہ ہامی بھر لی، اس نے کہا "یہ کام میں کروں گا" وہ اس ناپاک منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے چھت پر چڑھ گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ ایک بہت بڑی چکی لے کر آیا تا کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پھینک دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ ان صحابہ کرام میں حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی المرتضیٰ، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن معاذ، اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

ایک اور روایت میں ہے "جب یہودیوں نے دیکھا کہ آپ کے ہمراہ چند صحابہ کرام ہیں تو انہوں نے کہا "ہم آپ کو شہید کر دیتے ہیں۔ آپ کے صحابہ کرام کو قیدی بنا کر مکہ مکرمہ لے جاتے ہیں۔ وہاں انہیں قریش کے ہاتھوں فروخت کر دیں گے" سلام بن مشکم نے یہودیوں سے کہا "اس طرح نہ کرو، اللہ تعالیٰ انہیں تمہارے اس ارادہ سے آگاہ فرما دے گا۔ یہ اس معاہدہ کو بھی توڑنا ہے جو ہمارے اور ان کے مابین ہے" ایک اور روایت کے مطابق سلام نے انہیں کہا "اے میری قوم! اس بار میری اطاعت کر لو پھر ساری زندگی خلاف ورزی کرتے رہنا بخدا! اگر ہم نے اس مذموم منصوبہ کو عملی جامہ پہنا دیا تو ہم نے آپ کے ساتھ دھوکا کیا۔ یہ اس معاہدہ کو توڑنا ہے جو ہمارے اور آپ کے مابین ہے"۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے "حضرت جبرائیل امین یہودی قوم کی سازش کی خبر لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے گویا کہ آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جا رہے ہوں۔ آپ کو خطرہ تھا کہ یہودی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کو اذیت دیں گے اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو ان کی محفل میں چھوڑا اور جلدی جلدی مدینہ تشریف لے آئے۔ جب صحابہ کرام نے آپ کو نہ پایا تو آپ کی جستجو میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ حیی بن اخطب نے صحابہ کرام سے کہا "ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جلدی کی ہے۔ ہم تو آپ کی ضرورت کو پورا کرنا چاہتے تھے اور آپ کی مہمان نوازی کرنا چاہتے تھے"۔ یہودیوں کو اپنے کرتوت پر ندامت ہوئی۔ اس سازش کا سردار حیی تھا۔ یہ بنو نضیر کا سردار تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب بنو نضیر نے آپ پر پتھر پھینکنے کا ارادہ کیا تو ایک یہودی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے آیا۔ اس نے کہا: کیا ارادہ ہے؟ یہودیوں نے اپنی سازش کا ذکر کیا تو اس شخص نے پوچھا "محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہاں ہیں؟ یہودیوں نے کہا: اس دیوار کے نیچے ہیں۔ اس شخص نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھا ہے آپ تو مدینہ طیبہ میں داخل ہو رہے تھے۔ یہ سن کر یہودی شرمندہ ہوئے، انہوں نے کہا "کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہماری اس سازش سے آگاہ کر دیا ہے؟"۔

ایک اور روایت کے مطابق کنانہ بن صویراء نے انہیں کہا "کیا تم جانتے ہو کہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اٹھ کر کیوں تشریف لے گئے ہیں؟ یہودیوں نے کہا "اللہ کی قسم! ہم بھی نہیں جانتے اور تم بھی" کنانہ نے کہا "اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے تمہاری اس

سازش کی خبر حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دے دی ہے۔ اپنے آپ کو دھوکہ نہ دو۔ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں'' لیکن یہودیوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ جب صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کی '' آپ اٹھ کر چلے بھی آئے اور ہمیں علم تک نہ تھا'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو یہودیوں کے دھوکہ اور فریب سے آگاہ کیا۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا: یہ آیت کریمہ اسی واقعہ کے بارے نازل ہوئی:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ (المائدہ)

'' اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی پختہ ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ تو اللہ تعالیٰ نے روک دیا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسا کرنا چاہیے ایمان والوں کو''۔

دوسری روایت کے مطابق یہ آیات طیبہ اس اعرابی کے بارے نازل ہوئیں جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تلوار سونتی، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخت کے نیچے آرام فرما تھے۔ وہ آپ کو شہید کرنا چاہتا تھا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہو گئے۔ اعرابی نے کہا: محمد عربی! آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا '' اللہ'' تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ تلوار پکڑی اور فرمایا '' تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے عرض کی '' آپ بہترین تلوار پکڑنے والے بن جائیں'' آپ نے اس سے درگزر فرمایا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ وہ اپنی قوم کے پاس آیا اور انہیں اسلام کے چشمہ صافی کی طرف بلایا۔ اس نے کہا '' میں تمہارے پاس اس ذات کریمانہ کی طرف سے آیا ہوں جو تمام لوگوں سے بہترین ہے'' اس آیت کریمہ کے نزول کے اور بھی اسباب بیان کیے گئے ہیں۔ ممکن ہے اس کا نزول کئی بار ہوا ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محاصرہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنونضیر کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دے دیا۔ آپ نے صحابہ کرام کو تیاری کرنے کا حکم دیا۔ پھر صحابہ کرام کو لے کر بنونضیر کی طرف عازم سفر ہوئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر کے علمبردار تھے۔ مدینہ طیبہ میں اپنا نائب حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ بنونضیر اور مدینہ طیبہ کے مابین دو میل کی مسافت تھی۔ بنونضیر کا مسکن قباء کی طرف تھا۔ آپ نے وہیں نزول اجلال فرمایا۔ چھ راتیں ان کا محاصرہ کیا۔ ایک روایت میں پندرہ روز اور دوسری روایت میں تقریباً بیس روز کا ذکر ہے۔ یہودی قلعہ بند ہو گئے۔ آپ نے ان کی عجوہ نامی کھجوریں کاٹنا شروع کیں۔ دوسری کھجوروں کو لینہ کہا جاتا تھا۔ ان کھجور کا کاٹنا یہودیوں کے لیے بڑا اذیت ناک تھا کیونکہ یہ ان کا عمدہ مال تھیں۔ جب عجوہ کھجوریں کٹنے لگیں تو یہودی عورتوں نے اپنے گریبان چاک کر دیے، رخسار پیٹ ڈالے، ہائے ہلاکت پکارنے لگیں ان کی اور کھجوریں بھی کاٹی گئیں۔ انہوں نے آواز دی '' محمد عربی! آپ تو فساد سے منع کرتے ہیں۔ فساد کرنے والے کو معیوب سمجھتے ہیں۔ پھر یہ کھجوریں کیوں کاٹ رہے ہیں۔ انہیں کیوں جلا رہے ہیں۔ کیا یہ فساد ہے یا اصلاح ہے؟ یہ گفتگو سن کر بعض صحابہ کرام کو بھی اندیشہ لاحق ہوا کہ شاید ان کا یہ

فعل فساد نہ ہو۔ بعض مسلمانوں نے کہا "ہم ان کھجوروں کو اس لیے کاٹتے ہیں تاکہ انہیں آتش پا کریں تاکہ دین کا دبدبہ ان کے دلوں میں بیٹھ جائے"۔ بعض صحابہ کرام درخت کاٹنے سے رک گئے۔ انہوں نے اس نبی دو جہاں ﷺ کا حکم نہیں سنا تھا جو اپنی خواہش سے بولتے بھی نہ تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید کاٹنے والوں کا اپنا اجتہاد ہو۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات طیبات نازل کیں:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (الحشر)

"جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا جن کو تم نے چھوڑ دیا کہ کھڑے رہیں اپنی جڑوں پر تو یہ دونوں باتیں اللہ کے اذن سے تھیں۔ تاکہ وہ رسوا کرے فاسقوں کو"۔

لینہ سے مراد وہ کھجور ہے جو عجوہ کے علاوہ ہو۔ کہا جاتا ہے کہ لینہ کھجوروں میں سے بہترین ہے۔ مدینہ طیبہ میں کھجوروں کی ایک سو بیس اقسام پیدا ہوتی ہیں۔ سید سمہودی نے لکھا ہے "وہاں ایک سو تیس سے زائد کھجوروں کی اقسام پیدا ہوتی ہیں"۔ بنونضیر کا مسکن بویرہ کے قریب ہی تھا۔ مسجد قباء کے مغرب کی سمت یہ مشہور جگہ تھی۔

عبداللہ بن ابی کا کردار

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب بنونضیر نے نکلنے کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقین نے ان کی طرف پیغام بھیجا "اپنی جگہ پر ہی ٹھہرو، رُک جاؤ اللہ کی قسم! ہم تمہیں ان کے سپرد نہیں کریں گے۔ اگر تم نے جنگ کی تو ہم تمہارے ساتھ جنگ کریں گے۔ اگر تمہیں جلاوطن کر دیا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ جلاوطن ہو جائیں گے" انہوں نے انتظار کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا انہوں نے یہودیوں کی مدد نہ کی، اسی کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیات بینات نازل کیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَ لَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَ لَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ (الحشر)

"کیا آپ نے منافقوں کی طرف نہیں دیکھا، جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے کہ اگر تمہیں یہاں سے نکالا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ یہاں سے نکل جائیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کسی کی بات ہرگز نہیں مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ بالکل جھوٹ بول رہے ہیں۔ سن لو اگر یہودیوں کو نکالا گیا تو یہ نہیں نکلے گے ان کے ساتھ اور اگر ان کے ساتھ جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور (اگر جی کڑا کر کے) انہوں نے ان کی مدد کی تو یقیناً پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی"۔

جب یہ محاصرہ شدت اختیار کر گیا تو انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کی "آپ انہیں جلاوطن کر دیں۔ ان کا خون نہ

بہائیں'' ان کی یہ جلا وطنی رب تعالیٰ کی طرف سے ان پر عذاب تھا۔

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ جب یہودیوں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ دھوکہ دہی کی کوشش کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سازش سے آگاہ کر دیا تو آپ جلدی سے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو یہود کی طرف یہ پیغام دے کر بھیجا کہ میرے شہر سے نکل جاؤ۔ میرے ساتھ اس میں بسیرا نہ کرو۔ تم نے دھوکہ دہی کا ارادہ کیا جو کیا۔ میں نے تمہیں دس روز کی مہلت دی ہے۔ اس کے بعد تم میں سے جو یہاں نظر آ گیا اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ یہودی کچھ دن ٹھہرے رہے تاکہ تیاری کر لیں۔ عبداللہ بن ابی نے ان کی طرف پیغام بھیجا'' تم اپنے شہروں سے نہ نکلو۔ اپنے قلعوں میں ٹھہرے رہو۔ میرے ہمراہ اہل عرب کے دو ہزار شہ سوار ہیں۔ وہ تمہارے قلعوں میں داخل ہو جائیں گے اس سے قبل کہ کوئی چیز تم تک پہنچے ان میں سے آخری شخص قتل ہو جائے گا''۔ بنو قریظہ اور بنو غطفان تمہاری مدد کریں گے۔ عبداللہ بن ابی کے اس قول میں حیی بن اخطب نے لالچ کیا۔ اس نے حضور ﷺ کی طرف یہ پیغام بھیجا'' ہم اپنے شہروں سے نہیں نکلیں گے آپ جو چاہیں کر لیں'' بنو نضیر کے ایک سردار ابن مشکم نے حیی کو یہ جواب دینے سے روکا۔ اس نے کہا'' حیی! تمہیں تمہارے نفس نے دھوکہ دیا ہے۔ بخدا! ابن ابی کی بات جھوٹی ہے وہ تمہیں ہلاکت میں ڈالنا چاہتا ہے حتیٰ کہ تم محمد عربی (ﷺ) سے جنگ کر لو۔ خود اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔ وہ تمہیں چھوڑ دے گا'' مگر حیی نے انکار کر دیا۔

جب حیی نے حضور ﷺ کی طرف یہ پیغام بھیجا'' ہم نہیں نکلیں گے'' تو حضور ﷺ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ آپ کی تکبیر کے جواب میں مسلمانوں نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ آپ نے فرمایا'' اب یہود سے جنگ ہوگی'' حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ بنو نضیر کی طرف روانہ ہوئے۔ بنو نضیر کا مسکن قریب ہی تھا۔ اس لیے صحابہ کرام پیدل ہی تھے۔ ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ گدھے پر سوار تھے۔ آپ نے بنو نضیر کے قریب جا کر نماز عصر ادا فرمائی۔ بنو نضیر نے حضور ﷺ کو دیکھا تو وہ اپنے قلعوں کے اوپر چڑھ گئے۔ ان کے پاس تیر اور پتھر تھے۔ بنو قریظہ نے انہیں چھوڑ دیا۔ انہوں نے بنو نضیر کی کوئی مدد نہ کی۔ ابن ابی نے بھی ان کی کوئی مدد نہ کی، اس طرح بنو غطفان اور دیگر حلیف قبائل نے ان کی کوئی مدد نہ کی۔ سلام بن مشکم نے حیی سے کہا'' تیرا ستیاناس! اب وہ مدد کہاں ہے جو تو گمان کرتا تھا'' حیی نے کہا'' جو بربادی ہماری تقدیر میں لکھی ہے اس سے راہ فرار نہیں''۔

حضور ﷺ کے لیے ایک قُبہ نما خیمہ بھیجا گیا۔ اس پر بالوں سے بنی ہوئیں چادریں ڈال دی گئیں تھیں۔ یہ قبہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا۔ صحابہ کرام نے یہ قبہ بنو خطمہ کی مسجد کے پاس رکھ دیا۔ آپ ﷺ اس میں تشریف فرما ہو گئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شجاعت

عزوک یہودی ایک ماہر تیر انداز تھا۔ اس نے تیر پھینکا جو اس قبہ کے قریب جا کر گرا۔ اس قبہ کو مسجد الفتح کی طرف منتقل کر دیا گیا۔ اب وہ تیر کی پہنچ سے دور ہو گیا۔ عشاء کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے۔ صحابہ کرام عرض گزار ہوئے'' یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہمیں نظر نہیں آ رہے'' آپ نے فرمایا'' انہیں چھوڑ دو وہ تمہارے ہی

کسی کام گئے ہیں'' تھوڑی دیر کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عزوک یہودی کا سر لے کر حاضر خدمت ہو گئے۔ عزوک اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کمین گاہ میں چھپا بیٹھا تھا تا کہ مسلمانوں کو نقصان دے۔ عزوک ایک جری اور ماہر تیر انداز تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے ساتھی بھاگ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے حضرت ابو دجانہ اور حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما جیسے بہادر اور شجاع دس مجاہدین کو ان کے تعاقب میں بھیجا۔ انہوں نے ان یہودیوں کو جا لیا۔ ان کے سر جدا کر کے کنویں میں پھینک دیے۔

جلاوطنی

یہودی ہر طرف سے مدد سے مایوس ہو گئے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام بھیجا ''ہم آپ کے شہروں سے نکل جاتے ہیں'' آپ نے فرمایا ''اب تمہاری یہ بات قبول نہیں'' پھر آپ نے انہیں فرمایا ''ان شہروں سے نکل جاؤ، تمہارے خون محفوظ ہیں، تم اتنا سامان اٹھا کر جا سکتے ہو جو ایک اونٹ اٹھا سکتا ہے۔ مگر تم اسلحہ اور زرہ وغیرہ نہیں لے جا سکتے'' یہودیوں نے آپ کے اس فیصلہ پر اتفاق کر لیا۔ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر برباد کر رہے تھے۔ تا کہ کارآمد اشیاء اپنے ساتھ لے جا سکیں۔ باقی گھروں کو مسلمان برباد کر رہے تھے۔ بنو نضیر اپنے گھروں کو اندر سے جبکہ مسلمان انہیں باہر سے ویران کر رہے تھے تا کہ یہ یہودیوں کے لیے عذاب اور رسوائی بن جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہودی اپنے گھروں کو اس لیے برباد کر رہے تھے تا کہ ان کے بعد مسلمان ان میں سکونت اختیار نہ کر سکیں۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝

''اور اگر نہ لکھ دی ہوتی اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں جلاوطنی تو انہیں عذاب دے دیتا اس دنیا میں اور ان کے لیے آخرت میں تو آگ کا عذاب ہے ہی''۔ (الحشر)

یعنی مصلحت ان کی جلاوطنی میں ہی تھی۔ ورنہ مسلمانوں کو ان کا خون بہانے کی اجازت مل جاتی، ان یہودیوں کے حلیف لوٹ آتے اور ان کی مدد کرتے۔ یہودیوں کی جلاوطنی کے امور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سپرد ہوئے۔ یہودیوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو اونٹوں پر سوار کر لیا۔ انہوں نے زربفت دیباج اور ریشم کے قیمتی ملبوسات زیب تن کر رکھے تھے۔ سرخ اور سبز ریشمی چادریں اوڑھی ہوئیں تھیں۔ وہ لوگوں کے سامنے اپنی دولت وثروت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے ''وہ یہودی اپنی خواتین، بچوں اور اموال کے ساتھ جلاوطن ہو گئے۔ دف اور مزامیر ان کے ساتھ تھے، گانے گانے والیاں ان کے پیچھے تھیں۔ ان میں سے صرف یامین بن عمیر اور ابو سعد بن وہب رضی اللہ عنہما کو اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ انہوں نے اپنے اموال محفوظ کر لیے۔ آل یامین کے ایک شخص نے مجھے بتایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یامین رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''کیا تمہیں علم نہیں کہ تمہارے چچا زاد سے مجھے کیسے سلوک کا سامنا کرنا پڑا۔ اور اس نے میرے متعلق کیا ارادہ کیا'' حضرت یامین رضی اللہ عنہ نے بنو قیس میں سے ایک شخص کو دس دینار اور پانچ وسق کھجوریں دیں تا کہ وہ عمرو بن حجاش کو قتل کر دے'' اس شخص نے اسے قتل کر دیا۔

یہودیوں نے اپنا سارا سامان سات اونٹوں پر لادھا، ان میں سے اکثریت خیبر چلی گئی، ان میں حیی بن اخطب، سلام بن ابی الحقیق اور کنانہ بن ربیع شامل تھے۔ یہ خیبر میں ہی ٹھہرے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں غزوۂ خیبر میں ہلاک کر دیا۔ بعض یہودی اذرعات اور ریحاء کی طرف چلے گئے۔

حضرت موسیٰ بن عقبہ نے روایت کیا ہے کہ یہودیوں نے کہا ''اے محمد عربی! (صلی اللہ علیک وسلم) ہم کہاں جائیں؟ آپ نے فرمایا ''حشر کی طرف'' یعنی سرزمین شام کی طرف۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حشر سے مراد جلاوطنی ہے۔ اول حشر جلاوطنی ہے۔ حشر ثانی اس آگ کا ظہور ہے جو قعر عدن سے نکلے گی۔ لوگ موقف میں جمع ہو جائیں گے، وہ آگ ان کے ساتھ رات بسر کرے گی۔ جہاں وہ رات بسر کریں گے، جہاں وہ قیلولہ کریں گے یہ بھی ان کے ساتھ اسی جگہ دوپہر گزارے گی۔ جو شخص پیچھے رہ جائے گا یہ اسے ہڑپ کر جائے گی۔

ان یہودیوں کی جلاوطنی پر منافقین بڑے غمزدہ ہوئے۔ کیونکہ یہودی ان کے بھائی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بقیہ اموال، زرہوں اور اسلحہ پر قبضہ کر لیا۔ آپ نے وہاں پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں پائیں۔ بنو نضیر کے اموال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی مختص تھے۔ کیونکہ صحابہ کرام نے ان یہودیوں پر نہ تو گھوڑوں سے نہ ہی پیادہ حملہ کیا تھا نہ ہی یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام امور ان اموال سے ہی پورے ہوتے تھے۔ ان میں سے آپ اپنے اہل خانہ کے لیے رکھتے۔ آپ اپنی ازواج مطہرات اور بنو عبد المطلب کے لیے جو اور کھجوروں وغیرہ سے ایک سال کی خوراک رکھ لیتے تھے۔ جو کچھ باقی بچتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے جہاد کی تیاری میں صرف فرما دیتے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مؤقف ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اموال سے خمس نکالا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی نقطۂ نظر ہے۔ آپ نے وہ اموال مہاجرین میں تقسیم فرما دیے تا کہ انصار پر ان کا بوجھ کم ہو سکے۔ اگرچہ انصار مہاجرین کی خدمت اپنے لیے سعادت عظمیٰ سمجھتے تھے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر: 9) اور وہ ان کو ترجیح دیتے ہیں اپنے آپ پر اگرچہ ان کو اس چیز کی شدید حاجت ہو۔

انصار رضی اللہ عنہم نے مہاجرین کو اپنے اموال اور گھروں میں شامل کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مابین مؤاخات کا رشتہ قائم کر دیا۔ ہر مہاجر اپنے اس انصاری بھائی کے ساتھ اس کے گھر میں چلا گیا۔ انصاری صحابی نے مہاجر بھائی کی ذمہ داری اٹھا لی۔ پھر باہم مقابلہ ہونے لگا حتیٰ کہ نوبت قرعہ اندازی تک آگئی، جس انصاری صحابی کے نام قرعہ نکل آتا وہ اپنے مہاجر بھائی کو اپنے ساتھ لے جاتا۔ ان کی باہم ہمدردی اور مؤاخات انتہائی بلندی تک پہنچ گئی۔

صحیح بخاری میں ہے ''حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے اپنے مہاجر بھائی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا '' آئیں میں اپنا مال تم میں اور خود میں نصف نصف تقسیم کر لیتا ہوں۔ میری دو بیویاں ہیں۔ انہیں دیکھ لو۔ جو تمہیں پسند آئے میں اسے طلاق دے دیتا ہوں۔ جب اس کی عدت گزر جائے تو اس سے نکاح کر لینا''۔ حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا '' اللہ تعالیٰ

تمہارے لیے تمہارے اہل خانہ اور تمہارے اموال میں برکت ڈالے۔ انہوں نے فرمایا "صرف مجھے بازار کا راستہ دکھاؤ" وہ خرید و فروخت کرنے لگے حتیٰ کہ وہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ ثروت مند ہو گئے۔

حاکم نے حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ہمارے لیے قرعہ اندازی میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا نام نکلا۔ وہ تادم وصال میرے گھر میں ہی رہے" انہوں نے فرمایا "مہاجرین انصار کے گھروں اور اموال میں ہی رہے۔ جب بنو نضیر کا مال غنیمت ملا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا اور فرمایا "میرے لیے اپنی قوم کو جمع کرو" حضرت ثابت نے عرض کی: بنو خزرج کو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سارے انصار کو" انہوں نے سارے انصار کو بلایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر انصار کے ان احسانات کا تذکرہ فرمایا جو انہوں نے مہاجرین پر کیے تھے۔ انہوں نے انہیں اپنے ہاں ٹھہرایا تھا۔ ان پر اپنے اموال خرچ کیے تھے۔ اپنی ضروریات کے باوجود ان کی ذاتوں کو ترجیح دی تھی۔ ان تمام امور کا تذکرہ کیا۔ پھر فرمایا "اگر تم پسند کرو تو میں یہ مال غنیمت تم میں برابر برابر تقسیم کر دیتا ہوں۔ مہاجرین اسی طرح بدستور تمہارے گھروں اور اموال میں ٹھہرے رہیں گے۔ اگر تم پسند کرو تو میں یہ مال غنیمت انہیں عطا کر دیتا ہوں وہ تمہارے گھروں سے نکل جائیں گے" حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اموال مہاجرین میں تقسیم کر دیں وہ اسی طرح ہمارے گھروں میں تشریف فرما رہیں جس طرح کہ پہلے ہیں" سارے انصار نے بیک زبان عرض کی "یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہم راضی ہیں۔ آپ یہ اموال مہاجرین میں تقسیم کر دیں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی "پروردگار! انصار اور انصار کی اولاد پر رحم فرما"۔

دوسری روایت میں ہے "اور انصار کی اولاد کی اولاد پر رحم فرما" آپ نے یہ مال فئے مہاجرین میں تقسیم کر دیا۔ انصار کو اس میں سے کچھ بھی عطا نہ فرمایا۔ صرف حضرت ابو دجانہ اور حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہما کو ان کی ضرورت کے مطابق عطا فرمایا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ابن ابی حقیق کی تلوار عطا فرمائی۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا "تمہارے مہاجرین بھائیوں کے پاس مال و دولت نہیں ہے۔ اگر تم پسند کرو تو میں یہ اموال تمہارے مابین اور تمہارے مہاجر بھائیوں کے مابین تقسیم کر دیتا ہوں۔ اگر پسند کرو تو یہ اموال صرف مہاجرین بھائیوں میں تقسیم کر دیتا ہوں" انہوں نے عرض کی "یہ اموال مہاجرین میں ہی تقسیم فرما دیں ہمارے اموال بھی ان میں اپنی منشاء کے مطابق تقسیم کر دیں۔ اس وقت ہی آیت طیبہ نازل ہوئی:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:9)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اے گروہ انصار! اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ بخدا! ہماری مثال وہی ہے جسے غنوی نے یوں ذکر کیا ہے:

جزى الله عنا جعفرا حين ازلقت　بنا نعلنا فى الواطئين فزلت

ابوا ان يملونا ولو امّنا　تلاقت الذى يلقون منا لملت

ہماری طرف سے اللہ تعالیٰ جعفر کو جزا دے جب چلنے والوں میں ہمارا پاؤں پھسلا اور وہ پھسل گیا۔ انہوں نے انکار کر دیا کہ وہ ہم سے اکتا جائیں۔ اگر ہماری ماں بھی ہماری طرف سے ان مصائب کا سامنا کرتی جن کا سامنا انہوں نے کیا تو وہ بھی اکتا جاتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجوروں کے باغات کے نیچے زمینوں کو زیر کاشت لاتے تھے۔ اس سے اپنے اہل خانہ کے لیے اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے ایک سال کا غلہ جمع فرما لیتے تھے۔ جو باقی بچ جاتا اسے اسلحہ خریدنے میں استعمال فرما لیتے۔

ابن اسحاق نے فرمایا ''سورۂ حشر ساری کی ساری بنونضیر کے متعلق نازل ہوئی۔ بخاری شریف میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کی ''سورۂ حشر'' انہوں نے فرمایا ''اسے سورۃ النضیر کہو'' علامہ داؤدی نے لکھا ہے '' گویا کہ انہوں نے اس سورت کو اس نام سے یاد کرنا مکروہ سمجھا تا کہ اس سے روز حشر کا گمان نہ ہو یا اس کے اجمال کی وجہ سے اسے غیر معلوم کی طرف منسوب کرنا مکروہ سمجھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ''سورۃ الحشر بنونضیر کے متعلق نازل ہوئی۔ اس میں اس عذاب کا ذکر ہے جو یہودیوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا''۔

صاحب الہمزیہ نے اپنے بعض اشعار میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے:

خدعوا بالمنافقين وهل ينفق الا على السفية الشقاء
وفتهم وما انتهت عنه قوم فابيد الا مارالنهاء

منافقین نے بنونضیر کو دھوکہ دیا اور کہا بدبختی بے وقوف کے علاوہ کسی اور پر نہیں آتی ہے اس نے انہیں روکا مگر قوم نضیر اس سے نہ رکی۔ بہت زیادہ حکم دینے والے بہت زیادہ روکنے والے برباد ہو گئے۔

اسلموا هم لاول الحشر لا ميعادهم صادق ولا الايلاء
سكن الرعب والخراب قلوبا وبيوتا منهم نعاها الجلاء

اول حشر کے لیے منافقین کے بنونضیر کو سپرد کر دیا۔ منافقین کا نہ تو کوئی سچا وعدہ تھا نہ سچی قسم تھی۔ رعب اور بربادی نے دلوں میں سکونت حاصل کر لی اور گھروں میں جلاوطنی نے موت کا اعلان کر دیا۔

غزوۂ ذات الرقاع

وجہ تسمیہ

اس مبارک غزوہ کو غزوۂ محارب، غزوۂ بنی ثعلبہ، غزوۂ بنی انمار اور غزوۂ صلوٰۃ الخوف بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں عجیب وغریب امور رونما ہوئے تھے۔ یہ غزوہ کب رونما ہوا اور اسے ذات الرقاع کیوں کہا جاتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ ابن اسحاق کے قول کے مطابق یہ غزوہ، غزوہ بنی نضیر کے بعد ظہور پذیر ہوا تھا۔ ہجرت کا چوتھا سال تھا۔ اس میں ماہ ربیع الآخر اور جمادی الاولیٰ کے کچھ ایام بسر ہوئے تھے۔ بعض سیرت نگاروں کے قول کے مطابق یہ پانچ ہجری میں ہوا تھا۔ امام

بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف یہ ہے کہ یہ غزوۂ خیبر کے بعد ہوا تھا۔ جبکہ غزوۂ خیبر سات ہجری کو ہوا تھا۔ انہوں نے بطور دلیل لکھا ہے ''اس غزوہ میں حضرت ابو موسیٰ الاشعری نے شرکت کی اور وہ فتح خیبر کے بعد آئے تھے'' امام غزالی نے لکھا ہے ''یہ آخری غزوہ ہے'' مگر ابن صلاح کے مطابق ان کا یہ نقطہ نظر درست نہیں۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ آخری غزوہ ہے جس میں صلوٰۃ الخوف پڑھی گئی۔

اس غزوہ کو ذات الرقاع کیوں کہا گیا ہے اس کے مختلف اسباب لکھے گئے ہیں

❶ کیونکہ اس میں صحابہ کرام نے اپنے جھنڈوں کو پیوند لگائے تھے ❷ اس جگہ ایک درخت تھا جسے ذات الرقاع کہا جاتا تھا ❸ اس جگہ جہاں مجاہدین اسلام فروکش ہوئے تھے وہاں کی زمین کے بعض ٹکڑے کالے اور بعض سفید تھے۔ اس لیے اسے ذات الرقاع کہا گیا ❹ مجاہدین کے گھوڑوں میں سے بعض کالے اور بعض سفید تھے ❺ کیونکہ اس غزوہ میں صلوٰۃ الخوف پڑھی گئی کیونکہ یہ نماز بلند آواز سے پڑھی گئی تھی۔ بعض صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علیحدہ اور بعض نے آپ کے ہمراہ نماز پڑھی تھی اسے اس کپڑے سے تشبیہ دی گئی ہے جسے پیوند لگا کر رفو کر لیا گیا ہو۔ امام سہیلی رقمطراز ہیں:

''ان تمام سے صحیح ترین قول وہ ہے جسے امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عازم سفر ہوئے، ہم چھ اشعری افراد تھے۔ ہمارے پاس ایک اونٹ تھا۔ ہم اس پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ ہمارے پاؤں گھس گئے۔ میرے بھی پاؤں گھس گئے۔ اور ناخن گرنے لگے۔ ہم نے اپنے پاؤں پر کپڑے لپیٹ لیے تھے۔ اس لیے اس غزوہ کو ذات الرقاع کہا جاتا ہے''۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو محارب اور بنو ثعلبہ کا ارادہ فرمائے ہوئے مدینہ طیبہ سے عازم سفر ہوئے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے ایک جم غفیر جمع کر لیا ہے۔ آپ نے اپنے صحابہ کرام کو بتایا اور تیاری کا حکم دے دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چار سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر عازم سفر ہوئے۔ دوسری روایت کے مطابق صحابہ کرام کی تعداد سات سو یا آٹھ سو تھی۔ مدینہ طیبہ پر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ دوسری روایت کے مطابق نیابت کے فرائض حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ادا کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ عازم سفر ہوئے حتیٰ کہ آپ وادی الشقرہ نامی بستی میں پہنچ گئے۔ آپ نے دشمن کی جستجو کے لیے مختلف صحابہ کرام بھیجے۔ وہ رات کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی کہ انہوں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر آپ آگے روانہ ہو گئے، حتیٰ کہ آپ نے نخل کے مقام پر نزول اجلال فرمایا۔ بنو غطفان کی زمین اسی جگہ تھی۔ اس جگہ آپ نے خواتین کے علاوہ اور کچھ نہ پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں گرفتار کر لیا۔ یہ خبر دشمن قوم تک پہنچ گئی، وہ بہت خوفزدہ ہو گیا۔ وہ پہاڑوں کی چوٹیوں میں بکھر گئے پھر جمع ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آئے۔ لوگ ایک دوسرے کے قریب ہو گئے۔ یہ دو لشکر ایک دوسرے کے اتنے قریب ہوئے کہ لوگ ایک دوسرے سے ڈرنے لگے۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عصر صلوٰۃ الخوف ادا کی۔ مگر آپ کے اور آپ کے دشمنوں کے مابین جنگ کی نوبت نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ نے دشمن کے دلوں میں رعب ڈال

دیا۔ وہ آپ ﷺ سے خوفزدہ ہو کر منتشر ہو گئے۔

حضرت عباد بن بشیر اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی نگہبانی

ایک دن حضور ﷺ نے ایک گھاٹی میں نزول اجلال فرمایا۔ اس رات تیز آندھی تھی۔ فروکش ہونے کے بعد فرمایا ''آج ہماری نگہبانی کون کرے گا؟'' حضرت عباد بن بشیر اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما دونوں اٹھے اور عرض کی ''یارسول اللہ ﷺ! یہ فریضہ ہم سرانجام دیں گے'' وہ دونوں گھاٹی کے دہانے پر بیٹھ گئے۔ حضرت عباد بن بشیر نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے کہا ''میں رات کے پہلے حصہ میں نگہبانی کرتا ہوں آپ رات کے آخری حصہ میں نگرانی کرنا'' حضرت عمار بن یاسر سو گئے۔ جبکہ حضرت عباد رضی اللہ عنہ نگہبانی کرنے لگے۔ جن خواتین کو حضور ﷺ نے گرفتار کیا ان میں سے ایک کا خاوند غائب تھا۔ جب اسے یہ واقعہ معلوم ہوا اس نے لشکر کا تعاقب کیا اس نے قسم اٹھائی کہ وہ واپس نہیں آئے گا حتیٰ کہ یا تو وہ محمد عربی (ﷺ) کو شہید کر دے یا ان کے کسی صحابی کا خون بہا دے۔ جب وہ گھاٹی کے قریب آیا تو اس نے حضرت عباد رضی اللہ عنہ کا سایہ دیکھا، اس نے کہا ''یہ قوم کا نگران ہے''۔ اس نے تیر چڑھایا اور حضرت عباد رضی اللہ عنہ کو دے مارا۔ وہ تیر حضرت عباد رضی اللہ عنہ کو لگا، اس نے دوسرا تیر چڑھایا اور وہ بھی پھینک دیا، وہ بھی انہیں لگ گیا۔ اس شخص نے تیسرا تیر چڑھایا۔ اسے پھینک دیا وہ بھی حضرت عباد رضی اللہ عنہ کے جا لگا۔ جب ان پر خون کا غلبہ ہو گیا تو انہوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اٹھو!'' حضرت عمار رضی اللہ عنہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ جب مشرک نے عمار رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اٹھ کر بیٹھ گئے ہیں تو وہ بھاگ گیا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عباد رضی اللہ عنہ سے کہا ''بھائی! جب اس نے آپ کو پہلا تیر مارا تو آپ نے مجھے بیدار کیوں نہ کر دیا؟ انہوں نے کہا ''میں کلامِ مجید کی تلاوت کر رہا تھا میں نے اسے قطع کرنا مناسب نہ سمجھا''۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے دو کو نگرانی کے لیے مختص فرمایا۔ انصار میں سے حضرت عباد بن بشیر اور مہاجرین میں سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما تھے۔ دشمن نے ایک تیر مارا وہ حضرت عباد رضی اللہ عنہ کو جا لگا۔ جس سے ان کا خون بہنے لگا، وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے نماز کو منقطع نہ کیا۔ اس نے دوسرا تیر مارا وہ نماز میں مصروف رہے۔ اسے منقطع نہ کیا۔ انہوں نے اپنے ساتھی کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ انہوں نے معذرت کرتے ہوئے کہا ''اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ میں اس نگرانی کو ضائع کر رہا ہوں جس کا مجھے حضور ﷺ نے حکم دیا ہے تو میں نماز نہ چھوڑتا خواہ وہ دشمن میرا کام تمام کر دیتا''۔

اسی غزوہ میں اس شخص کا واقعہ بھی ظہور پذیر ہوا جس نے حضور ﷺ پر اپنی تلوار سونت لی تھی، جبکہ آپ ایک درخت کے نیچے آرام فرما تھے۔ یہ واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔ اس شخص کا نام غورث تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام دعثور تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دو مختلف افراد کے بارے دو مختلف واقعات ہیں جو دو مختلف غزوات میں رونما ہوئے تھے۔ یہ تذکرہ پہلے ہو چکا ہے کہ اس شخص نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کی قوم بھی اسلام لے آئی۔ پھر حضور ﷺ واپس تشریف لے آئے۔ اس مہم میں آپ کے پندرہ روز صرف ہوئے۔ آپ ﷺ نے حضرت جعال بن سراقہ رضی اللہ عنہ کو اپنی اور مسلمانوں کی سلامتی کا جانفزا مژدہ

سنانے کے لیے پہلے مدینہ طیبہ بھیج دیا"۔

غزوہ بدر الآخیرہ

اس غزوہ کو غزوہ بدر الصغریٰ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں قتال کی نوبت نہیں آئی تھی۔ یہ اس غزوہ بدر کے مقابلہ میں چھوٹا ہے جس میں قتال ہوا تھا۔ اسے بدر الموعد بھی کہا جاتا ہے۔ ابوسفیان نے غزوہ احد میں اس کا چیلنج دیا تھا۔ اسے بدر الثالثہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ غزوہ ماہ شعبان 4 ہجری غزوہ ذات الرقاع کے بعد رونما ہوا تھا۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ ذات الرقاع کے بعد مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے تو جمادی الاولیٰ، جمادی الثانی اور رجب مدینہ طیبہ میں ہی گزارے۔ پھر شعبان میں ابوسفیان کے چیلنج کا جواب دینے کے لیے مقام بدر کی طرف تشریف لے گئے۔ ایک اور روایت کے مطابق یہ غزوہ ذوالقعدہ میں رونما ہوا تھا۔ یہ پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ ابوسفیان نے غزوہ احد کے دن کہا تھا "آئندہ سال بدر میں ہمارا اور تمہارا مقابلہ ہوگا" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اسے کہو ٹھیک ہے۔ یہ ہمارے اور تمہارے مابین وعدہ ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے لیے عازم سفر ہوئے۔ آپ کے ہمراہ پندرہ سو صحابہ کرام اور دس گھوڑے تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ اس غزوہ کے علمبردار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ ابوسفیان بھی قریش کے ہمراہ نکلا۔ مشرکین کی تعداد دو ہزار تھی۔ ان کے ہمراہ پچاس گھوڑے تھے۔ وہ مر الظہران کے قریب خیمہ زن ہوئے۔ دوسری روایت کے مطابق عسفان اترے۔ پھر واپس لوٹنے میں ہی عافیت سمجھی۔ ابوسفیان مکہ مکرمہ میں ہی خوفزدہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں رعب ڈال دیا تھا۔

روایت ہے کہ نعیم بن مسعود اشجعی مکہ مکرمہ میں آیا۔ اس نے قریش مکہ کو مسلمانوں کی تیاری کے بارے بتایا۔ ابوسفیان نے نعیم کو مدینہ طیبہ جانے کے لیے کہا۔ اس کے لیے بیس اونٹ مقرر کیے تاکہ وہ وہاں جا کر مسلمانوں کو پست ہمت کر دے۔ سہیل بن عمرو ان اونٹوں کا ضامن بنا۔ ابوسفیان نے نعیم کو تیز رفتار اونٹ پر سوار کیا۔ نعیم مدینہ طیبہ پہنچا اور مسلمانوں کو دشمن کی کثیر تعداد سے ڈرانے لگا۔ حتیٰ کہ ان کے دلوں کو رعب نے آلیا اور انہوں نے خروج کا ارادہ ترک کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ لاحق ہوا کہ شاید آپ کے ہمراہ کوئی نہ نکلے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، انہوں نے عرض کی "رب تعالیٰ اپنے دین کو غالب کرے گا۔ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غلبہ عطا فرمائے گا۔ دشمن قوم نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا ہے ہم پسند نہیں کرتے کہ ہم وعدہ خلافی کریں اور وہ اسے بزدلی شمار کریں" یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرت و شادمانی کی حد نہ رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے اس ذات کریمانہ کی قسم! جس کے دست تصرف میں میری جان ہے میں ضرور نکلوں گا اگرچہ میرے ساتھ ایک شخص بھی نہ نکلے" اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے شیطان کے وسوسہ کو دور کر دیا۔ ابوسفیان نے قریش مکہ کو کہا "ہم نے نعیم کو بھیج دیا ہے وہ مسلمانوں کو پست ہمت کرنے میں بھرپور سعی کر رہا ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو نکلنے سے روک دے گا۔ لیکن ہم نکلیں گے، ایک یا دو راتیں چلیں گے، پھر ہم واپس لوٹ آئیں گے، اگر محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ نکلے انہیں یہ خبر مل گئی کہ ہم نکلے ہیں تو یہ ہماری ان پر فتح ہوگی۔ اگر وہ نکل آئے تو ہم ظاہر کریں

گے کہ یہ سال خشک سالی کا ہے۔ ہم کسی ہریالی کے سال نکلیں گے" قریش مکہ نے کہا "تمہاری رائے بہت عمدہ ہے" ابوسفیان نے واپس ہونے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا "گروہ قریش! تمہارے لیے شادابی کا سال ہی بہتر رہ سکتا ہے۔ جس میں تم اپنے اونٹوں کو درختوں کے پتے کھلا سکو گے اور اپنے مویشیوں کا دودھ پی سکو گے۔ یہ سال تو قحط کا سال ہے۔ میں واپس جا رہا ہوں تم بھی واپس چلو" مشرکین مکہ واپس آ گئے۔ اہل مکہ نے اس لشکر کو جیش السویق کہا۔ انہوں نے کہا "یہ لوگ تو ستو پینے گئے تھے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اپنے وعدہ کے مطابق مقام بدر میں تشریف لائے۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے متعلق سن لیا آپ کی شہرت ہر طرف پھیل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے دشمن کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ صفوان بن امیہ نے ابوسفیان سے کہا "اللہ کی قسم! اس روز میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ اس قوم کو چیلنج نہ کرو۔ وہ جرأت کر کے آ گئے ہیں ہم ان سے پیچھے رہ گئے ہیں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ روز تک مقام بدر میں قیام فرما رہے۔ آپ ابوسفیان کا انتظار کرتے رہے۔ مسلمانوں نے اس جگہ خوب تجارت کی، انہوں نے ایک درہم کے عوض ایک درہم نفع کمایا۔ اللہ رب العزت نے یہ آیات طیبات اسی موقع پر نازل کیں:

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۚ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖۗ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷۵﴾ (آل عمران)

"وہ لوگ جنہوں نے لبیک کہا اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر بعد اس کے کہ لگ چکا تھا انہیں گہرا زخم۔ ان کے لیے جنہوں نے نیکی کی ان میں سے اور تقویٰ اختیار کیا اجر عظیم ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو جب کہا لوگوں نے کہ بلاشبہ کافروں نے جمع کر رکھا ہے تمہارے لیے (بڑا سامان اور لشکر) سو ڈرو ان سے تو (اس دھمکی نے) بڑھا دیا ان کے جوش ایمان کو اور انہوں نے کہا کہ کافی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اور وہ بہتر کارساز ہے (ان کے عزم و توکل کا نتیجہ یہ نکلا کہ) واپس آئے یہ لوگ اللہ کے فضل اور انعام کے ساتھ۔ نہ چھوا کسی برائی نے اور پیروی کرتے رہے اللہ کی رضا کی اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔ یہ شیطان ہے جو ڈراتا ہے (تمہیں) اپنے دوستوں سے، پس نہ ڈرو ان سے بلکہ مجھ سے ہی ڈرا کرو اگر تم مومن ہو"۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا سے اَجْرٌ عَظِیْمٌ تک غزوہ حمراء الاسد کے بارے نازل ہوئی جبکہ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ... الخ غزوہ بدر الصغریٰ کے بارے نازل ہوئی۔ یہ مانع نہیں کہ آیت کا ابتدائی حصہ دونوں امور کی طرف اشارہ کر رہا ہو"۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

غزوہ دومۃ الجندل

دومۃ الجندل اور دمشق کے مابین پانچ روز کی مسافت ہے۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ تک کا سفر پندرہ روز کا ہے۔ یہ غزوہ

ربیع الاول 5ھ کو ہوا تھا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حضور ﷺ کو اطلاع ملی کہ وہاں ایک کثیر انبوہ جمع ہے جو وہاں سے گزرنے والے پر ظلم کرتے ہیں۔ وہ مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ ایک ہزار صحابہ کرام کو لے کر عازم سفر ہوئے۔ مدینہ طیبہ میں حضرت سباع بن عرفطہ الغفاری رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ آپ دن کے وقت آرام فرماتے اور رات کے وقت سفر کرتے تھے۔ جب آپ ان کے قریب ہوئے تو راستہ بتانے والے العذری نے کہا "آپ یہیں قیام فرمائیں حتیٰ کہ میں اس قوم کے مویشیوں کو دیکھ لوں وہ یہاں ہی چرتے ہیں" العذری باہر نکلا۔ اس نے جانوروں اور مویشیوں کے نشانات دیکھے۔ حضور ﷺ نے ان کے مویشیوں اور چرواہوں پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے جو گرفتار ہو گئے وہ ہو گئے۔ جو بچ نکلے وہ بچ نکلے۔ یہ خبر اہل دومۃ تک بھی پہنچ گئی۔ انہیں رعب نے آلیا۔ رعب کی وجہ سے وہ منتشر ہو گئے۔ آپ ان کے قریب گئے، مگر کسی کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ نے وہاں کئی روز قیام کیا۔ متفرق صحابہ کرام کو تلاش میں بھیجا۔ وہ سب صحیح وسالم آ گئے۔ انہوں نے اس قوم کا ایک شخص گرفتار کر لیا۔ اسے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کر دیا۔ حضور ﷺ نے اس قوم کے متعلق پوچھا۔ اس نے عرض کی "جب انہیں یہ علم ہوا کہ آپ نے ان کے جانور پکڑ لیے ہیں تو وہ سب بھاگ نکلے" آپ نے اس پر اسلام پیش کیا تو اس نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور ﷺ واپس تشریف لے آئے۔ اس وقت ربیع الآخر کے بیس روز گزر چکے تھے۔

غزوۃ المریسیع

سبب

مریسیع بنوخزاعہ کے چشمہ کا نام ہے۔ اس کے اور الفرع کے مابین ایک دن کی مسافت ہے۔ اس غزوہ کو غزوہ بنی مصطلق بھی کہا جاتا ہے۔ یہ خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ یہ غزوہ 5ھ ماہ شعبان میں رونما ہوا۔ اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ تک یہ خبر پہنچی کہ بنو مصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار اپنی قوم اور اہل عرب کے پاس گیا ہے اور انہیں حضور ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کی دعوت دی ہے۔ انہوں نے اس کی اس دعوت پر لبیک کہا ہے اور اس کے ہمراہ چلنے کے لیے تیاری شروع کر دی ہے۔ وہ الفرع کی ایک طرف خیمہ زن تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو ان کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے حضور ﷺ سے اذن طلب کیا کہ وہ بنو مصطلق کو کچھ کہہ سکیں جس کی آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے، انہوں نے حارث بن ابی ضرار سے ملاقات کی۔ اس سے گفتگو کی۔ انہوں نے دیکھا کہ اس نے لشکر جرار جمع کر رکھا ہے۔ انہوں نے ان سے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا "میرا تعلق بھی تمہارے ساتھ ہی ہے۔ جب مجھے تمہارے اس جم غفیر کی خبر ملی ہے تو میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ میں اپنی قوم کے پاس واپس جاتا ہوں۔ اپنی قوم اور اطاعت گزاروں کو بلا کر لاتا ہوں۔ ہم اکٹھے ہو کر حضور ﷺ پر حملہ آور ہو جائیں گے اور انہیں جڑ سے اکھیڑ پھینکیں

گے" حارث نے کہا "جلدی سے ہمارے پاس آجاؤ" حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا "میں ابھی سوار ہو کر جاتا ہوں اور اپنی قوم کا جم غفیر لے کر تمہارے پاس آجاتا ہوں" یہ سن کر وہ خوش ہو گئے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ گئے اور سارے حالات گوش گزار کیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روانگی اور فتح یابی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو تیاری کا حکم فرمایا۔ جلد ہی آپ بہت سے صحابہ کرام کو لے کر عازم سفر ہو گئے۔ اس غزوہ میں بہت سے منافق بھی نکلے، اس سے پہلے وہ کسی اور غزوہ میں اس طرح نہیں نکلے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ بیس گھوڑے تھے۔ دس مہاجرین کے اور دس انصار کے۔ آپ نے حضرت زید بن حارثہ یا حضرت ابوذر غفاری یا حضرت غنیلہ ابن عبداللہ اللیثی رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ اس سفر میں حضرت ام المومنین عائشہ اور حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہما کو رفاقت کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راستہ میں مشرکین کا جاسوس ملا۔ آپ نے اس سے مشرکین کے متعلق پوچھا تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اسے اسلام پیش کیا تو اس نے انکار کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اس کی گردن اڑا دی۔ حارث اور اس کے ساتھیوں تک آپ کی روانگی کی خبر پہنچ گئی۔ انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جاسوس کو قتل کر دیا ہے۔ یہ جان کر انہیں بہت دکھ ہوا۔ حارث کے بہت سے ساتھی اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریسیع جلوہ افروز ہو گئے۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خیمہ لگایا گیا۔ صحابہ کرام نے جہاد کی تیاری کر لی۔ انہوں نے صف بندی کر لی۔ آپ نے مہاجرین کا جھنڈا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ دوسری روایت کے مطابق یہ سعادت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی۔ انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ انہوں نے لوگوں میں بآواز بلند پکارا "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لو اور اپنی جانیں اور اپنے اموال محفوظ کر لو" مگر مشرکین نے یہ کلمہ حق کہنے سے انکار کر دیا۔ کچھ دیر تیر اندازی ہوتی رہی پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو اکٹھا حملہ کرنے کا حکم دیا۔ تھوڑی سی دیر میں دشمن کے دس افراد مارے گئے۔ باقی کو قیدی بنا لیا گیا۔ ان کی تعداد سات سو سے زائد تھی۔ صحابہ کرام نے مردوں، عورتوں اور ان کی اولاد کو قیدی بنا لیا۔ وہ جانور اور مویشی ہانک کر لے آئے۔ مسلمانوں کو دو ہزار اونٹ، سات ہزار بکریاں بطور مال غنیمت ملیں۔ صحابہ کرام میں سے صرف ایک صحابی حضرت ہشام بن صبابہ شہید ہوئے۔ حضرت عبادہ بن صامت کے قبیلہ کے ایک شخص نے غلطی سے انہیں شہید کر دیا"۔

حضرت ام المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

ان قیدیوں میں حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے لیے مختص فرما لیا۔ انہیں آزاد کر کے ان کے ساتھ عقد نکاح فرما لیا۔ صحابہ کرام میں یہ خبر پھیل گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو کاشانہ نبوی میں داخل فرما لیا ہے۔ انہوں نے کہا "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سسرال" انہوں نے سارے قیدی چھوڑ دیے۔ حضرت ام المومنین عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں کسی ایسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کے لیے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر بابرکت ہو'' ایک روایت یہ بھی ہے کہ شب زفاف کو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی قوم مانگ لی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ان کی قوم بخش دی تھی۔ یہ روایت اس امر کے منافی نہیں کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے عقد نکاح کر لیا ہے تو انہوں نے سارے قیدیوں کو چھوڑ دیا پھر رب تعالیٰ نے ان قیدیوں میں سے اکثریت کو اسلام کی طرف ہدایت دی۔

حضرت ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے تین روز قبل میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ ماہتاب مغرب سے آیا ہے حتیٰ کہ وہ میری آغوش میں گر پڑا ہے۔ میں نے یہ خواب لوگوں کو بتانا پسند نہ کیا حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لے آئے۔ جب آپ نے ہمیں گرفتار کر لیا تو مجھے اس خواب کے پورا ہونے کی امید تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے آزاد فرمایا اور مجھے شرف زوجیت بخشا تو مجھے ایک چچازاد لڑکی نے قیدیوں کی آزادی کے بارے بتایا تو میں نے رب تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ بعض قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد کیا گیا۔ شاید یہ فدیہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح فرمالینے سے قبل لیا ہو۔ حضرت ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے ہم مریسیع کے مقام پر فروکش تھے۔ میں نے اپنے باپ کو کہتے ہوئے سنا ''ہمارے پاس ایسا لشکر جرار آرہا ہے جس کا مقابلہ کرنے کی ہم میں سکت نہیں'' میں نے لوگوں، گھوڑوں اور اسلحہ کا اتنا جم غفیر دیکھا کہ جس کی کثرت میں بیان نہیں کر سکتی۔ جب میں نے اسلام قبول کر لیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے شرف زوجیت بخشا ہم واپس آئے۔ اب میں نے مسلمانوں کو دیکھا، اب وہ اس طرح نہ تھے جس طرح میں نے انہیں پہلے دیکھا۔ میں نے جان لیا کہ یہ وہ رعب تھا جو رب تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں میں ڈال دیا تھا''۔

ان کے والد حارث مدینہ طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ اپنی نور نظر کا فدیہ دینے اور انہیں آزاد کرانے آئے تھے۔ جب وہ مقام عقیق پر تھے تو انہوں نے اپنے ان اونٹوں کو دیکھا جنہیں وہ اپنی لخت جگر کے لیے بطور فدیہ دینا چاہتے تھے۔ انہیں ان اونٹوں میں سے دو اونٹ بہت پسند آئے۔ انہوں نے انہیں عقیق کی وادیوں میں سے ایک وادی میں چھپا دیا۔ پھر وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی ''محمد عربی! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے ہاں میری نور نظر گرفتار ہے۔ یہ اس کا فدیہ ہے'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا ''وہ دو اونٹ کہاں ہیں جنہیں تم نے فلاں فلاں گھاٹی میں چھپایا ہے'' حارث نے کہا ''اشھد ان لا الہ الا اللہ وانك رسول اللہ'' بخدا! ان اونٹوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت حارث نے اس سے قبل ہی اسلام قبول کر لیا تھا، یہ ان کے اسلام کا اظہار تھا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اپنی نور نظر کو اپنے اسلام کے بارے بتاؤ'' حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''آپ نے بہت عمدہ اور اچھا کیا ہے'' ان کے والد گرامی نے کہا ''نور نظر! اس غلامی کی وجہ سے اپنی قوم کو شرمندہ نہ کرو'' انہوں نے فرمایا ''میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کر لیا ہے'' ان کے والد گرامی ان کی اس بات پر راضی ہو گئے۔

آیت تیمم کا نزول

اسی غزوہ میں تیمم کی آیت نازل ہوئی۔ صحیحین میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا "ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں روانہ ہوئے" ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ یہ سفر غزوہ بنی مصطلق کا ہی تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "جب ہم "البیداء" یا "ذات الجیش" کے مقام پر پہنچے تو میرا ہار گم ہو گیا۔ اس کی تلاش میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رک گئے۔ لوگ بھی رک گئے۔ وہ نہ تو کسی چشمہ پر فروکش ہوئے تھے نہ ہی ان کے پاس پانی تھا۔ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا: کیا آپ کو علم نہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ایسے مقام پر ٹھہرایا ہے جہاں نہ تو پانی ہے اور نہ ہی لوگوں کے پاس پانی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ران پر سر اقدس رکھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استراحت فرما تھے۔ حضرت ابوبکر نے مجھے فرمایا "تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لوگوں کو روک لیا ہے۔ نہ ہی وہ چشمہ پر فروکش ہوئے ہیں نہ ہی ان کے پاس پانی ہے" انہوں نے مجھے جھڑکا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا انہوں نے مجھے کہا۔ وہ اپنے ہاتھ میرے پہلو میں مارنے لگے۔ میں نے حرکت تک نہ کی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ران پر تشریف فرما تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح بیدار ہوئے پانی کسی کے پاس نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل کی۔ لوگوں نے تیمم کیا۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "آل ابی بکر! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت تو نہیں" ہم نے اونٹ اٹھایا تو اس کے نیچے سے ہمیں ہار مل گیا۔ حضرت اسید نے ام المومنین سے عرض کی "اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے جب بھی آپ کو کسی ناپسندیدہ امر کا سامنا کرنا پڑا اللہ تعالیٰ نے وہاں سے آپ کے نکلنے کا راستہ بنا دیا۔ اور اس میں مسلمانوں کے لیے خیر و بھلائی ہوئی" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تمہارے ہار کی برکت کتنی عظیم ہے" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میری نور چشم! جیسا کہ آپ جانتی ہیں کہ آپ کتنی بابرکت ہیں"۔

قصۂ افک

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار دوبار گم ہوا تھا۔ آئمہ کرام کا اس میں اختلاف ہے "کیا یہ ہار دوبار ایک ہی غزوہ میں گم ہوا تھا یا دو مختلف غزوات میں" ایک قول یہ ہے کہ یہ ایک ہی غزوہ میں دوبار گم ہوا تھا۔ وہ غزوہ بنی مصطلق تھا۔ اس مؤقف کے حامل حضرات میں اختلاف ہے کہ کیا آیت تیمم کا واقعہ پہلا رونما ہوا تھا یا قصۂ افک۔ بعض سیرت نگاروں نے قصۂ افک کو مقدم خیال کیا ہے کیونکہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا "آل ابی بکر! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں" یعنی اس کے علاوہ پہلے بھی برکات حاصل ہوئیں تھیں۔ اس سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قصۂ افک سے پہلے رونما ہوا تھا۔ جبکہ بعض سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ واقعہ افک بعد میں پیش آیا تھا۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ہار دو مختلف غزوات میں گم ہوا تھا۔ ایک دفعہ غزوہ ذات الرقاع میں، دوسری بار غزوہ بنی مصطلق میں۔ ہر دو جانب سے دلائل کے انبار ہیں۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ واقعہ افک غزوہ بنی مصطلق میں رونما ہوا تھا۔ اختلاف اس میں ہے کہ واقعہ تیمم اس غزوہ میں رونما ہوا تھا۔ ابن عبدالبر اور ایک جماعت کا مؤقف

یہی ہے۔ یا یہ واقعہ غزوہ ذات الرقاع یا کسی اور غزوہ میں رونما ہوا تھا۔ دیگر سیرت نگاروں کا یہی نقطۂ نظر ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "پردے کے احکام نازل ہونے کے بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں عازم سفر ہوئی۔ مجھے اپنے ہودج میں ہی اٹھایا اور رکھا جاتا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس غزوہ سے فارغ ہوئے اور واپس تشریف لانے لگے۔ ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے۔ رات کے وقت کوچ کرنے کا حکم ملا۔ میں قضائے حاجت کے لیے گئی ہوئی تھی۔ قضائے حاجت کرنے کے بعد میں اپنے ہودج کی طرف آئی۔ میں نے اپنے سینہ کو ہاتھ لگا کر دیکھا۔ میرا ہار ٹوٹ کر گر چکا تھا۔ میں واپس آئی۔ میں ہار کی جستجو کرنے لگی۔ اس کی تلاش نے مجھے روک لیا۔ وہ لوگ آئے جو میرا ہودج اٹھایا کرتے تھے۔ انہوں نے وہ ہودج اسی اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوتی تھی۔ انہوں نے سمجھا تھا کہ میں ہودج کے اندر ہی ہوں۔ اس وقت عورتیں ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں۔ ان پر چربی نہیں آئی تھی۔ کیونکہ وہ مرغن غذائیں نہیں کھاتی تھیں۔ جب ان لوگوں نے ہودج اٹھایا تو انہیں ہودج کا خالی ہونا محسوس نہ ہوا۔ میں اس وقت ویسے بھی کم عمر تھی۔ انہوں نے اونٹ اٹھایا اور عازم سفر ہو گئے۔ لشکر کی روانگی کے بعد میں نے ہار تلاش کر لیا۔ میں ان کی خیمہ گاہوں میں آئی، نہ وہاں پکارنے والا اور نہ ہی کوئی جواب دینے والا تھا۔ میں نے اس خیمہ گاہ کا عزم کیا جہاں میرا قیام تھا۔ میں نے گمان کیا کہ عنقریب وہ لوگ مجھے مفقود پائیں گے اور میری جانب لوٹ آئیں گے" اسی اثناء میں کہ میں اسی جگہ بیٹھی ہوئی تھی مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور میں سو گئی۔ حضرت صفوان بن المعطل رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے رہتے تھے۔ وہ وقت صبح میری قیام گاہ کے پاس پہنچے تو کسی انسان کو سوئے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو پہچان لیا۔ حجاب کے احکام نازل ہونے سے قبل انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے پہچان کر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا، یہ سن کر میں بیدار ہو گئی۔ میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ بخدا! ہم نے ایک بات بھی نہ کی اور نہ ہی میں نے ان سے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کے علاوہ کچھ سنا حتیٰ کہ انہوں نے اپنی اونٹنی نیچے بٹھائی۔ اس پر ہاتھ پھیرا، میں اٹھ کر اس اونٹنی پر سوار ہو گئی، وہ اس اونٹنی کو ہانکنے لگے حتیٰ کہ دوپہر کے وقت ہم لشکر اسلامی میں پہنچ گئے۔ وہ ایک جگہ فروکش تھے۔ پھر ہلاک ہوا جو ہلاک ہوا۔ اس بہتان کا جس نے سب سے زیادہ شور مچایا وہ عبداللہ بن ابی تھا۔ سب سے پہلے اس نے ہی یہ بات پھیلائی کیونکہ وہ اپنے منافق ساتھیوں سمیت صحابہ کرام سے کچھ دور خیمہ زن تھا۔ ہم اس کے پاس سے گزرے اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ اسے بتایا گیا کہ حضرت عائشہ اور حضرت صفوان ہیں۔ پھر اس نے وہ داستان بنائی کہ الامان والحفیظ۔ نہ ہی میں بچ سکی اور نہ ہی حضرت صفوان بچ سکے۔ وہ تیرہ بخت کہنے لگا "۔۔۔۔" پھر اس نے یہ خبر مدینہ طیبہ میں خوب پھیلائی کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید عداوت رکھتا تھا۔۔۔۔" ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا "جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو میں بیمار ہو گئی حتیٰ کہ اس مرض میں پورا مہینہ گزر گیا۔ لوگوں میں اس بات کا خوب چرچا ہوتا رہا۔ مگر مجھے علم تک نہ تھا۔ ایک بات مجھے شک میں ڈال رہی تھی کہ اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے وہ لطف اور عنایت حاصل نہیں ہو رہی تھی جو مجھے پہلے اس وقت ملتی تھی جب میں بیمار ہوتی تھی۔ صرف یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لاتے۔ سلام فرماتے پھر پوچھتے "کیا حال ہے؟" پھر واپس تشریف لے

جاتے۔ یہ بات ضرور مجھے کھٹک رہی تھی مجھے اس شر کا کوئی علم نہ تھا۔ مجھے انتہائی نقاہت ہوگئی۔ میں ایک دن ام مسطح کے ساتھ قضائے حاجت کے لیے نکلی۔ ہم رات کے وقت ہی قضائے حاجت کے لیے نکلتی تھیں۔ اس وقت گھروں میں بیت الخلاء نہیں ہوتے تھے۔ ہم پہلے عربوں کے دستور کے مطابق قضائے حاجت کے لیے جنگل میں جایا کرتی تھیں۔ میں اور ام مسطح قضائے حاجت کے لیے گئیں۔ ام مسطح کا نام سلمی تھا۔ ان کی والدہ بنت صخر تھی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھی۔ ان کے بیٹے کا نام مسطح تھا۔ ہم قضائے حاجت سے فارغ ہو کر گھر کی طرف آرہی تھیں ام مسطح کا پاؤں چادر میں الجھا۔ انہوں نے کہا "مسطح ہلاک ہو" میں نے کہا "تم نے کتنی بری بات کہی ہے۔ تم نے اس شخص کو برا بھلا کہا ہے جس نے غزوۂ بدر میں شرکت کی ہے" ام مسطح نے کہا: آپ نے سنا نہیں کہ وہ کیا کہتا ہے" میں نے پوچھا: وہ کیا کہتا ہے؟ اس کے جواب میں ام مسطح نے بہتان لگانے والوں کی ساری داستان مجھے سنا دی، جسے سن کر میری مرض میں اور اضافہ ہوگیا جب میں کاشانۂ اقدس میں لوٹی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے پوچھا "کیا حال ہے؟" میں نے عرض کی "کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنے والدین کے پاس چلی جاؤں" میں اپنے والدین سے اس واقعہ کی تصدیق کرنا چاہتی تھی۔ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرما دی۔ میں اپنے والدین کریمین کے گھر آگئی۔ میں نے اپنی امی جان سے عرض کی "لوگ کیسی باتیں بنا رہے ہیں؟" انہوں نے فرمایا "لخت جگر! اتنا غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ نور نظر! کم ہی ایسا ہوا ہے کہ ایک عورت پاکیزہ صورت ہو۔ اس کا شوہر اس سے بے پناہ محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں اس پر ایسے الزامات نہ تراشے گئے ہوں"۔ میں نے کہا "سبحان اللہ! کیا لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں؟ میں نے وہ ساری رات روتے ہوئے گزار دی۔ نہ آنسو رکنے کا نام لیتے تھے نہ ہی نیند آتی تھی۔ میں تادم صبح روتی رہی"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا تاکہ آپ ان سے مشورہ کریں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ایسا مشورہ دیا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ کی برأت ہوتی تھی۔ انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم وہ آپ کے اہل خانہ ہیں۔ ہم ان میں صرف بھلائی ہی جانتے ہیں" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "اتنا غمزدہ نہ ہوں، کیا ان کے بغیر خواتین کی کمی ہے؟ اس لونڈی سے پوچھ لیں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی ہے۔ وہ آپ کو سچی بات بتا دے گی" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا "بریرہ! کیا تم نے عائشہ میں کسی ایسی چیز کا مشاہدہ کیا ہے جو تمہیں شک میں ڈال دے" انہوں نے عرض کی "مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں نے ان کا ایک بھی نازیبا امر نہیں دیکھا سوائے اس کے کہ وہ کم عمر ہیں۔ وہ آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں۔ بکری آکر وہ آٹا کھا لیتی ہے" اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور عبداللہ بن ابی کے بارے فرمایا "اے گروہ مسلمین! اس شخص کے متعلق مجھے کون معذور سمجھے گا جس کی اذیت میرے اہل خانہ تک پہنچ گئی ہے۔ بخدا! میں تو اپنے اہل خانہ کے بارے بھلائی کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا" یہ بہتان تراش جس شخص (صفوان بن معطل) کا ذکر کرتے ہیں میں اس کے بارے بھی صرف بھلائی ہی جانتا ہوں۔ وہ صرف میرے ساتھ ہی میرے اہل خانہ کے پاس جاتا ہے"

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اٹھے۔ انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ! ایسے سیاہ قسمت کے بارے میں آپ کو معذور سمجھتا ہوں اگر اس کا تعلق ہمارے قبیلہ اوس کے ساتھ ہے تو میں اس کی گردن اڑا دیتا ہوں اگر اس کا تعلق ہمارے بھائیوں خزرج کے ساتھ ہے پھر بھی آپ ہمیں حکم دیں ہم اس پر عمل پیرا ہوں گے" حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اٹھے وہ خزرج کے سردار تھے۔ انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ نے سچ نہیں کہا۔ آپ نہ تو اس شخص کو قتل کر سکیں گے نہ ہی اس کے قتل پر قادر ہو سکیں گے۔ اس کا تعلق آپ کے قبیلہ کے ساتھ ہوتا تو آپ اسے قتل کرنا پسند نہ کرتے" حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اٹھے۔ انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا "آپ نے سچ نہیں بولا، بخدا! اگر آپ نے ہمیں اس بدبخت کے قتل کا حکم دیا تو ہم اسے ضرور قتل کر دیں گے۔ اگرچہ اس کا تعلق خزرج سے ہی ہو" یہ تلخی اتنی بڑھی کہ قریب تھا دونوں قبائل میں لڑائی ہو جاتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے منبر پر ہی تشریف فرما تھے۔ آپ لوگوں کو پرسکون کرتے رہے حتیٰ کہ لوگ پرسکون ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خاموش ہو گئے"۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا "میں نے وہ سارا دن بھی گریہ وزاری میں گزرا۔ نہ آنسو رکتے تھے نہ ہی نیند آتی تھی۔ وقت صبح میرے والدین میرے پاس تھے۔ دو راتیں اور ایک دن روتے ہوئے گزرے تھے۔ مجھے گمان تھا کہ یہ رونا میرا جگر چیر دے گا۔ اسی اثناء میں کہ میرے والدین کریمین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں زار زار رو رہی تھی، انصار کی ایک خاتون نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے اسے اجازت دے دی۔ وہ بھی میرے ساتھ رونے لگی۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ آپ سلام کر کے بیٹھ گئے۔ اس شر انگیز طوفان سے لے کر آج تک آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ ایک ماہ ہونے کو تھا۔ آپ پر میرے بارے کچھ بھی نازل نہیں ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو آپ نے کلمۂ شہادت پڑھا پھر فرمایا "عائشہ! مجھے تمہاری طرف سے یہ یہ بات پہنچی ہے، اگر تم پاکدامن ہو تو عن قریب رب تعالیٰ تمہیں بری کر دے گا۔ اگر گناہ کا صدور ہو گیا ہے تو رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔ اس کی بارگاہ میں توبہ کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو رب تعالیٰ بھی اس پر نظر رحمت کر دیتا ہے" جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بات مکمل کر لی تو میرے آنسو رک گئے حتیٰ کہ اب ایک قطرہ بھی نہ گرا۔ میں نے اپنی امی جان سے کہا "میری طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دیں" انہوں نے کہا "بخدا! میں نہیں جانتی کہ میں آپ کو کیا جواب دوں" میں نے والد گرامی سے عرض کی "آپ میری طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دیں" انہوں نے فرمایا "بخدا! میں نہیں جانتا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جواب دوں" میں کم عمر تھی۔ قرآن مجید بھی زیادہ پڑھی ہوئی نہ تھی۔ میں نے کہا "اللہ کی قسم! تم نے ایک بات سنی حتیٰ کہ وہ تمہارے نفسوں میں جاگزیں ہو گئی، تم نے اسی کی تصدیق کر دی۔ اگر میں تمہیں کہوں کہ میں پاکدامن ہوں تم میری تصدیق نہیں کرو گے۔ اگر میں تمہارے لیے اعتراف کروں حالانکہ رب تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس بہتان سے بری ہوں۔ تو تم میری تصدیق کر دو گے۔ بخدا! میں اس کے علاوہ کچھ نہیں پاتی کہ میری اور تمہاری مثال حضرت یعقوب علیہ السلام کی سی ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا:

فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۗ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾ (یوسف)

''پس میں صبر جمیل کروں گا اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگوں گا اس پر جو تم بیان کرتے ہو''۔

پھر میں اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ بخدا! میں اس وقت جانتی تھی کہ میں اس تہمت سے بری ہوں۔ اللہ تعالیٰ ضرور میری برأت کا اعلان فرمائے گا لیکن یہ میرا گمان بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے ایسی وحی نازل فرمائے گا جس کی تلاوت کی جائے گی۔ میں خود کو اس سے کم تر سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے کسی امر کے متعلق کلام کرے۔ میرا گمان تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا خواب دیکھیں گے جس میں رب تعالیٰ میری برأت ثابت کردے گا۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں عرب کے کسی گھرانہ کو نہیں جانتا جسے ایسی اذیت ناک صورت حال کا سامنا کرنا پڑا ہو جیسی تکلیف دہ صورت حال سے ہم دوچار ہوئے ہیں۔ ایسا بہتان تو ہم پر زمانہ جاہلیت میں بھی نہیں لگایا گیا حالانکہ اس وقت رب تعالیٰ کی عبادت نہیں ہوتی تھی۔ جواب ہم پر لگایا گیا ہے''۔ انہوں نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف غصیلی نظروں سے دیکھا۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''بخدا! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی تک اپنی جگہ سے نہیں اٹھے تھے نہ ہی گھر سے کوئی فرد باہر نکلا تھا حتیٰ کہ آپ پر نزول وحی کے اثرات عیاں ہونے لگے۔ نزول وحی کے وقت سخت سردی کے موسم میں بھی آپ کی جبین اطہر سے پسینے کے قطرات موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے۔ نزول وحی کی یہ کیفیت ختم ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلا کلام یہ فرمایا ''عائشہ! جو آیات قرآنیہ اب نازل ہوئی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برأت کا اعلان فرمایا ہے'' امی جان نے مجھے فرمایا ''اٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جاؤ'' میں نے کہا ''نہیں بخدا! میں اٹھ کر آپ کی طرف نہیں جاؤں گی۔ میں صرف رب تعالیٰ کا شکریہ ادا کروں گی جس نے مجھے اس تہمت سے بری فرمایا ہے'' اللہ رب العزت نے سورۃ النور کی دس آیات حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی برأت کے بارے نازل فرمائیں۔ جن مومنین سے کچھ نازیبا گفتگو ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کردیا۔

امام سہیلی تحریر کرتے ہیں ''جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف بدکاری کی نسبت کی تو وہ کافر ہے۔ کیونکہ یہ قرآنی آیات کی تکذیب ہے۔ انہیں جھٹلانے والا کافر ہے'' خصائص الکبریٰ میں امام سیوطی لکھتے ہیں ''جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات پر بہتان باندھا تو اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے کہا ہے۔ ایسے بدبخت کو قتل کردیا جائے گا جس طرح کہ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ ایک روایت کے مطابق جس شخص نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا اسے قتل کردیا جائے گا''۔

حضرت حسن بن یزد الرفاعی کی محفل میں ایک شیعہ تھا۔ وہ اہل طبرستان کے عظماء میں سے تھا۔ اس شیعہ شخص نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا اور آپ کی طرف قبیح چیز منسوب کی۔ حضرت حسن نے اپنے غلام سے فرمایا ''اس کی گردن اڑادو'' ان کے پاس بعض علوی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے انہیں اس شخص کے قتل سے روکنا چاہا انہوں نے کہا ''یہ شخص ہمارے ساتھیوں میں سے ہے'' حضرت حسن نے فرمایا ''اللہ کی پناہ! یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ (النور۔26)

''ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک عورتیں کے لیے''۔

اگر ام المومنین رضی اللہ عنہا ناپاک تھیں تو پھر ان کے زوج محترم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھی یہی نسبت کرنا پڑے گی (نعوذ باللہ منہ) بلکہ آپ کی ذات والا تو طیب وطاہر ہے اور حضرت ام المومنین طاہرہ اور مبراۃ ہیں۔ غلام! اس شخص کی گردن اڑا دے''۔ غلام نے اس خبیث کا سرتن سے جدا کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسطح بن اثاثہ پر ان کی قرابت اور غربت کی وجہ سے خرچ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا ''بخدا! اب میں مسطح پر کچھ خرچ نہیں کروں گا کیونکہ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو کچھ کہا وہ کہا۔ اللہ رب العزت نے یہ آیت طیبہ نازل کی:

وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النور)

''اور نہ قسم اٹھائیں جو برگزیدہ ہیں تم میں سے اور خوش حال ہیں اس بات پر کہ وہ نہ دیں گے رشتہ داروں کو اور مسکینوں کو اور راہ خدا میں ہجرت کرنے والوں کو اور چاہیے کہ یہ لوگ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ بخش دے اللہ تعالیٰ تمہیں اور اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہاں! اللہ کی قسم! میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف کر دے'' انہوں نے مسطح پر خرچ کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے فرمایا ''اب میں یہ نفقہ کبھی بھی نہیں روکوں گا'' انہوں نے اپنی قسم کا کفارہ دے دیا۔ الطبرانی اور النسائی کی روایت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسطح کا خرچہ دوگنا کر دیا۔

ابن المقری کے بیٹے سے کوئی لغزش ہوگئی۔ انہوں نے اسے تادیب سکھانے کے لیے اس کا خرچہ بند کر دیا۔ بیٹے نے اپنے باپ کی طرف یہ اشعار لکھے:

لا تقطعن عادة برو لا　　تجعل عقاب المرء فی رزقه

نیکی کی عادت کو ختم نہ کرو اور آدمی کی سزا اسے اس کے رزق میں نہ دو۔

فان امرالافك من مسطح　　يحط امرالنجم من افقه

مسطح کی طرف سے افک کے معاملہ نے ستارے کو افق سے نیچے گرا دیا۔ اس کے منہ سے جو کچھ نکلا وہ نکلا۔

وقد جریٰ منه الذی قد جریٰ　　وعوتب الصديق فی حقه

مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اس کی وجہ سے عتاب کیا گیا۔

اس کے والدین نے اس کی طرف یہ اشعار لکھے

قد يمنع المضر من ميتة   اذا عصى بالسير فى طرقه

کبھی کبھی مجبور شخص کو مردار کھانے سے روک دیا جاتا ہے جب وہ راستوں میں چلتے ہوئے لغزش کھائے۔

لانه يقوى على توبة   تكون ايصالا الى رزقه

کیونکہ وہ ایسی توبہ پہ طاقت حاصل کرتا ہے جو اسے اس کے رزق تک پہنچا دیتی ہے۔

لولم يتب مسطح من ذنبه   ماعوتب الصديق فى حقه

اگر مسطح اپنے گناہ سے توبہ نہ کرتے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ان کے حق میں عتاب نہ کیا جاتا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے میرے معاملہ کے بارے پوچھا۔ آپ نے ان سے پوچھا ''تم ان کے متعلق کیا جانتی ہو یا تم نے کیا دیکھا ہے؟ انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی سماعت اور بصارت کی حفاظت کرتی ہوں۔ بخدا! میں تو ان کے متعلق صرف بھلائی ہی جانتی ہوں'' ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ایک یہ ہی تھیں جو اپنے حسن و جمال کی وجہ سے میرے ساتھ فخر کرتی تھیں۔ ان کے تقویٰ کی وجہ سے رب تعالیٰ نے انہیں بچالیا۔ مگر ان کی بہن حمنہ نے ان کے لیے یہ جنگ لڑی۔ جب حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا ''سبحان اللہ! مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں میری جان ہے میں نے کبھی کسی مؤنث کا پردہ نہیں اٹھایا'' روایت ہے کہ وہ عنین تھے۔ اس واقعہ کے بعد انہیں شہادت کی موت نصیب ہوئی۔ ان کے لیے شہادت کی نعمت عظمیٰ کافی ہوگئی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت کے لیے آیات قرآنیہ ہی کافی ہیں۔ ان آیات کے اختتام پر رب تعالیٰ نے فرمایا:

أُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۖ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ (النور)

''یہ مبرا ہیں ان (تہمتوں) سے جو وہ (ناپاک) لگاتے ہیں۔ اور ان کے لیے (اللہ تعالیٰ کی) بخشش اور عزت والی روزی ہے''۔

ابن ابی کا نفاق

اس غزوہ میں عبداللہ بن ابی نے کہا ''اگر ہم مدینہ طیبہ واپس گئے تو معزز ذلیل کو وہاں سے نکال دے گا'' اس کا سبب یہ ہے کہ مہاجرین میں سے ایک شخص جہجاہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجیر تھے۔ وہ ان کے گھوڑے کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے لیے پانی کا مشکیزہ لینے کے لیے گئے۔ چشمہ پر لوگوں کا اژدہام تھا۔ انہوں نے لوگوں کو رکنے کا حکم دیا تا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دو رفیقوں کے لیے مشکیزہ بھر لیں۔ انصار کے ایک شخص نے ان کے ساتھ جھگڑا کیا۔ وہ شخص عبداللہ بن ابی کا اجیر تھا۔ یہ باہم جھگڑنے لگے۔ مہاجر صحابی نے انصاری کو مارا۔ انصاری نے پکارا: اے انصار! مہاجر صحابی نے بھی پکارا: اے مہاجرین! سارے صحابہ کرام آ گئے۔ مہاجرین اور انصار نے تلواریں سونت لیں۔ قریب تھا کہ باہم جنگ ہونے لگتی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ شور و غل حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو سنا دیا۔ آپ نے فرمایا ''یہ کیسا شور ہے؟ لوگوں نے آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا ''اسے چھوڑ دو یہ جاہلیت کی پکار ہے'' عبداللہ بن ابی نے کہا ''بخدا! اگر ہم مدینہ طیبہ پہنچ گئے تو معزز ذلیل کو وہاں سے نکال دے گا'' اس نے اپنے منافق ساتھیوں سے کہا ''تم نے انہیں پناہ دی۔ ان میں اپنے اموال تقسیم کیے، وہ تمہارے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں''۔ دوسری روایت کے مطابق اس نے کہا ''اللہ کی قسم! میں نے آج کی طرح کی ذلت کبھی نہیں دیکھی۔ ان مہاجرین نے ہمارے شہر میں ہی ہم پر غلبہ کیا۔ ان کی کثرت ہوگئی تو انہوں نے ہماری ملت کا انکار کر دیا۔ معشر انصار! تمہاری مثال اس طرح ہے جس طرح کہ قدیم لوگ بیان کرتے تھے ''کتے کو خوب موٹا کرتا کہ وہ تجھے کھا جائے۔ کتے کو بھوکا رکھو وہ تیرے پیچھے پیچھے رہے گا'' بخدا! میں محسوس کرتا ہوں کہ میں عن قریب مر جاؤں گا۔ میں ہاتف کی آواز نہ سن سکوں گا جو یہ کہہ رہا ہوگا'' بخدا! اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو معزز ذلیل کو وہاں سے نکال دے گا'' اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا ''اگر تم ان لوگوں سے اپنے اموال روک دو یہ تمہیں چھوڑ کر کسی اور شہر میں چلے جائیں گے۔ تم نے صرف اسی پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ خود کو موت کا نشانہ بنایا۔ اپنی جانیں ان پر نثار کیں۔ اپنے بچوں کو یتیم کیا۔ تم قلیل ہو گئے۔ وہ کثیر ہو گئے۔ تم ان پر کچھ بھی خرچ نہ کرو حتیٰ کہ وہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اردگرد سے چلے جائیں'' اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا (المنافقون: 7)

''اور نہ خرچ کرو ان (درویشوں) پر جو اللہ کے رسول کے پاس ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ (بھوک سے تنگ آکر) تتر بتر ہو جائیں''۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے ابن ابی کی یہ بکواسات سن لیں۔ وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور ساری بات گوش گزار کی۔ ابن ابی کی یہ بات لوگوں میں پھیل گئی۔ بعض انصار نے ابن ابی سے کہا ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جاؤ۔ معذرت پیش کرو حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے مغفرت طلب کریں'' مگر اس نے انکار کر دیا۔ وہ برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ وہ راضی ہو گیا۔ ابن ابی انصار کے ہمراہ بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں گیا اور معذرت پیش کی۔ اس نے قسم اٹھائی کہ اس نے یہ بات نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیف قلبی کے لیے اس کا عذر قبول کر لیا۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے منافق ابن ابی کی تکذیب اور حضرت زید بن ارقم کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ (المنافقون: 1)

''اے نبی مکرم! (صلی اللہ علیہ وسلم) جب منافق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اے غور سے سننے والے! اللہ تعالیٰ نے تمہاری بات کو سچ کر دکھایا ہے'' پھر آپ نے ان آیات بینات کی تلاوت فرمائی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''مجھے اجازت دیں میں ابن ابی کی گردن اڑا دوں۔ وہ منافقین کا سردار ہے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''نہیں! لوگ باتیں کریں گے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے

ساتھیوں کو قتل کر رہے ہیں" اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تائید میں یہ آیات طیبات نازل کیں:

قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ (الجاثیہ)

"(اے محبوب) فرما دیجئے اہل ایمان کو کہ درگزر کرتے رہیں ان لوگوں سے جو امید نہیں رکھتے اللہ کے دنوں کی تاکہ اللہ تعالیٰ خود بدلہ دے ہر قوم کو جو وہ کیا کرتے تھے۔ جو نیک عمل کرتا ہے پس وہ اپنے بھلے کے لیے کرتا ہے اور جو برا کرتا ہے تو پس اس کا وبال اسی پر ہوگا پھر اپنے رب کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا"۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابن ابی سے یہ بکواسات سنی گئیں تو میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ ایک درخت کے سایہ کے نیچے تھے۔ ایک سیاہ فام غلام آپ کی کمر انور کو مل رہا تھا" میں نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی کمر انور میں درد ہے؟ آپ نے فرمایا "مجھے اونٹنی نے تکلیف دی ہے" میں نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجھے اجازت دیں میں ابن ابی کی گردن اڑا دوں" محمد بن مسلمہ یا عباد بن بشر کو حکم دیں تاکہ وہ اسے واصل جہنم کریں" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا "عمر! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ پھر لوگ باتیں کریں گے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں" دوسری روایت میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں یہ حکم نہیں دوں گا بلکہ تم کوچ کا اعلان کر دو" عموماً اس وقت شدت گرمی کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوچ کا اعلان نہیں فرماتے تھے۔ شاید آپ نے اس شر کی آگ کو بجھانے کی کوشش کی اور آپ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ یہ شر کی آگ مہاجرین اور انصار کے مابین پھیل نہ جائے۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اس طرح سلام عرض کیا "السلام علیک یا نبی اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! پھر عرض کناں ہوئے" اے اللہ تعالیٰ کے نبی مکرم! آپ نے اس وقت کوچ کا حکم فرمایا ہے جبکہ آپ عموماً اس وقت کوچ نہیں فرماتے" کیونکہ آپ ٹھنڈے وقت میں کوچ کا اعلان فرماتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تمہارے صاحب نے کیا کہا ہے کیا تمہیں خبر نہیں؟ اس نے کہا ہے "مدینہ طیبہ پہنچ کر معزز ذلیل کو نکال دے گا" حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخدا! اگر آپ چاہیں گے تو اسے نکال دیں گے۔ بخدا! وہ ذلیل ہے اور آپ معزز ہیں" پھر عرض کی "آپ اس کے ساتھ نرمی فرمائیں۔ آپ جب یہاں تشریف لائے تو قوم اس کے لیے تاج بنانے کے لیے موتی پرو رہی تھی۔ وہ سمجھتا ہے کہ آپ نے اس کی سلطنت چھین لی ہے" پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیزی سے عازم سفر ہو گئے۔ آپ اپنی سواری کے پیٹ کے نیچے مار رہے تھے۔ آپ وہ سارا دن اور ساری رات عازم سفر رہے۔ دوسرے روز بھی عازم سفر رہے حتیٰ کہ صحابہ کرام کو دھوپ اذیت دینے لگی۔ پھر آپ نے "ثامن" کے مقام پر نزول فرمایا۔

عبداللہ بن ابی کا ایک فرزند ارجمند تھا۔ وہ پکا سچا مومن تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس روز اس کا نام عبداللہ رکھا تھا جب اس کا والد ابن ابی مرا تھا۔ پہلے اسے حباب کہتے تھے۔ وہ بارگاہ نبوت میں آئے، انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بات پہنچ گئی۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے علم ہوا ہے کہ آپ عبداللہ بن ابی کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں، کیونکہ اس نے

یہ بکواسات کی ہیں۔ اگر آپ اسے تہ تیغ کرنا ہی چاہتے ہیں تو مجھے حکم دیں میں اس کا سر آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں۔ اللہ کی قسم! خزرج جانتے ہیں کہ بنو خزرج میں مجھ سے بڑھ کر کوئی بھی اپنے والدین سے حسن سلوک کرنے والا نہیں۔ مجھے خطرہ ہے کہ اگر آپ نے کسی اور کو اس کے قتل کا حکم دے دیا اور اس نے اسے قتل کر دیا تو میں کافر کے بدلے مومن کو قتل کر دوں گا اور آگ میں داخل ہو جاؤں گا'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' بلکہ ہم اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں گے جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے، ہم اس کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہیں گے'' دوسری روایت میں ہے'' آپ مجھے حکم فرمائیں بخدا! آپ کی یہ محفل ختم ہونے سے قبل میں اس کا سر آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں۔ مجھے خدشہ ہے کہ اگر آپ نے میرے علاوہ کسی اور کو ابن ابی کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس نے اسے قتل کر دیا تو میں اپنے باپ کے قاتل کو چلتا پھرتا نہیں دیکھ سکوں گا۔ میں اسے قتل کر دوں گا اور خود جہنم کا ایندھن بن جاؤں گا بلکہ آپ کا احسان افضل اور عفو ودرگزر اعظم ہے'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' میں ابن ابی کو قتل نہیں کرنا چاہتا۔ نہ ہی میں نے کسی کو یہ حکم دیا ہے۔ جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے ہم اس کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہیں گے''۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادیٔ عقیق میں پہنچے تو حضرت حباب رضی اللہ عنہ بن عبداللہ آگے بڑھے اور اپنے والد ابن ابی کی اونٹنی کو پکڑ لیا۔ انہوں نے کہا'' جب تک تجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذن نہ دیں تو مدینہ طیبہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ تو آج جان لے گا کہ معزز کون ہے اور ذلیل کون ہے؟ دوسری روایت ہے'' حتیٰ کہ تو کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معزز اور تو ذلیل ہے۔ ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا'' جب ابن ابی نے اپنے بیٹے کا یہ اصرار دیکھا تو اس نے کہا'' میں گواہی دیتا ہوں کہ عزت اللہ تعالیٰ کے لیے اس کے رسول مکرم اور اہل ایمان کے لیے ہے'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بیٹے سے فرمایا'' جزاك الله خيرًا''۔ اسی غزوہ میں آپ کے 28 روز صرف ہوئے۔ آپ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

غزوۂ خندق

قریش کو یہود کی انگیخت

اس غزوہ کو غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔ مشہور سیرت نگار موسیٰ بن عقبہ کے قول کے مطابق یہ 4ھ کو ہوا تھا۔ جبکہ امام ابن اسحاق کے مطابق یہ غزوہ شوال 5ھ کو رونما ہوا تھا۔ اکثر اہل مغازی کا قول یہی ہے۔ البتہ امام بخاری نے موسیٰ بن عقبہ کا قول اختیار کیا ہے۔

اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ جب بنو نضیر جلاوطن ہو گئے تو سلام بن مشکم، ابن ابی الحقیق اور حیی بن اخطب وغیرہم یہودیوں کا ایک گروہ خیبر سے نکل کر مکہ مکرمہ گیا۔ انہوں نے قریش سے کہا'' ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جڑ سے اکھیڑ پھینکتے ہیں'' امام ابن اسحاق کے قول کے مطابق قریش نے انہیں کہا'' تم صاحب کتاب ہو۔ پہلے علوم تمہارے پاس ہیں۔ ہم ان سے محروم ہیں۔ ذرا بتاؤ کہ ہمارا دین بہتر ہے یا محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین؟ یہودیوں نے کہا'' تمہارا دین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے دین سے بہتر ہے۔ تم ان سے زیادہ حق کے قریب ہو" اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیات بینات نازل کیں:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۞ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۖ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۞ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ۞ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۞ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۖ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۞ (النساء)

"کیا نہیں دیکھا تم نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا حصہ کتاب سے وہ (اب) اعتقاد رکھنے لگے ہیں جبت اور طاغوت پر اور کہتے ہیں ان کے بارے میں جنہوں نے کفر کیا کہ یہ کافر زیادہ ہدایت یافتہ ہیں ان سے جو ایمان لائے ہیں۔ یہی وہ (بدنصیب) ہیں جن پر لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ نے اور جس پر لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ تو ہرگز نہیں پائے گا تو اس کا کوئی مددگار۔ کیا ان کا کوئی حصہ ہے حکومت میں؟ اگر ایسا ہوتا تو نہ دیتے لوگوں کو تل برابر۔ کیا حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس نعمت پر جو عطا فرمائی ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے (وہ حسد کی آگ میں جلا کریں) ہم نے تو مرحمت فرمادی ہے ابراہیم کے گھرانے کو کتاب اور حکمت اور عنایت فرمادی ہے انہیں عظیم الشان سلطنت تو ان سے کوئی ایمان لایا اس کے ساتھ اور کسی نے منہ پھیر لیا اس سے۔ کافی ہے (انہیں جلانے کے لیے جہنم کی دہکتی ہوئی) آگ"۔

یہودیوں کی یہ بات سن کر قریش کی مسرت و سرور کی کوئی انتہا نہ رہی۔ یہود کی اس گواہی سے ان کے دل کی کلی کھل اٹھی۔ ان کی دعوت پر انہوں نے بڑی خوشی سے لبیک کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے پر انہوں نے اتفاق کر لیا۔ وہ تیاری کرنے لگے اور وہ وقت متعین کر لیا جس میں انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہونا تھا۔ پھر یہ یہود بنو غطفان کے پاس آئے۔ انہیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ بھی ان کے ہمراہ ہیں۔ انہوں نے انہیں خیبر کی ایک سال کی کھجوریں دینے کا وعدہ کیا۔ انہیں یہ بھی بتایا کہ انہوں نے قریش کی نصرت و تائید بھی حاصل کر لی ہے۔

قریش مکہ کے لشکر کی روانگی

بنو غطفان بھی ان کے ساتھ مل گئے۔ قریش مکہ چار ہزار افراد پر مشتمل لشکر لے کر نکلے۔ انہوں نے دارالندوہ میں جھنڈا باندھا۔ عثمان بن ابی طلحہ کو علمبردار بنایا۔ ابوسفیان قائد لشکر تھا۔ ان کے ہمراہ تین سو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ تھے۔ مرالظہران کے مقام پر ان کے ساتھ بنو سلیم بھی مل گئے۔ ان کی تعداد سات سو تھی۔ ان کی قیادت سفیان بن حرب کر رہا تھا۔ ان کے ہمراہ بنو اسد بھی نکلے۔ ان کی قیادت کی زمام طلیحہ بن خویلد کے ہاتھ میں تھی۔ بنو غطفان بھی ساتھ شامل ہو گئے۔ ان کا قائد عیینہ بن حصن الفزاری تھا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ پھر مرتد ہو گیا تھا۔ پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں

اسلام لے آیا تھا۔ حرث بن عوف مری بنو مرہ کو لے کر آ گیا۔ غزوۂ تبوک کے بعد اس نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس کے ساتھ چار سو شہ سوار تھے۔ بنو اشجع بھی نکلے۔ یہ بھی چار سو تھے۔ ان کا قائد مسعود بن رخیلہ تھا، بعد میں اس نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ دیگر قبائل عرب بھی قریش کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ان گروہوں کی تعداد دس ہزار تھی۔ امام ابن اسحاق کے مطابق مسلمانوں کا لشکر ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ دوسری روایت کے مطابق یہ تعداد تین ہزار تھی۔ مسلمانوں کے پاس 36 گھوڑے تھے۔

خندق کی کھدائی

جب سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان گروہوں کے متعلق سنا نیز ان کا یہ ارادہ سماعت فرمایا کہ وہ مسلمانوں کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنا چاہتے ہیں تو آپ نے خندق کھودنے کا حکم دیا۔ خندق کھودنے کا عرب میں رواج نہ تھا۔ بلکہ یہ جنگی چال تھی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ دیا تھا۔ انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہم ایران میں ہوتے تھے جب دشمن ہمارا محاصرہ کر لیتا تھا تو ہم خندق کھود لیتے تھے'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم دیا۔ مسلمانوں کو رغبت دلانے کے لیے آپ نے بنفس نفیس خندق کی کھدائی میں کام کیا۔ آپ نے صحابہ کرام کو سعی بلیغ کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی نصرت الٰہیہ کا وعدہ کیا۔ بشرطیکہ انہوں نے صبر اور تقویٰ کا دامن تھامے رکھا۔ یہ خندق حرہ شرقیہ سے لے کر حرہ غربیہ تک کوہ سلع کے پاس تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس صحابہ کرام کے لیے دس گز خندق کی کھدائی متعین فرمائی۔ وہ اس میں کام کرتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اکیلے دس افراد کا کام کرتے تھے۔ مہاجرین اور انصار ان کے بارے تنازع کرنے لگے۔ مہاجرین نے کہا ''سلمان ہم میں سے ہیں'' انصار نے کہا ''سلمان ہم میں سے ہیں'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں'' منافقین کام کرنے سے پہلوتہی کرنے لگے۔ ان میں سے بعض نکل گئے۔ بعض نے تھوڑا سا کام کیا۔ وہ کمزوری کا بہانہ کرنے لگے۔

امام بخاری نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''ہم خندق کی کھدائی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم اپنے کندھے پر مٹی منتقل کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کی:

اللھم لاعیش الا عیش الآخرۃ فاکرم الانصار والمھاجرۃ

''مولا! کوئی زندگی نہیں مگر آخرت کی زندگی۔ انصار و مہاجرین پر کرم نوازی کر''۔

یہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار تھے۔ اصل الفاظ ''لاھم ان العیش۔۔۔۔ تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''اللھم کہا کیونکہ شعر پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مشکل ہوتا۔ خواہ وہ کلام کسی اور کا ہوتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندق کی طرف تشریف لے گئے۔ صبح سویرے مہاجرین و انصار خندق کی کھدائی میں مصروف تھے۔ ان کے غلام نہ تھے جو اس کام کو کرتے۔ جب آپ نے صحابہ کرام کی مشقت ملاحظہ فرمائی تو یہ کلام پڑھا:

اللھم ان العیش عیش الآخرۃ　　فاغفر للانصار والمھاجرۃ

آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے لیے تسلی کا سامان پیدا کیا۔ مشکل کام کو ان کے لیے آسان کرنے کی سعی جمیل کی۔ کیونکہ دائمی اور معتبر زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے۔ دنیاوی زندگی اپنی کدورتوں کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں۔ اس کے مصائب ان گنت ہیں۔ خواہ یہ کتنی طویل ہو بالآخر فنا کے گھاٹ اترنے والی ہے۔ دنیاوی سامان قلیل ہے۔ مہاجرین اور انصار حضور ﷺ کے ساتھ عشق فراواں کا اظہار کرتے ہوئے یہ پڑھ رہے تھے:

نحن الذین بایعوا محمداً　　علی الجھاد ما بقینا ابداً

"ہم وہ بلند اقبال لوگ ہیں جنہوں نے محمد عربی ﷺ کے دست حق نما پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہ بیعت اس وعدہ پر ہے کہ ہم جب تک زندہ رہیں گے ہم مصروف جہاد رہیں گے"۔

ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ صحابہ کرام کو یہ جواب مرحمت فرماتے تھے "اللھم ان العیش۔۔۔۔" "ممکن ہے کہ حضور ﷺ صحابہ کرام کو اور صحابہ کرام حضور ﷺ کو جواب دیتے ہوں۔ اشعار پڑھنے سے عمل میں چستی آتی ہے۔ اسی لیے عرب جنگ میں اشعار کا استعمال برملا کرتے تھے۔ وہ اکثر رجز استعمال کرتے تھے۔

امام بخاری نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "خندق کی کھدائی میں میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی۔ میں نے آپ کو دیکھا آپ خندق کی مٹی منتقل فرما رہے تھے حتیٰ کہ آپ کے بطن اقدس پر غبار مدینہ چھا گیا۔ آپ ﷺ کے مبارک بال بہت زیادہ تھے۔ آپ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے یہ رجز پڑھ رہے تھے:

واللہ لولا انت ما اھتدینا　　ولا تصدقنا ولا صلینا

فانزلن سکینۃ علینا　　وثبت الاقدام ان لاقینا

ان الالی قد رعبوا عینا　　اذا ارادوا فتنۃ ابینا

"مولا! اگر تیری رحمت شامل حال نہ ہوتی تو ہمیں ہدایت نصیب نہ ہوتی۔ ہم نہ تو صدقہ کر سکتے اور نہ ہی نماز پڑھتے۔ ہم پر ضرور سکون نازل فرما۔ اگر ہمارا مقابلہ دشمنوں سے ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔ ان دشمنوں نے ہمارے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ جب انہوں نے فتنہ کا ارادہ کیا تو ہم نے انکار کر دیا۔ ابینا ابینا، آپ ﷺ اپنی آواز مبارک بلند فرما لیتے تھے"۔

امام بیہقی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ خندق کی کھدائی کیلئے ضرب مارتے تو یوں فرماتے:

باسم الالہ وبہ ھدینا　　ولو عبدنا غیرہٗ شقینا

یاحبذا ربا ویا حبذا دینا

"اللہ تعالیٰ کے مبارک اسم کے ساتھ۔ اسی کے ساتھ ہمیں ہدایت نصیب ہوئی اگر ہم اس ذات والا کے علاوہ کسی اور کی عبادت کریں تو ہم بدبخت ہیں۔ وہ کتنا عمدہ رب ہے اور دین اسلام کتنا عمدہ دین ہے"۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی صحابی کا کلام ہے۔ اگر یہ رجز ہو شعر نہ ہو تو پھر یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی فرمان عالی شان ہے کیونکہ شعر کے لیے شرط ہے کہ وہ موزوں ہو اور شعر کہنا مقصود ہو اگر بلا ارادہ موزوں کلام نکلے تو اسے شعر نہیں کہتے۔

معجزات بینات

اس غزوہ میں بہت سے معجزات بینات کا ظہور ہوا۔ ان میں سے ایک وہ ہے جسے امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''خندق کے دن ہم کھدائی کر رہے تھے۔ اچانک ایک سخت چٹان کا سامنا کرنا پڑا۔ کدال اس میں بے بس ہوگئی۔ صحابہ کرام بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی ''یا رسول صلی اللہ علیک وسلم! خندق کی کھدائی میں ایک بڑی چٹان آگئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اس پر پانی کا چھڑکاؤ کرو'' آپ اٹھے آپ نے بطن اقدس پر ایک پتھر باندھا ہوا تھا۔ تین ایام گزر گئے تھے کہ ہم نے کچھ چکھا بھی نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کدال پکڑی۔ تین بار بسم اللہ پڑھی، پھر ضرب کوہ شگاف ماری تو وہ چٹان ریت کے سیل رواں کی طرح ہوگئی۔ دوسری روایت میں ہے ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی کا برتن منگوایا۔ اس میں لعاب دہن ملایا۔ پھر دعا فرمائی۔ پھر وہ پانی اس چٹان پر چھڑک دیا۔ وہاں موجود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ''ہمیں اس ذات والا کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ وہ چٹان ریت کے تودے کی مانند ہوگئی۔ جو نہ کلہاڑے کو اور نہ ہی کدال کو واپس لوٹاتی تھی''۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''خندق کی کھدائی میں ہمیں چٹان کا سامنا کرنا پڑا۔ اس میں کدال کارگر نہ تھی۔ ہم نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی۔ آپ تشریف لائے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کدال لی۔ بسم اللہ پڑھی، پھر ضرب کاری لگائی تو اس کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا۔ اس سے نور نکلا، جس سے مدینہ طیبہ کے دو سنگلاخ پہاڑ چمک گئے۔ آپ نے فرمایا ''اللہ اکبر! مجھے شام کی چابیاں دے دی گئیں۔ بخدا! میں اس جگہ سے اس کے محلات دیکھ رہا ہوں۔ پھر دوسری ضرب لگائی، اس کا دوسرا تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔ ایران کی طرف سے بجلی چمکی جس سے دو سنگلاخ چٹانیں چمک اٹھیں۔ آپ نے فرمایا ''اللہ اکبر! مجھے ایران کی چابیاں دے دی گئیں۔ میں مدائن کسریٰ میں سفید محل دیکھ رہا ہوں'' دوسری روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا ''میں حیرہ کے محلات اور مدائن کسریٰ دیکھ رہا ہوں۔ گویا کہ وہ کتے کے جبڑے ہیں۔ حضرت جبرائیل امین نے مجھے بتایا ہے میری امت ان پر غلبہ پائے گی۔ تم نصرت الٰہی پر خوش ہو جاؤ۔ یہ سن کر مسلمانوں کی مسرت وشادمانی کی حد نہ رہی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری ضرب لگائی۔ بسم اللہ پڑھی تو چٹان کا بقیہ حصہ کٹ کر گر پڑا۔ یمن کی طرف سے نور نکلا جس سے مدینہ طیبہ کے دو بڑے پہاڑ جگمگا اٹھے، حتیٰ کہ وہ تاریک رات میں ضوفشاں چراغ تھا۔ آپ نے فرمایا ''اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں دے دیں گئیں، قسم بخدا! میں اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں'' منافقین نے جب یہ باتیں سنیں تو انہوں نے کہا ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہمیں دھوکہ دہی کے لیے یہ وعدے کیے ہیں''۔

امام ابن اسحاق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں یہ شہر فتح ہوئے تو وہ فرماتے تھے ''وہ شہر فتح کر لو جو تمہارے لیے عیاں کر دیے گئے ہیں۔ مجھے اس ذات کریمانہ کی

قسم جس کے دست قدرت میں ابو ہریرہ کی جان ہے تم نے یہ شہر مدینہ طیبہ سے فتح نہیں کیے نہ ہی روز حشر تک انہیں فتح کر سکتے تھے بلکہ اس سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی چابیاں عطا فرما دی تھیں"۔

اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ان کے پاس جَو کا ایک صاع اور بکری کا بچہ تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بعض صحابہ کرام کی دعوت کی سعادت حاصل کرنا چاہی۔ جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے سارے اہل خندق کو بلا لیا۔ وہ کھانا سب کو کفایت کر گیا۔ حضرت نعمان کی خواہر محترمہ اور حضرت بشیر بن نعمان کی لخت جگر کھجوروں سے لبریز پیالہ لے کر آئیں تا کہ اسے ان کے والد گرامی اور ماموں ابن رواحہ رضی اللہ عنہما کھائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "یہ پیالہ ادھر لے آؤ" آپ نے ان کھجوروں کو اپنے دست اقدس پر رکھ لیا۔ پھر ایک کپڑا بچھانے کا حکم دیا پھر کسی صحابی کو حکم فرمایا "اہل خندق میں اعلان کر دو کہ کھانا کھا لو" سارے صحابہ کرام اس دسترخوان کے پاس جمع ہو گئے، وہ کھجوروں کو تناول فرمانے لگے۔ کھجوریں بڑھنے لگیں حتیٰ کہ وہ سب شکم سیر ہو گئے۔ کھجوریں دسترخوان کے اطراف سے نیچے گر رہی تھیں۔

خندق کی کھدائی میں چھ دن لگ گئے۔ دوسری روایت میں بیس دن، چوبیس دن اور ایک ماہ کا بھی تذکرہ ہے۔

لشکر قریش کی آمد

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندق کی کھدائی سے فارغ ہو گئے تو لشکر قریش پہنچ گیا۔ قریش میں بنو کنانہ اور اہل تھامہ نے جرف اور غابہ کے درمیان مجتمع السیول میں قیام کیا۔ عیینہ بن حصن، بنو غطفان اہل نجد کے ساتھ احد کے دامن میں ٹھہرا۔ یہ لشکر دس ہزار افراد پر مشتمل تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ سے باہر نکل آئے۔ مجاہدین کی تعداد تین ہزار تھی۔ انہوں نے کوہ سلع کو اپنے پس پشت رکھا۔ وہاں مجاہدین خیمہ زن ہو گئے۔ مجاہدین اور دشمن کے مابین خندق تھی۔ آپ نے مدینہ طیبہ میں اپنا نائب حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے۔ انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اٹھا رکھا تھا۔ اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمہ بن اسلم کو دو سو شہسواروں کے ہمراہ بھیجا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو تین سو مجاہدین اسلام کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ مدینہ طیبہ کی حفاظت کریں۔ وہ گاہے بگاہے نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے رہے کیونکہ بنو قریظہ کی طرف سے خواتین اور بچوں کو خطرہ تھا۔

بنو قریظہ کی عہد شکنی

اللہ کا دشمن حیی بن اخطب لشکر سے باہر نکلا۔ وہ کعب بن اسد القرظی کے پاس آیا، اس نے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔ کعب نے اسے دیکھا تو اپنے قلعے کا دروازہ بند کر لیا۔ اس نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ حیی نے اسے کہا "تیرے لیے ہلاکت! کعب! دروازہ کھولو میں تم سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں" کعب نے کہا "مجھ سے دور ہو جا تو بد بخت

اور منحوس آدمی ہے۔ میں نے محمد عربی ﷺ سے معاہدہ کر رکھا ہے۔ انہوں نے وہ معاہدہ نہیں توڑا۔ میں نے ان کی طرف سے وفاء اور صدق ہی دیکھا ہے" حیی نے اسے بخیل ہونے کا طعنہ دیا۔ اس نے کہا "بخدا! تو اس لیے دروازہ نہیں کھول رہا تاکہ میں تیرے ساتھ بیٹھ کر حلوہ نہ کھاؤں" حیی برابر اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ کعب نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ حیی نے کہا "تیرے لیے بربادی کعب! اگر تم میری موافقت کر لو تو میں تمہارے لیے زمانہ بھر کی عزت لے کر آیا ہوں۔ میں قریش کو تیرے پاس لے کر آیا ہوں۔ وہ مجتمع السیول میں خیمہ زن ہیں۔ ان کے علاوہ بنو غطفان بھی آئے ہیں۔ انہوں نے میرے ساتھ معاہدہ کیا ہے کہ محمد عربی ﷺ کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنے سے پہلے نہیں جائیں گے۔ کعب نے کہا: حیی تو میرے لیے زمانہ بھر کی رسوائی لے کر آیا ہے۔ تو پانی کے بغیر بادل لے کر آیا ہے جس کا پانی بہہ چکا ہے۔ جس میں گرج اور چمک تو ہے لیکن پانی نہیں ہے۔ تیرے لیے بربادی ہو۔ مجھے چھوڑ دے۔ میرا محمد عربی ﷺ کے ساتھ معاہدہ ہے۔ میں نے ان کی طرف سے وفا اور صدق کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھا"۔ حیی لگاتار اسے عہد شکنی پر ابھارتا رہا حتیٰ کہ کعب نے وہ معاہدہ توڑ دیا جو حضور ﷺ اور اس کے درمیان تھا۔ حیی نے اسے کہا "اگر قریش اور بنو غطفان بے نیل مراد واپس چلے گئے اور انہوں نے محمد عربی ﷺ کو کوئی نقصان نہ پہنچایا تو وہ کعب کے ساتھ اس کے قلعہ میں داخل ہو جائے گا۔ اسے بھی وہی کچھ پہنچے گا جو کچھ کعب کو ملے گا" پھر اس نے قریش کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ ایک ہزار افراد بھیج دیں۔ اس نے بنو غطفان کی طرف بھی یہی پیغام بھیجا تاکہ وہ مدینہ طیبہ پر حملہ کریں۔ یہ خبر حضور ﷺ تک بھی پہنچ گئی۔ آزمائش بڑی ہو گئی۔ آپ اہل خندق سے زیادہ خواتین اور بچوں کے بارے متفکر ہوئے۔

جب آپ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ بنو قریظہ نے عہد شکنی کی ہے تو آپ نے فرمایا "کون ہے جو بنو قریظہ کے پاس جائے گا اور ان کی خبر لے کر آئے گا؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ! میں" انہوں نے فرمایا "میں بنو قریظہ کی طرف گیا میں جب واپس آیا تو آپ نے فرمایا "میرے والدین کریمین تم پر فدا"۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اس خبر کی تصدیق کرنے کے لیے حضرت سعد بن معاذ، حضرت سعد بن عبادہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت خوات بن جبیر رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھیجا۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا "روانہ ہو جاؤ۔ دیکھو کہ کیا وہ خبر سچی ہے جو بنو قریظہ کی طرف سے ہمیں پہنچی ہے؟ اگر وہ خبر سچی ہوئی تو مجھے اشارہ و کنایہ سے بتانا تاکہ لوگوں کے بازو کمزور نہ ہوں۔ اگر وہ اپنے عہد کی پاسداری کر رہے ہوں تو باآواز بلند بتا دینا تاکہ سارے لوگ اسے سن لیں" یہ صحابہ کرام بنو قریظہ کے پاس آئے۔ وہ اس خبر سے بھی بڑھ کر خبیث ثابت ہوئے جو انہیں پہنچی تھی۔ انہوں نے نہ صرف عہد کو توڑ دیا بلکہ حضور ﷺ کی شان میں بھی نازیبا کلمات کہے۔ انہوں نے کہا "کون ہے رسول؟ ان میں سے کچھ نے تو یوں کہا "ہمارے اور محمد عربی ﷺ کے درمیان کوئی عہد و معاہدہ نہیں" صحابہ کرام حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اشارہ و کنایہ سے عرض کی۔ انہوں نے عرض کی "عضل و قارہ کی طرح جس طرح کہ انہوں نے اصحاب الرجیع کے ساتھ دھوکہ کیا تھا" حضور ﷺ نے فرمایا "اللہ اکبر! اے مسلمانوں کے گروہ! خوش ہو جاؤ تمہیں بشارت ہو"۔ اس امر میں کوئی منافات نہیں کہ حضور ﷺ نے

حضرت زبیر یا ان صحابہ کرام کو بنوقریظہ کی طرف بھیجا کیونکہ امکان ہے کہ آپ نے پہلے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو پھر ان صحابہ کرام کو بھیجا ہو یا انہیں اکٹھے بھیجا ہو۔ مذکورہ بالا صحابہ کرام کو بنوقریظہ کی طرف بھیجنے میں یہ حکمت کارفرما تھی کیونکہ یہ ان کے حلیف تھے۔ امکان تھا کہ وہ اپنے حلیفوں کو دیکھ کر عہد شکنی سے باز آجائیں۔ مگر بنوقریظہ پر بدقسمتی چھا گئی۔ اس کے بعد آزمائش میں اضافہ ہو گیا۔ خوف شدید ہو گیا۔ دشمن مسلمانوں کے اوپر سے آ گیا۔ یعنی مشرق کی طرف سے وادی کے بلند کنارے سے آ گیا۔ وہاں بنوغطفان فروکش ہوئے تھے۔ دشمن مسلمانوں کی نچلی سمت سے آ گیا یعنی وادی کے نچلے کنارہ مغرب کی طرف سے وہاں قریش کا پڑاؤ تھا۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ''اذ جاؤ کم من فوقکم'' یعنی عیینہ بن حصن اور اس کے ساتھی بلند جگہ سے اور ''من اسفل منکم'' تمہاری نچلی سمت سے ابوسفیان بن حرب اور اس کے ساتھی آ گئے۔

وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝

''اور جب مارے دہشت کے آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے''۔ (احزاب)

نصرت اور مایوسی کے گوناگوں اندیشوں نے تمہارا گھیراؤ کر لیا۔ بعض منافقین کا نفاق عیاں ہو گیا۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ (احزاب)

''اور اس وقت کہنے لگے تھے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا نہیں وعدہ کیا تھا ہم سے (فتح کا) اللہ اور اس کے رسول نے مگر صرف دھوکہ دینے کے لیے''۔

یہ بات معتب بن قشیر نے کی تھی۔ یہ منافق تھا۔ اس نے کہا تھا ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا گمان ہے کہ ہم قیصر وکسریٰ کے خزانے کھائیں گے۔ حالانکہ اب خوف کی کیفیت یہ ہے کہ کوئی مطمئن ہو کر بیت الخلاء بھی نہیں جا سکتا۔ دوسری روایت کے مطابق یہ بات کرنے والا عبداللہ بن ابی تھا۔ بعض منافقوں نے کہا:

يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا (احزاب:13)

''اے اہل یثرب! تمہارے لیے اب یہاں ٹھہرنا ممکن نہیں (جان عزیز ہے) تو لوٹ چلو (اپنے گھروں کو)''۔

انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہمیں اجازت مرحمت فرمائیں، ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔ ہم اپنے گھروں میں چلے جائیں۔ وہ مدینہ طیبہ سے باہر ہیں''۔

نوفل بن عبداللہ کی جسارت

پھر نوفل بن عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے ارادہ سے آیا۔ اس نے خندق عبور کرنے کی کوشش کی۔ مگر وہ خندق میں گر پڑا، اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ وہ وہیں مر گیا۔ دوسری روایت کے مطابق مسلمانوں نے اس پر پتھر پھینکے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نیچے اتر کر اس کا کام تمام کر دیا۔ یہ بات مشرکین پر بڑی گراں گزری۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ پیغام بھیجا ''اس کی دیت ہم دے دیں گے آپ ہمیں اس کو دفن کرنے کی اجازت دے دیں'' دوسری روایت کے مطابق انہوں

نے اس شرط پر دس ہزار دراہم دینے کا وعدہ کیا کہ نوفل کی لاش انہیں دی جائے تا کہ وہ اسے دفن کر دیں۔ مگر حضور ﷺ نے دیت کے بغیر ہی اس کی لاش واپس کر دی کیونکہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے خبیث تھا، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آیا تھا۔ اس کی دیت بھی خبیث تھی۔ اللہ تعالیٰ اس پر اور اس کی دیت پر لعنت کرے۔ آپ نے فرمایا "ہم تمہیں منع نہیں کریں گے کہ تم اسے دفن کرو مگر اس کی دیت میں ہمارا کوئی حصہ نہیں"۔

حضور ﷺ خندق پر تشریف فرما تھے۔ دشمن آپ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ ان کے مابین باضابطہ جنگ نہیں ہوئی تھی۔ البتہ رات کے وقت مشرکین مسلمانوں پر شب خون مارنے کی تاک میں لگے رہتے تھے۔ ان کے مابین تیر اندازی ہوتی رہتی تھی۔ جب مشرکین نے خندق دیکھی تو انہوں نے کہا "یہ جنگی چال ایسی تو نہیں جسے اہل عرب اپناتے ہوں"۔ مشرکین یکے بعد دیگرے آتے رہے۔ ایک دن صبح سویرے ابو سفیان اور اس کے ساتھی آئے۔ دوسرے روز خالد بن ولید اور ان کے ساتھی آئے۔ پھر عمرو بن عاص، اس کے بعد ہبیرہ بن وہب پھر عکرمہ بن ابی جہل پھر ضرار بن خطاب آیا۔ انہوں نے اپنی باریاں مقرر کر رکھی تھی۔ وہ اپنے گھوڑوں کو چھوڑ دیتے۔ ایک دفعہ اکٹھے ہو کر دوسری بار علیحدہ علیحدہ حملہ آور ہوتے۔ وہ جنگ کے لیے صحابہ کرام کے قریب ہو جاتے۔ حضور ﷺ مسلمانوں کو مژدہ ہائے جانفزا سناتے رہتے۔ انہیں ثابت قدم کرتے رہتے آپ انہیں بشارت دیتے ہوئے فرماتے "اللہ تعالیٰ کی نصرت و اعانت پر خوش ہو جاؤ۔ مجھے یقین کامل ہے کہ میں بیت اللہ العتیق کا ضرور طواف کروں گا، میں کعبہ معظمہ کی چابیاں پکڑوں گا، قیصر و کسریٰ ضرور ہلاک ہوں گے، تم ان کے اموال کو ضرور راہ خدا میں خرچ کرو گے"۔

بنو غطفان سے مصالحت کی کوشش

پھر آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ عیینہ ابن حصن اور اس کے ساتھیوں کو مدینہ طیبہ کی کھجوروں کا ثلث اس شرط پر دیں کہ وہ واپس چلے جائیں، مگر سعدان رضی اللہ عنہما نے آپ کو روک دیا۔ انہوں نے عرض کی "جب ہم مشرک تھے تو ہماری جرأت و بسالت کی حالت یہ تھی یہ لوگ ہماری ایک کھجور کھانے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے سوائے ان کھجوروں کے جو انہیں بطور ضیافت یا انہیں کے ہاتھوں فروخت کر دی گئی ہوں۔ اب اللہ رب العزت نے ہمیں اسلام کے ساتھ عزت دی ہے۔ آپ کی تشریف آوری سے ہمیں ذوقدر کیا ہے۔ اس عزت افزائی کے باوجود ہم انہیں اپنے اموال دے دیں۔ ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ بخدا! ہم انہیں تلوار کے علاوہ کچھ نہیں دیں گے، حتیٰ کہ رب تعالیٰ فیصلہ فرما دے" حضور ﷺ نے فرمایا "تم جانو یا وہ"۔

دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ نے عیینہ بن حصن اور حرث بن عوف کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ انہیں مدینہ طیبہ کے پھلوں کا ایک تہائی حصہ دیں گے بشرطیکہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت واپس چلے جائیں۔ یہ دونوں ابو سفیان سے چھپتے چھپاتے آپ کی خدمت میں آ گئے۔ حضور ﷺ سے ملاقات کی اور اس شرط پر موافقت ہو گئی۔ انہوں نے آپ سے نصف کا مطالبہ کیا مگر آپ نے ثلث پر ہی اصرار کیا۔ جس پر وہ راضی ہو گئے۔ آپ نے یہ صحیفہ لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ دوات پیش کی گئی تا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ یہ معاہدہ لکھیں۔ ایک اور روایت کے مطابق حضور ﷺ نے انہیں یہ معاہدہ لکھنے کا حکم دیا۔ انہوں

نے یہ معاہدہ لکھا، پھر آپ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ اس کے متعلق ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے عرض کی ''کیا یہ آپ کا پسندیدہ فیصلہ ہے یا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جس پر عمل پیرا ہونا ہم سب کے لیے لازم ہے یا یہ آپ ہمارے لیے کر رہے ہیں'' دوسری روایت میں ہے ''اگر یہ آسمانی حکم ہے تو کر گزریے۔ اگر یہ ایسا امر ہے جس کا آپ کو حکم نہیں دیا گیا بلکہ آپ کی خواہش ہے پھر بھی سر تسلیم خم ہے اگر یہ رائے ہے تو پھر ہمارے ہاں ان کے لیے صرف تلوار ہے'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر رب تعالیٰ نے مجھے اس کا حکم دیا ہوتا تو میں تم سے مشورہ نہ کرتا۔ بخدا! میں یہ معاہدہ صرف اس لیے کر رہا ہوں میں نے دیکھا ہے کہ سارے اہل عرب تمہارے خلاف متحد ہو گئے ہیں۔ وہ ہر طرف سے تم پر چڑھ دوڑے ہیں۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں ان کی طاقت کو توڑ دوں''۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یا رسول اللہ! جب ہم اور بنو غطفان مشرک تھے۔ صنم پرست تھے۔ ہم رب تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے تھے، ہم اسے جانتے بھی نہ تھے۔ بنو غطفان ہماری ایک کھجور کھانے کی جرأت بھی نہیں کر سکتے تھے سوائے ان کھجوروں کے جو انہیں بطور ضیافت دی جاتیں یا فروخت کر دی جاتیں۔ اب تو رب تعالیٰ نے اسلام کے ساتھ ہمیں عزت بخشی ہے۔ ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے۔ آپ کی تشریف آوری سے ہمیں ذوشرف کیا ہے۔ اب ہم انہیں اپنے اموال دے دیں۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ ہم انہیں صرف تلوار دیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے مابین فیصلہ کر دے'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم جانو یا وہ'' حضرت سعد نے وہ صحیفہ لیا جو کچھ اس میں لکھا گیا تھا اسے مٹا دیا۔ اس سے اس موقف کی تائید ہوتی ہے کہ وہ صحیفہ لکھا جا چکا تھا۔ دوسرے مؤقف کے مطابق انہوں نے یہ صحیفہ لکھنے سے منع کر دیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''یہ صحیفہ پھاڑ دو'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسے پرزہ پرزہ کر دیا اور عیینہ اور حرث سے کہا ''واپس لوٹ جاؤ، ہمارے اور تمہارے مابین صرف تلوار ہے'' یہ بات انہوں نے باآواز بلند کی۔ بزاز اور طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''حرث بن عوف بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا۔ اس نے عرض کی ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں مدینہ طیبہ کی آدھی کھجوریں دیں ورنہ ہم اسے گھڑ سواروں اور پیادہ دستوں سے بھر دیں گے'' آپ نے فرمایا ''میں سعود (حضرات سعد بن عبادہ، سعد بن معاذ، سعد بن ربیع، سعد بن خیثمہ اور سعد بن مسعود رضی اللہ عنہم) سے مشورہ کر لوں'' یہ بھی کہا گیا ہے حضرت سعد بن ربیع کا ذکر وہم ہے کیونکہ وہ تو غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا ''ہرگز نہیں! یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم زمانۂ جاہلیت میں انہیں ایک گٹھلی بھی نہیں دیتے تھے۔ اب تو اسلام کا خورشید جہاں تاب طلوع ہو گیا ہے'' آپ نے حارث کو یہ بات بتائی۔ اس نے کہا ''محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے دھوکہ دیا ہے (نعوذ باللہ منہ)۔

عمرو بن عبدود اور حضرت علی المرتضیٰ کی شجاعت

پھر قریش کی ایک جماعت نے تنگ جگہ سے خندق کو عبور کر لیا۔ وہ اپنے گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان میں عمرو بن عبدود بھی تھا۔ اس کی عمر نوے سال تھی۔ وہ مشہور بہادروں میں سے تھا۔ ان گھڑ سواروں میں عکرمہ بن ابی جہل، ہبیرہ بن ابی وہب اور

ضرار بن خطاب بھی تھے۔ ضرار اور عکرمہ کو دولتِ اسلام نصیب ہوئی جبکہ ہبیرہ حالت کفر میں مر گیا۔ جب خندق اور سلع کے درمیان پہنچے تو عمرو بن عبدود نے مبارزت طلب کی۔ شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے، انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اسے کافی ہو جاتا ہوں" آپ نے انہیں فرمایا "بیٹھ جاؤ، یہ عمرو ہے" عمرو نے دوبارہ چیلنج کیا وہ مسلمانوں سے کہنے لگا "وہ تمہاری جنت کہاں ہے؟ جس کے بارے تمہارا گمان ہے کہ تمہارا مقتول اس میں جائے گا۔ میرے مقابلہ کے لیے کون آئے گا؟" حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اس کا کام تمام کر دیتا ہوں" آپ نے فرمایا "بیٹھ جاؤ، یہ عمرو ہے" انہوں نے عرض کی "ہاں وہ عمرو ہی ہے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی۔ انہیں اپنی شمشیر ذوالفقار عطا فرمائی، اپنی لوہے کی زرہ پہنائی، اپنا عمامہ شریف پہنایا۔ یہ دعا مانگی "عمرو کے خلاف علی کی مدد فرمانا۔ مولا! یہ میرا بھائی ہے، یہ میرا چچازاد ہے، مجھے تنہا نہ چھوڑ، تو بہترین وارث ہے"۔

دوسری روایت میں ہے "آپ نے اپنا مبارک عمامہ آسمان کی طرف بلند کیا پھر عرض کی "مولا! غزوۂ بدر میں تو نے مجھ سے عبیدہ لے لیے، غزوۂ احد میں حمزہ لے لیے، یہ میرا بھائی ہے، یہ میرا چچازاد علی ہے۔ مجھے تنہا نہ چھوڑ، تو بہترین وارث ہے"۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چل کر عمرو کی طرف گئے اور فرمایا: عمرو! تو نے رب تعالیٰ سے عہد کر رکھا ہے کہ اگر قریش میں سے کسی شخص نے تمہیں دو چیزوں کی طرف دعوت دی تو ان میں سے ایک ضرور قبول کر لے گا" عمرو نے کہا "ہاں! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں تجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اسلام کی طرف بلاتا ہوں" عمرو نے کہا "مجھے اس کی ضرورت نہیں" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں تجھے مقابلہ کی دعوت دیتا ہوں" ایک اور روایت کے مطابق حضرت شیر خدا نے اسے فرمایا "تو کہا کرتا تھا کہ اگر کوئی بھی مجھے تین اشیاء کی طرف دعوت دے گا تو میں ان میں سے ایک کو قبول کر لوں گا" عمرو نے کہا "ہاں!" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ تو یہ گواہی دے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ رب العالمین کے لیے اسلام لے آ" اس نے کہا "میرے بھتیجے! یہ دعوت مجھ سے دور ہی رہنے دو" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "دوسری بات یہ ہے کہ تو اپنے وطن چلا جا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہوئے تو آپ پر ایمان لا کر سب لوگوں سے زیادہ سعادت مند ہو جانا۔ اگر آپ جھوٹے ہوں تو تیرا ارادہ بھی یہی ہے" عمرو نے کہا "اگر میں نے اس طرح کیا تو قریش کی عورتیں باتیں بنائیں گی اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے اب جبکہ میں اپنی نذر پورا کرنے پر قادر ہوں" جب یہ غزوۂ بدر کے روز بھاگ نکلا تھا تو اس نے نذر مانی تھی کہ وہ اپنے سر پر تیل نہیں لگائے گا حتیٰ کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید نہ کر لے" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تیسری پیشکش یہ ہے کہ میرے ساتھ مقابلہ کرو" یہ سن کر عمرو ہنسنے لگا۔ اس نے کہا "میرا خیال یہ نہ تھا کہ کوئی عرب مجھے مقابلہ کی دعوت دے کر ڈرائے گا" پھر اس نے پوچھا "آپ کون ہیں؟ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زرہ پہن رکھی تھی۔ اس لیے وہ آپ کو نہ پہچان سکا۔ حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا "میں علی ہوں" عمرو: ابن عبد مناف۔ حضرت علی نے فرمایا "میں علی بن ابی طالب ہوں۔ عمرو نے کہا "اپنے علاوہ کسی اور کو بھیجو جو آپ سے زیادہ بہادر ہو۔ میں آپ کا خون نہیں بہانا چاہتا" ایک اور روایت کے مطابق عمرو نے کہا "میرے بھتیجے! میں آپ کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

"میں تو تجھے جہنم واصل کرنا چاہتا ہوں" اس وقت عمرو کو حمیت نے آلیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں تیرے ساتھ کیسے مقابلہ کروں، حالانکہ تو اپنے گھوڑے پر ہے، نیچے اتر" وہ فوراً گھوڑے سے نیچے اترا۔ اس نے تلوار سونتی۔ گویا کہ وہ آگ کا شعلہ تھی۔ اس نے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ اس کے چہرے پر مارا تاکہ وہ خود راہ فرار اختیار نہ کرے۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوئے، ان کے مابین گرد و غبار اٹھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈھال سامنے کی۔ عمرو نے اس پر وار کیا۔ تلوار نے اسے دو حصوں میں کاٹ دیا۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی، اس نے آپ کو زخمی کر دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عمرو کے کندھے کی ہڈی پر وار کیا۔

دوسری روایت کے مطابق آپ نے ہنسلی کی ہڈی پر نیزہ مارا، جو اس کے گوشت سے نکل گیا۔ عمرو نیچے گر پڑا۔ مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرہ کی آواز سنی تو آپ جان گئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمرو کا کام تمام کر دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: علی! آپ نے اس کی زرہ کیوں نہ چھین لی۔ اہل عرب کی کوئی زرہ اس زرہ سے خوبصورت نہیں" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب میں نے اس پر وار کیا تو اس نے اپنی شرم گاہ میرے سامنے کر دی جس سے مجھے حیاء آئی"۔

حضرت اصم نے کہا ہے کہ میں نے حضرت عطاردی کو فرماتے سنا انہوں نے فرمایا "میں نے حضرت یحییٰ بن آدم کو سنا انہوں نے فرمایا "حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمرو کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مشابہت رکھتا ہے:

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ (البقرۃ:251)

"پس انہوں نے شکست دی جالوت کے لشکر کو اللہ کے اذن سے اور قتل کر دیا داؤد نے جالوت کو"۔

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمرو کو تہ تیغ کر دیا تو ان سے پوچھا گیا "عمرو کے ساتھ آپ نے خود کو کیسے پایا؟ انہوں نے فرمایا "میں نے خود کو اس حالت میں پایا کہ اگر اہل مدینہ ایک طرف ہوتے اور میں دوسری طرف ہوتا تو میں ان پر غالب آجاتا"۔

ابن اسحاق کے مطابق مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرو کی لاش کو دس ہزار دراہم میں خریدنا چاہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس کی منحوس لاش لے جاؤ ہم مردوں کی قیمت نہیں کھاتے" عمرو واصل جہنم ہو گیا تو خندق کو عبور کرنے والے مشرکین اپنے گھوڑوں کو بھگاتے ہوئے واپس آ گئے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے ان کا تعاقب کیا۔ نوفل بن عبداللہ کو تلوار سے دو حصوں میں منقسم کر دیا۔ وہ تلوار اس کے گھوڑے کی گردن کے پٹھے تک پہنچ گئی۔ ان سے کہا گیا "ابو عبداللہ! آپ کی تلوار کی طرح کی تلوار نہیں دیکھی۔ انہوں نے فرمایا "بخدا! یہ تلوار نہیں بلکہ یہ تو سردار ہے"۔

ایک روایت کے مطابق نوفل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تہ تیغ کیا۔ دوسری روایت کے مطابق خندق کے روز ایک مشرک نے کہا "مبارزت کے لیے کون آئے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "زبیر! اٹھو" ان کی امی حضرت صفیہ نے عرض کی "یا رسول اللہ!

میرا اکلوتا بیٹا ہے۔" آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا "زبیر اٹھو" حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اٹھ کر گئے اور اسے واصل جہنم کر دیا۔ اس کا سامان لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضور ﷺ نے وہ سامان انہیں بخش دیا۔

ایک روایت کے مطابق جب نوفل خندق میں گرا تو لوگوں نے اس پر پتھر پھینکے۔ اس نے کہا "اے گروہ عرب! اچھے طریقے سے قتل کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نیچے اترے تو اسے تہ تیغ کر دیا۔ ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ دونوں نے مل کر اسے قتل کیا ہو" یہ گھڑسوار شکست خوردہ ہو کر واپس آ گئے۔ اس روز عکرمہ نے اپنا نیزہ پھینک دیا وہ عمرو کی وجہ سے شکستہ دل ہو گئے تھے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اشعار کہہ کر انہیں عار دلایا۔ جب یہ سب ابوسفیان تک پہنچے تو عکرمہ نے کہا "آج کے دن ہمیں کچھ بھی حاصل نہ ہو سکا واپس لوٹ چلو"۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ہبیرہ بن وہب پر حملہ کیا، یہ حضرت ام ہانی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خواہر محترمہ کا شوہر تھا۔ انہوں نے گھوڑے کی ہنسلی کی ہڈی پر تلوار ماری اور اسے کاٹ کر رکھ دیا۔ وہ زرہ گر پڑی جو اس نے اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر رکھی ہوئی تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے اٹھا لیا پھر ضرار بن خطاب اور ہبیرہ بن وہب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی سمت آئے۔ ضرار تو پیٹھ پھیر کر بھاگ گیا۔ ہبیرہ کچھ دیر ثابت قدم رہا۔ پھر وہ بھی اپنی زرہ پھینک کر بھاگ گیا۔ یہ قریش کا شاہ سوار اور شاعر تھا۔ روایت ہے کہ جب ضرار بن خطاب بھاگا تو ان کے بھائی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کا تعاقب کیا۔ وہ ان کے پیچھے بھاگنے لگے۔ ضرار نے پلٹ کر حملہ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر نیزہ سے حملہ کرنا چاہا۔ پھر رک گیا۔ اس نے کہا "عمر! یہ ایک بڑی نعمت ہے جو میں نے آپ پر کی ہے۔ یہ میرا آپ پر احسان ہے اسے یاد رکھنا۔ اسی طرح کی ایک مثال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے غزوۂ احد میں بھی رونما ہو چکی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ نے اسے نیزہ مارنا چاہا پھر اسے اوپر اٹھا لیا پھر فرمایا "ابن خطاب! میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا" پھر ضرار پر رب تعالیٰ نے احسان فرمایا وہ اسلام لے آئے۔ اپنے اسلام کو عمدہ کیا۔ اس روز مسلمانوں کا شعار "حم لا ینصرون" تھا۔ ممکن ہے یہ شعار انصار کا ہو اس لیے یہ اس روایت کے مخالف نہیں جس میں ہے کہ اس روز مسلمانوں کا شعار "یا خیل اللہ" تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا زخمی ہونا

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے تیر لگا، جس سے ان کے بازو کی رگ کٹ گئی۔ ابن عرقہ عامری نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو تیر مارا تھا۔ عرقہ اس کی ماں تھی۔ اس کا پورا نام قلابہ بنت سعید تھا۔ اس کی کنیت ام فاطمہ تھی۔ عمدہ خوشبو کی وجہ سے اسے عرقہ کہا جاتا تھا۔ یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی دادی تھی۔ ابن عرقہ کا نام حبان بن عبد مناف تھا۔ جب اس نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو تیر مارا تو اس نے کہا "لیجیے میں ابن عرقہ ہوں" حضرت سعد نے فرمایا "رب تعالیٰ تیرا چہرہ آگ میں غرق آلود کرے" دوسری روایت کے مطابق یہ فرمان حضور ﷺ کا ہے۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی "مولا! اگر تو نے ہمارے اور قریش کے مابین جنگ کرانی ہے تو مجھے منصب شہادت عطا فرما اور مجھے موت نہ دے حتیٰ کہ میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں" دوسری روایت میں ہے "حتیٰ کہ تو مجھے بنو قریظہ سے شفاء یاب کر دے" دوسرے الفاظ میں ہے "مولا! اگر تو نے مجھے قریش کے ساتھ

جنگ لڑنے کے لیے باقی رکھا ہے تو مجھے تھوڑی سی زندگی اور عطا فرما۔ ان سے بڑھ کر مجھے اور کوئی قوم پسندیدہ نہیں کہ میں اس کے ساتھ جہاد کروں۔ اس قوم نے تیرے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی ہے انہیں جھٹلایا ہے اور انہیں شہر مکہ سے باہر نکال دیا ہے۔ اگر تو نے ہمارے اور ان کے مابین جنگ کرائی ہے تو مجھے منصب شہادت عطا فرما اور مجھ پر موت طاری نہ فرما حتیٰ کہ بنو قریظہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں"۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ اس کے بعد قریش مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہ لڑ سکے۔ اور جب تک بنو قریظہ کے بارے فیصلہ نہ ہوا ان کا وصال نہ ہوا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ابو سامہ جشمی نے تیر مارا تھا۔ ایک اور روایت کے مطابق یہ تیر جفاجہ بن عاصم نے مارا تھا۔

جنگ کی شدت اور دعائے مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء

ایام خندق میں سے ایک روز خندق کی ساری اطراف میں رات گئے تک جنگ ہوتی رہی۔ نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ہی کسی اور صحابی نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی۔ مسلمان کہنے لگے "ہم نے تو نماز بھی نہیں پڑھی"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے بھی نہیں پڑھی" جب جنگ رکی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں تشریف لائے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم صادر فرمایا۔ تو انہوں نے اذان دی۔ نماز ظہر کے لیے اقامت کہی تو آپ نے نماز ظہر پڑھائی۔ پھر ہر نماز کے لیے اقامت کہی گئی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر نماز کے لیے اذان دی گئی اور اقامت کہی گئی۔ امام نووی نے ان روایات کو اس طرح جمع کیا ہے کہ یہ دو مختلف ایام میں اس طرح ہوا کیونکہ اس غزوہ میں پندرہ روز صرف ہوئے تھے۔ جن روایات میں نماز عصر کے رہ جانے کا ذکر ہے انہیں بھی اس پر محمول کیا جائے گا کہ بعض ایام میں نماز عصر رہ گئی تھی۔ بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے ہمیں صلوٰۃ الوسطیٰ سے مشغول رکھا یعنی ہم نماز عصر نہ پڑھ سکے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے پیٹوں کو یا قبور کو آگ سے لبریز کرے"۔

انصار کے بعض افراد مدینہ طیبہ میں اپنی کسی میت کو دفن کرنے کے لیے گئے۔ انہوں نے بیس اونٹ پائے جن پر جو، کھجوریں اور انجیر لدے ہوئے تھے۔ یہ حیی بن اخطب لے کر آ رہا تھا تاکہ قریش کو تقویت مل جائے۔ انصار نے انہیں پکڑ لیا اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں لے آئے۔ ان سے اہل خندق کے کھانے میں وسعت ملی۔ جب ابو سفیان تک یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا "حیی منحوس ہے" پھر خالد بن ولید نے مشرکین کے ایک گروہ کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو غافل سمجھا انہوں نے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو دو سو مجاہدین کے ساتھ خندق پر پایا۔ مشرکین ان کے ساتھ لڑنے لگے۔ ان مشرکین میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی بھی تھا۔ اس وحشی نے حضرت طفیل بن نعمان رضی اللہ عنہ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ مشرکین رات بھر اپنے فوجی دستے بھیجتے رہے، وہ مسلمانوں پر غارت گری کرنا چاہتے تھے۔ اس رات خوف پورے عروج پر تھا۔

صحیحین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گروہوں کے لیے یہ بددعا کی "پروردگار! اے کتاب حکیم نازل کرنے والے، اے جلد حساب لینے والے! گروہوں کو شکست سے دو چار کر۔ مولا! انہیں شکست دے۔ ان کے خلاف ہماری مدد کر۔ انہیں مغلوب فرما" آپ لوگوں میں کھڑے ہوئے فرمایا "اے لوگو! دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہونے کی تمنا نہ کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ سے

عافیت کا سوال کیا کرو، اگر دشمن سے معرکہ آزما ہو جاؤ تو صبر کیا کرو۔ جان لو کہ جنت تلوار کے سایہ کے نیچے ہے" پھر آپ نے یہ دعا مانگی "اے مصیبت زدہ لوگوں کی پکار سننے والے! پریشان حال لوگوں کی دعائیں قبول کرنے والے۔ میرا غم، مصیبت اور کرب دور فرما، تو دیکھ رہا ہے میں اور میرے صحابہ کرام کتنی تکلیف اور مصیبت سے دوچار ہیں" صحابہ کرام نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! روح حلقوم تک پہنچنے لگی ہے۔ کوئی ورد بتائیں تاکہ اطمینان خاطر رہے" آپ نے فرمایا "ہاں یوں کہو" اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا "مولا! ہمارے پردے کی جگہوں پر پردہ ڈال دے اور ہمارے خوف کو امن سے بدل دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرائیل امین حاضر ہوئے۔ آپ کو مژدہ سنایا کہ اللہ تعالیٰ آندھی اور لشکر بھیج رہا ہے۔ آپ نے یہ مژدۂ جانفزا اپنے صحابہ کرام کو بھی سنایا، اپنے دست اقدس بلند فرمائے اور عرض کی "مولا! تیرا شکر ہے، مولا تیرا شکر ہے"۔

روایت ہے کہ آپ نے سوموار، منگل اور بدھ کے روز یہ دعا فرمائی۔ بدھ کے روز نماز ظہر اور عصر کے درمیان آپ کی یہ دعا قبول ہوگئی۔ آپ کے چہرۂ اقدس سے فرحت وانبساط کے اثرات عیاں تھے۔ اس لیے حضرت جابر رضی اللہ عنہ اہم امور کے لیے اسی وقت دعا مانگتے تھے۔ اس روز کوشش اور سعی سے دعا مانگتے تھے۔ وہ احادیث جو بدھ کے روز کی مذمت کے متعلق ہیں وہ مہینہ کے آخری بدھ پر محمول کی جائیں گی۔ اس دن فرعون پیدا ہوا۔ اس نے اسی روز دعوئ ربوبیت کیا۔ اسی دن وہ ہلاک ہوا۔ اسی روز حضرت ایوب علیہ السلام کو مرض لاحق ہوا۔

خندق میں ایک شگاف تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گاہے بگاہے اس کی طرف تشریف لاتے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس شگاف کی طرف تشریف لے جاتے جب آپ کو سردی لگتی تو میرے پاس تشریف لاتے۔ میں اپنی آغوش میں آپ کے جسم اطہر کو گرم کرتی، جب جسد اطہر گرم ہو جاتا تو اسی شگاف کی طرف چلے جاتے۔ فرماتے "مجھے خطرہ ہے کہ مسلمانوں پر اس شگاف سے حملہ نہ کر دیا جائے"۔ اسی اثناء میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری آغوش میں تھے آپ فرمانے لگے "کاش کوئی پاکباز شخص اس شگاف کی حفاظت کرتا۔ آج رات میں نے اسلحہ کی آواز سنی ہے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کون ہو؟ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کی "میں آپ کی حفاظت کے لیے حاضر ہوا ہوں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس شگاف کی نگہبانی کرو" حضور صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرما ہو گئے حتیٰ کہ آپ کے خراٹے لینے کی آواز آنے لگی۔ پھر اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے اور نماز پڑھنے لگے کیونکہ جب آپ غمزدہ ہوتے تو آپ نماز پڑھنے لگتے۔ پھر خیمہ سے باہر تشریف لائے۔ فرمایا: یہ مشرکین کے گھوڑے ہیں جو خندق کے اردگرد سرگرداں ہیں۔ آپ نے صدا دی: عباد بن بشیر! انہوں نے عرض کی "لبیک! آپ نے فرمایا "کیا تمہارے ساتھ کوئی ہے؟ انہوں نے عرض کی "ہاں! میں ایک گروہ کے ساتھ آپ کے خیمہ کے اردگرد ہوں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم" حضرت عباد رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کی سب سے زیادہ حفاظت کر رہے تھے۔ آپ نے انہیں خندق کے اردگرد چکر کاٹنے کے لیے بھیجا۔ آپ نے انہیں بتایا کہ مشرکین خندق

کے اردگرد سرگرداں ہیں" پھر آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی "مولا! ان کے شر کو ہم سے دور فرما، ان کے خلاف ہماری مدد فرما۔ تیرے علاوہ کوئی انہیں مغلوب نہیں کرسکتا" ابوسفیان گھڑسوار دستہ میں خندق کی تنگی کی طرف گھوم رہا تھا۔ مسلمانوں نے اس پر تیراندازی کی تو وہ واپس لوٹ گئے۔

حضرت نعیم بن مسعود کا خفیہ کردار

حضرت نعیم بن مسعود شجعی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ ابھی تک وہ اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھے۔ وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں دولت اسلام سے مالا مال ہوگیا ہوں، مگر میری قوم ابھی تک میرے اسلام سے آگاہ نہیں۔ آپ جو چاہیں مجھے حکم فرمادیں"۔

ایک روایت میں ہے کہ جب مشرکین کے گروہ عازم سفر ہوئے تو حضرت نعیم اپنی قوم بنوغطفان کے ساتھ چلے، وہ اس وقت اپنے دین پر ہی تھے۔ پھر رب تعالیٰ نے ان کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی۔ یہ اپنی قوم سے نکل کر مغرب اور عشاء کے مابین حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ آپ ﷺ نماز پڑھنے میں مصروف تھے۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "نعیم! کس لیے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کی "میں آپ کی تصدیق کرنے اور یہ گواہی دینے کے لیے آیا ہوں کہ آپ جو حیات آفرین پیغام لے کر آئے ہیں وہ حق ہے" انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ پھر عرض کی "یارسول اللہ! میری قوم کو میرے اسلام کا علم نہیں، آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں" آپ ﷺ نے فرمایا "تم فرد واحد ہو، یہ جنگ ختم کرنے پر اکساؤ، بلاشبہ جنگ دھوکہ ہی ہوتی ہے" حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے عرض کی "کیا میں ایسی بات کرلوں جو خلاف واقع ہو حالات جس کا تقاضا کریں" آپ نے فرمایا "جو بات مناسب سمجھو کرلو تمہارے لیے حلال ہے"۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھے بنوقریظہ کے پاس پہنچے، یہ ان کے پرانے دوست تھے۔ انہوں نے انہیں دیکھ کر انہیں مرحبا کہا۔ مشروب اور کھانا پیش کیا۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے کہا "میں کھانے پینے کے لیے نہیں آیا، مجھے تو خدشہ لے کر آیا ہے جو مجھے تمہارے بارے ہے۔ تاکہ تمہیں کچھ مشورہ دے سکوں۔ بنوقریظہ! تم جانتے ہو کہ میں تم سے کتنی گہری محبت کرتا ہوں، میرے اور تمہارے تعلقات کتنے عمیق ہیں" بنوقریظہ نے کہا "تم نے سچ کہا ہے، ہماری طرف سے آپ پر کوئی الزام نہیں" حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا "کیا یہ میری بات مخفی رکھو گے" بنوقریظہ: ہاں۔ حضرت نعیم نے کہا "بنوقینقاع اور بنونضیر کی جلاوطنی سے تم آگاہ ہو کہ کس طرح ان کے اموال چھین لیے گئے۔ قریش اور غطفان کی کیفیت تمہاری طرح نہیں۔ یہ شہر تمہارا شہر ہے۔ اس میں تمہاری خواتین، اموال اور اولاد ہے۔ تم یہاں سے کسی دوسرے شہر کی طرف جانے پر قادر نہیں۔ قریش اور بنوغطفان محمد عربی ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آئے ہیں، تم نے ان کی معاونت کی ہے، ان کی خواتین، اموال اور اولاد دوسرے شہروں میں ہیں۔ وہ تمہاری طرح نہیں ہیں۔ اگر انہیں موقعہ ملا تو وہ جنگ لڑیں گے ورنہ وہ اپنے شہروں میں چلے جائیں گے۔ وہ تمہیں یہیں چھوڑ جائیں گے۔ یہ شخص (حضور ختمی مرتبت ﷺ) تمہارے شہر میں ہے۔ اس کے ساتھ جنگ کرنے کی قوت تم میں نہیں ہے۔ تم قریش اور غطفان کے ساتھ مل کر اس وقت تک جنگ نہ کرو حتیٰ کہ ان میں سے ستر چیدہ افراد بطور رہن

اپنے پاس نہ رکھ لو، وہ تمہارے پاس اس چیز کی ضمانت ہوں گے کہ وہ تمہارے ساتھ مل کر محمد عربی ﷺ کے ساتھ جنگ کریں گے حتیٰ کہ وہ شہید ہو جائیں''۔

بنوقریظہ نے کہا ''تم نے بڑی عمدہ رائے دی ہے۔ خلوص کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے انہیں دعائیں دی اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے کہا ''ہم اسی طرح کریں گے'' حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''یہ بات مخفی رکھنا'' بنوقریظہ نے کہا ''ہم اسی طرح کریں گے'' وہاں سے روانہ ہو کر حضرت نعیم قریش کے پاس آئے۔ ابوسفیان اور قریش کے سرداروں سے کہا ''تم جانتے ہو کہ میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں۔ یہ بھی جانتے ہو کہ مجھے محمد عربی ﷺ کے ساتھ کتنی عداوت ہے۔ مجھ تک ایک بات پہنچی ہے۔ میرے خلوص کا تقاضا ہے کہ وہ بات تم تک ضرور پہنچاؤں۔ لیکن میرا نام نہ بتانا'' انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ یہ بات مخفی رکھیں گے۔ حضرت نعیم نے فرمایا ''کیا تمہیں علم ہے کہ بنوقریظہ نے جو حضور ﷺ کے ساتھ عہد شکنی کی ہے اس پر انہیں بڑی ندامت ہے۔ انہوں نے محمد عربی ﷺ کی طرف پیغام بھیجا ہے۔ میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ اپنے کیے پر نادم ہیں، کیا آپ اس امر پر راضی ہو جائیں گے کہ ہم قریش اور غطفان میں سے چیدہ چیدہ ستر افراد آپ کو دیں، آپ ان کی گردنیں اڑا دیں۔ پھر آپ بنونضیر کو واپس آنے کی اجازت دیں، پھر ہم آپ کے ساتھ رہیں حتیٰ کہ ہم قریش اور غطفان کو جڑ سے اکھیڑ پھینکیں'' حضور ﷺ نے انہیں مثبت جواب دیا ہے اگر یہود تمہیں ستر افراد رہن رکھنے کا پیغام بھیجیں تو ان کا یہ پیغام قبول نہ کرنا۔ ان کو ایک آدمی بھی نہ دینا، نہ ہی اپنے رازوں سے آگاہ کرنا۔ یہ بات میری طرف سے مخفی رکھنا، اس کا تذکرہ نہ کرنا'' انہوں نے راز افشاء نہ کرنے کا وعدہ کیا۔ پھر حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بنوغطفان کے پاس آئے، انہوں نے کہا ''گروہ غطفان! تم میرا قبیلہ ہو، میرے اہل ہو، مجھے سب لوگوں سے عزیز ہو، میں تمہیں نہیں سمجھتا کہ تم مجھے الزام لگاؤ گے'' بنوغطفان نے کہا ''تم نے سچ کہا ہے تم پر کوئی الزام نہیں ہے'' حضرت نعیم نے کہا ''کیا میرا یہ راز مخفی رکھو گے'' انہوں نے کہا ''ہاں! پھر حضرت نعیم نے انہیں وہی بات بتائی جو پہلے قریش کو بتا چکے تھے۔ انہیں محتاط رہنے کے لیے کہا۔ ہفتہ کی رات کو ابوسفیان اور بنوغطفان کے سرداروں نے عکرمہ بن ابی جہل کو قریش اور غطفان کے سواروں کے ہمراہ بنوقریظہ کے پاس بھیجا انہوں نے کہا ''اب ہمارا یہاں زیادہ ٹھہرنا ممکن نہیں جانور اور مویشی ہلاک ہو رہے ہیں دشمن کے ساتھ آخری معرکہ لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ تاکہ ہم محمد عربی ﷺ پر حملہ کر کے انہیں جڑ سے اکھیڑ پھینکیں اور اس مہم سے فارغ ہو جائیں'' بنوقریظہ نے کہا ''اس رات کے بعد ہفتہ کا دن ہے۔ تمہیں علم ہے کہ ہفتہ کے دن ظلم کرنے والے پر کیا گزری۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم تمہارے ساتھ مل کر جنگ نہیں کریں گے حتیٰ کہ تم ہمیں اپنے چیدہ افراد میں سے ستر افراد بطور رہن دو'' انہوں نے کہا ''اللہ کی قسم! نعیم نے سچ ہی کہا ہے''۔

ایک اور روایت کے مطابق بنوقریظہ نے قریش کے قاصد آنے سے قبل ہی اپنا قاصد ان کی طرف بھیج دیا۔ اس نے انہیں کہا ''یہ سستی اور کاہلی کس لیے ہے۔ ضرب کاری لگانے کے لیے ایک دن کا تعین کر لو، جس میں بنوقریظہ تمہارے ساتھ ہوں گے، لیکن تم جنگ کے لیے اس وقت تک نہیں نکلو گے حتیٰ کہ تم اپنے چیدہ افراد میں سے ستر افراد بنوقریظہ کے ہاں

بطور رہن رکھ دو۔ انہیں خدشہ ہے کہ اگر تمہیں کسی ناپسندیدہ امر کا سامنا کرنا پڑے تو تم انہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر چلے جاؤ"۔ لیکن قریش نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ حتیٰ کہ ان کے پاس حضرت نعیم آ گئے۔ انہوں نے کہا "میں ابوسفیان کے پاس ہی تھا جب اس کے پاس تمہارا قاصد گیا۔ ابوسفیان نے کہا "اگر وہ مجھ سے بکری کا بچہ بھی مانگیں میں وہ بھی نہیں دوں گا" یوں ان میں باہمی اختلاف پیدا ہو گیا۔ حیی بن اخطب بنوقریظہ کے پاس آیا تو اس نے ان کی اپنے ساتھ موافقت نہ پائی۔ بنوقریظہ نے کہا "ہم ان کے ساتھ مل کر جنگ نہیں کریں گے حتیٰ کہ وہ اپنے چیدہ افراد میں سے ستر آدمی ہمارے پاس بطور رہن رکھیں"۔

تیز آندھی

اللہ تعالیٰ نے مشرکین میں باہمی اختلاف پیدا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے شدید آندھی بھیجی۔ شدید سردی کی راتیں تھیں۔ آندھی نے مشرکین کی ہنڈیاں الٹ دیں۔ ان کے برتن اوندھے کر دیے۔ ان کے خیمے اکھڑ گئے۔ ان کی طنابیں ٹوٹ گئیں۔ آندھی لوگوں کو ان کے ساز و سامان کے اوپر پھینک رہی تھی۔ آدمی دب گئے۔ آگ بجھ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ بھیج دیے۔ انہوں نے مشرکین کو ہلا کر رکھ دیا۔ ارشاد ربانی ہے:

فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيۡحًا وَّجُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا (الاحزاب:9)

"پس ہم نے بھیج دی ان پر آندھی اور ایسی فوجیں جنہیں تم نہیں دیکھ سکتے تھے"۔

شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری نصرت صبا کے ساتھ کی گئی۔ جبکہ عاد کو دبور کے ساتھ ہلاک کیا گیا۔ دوسرے الفاظ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ریح کے ساتھ اعانت فرمائی۔ وہ زرد رنگ کی آندھی تھی، جس نے مشرکین کی آنکھیں بھر دیں۔ یہ رات بھی انتہائی ٹھنڈی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ بجلیوں جیسی آوازیں بھی آتی تھیں۔ اس آندھی نے مشرکین کے لشکر کے آگے تجاوز نہ کیا۔ اس رات تاریکی اتنی شدید تھی کہ کوئی شخص اپنی انگلیوں کو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ منافقین اذن طلب کرنے لگے وہ کہنے لگے۔ "ہمارے گھر دشمن سے محفوظ نہیں کیونکہ وہ مدینہ طیبہ سے باہر ہیں۔ اس کی دیواریں چھوٹی ہیں، چوری کا بھی اندیشہ ہے۔ آپ ہمیں اجازت دیں تاکہ ہم اپنے بچوں، خواتین اور اولاد کی طرف چلے جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی۔ کہا جاتا ہے کہ اس رات آپ کے ہمراہ صرف تین سو جانباز تھے۔ منافقین کا یہ لوٹنا دراصل فرار تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَقُوۡلُوۡنَ اِنَّ بُيُوۡتَنَا عَوۡرَةٌ ۛ وَمَا هِىَ بِعَوۡرَةٍ ۛ اِنۡ يُّرِيۡدُوۡنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ (الاحزاب)

"وہ کہتے ہیں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہ ہمارے گھر بالکل غیر محفوظ ہیں۔ حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے (اس بہانہ سازی سے) ان کا ارادہ محض (میدان جنگ) سے فرار کا تھا"۔

سچے مومنین میں سے جو گھروں کو گئے تھے، وہ سردی اور شدید بھوک کی وجہ سے گئے تھے۔ یا انہیں اپنے گھروں کے متعلق واقعی خدشات دامن گیر تھے۔ یا وہ سمجھتے تھے کہ جو اس وقت چلے جائیں گے، ان کی گرفت نہیں ہوگی۔ وہ اپنے گھروں

کی حالت دیکھنے گئے پھر واپس آگئے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مشرکین کی خبر کون لے کر آئے گا؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی "میں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔ آپ نے تین بار یہی سوال پوچھا، تینوں بار حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے لبیک کہا۔ آپ نے فرمایا "ہر نبی کا حواری ہوتا ہے میرا حواری (مددگار) زبیر ہے" آپ نے یہ فرمان اس وقت بھی کہا تھا جب آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بنو قریظہ کی خبر گیری کے لیے بھیجا تھا کہ انہوں نے عہد شکنی کی ہے یا نہیں۔ غزوۂ خیبر میں بھی آپ نے انہیں اسی طرح فرمایا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے "مردوں میں سے میرے حواری حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہیں اور خواتین میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں"۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا کارنامہ

دوسری روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہمارے لیے کون جا کر دیکھے گا کہ مشرک قوم نے کیا کیا ہے؟ پھر وہ واپس آ جائے۔ میں رب تعالیٰ سے سوال کروں گا کہ وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔ دوسرے الفاظ مبارکہ میں یوں ہے "وہ روز حشر میرے ساتھ ہوگا" یا "وہ روز حشر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ساتھی ہوگا" آپ نے تین بار اسی طرح فرمایا۔ مگر سردی اور بھوک کی شدت کی وجہ سے کوئی بھی کھڑا نہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ آپ نے انہیں مشرکین کی طرف بھیجا۔ آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نہیں بھیجا تھا۔ آئمہ سیر کی تحقیق یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو اس مقصد کے لیے بھیجا تھا۔ بعض سیرت نگاروں نے یہ واقعہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے، جو ان کو اشتباہ ہوا ہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بنو قریظہ کی عہد شکنی کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا"۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد فرمایا۔ اب کھڑا ہونے کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ میں آپ کی خدمت اقدس میں آیا۔ آپ نے پوچھا "تم نے میرا کلام بھی سنا، پھر بھی اٹھ کر نہیں آئے" میں نے کہا "مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ بھوک، خوف اور سردی کی وجہ سے مجھ میں طاقت نہ تھی" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری تمہارے آگے سے پیچھے سے دائیں سے اور بائیں سے حفاظت کرے گا، حتیٰ کہ تم میرے پاس لوٹ آؤ" حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اب قوم مشرک کی طرف جانے کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے خوش ہو کر اٹھا۔ اب ساری کلفتیں دور ہو گئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حذیفہ! جاؤ مشرک قوم میں گھس جاؤ"۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار فرمایا "جو شخص مشرک قوم کی خبر لے کر آئے گا وہ روز حشر میرے ساتھ ہوگا" کسی نے جواب نہ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یا رسول اللہ! حذیفہ بن یمان کو حکم فرمائیں" حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے، میرے اوپر میری بیوی کی چادر تھی جو میرے گھٹنوں سے متجاوز نہ تھی۔ میں گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کون! میں نے عرض کی "حذیفہ ہوں" آپ نے فرمایا "حذیفہ" میں نے عرض کی "ہاں! حذیفہ ہوں" مجھے زمین تنگ ہوتی نظر آئی۔ میں نے عرض کی "ہاں! یا رسول اللہ! صلی اللہ

علیک وسلم'' آپ نے فرمایا ''اٹھو'' میں اٹھا۔ آپ نے فرمایا ''مشرک قوم کے پاس جاؤ اور ان کے متعلق خبر لے کر آؤ'' میں نے عرض کی ''یارسول اللہ! شدید سردی کی وجہ سے میں اٹھ نہیں رہا تھا۔ صرف حیاء کی وجہ سے اٹھا ہوں'' آپ ﷺ نے فرمایا ''تمہیں نہ سردی لگے گی نہ ہی گرمی، حتیٰ کہ تم میری طرف لوٹ آؤ'' میں نے عرض کی ''مجھے یہ خدشہ نہیں کہ میں قتل کیا جاؤں گا مجھے خطرہ ہے کہ میں گرفتار کر لیا جاؤں گا'' آپ نے فرمایا ''تم گرفتار بھی نہیں ہو گے'' پھر آپ نے یہ دعا مانگی ''مولا! اس کی اس کے آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے، اوپر سے اور نیچے سے حفاظت فرما'' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں چلا گویا میں حمام میں تھا۔ اللہ تعالیٰ مجھ سے سردی، گھبراہٹ اور خوف کو دور لے گیا''۔

اور ایک روایت کے مطابق انہوں نے فرمایا ''میرے دل میں جو بھی خوف اور گھبراہٹ تھی رب تعالیٰ نے اسے ختم کر دیا۔ اب ذرہ بھی خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ میں روانہ ہوا گویا کہ میں حمام میں تھا۔ جب میں روانہ ہوا تو آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا ''کوئی واقعہ رونما نہ کرنا'' دوسری روایت میں ہے آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''نہ تیر چلانا، نہ پتھر پھینکنا، نہ ہی شمشیر زنی کرنا حتیٰ کہ میرے پاس آ جاؤ''۔

میں مشرک قوم کے پاس آیا۔ ہوا اور رب العزت کا لشکر ان کے ساتھ کر رہا تھا جو کچھ کر رہا تھا۔ نہ ان کی ہنڈیاں ٹھہرتی تھیں نہ آگ اور نہ خیمہ کو قرار تھا۔ میں ان کے اندر چلا گیا۔ ابوسفیان کہہ رہا تھا ''اے گروہ قریش! ہر شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھ لے، جاسوس سے محتاط رہو'' میں نے اپنے بائیں طرف بیٹھے ہوئے شخص کا ہاتھ پکڑا، میں نے اسے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا ''معاویہ بن ابی سفیان'' میں نے اپنا ہاتھ اپنی دائیں سمت کیا، اس سمت بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھا ''تو کون ہے؟ اس نے کہا ''عمرو بن عاص'' میں نے یہ سب کچھ اس اندیشہ سے کیا کہ کہیں میرے بارے علم نہ ہو جائے۔ ابوسفیان نے کہا ''اے معشر قریش! بخدا! یہ مقام کوئی ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے۔ جانور اور مویشی ہلاک ہو رہے ہیں۔ بنو قریظہ نے وعدہ خلافی کی ہے۔ ان کی طرف سے ہمیں ناپسندیدہ پیغام پہنچا ہے۔ اس آندھی سے جس اذیت کا ہمیں سامنا ہے وہ تمہارے سامنے ہے۔ کوچ کر جاؤ۔ میں روانہ ہونے لگا ہوں'' وہ اچھل کر اپنے اونٹ پر سوار ہو گیا۔ اس نے اونٹ کی رسی کھڑے کھڑے ہی کھولی یعنی جب ابوسفیان اپنے اونٹ پر سوار ہوا تو وہ رسی کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ جب ابوسفیان نے اسے ضرب لگائی تو وہ تین پاؤں سے اچھلا۔ ابوسفیان نے اس کی رسی کاٹی۔ عکرمہ بن ابی جہل نے ابوسفیان سے کہا ''تو قوم کا سردار اور رئیس ہے۔ لوگوں کو اس طرح چھوڑے جا رہا ہے'' یہ سن کر ابوسفیان کو شرم آئی۔ اس نے اپنا اونٹ بٹھا لیا۔ اس نے اس کی زمام پکڑی۔ وہ یہ کہتے ہوئے اسے لے کر جا رہا تھا ''کوچ کر جاؤ'' وہ ادھر ہی کھڑا تھا کہ لوگ کوچ کرنے لگے۔ اس نے عمرو بن وعاص سے کہا ''ابو عبداللہ'' گھڑسواروں کا دستہ لے کر حضرت محمد عربی ﷺ اور صحابہ کرام کے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ مجھے خدشہ ہے کہ وہ ہمارا تعاقب کریں گے'' عمرو نے کہا ''میں کھڑا ہوتا ہوں'' خالد بن ولید نے کہا ''ابوسفیان! کیا دیکھ رہے ہو؟ میں بھی عمرو کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہوں۔ عمرو اور خالد دو سو گھڑسواروں کے ساتھ کھڑے ہو گئے، باقی سارا لشکر روانہ ہو گیا۔ اگر مجھے حضور ﷺ کے اس فرمان ذی شان کی پاسداری نہ ہوتی جو آپ نے مجھے وقت روانگی فرمایا تھا کہ کوئی واقعہ

رونما نہ کرتا تو میں تیر مار کر ابوسفیان کو ہلاک کر دیتا" بنو غطفان کو بھی قریش کے کوچ کا علم ہو گیا، وہ بھی تیزی سے اپنے شہروں کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہ لشکر میں باآواز بلند کہہ رہے تھے "کوچ کوچ" اب مزید قیام ممکن نہیں" آندھی ان کے سامان کو اوندھا کر رہی تھی، انہیں پتھر لگ رہے تھے۔ یہ آندھی ان کے لشکر سے متجاوز نہ تھی۔ جب میں نے نصف راستہ طے کر لیا تو مجھے بیس سوار نظر آئے جنہوں نے عمامے پہن رکھے تھے۔ دو شہ سوار میرے پاس آئے۔ انہوں نے کہا "اپنے صاحب کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے مشرک قوم کے لیے کافی ہو گیا ہے" پھر میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو گیا۔ میں نے دیکھا آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے قریش اور بنو غطفان کے کوچ کی خبر سنائی تو آپ ﷺ نے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ مسکرائے حتیٰ کہ رات کی تاریکی میں مبارک دانتوں کا نور نظر آنے لگا۔ مجھے دوبارہ سردی نے آلیا، میں سردی سے کانپنے لگا۔ حضور ﷺ نے مجھے اپنے دست اقدس سے اشارہ فرمایا۔ میں آپ کے قریب گیا۔ آپ نے اپنی مبارک چادر کا پلو میرے اوپر ڈال دیا۔ میں طلوع فجر تک سوتا رہا۔ صبح کی نماز کے وقت مجھے حضور ﷺ نے فرمایا: قُمْ يَا نَوْمَانُ" بہت زیادہ سونے والے اٹھو!۔

واپس لوٹ آنے کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو سردی اس لیے لگی تھی کیونکہ حضور ﷺ نے انہیں فرمایا تھا "تمہیں گرمی سردی کوئی نقصان نہ دے گی حتیٰ کہ تم میری طرف واپس لوٹ آؤ" اب وہ واپس آچکے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب میں مشرک قوم میں داخل ہوا تو میں نے آگ کی روشنی میں دیکھا کہ ایک موٹا اور نشانات والا شخص اپنے پہلو پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔ اس کے ارد گرد اس کے جوان تھے۔ گروہ اس سے جدا ہو چکے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا "کوچ! کوچ" اس سے قبل میں نے ابوسفیان کو دیکھا ہوا نہیں تھا۔ میں نے اپنے ترکش سے سفید پروں والا تیر نکالا اسے کمان میں ڈالا تاکہ آگ کی روشنی میں دے ماروں۔ مجھے حضور ﷺ کا فرمان یاد آگیا "تم نے کسی واقعہ کا ظہور نہیں کرنا حتیٰ کہ میرے پاس آجاؤ" میں رک گیا۔ اپنا تیر ترکش میں ڈال لیا۔ جب میں ان میں بیٹھ گیا تو ابوسفیان نے محسوس کیا کہ ان میں کوئی اجنبی آگیا ہے۔ اس نے کہا "تم میں سے ہر کوئی اپنے ہم نشین کا ہاتھ پکڑ لے۔ میں نے اس شخص کے ہاتھ پر ہاتھ مارا جو میرے دائیں طرف تھا۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا "میں معاویہ بن سفیان ہوں" پھر میں نے اس شخص کے ہاتھ پر ہاتھ مارا جو میرے بائیں طرف تھا۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا "میں عمرو بن عاص ہوں" میں نے یہ عمل اس خطرہ کے پیش نظر کیا کہ کہیں پہچانا نہ جاؤں۔ میں نے انہیں پوچھنے میں جلدی کی۔ پھر میں نے کچھ دیر کے لیے توقف کیا، پھر قریش، کنانہ اور قیس کے بقیہ افراد کے پاس گیا۔ میں نے ان سے وہی کچھ کہا جس کا مجھے حضور ﷺ نے حکم دیا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا تھا "اس مشرک قوم میں گھس جاؤ، حتیٰ کہ ان کے سامنے جانا۔ پہلے قریش کے پاس جاؤ، انہیں کہو "اے گروہ قریش! لوگوں کا ارادہ ہے کہ جب کل آئے تو یوں کہا جائے "ابن قریش کہاں ہے؟ لوگوں کے قائد کہاں ہیں؟ وہ تمہیں آگے کریں گے، تم جنگ تک پہنچ جاؤ گے، تم میں قتل عام ہو گا۔ پھر بنو کنانہ کے پاس جانا انہیں کہنا "کل کہا جائے گا تیر انداز کہاں

ہیں؟ لوگ تمہیں آگے کردیں گے، تم جنگ کرو گے، قتل عام تم میں ہوگا"۔ پھر بنو قیس کے پاس جاؤ، انہیں کہو "اے گروہ قیس! لوگوں کا ارادہ ہے کہ کل آئے تو یوں کہا جائے "شہ سوار کہاں ہیں؟ گھڑ سوار کہاں ہیں؟ وہ تمہیں آگے کریں، تم جنگ کرو گے۔ تو تم میں بہت سے افراد قتل ہو جائیں گے"۔

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے احزاب کے لیے یہ بددعا کی:

"اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيْعَ الْحِسَابِ اَهْزِمِ الْاَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ اَهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ"۔ یعنی وہ جنگ میں قتال کے وقت ثابت قدم نہ رہ سکیں بلکہ ان کا طائر عقل پرواز کر جائے ان کے قدم لرز اٹھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی۔ دشمنوں پر آندھی اور لشکر بھیج دیے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مغلوب کر دیا حتیٰ کہ طلیحہ بن خویلد الاسدی نے کہا "محمد عربی ﷺ نے تم پر جادو کا آغاز کر دیا ہے۔ (نعوذ باللہ منہ) نجات! نجات! وہ جنگ کے بغیر ہی مغلوب ہو گئے۔ اپنے اس فرمان عالی شان سے رب تعالیٰ نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (الاحزاب:9)

"اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کے احسان کو جو اس نے تم پر کیا جب (حملہ آور ہو کر) آ گئے تھے تم پر کفار کے لشکر۔ پس ہم نے بھیج دی ان پر آندھی اور ایسی فوجیں جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے تھے"۔

وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝ (الاحزاب)

"اور نا کام لوٹا دیا اللہ تعالیٰ نے کفار کو اس حال میں کہ وہ غصہ سے (پیچ و تاب کھا رہے تھے) اس لشکر کشی سے انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا اور بچا لیا اللہ نے مومنوں کو جنگ سے اور اللہ بڑا طاقت ور اور ہر چیز پر غالب ہے"۔

یہ تذکرہ پہلے ہو چکا ہے کہ بعض صحابہ کرام نے عرض کی "یا رسول اللہ! دل حلقوم تک پہنچ گئے ہیں۔ کیا کوئی ایسا ورد ہے جو ہمارے لیے باعث تسکین ہو" آپ نے فرمایا "یوں کہو "اللّٰھم استر عوراتنا وامن روعاتنا"۔

مشرکین کی واپسی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ رب العزت نے ہوا کے ساتھ دشمنوں کے چہروں پر مارا۔ ہوا کے ساتھ انہیں مغلوب کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے لیے کافی ہو گیا" کفار خائب و خاسر ہو کر لوٹ گئے۔ عمرو بن عاص اور خالد بن ولید دو سو سواروں کے ہمراہ لشکر کے پیچھے ٹھہرے رہے تا کہ مسلمان ان کا تعاقب نہ کریں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سوموار، منگل اور بدھ کے روز نماز ظہر اور نماز عصر کے مابین مسجد الاحزاب میں آئے۔ آپ نے ردائے مبارک رکھی۔ دست اقدس بلند کیے اور کھڑے ہو کر کفار کے لیے بددعا کرنے لگے۔ ہم نے بشارت کے اثرات آپ کے روئے تاباں پر دیکھ لیے تھے۔ یہ دعا پہلے گزر چکی ہے۔

رات کے وقت باد صبا چلی، اس نے طنابیں اکھیڑ کر رکھ دیں۔ آگ بجھا دی، برتن اوندھے کر دیے، ہانڈیاں منہ کے بل نیچے گرا دیں۔ مٹی مشرکین پر پڑی، کنکریاں انہیں لگنے لگیں۔ وہ لشکر گاہ کے اردگرد تکبیر اور اسلحہ کی آواز سننے لگے۔ وہ اس رات بھاگتے ہوئے چلے گئے۔ اپنا بھاری سامان وہیں چھوڑ گئے۔ وہ سامان مسلمانوں کو بطور مال غنیمت ملا۔ آپ غزوۂ خندق سے بدھ کے روز واپس آگئے۔ ذوالقعدہ کے سات ایام باقی تھے۔ آپ نے خندق کے اردگرد پندرہ روز قیام فرمایا۔ ایک قول میں چوبیس روز کا اور ایک اور روایت میں ایک ماہ کا بھی ذکر ہے۔ جب گروہ چلے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اب قریش تم پر لشکر کشی نہیں کر سکیں گے'' دوسری روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا ''اب ہم کفار مکہ پر حملہ آور ہوں گے۔ وہ ہم پر لشکر کشی نہیں کر سکیں گے'' پھر اسی طرح ہوا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا'' اس میں بھی آپ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

سیرت حلبیہ میں لکھا ہے ''روانگی سے قبل ابوسفیان نے ایک خط لکھا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا۔ اس میں لکھا:

باسمك اللهم

میں لات و عزیٰ اور اساف و نائلہ اور ہبل کی قسم اٹھاتا ہوں کہ میں ایک لشکر جرار لے کر آرہا ہوں۔ میں نے ارادہ کر رکھا ہے کہ اس وقت تک واپس نہ لوٹوں گا جب تک آپ کو جڑ سے نہ اکھیڑ پھینکوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ نے یہ امر پسند نہیں کیا۔ خندق بنا کر اپنا بچاؤ کرنے کی کوشش کی ہے''۔

دوسری روایت میں ہے ''آپ نے ایسی جنگی چال سے اپنا دفاع کیا ہے جو اہل عرب کی چال نہیں۔ عرب جس سے آشنا نہیں وہ تو صرف نیزوں کی چھاؤں اور تلوار کی دھاروں سے آشنا ہیں۔ یہ خندق آپ نے ہماری تلواروں سے ڈر کر کھودی ہے۔ آپ کو ہماری طرف سے احد کے دن کی طرح کے دن کا سامنا کرنا پڑے گا''

نبی رحمت، تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں یہ مکتوب گرامی بھیجا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صخر بن حرب کی طرف!

تیرا خط مجھے ملا ہے۔ مدت مدید سے تجھے رب تعالیٰ سے شیطان نے دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے۔ تو نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ تو ہماری طرف آرہا ہے اور تیرا عزم ہے کہ ہمیں جڑ سے اکھیڑ پھینکے۔ یہ وہ امر ہے جس کے اور تیرے مابین رب تعالیٰ کی ذات حائل ہے۔ وہ بالآخر فتح و ظفر مندی ہمیں عطا فرمائے گا۔ تیرا ایک دن ایسا بھی آئے گا جب میں اساف، نائلہ، لات، عزیٰ اور ہبل کو ریزہ ریزہ کر دوں گا۔ اے بنو غالب کے احمق! وہ دن میں تجھے یاد کراؤں گا''۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے فرمان ذی شان کو سچ کر دکھایا۔ آپ نے لات و عزیٰ اور سارے بتوں کو پارہ پارہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا۔ ان واقعات کے بارے پہلے ہی بتا دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے''۔

شہدائے خندق

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ غزوۂ خندق کے روز مسلمانوں کے چھ بلند اقبال افراد کے سروں پر تاج شہادت سجایا گیا۔
❶ حضرت سعد بن معاذ ❷ حضرت انس بن اوس ❸ حضرت عبداللہ بن سہل۔ ان تینوں کا تعلق اوس سے تھا۔ خزرج میں سے
❹ حضرت طفیل بن نعمان ❺ حضرت ثعلبہ بن غنمہ ❻ حضرت کعب بن زید۔
حافظ دمیاطی نے حضرت قیس بن زید کی شہادت کا اضافہ کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے "الکنیٰ" میں لکھا ہے کہ اس روز حضرت ابوسنان صیفی کو بھی قبائے شہادت نصیب ہوئی۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی۔ خندق میں جام شہادت نوش کیا۔ مشرکین کے تین افراد مارے گئے۔ ❶ منبہ بن عبید عبدری ❷ نوفل بن عبداللہ ❸ عمرو بن عبدوُد۔

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ جہاد، حج اور عمرہ سے واپس آتے آپ ابتداً تین تکبیریں کہتے، پھر یوں فرماتے:

"لا الہ الا اللہ وحدہٗ، لاشریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر، آیبون، تائبون، عابدون، ساجدون لربنا حامدون، صدق اللہ وعدہٗ ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ"۔

(واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

غزوۂ بنو قریظہ

حضرت جبرائیل امین بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں

بنو قریظہ مدینہ طیبہ کی یہودی قوم تھی۔ یہ اوس کے حلفاء تھے۔ اس غزوہ کا خلاصہ یہ ہے:
جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے واپس تشریف لائے اسی روز مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ ذوالقعدہ کے سات دن باقی تھے۔ آپ نے بھی اور آپ کے صحابہ کرام نے بھی ہتھیار اتار دیے تھے۔ آپ نے نماز ظہر ادا کی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تشریف لے گئے۔ دوسری روایت کے مطابق وہ حجرہ مقدسہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا تھا۔ آپ نے پانی منگوایا اور غسل فرمانے لگے۔ آپ نے سر اقدس کا ایک حصہ دھولیا تھا' دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گیسوئے پاک کو کنگھی کر رہے تھے۔ آپ نے ایک طرف کنگھی کر لی تھی' ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے سر اقدس بھی دھولیا تھا۔ غسل بھی فرمالیا تھا اور دھونی لینے کے لیے آپ نے عود سنور بھی منگوالیا تھا۔ حضرت جبرائیل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے استبرق کا سیاہ عمامہ شریف باندھا ہوا تھا جسے اپنے کندھوں کے مابین لٹکا رکھا تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے زرہ پہن رکھی تھی۔ ان دونوں روایات میں تعارض نہیں۔ ممکن ہے انہوں نے زرہ کے اوپر عمامہ پہن رکھا ہو۔ وہ خچر پر سوار تھے۔ جس پر سرخ ریشم کی چادر ڈالی گئی تھی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ نے ہتھیار اتار دیے ہیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں" حضرت جبرائیل امین نے

عرض کی "ابھی تک فرشتوں نے ہتھیار نہیں اتارے" دوسری روایت کے مطابق انہوں نے عرض کی "اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔ کیا آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں حالانکہ ابھی تک ہم واپس نہیں لوٹے۔ ہم اس قوم کے تعاقب میں ہیں۔ ہم انہیں حمراء الاسد تک پہنچا آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ بنو قریظہ کی طرف جائیں۔ میں ملائکہ کے ہمراہ ان کی طرف جا رہا ہوں۔ میں ان کے قلعوں میں زلزلہ بپا کروں گا" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میرے صحابہ کرام تھک گئے ہیں انہیں کچھ ایام کی مہلت دیں" حضرت جبرائیل امین نے عرض کی "بنو قریظہ کی طرف تشریف لے چلیں" میں انہیں اس طرح توڑ دوں گا جس طرح صفا پر مار کر انڈا توڑا جاتا ہے۔ میں ان کے قلعوں میں داخل ہو جاؤں گا۔ میں انہیں زمین میں دھنسا دوں گا" حضرت جبرائیل امین اپنے ہمراہ فرشتوں کو لے کر چلے گئے حتیٰ کہ بنو غنم کی گلیوں میں غبار اڑنے لگا۔

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "گویا میں اب بھی بنو غنم کی گلیوں میں اڑنے والے غبار کو دیکھ رہا ہوں، یہ غبار حضرت جبرائیل امین کی سواری کی وجہ سے اس وقت اٹھا جب وہ بنو قریظہ کی طرف گئے"۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا "جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ خندق سے واپس تشریف لائے۔ آپ میرے پاس جلوہ افروز ہوئے تھے کہ اچانک دروازہ پر دستک ہوئی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اچانک آواز آئی جسے سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی سے باہر تشریف لائے۔ میں بھی آپ کے پیچھے نکلی، میں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنی سواری پر سوار تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری کے ایال کے بالوں کی جگہ سے ٹیک لگا کر اس کے ساتھ محوِ کلام تھے۔ میں واپس آ گئی۔ جب آپ کاشانۂ اقدس میں تشریف لائے تو میں نے عرض کی "وہ شخص کون تھا جس کے ساتھ آپ محو تکلم تھے" آپ نے فرمایا "کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی "ہاں" آپ نے فرمایا "کس کے مشابہ تھا؟" میں نے عرض کی "دحیہ کلبی کے" آپ نے فرمایا "وہ حضرت جبرائیل امین تھے۔ انہوں نے کہا ہے" میں بنو قریظہ کی طرف جاؤں" یہ روایت اس بات کی تائید کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندق سے واپس ہو کر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "گویا کہ میں اب بھی دیکھ رہی ہوں کہ جبرائیل امین اپنے بالوں سے غبار جھاڑ رہے تھے"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنو قریظہ کی طرف روانگی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاشق صادق حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کریں "جو اطاعت شعار یہ اعلان سن رہا ہو وہ بنو قریظہ میں عصر کی نماز پڑھے" دوسری روایت میں ہے "وہ نماز ظہر بنو قریظہ میں پڑھے" ان دونوں روایات کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ بعض صحابہ کرام نے نماز ظہر پڑھ لی تھی۔ بعض نے ابھی تک نماز ظہر نہیں پڑھی تھی۔ جنہوں نے ابھی تک نماز ظہر نہیں پڑھی تھی ان سے کہا گیا کہ نماز ظہر بنو قریظہ میں پڑھو، جنہوں نے نماز ظہر پڑھ لی تھی انہیں کہا گیا کہ وہ نماز عصر بنو قریظہ میں پڑھیں۔ منادی یہ اعلان بھی کر رہا ہے "اے اللہ تعالیٰ کے شہ سوارو! گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ" پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے بھیج دیا۔ اسلام کا علم انہیں عنایت فرمایا۔ جھنڈا ابھی تک اسی

حالت پر تھا۔ خندق سے واپسی پر اسے ابھی تک کھولا نہیں گیا تھا۔ آپ نے مدینہ طیبہ پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ آپ نے ہتھیار، خود اور زرہ پہن لی، اپنے دست اقدس میں نیزہ پکڑا، کمان لٹکائی اور اپنے ''اللحیف'' گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ آپ اپنے گدھے پر سوار ہو گئے۔ ممکن ہے کہ آپ نے بعض راستہ گھوڑے پر اور بعض گدھے پر طے کیا ہو۔ صحابہ کرام آپ کے ارد گرد تھے۔ انہوں نے بھی ہتھیار سجائے ہوئے تھے۔ وہ گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان کی تعداد تین ہزار تھی۔ جن میں گھوڑوں کی تعداد 36 تھی۔ آپ انصار کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے ہتھیار پہن رکھے تھے۔ آپ نے فرمایا ''کیا یہاں سے کوئی گزرا ہے؟ انہوں نے عرض کی ''ہاں! حضرت دحیہ کلبی اپنی سفید خچر پر گزرے ہیں'' دوسری روایت میں ہے وہ سفید گھوڑے پر سوار تھے۔ انہوں نے زرہ پہن رکھی تھی۔ انہوں نے ہمیں ہتھیار سجانے کا حکم بھی دیا ہے'' انہوں نے ہمیں مزید کہا ہے ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی ابھی تمہارے ہاں جلوہ افروز ہونے ہی والے ہیں'' ہم نے ہتھیار سجا کر صف بندی کر لی ہے'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''وہ جبرائیل امین تھے۔ انہیں بنو قریظہ کی طرف بھیجا گیا ہے تا کہ ان کے قلعوں میں زلزلہ بپا کریں اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیں''۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنو قریظہ کے پاس تشریف آوری

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ قلعے کے قریب ہوئے، ان کے ہمراہ مہاجرین وانصار بھی تھے تو انہوں نے قلعے کے نیچے جھنڈا گاڑھ دیا۔ انہوں نے بنو قریظہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بری باتیں سنیں۔ مسلمان پر سکون ہو گئے۔ انہوں نے کہا ''ہمارے اور تمہارے مابین تلوار فیصلہ کرے گی'' جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو جھنڈا تھامنے کا حکم دیا۔ خود بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ان خبیثوں کے قریب نہ جائیں، کہیں آپ ان سے اذیت ناک باتیں نہ سنیں'' آپ نے فرمایا ''ہاں! جب وہ مجھے دیکھ لیں گے تو مجھے کچھ نہیں کہیں گے'' جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے قلعوں کے قریب ہوئے تو فرمایا ''اے بندروں کے بھائیو! کیا رب تعالیٰ نے تمہیں رسواء کر دیا ہے؟ کیا اس نے تم پر اپنا عذاب اتارا ہے؟ انہوں نے کہا ''ابو القاسم! آپ جاہل نہیں ہیں''۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اتنی بلند آواز سے ندا دی کہ ان کے سرداروں نے سن لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے بندروں اور خنزیروں کے بھائیو! طاغوت کی پوجا کرنے والو! کیا رب تعالیٰ نے تمہیں رسواء کر دیا ہے، کیا اس نے تم پر اپنا عذاب نازل کیا ہے۔ کیا تم مجھے نازیبا کلمات کہتے ہو؟ یہودی قسمیں اٹھانے لگے کہ ہم نے ایسی باتیں نہیں کیں، وہ کہنے لگے ''ابو القاسم! آپ جاہل نہیں ہیں''۔

دوسری روایت میں ہے ''آپ فحش گو نہیں ہیں'' حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اے اللہ کے دشمنو! اپنے قلعوں میں ہی رہو، حتیٰ کہ بھوکے مر جاؤ۔ تم اس لومڑی کی طرح ہو جو اپنے سوراخ میں ہو'' انہوں نے کہا ''ابن حضیر! ہم تمہارے موالی

ہیں'' انہیں اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ حضرت اسید بن حضیر نے فرمایا'' میرے اور تمہارے مابین کوئی عہد نہیں ہے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو'' بندروں اور خنزیروں کی اولاد'' اس لیے کہا کیونکہ اس وقت ان کے جوان بندروں میں اور ان کے بوڑھے خنزیروں میں مسخ ہو گئے جب انہوں نے سرکشی کرتے ہوئے ہفتہ کے روز مچھلیوں کا شکار کیا تھا۔ بعض صحابہ کرام نے ابھی تک نماز عصر نہیں پڑھی تھی، کیونکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن لیا تھا'' وہ نماز عصر نہ پڑیں مگر بنوقریظہ میں'' وہ عشاء کے بعد آئے اور نماز عشاء کے بعد نماز عصر پڑھی۔ بعض صحابہ کرام نے فرمایا'' ہم نے تو نماز عصر پڑھ لی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم نماز عصر ترک کر دیں اور اسے وقت پر ادا نہ کریں، بلکہ آپ کا ارادہ تو یہ تھا کہ ہم جلدی جلدی آپ کی بارگاہ والا میں پیش ہو جائیں'' ان صحابہ کرام نے اپنے اپنے مسکن میں ہی نماز عصر پڑھ لی تھی۔ بعض صحابہ کرام نے نماز عصر اپنی سواریوں کی پشتوں پر ہی پڑھ لی تھی، پھر وہ بنوقریظہ کی طرف عازم سفر ہو گئے۔ اللہ رب العزت اپنی کتاب حکیم میں کسی پر بھی عیب نہیں لگایا، نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر عیب لگایا کیونکہ دونوں فریقوں کو اپنے ارادہ کا ثواب مل گیا تھا۔ کیونکہ دونوں فریق ہی سعی کرنے والے تھے۔ نہ ہی ان صحابہ کرام پر عتاب کیا گیا جنہوں نے ظاہری حکم سے استدلال کرتے ہوئے نماز عصر مؤخر کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس روز بنوقریظہ کا محاصرہ کیا۔ ایک روایت میں پندرہ روز کا جبکہ ایک روایت میں ایک ماہ کا ذکر ہے۔ اس مدت میں صحابہ کرام کی خوراک کھجوریں ہوتی تھیں۔ یہ کھجوریں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھیجا کرتے تھے۔ اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' کھجور بہترین کھانا ہے'' یہ محاصرہ بنوقریظہ پر شدت اختیار کر گیا۔ ان کے دلوں میں رب تعالیٰ نے رعب ڈال دیا۔ حیی بن اخطب بھی ان کے ہمراہ ان کے قلعوں میں داخل ہو گیا، کیونکہ اب گروہ مشرکین واپس چلے گئے تھے۔ یہ حسب وعدہ کعب بن اسد کے ساتھ اس کے قلعہ میں تھا۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ جنگ کیے بغیر واپس نہیں لوٹیں گے''۔

ان کے سردار کعب بن اسد نے کہا'' اے گروہ یہود! جو مصیبت تم پر اتری ہے تم اس کا مشاہدہ کر رہے ہو۔ میں تمہیں تین چیزیں پیش کرتا ہوں جو ان میں سے چاہو اختیار کر لو'' بنوقریظہ نے پوچھا'' وہ کون سی چیزیں ہیں؟ کعب نے کہا'' ہم اس شخص (رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کر لیتے ہیں، ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اب تمہارے لیے عیاں ہو چکا ہے کہ یہ نبی مرسل ہیں، وہی بابرکات ذات ہیں جن کا ذکر تم اپنی کتاب میں پاتے ہو، اس طرح تم اپنے خون، اموال اور خواتین کو محفوظ کر لو گے۔ ہم صرف حسد کی وجہ سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان نہیں لائے۔ ہم نے اہل عرب کے ساتھ حسد کیا کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنواسرائیل میں سے نہیں۔ میں تو یہ عہد توڑنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ یہ مصیبت اور نحوست صرف اسی حیی بن اخطب کی وجہ سے آئی ہے۔ کیا تمہیں کچھ علم ہے کہ ابن خراش نے تمہیں اس وقت کیا کہا تھا جب وہ تمہارے پاس آیا تھا۔ اس نے کہا تھا'' اس قریہ عظیمہ سے ایک نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو گا تم ان کی پیروی کرنا، ان کے انصار بن جانا، تم سابقہ کتب اور آخری کتاب پر ایمان لانے والے بن جاؤ گے۔ بنوقریظہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر اپنی کتب میں پڑھتے تھے۔ اپنے بچوں کو

آپ کے اوصاف بتاتے تھے۔ مدینہ طیبہ کو آپ کی ہجرت گاہ بننے کا شرف ابدی ملے گا"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا "بنو قریظہ، بنو نضیر، فدک اور خیبر کے یہودی آپ کی بعثت مبارکہ سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف اپنی کتب میں پاتے تھے۔ نیز یہ کہ آپ کی ہجرت گاہ مدینہ طیبہ ہے"۔

جب کعب نے انہیں یہ کہا تو یہودیوں نے کہا "ہم تورات کا حکم تبدیل نہیں کریں گے، نہ ہی اس کا بدل لینا پسند کریں گے" کعب نے انہیں کہا "اگر اس تجویز سے متفق نہیں ہو تو پھر آؤ ہم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ پھر ہم محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے صحابہ کرام پر حملہ آور ہو جائیں، اس طرح ہمارے پیچھے کوئی گرانی نہیں ہو گی، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مابین فیصلہ کر دے۔ اگر ہم ہلاک ہو گئے تو ہلاک ہو گئے۔ ہمارے پیچھے کوئی اولاد نہیں ہو گی جس کے متعلق کوئی خطرہ ہو گا، اگر ہمیں کامیابی نصیب ہوئی تو مجھے اپنی حیاتی کی قسم! ہمیں اولاد اور خواتین اور مل جائیں گی" یہودیوں نے کہا "اگر ہم ان مساکین کو قتل کر دیں تو ان کے بعد زندگی میں کیسی بھلائی رہ جائے گی"۔ کعب نے تیسری تجویز دیتے ہوئے کہا "اگر دوسری تجویز بھی مسترد کرتے ہو تو آج ہفتہ کی رات ہے، اس میں ممکن ہے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے صحابہ کرام ہم سے غافل ہوں، آؤ ہم ان پر حملہ کر دیتے ہیں۔ ممکن ہے ہم اِن کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر کامیاب ہو جائیں" یہودیوں نے کہا "ہم ہفتہ کے روز جنگ کریں؟ ہم وہ عمل کریں جسے ہم سے پہلے جس نے کیا وہ مسخ ہو گیا"۔

عمرو بن سعدی نے انہیں کہا "تم نے ہی محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ عہد شکنی کی ہے۔ میں نے تمہاری اس دھوکہ دہی میں شرکت نہیں کی۔ اگر تم نے آپ پر ایمان لانے سے انکار کر دیا ہے تو پھر یہودیت پر ہی ثابت قدم رہو اور جزیہ دے دو۔ بخدا! میں نہیں جانتا کہ تم میری بات قبول کرو گے یا نہیں" یہودیوں نے کہا "ہم اہل عرب کو کبھی بھی خراج اور جزیہ دینا پسند نہیں کریں گے" اس رسوائی سے تو قتل بہتر ہے" عمرو نے کہا: پھر میں تم سے بری ہوں" وہ اسی رات نکلا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نگرانوں کے پاس سے گزرا۔ وہاں حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ متعین تھے۔ انہوں نے پوچھا: کون ہو؟ اس نے کہا: میں عمرو بن سعدی ہوں" حضرت ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا "جاؤ" پھر یہ دعا کی "مولا! مجھے شریف لوگوں کی غلطیاں معاف کرنے سے محروم نہ رکھ" انہوں نے اسے جانے دیا۔ پھر اس کے بعد اس کے متعلق معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں چلا گیا؟ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے متعلق بتایا گیا تو آپ نے فرمایا "وہ ایسا شخص ہے جسے رب تعالیٰ نے اس کی وفاء کے بدلے نجات عطا کی ہے"۔

دوسری روایت کے مطابق اس عمرو نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنو قریظہ کے پاس تشریف آوری سے پہلے کہا تھا "بنو قریظہ! میں نے عبرت انگیز چیز دیکھی ہے۔ میں نے اپنے بھائیوں بنو نضیر کے گھروں کو دیکھا ہے۔ وہ عزت و وقار کے بعد خالی ہو گئے ہیں۔ وہاں عیش و عشرت، عقل، دانائی اور دانشمندی میں سے کچھ بھی نہیں رہا۔ وہ اپنے اموال بھی چھوڑ گئے ہیں۔ دوسرے لوگ ان کے مالک بن گئے ہیں۔ اسی عہد شکنی نے بنو قینقاع کو بھی ذلت و خواری میں ڈال دیا ہے۔ حالانکہ ان کے پاس افرادی قوت، اسلحہ اور قوت کی فراوانی تھی۔ ان سب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گرفتار کر لیا۔ آپ نے ان سب کو یثرب سے جلاوطن ہونے کا حکم دیا۔ اے میری قوم! تم نے جو مصیبت دیکھ لی ہے، دیکھ لی ہے۔ تم میری اطاعت کرو۔ ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کر

لیتے ہیں۔ بخدا! تم خوب جانتے ہو کہ آپ ﷺ نبی برحق ہیں۔ ہمارے علماء نے آپ کے بارے بشارات دی ہیں" وہ انہیں لگاتار جنگ وجدل اور جلاوطنی سے ڈراتا رہا، پھر اس نے کعب بن اسد کی طرف توجہ کی اور کہا "مجھے اس تورات کی قسم! جو طور سیناء کے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتری تھی۔ یہ دنیا میں ان یہودیوں کے لیے باعث عزت ووقار تھی، وہ اسی پر سکون حالت پر تھے۔ انہیں کسی نے نہ ڈرایا حتیٰ کہ حضور ﷺ کا لشکر ان پر حملہ آور ہوا۔ اب وہ ان کے ضمن میں جلوہ افروز ہو گئے ہیں" کعب نے کہا: میں بھی یہی بات تم سے کرتا تھا"۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ

محاصرہ کے بعد انہوں نے شاس بن قیس کو بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں بھیجا کہ آپ بنوقریظہ کو بھی انہی شرائط پر جلاوطنی کی اجازت دے دیں جن شرائط پر بنونضیر کو اجازت مرحمت فرمائی تھی کہ وہ اسلحہ کے علاوہ ایک اونٹ کا سامان لے جا سکتے ہیں۔ مگر حضور ﷺ نے انہیں تہ تیغ نہ کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے اس بات سے بھی انکار کر دیا کہ ان کی خواتین اور اولاد ان کے سپرد کی جائے" انہوں نے پھر اپنا قاصد بھیجا کہ انہیں کسی مال وثروت کی ضرورت نہیں، نہ ہی کسی اسلحہ کی احتیاج ہے، انہیں کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ مگر حضور ﷺ نے انکار کر دیا الا یہ کہ حضور ﷺ کا فیصلہ قبول کر لیں" شاس یہودیوں کے پاس آ گیا پھر یہودیوں نے حضور ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ہمارے ہاں بھیج دیں تاکہ ہم اپنے بارے ان سے مشاورت کریں کیونکہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ انہیں نصیحت کرتے رہتے تھے۔ ان کے اموال، اولاد اور اہل وعیال بنوقریظہ میں ہی تھے۔ یہ یہودی اوس کے حلیف تھے۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی اوس سے ہی تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیج دیا، جب بنوقریظہ نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان کے مرد وخواتین اور بچے اٹھ کر ان کے پاس آئے۔ وہ محاصرہ کی شدت کی وجہ سے رونے لگے۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے دل میں ان کے لیے رقت پیدا ہو گئی۔ انہوں نے کہا "ابولبابہ! تمہارا کیا خیال ہے کہ ہم محمد عربی (ﷺ) کا فیصلہ قبول کر لیں" انہوں نے کہا "ہاں" ساتھ ہی انہوں نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا یعنی انہیں قتل کر دیا جائے گا"۔

دوسری روایت میں ہے ان یہودیوں نے کہا "حضور (ﷺ) نے فرمایا ہے کہ ہم صرف آپ کا فیصلہ ہی تسلیم کریں" انہوں نے کہا "آپ کا حکم مان جاؤ" پھر انہوں نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا" حضرت ابولبابہ نے فرمایا "اللہ کی قسم! یونہی میرے قدم اپنی جگہ سے ہٹے۔ میں نے سمجھ لیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ سے خیانت کی ہے کیونکہ اس طرح یہودیوں کو آپ کا حکم ماننے سے نفرت دلاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات طیبات نازل کیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾ (انفال)

"اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ اور اس کے رسول سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں اس حال میں کہ تم جانتے ہو اور خوب جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد سب آزمائش ہیں اور بیشک اللہ اسی کے پاس اجرِ

عظیم ہے''۔

وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا ؕ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۰۲﴾ (التوبۃ)

''کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کرلیا اپنے گناہوں کا، انہوں نے ملا جلا دیا کچھ اچھے اور برے عمل۔ امید ہے اللہ قبول فرمائے ان کی توبہ، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے''۔

حق یہ ہے کہ دونوں آیات اسی موقعہ پر نازل ہوئیں تھیں۔ پہلی آیت ملامت کرنے کے لیے دوسری آیت مژدہ توبہ سنانے کے لیے نازل ہوئی۔

دوسری روایت میں ہے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جب بنوقریظہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ مجھے ان کی طرف بھیجیں تو آپ نے مجھے یاد فرمایا اور فرمایا ''اپنے حلیفوں کے پاس جاؤ۔ سارے اوس قبیلہ کو چھوڑ کر انہوں نے تمہاری طرف پیغام بھیجا ہے'' میں اوس کی طرف گیا۔ کعب بن اسد کھڑا ہوا۔ اس نے کہا ''ابو بشر! ہماری اس مصیبت سے تم آگاہ ہو۔ محاصرہ انتہائی شدت اختیار کر گیا ہے۔ ہم ہلاک ہو گئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا محاصرہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں حتیٰ کہ ہم آپ کا فیصلہ تسلیم کرلیں۔ اگر آپ ہمارے لیے محاصرہ اٹھا دیں تو ہم شام کی طرف چلے جاتے ہیں۔ یا خیبر کو مسکن بنا لیتے ہیں۔ ہم کبھی بھی آپ سے جنگ کرنے کے لیے سفر نہیں کریں گے نہ ہی آپ کے خلاف کبھی لشکر کشی کریں گے۔ ہم نے سارے لوگوں کو چھوڑ کر تمہیں مشاورت کے لیے بلایا ہے۔ کیا ہم محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فیصلہ تسلیم کرلیں؟ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے انہیں کہا ''ہاں'' میں نے ذبح کا اشارہ کرتے ہوئے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔ پھر میں انتہائی نادم ہوا۔ میں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ کعب نے پوچھا ''ابولبابہ! تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا ''میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیانت کی ہے'' پھر میں ان کے قلعے سے نیچے اترا، آنکھوں سے لگاتار آنسو رواں تھے''۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سیدھے روانہ ہو گئے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات نہ کی، انہوں نے خود کو مسجد نبوی کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھا، یہ ستون حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ کے دروازہ کے پاس تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر نفل یہاں پڑھتے تھے۔ یہ آج بھی اسطوانہ ابی لبابہ کے نام سے معروف ہے۔ اسے اسطوانۃ التوبہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ موسم انتہائی گرم تھا۔ انہوں نے خود کو ایک بھاری زنجیر کے ساتھ باندھ لیا، انہوں نے کہا ''اللہ کی قسم! میں نہ کھاؤں گا نہ ہی پیوں گا حتیٰ کہ میں مر جاؤں یا رب تعالیٰ میرا یہ گناہ معاف کر دے'' انہوں نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ بنوقریظہ کے پاس کبھی نہیں جائیں گے۔ نہ ہی وہ اس جگہ جائیں گے جہاں انہوں نے رب تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیانت کی ہے'' جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے متعلق علم ہوا تو آپ نے فرمایا ''اگر ابولبابہ میرے پاس آجاتے تو میں ان کے لیے مغفرت طلب کرتا۔ اب انہوں نے کر دیا ہے جو کچھ کر دیا ہے۔ اب میں انہیں نہیں کھولوں گا حتیٰ کہ اللہ رب العزت ان کی توبہ قبول

کرے"۔ بعض راویوں نے کہا ہے کہ حضرت ابولبابہ نے خود کو ستون کے ساتھ اس وقت باندھا جب وہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ اس وقت وہ کہیں دور گئے ہوئے تھے۔

چھ روز گزر گئے۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ ستون کے ساتھ بندھے رہے۔ نہ کچھ کھاتے تھے، نہ ہی کچھ پیتے تھے۔ ہر نماز کے وقت ان کی زوجہ محترمہ آتیں۔ انہیں نماز کے لیے کھولتیں، نماز کے بعد وہ اپنے آپ کو خود باندھ لیتے۔

دوسری روایت کے مطابق وہ دس روز تک اسی طرح بندھے رہے۔ صحابہ کرام نماز کے لیے انہیں کھول دیتے پھر وہ خود کو اسی طرح باندھ لیتے۔ پھر رب تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی توبہ کے بارے کلام مجید نازل کیا:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التوبہ)

جب ان کی توبہ کی آیت طیبہ نازل ہوئی اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ میں تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "میں نے وقتِ سحر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ ان کی توبہ قبول ہو جانے کی فرحت وانبساط میں مسکرا رہے تھے، کیونکہ آپ مؤمنین پر رؤف ورحیم تھے۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ صدا خوش وخرم رہیں آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابولبابہ کی توبہ قبول ہو گئی ہے" انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کیا میں انہیں یہ جانفزاء مژدہ نہ سناؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر چاہتی ہو تو سناؤ" وہ اپنے حجرہ مقدسہ کے دروازہ پر کھڑی ہوئیں۔ یہ واقعہ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ انہوں نے فرمایا "ابولبابہ تمہیں بشارت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے" صحابہ کرام دوڑ کر ان کی طرف گئے، تاکہ وہ انہیں کھولیں۔ انہوں نے کہا "اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے، خود کو کھول لو" انہوں نے فرمایا "نہیں! اللہ کی قسم! میں نہیں کھولوں گا حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خود اپنے دست اقدس سے کھولیں گے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح ادا کرنے کے لیے تشریف لائے تو آپ نے انہیں ستون سے کھولا۔ انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری مکمل توبہ یہ ہے کہ میں اس قوم میں اپنا گھر چھوڑ دیتا ہوں جس میں خطا سرزد ہوئی ہے۔ میں اپنے مال سے دستبردار ہوتا ہوں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مال کا ایک تہائی حصہ صدقہ کر دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے"۔

بعض روایات میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں بہت بڑی مشکل سے دوچار تھا۔ کئی راتیں گزر چکی تھیں، شدید گرمی تھی۔ میں نے نہ کچھ کھایا تھا، نہ پیا تھا۔ میں نے کہا "میں اسی طرح رہوں گا حتیٰ کہ میں دنیا کو خیرآباد کہہ جاؤں یا رب تعالیٰ میری توبہ قبول فرمالے"۔ مجھے وہ خواب یاد آ گیا جو میں نے اس وقت دیکھا تھا جب ہم بنوقریظہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ میں نے خواب میں خود کو دیکھا کہ گویا کہ میں سیاہ کیچڑ میں ہوں۔ میں اس سے نکل نہیں سکتا حتیٰ کہ قریب تھا کہ میں اس کی بدبو سے مر جاتا۔ پھر میں نے رواں نہر دیکھی، میں نے خود کو اس میں غسل کرتے دیکھا، حتیٰ کہ میں صاف وشفاف ہو گیا۔ میں نے خود سے عمدہ خوشبو محسوس کی۔ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس خواب کی تعبیر کے بارے

پوچھا تو انہوں نے فرمایا ''تم ایک ایسے کام میں مشغول ہو گے جو تمہیں غمزدہ کر دے گا۔ پھر اللہ رب العزت تمہارے لیے کوئی سبیل پیدا فرمائے گا'' مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ بات بار بار یاد آ رہی تھی۔ میں بندھا ہوا تھا۔ مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ میری توبہ کے متعلق وحی نازل کرے گا۔ میں اسی طرح رہا حتیٰ کہ میں آواز بھی نہیں سن سکتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف دیکھتے رہتے تھے حتیٰ کہ میری توبہ کے متعلق وحی آ گئی''۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

پھر بنو قریظہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر راضی ہو گئے۔ آپ نے ان کے متعلق حکم دیا۔ ان کے کندھے باندھ دیے گئے۔ انہیں ایک کونہ میں کر دیا گیا، ان کی تعداد چھ سو تھی۔ ایک روایت کے مطابق یہ تعداد 750 تھی۔ حیی بن اخطب نے پہلے یہی تعداد بیان کی تھی۔ ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد آٹھ سو اور سات سو کے مابین تھی۔ ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد چار سو تھی۔ قلعوں سے خواتین اور بچوں کو نکال لیا گیا۔ انہیں ایک طرف کر دیا گیا۔ ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ان پر حضرت عبداللہ بن سلام کو نگران مقرر کیا گیا۔ بنو اوس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی ''یارسول اللہ! یہ بنو قریظہ ہمارے موالی اور حلیف ہیں، کل آپ نے ہمارے بھائیوں کے حلیفوں کے متعلق جو فیصلہ کیا تھا وہ کیا تھا۔ ان کی مراد بنو قینقاع تھی کیونکہ وہ خزرج کے حلیف تھے۔ عبداللہ بن ابی نے ان کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی تھی۔ آپ نے ان کے متعلق جلاوطنی کا فیصلہ کیا تھا۔ اوس نے بھی گمان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ کے متعلق ان کی بات مان جائیں گے جس طرح بنو قینقاع کے بارے خزرج کی بات مان لی تھی۔ جب اوس نے آپ سے گزارش کی تو آپ نے انکار کر دیا کہ آپ بنو قریظہ کے ساتھ اسی طرح سلوک کریں جس طرح بنو قینقاع کے ساتھ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا ''کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم میں سے ہی ایک شخص ان کا فیصلہ کرے'' انہوں نے عرض کی ''ہم راضی ہیں'' آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا ''میرے صحابہ میں سے جسے چاہو اس فیصلہ کے لیے منتخب کر لو''۔ انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا۔ اس وقت وہ اوس کے سردار تھے۔ تیسری روایت کے مطابق بنو قریظہ نے خود ہی کہا تھا کہ ہمیں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ قبول ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر راضی ہو گئے۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ مجھے ایک قابل اعتماد شخص نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محاصرہ کے دوران فرمایا ''اے اہل ایمان کے لشکر'' پھر وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اللہ کی قسم! میں وہی مزہ چکھوں گا جو حضرت حمزہ چکھ گئے ہیں یا میں ان کے قلعوں کو مغلوب کر دوں گا'' یہ نعرۂ حیدری سن کر بنو قریظہ ڈر گئے۔ انہوں نے کہا ''ہم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ماننے کے لیے تیار ہیں''۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے ''گویا کہ پہلے بنو قریظہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ماننے کے لیے تیا ہو گئے تھے۔ جب انصار نے ان کے متعلق عرض کی تو انہوں نے یہ فیصلہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سپرد کر دیا''۔

طبرانی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ''جب بنو نضیر کے قلعوں کا محاصرہ

شدت اختیار کر گیا تو انہیں کہا گیا کہ حضور ﷺ کا فیصلہ مان لو، جب انہوں نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا ''ہم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر راضی ہیں''۔ گویا کہ دو وجوہات کی بنا پر وہ حضرت سعد کا فیصلہ ماننے پر راضی ہو گئے۔ (i) بنو اوس کا آپ ﷺ سے عرض کرنا (ii) حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ۔ یہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حلیف بھی تھے۔ ان ایام میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں تھے۔ جب غزوۂ خندق میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو تیر لگا تو آپ نے ان کی قوم سے فرمایا ''انہیں رفیدہ کے خیمہ میں پہنچا دو تا کہ میں قریب سے ان کی عیادت کر سکوں'' حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا بنو اسلم کی ایک خاتون تھیں۔ ان کا خیمہ مسجد نبوی میں تھا، یہ ان صحابہ کرام کے زخموں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ جن کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ ہوتا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قوم ان کے پاس آئی۔ انہیں گدھے پر سوار کروا کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئی۔ بنو قریظہ کہہ رہے تھے ''ابو عمرو! اپنے موالی پر احسان کرنا۔ حضور ﷺ نے یہ فیصلہ تمہارے سپرد اس لیے کیا ہے تا کہ تم ان پر احسان کرو۔ ان پر احسان کرنا۔ تم نے ابن ابی کو دیکھا تھا کہ اس نے اپنے حلیفوں کے بارے کیسے فیصلہ کیا تھا''۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ مہر بلب تھے۔ جب انہوں نے بار بار اصرار کیا تو انہوں نے فرمایا ''اب سعد کے لیے وہ وقت آ گیا ہے کہ اسے کسی ملامت کرنے والی کی ملامت کچھ نہ کہے'' بعض یہودیوں نے کہا ''ہائے ہلاکت! جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام کے پاس پہنچے۔ صحابہ کرام حضور ﷺ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا ''اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ'' دوسری روایت میں ہے ''اپنے میں سے بہترین فرد کے لیے کھڑے ہو جاؤ'' صحابہ کرام کھڑے ہو گئے اور کہا ''ابو عمرو! حضور ﷺ نے آپ کے موالی کا فیصلہ آپ کے سپرد کیا ہے تا کہ آپ ان کے بارے فیصلہ کریں'' ایک اور روایت میں ہے۔ صحابہ کرام نے فرمایا ''ہم دو صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے۔ ہم میں سے ہر شخص انہیں سلام کر رہا تھا، حتیٰ کہ وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ تک پہنچ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''سعد! ان کا فیصلہ کرو'' انہوں نے عرض کی ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم ﷺ فیصلہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں'' حضور ﷺ نے فرمایا ''رب تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم ان کا فیصلہ کرو'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان صحابہ کرام کی طرف منہ کر کے کہا جن میں حضور ﷺ نہ تھے ''تمہیں اللہ تعالیٰ کے عہد اور میثاق کی قسم کہ فیصلہ وہی ہو گا جو میں ان کے بارے کر دوں گا'' انہوں نے کہا ''ہاں'' پھر انہوں نے اس گروہ کی طرف منہ کیا جس میں حضور ﷺ تشریف فرما تھے اور ان صحابہ کرام سے بھی یہی کہا پھر بنو قریظہ سے پوچھا ''کیا تم میرے فیصلہ پر راضی ہو'' انہوں نے کہا ''ہاں'' ان سے بھی عہد اور میثاق لیا کہ فیصلہ وہی ہو گا جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کریں گے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں بنو قریظہ کے متعلق فیصلہ یہ کرتا ہوں کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے ان کے اموال تقسیم کر لیے جائیں، اولاد اور خواتین کو گرفتار کر لیا جائے۔ ان کے گھر انصار کو چھوڑ کر صرف مہاجرین میں تقسیم کیے جائیں'' انصار نے کہا ''ہم بھی مہاجرین کے ساتھ ہی ہوں گے'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں پسند کرتا ہوں کہ وہ تم سے مستغنی ہو جائیں'' حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''سعد! تم نے رب تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے'' دوسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا ''تم نے یہ فیصلہ سات آسمانوں کے اوپر ہونے والے فیصلہ کے مطابق کیا

ہے۔ سحری کے وقت مجھے فرشتہ نے یہی فیصلہ کرنے کے لیے کہا تھا"۔

فیصلے کا نفاذ

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو قریظہ کے قلعوں سے ہتھیار اور اسلحہ اکٹھا کرنے کا حکم دیا اور ہتھیار جمع کر لیے گئے۔ ان میں 1500 تلواریں، تین سو زرہیں، ایک ہزار نیزے، پانچ سو ڈھالیں۔ بہت زیادہ برتن، جانور اور مویشی پائے گئے۔ آپ نے کھجوروں اور قیدیوں سمیت ان کا خمس نکالا۔ باقی مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔

دوسری روایت کے مطابق باقی سامان فروخت کرنے کا حکم دیا گیا۔ سامان فروخت کر دیا گیا، پھر وہ رقم مسلمانوں میں تقسیم کر دی گئی۔ مال غنیمت کے 3072 حصے کیے گئے کیونکہ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی۔ چھتیس گھوڑے تھے، گھوڑے کے لیے دو حصے اور گھڑ سوار کے لیے ایک حصہ مقرر کیا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیدی مردوں کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے گھر میں رکھنے کا حکم دیا جبکہ خواتین اور بچے بنت حارث تجاریہ کے گھر جمع کیے گئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ پھر سوق المدینہ کی طرف نکلے۔ وہاں آپ نے گڑھے کھودنے کا حکم دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام بیٹھ گئے، پھر آپ نے بنو قریظہ کے ہر بالغ مرد کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ بنو قریظہ کے یہودیوں کی ٹولیاں بنا کر لائی جاتیں۔ ان کی گردنیں اڑا کر انہیں ان گڑھوں میں پھینک دیا جاتا۔ بنو قریظہ میں سے ایک شخص نے کعب بن اسد سے کہا "تمہارے خیال کے مطابق ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے؟ کعب نے کہا "ہر موقعہ پر تم احمق بن جاتے ہو۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ تم میں سے جسے لے جایا جاتا ہے وہ واپس نہیں آتا۔ بخدا! ہمیں قتل کیا جا رہا ہے۔ میں نے تمہیں اس کے علاوہ ایک اور چیز کی طرف بلایا تھا۔ مگر تم نے انکار کر دیا تھا" بنو قریظہ نے کہا" اب یہ عتاب کا وقت نہیں" انہیں اسی طرح قتل کیا جاتا رہا حتیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فارغ ہو گئے۔ پھر ان گڑھوں کو مٹی سے بھر دیا گیا۔ بنو قریظہ کے قتل کے وقت ان کی عورتیں چیخ اٹھیں، انہوں نے گریبان چاک کر ڈالے، بال بکھیر دیے، رخسار پیٹ ڈالے، آہ و بکا سے مدینہ منورہ بھر گیا۔ اللہ تعالیٰ کے دشمن حیی بن اخطب کو لایا گیا اس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ باندھے گئے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا "اے اللہ کے دشمن! کیا آج رب تعالیٰ نے تجھ پر یہ قدرت نہیں دی؟ اس نے کہا "ہاں! اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجھ پر قدرت عطا کی ہے۔ بخدا! میرا نفس اب بھی آپ کے ساتھ اسی طرح عداوت رکھتا ہے لیکن جسے رب تعالیٰ رسوا کرے وہ رسوا ہو کر ہی رہتا ہے"۔

دوسری روایت میں ہے۔ حیی نے کہا "ہم نے پوری طرح تگ و دو کی ہے، لیکن جسے رب تعالیٰ رسوا کرے وہ ذلیل ہو کر رہتا ہے"۔ پھر حیی نے لوگوں کی طرف توجہ کی اور کہا "اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے حکم کی تکمیل میں کوئی حرج نہیں۔ یہ ایک فیصلہ اور تقدیر الٰہی تھی جسے رب تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے مقرر کر دیا تھا"۔ پھر وہ بیٹھ گیا تو اس کی گردن اڑا دی گئی۔ جب بنو قریظہ کے سردار کعب کو بلایا گیا تو آپ نے فرمایا "کعب! اس نے کہا "ہاں! ابو القاسم!" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم نے ابن خراش کی نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اس نے میری تصدیق کی تھی۔ کیا اس نے تمہیں میری اتباع کرنے کا حکم نہیں دیا تھا؟ کعب نے کہا "تورات کی قسم! ابو القاسم! ہاں" اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ یہود کہیں گے کہ میں نے تلوار کے خوف سے

آپ کی اتباع کی ہے تو میں ضرور آپ کی پیروی کرتا'' لیکن وہ یہودیت پر ہی ہے۔ حضور ﷺ نے اسے آگے آنے کے لیے کہا، وہ آگے آیا تو اس کی گردن اڑا دی گئی۔ حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما ان افراد کو تہ تیغ کرنے پر متعین تھے۔ ایک قول کے مطابق بعض افراد کو قتل کرنے کے لیے اوس کے سپرد بھی کیا گیا تھا کیونکہ حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہما بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حلیف ہونے کی وجہ سے اوس پر بنو قریظہ کا قتل گراں گزر رہا ہے'' حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اوس کے جس شخص میں ذرہ سی بھلائی ہے اس پر بنو قریظہ کا قتل گراں نہیں۔ جو اسے ناپسند کرے اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہ ہو'' حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اوس کا کوئی گھر نہ چھوڑیں مگر اس میں بنو قریظہ کے افراد قتل کے لیے بھیج دیں جو اس پر ناراضگی کا اظہار کرے رب تعالیٰ اسے رسواء کرے'' آپ ان کے گھروں میں سے سب سے پہلے میرے گھر میں بھیج دیں'' آپ نے بعض قیدی اوس کے گھروں میں بھیج دیے، انہیں وہاں قتل کر دیا جن لوگوں پر یہ قتل گراں گزر رہا تھا، انہوں نے رب تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی رضا کے لیے ان قیدیوں کو اپنے گھروں میں قتل کر دیا۔ اس طرح ان کے سینوں میں موجود کھٹک کا ازالہ ہو گیا۔ بقیہ قیدیوں کو حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے تہ تیغ کر دیا۔ آپ ﷺ ان گڑھوں کے پاس ہی رہے۔ غروب آفتاب کے وقت آپ ان سے فارغ ہو گئے۔ جن قیدیوں کو اٹھا کر اوس کے پاس لایا گیا تھا انہیں بھی قتل کرنے کے بعد اٹھا کر انہی گڑھوں کی طرف لے جایا گیا۔ بنو قریظہ کے مردوں کی تعداد چھ سو اور سات سو کے مابین تھی۔

مقتولہ عورت

ایک عورت کے علاوہ کسی اور عورت کو قتل نہیں کیا گیا۔ اس کا نام بیانہ یا مزنہ تھا۔ یہ عورتوں میں سے نکلی اور حضرت خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ پر چکی کا پاٹ گرا کر انہیں شہید کر دیا۔ اسے یہ حکم اس کے خاوند نے دیا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے مرنے کے بعد وہ کسی اور کی زوجیت میں جائے۔ حضور ﷺ نے حضرت خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ کے لیے مال غنیمت میں سے حصہ نکالا اور فرمایا ''ان کے لیے دو شہیدوں کا اجر ہے'' آپ نے حضرت سنان بن محصن رضی اللہ عنہ کا بھی حصہ نکالا۔ یہ محاصرہ کے دوران وصال فرما گئے تھے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''خواتین میں سے صرف ایک عورت کو قتل کیا گیا۔ بخدا! وہ میرے پاس تھی۔ وہ گفتگو کرتی تھی۔ وہ ہشاش بشاش نظر آتی تھی۔ وہ ایک خوبرو عورت تھی۔ حضور ﷺ بنو قریظہ کے مردوں کو قتل کروا رہے تھے۔ اچانک کسی نے اسے باآواز بلند پکارا ''بیانہ کہاں ہے؟ اس نے کہا ''میں یہاں ہوں'' میں نے اس سے پوچھا ''تیرے لیے ہلاکت تجھے کیا ہے؟ اس نے کہا ''مجھے قتل کر دیا جائے گا'' میں نے پوچھا ''کیوں؟'' اس نے کہا ''اس جرم کی وجہ سے جو مجھ سے سرزد ہوا ہے''۔

دوسری روایت کے مطابق اس عورت نے کہا ''مجھے میرے خاوند نے قتل کیا ہے'' ام المومنین رضی اللہ عنہا نے پوچھا ''تیرے

خاوند نے تجھے کیسے قتل کیا ہے؟ اس عورت نے کہا "اس نے مجھے حکم دیا تھا کہ چکی کا پاٹ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان صحابہ کرام کے اوپر پھینک دوں جو قلعہ کے سایہ کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے حضرت خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ کو پایا۔ میں نے ان کا سر کچل دیا۔ وہ شہید ہو گئے، ان کے عوض مجھے قتل کیا جا رہا ہے" ایک اور روایت کے مطابق اس نے عرض کی "میں بنو قریظہ کے ایک شخص کی بیوی تھی، اس کے اور میرے درمیان انتہائی محبت تھی۔ میں نے اپنے خاوند سے کہا "وصال کے ایام پر حسرت! اب یہ فراق کی راتوں میں تبدیل ہونے والے ہیں۔ میں تیرے بعد زندہ رہ کر کیا کروں گی۔ میرے خاوند نے مجھے کہا "اگر تو اپنے دعویٰ محبت میں سچی ہے تو پھر مسلمانوں کی ایک جماعت زبیر بن باطا کے قلعہ کے سایہ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ ان پر چکی کا پاٹ پھینک دے شاید ان میں سے کوئی مر جائے، اگر وہ ہم پر غالب آ گئے تو اس کے قصاص میں تجھے بھی قتل کر دیں گے۔ میں نے اسی طرح کیا" حضرت ام المومنین نے فرمایا "اس عورت کو لے جایا گیا اور اس کی گردن اڑا دی گئی"۔ آپ فرماتی تھیں "میں نے اتنی خوش وخرم اور مسرور عورت کبھی نہیں دیکھی حالانکہ اسے علم تھا کہ اسے قتل کر دیا جائے گا"۔

زبیر بن باطا کا قتل

بنو قریظہ میں زبیر بن باطا بھی تھا۔ یہ پیر فرتوت تھا۔ یوم بعاث میں اس نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ پر احسان کیا تھا۔ بعاث وہ جنگ تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ طیبہ میں جلوہ نمائی سے قبل اوس اور خزرج کے مابین ہوئی تھی۔ اس میں اوس نے خزرج پر غلبہ پالیا تھا۔ اس جنگ میں زبیر بن باطا نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لیا۔ ان کی پیشانی کے بال کاٹے، پھر ان کا راستہ چھوڑ دیا۔ جب بنو قریظہ کو قتل کیا جا رہا تھا تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ زبیر کے پاس آئے، اسے کہا "ابو عبدالرحمٰن! کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ اس نے کہا "کیا مجھ جیسا انسان آپ جیسے انسان کو بھول سکتا ہے؟ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا "میں چاہتا ہوں کہ تیرے اس احسان کا بدلہ چکا دوں جو تو نے مجھ پر کیا تھا" اس نے کہا "ایک کریم شخص ہی دوسرے کریم کے احسان کا بدلہ چکاتا ہے۔ اب میں اس کا سب سے زیادہ محتاج ہوں" حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! زبیر کا مجھ پر احسان ہے۔ میں اسے چکانا چاہتا ہوں۔ آپ ان کا خون مجھے بخش دیں" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "وہ تمہارے لیے ہے" حضرت ثابت رضی اللہ عنہ زبیر کے پاس آئے اور اسے بتایا "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارا خون بخش دیا ہے۔ اب تیرا خون معاف کر دیا گیا ہے" اس بوڑھے نے کہا "نہ میرے اہل خانہ باقی ہیں نہ ہی اولاد، تو میں ایسی زندگی کو کیا کروں گا؟ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر فدا! اس کی بیوی اور اولاد کا خون بھی معاف فرما دیں" آپ نے فرمایا "وہ بھی معاف کر دیا" میں زبیر کے پاس آیا، اسے کہا "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے اہل اور اولاد کا خون بھی معاف کر دیا ہے" زبیر نے کہا "حجاز میں ایسا گھرانہ ہوتا جس میں مال و دولت نہ ہو۔ اس گھر کے مکینوں کی زندگی کیسی ہو گی؟ میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا، عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کا مال بھی اسے عنایت فرما دیں" آپ نے فرمایا "اس کا مال بھی اسے دے دیا جائے گا" میں زبیر کے پاس آیا اور کہا "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھے تیرا مال بھی واپس کر دیا

ہے" زبیر نے کہا" ثابت! آپ نے میرے احسان کا بدلہ چکا دیا ہے۔ ذرا بتائیں اس شخص کے ساتھ کیا ہوا جس کا چہرہ آئینہ تھا۔ جس میں قبیلہ کی کنواری لڑکیاں اپنے چہرے دیکھا کرتی تھیں۔ یعنی کعب بن اسد بنو قریظہ کا سردار! میں نے کہا" اسے قتل کر دیا گیا ہے" اس نے کہا" دیہاتوں اور شہروں کے سردار جو انہیں قحط سالی اور خوش حالی کے دور میں کھلاتا پلاتا تھا، اس کے ساتھ کیا کیا گیا؟ یعنی حیی بن اخطب؟ میں نے کہا" اسے بھی تہ تیغ کر دیا گیا ہے" اس نے کہا" اس شخص کا کیا بنا جو اس وقت ہمارے مقدمۃ الجیش میں ہوتا تھا جب ہم جنگ کرتے تھے۔ جب ہم راہ فرار اختیار کرتے تھے تو وہ اس وقت ہمارا دفاع کرتا تھا۔ یعنی عزال کا کیا بنا؟ میں نے کہا" اسے بھی قتل کر دیا گیا ہے" اس نے پوچھا" ان دو محفلوں یعنی بنو کعب بن قریظہ اور بنو عمرو بن قریظہ کا کیا بنا؟ میں نے کہا" انہیں بھی قتل کر دیا گیا ہے" اس نے کہا" ثابت میں آپ سے سوال کرتا ہوں، اس احسان کا واسطہ دیتا ہوں جو میرا تم پر ہے کہ تم مجھے بھی اسی قوم کے ساتھ ملا دو۔ بخدا! اس کے بعد کی زندگی میں کوئی شیرینی باقی نہیں رہی۔ میں اس گھر میں لوٹ کر جاؤں جہاں کبھی بنو قریظہ کا بسیرا تھا اور ان کے بعد اس میں رہوں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اب میں اتنی دیر بھی انتظار نہیں کر سکتا جتنی دیر میں پانی ڈول سے انڈیلا جاتا ہے حتیٰ کہ میں اپنے پیاروں سے ملاقات کر لوں" حضرت ثابت نے فرمایا" میں تمہیں قتل نہیں کروں گا" اس نے کہا" مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ مجھے کون قتل کرتا ہے؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے تہ تیغ کر دیا۔ جب زبیر بن باطا کا یہ قول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو انہوں نے فرمایا" بخدا! وہ اپنے پیاروں سے ملاقات آتش جہنم میں ہی کرے گا، وہ اس میں ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گا"۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا" زبیر کے اہل اور مال تمہیں بخشے خواہ وہ اسلام قبول کرے یا نہ کرے" پھر اس شخص کو قتل کر دیا گیا جس کے زیر ناف بال تھے۔ جس کے بال نہیں اگے تھے۔ اسے قیدی بنا لیا گیا۔ حضرت عطیہ القرظی نے فرمایا ہے" میں ابھی بچہ تھا۔ صحابہ کرام نے دیکھا کہ ابھی تک میرے زیر ناف بال نہیں اگے تھے۔ انہوں نے مجھے چھوڑ دیا" رفاعہ القرظی کے یہ بال اگے ہوئے تھے۔ یعنی وہ بالغ تھے مگر حضرت سلمی بنت قیس ام المنذر رضی اللہ عنہا نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مانگ لیا، یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جان کی خالاؤں میں سے تھیں، کیونکہ ان کا تعلق بنو نجار سے تھا۔ انہوں نے عرض کی" یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے والدین آپ پر نثار! مجھے رفاعہ عطا فرما دیں" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ انہیں عطا کر دیے۔ انہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا۔

حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو قریظہ کی عورتوں میں سے حضرت ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے منتخب فرمایا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو آپ نے ان کے ساتھ عقد نکاح کر لیا، یہ خوبصورت اور حسین تھیں۔ ان کا حق مہر بارہ اوقیہ چاندی تھی۔ دوسری روایت کے مطابق آپ ان سے ملکِ یمین کے اعتبار سے وطی فرماتے تھے۔ اللہ رب العزت نے بنو قریظہ کا قصہ اس آیت طیبہ میں بیان فرمایا ہے:

وَ اَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْهِمْ وَ قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِیْقًا

تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝ (الاحزاب)

''اور اہل کتاب سے جن لوگوں نے کفار کی امداد کی تھی، اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے قلعوں سے اتار لیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو دوسرے گروہ کو قیدی بنا رہے ہو اور اس نے وارث بنا دیا تمہیں ان کی زمینوں، ان کے مکانوں اور ان کے مال و متاع کا اور وہ ملک بھی تمہیں دے دیے جہاں تمہارے قدم ابھی نہیں پہنچے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے''۔

صاحب الہمزیہ نے ان اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے اس عہد کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جو بنو قریظہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین تھا۔ نیز گروہوں کے ساتھ دھوکہ دہی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے:

وتعدوا الی النبی حدودا		کان فیھا علیھم العدواء

''وہ حد سے تجاوز کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے۔ مگر ہلاکت میں وہی گرے۔

واطمأنوا بقول الاحزاب		اخوانھم اننا لکم اولیاء

وہ گروہوں کے اس قول کی وجہ سے مطمئن ہو گئے کہ ہم تمہارے مددگار ہیں۔

وبیوم الاحزاب اذ زاغت		الابصار فیہ وضلت الاراء

غزوۂ خندق کے روز جب آنکھیں چندھا گئیں اور آراء گمراہ ہو گئیں۔

وتعاطوا فی احمد منکر القول		ونطق الاراذل العوراء

انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قبیح گھٹیا اور احمقانہ بات منسوب کر کے سرکشی کی۔

کل رجس یزیدہ الخلق		السؤ سفاھا والملۃ العوجاء

ہر ناپاکی میں برے اخلاق کا اضافہ کرتے ہیں اور وہ قوم بھی تو ٹیڑھی تھی۔

فانظروا کیف کان عاقبۃ		القوم والماساق للبذی البذاء

ذرا دیکھو اس قوم کا انجام کیا تھا، فحش گو کے لیے فحش گوئی کتنا بھیانک انجام لے کر آئی۔

وجد السب فیہ سما وکم		یدر اذا المیم فی مواضع باء

اس نے گالی (سب) کی جگہ زہر (سم) پایا اسے علم نہ تھا کہ جب میم کی جگہ باء آ جائے تو کیا ہوتا ہے۔

کان من فتیہ قتلہ بیدیہ		فھو فی سؤ فعلہ الزباء

اس کا قتل آپ کے دست اقدس سے ہی تھا۔ وہ اپنے برے کرتوت کی وجہ سے زباء کی مانند تھا۔

او ھو النحل قرصھا یجلب		احتف رالیھا ومالہ انکاء

یا وہ شہد کی مکھیاں تھیں جو موت کو اس کی طرف کھینچ رہی تھیں۔ مگر وہ قوی تاثیر نہیں رکھتا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا قابل رشک وصال

بنو قریظہ کو کیفر کردار تک پہنچانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اب قریش تم پر لشکر کشی نہیں کر سکیں گے، بلکہ تم ان پر حملہ آور ہو گے" اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ کے قتل کے ساتھ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ جب غزوۂ خندق میں انہیں تیر لگا تو انہوں نے کہا "مولا! اس وقت تک میرا وصال نہ فرمانا حتیٰ کہ بنو قریظہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں" دوسری روایت کے مطابق انہوں نے یہ بات اس رات کو کی تھی جس کی صبح کو انہوں نے بنو قریظہ کا فیصلہ کیا تھا" ممکن ہے کہ آپ نے دو مرتبہ یہ دعا کی ہو" ایک اور روایت کے مطابق انہوں نے یہ دعا کی "مولا! مجھ پر موت طاری نہ فرمانا حتیٰ کہ میرا سینہ بنو قریظہ سے شفاء پالے" اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا۔

ان کا زخم مندمل ہونے کے قریب تھا۔ انہوں نے رب تعالیٰ سے یہ دعا کی "مولا! تو جانتا ہے کہ مجھے اس سے بڑھ کر اور کوئی امر محبوب نہیں کہ میں تیرے راستہ میں اس قوم سے جہاد کروں جس نے تیرے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی۔ انہیں ان کے وطن سے نکالا، میرا گمان ہے کہ تو نے اب ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ختم کر دی ہے۔ اگر قریش کے ساتھ تھوڑی سی جنگ بھی باقی ہے تو مجھے باقی رکھ حتیٰ کہ میں ان کے ساتھ جہاد کروں اور اگر یہ جنگ اختتام پذیر ہو گئی ہے تو اس زخم کو جاری کر دے اور اسی میں مجھے شہادت عطا فرما" اسی رات ان کا یہ زخم پھٹ گیا، ان کا مبارک خون نکل کر مسجد نبوی کی طرف گیا۔ بنو غفار کے ایک شخص نے کہا یہ حضرت رفیدہ کا خاوند تھا۔ اس نے پوچھا "اہل خیمہ! یہ کیسا خون ہے جو تمہاری طرف سے ہماری طرف آرہا ہے"۔ دیکھا گیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون نکل رہا تھا۔ خون کے نکلنے کی آواز آرہی تھی۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ ایک اور روایت کے مطابق ایک بکری آپ کے پاس سے گزری۔ آپ لیٹے ہوئے تھے، اس کا سینگ آپ کے زخم کو لگا۔ وہ زخم پھٹ گیا۔ خون بہنے لگا، حتیٰ کہ آپ شہید ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے وصال کے وقت ان کے پاس موجود نہ تھے۔ حضرت جبرائیل امین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی "محمد عربی صلی اللہ علیک وسلم! یہ عبد صالح کون ہے؟ دوسری روایت میں ہے۔ انہوں نے عرض کی "یہ کس کی میت ہے جس کی روح کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں۔ جس کے آنے کی وجہ سے عرش الٰہی حرکت کرنے لگا ہے" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے پایا کہ ان کا وصال ہو چکا تھا۔ آپ کے جنازہ میں ستر ہزار ایسے ملائکہ نے شرکت کی جو اس دن ہی زمین پر آئے تھے۔

اس میں اختلاف ہے کہ عرش الٰہی کی حرکت سے کیا مراد ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی مبارک روح کے آنے کی وجہ سے خوشی سے حرکت کرنا" دوسرے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے عرش کی حرکت کو ملائکہ کے لیے ان کی موت پر علامت مقرر کیا تھا" ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد قبولیت کی بشارت دینا ہے" جو بھی کسی دوسرے کی آمد کے متعلق خوش ہو۔ اسے کہا جاتا ہے "اِهْتَزَّلَهٗ" اسی سے ہے "اِهْتَزَّتِ الْاَرْضُ بِالنَّبَاتِ" جب زمین سرسبز و شاداب اور حسین ہو جائے۔ اسی سے اہل عرب کا یہ قول ہے "فُلَانٌ يَهْتَزُّ لِلْمَكَارِمِ" اس سے مراد یہ نہیں کہ اس کے جسم میں حرکت اور

اضطراب پیدا ہوا تھا، بلکہ اس سے مراد مکارم اخلاق کو اپنا لینا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس سے مراد ان کے وصال کی عظمت اور رفعت کو بیان کرنا ہے۔ اہل عرب عظیم چیز کو سب سے بڑی چیز کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "فلاں کی موت کی وجہ سے زمین تاریک ہو گئی، اس کے لیے قیامت آ گئی وغیرہ"۔ یہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ درگاہ ایزدی میں ان کا مقام و منصب کیا ہے کہ عرش الٰہی بھی ان کے افسوس میں حرکت کرنے لگا۔ اسی لیے بہت سے محققین نے لکھا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ انصار میں اسی طرح تھے جس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مہاجرین میں تھے۔ جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو بعض منافقین نے کہا "ان کا جنازہ کتنا ہلکا ہے" جبکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جسیم انسان تھے۔ گویا کہ منافقین نے از روئے مذاق یہ بات کی تھی کہ ان کے جنازہ کا ہلکا پن ان کے اعمال نامہ کے ہلکا ہونے پر دلالت کرتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا "فرشتوں نے ان کی چارپائی کو اٹھایا ہوا ہے۔ جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو ان کی والدہ ماجدہ نے روتے ہوئے کہا:

ویل ام سعد سعداً صرامة وحدا وسؤدداً ومجداً وفارسا سعدا سُدابه مسدّا

"سعد کی امی کو سعد کی وفات کا افسوس ہے۔ وہ ایک قوت نافذہ اور تلوار کی دھار تھا۔ وہ سراپا سیادت اور سراپا مجد و شرف تھا۔ وہ ہر وقت ایک تیار شہ سوار تھا جس کے ذریعے دشمن کا راستہ بند تھا"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہر نوحہ کرنے والی جھوٹ بولتی ہے مگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا نوحہ کہنے والی نے سچ کہا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا "اس سے زائد نہ کہنا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے محتاط اور اس کے امر میں قوی تھے۔ ام سعد کے علاوہ ہر نوحہ کرنے والی جھوٹ بولتی ہے" آپ نے حضرت سعد کی امی جان سے فرمایا "اب آپ کے آنسو رک جانے چاہیے، آپ کا غم ختم ہو جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے فرزند دلبند کے لیے مسکرا رہا ہے"۔ اس سے مراد یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے روح و ایمان اور مغفرت و رضوان سے ان کا استقبال فرمایا ہے۔

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ دوستوں کے درمیان حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنازہ کے آگے آگے چلے۔ پھر آپ نے ان کی نماز جنازہ ادا کی۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی امی جان آ گئیں۔ انہوں نے انہیں لحد میں دیکھا اور فرمایا "حصول ثواب کے لیے میں تم پر صبر کرتی ہوں" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ تعزیت کی۔ جب کہ حضور ان کی قبر انور پر کھڑے تھے۔ جب ان کی قبر انور کی مٹی برابر کر دی گئی، پانی اوپر چھڑک دیا گیا تو آپ نے وہاں کھڑے ہو کر دعا کی۔ حضرت ام سعد رضی اللہ عنہ کا نام کبشہ بنت رافع تھا۔ انصار کی خواتین میں سے سب سے پہلے انہوں نے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ریشم کا حلہ پیش کیا۔ صحابہ کرام اسے چھو کر اس کی ملائمت پر تعجب کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا "اس حلے میں نرمی اور نزاکت پر تعجب کرتے ہو۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے جنت میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال اس سے زیادہ نرم اور بہتر ہوں گے"۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ادنیٰ کپڑے اس حلہ سے

بہتر ہوں گے کیونکہ رومال کا شمار سارے کپڑوں میں سے ادنیٰ کپڑوں میں ہوتا ہے کیونکہ یہ میل کچیل صاف کرنے کے لیے ہوتا ہے جبکہ دیگر کپڑے اس سے مزید عمدہ ہوں گے"۔

ابن سعد اور ابونعیم نے حضرت محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کسی شخص نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قبر انور سے مٹھی بھر مٹی لی، وہ لے کر چلا گیا۔ پھر اس نے دیکھا تو مشک اذفر بن چکی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مٹی کے مشک میں تبدیل ہو جانے پر دو بار سبحان اللہ کہا۔ پھر قبر کے کشادہ ہو جانے پر رب تعالیٰ کی تعریف بیان کی اور فرمایا "اگر قبر کی تنگی سے کسی کو نجات مل سکتی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ضرور نجات پا جاتے۔ ان کی قبر انور نے بھی انہیں بھینچا، پھر رب تعالیٰ نے اسے وسعت عطا کر دی" حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ نے تسبیح کہی۔ ہم نے بھی تسبیح کہی۔ آپ نے تکبیر کہی تو ہم نے بھی تکبیر کہی۔ صحابہ کرام نے عرض کی "یا رسول! اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ نے یہ تسبیح کیوں کہی ہے؟ آپ نے فرمایا "اس عبد صالح پر بھی قبر تنگ ہو گئی حتیٰ کہ رب تعالیٰ نے اسے کشادہ کر دیا"۔

ابن سعد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "میں ان لوگوں کے ہمراہ تھا جنہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قبر کھودی، جب بھی ہم قبر کھودتے اندر سے مشک جیسی خوشبو آتی تھی"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن زید انصاری کو بنوقریظہ کے قیدی دے کر "نجد" کی طرف بھیجا۔ انہوں نے اسلحہ اور گھوڑے خریدے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو شام کی طرف بھیجا، انہوں نے ان قیدیوں کے بدلہ میں بہت سے ہتھیار اور گھوڑے خریدے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ساری اشیاء مسلمانوں میں تقسیم کر دیں"۔

سریۃ القرطاء -- ثمامہ کی داستان

یہ سریہ 6ھ کو رونما ہوا۔ جبکہ محرم الحرام کے دس روز گزر چکے تھے۔ قرطاء بنوبکر کی ایک وادی کا نام ہے۔ وہ لوگ ضریہ کی طرف فروکش تھے۔ یہ بنوکلاب کی بستی تھی۔ یہ بصرہ اور مکہ مکرمہ کی شاہراہ پر تھی۔ یہ مکہ مکرمہ کے قریب تر تھی۔ اس میں ایک پہاڑ ہے، جسے البکرات کہا جاتا ہے۔ ضریہ اور مدینہ طیبہ کے مابین سات روز کی مسافت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تیس اونٹ سواروں اور گھڑسواروں کے ساتھ بھیجا۔ آپ نے حکم دیا کہ وہ دن کو چھپ جائیں اور رات کو سفر کریں اور دشمن پر بکھر کر حملہ کریں۔ انہوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ انہوں نے دشمن پر حملہ کیا تو اس کے دس افراد کو تہ تیغ کر دیا۔ دوسری روایت میں بیس افراد کا ذکر ہے۔ وہ 150 اونٹ تین ہزار بکریاں لے کر مدینہ طیبہ میں واپس آ گئے۔ محرم کی ایک رات باقی تھی، اس مہم میں انیس روز صرف ہوئے۔ انہوں نے راستہ میں ثمامہ بن اثال کو بھی گرفتار کر لیا۔

ابن اسحاق نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھڑسوار دستہ نے راستہ میں ایک شخص کو گرفتار کر لیا، وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہے؟ انہوں نے اسے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تمہیں علم ہے کہ تم نے کسے گرفتار کیا ہے؟ یہ ثمامہ بن اثال حنفی ہے۔ مجاہدین نے اسے مسجد نبوی کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا، تاکہ وہ مسلمانوں کی نماز کے حسن و زیبائی کو دیکھے۔ ان کے اجتماع کو ملاحظہ کرے اور اس

کے دل میں رقت پیدا ہو جائے"۔

حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے پوچھا: ثمامہ! تمہارے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا "محمد عربی ﷺ میرے پاس بھلائی ہے۔ اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک نادم شخص کو قتل کریں گے۔ اگر آپ احسان فرمائیں گے تو ایک شکر گزار بندے پر احسان فرمائیں گے۔ اگر آپ مال و دولت کے خواہاں ہیں تو مانگیں آپ جتنا مانگیں گے آپ کو عطا کیا جائے گا" دوسرے روز پھر آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا "ثمامہ! تمہارے پاس کیا ہے؟ ثمامہ نے وہی بات دہرائی۔ آپ تیسرے روز بھی اس کے پاس تشریف لے گئے اور یہی سوال کیا۔ اس نے یہی جواب دیا۔ آپ نے فرمایا "ثمامہ کو چھوڑ دو" ثمامہ قریبی نخلستان میں گئے، وہاں غسل کیا۔ پھر مسجد نبوی میں آئے، انہوں نے کہا "اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ" پھر انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! پہلے روئے زمین پر کوئی ایسا چہرہ نہیں تھا جو مجھے آپ کے چہرہ سے مبغوض ہوتا۔ اب مجھے آپ کا چہرۂ انور سارے چہروں سے بڑھ کر محبوب ہو گیا ہے۔ واللہ! کوئی شہر ایسا نہیں تھا جو مجھے آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض ہوتا اب یہ شہر خوباں مجھے سارے شہروں سے پیارا ہو گیا ہے۔ جب آپ کے گھڑ سوار دستے نے مجھے گرفتار کیا تو میں عمرہ کے لیے نکلا تھا۔ اب آپ کی کیا رائے ہے؟ حضور ﷺ نے انہیں دین و دنیا کی بھلائی کی خبر دی۔ یا جنت یا گناہوں کی معافی کی بشارت دی اور انہیں عمرہ کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ مکہ مکرمہ آئے تو انہوں نے تلبیہ کہا۔ اللہ تعالیٰ سے شرک کی نفی کی۔ ایک کہنے والے نے انہیں کہا "کیا تم نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے؟ انہوں نے کہا "نہیں بلکہ میں نے محمد عربی ﷺ کے ساتھ رب العالمین کے سامنے سر اطاعت جھکا دیا ہے۔ اب تمہارے لیے یمامہ کی طرف سے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا، حتیٰ کہ حضور ﷺ اس کی اجازت دے دیں"۔ روایت ہے کہ ایک گروہ انہیں شہید کرنے کی جسارت کرنے لگا تو ایک شخص نے انہیں کہا "انہیں کچھ نہ کہو بخدا! تم یمامہ کے محتاج ہو وہ ان کے رستہ سے ہٹ گئے۔ انہی کے متعلق کہا گیا ہے:

ومنا الذی لبی بمکۃ معلنا   برغم ابی سفیان فی الاشھر الحرام

"اور ہم میں وہی عظیم ذات ہے جس نے ابوسفیان کی خواہش کے برعکس اشہر حرم میں مکہ مکرمہ میں اعلانیہ تلبیہ کہا تھا"۔

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ پھر یمامہ کی طرف چلے گئے۔ انہوں نے روک دیا کہ مکہ مکرمہ کی طرف کوئی دانہ بھی نہ جانے پائے۔ قریش مکہ نے حضور ﷺ کی طرف لکھا "آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں پھر ہمارے ساتھ خود ہی قطع رحمی کر دی ہے" آپ نے حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب گرامی لکھوایا کہ وہ مکہ مکرمہ کی طرف جانے والے غلہ کو نہ روکیں"۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے "حضرت ثمامہ بن اثال حنفی رضی اللہ عنہ جب بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے تو وہ اسیر تھے، حضور ﷺ نے انہیں چھوڑ دیا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ وہ مکہ مکرمہ چلے گئے، پھر واپس لوٹ آئے وہ اہل مکہ اور یمامہ سے آنے والے غلہ کے مابین حائل ہو گئے، حتیٰ کہ قریش مکہ کو قحط سالی نے آلیا۔ ابوسفیان بارگاہ رسالت پناہ ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی "کیا آپ ﷺ گمان نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رحمۃ

للعالمین بنا کر بھیجا ہے" آپ نے فرمایا "ہاں" اس نے عرض کی "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آباء کو تلوار کے ساتھ اور ابناء کو بھوک کے ساتھ مار ڈالا ہے" دوسری روایت کے مطابق اس نے کہا "میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ اور صلہ رحمی کا واسطہ دیتا ہوں ہم گندگی کھانے پر مجبور ہو گئے ہیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ وہ مکہ مکرمہ میں غلہ کی ترسیل بند نہ کریں۔

ذرا اس عظیم حلم، وسیع رحمت اور عمیم رأفت کو تو دیکھو جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عظیم خلق سے آشکارا ہو رہی ہے۔ آپ کو اپنے صحابہ کرام کے لیے غلہ کی شدید ضرورت ہے۔ غزوۂ خندق ابھی ابھی ہوا ہے، پھر اہل مکہ کے لیے غلہ کی ترسیل کو جاری فرما دیا۔

اللہ رب العزت نے سچ فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (القلم)

"بیشک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں"۔

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کی اس داستان میں کئی فوائد پنہاں ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

(1) کافر کو مسجد میں باندھنا جائز ہے (2) کافر اسیر پر احسان کرنا درست ہے (3) اسلام قبول کرتے وقت غسل کرنا (4) احسان بغض کو ختم کر دیتا ہے۔ محبت کو ثابت کرتا ہے (5) جب کافر عمل خیر کا ارادہ کرے پھر اسلام لے آئے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اس کار خیر پر عمل پیرا رہے (6) جس کے اسلام قبول کرنے کی امید ہو اس پر نرمی کرنا، جبکہ اس میں کوئی اسلامی مصلحت کارفرما ہو۔ بالخصوص جبکہ اس کے اسلام لے آنے کی وجہ سے کثیر لوگوں کے اسلام لانے کی امید ہو (7) سرایا کفار کے ممالک کی طرف بھیجنے کا جواز (8) ان میں سے جو مل گیا اسے پابند سلاسل کرنا (9) پھر اس کے قتل اور باقی رکھنے میں اختیار (10) نیز یہ کہ گنہگار کو معاف کر دینا ایک عظیم امر ہے۔ کیونکہ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی تھی کہ ایک لحہ میں ان کی نفرت محبت میں تبدیل ہو گئی جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر عفو و کرم فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لے آنے کے بعد صحابہ کرام نے انہیں کھانا پیش کیا تو انہوں نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور تھوڑا سا ہی دودھ پیا۔ صحابہ کرام کو تعجب ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم تعجب کیوں کرتے ہو دن کے آغاز میں انہوں نے کافر کی آنت سے کھایا تھا۔ دن کے آخری حصہ میں انہوں نے مسلمان کی آنت سے کھایا۔ مسلمان ایک آنت سے کھاتا ہے جبکہ کافر سات آنتوں سے کھاتا ہے"۔ پھر حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کا شمار فضلاء صحابہ کرام میں ہونے لگا۔ ان کی قوم کے بیشمار لوگ ایمان لے آئے۔ جب اہل یمامہ مرتد ہوئے تو یہ ان کے ساتھ نہ مرتد ہوئے۔ نہ ہی اطاعت سے انحراف کیا، بلکہ قابل ستائش کردار ادا کیا۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد اہل یمامہ مسیلمہ کذاب کے ہمراہ مرتد ہو گئے تھے۔ انہوں نے کہا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ (المومن: 1-2-1)

"اتاری گئی ہے یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو زبردست ہے سب کچھ جاننے والا ہے۔ گناہ بخشنے والا اور

توبہ قبول فرمانے والا، سخت سزا دینے والا ہے"۔

ایسی لاریب کلام کا مسیلمہ کذاب کی بکواسات کے ساتھ مقابلہ کیسے ہوسکتا ہے۔ تین ہزار لوگوں نے ان کی اطاعت کرلی اور دوبارہ مسلمانوں کی طرف لوٹ آئے۔

غزوہ بنولحیان

یہ غزوہ 6ھ ماہ ربیع الاول میں ہوا تھا۔ بعض نے اس کا سال 5ھ اور بعض نے 4ھ لکھا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عاصم بن ثابت اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کا بہت غم ہوا۔ ان صحابہ کرام کو بئر معونہ کے مقام پر شہادت نصیب ہوئی تھی۔ یہ ستر قراء صحابہ کرام تھے۔ آپ نے اظہار کیا گویا کہ آپ شام جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تاکہ آپ اس قوم پر اچانک حملہ آور ہوں۔ آپ کے ہمراہ دو سو مجاہدین اسلام تھے۔ بیس گھوڑے بھی ہمراہ تھے۔ مدینہ طیبہ میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ مدینہ طیبہ کی ایک سمت غراب پر سے آپ عازم سفر ہوئے۔ پھر راہ شام پر رواں ہوئے۔ پھر بائیں طرف تشریف لے چلے حتیٰ کہ آپ مکہ مکرمہ کے راستے پر سے جحفہ کی طرف تشریف لے گئے۔ پھر آپ تیزی سے وادئ غراب میں تشریف لے گئے۔ بنولحیان کا مسکن یہیں تھا۔ انہوں نے ہی اہل رجیع کو شہید کیا تھا، جب بنولحیان نے آپ کے بارے سنا تو وہ آپ کے رعب کی وجہ سے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے۔ ان میں سے ایک شخص بھی گرفتار نہ ہوا۔ آپ نے ایک یا دو دن قیام فرمایا۔ ہر سمت فوجی دستے روانہ کیے، پھر آپ عسفان تشریف لے آئے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دس شہ سواروں کو بھیجا، تاکہ قریش ان کے متعلق سن کر ڈر جائیں۔ وہ گھڑسوار کراع الغمیم تک آئے یہ عسفان سے آگے ایک وادی کا نام ہے۔ یہ عسفان سے آٹھ میل دور ہے۔ حرہ کی سمت ایک سیاہ رنگ کا پہاڑ ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام واپس تشریف آئے۔ کسی سے جنگ کی نوبت نہ آئی۔

ابن اسحاق کی روایت کے مطابق جب آپ کے اچانک حملہ سے بنولحیان بھاگ نکلے تو آپ نے فرمایا "کاش! ہم عسفان پر فروکش ہوں" پھر آپ نے دو شہ سوار بھیجے۔ وہ کراع الغمیم تک پہنچے، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دس گھڑسواروں کے ساتھ بھیجا"۔ پھر آپ مدینہ طیبہ واپس آگئے آپ یوں ثناء گوئی کر رہے تھے:

آیبون تائبون لربنا حامدون، اعوذ باللہ من وعثاء السفر وکآبۃ المنظر فی الاھل والمال اللّٰھم بلغنا بلاغا صالحا ینظر الی غیر مغفرتک ورضوانک

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا "جب آپ ثنیہ پر جلوہ افروز ہوئے تو تین بار تکبیر کہی پھر فرمایا "لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر۔ آیبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ"۔

غزوۃ الغابۃ

اسے غزوۂ ذی قرد بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مدینہ طیبہ سے ایک برید دور پانی کا ایک چشمہ تھا۔ اسی طرف بنو غطفان کے شہر تھے۔ یہ غزوہ 6ھ میں ہوا۔ امام بخاری نے لکھا ہے "یہ غزوہ غزوۂ خیبر سے تین روز قبل اور صلح حدیبیہ سے بیس روز بعد میں ہوا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس شیردار اونٹنیاں تھیں یہ "الغابۃ" میں چرا کرتی تھیں۔ کبھی یہ ذوقرد میں بھی چرتی تھیں۔ کیونکہ یہ دونوں مقامات قریب قریب ہی تھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ان کا فرزند اور ان کی بیوی اسی چراگاہ میں رہتے تھے۔ بدھ کی شب کو عیینہ بن حصن نے چالیس گھڑسواروں کے ساتھ اس چراگاہ پر شب خون مارا۔ وہ اونٹنیاں ہانک کر لے گیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا، یہ اونٹنیاں چرا رہے تھے۔ ان کی زوجہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کو قیدی بنا کر لے گیا"۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ اونٹنیاں چرانے کی اجازت لی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے تمہارے بارے خطرہ ہے۔ ہم عیینہ بن حصن سے محفوظ نہیں" مگر انہوں نے اصرار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے فرزند کو شہید کر دیا گیا ہے، تمہاری زوجہ گرفتار کر لی گئی ہے اور تم اپنے عصا پر ٹیک لگاتے آئے ہو" اس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مجھے خود پر تعجب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ فرمایا، مگر میں برابر اصرار کرتا رہا۔ بخدا! پھر وہی کچھ ہوا جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ جب رات چھا گئی تو عیینہ نے اپنے ساتھیوں سمیت ہم پر حملہ کر دیا، میرے فرزند نے انہیں دیکھا تو انہوں نے اسے شہید کر لیا۔ میری زوجہ کو گرفتار کرا لیا پھر وہ نجات پا گئی"۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں حاضر ہو گئی تھیں۔ کیونکہ عیینہ بن حصن اور اس کے ساتھیوں نے ان کو باندھ رکھا تھا۔ وہ اپنے گھروں کے سامنے نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ رات کے وقت حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا نے رسیاں توڑ ڈالیں اور ان کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ناقہ پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ آ گئیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا کو رسیوں سے باندھ رکھا تھا انہوں نے رات کے وقت وہ رسیاں توڑ ڈالیں، اونٹوں کے پاس آئیں۔ وہ جس اونٹ کے پاس بھی جاتیں، وہ آواز نکالتا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضباء کے پاس آئیں، کیونکہ عیینہ اسے بھی ہانک کر لے آیا تھا جب حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا اس کے پاس آئیں تو اس نے آواز نہ نکالی وہ اس پر سوار ہو کر عازم سفر ہوئیں۔ حضرت لیلیٰ نے نذر مانی تھی کہ اگر وہ دشمن سے نجات پا گئیں تو وہ اس اونٹنی کو ذبح کر دیں گی۔ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں تو انہوں نے آپ سے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میں نے نجات پا لی تو اس اونٹنی کو ذبح کر دوں گی" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تو نے اس اونٹنی کو کتنی بری جزاء دی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں نجات دے دی تو تم اسے ذبح کر دو گی۔ معصیت میں کسی کی نذر درست نہیں۔ نہ ہی کسی دوسرے کے مال میں نذر درست ہے۔ یہ اونٹنی میرے اونٹوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹ جاؤ"۔

اس غزوہ کا لب لباب یہ ہے "جب عیینہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں پر حملہ کر دیا تو ایک پکارنے والا آیا۔ اس نے کہا

''مدد، مدد! یہ اعلان کر دیا گیا'' اے اللہ رب العزت کے شہ سوارو! سوار ہو جاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سوار ہو گئے۔ آپ کے ہمراہ پانچ سو یا سات سو مجاہدین تھے۔ آپ نے حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ مدینہ منورہ کی حفاظت کے لیے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تین سو شہ سوار پیچھے چھوڑ گئے۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو علمبردار بنایا آپ نے انہیں فرمایا'' روانہ ہو جاؤ حتیٰ کہ دشمن کے ساتھ جا ملو۔ میں تمہارے پیچھے آ رہا ہوں''۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں اس اعلان سے قبل ہی عازم سفر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیاں ذوقرد کے مقام پر چر رہی تھیں۔ مجھے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلام ملا۔ اس نے کہا'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیاں پکڑ لی گئیں ہیں'' میں نے پوچھا: کس نے پکڑی ہیں'' اس نے کہا'' فزارہ اور غطفان نے'' میں نے تین بار یہ صدا بلند کی'' یا صباحاہ، یا صباحاہ، میں نے مدینہ طیبہ کے مابین دو سنگلاخ چٹانوں کے درمیان سب کو اپنی آواز سنا دی۔

طبرانی اور ابن اسحاق کی روایت کے مطابق حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں نے سلع پہاڑ سے نیچے جھانکا۔ پھر باآواز بلند چلایا'' یا صباحاہ، یا صباحاہ'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی میری یہ آواز سن لی۔ لوگوں میں صدا لگا دی گئی'' خطرہ! خطرہ! گھڑ سوار آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ سب سے پہلے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔ پھر حضرت عبادہ بن بشیر، پھر حضرت سعد بن زید انصاری، پھر حضرت اسید بن حضیر، پھر حضرت عکاشہ بن محصن، پھر حضرت محرز بن نصلہ، پھر حضرت ابو قتادہ اور حضرت ابو عیاش رضی اللہ عنہم حاضر خدمت ہو گئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا'' دشمن قوم کے تعاقب میں نکلو حتیٰ کہ میں لوگوں کو لے کر تمہارے پاس آ جاؤں'' ایک اور روایت کے مطابق آپ نے یہ حکم حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ دیا تھا۔ صحابہ کرام عازم سفر ہوئے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سب سے آگے نکل گئے۔ انہوں نے راستہ میں مسعدہ بن حکمہ کو پایا تو اسے تہ تیغ کر دیا۔ اس کے اوپر اپنی چادر ڈال دی، جب مسلمان وہاں پہنچے اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی چادر دیکھی تو انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا انہوں نے سمجھا کہ شاید اس چادر کے نیچے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہیں شہید کر دیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا'' یہ ابو قتادہ نہیں، بلکہ ان کا مقتول ہے۔ انہوں نے اس پر اپنی چادر اس لیے ڈال دی ہے تاکہ تم اسے پہچان لو اور ان کے مقتول اور اس کے سامان سے کنارہ کش ہو جاؤ'' دوسری روایت کے مطابق یہ مقتول حبیب بن عیینہ الفزاری تھا۔ ممکن ہے کہ اس کے یہ دونوں نام ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو اس کا گھوڑا اور ہتھیار عطا فرما دیے۔ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ راستہ میں ابان بن عمرو اور اس کے بیٹے عمر کو ایک ہی اونٹ پر پایا۔ ایک نیزہ سے دونوں کا کام تمام کر دیا۔ انہوں نے کچھ اونٹنیاں واپس لے لیں۔ اس غزوہ میں حضرت محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے۔ یہ پہلے سوار تھے جو دشمن کے ساتھ جا ملے تھے۔ انہوں نے فرمایا'' اے بنو اللکعیہ! رکو'' ان

میں سے ایک شخص نے ان پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ وہ ان کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اسے جا ملے۔ اسے قتل کر کے وہ گھوڑا اس سے چھین لیا۔ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے بھی دشمن قوم کو جا لیا۔

ابن اسحاق نے تحریر کیا ہے کہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بآواز بلند چلائے ''واصباحاہ'' پھر دشمن کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ یہ درندوں کی طرح تیز رفتار تھے۔ یہ دوڑ میں گھوڑے سے بھی آگے نکل جاتے تھے۔ یہ بھاگتے گئے، حتیٰ کہ دشمن کو جا لیا۔ یہ پیدل ہی تھے۔ انہوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔

بخاری شریف میں ہے ''حضرت سلمہ نے فرمایا'' میں تیز رفتاری سے گیا۔ میں نے انہیں جا لیا، وہ چشمہ سے پانی بھر رہے تھے میں ان پر تیر اندازی کرنے لگا۔ میں جب بھی تیر پھینکتا تو میں کہتا:

خذھا انا ابن الاکوع الیوم یوم الرضع

''یہ لو میں ابن الاکوع ہوں، آج کا دن کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے''۔

میں یہی رجز پڑھتا رہا حتیٰ کہ میں نے ان سے اونٹنیاں اور تیس چادریں چھین لیں''

صحیح مسلم میں ہے ''میں ان پر تیر اندازی کرتا رہا اور یہ رجز پڑھتا رہا۔ انہیں زخمی کرتا رہا، حتیٰ کہ ان کا کوئی گھڑ سوار میری طرف آتا تو کسی درخت کی طرف آتا۔ اس کے تنے کے ساتھ بیٹھ جاتا، پھر تیر مار کر اسے زخمی کر دیتا۔ جب گھاٹی تنگ ہو جاتی اور وہ اس گھاٹی میں داخل ہو جاتے تو میں پہاڑ پر چڑھ جاتا اور دشمن پر پتھروں کی بارش کر دیتا۔ میں اسی طرح کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اونٹنیاں واپس لے لیں۔ پھر بھی میں ان کے تعاقب میں رہا، حتیٰ کہ انہوں نے اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے تیس نیزے اور تیس چادریں پھینک دی۔ وہ ایک تنگ گھاٹی میں پہنچے تو عیینہ ان کی مدد کے لیے آیا، وہ ناشتہ کے لیے بیٹھ گئے، میں پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھ گیا عیینہ نے پوچھا ''یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا'' ہم نے اس شخص سے بڑی تکلیف اٹھائی ہے۔ یہ وقت سحر سے ہمارے تعاقب میں ہے، اس نے ہر چیز ہمارے ہاتھ سے چھین لی ہے اور اسے اپنے پیچھے پھینک دیا ہے۔'' عیینہ نے کہا ''اگر اسے علم ہوتا کہ اس کے پیچھے تمہارے تعاقب میں شہ سوار نہیں ہیں تو یہ تمہیں چھوڑ جاتا تم میں سے چار افراد اٹھیں اور اس کا کام تمام کر دیں'' حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ان میں سے چار افراد اٹھے اور پہاڑ پر چڑھنے لگے، میں نے انہیں کہا'' کیا تم مجھے جانتے ہو؟ انہوں نے پوچھا'' تم کون ہو؟ میں نے کہا'' میں ابن الاکوع ہوں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور کو معزز فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص مجھے دوڑ کر پکڑ نہیں سکتا اور میں اگر تم میں سے کسی کے پیچھے بھاگوں تو اسے ضرور پکڑ لوں گا'' ان میں سے ایک شخص نے کہا ''یہ سچ کہتا ہے'' وہ واپس چلے گئے۔ میں پہاڑ کی اس چوٹی پر رہا حتیٰ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہ سوار دیکھ لیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے وقت گھڑ سواروں اور صحابہ کرام کے ساتھ آ ملے۔ آپ نے ذو قرد کے مقام پر نزول اجلال فرمایا۔ ایک دن اور ایک رات وہیں بسر فرمائے''۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم بنو غطفان اور بنو فزارہ جنگ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اگر آپ مجھے ایک سو مجاہدین کے ساتھ بھیجیں تو میں ان کا سارا سامان چھین لوں اور انہیں بھی تہ تیغ کر دوں''۔

امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے "میرے چچا حضرت عامر رضی اللہ عنہ میرے لیے پانی اور دودھ لے کر آئے۔ میں نے پانی سے وضوء کیا اور دودھ پی لیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ چشمہ پر جلوہ افروز تھے۔ جہاں سے میں دشمن کے تعاقب میں آپ سے جدا ہوا تھا۔ میں نے جو سامان بھی دشمن سے چھینا تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ اکٹھا کر رکھا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک اونٹنی ذبح کی تھی۔ انہوں نے آپ کے لیے اس کا جگر، کلیجہ اور کوہان بھونی ہوئی تھی۔ میں نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم! آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں، میں اپنی قوم کے چند افراد منتخب کر لوں۔ پھر اس دشمن کا تعاقب کروں تو ان میں سے کوئی مخبر بھی باقی نہ رہے" یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔ آپ نے پوچھا "کیا تم واقعی اسی طرح کرو گے؟ میں نے عرض کی "ہاں" مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو معزز و مکرم فرمایا ہے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابن الاکوع! اگر ان پر غلبہ پالو تو ان کے ساتھ حسن سلوک کرو اور نرمی اختیار کرو۔ اب دشمن کو سزا مل چکی ہے۔ انہیں شکست ہو چکی ہے۔ ان کے سردار قتل ہو چکے ہیں۔ ان سے نیزے اور چادریں چھینی جا چکی ہیں۔ ساری تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس نے اسلام کی نصرت فرمائی" پھر فرمایا "ابھی وہ اپنی قوم میں ضیافت کھا رہے ہوں گے" یعنی وہ بنو غطفان تک پہنچ چکے ہوں گے۔ وہ ان کی ضیافت کر رہے ہوں گے۔ اب ان کے تعاقب کا فائدہ نہیں، وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل چکے ہوں گے"۔

امام مسلم نے یہ اضافہ بھی کیا ہے "بنو غطفان میں سے ایک شخص آیا۔ اس نے کہا "میرے پاس غطفان قبیلہ کا ایک شخص گزرا ہے۔ اس نے ان کے لیے ایک جانور ذبح کیا، جب وہ اس کی جلد اتارنے لگے تو وہ اسے وہیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ انہوں نے کہا: تمہارے تعاقب میں مجاہدین اسلام آ گئے ہیں"۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صبح کے وقت آپ نے فرمایا "آج ہمارے بہترین گھڑ سوار ابو قتادہ ہیں اور پیادہ دستہ میں سے بہترین ابو سلمہ ہیں" آپ نے مجھے پیادہ اور سوار دونوں کا حصہ عطا فرمایا" ایک اور روایت کے مطابق منادی بنو عمرو بن عوف کے پاس گیا وہ بھی مدد کرنے کے لیے آ گئے، ان کے گھڑ سوار، اونٹ سوار اور پیادہ لوگ روانہ ہو گئے، حتیٰ کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئے۔ دس اونٹنیاں واپس لے لیں گئیں اور تقریباً دس ہی دشمن لے گیا۔ یہ روایت حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے منقول اس روایت کے مخالف ہے جسے صحیحین میں ذکر کیا گیا ہے کہ وہ دشمن سے سارے اونٹوں کو ہانک کر لے آئے تھے۔ بعض سیرت نگاروں نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات اپنے گمان کے متعلق کی تھی۔ حقیقت میں وہ آدمی اونٹنیاں واپس لے کر آئے تھے۔ پھر یہ قول اس امر کے منافی نہیں کہ وہ اونٹنیاں بیس سے زائد ہوں کیونکہ ایک روایت کے مطابق ابو جہل کا اونٹ بھی ان کے ساتھ تھا۔ ان میں وہ اونٹنی بھی تھی جس پر حضرت ابوذر رضی اللہ کی زوجہ محترمہ سوار ہو کر واپس آئیں تھیں۔

ذو قرد کے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ الخوف ادا کی تھی۔ وہاں آپ نے ایک دن اور ایک رات قیام کیا۔ پھر آپ واپس تشریف لے آئے۔ اس مہم میں پانچ راتیں صرف ہوئیں۔ واپسی پر آپ نے اپنے پیچھے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بٹھایا ہوا

تھا۔ آپ نے سو مجاہدین میں ایک اونٹ تقسیم کیا جسے وہ ذبح کر رہے تھے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کے لیے کھجوریں اور دس جانور بھیجے۔ ممکن ہے کہ یہ دس جانور وہ ذبح شدہ جانور ہوں جو آپ نے بھیجے ہوں یا ان میں سے ہوں جو آپ نے دشمن سے چھینے ہوں"۔

حضرت حافظ ابن حجر لکھتے ہیں "اس غزوہ میں کئی فوائد جلیلہ ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں:

❶ غزوہ میں شدت سے دوڑنا جائز ہے ❷ بلند آواز دے کر آگاہ کرنا درست ہے ❸ بہادر کی اپنی تعریف کرنا صحیح ہے تاکہ دشمن اس سے مرعوب ہو ❹ اگر کوئی بہادر کسی کارنامہ کو سرانجام دے تو اس کی بہادری اور جرأت کی تعریف کرنا درست ہے تاکہ اس وصف کا اس میں اضافہ ہو"۔

سریۃ الغمر

اسے سریہ عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ بھی کہا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں غمر مرزوق کی طرف بھیجا۔ یہ بنو اسد کے ایک چشمہ کا نام ہے۔ یہ فید سے دو راتوں کی مسافت پر ہے۔ فید شاہراہ مکہ مکرمہ پر ایک قلعہ کا نام ہے۔ یہ غزوہ 6ھ ماہ ربیع الاول میں رونما ہوا تھا۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ چالیس مجاہدین کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپ نے انہیں فوراً روانہ ہو جانے کا حکم دیا۔ دشمن انہیں دیکھ کر ڈر گیا، وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلا گیا۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے ان کے مساکن کو خالی پایا۔ انہوں نے بعض مسلمانوں کو تلاشی کے لیے بھیجا۔ انہوں نے قریب ہی مویشیوں کے اثرات دیکھے۔ مسلمانوں نے ادھر کا قصد کیا۔ انہوں نے دشمن کا ایک شخص گرفتار کر لیا۔ مجاہدین نے اسے امان دی تو اس نے اپنے لوگوں کے جانوروں کی طرف ان کی راہ نمائی کی۔ مجاہدین نے جانوروں پر حملہ کر دیا۔ دشمن کے دو سو اونٹ پکڑ لیے۔ پھر اس شخص کو چھوڑ دیا گیا۔ انہوں نے یہ اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیے۔ اس سریہ میں جنگ کی نوبت نہ آئی۔

سریہ محمد بن مسلمہ الانصاری رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ذوالقصہ کی طرف بھیجا۔ اس کے اور مدینہ طیبہ کے مابین ربذہ کے راستے سے چوبیس میل کی مسافت ہے۔ یہ سریہ بھی 6ھ ماہ ربیع الاول میں ہوا تھا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دس صحابہ کرام تھے۔ آپ نے انہیں بنو ثعلبہ کی طرف بھیجا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ان پر رات کے وقت حملہ کیا۔ جب مشرکین کو ان کی آمد کا علم ہوا تو وہ فوراً چھپ گئے۔ انہوں نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ سو گئے۔ پھر ان پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کو اس وقت علم ہوا جب نیزوں کی انیاں انہیں زخمی کر رہی تھیں۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنی کمان سمیت اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی "ہتھیار! وہ سارے فوراً جاگ گئے۔ رات کا کچھ حصہ تیر اندازی کرتے رہے۔ پھر وہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی طرف چلے گئے۔ انہوں نے دشمن قوم کا ایک آدمی قتل کر دیا تھا۔ اب دشمن نے ان پر نیزوں سے حملہ کر دیا اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب کو شہید کر دیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ زخمی ہو کر گر

پڑے۔ وہ حرکت بھی نہیں کر رہے تھے۔ دشمن نے ان صحابہ کرام کے کپڑے اتارے اور چلے گئے۔ ایک مسلمان شخص حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے پاس سے گزرا۔ اس نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حرکت کی تو اس نے انہیں اپنے اونٹ پر سوار کر لیا۔ انہیں زخمی حالت میں مدینہ طیبہ پہنچا دیا۔

ان صحابہ کرام کا بدلہ لینے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ذات کو بھیجا جو اس امت کے امین ہیں۔ جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں یعنی آپ نے حضرت ابو عبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ کو چالیس سواروں کے ساتھ بھیجا۔ انہوں نے اس جگہ حملہ کیا، مگر دشمن وہاں سے راہ فرار اختیار کر چکا تھا۔ انہوں نے بہت سے جانور اور مویشی پائے۔ وہ انہیں ہانک کر مدینہ طیبہ لے آئے۔

اس سریہ کا سبب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بدلہ لینے کے لیے انہیں بھیجا۔ اس سریہ کا دوسرا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ بنو انمار اور بنو ثعلبہ نے اتفاق کر لیا کہ وہ مدینہ طیبہ کی چراگاہ پر حملہ کریں۔ یہ چراگاہ ہیفاء کے مقام پر تھی۔ یہ جگہ مدینہ طیبہ سے سات میل دور تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو چالیس شہ سواروں کے ہمراہ بھیجا۔ آپ نے انہیں مغرب کے وقت بھیجا۔ وہ ساری رات عازم سفر رہے، حتیٰ کہ وہ صبح کے وقت ذوالقصہ پہنچ گئے۔ دشمن پر حملہ آور ہو گئے۔ دشمن بھاگ کر پہاڑوں پر چلا گیا۔ صرف ایک شخص گرفتار ہوا۔ اس نے اسلام قبول کیا تو اسے چھوڑ دیا گیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے دشمن کے مویشی اور کچھ سامان پایا تو اسے مدینہ طیبہ لا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ آپ نے اس سے خمس نکالا۔ باقی مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

یہ سریہ ماہ ربیع الآخر 6ھ کو رونما ہوا تھا۔ مجاہدین نے مزینہ کی ایک عورت کو گرفتار کر لیا۔ اس کا نام حلیمہ تھا۔ اس نے مجاہدین کی راہ نمائی بنو سلیم کے گھروں کی طرف کی۔ مجاہدین اسلام نے وہاں کئی افراد پائے تو انہیں گرفتار کر لیا۔ ان میں حلیمہ مزینہ کا خاوند بھی تھا۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ مال غنیمت لے کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مزینہ اور اس کے خاوند کو معاف کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اس عورت نے اسلام قبول کر لیا ہوگا۔ بعض سیرت نگاروں نے اس کے متعلق توقف اختیار فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا ہے "ہمیں اس کے اسلام اور صحابیہ ہونے کا علم نہیں۔ صحابیات میں اُس حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور کوئی اس نام کی خاتون نہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلانے کی سعادت عظمیٰ حاصل کی تھی۔ یہ بھی تذکرہ نہیں کہ اس سریہ میں کتنے اونٹ، بکریاں اور قیدی بطور مال غنیمت ملے تھے۔

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ العیص کی طرف

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا "جس سریہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اس میں انہیں امیر ضرور بنایا۔ اگر وہ زندہ رہتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنا جانشین بنا دیتے"۔ (ابن ابی شیبہ)

امام بخاری نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ سات غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ میں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سرایا میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ ہر سریہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ہمارا امیر بنایا۔

العیص مدینہ منورہ سے چار راتوں کی مسافت پر ہے۔ یہ سریہ جمادی الاولیٰ 6ھ کو پیش آیا۔ اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ قریش کا ایک کارواں شام سے واپس آ رہا ہے۔ آپ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ستر سواروں کے ساتھ بھیجا۔ دوسری روایت میں مجاہدین کی تعداد 170 بیان کی گئی ہے۔ تاکہ وہ اس کارواں اور اس کے سامان کو پکڑ کر لے آئیں۔ انہوں نے اس روز صفوان بن امیہ کی بہت سی چاندی پر قبضہ کر لیا۔ کافی لوگ گرفتار ہوئے، جن میں ابو العاص بن ربیع بھی تھے۔ ان کا نام لقیط یا زبیر یا ہُشیم یا یاسر تھا۔ ان کی والدہ کا نام ہالہ بنت خویلد تھا۔ یہ ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی بہن تھی۔ ابو العاص کا شمار مکہ مکرمہ کے تاجر، مالدار اور امانت دار لوگوں میں ہوتا تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لختِ جگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔ جب یہ گرفتار ہو کر مدینہ طیبہ آئے تو ان کی زوجہ محترمہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے انہیں پناہ دے دی۔ انہوں نے ان سے پناہ طلب کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز صبح ادا فرمائی تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے صحابہ کرام میں یہ اعلان کیا:

دوسری روایت میں ہے "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی۔ صحابہ کرام نے بھی آپ کے ہمراہ تکبیر کہی تو حضرت لختِ جگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ صدا دی "اے لوگو! میں نے ابو العاص کو پناہ دی ہے" جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا تو آپ نے لوگوں کی طرف توجہ کی اور فرمایا "کیا تم نے وہ آواز سنی ہے جسے میں نے سماعت کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی "ہاں" پھر فرمایا "مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست تصرف میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے! مجھے اس کے متعلق علم نہیں تھا حتیٰ کہ میں نے وہی آواز سنی جسے تم نے سنا۔ اہل ایمان ید واحد کی طرح ہیں۔ ان میں سے ادنیٰ شخص بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے جس کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پناہ دی۔ ہم بھی اسے پناہ دیتے ہیں" پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ انہوں نے عرض کی کہ جو سامان ابو العاص سے چھینا گیا ہے واپس کر دیا جائے۔ آپ نے ان کی یہ گزارش قبول کر لی۔ آپ نے انہیں فرمایا "اس کی عزت و تکریم کرو۔ لیکن وہ تمہاری خلوت میں نہ آئے، تم اس کے لیے حلال نہیں ہو"۔ دوسری روایت میں ہے کہ لختِ جگر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کی "میں نے ابو العاص کو پناہ دی ہے" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا "اس شخص کے ساتھ ہمارا کیا تعلق ہے؟ تم خوب جانتے ہو۔ تم نے اس کے کارواں کو گرفتار کر لیا ہے۔ مجھے پسند تو یہ ہے کہ تم اس پر احسان کرو اور اس کا مال واپس کر دو۔ اور اگر تم انکار کرو تو یہ مال فئے ہے جو رب تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا ہے۔ تم اس کے زیادہ مستحق ہو" صحابہ کرام نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم! ہم ان کا سارا مال واپس کر دیتے ہیں"۔ صحابہ کرام اس کا سارا مال لے کر آ گئے، حتیٰ کہ اگر کسی کے پاس ڈول تھا۔ وہ بھی لے آیا۔ کسی کے پاس کوئی برتن تھا، وہ بھی لے آیا۔ اس کا سارا مال اسے واپس کر دیا گیا کوئی چیز بھی مفقود نہ ہوئی"۔ پھر ابو العاص مکہ مکرمہ چلا گیا ہر حصہ دار کو اس کا حصہ دیا، پھر کہا "کیا کسی کا حصہ رہ گیا ہے جو اس نے نہ لیا ہو؟ قریش مکہ نے کہا "نہیں"

ابوالعاص نے پوچھا "کیا میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے" انہوں نے کہا "بخدا! ہاں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں عمدہ جزا دے، ہم نے آپ کو وفادار اور کریم پایا ہے" ابوالعاص نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندۂ خاص اور رسول مکرم ہیں۔ اللہ کی قسم میں آپ کے پاس بھی اسلام قبول کر سکتا تھا، میں نے صرف اس خدشہ سے وہاں اسلام قبول نہیں کیا کہ تم یہ گمان نہ کرو کہ میں تمہارے اموال ہڑپ کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ رب العزت نے اب تمہارے اموال تمہیں لوٹا دیے ہیں۔ میں اس کام سے فارغ ہو گیا ہوں۔ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے" پھر وہ روانہ ہو کر مدینہ طیبہ آ گئے۔

حاکم نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب لخت جگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ہجرت فرمائی تو ابوالعاص اپنے دین پر ہی تھے۔ وہ تجارتی کارواں کے ساتھ شام کی طرف گئے۔ جب وہ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو بعض مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیں اور ان کا سامان لے لیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تک یہ خبر پہنچ گئی، انہوں نے عرض کی "یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کیا مسلمانوں کا عہد اور عقد ایک ہی نہیں ہوتا" آپ نے فرمایا "ہاں" انہوں نے عرض کی "میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے ابوالعاص کو پناہ دی ہے"۔ جب صحابہ کرام نے یہ بات سنی تو وہ ابوالعاص کی طرف اسلحہ کے بغیر نکلے۔ انہوں نے انہیں کہا "تمہارا شمار قریش کے سرداروں میں ہوتا ہے۔ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد ہو، کیا اسلام قبول کر لیتے ہو؟ تم اپنے اموال کے ساتھ مکہ مکرمہ چلے جاؤ" ابوالعاص نے کہا "تم نے مجھے کتنا برا حکم دیا ہے کہ میں اپنے دین کا آغاز دھوکہ سے کروں" وہ مکہ مکرمہ چلے گئے۔ ان کے اموال ان کے سپرد کر دیے۔ ان کے پاس ہی اسلام قبول کیا۔ پھر ہجرت کی۔

دوسری روایت میں ہے کہ انہیں صلح حدیبیہ کے بعد حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں نے گرفتار کر لیا تھا۔ جب ان مسلمانوں نے ساحل سمندر کو اپنا مسکن بنا لیا تھا۔ اس مدت کے دوران وہ قریش کے قافلوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے قبل ہجرت کی تھی۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ ابھی تک اپنے پہلے دین پر ہی تھے۔ پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ہجرت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو پہلے نکاح پر ہی ان کے پاس بھیج دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ان کا نیا نکاح کیا تھا۔ البتہ معمول یہی ہے کیونکہ اسلام نے ان کے مابین تفریق ڈال دی تھی۔ ارشاد ربانی ہے:

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ (الممتحنہ:10)

"نہ وہ حلال ہیں کفار کے لیے اور نہ وہ (کفار) حلال ہیں مومنات کے لیے"۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت طیبہ اس واقعہ کے بعد نازل ہوئی۔ دونوں دینوں کا اختلاف اس آیت کے نزول کے بعد ہی حرمت کا تقاضا کرتا ہے۔ صحیحین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی بہت زیادہ تعریف فرمائی۔ آپ نے فرمایا "انہوں نے میرے ساتھ گفتگو کی، میری تصدیق کی، میرے ساتھ وعدہ کیا، پھر وعدہ پورا کیا" حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی نور نظر حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھا کر نماز پڑھ لیتے تھے۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے

12ھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وصال فرمایا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے پہلے ہی انتقال فرما گئیں تھیں۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی نور نظر تھیں۔

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ الطرف کی سمت

''الطرف'' ایک چشمہ کا نام تھا، جو مدینہ طیبہ سے چھتیس میل دور عراق کے راستہ میں تھا۔ یہ سریہ جمادی الآخر 6ھ میں ہوا۔ حضرت زید پندرہ مجاہدین کے ہمراہ بنو ثعلبہ کی طرف تشریف لے گئے۔ بہت سے جانور اور مویشی ان کے ہاتھ لگے۔ اعراب بھاگ گئے۔ کیونکہ انہیں خدشہ لاحق ہوا کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس خود تشریف لا رہے ہیں اور یہ آپ کا مقدمۃ الجیش ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ وہ مویشی مدینہ طیبہ لے آئے۔ اس مہم میں چار روز صرف ہوئے۔

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حسمی کی طرف

حسمی وہ جگہ ہے جہاں جذام وغیرہ کے قبائل آباد تھے۔ یہ علاقہ شام کی طرف ہے۔ یہ سریہ جمادی الآخر 6ھ کو ہوا۔ دوسری روایت کے مطابق یہ 7ھ کو رونما ہوا۔ اس صورت میں یہ صلح حدیبیہ کے بعد ظہور پذیر ہوا ہوگا۔ کیونکہ یہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے قیصر سے واپسی تشریف لانے کے بعد ہوا تھا۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو صلح حدیبیہ کے بعد 7ھ کے آخر میں بھیجا گیا تھا۔

اس سریہ کا سبب یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو اپنا گرامی نامہ عطا کر کے قیصر کے پاس بھیجا تا کہ اسے اسلام کی دعوت دیں۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ قیصر کے پاس سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ قیصر نے انہیں انعام اور پوشاک عطا کی تھی۔ کیونکہ قریب تھا کہ وہ اسلام لے آتا۔ مگر اس نے اپنی حکومت کے خوف سے اسلام قبول نہ کیا۔ ہنید بن عارض نے جذام کے لوگوں کے ساتھ حسمی کے پہاڑوں میں ان پر حملہ کر دیا، ان کی ہر چیز لوٹ لی۔ ان کے پاس صرف ایک بوسیدہ کپڑا چھوڑا۔ بنوضبیب کا ایک گروہ ہنید کی اس کارستانی سے آگاہ ہوگیا۔ ان میں سے بعض لوگ اسلام لے آئے تھے۔ انہوں نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کا سامان واپس لے کر دیا۔

دوسری روایت کے مطابق یہ ہنید اور اس کے ساتھیوں کی طرف گئے۔ ان کے ساتھ جنگ کی اور حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کا سامان ان سے چھین کر انہیں واپس دے دیا۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور سارے حالات گوش گزار کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو پانچ سو سواروں کے ساتھ ہنید کی طرف بھیجا، ان کے ساتھ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ دن کو چھپ جاتے اور رات کو عازم سفر ہوتے تھے۔ بنوعذرہ کا ایک شخص ان کا راہ نما تھا۔ یہ شخص صحابہ کرام کو لے کر مطلوبہ مقام تک پہنچا۔ انہوں نے صبح سویرے دشمن پر حملہ کر دیا اور ان کا قتل عام کیا۔ ہنید اور اس کا لڑکا بھی قتل ہوگیا۔ صحابہ کرام نے ان کے جانور اور خواتین گرفتار کر لیں۔ انہوں نے ایک ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں اور ایک سو خواتین، بچے گرفتار کیے۔ حضرت رفاعہ بن زید الجذامی رضی اللہ عنہ اپنے چیدہ افراد کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں وہ مکتوب مبارک عطا کیا

جو آپ نے ان کی قوم کے لیے لکھوایا تھا، وہ مکتوب گرامی یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(جانِ عالم) محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے رفاعہ بن زید کی طرف!

''میں نے رفاعہ کو ان کی ساری قوم کی طرف بھیجا ہے۔ وہ انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دعوت دیں گے۔ جس نے اسلام قبول کر لیا اس کا شمار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گروہ میں ہوگا۔ جس نے روگردانی کی اسے دو ماہ کی مہلت ہے''۔

جب حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے پاس پہنچے، انہیں اسلام کے چشمۂ صافی کی طرف دعوت دی تو ساری قوم نے دولت اسلام سمیٹ لی۔ اس کے بعد حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ قیصر سے ہو کر واپس تشریف لائے۔ جب بنوخبیب کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اس مہم کا علم ہوا تو ان میں سے حسان بن ملہ اور ابو زید بن عمرو جیسے چیدہ افراد سوار ہو کر حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طرف آئے۔ انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہو کر کہا ''ہم مسلمان ہیں'' حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''قرآن پاک پڑھو'' انہوں نے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لشکر اسلامی میں یہ اعلان کر دو ''اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو قتل کرنا ہمارے لیے حرام قرار دیا ہے مگر جو بے وفائی اور دھوکہ کرے''۔ حسان کی بہن بھی قیدیوں میں تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حسان سے فرمایا ''اسے لے جاؤ'' ایک عورت نے کہا ''تم اپنی بیٹیاں لے کر جا رہے ہو جبکہ اپنی ماؤں کو چھوڑے جا رہے ہو'' حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حسان کی بہن سے کہا ''تم بھی اپنی چچازاد بہنوں کے ساتھ بیٹھ جاؤ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مابین فیصلہ فرما دے۔ انہوں نے مجاہدین کو روک دیا کہ وہ اس وادی میں نہ جائیں جہاں سے وہ آئے تھے۔ انہوں نے اپنے اہل خانہ میں رات بسر کی۔ وقت صبح وہ جلدی سے عازم سفر ہو کر حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حسان بن ملہ نے ان سے کہا ''تم یہاں بیٹھ کر بکری کا دودھ نکال رہے ہو جبکہ جذام کی خواتین پابند سلاسل ہیں۔ جذام کو تمہارے اس خط نے دھوکہ دیا ہے جو تم لے کر آئے ہو'' حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اپنا اونٹ منگوایا، اس پر اپنا کجاوا رکھا۔ کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ تین ایام کے بعد وہ مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ وہ مسجد نبوی میں گئے۔ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ملاحظہ فرمایا تو انہیں لوگوں کے پیچھے سے آنے کا اشارہ کیا۔ آپ نے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کو بات کرنے کے لیے فرمایا ''ایک شخص کھڑا ہوا، اس نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم یہ قوم جادو بیان ہے۔ ان کے پاس زبان ہے اور بیان کی فصاحت ہے'' حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو آج ہمیں صرف بھلائی کے ساتھ یاد کرے'' پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گرامی نامہ آپ کو پیش کیا اور عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم یہ لیں'' آپ نے کسی کو فرمایا ''یہ خط باآواز بلند پڑھو'' اس نے مکتوب مبارک پڑھ کر سنایا۔ پھر آپ نے رفاعہ کی داستان سنی تو فرمایا ''میں ان مقتولوں کا کیا کروں'' آپ نے تین بار یہی فرمایا۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ خوب جانتے ہیں۔ ہم آپ کے لیے حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرتے'' حضرت ابو زید بن عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''یا رسول اللہ!

ہمارے زندہ لوگ ہمارے لیے چھوڑ دیں جو قتل ہو گیا وہ میرے ان قدموں کے نیچے ہیں" آپ نے فرمایا "ابوزید نے سچ کہا ہے۔ علی! ان کے ہمراہ جاؤ" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی "حضرت زید رضی اللہ عنہ میری بات نہیں مانیں گے" آپ نے فرمایا "میری یہ تلوار لے جاؤ" آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی تلوار عطا فرمائی۔ انہوں نے عرض کی "میرے پاس سواری کا جانور نہیں" آپ نے انہیں ایک اونٹ پر سوار کیا، وہ سب عازم سفر ہو گئے۔ انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ایک قاصد دیکھا جو ان کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ پر سوار تھا۔ انہوں نے اسے نیچے اتارا۔ اس نے پوچھا "علی! یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے فرمایا "انہوں نے انہیں پہچانا اور گرفتار کر لیا" پھر وہ کارواں روانہ ہوا۔ انہوں نے لشکر کو "فیفاء" کے مقام پر پالیا۔ انہوں نے وہ ساری چیزیں واپس لے لیں، جو ان کے پاس تھیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے ایک شخص کی ران کے نیچے سے بھی عورت نکال لی۔ انہوں نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا ہے کہ وہ ان لوگوں کے اموال اور خواتین سے دستبردار ہو جائیں"۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ ان لوگوں کے قیدی اور اموال واپس کرو" حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی طلب کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "یہ آپ کی شمشیر ہے" حضرت زید رضی اللہ عنہ نے وہ تلوار پہچان لی۔ وہ نیچے اترے۔ لوگوں کو بلایا، لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا "جس شخص کے پاس بھی اس قبیلہ کا مال یا قیدی یا اور کچھ ہو وہ واپس کر دے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ہیں"۔ مجاہدین نے ہر چیز واپس کر دی۔

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: وادی القریٰ کی طرف

وادی القریٰ مدینہ طیبہ کے قریب ہی ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ جگہ شام کی طرف ہے۔ یہ سریہ رجب 6ھ کو رونما ہوا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ وادی القریٰ کی طرف گئے۔ وہاں بنوفزارہ سے نبرد آزما ہوئے۔ ان کے ساتھ جہاد کیا۔ بعض مسلمان شہید ہو گئے۔ بنوفزارہ کے بعض لوگ بھی تہ تیغ ہو گئے۔ اسی دن حضرت ورد بن مرداس رضی اللہ عنہ کو جام شہادت نصیب ہوا۔

سریہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ: دومۃ الجندل کی طرف

دومۃ الجندل شام کی طرف ایک بستی اور قلعہ کا نام ہے۔ اس کے اور دمشق کے درمیان پانچ روز کی مسافت ہے۔ اس کے اور مدینہ طیبہ کے مابین پندرہ یا سولہ روز کا سفر ہے۔ یہ سریہ شعبان 6ھ کو ہوا تھا۔ اس سریہ سے قبل حضرت ابن اسحاق نے ایک واقعہ لکھا ہے۔ جس کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا۔ انہوں نے لکھا ہے:

"مجھے اس شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جس پر میں تہمت نہیں لگاتا۔ انہوں نے فرمایا "میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے دسواں تھا۔ حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی، عبدالرحمٰن بن عوف، ابن مسعود، معاذ، حذیفہ اور ابوسعید رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک انصاری جوان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے

سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا۔ اس نے عرض کی "یا رسول اللہ! کون سا مؤمن افضل ہے؟" آپ نے فرمایا "جو ان میں سے اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہے" پھر اس نے عرض کی "کون سا مومن سب سے دانا ہے؟" آپ نے فرمایا "ان میں سے جو موت کو سب سے زیادہ یاد کرے۔ اس کے آنے سے قبل اس کی تیاری کرے۔ وہ سب سے بڑھ کر دانا ہے" پھر وہ جوان خاموش ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف توجہ فرما ہوئے اور فرمایا "مہاجرین کے گروہ! پانچ اشیاء کے متعلق میں رب تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ تم پر نازل ہوں۔

کسی قوم میں بے حیائی ظاہر نہیں ہوتی حتیٰ کہ وہ اسے اعلانیہ کرنے لگتی ہے مگر اللہ تعالیٰ اس میں طاعون اور ایسی امراض ظاہر کر دیتا ہے جو ان کے اسلاف کو نہیں پہنچیں ہوتیں۔ جو قوم ناپ اور تول میں کمی کرتی ہے تو رب تعالیٰ اسے قحط سالی، پیداوار میں کمی اور بادشاہ کے ظلم سے دوچار کر دیتا ہے۔ جو قوم زکوٰۃ دینے سے ہاتھ روک لیتی ہے اللہ تعالیٰ ابر کرم اس کے لیے روک لیتا ہے۔ اگر چوپائے نہ ہوتے تو ان پر کبھی بارش نہ ہوتی۔ جو قوم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کو توڑتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر اس کے دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔ وہ اس کے ہاتھوں سے سب کچھ چھین کر لے جاتا ہے۔ جس قوم کے آئمہ (حجز) کتاب الٰہی کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کلام الٰہی کے برعکس جرأت کا مظاہرہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے مابین آتشِ جہنم بھڑکا دیتا ہے"۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سریہ کی تیاری کا حکم دیا۔ صبح کے وقت وہ سیاہ سوتی کپڑے کا عمامہ باندھ کر حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قریب کیا، انہیں اپنے سامنے بٹھایا اور اپنے دستِ اقدس سے ان کا عمامہ باندھا۔

دوسری روایت میں ہے "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا عمامہ کھولا، پھر از سر نو اسے باندھا۔ ان کے پیچھے سے چار انگلیاں یا اس سے زائد لٹکایا، پھر فرمایا "ابن عوف! اس طرح عمامہ باندھا کرو۔ یہ بہت عمدہ اور معروف طریقہ ہے" پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیں۔ انہوں نے انہیں جھنڈا دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ اپنی ذات والا پر درود پاک پڑھا، پھر فرمایا "ابن عوف! یہ جھنڈا لو، سارے راہِ خدا میں نکل جاؤ، جو اللہ تعالیٰ کا انکار کرے، اس کے ساتھ جہاد کرو، خیانت نہ کرو، دھوکہ نہ کرو۔ مثلہ نہ کرو، بچوں کو قتل نہ کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عہد اور تم میں اس کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مطہرہ ہے" حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جھنڈا پکڑ لیا۔

ایک اور روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دومۃ الجندل کے مقام پر بنو کلب کی طرف بھیجا۔ آپ نے فرمایا "اگر وہ تمہاری اطاعت بجالائیں۔ اسلام لے آئیں تو ان کے باشاہ کی نورِ نظر سے شادی کر لینا" حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ عازم سفر ہوئے، حتیٰ کہ دومۃ الجندل پہنچ گئے۔ کچھ دن وہاں کے باشندوں کو اسلام کے چشمۂ صافی کی طرف دعوت دیتے رہے۔ پہلے وہ انکار کرتے رہے، تیسرے روز اصبغ بن عمرو کلبی نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ نصرانی تھا۔ یہ ان کا بادشاہ اور رئیس تھا۔ اس کے ہمراہ اس کی قوم کے بہت سے لوگ مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان کے بقیہ افراد پر جزیہ لاگو کیا اور ماضر بنت اصبغ سے شادی کر لی۔ انہیں لے کر مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے۔ انہوں نے

صحابیت کا شرف پالیا''۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا اور اس قوم کے ان لوگوں کے بارے بتایا جنہوں نے اسلام لانے کی سعادت حاصل کی تھی۔ آپ سے عرض کی کہ کیا وہ ان میں شادی کرلیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھا کہ وہ بنت الاصبغ سے شادی کرلیں۔ انہوں نے بنت اصبغ سے شادی کرلی۔ ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے فرمان پر اکتفاء نہیں کیا کہ اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو ان کے بادشاہ کی لخت جگر سے شادی کرلینا۔ کیونکہ احتمال یہ ہے کہ انہوں نے سمجھا ہو کہ اگر وہ سارے اسلام لے آئیں۔ جبکہ ان میں سے بعض نے جزیہ دینے پر اکتفاء کیا تھا۔ انہوں نے احتیاطاً آپ کی خدمت میں عریضہ بھیجا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ہاں اسی زوجہ محترمہ سے ابوسلمہ پیدا ہوئے۔ یہ حافظ، ثقہ اور کثیر احادیث کے راوی ہیں۔ یہ امام العلماء تھے۔ ان کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے۔ ان کا نام عبداللہ ہے۔ بعض نے ان کا نام اسماعیل بتایا ہے۔ انہوں نے 74ھ میں وصال فرمایا۔

سریہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

آپ ایک سو مجاہدین کے ساتھ بنوسعد کی طرف گئے۔ یہ سریہ شعبان 6ھ کو رونما ہوا۔ اس سریہ کا سبب یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوا کہ بنوسعد لوگوں کو جمع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ بنوسعد کے یہودیوں کی اعانت کرنے کے خواہاں ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رات کو سفر فرماتے۔ دن کے وقت آرام فرماتے، حتیٰ کہ آپ ''غمج'' تک پہنچ گئے۔ یہ ایک چشمہ ہے جو فدک اور خیبر کے مابین ہے۔ انہوں نے وہاں ایک شخص کو پایا۔ صحابہ کرام نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا ''میں اپنے جانوروں کی تلاش میں ہوں'' صحابہ کرام نے پوچھا ''کیا تجھے اس لشکر کا کچھ علم ہے جسے بنوسعد جمع کر رہے ہیں؟ اس نے کہا ''مجھے تو اس کا کوئی علم نہیں'' صحابہ کرام نے اس پر سختی کی تو اس نے اقرار کیا کہ وہ بنوسعد کا جاسوس ہے۔ انہوں نے اسے خیبر بھیجا ہے کہ وہ یہودیوں کو اس شرط پر اعانت کی پیش کش کرے کہ وہ ان کے لیے اسی طرح کھجوریں مقرر کریں جس طرح انہوں نے دیگر قبائل کے لیے متعین کیں ہیں'' صحابہ کرام نے پوچھا ''وہ لشکر کہاں ہے؟ اس نے کہا ''جب میں نے انہیں چھوڑا تو وہ دوسو افراد جمع کر چکے تھے'' صحابہ کرام نے کہا ''ہمارے ساتھ چلو تاکہ ان کی طرف ہماری راہ نمائی کرو'' اس شخص نے کہا ''اس شرط پر کہ تم مجھے امان دو'' صحابہ کرام نے فرمایا ''اگر تم ہماری راہ نمائی ان کی طرف یا ان کی چراگاہ کی طرف کرو تو تمہیں امان ہے، ورنہ نہیں'' اس شخص نے یہ وعدہ کیا، وہ انہیں لے کر نکلا، حتیٰ کہ صحابہ کرام کو اس کے متعلق سوء ظن ہونے لگا۔ وہ انہیں ایک میدان کی طرف لے آیا۔ وہاں بہت زیادہ بکریاں اور مویشی تھے۔ اس نے کہا ''یہ ان کے جانور اور مویشی ہیں'' صحابہ کرام نے وہ جانور ہانک لیے'' اس شخص نے کہا ''مجھے چھوڑ دو'' صحابہ کرام نے کہا ''حتیٰ کہ ہر تعاقب سے مطمئن ہو جائیں'' چرواہے دشمن کی طرف بھاگ گئے، انہیں مسلمانوں سے ڈرایا۔ ان کی باتیں سن کر دشمن منتشر ہو گیا۔ اس راہ نما شخص نے کہا ''اب لشکر

منتشر ہو چکا ہے۔ اب تم نے مجھے کیوں قید کر رکھا ہے؟ صحابہ کرام نے فرمایا "حتیٰ کہ ہم ان کی اقامت گاہ تک پہنچ جائیں" وہ انہیں دشمن کی قیام گاہ تک لے گیا۔ مگر وہاں کوئی شخص نظر نہ آیا۔ انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ جانوروں کو اپنے ساتھ ہانک کر لے آئے۔ ان جانوروں میں پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں شامل تھیں۔ بنوسعد خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ آگئے۔ جنگ کی نوبت نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے مکروفریب کو تار تار کر دیا۔ وہ یہودیوں کی مدد نہ کر سکے۔

سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: ام قرضہ کی طرف

ام قرضہ عورت کا نام ہے۔ یہ بنت ربیعہ بن بدر الفزاری ہے۔ اسی کے متعلق یہ ضرب المثل مشہور ہے "اَمْنَعُ مِنْ اُمِّ قِرْفَۃَ" "ام قرضہ سے زیادہ حفاظت کرنے والا۔ اس کے گھر میں پچاس تلواریں آویزاں رہتی تھیں۔ پچاس شمشیر زن ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ یہ سارے اس کے محرم تھے۔ اس نے اپنی کنیت اپنے بیٹے قرضہ کے نام پر رکھی تھی۔ اس کے دس بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ یہ وادی القریٰ کی ایک طرف مقیم تھی۔ یہ جگہ مدینہ طیبہ سے شام کی طرف سات راتوں کی مسافت پر ہے۔

یہ سریہ رمضان المبارک 6ھ کو ہوا تھا۔

اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تجارت کی غرض سے شام کی طرف گئے۔ ان کے پاس دیگر صحابہ کرام کا سامان بھی تھا۔ جب وہ وادی القریٰ پہنچے تو بنوبدر میں سے فزارہ کے افراد نے ان پر حملہ کر دیا اور ان کا سامانِ تجارت چھین لیا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اس جانکاہ حادثہ کی خبر دی۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی کہ وہ غسل نہیں کریں گے حتیٰ کہ وہ بنوفزارہ پر لشکر کشی کر لیں۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور داستان غم سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں لشکر دے کر بھیجا اور فرمایا "دن کے وقت چھپ جاؤ، رات کے وقت سفر کرو" حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی دن کے وقت مخفی ہو جاتے اور رات کو عازم سفر رہتے۔ ان کے ہمراہ بنوفزارہ کا راہبر بھی تھا۔ بنوفزارہ کو اس مہم کے متعلق علم ہو گیا۔ صبح کے وقت انہوں نے ایک باریک بین شخص کی ڈیوٹی لگائی۔ وہ ایک بلند و بالا پہاڑ پر چڑھ جاتا۔ وہ اس راستہ کی طرف دیکھتا جہاں سے انہیں مسلمانوں کی آمد کی توقع تھی۔ وہ ایک دن یا اس سے زائد کی مسافت سے دور سے دیکھ لیتا۔ وہ کہتا "اپنے جانور چرواہو، اپنے جانور چرواہو کوئی خطرہ نہیں۔ رات کے وقت وہ اسی پہاڑ پر چڑھ جاتا، وہ ایک رات کی مسافت کو دیکھ لیتا۔ اس نے کہا "سو جاؤ کوئی خطرہ نہیں" جب صحابہ کرام بنوفزارہ سے ایک رات کی مسافت پر تھے تو ان کا راستہ دکھانے والا راستہ بھول گیا۔ وہ رات گئے تک دوسری راہ پر چلتا رہا۔ بنوفزارہ کے لوگوں نے انہیں دیکھا کہ وہ راستہ بھول گئے ہیں تو انہوں نے رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ وقت صبح حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ان پر حملہ بول دیا۔ انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور بنوفزارہ کا محاصرہ کر لیا۔ انہیں قتل کیا۔ ام قرضہ کو قید کر لیا۔ یہ ان کی رئیسہ اور ملکہ تھی۔ یہ اپنی قوم میں معزز سمجھی جاتی تھی۔ انہوں نے اس کی بیٹی جاریہ بنت مالک کو بھی گرفتار کر لیا۔ قیس بن المحسر یا ابن الحل ام قرضہ کی طرف گئے۔ یہ عمر رسیدہ بڑھیا تھی، اسے اور اس کی بیٹی کو ذبح کر دیا۔

انہوں نے بڑھیا کی ٹانگیں رسیوں سے باندھیں۔ پھر وہ رسیاں دو اونٹوں سے باندھ دیں، حتیٰ کہ انہوں نے اسے چیر کر رکھ دیا۔ کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ والا میں گستاخی کیا کرتی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے اپنی اولاد میں سے تیس شہ سواروں کو تیار کر رکھا تھا۔ اس نے انہیں کہہ رکھا تھا کہ مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہو کر محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو شہید کر دو' حضرت زید رضی اللہ عنہ سرخرو ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ مقدسہ میں تھے۔ دراقدس پر دستک دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی سے اٹھ کر آئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا، ان کا سر چوما اور حالات دریافت فرمائے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فتح و کامرانی کا مژدہ سنایا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے ام قرضہ کی بیٹی کو گرفتار کیا تھا۔ انہوں نے اس کے متعلق نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گزارش کی تو آپ نے اسے انہیں ہبہ کر دیا۔ پھر اسے ان کے ماموں حزن بن ابی وہب کو عنایت کر دیا۔ ان کے ہاں عبدالرحمٰن بن حزن پیدا ہوا۔

سریہ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ

اسی سریہ میں ابو رافع عبداللہ یا سلام بن ابی الحقیق عبرت ناک انجام کو پہنچا تھا۔ اس نے ہی غزوۂ خندق میں گروہوں کو جمع ہونے کے لیے کہا تھا۔ اس نے کثیر رقم کے ساتھ مشرکین کی اعانت کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تہ تیغ کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن عتیک الخزرجی الانصاری رضی اللہ عنہ کو رمضان المبارک 6ھ میں بھیجا۔ دوسری روایت کے مطابق یہ سریہ ذوالحجہ 5ھ کو رونما ہوا تھا۔

بخاری شریف میں ہے۔ امام زہری نے فرمایا "یہ سریہ 3ھ کعب بن اشرف کے قتل کے بعد رونما ہوا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے "امام زہری نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے لی ہے۔ انہوں نے فرمایا "جب اوس نے کعب بن اشرف کو واصل جہنم کیا کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید عداوت رکھتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے واصل جہنم کرنے کا اذن دے دیا تو خزرج نے سلام بن ابی حقیق کو تہ تیغ کرنے کی اجازت مانگ لی۔ سلام اس وقت خیبر میں تھا"۔

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ مجھے محمد بن مسلمہ بن شہاب نے حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا "وہ کرامت و عزت جسے رب تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نوازا ہے۔ اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اوس اور خزرج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ دونوں قبائل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ جب اوس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع کے لیے کوئی قدم اٹھاتے تو بنو خزرج کہتے "بخدا! اوس بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہم سے یہ فضیلت نہیں لے سکتے" جب اوس کوئی کارنامہ سرانجام دیتے تو خزرج بھی اسی طرح کہتے۔

جب اوس نے کعب بن اشرف کا کام تمام کیا تو خزرج نے کہا "بخدا! اوس ہم سے یہ فضیلت کبھی نہیں لے سکتے" انہوں نے اس شخص کو یاد کرنے کی کوشش کی جو عداوت میں ابن اشرف کی مانند ہو۔ انہیں سلام بن ابی الحقیق یاد آیا۔ انہوں نے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تاکہ اسے واصل جہنم کریں۔ آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی۔ بنوخزرج میں سے پانچ شہ سوار اس کا کام تمام کرنے کے لیے نکلے۔

① حضرت عبداللہ بن عتیک ② حضرت عبداللہ بن انیس ③ حضرت ابوقتادہ حرث بن ربعی ④ حضرت اسود بن خزاعی ⑤ حضرت مسعود بن سنان رضی اللہ عنہم۔

آپ نے انہیں ابن ابی الحقیق کو موت کے گھاٹ اتارنے کا حکم دیا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ کسی عورت یا بچے کو قتل نہ کریں۔ وہ خیبر پہنچے۔ ایک جگہ چھپ گئے۔ جب لوگ پرسکون ہو گئے تو صحابہ کرام اس کے گھر کی طرف آئے۔ وہ ایک بلند قلعہ میں مقیم تھا۔ جب وہ اس کے گھر کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ لوگ اپنے مویشی لے کر آرہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا ''تم اپنی جگہ پر ٹھہر جاؤ''۔ میں جاتا ہوں میں چوکیدار سے نرم بات کرتا ہوں، شاید میں قلعہ میں داخل ہو سکوں'' وہ دروازہ کے قریب پہنچے تو خود کو اپنی چادر سے لپیٹ لیا تاکہ ان کی پہچان نہ ہو سکے، گویا کہ وہ قضائے حاجت کر رہے ہوں۔ کچھ لوگ قلعہ میں داخل ہوئے۔ ان کا گدھا گم ہوا تھا۔ وہ اس کی تلاش میں نکلے تھے۔ اسی لیے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خود کو کپڑے میں لپیٹا اور بیٹھ گئے گویا کہ وہ قضائے حاجت کر رہے ہیں۔ نگران نے انہیں آواز دی ''فلاں! اگر قلعہ کے اندر آنا چاہتے ہو تو داخل ہو جاؤ، میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں'' نگران کا گمان تھا کہ شاید یہ بھی ان لوگوں میں شامل ہوں۔ جو گدھے کی جستجو میں نکلے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں اندر داخل ہو گیا۔ پھر میں دروازہ کے پاس گدھا باندھنے کی جگہ چھپ گیا۔ جب لوگ اندر داخل ہو گئے تو دروازہ بند کر دیا گیا۔ نگران نے قلعہ کی چابیاں کھونٹی پر لٹکا دیں۔ میں چابیوں کے پاس آیا، انہیں لیا اور ان سے دروازہ کھولا۔ ابورافع کے پاس لوگ رات کے وقت قصے کہانیاں سننے کے لیے جمع ہوتے تھے۔

دوسری روایت میں ہے کہ وہ لوگ ابورافع کے پاس جمع ہوتے اور رات گئے تک وہیں رہتے۔ ابورافع بلند کمرہ میں رہتا تھا۔ لکڑی کی سیڑھی سے وہاں جایا جاتا تھا۔ جب قصہ گو وہاں سے رخصت ہو گئے تو میں اوپر چڑھا، جب میں کسی کمرہ میں داخل ہوتا تو میں اندر سے دروازہ مقفل کر دیتا۔ میں کہتا ''اگر لوگ مجھ سے چوکنے ہو گئے وہ پھر بھی مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے حتیٰ کہ میں ابورافع کا کام تمام کر دوں گا۔ میں ابورافع تک جا پہنچا۔ وہ ایک تاریک کمرہ میں اپنے اہل خانہ کے درمیان میں تھا۔ اس نے چراغ گل کر رکھا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس کا بستر کہاں ہے؟ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ یہودیوں کی زبان میں گفتگو کر سکتے تھے۔ ان کے ساتھیوں نے انہیں آگے کیا تاکہ وہ ابورافع کی سی گفتگو کریں۔ اسے یہی گمان ہو کہ وہ اس کی قوم کا شخص ہے۔ وہ خوفزدہ نہ ہو۔ انہوں نے کمرہ کا دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ اس کی بیوی نے پوچھا ''کون؟ انہوں نے کہا'' میں ابورافع کے لیے تحفہ لے کر آیا ہوں'' عورت نے دروازہ کھول دیا۔ اس نے کہا ''تمہارا ساتھی وہ ہے'' جب اس عورت نے اسلحہ دیکھا تو اس نے چلانا چاہا۔ انہوں نے اس کی طرف تلوار سے اشارہ کیا تو وہ خاموش ہو گئی۔ انہوں نے کہا ''ابورافع! میں اس کی جگہ سے آشنا نہیں تھا۔ اس نے پوچھا ''کون ہو؟ میں جلدی سے آواز کی طرف گیا اور اس پر تلوار سے کاری ضرب لگائی۔

مگر میں اسے قتل کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔ ابورافع بلند آواز سے چلایا، میں کمرہ سے باہر نکل آیا۔ میں قریب ہی چھپ گیا۔ اس کی بیوی نے کہا "ابورافع! یہ عبداللہ بن عتیک کی آواز ہے" ابورافع نے کہا "تیری ماں تجھ پر روئے! عبداللہ بن عتیک کہاں سے آ گیا" میں دوبارہ اس کے پاس گیا گویا کہ میں اس کی مدد کے لیے آ گیا ہوں۔ میں نے آواز تبدیل کی۔ میں نے پوچھا "ابورافع! یہ کیسی آواز ہے" اس نے کہا "تیری ماں تجھے کھوئے! گھر میں ایک شخص نے مجھ پر تلوار سے حملہ کیا ہے"۔ میں نے تلوار سے اس پر دوسرا وار کیا، مگر وہ کارگر ثابت نہ ہوا۔ میں اسے قتل نہ کر سکا۔ وہ چیخ اٹھا۔ اس کے اہل خانہ جاگ گئے، اس کی بیوی چلانے لگی، پھر میں نے تلوار کی دھار اس کے پیٹ پر رکھ دی۔ اس پر زور ڈالا تو وہ اس کی کمر سے باہر نکل گئی۔ میں نے ہڈی کی آواز سنی تو سمجھ گیا کہ میں نے اس کا کام تمام کر دیا ہے۔ میں ایک ایک کر کے دروازے کھولنے لگا حتیٰ کہ میں سیڑھی تک پہنچ گیا۔ میں نے قدم آگے بڑھائے تو میں نیچے جا گرا۔ میں چاندنی رات میں گر پڑا۔ میری پنڈلی ٹوٹ گئی، میں نے اسے اپنے عمامہ سے باندھا۔ میں باہر نکل کر ایک جگہ چھپ گیا۔ یہودیوں نے آگ جلا دی۔ وہ تلاش کرتے کرتے ہر جگہ پھیل گئے۔ پھر مایوس ہو کر واپس آ گئے۔ میں وہیں چھپ کر بیٹھا رہا۔ میں نے کہا "میں آج رات اس وقت تک واپس نہیں جاؤں گا حتیٰ کہ مجھے یقین ہو جائے کہ میں نے ابورافع کا کام تمام کر دیا ہے۔ جب مرغ نے آذان دی تو منادی فصیل پر چڑھا۔ اس نے اعلان کیا "حجاز کا تاجر ابورافع قتل ہو گیا ہے" پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آ گیا۔ میں نے انہیں کہا "جلدی کرو، میں نے ابورافع کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے"۔

دوسری روایت میں ہے "میں نے اپنی ٹانگ پر پٹی باندھ لی۔ میں ایک ٹانگ کے سہارے اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا۔ میں نے انہیں کہا "روانہ ہو جاؤ۔ حضور ﷺ کو بشارت دو، میں اسی جگہ ہی رہوں گا حتیٰ کہ میں اس کی موت کا اعلان سن لوں" صبح سویرے منادی فصیل پر چڑھا۔ اس نے یہ اعلان کیا "ابورافع مر گیا ہے" میں چلنے لگا مجھے کوئی تکلیف محسوس نہ ہو رہی تھی۔ میں نے راستہ میں ہی اپنے ساتھیوں کو جا لیا۔ وہ ابھی تک بارگاہ رسالت مآب ﷺ تک نہیں پہنچے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو مژدہ سنایا۔

دوسری روایت میں ہے "میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں گیا اور سارا واقعہ گوش گزار کیا۔ آپ نے فرمایا "اپنی ٹانگ آگے کرو" میں نے اپنی ٹانگ آگے بڑھا دی۔ آپ نے اسے دست اقدس سے مس فرمایا پھر گویا کہ مجھے کبھی کوئی تکلیف تھی ہی نہیں"۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت اسود بن خزاعی رضی اللہ عنہ بھی مذکورہ پانچ افراد میں تھے۔ وہ ابورافع کی موت کی تحقیق کے لیے رک گئے۔ انہوں نے کہا "میں یہ تحقیق کرنے لگا۔ میں لوگوں میں گھس گیا، میں نے ابورافع کی بیوی کو پایا، یہودی ابورافع کے ارد گرد تھے۔ اس عورت کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ وہ ابورافع کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی "بخدا! میں نے ابن عتیک کی آواز سنی۔ پھر میں نے خود کو جھٹلا دیا، میں نے کہا "ان شہروں میں ابن عتیک کا کیا کام؟ پھر اس نے ابورافع کو دیکھا تو کہا "یہ تو مر گیا ہے" مجھے یہود کے معبود کی قسم! مجھے اس بات سے زیادہ لطف اندوز کرنے والی اور کوئی بات نہ تھی" وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آ گئے اور انہیں ساری صورت حال بتائی۔

بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کے لیے چلنا دشوار ہو گیا انہیں اپنی ٹانگ کا درد محسوس ہوا، وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ عازم سفر تھے۔ تو ان کے ساتھیوں نے انہیں اٹھا لیا۔ جب وہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی ٹانگ پر اپنا دست اقدس پھیرا اور سارا درد کافور ہو گیا۔

امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن انیس سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا ''ہم خیبر سے واپس لوٹے۔ ہم دن کے وقت چھپ جاتے، رات کو روانہ ہوتے تھے۔ جب ہم چھپتے تو ہم میں سے ایک نگرانی پر مامور ہوتا تھا، جب اس کو کسی قسم کا خطرہ محسوس ہوتا تو وہ ہمیں اشارہ کر دیتا۔ جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو میری باری تھی۔ میں نے انہیں اشارہ کیا، وہ جلدی جلدی نکلے، میں ان کے ساتھ جا ملا۔ ہم مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ انہوں نے پوچھا ''تم نے کیا دیکھا تھا؟ میں نے کہا ''میں نے کچھ نہیں دیکھا، مگر مجھے خدشہ دامن گیر ہوا کہ کہیں تم تھک نہ جاؤ۔ میں نے تم پر فزع سوار کرنے کی کوشش کی' ابن مندہ نے حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ''جب ہم بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ افروز تھے۔ جب آپ نے ہمیں دیکھا تو فرمایا ''چہرے سرخ رو ہوں''۔ اس عبرتناک داستان میں کئی فوائد جلیلہ ہیں:

❶ اس مشرک کی اچانک گرفت کر لینا جسے دعوت پہنچ چکی ہو ❷ جو مشرکین کی اعانت اپنے ہاتھ، مال یا زبان سے کرے اسے قید کرنا یا مار ڈالنا ❸ اہل حرب کے خلاف تجسس اور جنگ میں ان کی سخت گرفت کرنا (iv) مصلحت کے لیے بات چھپانا ❺ قلیل مسلمانوں کا کثیر دشمن سے نبرد آزما ہونا ❻ دلیل کے ساتھ فیصلہ کرنا۔ ❼ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے منادی کے اعلان کی وجہ سے ابورافع کی موت کا یقین کر لیا۔

بعض روایات میں ہے کہ ابورافع کو حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے واصل جہنم کیا تھا۔ مگر درست وہی کچھ ہے جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے ہی اسے واصل جہنم کیا تھا۔ ابورافع اور کعب بن اشرف کے قتل کے بارے حضرت حسان رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

للہ در عصابۃ لاقیتہم یاابن الحقیق وانت یا بن الاشرف

اس جماعت کا کیا کہنا جس سے اے ابوالحقیق! تم دوچار ہوئے اور ابن اشرف تم بھی۔

یسرون بالبیض الخفاف الیکم مرحا کاسد فی عرین مغرف

جبکہ وہ ہلکی پھلکی تلواریں لیے تمہاری طرف اس طرح اکڑتے ہوئے چلے جس طرح جھاڑیوں والے کچھار میں شیر چلتا ہے۔

حتیٰ اتوکم فی محل بلادکم فسقوکم حتفا ببیض دفف

یہاں تک کہ وہ تمہارے شہر میں تمہاری قیام گاہ میں تمہارے پاس پہنچے اور تیز چمکدار تلواروں سے تمہیں موت کا جام پلا دیا۔

مستبصرین لنصر دین نبیہم مستضعرین لکل امر مجحف

ان کے پیش نظر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی نصرت تھی، وہ ہر ہلاک کر دینے والی مصیبت کو حقیر سمجھ رہے تھے''۔

سریہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ: اسیر کی طرف

یہ سریہ شوال 6ھ کو ظہور پذیر ہوا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب ابو رافع سلام بن ابی الحقیق قتل ہو گیا تو یہودیوں نے اسیر کو اپنا سردار بنا لیا۔ اس نے کہا "اللہ کی قسم! محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس یہودی کی طرف بھی گئے یا اپنے صحابی کو بھی کسی مہم کی طرف روانہ کیا وہ اپنے مدعا میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن میں وہ کام کروں گا جو میرے ساتھیوں نے نہیں کیا" یہودیوں نے پوچھا "تم کیا کرنے لگے ہو؟ اس نے کہا "میں بنو غطفان کی طرف جاؤں گا، انہیں جمع کروں گا۔ ہم محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مسکن پر حملہ کر دیں گے جس دشمن نے بھی آپ کی اقامت گاہ پر حملہ کیا وہ اپنے مقصد میں کچھ نہ کچھ کامیاب ضرور رہا" یہودیوں نے کہا "تمہاری رائے بہت عمدہ ہے" وہ بنو غطفان وغیرہم میں گیا اور انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ لڑنے پر اکسانے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک بھی یہ خبر پہنچ گئی۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو تین ساتھیوں سمیت صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ خیبر پہنچے اور ان کے باغات میں داخل ہو گئے۔ بقیہ تین افراد تین قلعوں میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے اسیر وغیرہ کی گفتگو انہماک سے سنی۔ وہ تین ایام کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ابھی رمضان المبارک کے بعض ایام باقی تھے۔ انہوں نے جو کچھ سنا یا دیکھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش گزار کیا۔ حضرت خارجہ بن حسیل رضی اللہ عنہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے بھی حالات دریافت کیے۔ انہوں نے عرض کی "میں نے اسیر بن زرام کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ وہ آپ کے لیے یہودیوں کے لشکر جمع کر رہا ہے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو دعوت جہاد دی۔ تیس افراد نے لبیک کہا۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ وہ اسیر کے ہاں پہنچے، انہوں نے کہا "کیا ہمیں اس وقت تک امان ہے جب تک ہم وہ پیغام پہنچا لیں جو ہم لے کر آئے ہیں"۔ اسیر نے کہا "ہاں" صحابہ کرام نے کہا "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ تم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ ہے کہ تم کو خیبر کا گورنر بنا دیں۔ اور تم پر احسان فرمائیں' اسیر لالچ میں آ گیا۔ اس امر کے بارے یہودیوں سے مشاورت کی تو انہوں نے اسیر کی مخالفت کی۔ انہوں نے کہا "محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بنی اسرائیل میں سے کسی شخص کو عامل نہیں بناتے" اس نے کہا "ہاں! پھر وہ مسلمانوں کے ہمراہ روانہ ہو گیا"۔

ابن اسحاق کی روایت کے مطابق جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسیر کے پاس پہنچے اور اس کے ساتھ گفتگو کی تو اسے کہا "اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ تو وہ تمہیں عامل بنا دیں گے اور تمہیں عزت سے نوازیں گے" وہ برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ وہ مسلمانوں کے ہمراہ چلنے کے لیے رضامند ہو گیا۔ اس کے ساتھ یہودیوں کے تیس افراد بھی روانہ ہوئے۔ ہر مسلمان نے اپنے پیچھے ایک یہودی کو بٹھا لیا۔ اسیر کو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ جب وہ قرقرہ پہنچے تو اسیر کو ندامت ہوئی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کیوں جا رہا ہے؟ اس نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کے ساتھ دھوکہ کرنے کی کوشش کی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ یہ تلوار لینا چاہتا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے تلوار ماری

اور اس کی ٹانگ کاٹ کر رکھ دی۔ اسیر کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا، اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو مارا اور زخمی کر دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ اسیر نے اپنا ہاتھ تلوار کی طرف بڑھایا۔ میں اس کی چال سمجھ گیا۔ میں نے اونٹ دور کیا۔ میں نے کہا ''اللہ کے دشمن! دھوکہ کرتا ہے'' میں اونٹ سے نیچے اترا، میں نے تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ران اور پنڈلی زخمی ہو گئی۔ وہ اپنے اونٹ پر نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ دیگر صحابہ کرام اسیر کے ساتھیوں پر جھپٹ پڑے اور اس دھوکہ دہی اور فریب کی وجہ سے انہیں قتل کر دیا۔ صرف ایک شخص بچ سکا۔ جو تیزی سے بھاگ کر دور چلا گیا۔ مسلمانوں کا ایک شخص بھی شہید نہ ہوا۔ الحمد للہ۔

امان دینے کے بعد ان یہودیوں کو ان کے فریب اور دھوکہ کی وجہ سے قتل کیا گیا۔ پھر صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ''ہمارے ساتھ ثنیہ تک چلو تا کہ ہم اپنے ساتھیوں کے متعلق کچھ تلاش کر سکیں'' صحابہ کرام آپ کے ہمراہ باہر نکلے، جب انہوں نے ثنیہ سے جھانکا تو انہوں نے ہمیں تیزی سے آتے دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ہم آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اور سارے حالات گوش گزار کیے۔ آپ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں ظالم قوم سے نجات دے دی'' آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے زخم پر لعاب دہن لگایا تو فوراً مندمل ہو گیا اور اس نے تا دم وصال انہیں اذیت نہ دی۔

دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''آپ نے میرے چہرہ کو مس فرمایا، میرے لیے دعا کی اور اپنے عصا مبارک کا ٹکڑا کاٹ کر مجھے عطا فرمایا: پھر فرمایا ''اسے اپنے ساتھ بطور علامت رکھ لو یہ روز حشر میرے اور تمہارے مابین علامت ہو گی'' اسی کے ساتھ میں تمہیں روز حشر پہچان لوں گا۔ تم حشر کے دن لاٹھی کا سہارا لے کر آؤ گے''۔ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا تو عصا مبارک کا یہ ٹکڑا ان کے کفن کے نیچے رکھ دیا گیا'' ان کے متعلق اسی قسم کی روایت پہلے بھی گزر چکی ہے۔ جب ہذلی کا سر لے کر حاضر خدمت ہوئے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ بعض راویوں کا وہم ہو۔ لیکن سچ یہ ہے کہ آپ نے دوبار عصا کا ٹکڑا انہیں عطا فرمایا۔ دونوں کو ہی ان کے کفن کے اندر رکھ دیا گیا۔ حضرت شارع علیہ السلام جب اپنے کسی صحابی کے ساتھ کسی چیز کو مختص فرما دیں تو ان سے یہ سوال نہیں کیا جا سکتا کہ بقیہ صحابہ کرام کو اس سعادت سے کیوں نہ نوازا گیا۔

عکل اور عرینہ کا قصہ

اسے سریہ حضرت کرز بن جابر الفہری رضی اللہ عنہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قریش کے رؤساء میں سے تھے۔ یہ عام فتح کو شہید ہوئے۔ عکل قضاعہ کا قبیلہ تھا جبکہ عرینہ بجیلہ کا قبیلہ تھا۔ یہ سریہ جمادی الاولیٰ 6ھ کو ہوا۔ دوسری روایت کے مطابق یہ شوال 6ھ کو رونما ہوا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ عکل اور عرینہ کے سات یا آٹھ افراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسلام پر بیعت کی۔ کلمہ توحید یاد کر لیا اور اسلام کا اظہار کیا، جب وہ مدینہ طیبہ پہنچے تو وہ مریض تھے۔ ان کے پیشاب کی رنگت زرد تھی۔ ان کے پیٹ پھولے ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کی ''یا رسول اللہ! ہم اونٹوں اور مویشیوں کے مالک ہیں۔ ہم شاداب علاقے کے باسی نہیں ہیں۔ مدینہ طیبہ میں قیام کرنا ہمیں پسند نہیں۔ آپ ہمیں اجازت دیں تا کہ ہم اونٹوں کے ساتھ

رہیں'' آپ نے ان کے لیے چند اونٹوں کا حکم دیا۔ ان کے ہمراہ ایک چرواہا بھی تھا۔ ان لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ان اونٹوں کے پاس رہیں تاکہ ان کا دودھ اور پیشاب پئیں' وہ مدینہ طیبہ سے باہر نکل گئے۔ الحرہ کی ایک سمت کو اپنا بسیرا بنالیا۔ جب ان کے جسم درست ہو گئے تو انہوں نے اسلام کے بعد کفر کا اظہار کر دیا۔ وہ مرتد ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چرواہے حضرت یسار رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا۔ قتل کے بعد ان کا مثلہ کیا۔ ان کے ہاتھ اور ان کی ٹانگ کاٹ دی، ان کی آنکھوں میں کانٹے چبھو دیے۔ وہ اونٹ ہانک کر لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے متعلق خبر مل گئی۔ آپ نے ان کے تعاقب میں بیس گھڑ سوار بھیجے۔ حضرت کرز بن جابر الفہری کو ان کا امیر مقرر کیا۔ گھڑ سواروں نے دشمن کو جالیا اور انہیں پکڑ کر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کا حکم دیا ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی گئیں۔ روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے تعاقب میں صحابہ کرام کو روانہ کیا تو یہ دعا مانگی ''مولا! انہیں اندھا بنا دے کہ وہ اپنا راستہ تلاش نہ کر سکیں'' اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی طرح نابینا کر دیا کہ انہیں اپنا راستہ نظر نہ آیا۔

ایک اور روایت کے مطابق آقا علیہ السلام تک یہ خبر دن کے ابتدائی حصہ میں پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے تعاقب میں گھڑ سواروں کو بھیج دیا۔ جب سورج بلند ہوا تو وہ انہیں پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے تعاقب میں گھڑ سوار بھیجے انہوں نے ایک عورت دیکھی جو اونٹ کے کندھے کا گوشت اٹھائے ہوئی تھی۔ انہوں نے اس سے ان لوگوں کے متعلق پوچھا تو اس عورت نے کہا ''میں ان لوگوں کے پاس سے گزری، انہوں نے ایک اونٹ ذبح کر رکھا تھا۔ انہوں نے یہ گوشت مجھے دیا ہے۔ وہ اس جنگل میں ہیں'' صحابہ کرام اسی سمت گئے۔ وہ جفاجو وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام نے انہیں گرفتار کر لیا۔ ان میں سے ایک شخص بھی بھاگ نہ سکا۔ صحابہ کرام نے انہیں رسیوں سے باندھا اور اپنے گھوڑوں پر سوار کر لیا۔ انہیں مدینہ طیبہ لے کر آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق ان کی ٹانگیں اور ہاتھ مختلف سمتوں سے کاٹ دیے گئے۔ ان کی آنکھوں میں سلاخیں پھیر دی گئیں۔ انہیں الحرہ کی ایک طرف دھوپ میں پھینک دیا گیا حتیٰ کہ وہ سارے مر گئے۔ ان کی آنکھوں میں سلاخیں اس لیے پھیری گئیں تھی کیونکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چرواہے کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ یہ قصاص تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے انہیں دیکھا، وہ زمین چاٹ رہے تھے، حتیٰ کہ وہ مر گئے''۔ وہ پانی مانگتے تھے۔ مگر انہیں پانی نہیں دیا جاتا تھا، ان کے ارتداد کی وجہ سے ان کی کوئی عزت و حرمت نہ تھی۔ اللہ رب العزت نے اسی واقعہ کے متعلق یہ آیت طیبہ نازل کی:

إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓا۟ أَوْ يُصَلَّبُوٓا۟ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِى ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٣٣﴾ (المائدہ)

''بلاشبہ سزا ان لوگوں کی جو جنگ کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور کوشش کرتے ہیں زمین میں فساد برپا کرنے کی یہ ہے کہ انہیں (چن چن کر) قتل کیا جائے یا سولی چڑھا دیا جائے یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور

ان کے پاؤں مختلف طرفوں سے یا جلاوطن کر دیئے جائیں یہ تو ان کے لیے رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لیے آخرت میں (اس سے بھی) بڑی سزا ہے"۔

اس داستان میں کئی فوائد ہیں: ❶ امام کے پاس وفود آنا ❷ امام کا وفود کی مصلحت میں غور و فکر کرنا ❸ اونٹوں کے دودھ اور پیشاب کے ساتھ علاج کرنا کیونکہ ہر جسم کا علاج اس کی فطرت کے مطابق ہوتا ہے ❹ ایک شخص کے قتل میں پوری جماعت کو بطور قصاص قتل کرنا، خواہ انہوں نے اسے دھوکہ سے قتل کیا ہو یا ویسے ہی۔

اگر ہم کہیں کہ ان کا قتل قصاصاً تھا اور قصاص میں مثلہ کی اہمیت کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہ مثلہ نہیں ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔ ❺ صحراء میں جنگ کے حکم کا ثبوت۔ بستیوں کے متعلق اختلاف ہے۔ ❻ صدقہ کے اونٹوں کا دودھ پی لینے کے بارے جبکہ امام کا اذن بھی اس کے ساتھ ہو۔

سریہ عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ: ابوسفیان کی طرف

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ کو ابوسفیان کی طرف بھیجا تاکہ وہ اسے قتل کر دیں۔ کیونکہ ابوسفیان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی غرض سے ایک شخص بھیجا تھا۔ ابوسفیان نے قریش کی ایک جماعت سے کہا "کیا تم میں سے کوئی محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دھوکہ سے قتل نہیں کر سکتا۔ وہ بازاروں میں چلتے رہتے ہیں" ابوسفیان کے گھر میں ایک اعرابی آیا۔ اس نے کہا "میں سارے لوگوں سے زیادہ قوی دل ہوں۔ میری گرفت سب سے سخت ہے۔ میں سب سے زیادہ تیز دوڑ سکتا ہوں، اگر تم مجھے تقویت دو تو میں مدینہ طیبہ جاتا ہوں اور دھوکہ سے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شہید کر دیتا ہوں۔ میرے پاس ایک خنجر ہے، جو چیل کے پر کی مانند باریک ہے۔ میں ان پر حملہ آور ہوں گا۔ پھر قافلہ کے ساتھ واپس آ جاؤں گا۔ میں ساری قوم سے زیادہ تیز رفتار ہوں۔ میں راستہ سے بھی خوب آشنا ہوں" ابوسفیان نے کہا "تو بھی ہمارا ساتھی ہے" ابوسفیان نے اس اعرابی کو اونٹ دیا۔ خرچہ دیا اور کہا "اپنا معاملہ سمیٹو" وہ اعرابی رات کے وقت نکلا، پانچ روز اپنی سواری کو ہانکتا رہا۔ چھٹے روز وہ مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے پوچھنے لگا۔ آپ کے متعلق اسے بتایا گیا۔ اس نے سواری باندھی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اعرابی آپ کے پاس آیا۔ اس کے پاس خنجر تھا۔ وہ آپ کو دھوکہ سے شہید کرنا چاہتا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا "یہ شخص دھوکہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر رب تعالیٰ اس کے اور اس کے ارادہ کے مابین حائل ہے" وہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھکنے کے لیے آگے بڑھا۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اسے ازار بند سے پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا۔ خنجر اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ اس نے کہا "میرا خون میرا خون (چھوڑ دو) حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے اسے حلق سے پکڑا اور زور سے گلا دبایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سچ سچ بتا تو کون ہے؟ اس شخص نے کہا "میں امن میں ہوں؟" آپ نے فرمایا "ہاں" اس نے سچ سچ بات بتا دی۔ آپ نے اسے معاف کر دیا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر اس نے عرض کی "محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیک وسلم! میں لوگوں سے ڈرتا نہیں تھا۔ جونہی میں نے آپ کو دیکھا تو میرا طائر عقل پرواز کر گیا۔ میرا نفس کمزور ہو گیا، پھر آپ میرے اس ارادہ سے بھی آگاہ ہو گئے جو میں کیے ہوئے تھا۔

حالانکہ کوئی اور اس سے آگاہ نہ تھا۔ مجھے علم ہو گیا کہ آپ حق پر ہیں اور ابوسفیان کا گروہ شیطانی گروہ ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ مسکرانے لگے۔ وہ شخص کچھ ایام آپ ﷺ کی خدمت میں رہا، پھر حضور ﷺ سے اجازت مانگ لی۔ آپ ﷺ نے اسے اجازت دے دی وہ چلا گیا، پھر اس شخص کے بارے کچھ علم نہ ہو سکا۔ نہ ہی کسی حافظ نے اس کا نام لکھا ہے۔

پھر حضور ﷺ نے عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو حضرت سلمہ بن اسلم الانصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا۔ دوسری روایت میں حضرت جبار بن صخری رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔ آپ نے انہیں ابوسفیان کی طرف بھیجا۔ آپ نے فرمایا ''اگر اسے پالو تو اسے قتل کر دینا'' یہ دونوں حضرات مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ رات کو بیت اللہ کا طواف کرنے کے لیے گئے تو معاویہ بن ابی سفیان نے انہیں دیکھ لیا۔

ایک اور روایت کے مطابق یہ دونوں حضرات مکہ معظمہ پہنچے۔ پہلے ایک گھاٹی میں چھپ گئے۔ پھر رات کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ حضرت جبار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا ''کاش کہ ہم بیت اللہ کا طواف کر لیں اور دو رکعتیں نماز پڑھ لیں'' حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا ''یہ لوگ کھانے کے بعد اپنے صحنوں میں بیٹھ جاتے ہیں، اگر انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو وہ مجھے پہچان لیں گے، میں ابلق گھوڑے سے بڑھ کر مکہ مکرمہ میں معروف ہوں'' حضرت جبار رضی اللہ عنہ نے کہا ''ہرگز نہیں! ان شاء اللہ۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا ''انہوں نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا۔ ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ نماز پڑھی۔ پھر ہم ابوسفیان کے ارادہ سے باہر نکلے۔ بخدا! ہم مکہ مکرمہ میں چل رہے تھے کہ ایک شخص نے مجھے دیکھ لیا۔ اس نے مجھے پہچان لیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا ''بخدا! اس کے قدم کسی شر کی وجہ سے ہیں'' کہا جاتا ہے کہ یہ شخص حضرت امیر معاویہ تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ کوئی اور تھا، اس نے ابوسفیان اور قریش کو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے متعلق بتایا۔ قریش مکہ خوف کھانے لگے اور ان کی جستجو میں شروع ہو گئے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں بھی بہت بہادر اور شجاع سمجھے جاتے تھے۔ سارے اہل مکہ اکٹھے ہو گئے اور ان کی تلاش کرنے لگے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمہ یا حضرت جبار رضی اللہ عنہ بھاگ نکلے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ قریش کے ایک سردار سے ملے۔ اس کا نام عبید اللہ بن مالک التیمی تھا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ بنو دئل کا ایک اور شخص بھی انہوں نے تہ تیغ کر دیا وہ یہ شعر گنگنا رہا تھا:

ولست بمسلم مادمت حیا ولست ادین دین المسلمینا

''جب تک میں زندہ ہوں میں اسلام قبول کرنے والا نہیں۔ نہ ہی کسی صورت میں مسلمانوں کا دین اختیار کروں گا''۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے قریش کے دو قاصدوں سے ملاقات کی، جنہیں قریش نے مدینہ طیبہ میں جاسوسی کے لیے بھیجا تھا۔ انہوں نے ایک کو قتل کر دیا۔ دوسرے کو قیدی بنا لیا۔ وہ اسے مدینہ طیبہ لے آئے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو سارے حالات بتائے۔ آپ مسکرانے لگے، پھر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

سیرت ابن ہشام میں ہے ''میں نے اپنے ساتھی سے کہا ''بچو بچو!'' ہم دوڑتے ہوئے بھاگ نکلے حتیٰ کہ ہم پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے۔ اہل مکہ ہماری تلاش میں نکلے۔ جب ہم پہاڑ پر چڑھ گئے تو وہ ہم سے مایوس ہو گئے۔ ہم واپس لوٹے، ہم نے وہ

رات ایک غار میں بسر کی۔ہم نے اپنے سامنے پتھر جوڑ لیے تھے۔دوسرے روز قریش کا ایک شخص آیا۔وہ اپنے گھوڑے کو ہانک رہا تھا۔میں نے کہا ''اگر وہ ہمیں دیکھ کر چیخ اٹھا تو وہ ہمیں پکڑ لے گا۔پھر قتل کر دے گا۔میرے پاس خنجر تھا، جسے میں نے ابوسفیان کے لیے تیار کر رکھا تھا۔میں نے وہ خنجر باہر نکالا اور اس کے ساتھ اس کے سینہ پر وار کر دیا۔اس نے باآواز بلند چیخ ماری۔سارے اہل مکہ نے سنا۔میں واپس آ گیا اور اپنی جگہ چھپ گیا۔لوگ اس کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔اس کی آخری رمق باقی تھی۔وہ ہمارے مسکن کے متعلق قریش مکہ کو نہ بتا سکا۔قریش اسے اٹھا کر لے گئے۔میں نے اپنے رفیق راہ سے کہا ''بچو بچو! ہم رات کے وقت غار سے نکلے، ہم مدینہ طیبہ جانا چاہتے تھے۔ہم چند نگرانوں کے پاس سے گزرے۔وہ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک کی نگرانی کر رہے تھے۔ان میں سے ایک نے کہا ''بخدا! میں نے آج رات ایسی چال کو دیکھا جو عمرو بن امیہ کی چال کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔اگر وہ مدینہ منورہ میں نہ ہوتے تو میں یہی کہتا کہ وہ عمرو ہی ہیں''۔جب وہ شخص اس لکڑی کے پاس پہنچا جہاں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی مبارک لاش لٹکی ہوئی تھی تو اس نے ان کی لاش کو اٹھا لیا اور تیزی سے دوڑنے لگا۔نگران بھی اس کے پیچھے دوڑنے لگا جب وہ شخص جرف پہنچا تو اس نے وہ لاش مبارک نیچے رکھ دی۔اللہ تعالیٰ نے ان کی لاش کو غائب کر دیا۔وہ اس پر قدرت نہ پا سکے۔میں نے اپنے ساتھی سے کہا ''بچو بچو! میں آگے چلا۔ایک پہاڑ کی طرف بڑھا اس کے غار میں داخل ہو گیا۔وہاں بنو دیل کا ایک شخص آیا۔اس نے پوچھا ''کون ہو؟ میں نے کہا ''میرا تعلق بنو بکر کے ساتھ ہے۔تم کون ہو؟ اس نے کہا ''میں بھی بنو بکر سے ہی ہوں'' میں نے کہا ''خوش آمدید!'' وہ لیٹ گیا وہ بلند آواز سے یہ شعر پڑھنے لگا:

ولست بمسلم مادمت حیا ولست ادین دین المسلمینا

میں نے دل میں کہا ''عنقریب تجھے انجام معلوم ہو جائے گا''۔میں نے اسے مہلت دی۔میں نے اپنی قوس نکالی۔اس کا ایک سرا اس شخص کی صحیح آنکھ پر رکھا، پھر اس پر زور ڈالا۔وہ کمان کا سرا اس کی ہڈی تک پہنچ گیا۔پھر میں غار سے نکلا۔عرج پہنچا پھر چلتا ہوا نقیع پہنچا۔وہاں مجھے قریش کے دو شخص ملے۔قریش نے انہیں جاسوس بنا کر مدینہ طیبہ کی طرف بھیجا تھا۔میں نے انہیں کہا ''قیدی بن جاؤ'' مگر انہوں نے انکار کر دیا۔میں نے ایک کو تیر مارا، دوسرے کو گرفتار کر لیا۔اسے باندھ کر مدینہ طیبہ لے آیا''۔

یہ واقعہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہما کو بھیجا تا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی مبارک لاش اتار لائیں۔انہوں نے ان کی لاش مقدس اتاری۔پھر انہیں تعاقب کا خطرہ نظر آیا تو انہوں نے ان کا جسم اطہر نیچے پھینک دیا۔زمین اسے نگل گئی۔ممکن ہے کہ اس وقت حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے بھی ان دونوں سے ملاقات کر لی ہو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھیجا تھا۔اس وقت حضرت عمرو رضی اللہ عنہ واپس آ رہے ہوں۔انہوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو نیچے اتارنے میں ان کی اعانت کی ہو۔اس طرح اس واقعہ کی نسبت ان تینوں حضرات کی طرف درست ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔